بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

درویشان قادیان نمبر

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان
The Weekly
BADR Qadian

جلد
60

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ
50-51-52

شرح چندہ
سالانہ 350 روپے

بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
40 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر یا 45 یورو

Postal Reg. No. L/P/GDP-1, DEC 2012

3/19-26 محرم/صفر 1433 ہجری 29-22-15 فتح 1390 ہش 29-22-15 دسمبر 2011

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

منارۃ المسیح قادیان

مسجد مبارک قادیان

مزار مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام
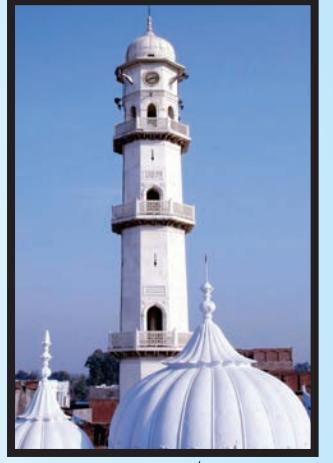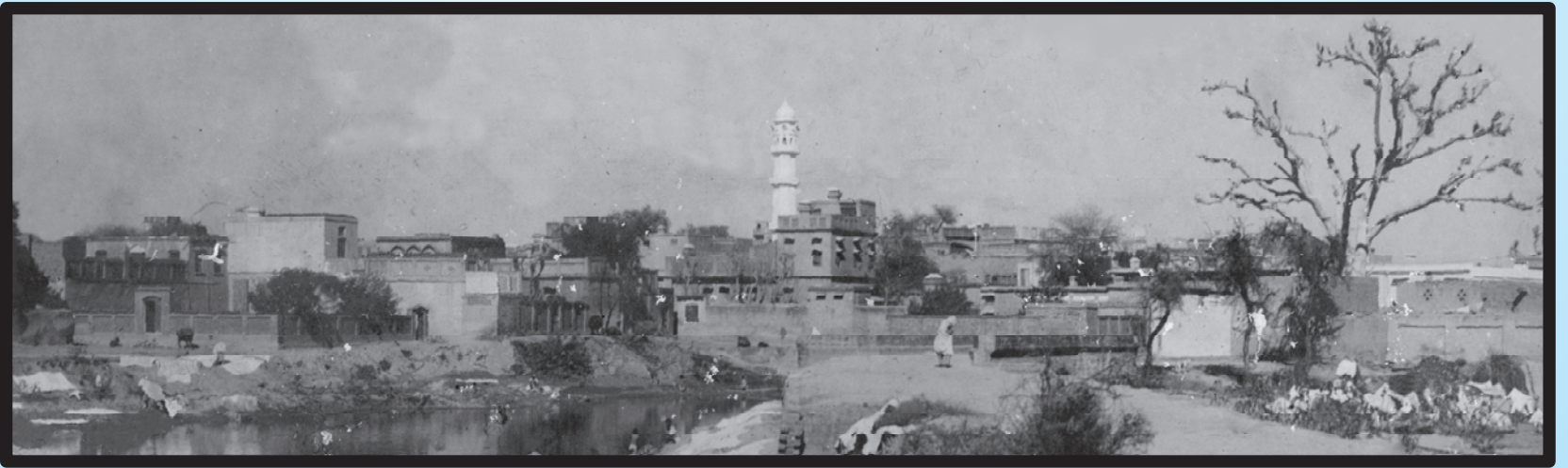
قادیان دارالامان کی تقسیم ہند سے قبل کی ایک نایاب تصویر

قادیان دارالامان کی 2011ء میں لی گئی ایک تصویر

خصوصی پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
برموقعہ درویشان قادیان نمبر ہفت روزہ بدر قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

لندن
16/11/11

پیارے قارئین ہفت روزہ بدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے لئے یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ ہفت روزہ بدر کو ’’درویشان قادیان نمبر‘‘ کے نام سے ایک خصوصی اشاعت کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور سلسلہ کے ان فدائی، مخلص اور باوفا درویشوں کی طرح ان کی اولاد اور قارئین کو بھی اخلاص و وفا اور نیکی اور تقویٰ میں بہت بڑھائے۔ آمین

مجھ سے اس خاص نمبر کے لئے پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ اس موقع پر میرا پیغام یہی ہے کہ اپنے آباء واجداد کی نیکیوں کو اپنائیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ ان میں نیکی تھی، تقویٰ تھا، سادگی تھی، عاجزی تھی، دین کے لئے قربانی کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جذبہ اور عمل پایا جاتا تھا۔ ان میں اطاعت کی روح تھی اور صدق ووفا تھا۔ وہ دنیا کی چمک دمک سے بالاتر اور تعلق باللہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ اور یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصائح فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولت منداور خوش خور ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور خالص خدا ہی کے لئے ہو جاتے ہیں۔ پس تم اس امر کی طرف توجہ کرو نہ پہلے امر کی طرف۔ اگر میں جماعت کی موجودہ حالت پر ہی نظر کروں تو مجھے بہت غم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی کمزور حالت ہے اور بہت سے مراحل باقی ہیں جو اس نے طے کرنے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے مجھ سے کئے تو میرا غم امید سے بدل جاتا ہے۔ منجملہ اس کے وعدوں کے ایک یہ بھی ہے، جو فرمایا:

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:56)

یہ تو سچ ہے کہ وہ میرے متبعین کو میرے منکروں اور میرے مخالفوں پر غلبہ دے گا۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ متبعین میں سے ہر شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے داخل نہیں ہوسکتا۔ جب تک اپنے اندر وہ اتباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا متبعین میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پوری پوری پیروی جب تک نہیں کرتا ایسی پیروی کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جاوے اور نقشِ قدم پر چلے، اس وقت تک اتباع کا لفظ صادق نہیں آتا............ یہ ضروری امر ہے کہ میں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرو۔ اور اسی کو مقدم کرلو۔‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 596 تا 597)

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہفت روزہ بدر کو بہترین مواد پر مشتمل شمارہ شائع کرنے کی توفیق دے اور جملہ نیک مساعی کے بابرکت نتائج پیدا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

[دستخط]

خلیفۃ المسیح الخامس

جب اپنی راہ اُس کے فرشتے کریں گے صاف — جب ہونگے واپسی کے اشارے تب آئیں گے
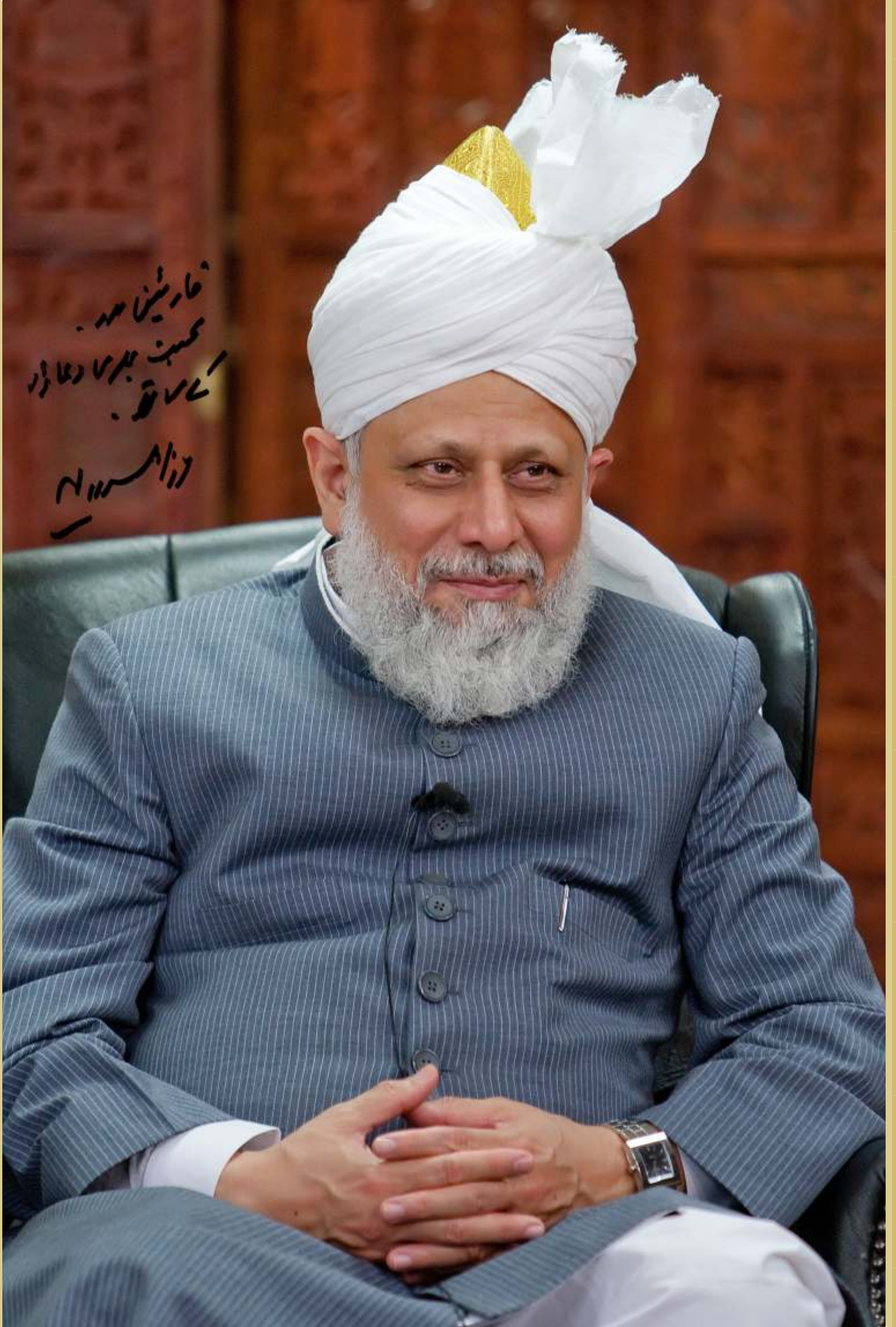
حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فہرست مضامین "درویشان قادیان نمبر"

فہرست مضامین	مضمون نگار	صفحہ
پیغام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز		ٹائٹل
فہرست مضامین درویشانِ قادیان نمبر		1
ایثار و قربانی کے مجسمے...... درویشان قادیان	مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب	3
قادیان دارالامان	ادارہ	5
منظوم کلام بابت قادیان دارالامان	ادارہ	9
درویشان قادیان ایک تعارف	ادارہ	11
خلق خدا رواں ہے دارالاماں کی جانب (نظم)	مکرم جمیل الرحمن صاحب، ہالینڈ	13
اے قادیان دارالاماں (نظم)	مکرم ثاقب زیروی صاحب، پاکستان	13
تقسیم ملک کے وقت درویشان قادیان کو زریں ہدایات	ادارہ	14
قادیان اور درویشان قادیان (نظم)	مکرم غلام رسول صاحب راجیکیؓ	17
درویش (نظم)	مکرم عبدالمنان ناہید	17
درویشان قادیان سے خطاب (نظم)	مکرم مصلح الدین صاحب راجیکی	17
درویشان قادیان کے نام خلفاء احمدیت کے پیغامات	مکرم محمد یوسف انور صاحب قادیان	18
پیغام جلسہ سالانہ قادیان 1948ء	حضرت ام المومنینؓ	25
پیغام جلسہ سالانہ 1948	حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے	26
اخبار بدر (نظم)	مکرم سید محمد شاہ سیفی صاحب، کشمیر	27
قادیان کے درویشو (نظم)	عبدالحمید خان شوق، لاہور	27
فہرست درویشانِ قادیان	ادارہ	28
زمانۂ درویشی کے ابتدائی حالات	مکرم بدرالدین عامل صاحب درویش	33
درویشِ قادیان (نظم)	مکرم عبدالغفور عبدل صاحب	36
قادیاں تیرے لئے (نظم)	مکرم حافظ سخاوت علی صاحب	37
پاسبانِ قادیان (نظم)	مکرم عبدالحمید عاجز صاحب درویش	37
قادیاں کو دیکھ کر (نظم)	مکرم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم	37
زمین ہند پر اسلام کا نشان (نظم)	مکرم عبدالحمید خان شوق صاحب	37
قادیان کے درویش (نظم)	مکرم حافظ سخاوت علی صاحب	37
درویشانِ قادیان (نظم)	مکرم عبدالقادر دانش دھلوی صاحب درویش	37
درویشانِ قادیان	مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش	38
درویشوں کو سلام (نظم)	مکرم ظفر محمد ظفر صاحب	38
درویشان ارضِ قادیان (نظم)	مکرم غلام نبی صاحب ناظرؔ۔ کشمیر	38
درویش قادیاں کے (نظم)	مکرم عبدالکریم قدسی صاحب	38
313 درویشانِ قادیان	مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش	39
ایک درویش سے طویل انٹرویو	مکرم فیض احمد صاحب درویش	43
دیار مسیح کے محافظ (نظم)	مکرم میر اللہ بخش تسنیم صاحب	49
درویش کا اعلان (نظم)	مکرم محمد شفیع اشرف صاحب	49
درویشان قادیان کا خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق	مکرم جلال الدین صاحب نیرّ	50
درویشان کرام کا قادیان دارالامان سے عشق	مکرم سلطان احمد ظفر صاحب	54
درویشان قادیان (نظم)	مکرم تنویر احمد ناصر صاحب۔ قادیان	57
درویشان قادیان کی خدمت میں نذرانہ عقیدت (نظم)	مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب	57
درویشان قادیان کی دعوت الی اللہ کے متعلق سرگرمیاں	مکرم ظہیر احمد خادم صاحب قادیان	58
میرے درویش بھائی (نظم)	مکرم مولوی محمد سعید صاحب	61
قادیان کے درویشو (نظم)	مکرم روشن دین تنویر صاحب	61
خدا کے بندے قادیان کے درویش (نظم)	مکرم محمد ابراھیم شاد صاحب	61
درویشان کرام کے قابل تقلید نمونے	مکرم محمد حمید کوثر صاحب قادیان	62
اے میرے درویش بھائی (نظم)	مکرم عبدالحمید آصف صاحب	68
اخبار بدر	مکرم ڈاکٹر منور علی صاحب	68
درویشان قادیان کے متعلق میری یادیں	مکرم عبدالرحمن فیاض صاحب، کشمیر	69
درویشان قادیان کے ایمان افروز واقعات	مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب	74
درویشوں کی قابل رشک زندگی	حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی	84
درویشان قادیان کے متعلق غیروں کے تاثرات	مکرم برہان احمد ظفرؔ صاحب قادیان	85
نظامت خدمت درویشان کا قیام اور اس کی قدمات	مکرم مرزا عبدالصمد صاحب پاکستان	88
قادیان کو چھوڑ کر	مکرم قیس مینائی صاحب	89
عقیدت کا سلام (نظم)	مکرم میلا رام وفا صاحب	89
شمع کے حضور پروانے	مکرم ظفر محمد ظفر صاحب	89
درویشان قادیان کا مخلص محسن......سیٹھ محمد صدیق بانی	ادارہ	90
ابتدائی دور درویشی کے چند واقعات	مکرم قریشی محمد فضل حق صاحب درویش	91
بزم درویشان اور رسالہ درویش	ادارہ	91
دویشان قادیان کا ہمسفر اخبار بدر قادیان	مکرم محمد ایوب ساجد صاحب قادیان	93
درویشانِ قادیان کو نظرانۂ عقیدت	مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب قادیان	96
حضرت مسیح موعودؑ کے خوش نصیب درویش صحابہ کرام	مکرم تنویر احمد ناصر صاحب قادیان	97
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور	ادارہ	125
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں (نظم)	مکرم محمود احمد مبشرؔ صاحب قادیان	126
خوش بخت جانثار (نظم)	مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لندن	126
آپ صرف میرے ماموں ہی نہیں تھے......	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	127
میری یادیں	سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ	131
محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب درویش	ادارہ	132
ایک محبوب شخصیت حضرت میاں صاحب	مکرم محمد انعام غوری صاحب	133
محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے	مکرمہ طیبہ صدیقہ ملک صاحبہ	134
محترم مولانا ابوالوفا صاحب درویش	ادارہ	136
محترم مولانا محمد ابراھیم فاضل صاحب درویش	ادارہ	137
محترم چودھری ظہور احمد صاحب گجراتی درویش	ادارہ	138
محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز درویش	بقلم خود	139
محترم مولوی محمد عمر علی صاحب درویش	ادارہ	140
محترم محمد الدین صاحب درویش	مکرم وحید الدین صاحب قادیان	141
محترم قاضی عبدالحمید صاحب درویش	مکرم قاضی شاہد احمد صاحب قادیان	142
محترم بشیر احمد حافظ آبادی صاحب درویش	مکرم منیر احمد حافظ آبادی صاحب	143
محترم ولی محمد صاحب گجراتی درویش	ادارہ	143
محترم بہادر خان صاحب درویش	مکرم دلاور خان صاحب قادیان	144
محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش	مکرم مامون رشید تبریز صاحب قادیان	146
محترم قریشی عطاء الرحمن صاحب درویش	ادارہ	149
محترم مولانا عبدالرحیم صاحب اوگامی درویش	مکرم سید ناصر احمد صاحب ندیم	149
محترم مولوی فیض احمد صاحب درویش	مکرم شمس الدین مبارک صاحب	150
محترم ممتاز احمد ہاشمی صاحب درویش	ادارہ	150

عنوان	مصنف	صفحہ
محترم چودھری محمد احمد خان صاحب درویش	مکرم مجید احمد صاحب ربوہ۔ پاکستان	151
محترم چودھری عبدالقدیر چٹھہ صاحب درویش	مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ پاکستان	152
محترم عطاء اللہ خان صاحب دریش	بقلم خود	153
محترم گیانی عبداللطیف صاحب درویش	مکرم طاہر احمد حفیظ صاحب	154
محترم خواجہ عبدالستار صاحب درویش	ادارہ	156
محترم نواب خان صاحب درویش	ادارہ	157
محترم چودھری عبدالحق صاحب درویش	ادارہ	157
محترم چودھری عبدالسلام صاحب درویش	ادارہ	157
محترم بشیر احمد مہار صاحب درویش	مکرم چودھری رفیع احمد صاحب	158
محترم مولوی برکت علی صاحب انعام درویش	ادارہ	158
محترم مولوی سراج الحق صاحب درویش	مکرم قمر الحق صاحب ادارہ	159
محترم شیر خان صاحب درویش	بقلم خود	159
محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش	مکرم منیر احمد خادم صاحب	160
محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب درویش	ادارہ	162
محترم مولانا عبدالحق فضل صاحب درویش	مکرم فاروق احمد صاحب	163
محترم غلام حسین صاحب درویش	مکرم فیاض احمد صاحب	164
محترم ہدایت اللہ صاحب درویش	ادارہ	164
محترم شیخ غلام جیلانی صاحب درویش	ادارہ	164
محترم عبدالمطلب صاحب درویش	مکرم سلطان صلاح الدین کبیر صاحب	165
محترم چودھری عبدالرشید نیاز صاحب درویش	مکرم بدرالدین عامل صاحب بھٹہ	167
محترم عبدالرحیم سندھی صاحب درویش	مکرم لطیف احمد سندھی صاحب	168
محترم شیخ محمد ابراھیم صاحب درویش	ادارہ	169
محترم سید منظور احمد شاہ صاحب درویش	مکرم سید مبشر احمد عامل صاحب	170
محترم چودھری محمد طفیل صاحب درویش	ادارہ	171
محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش	ادارہ	171
محترم ماسٹر محمد ابراھیم صاحب درویش	مکرم محمد یعقوب احمد جاوید صاحب	172
محترم مرزا عبداللطیف صاحب درویش	ادارہ	173
محترم بھائی عبدالرحیم دیانت صاحب درویش	ادارہ	173
محترم کیپٹن بشیر احمد صاحب درویش	مکرمہ بشریٰ مظفر صاحبہ لاہور	174
محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش	صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب	175
محترم چودھری محمود احمد عارف صاحب	مکرم نصیر احمد عارف صاحب	176
محترم حکیم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب درویش	بقلم خود	177
محترم ماسٹر محمد اسماعیل گجراتی صاحب درویش	ادارہ	178
محترم نذیر احمد صاحب درویش	ادارہ	178
محترم ملک محمد بشیر	مکرم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب	179
محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب درویش	ادارہ	179
محترم شریف شاہ صاحب درویش	ادارہ	179
محترم محمد شفیع احمد صاحب درویش	ادارہ	179
محترم محمد سلیمان صاحب درویش	مکرم لقمان دہلوی صاحب	180
محترم فضل الرحمن صاحب درویش	مکرم برہان احمد ظفر صاحب	180
محترم قریشی محمد شفیع عابد صاحب درویش	مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب	181
محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش	مکرم عبدالباسط بقاپوری صاحب کینیڈا	182
محترم مولانا منظور احمد گھنوکے صاحب	مکرم مقبول احمد گھنوکے	183
محترم عزیز احمد منصوری صاحب درویش	مکرم تنویر احمد منصوری صاحب	184
محترم چودھری سعید احمد صاحب درویش	ادارہ	184
محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب درویش	مکرم محمد نورالدین صاحب ناصر	185
محترم محمد احمد کالا افغاناں صاحب درویش	٭مکرم مبشر احمد کالا افغاناں صاحب	186
محترم غلام نبی صاحب درویش	مکرم ناصر محمود صاحب قادیان	187
محترم شریف احمد ڈوگر صاحب درویش	ادارہ	187
محترم عبدالحمید آڑھتی صاحب درویش	مکرم عبدالسمیع صاحب ڈنمارک	188
محترم چودھری غلام ربانی صاحب درویش	ادارہ	188
محترم چودھری سکندر خان صاحب درویش	مکرم انس احمد خان۔ لندن	188
محترم میاں محمد حسین صاحب	محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ	189
محترم محمد صادق ننگلی صاحب درویش	مکرم اکبر احمد صاحب	190
محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش	ادارہ	190
محترم چودھری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں درویش	ادارہ	190
محترم عبدالغفور عبدل صاحب درویش	ادارہ	190
محترم امیر احمد صاحب درویش	مکرم محمد ایوب ساجد صاحب	191
محترم افتخار احمد اشرف صاحب درویش	ادارہ	191
محترم چودھری محمد شریف احمد گجراتی صاحب درویش	مکرم محمد حمید کوثر صاحب	192
محترم گیانی بشیر احمد صاحب درویش	ادارہ	193
محترم فتح محمد اسلم صاحب درویش	ادارہ	193
محترم مرزا ظہیر الدین منور صاحب درویش	ادارہ	193
محترم بشیر احمد بانگڑوی صاحب درویش	مکرم حبیب احمد طارق صاحب	194
محترم محمد یوسف زیروی بھکشو صاحب درویش	مکرم طاہر احمد گلبرگی صاحب	195
محترم محمد دین بدر صاحب درویش	مکرم مبشر احمد بدر صاحب	196
محترم میاں احمد دین صاحب درویش	مکرم حبیب احمد طارق صاحب	196
محترم قمر الدین صاحب درویش	مکرم عمر دین صاحب	197
محترم قریشی فضل حق صاحب درویش	مکرم قریشی انعام الحق صاحب	198

حین حیات درویشان قادیان

عنوان	مصنف	صفحہ
محترم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش	بقلم خود	200
محترم حاجی منظور احمد صاحب درویش	ادارہ	203
محترم چودھری مبارک علی صاحب درویش	بقلم خود	204
محترم الحاج عبدالقادر دہلوی صاحب درویش	بقلم خود	205
محترم طیب علی صاحب درویش	مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب	206
محترم خواجہ احمد حسین صاحب درویش	ادارہ	207
محترم مولانا بشیر احمد کالا افغاناں صاحب درویش	بقلم خود	208
محترم عبدالحمید مومن صاحب درویش	مکرم عبدالرؤف نیّر صاحب	209
محترم مرزا محمد اقبال صاحب درویش	بقلم خود	210
محترم مولانا محمد ایوب بٹ صاحب درویش	ادارہ	211
محترم چودھری منظور احمد چیمہ صاحب درویش	مکرم منصور احمد چیمہ صاحب	212
محترم ملک بشیر احمد ناصر صاحب درویش قادیان	بقلم خود	212
محترم غلام قادر صاحب درویش درویش	بقلم خود	213
محترم چودھری محمود احمد مبشر صاحب درویش	بقلم خود	214
محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش	مکرم بدرالدین مہتاب صاحب	214
محترم شیخ عبدالقدیر صاحب درویش	بقلم خود	215

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اداریہ

ایثار و قربانی کے مجسمے
درویشان قادیان

1988ء کی بات ہے کہ خاکسار بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں استاذی محترم مولوی عطاء اللہ خان صاحب درویش کی خدمت میں قرآن مجید پڑھنے جایا کرتا تھا۔ آپ کی رہائش مسجد اقصیٰ کے قدیمی حصہ میں اوپر کے ایک کمرہ میں ہوا کرتی تھی۔ ایک دن خاکسار آپ کے لئے مسجد سے پانی لینے گیا۔ مسجد اقصیٰ میں مکرم و محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور ٹہلتے ہوئے تسبیح و تحمید فرما رہے تھے۔ خاکسار قدیم مٹی کے سراحی دار گھڑے میں پانی بھر رہا تھا۔ اس دوران حضرت میاں صاحب پاس آئے اور شفقت اور پیار سے فرمایا ”بیٹا گھڑا بھرتے وقت اسے نیچے سے مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے اُوپر سے پکڑنے پر گرنے کا خطرہ رہتا ہے اور اس کے ساتھ چند اور نصائح فرمائیں۔“

اس واقعہ کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تقسیم ہند کے وقت سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان دار الامان میں درویشان قادیان کا مقدس گروہ اس غرض سے رکھا تھا کہ شعائر اللہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت، اسلام کی اشاعت و پرچار، احمدیت کے دائمی مرکز کا استحکام و ترقی ہو اور ان درویشان کے فیوض و برکات وصحبت سے قادیان کے مکین اور اُن کی آنے والی نسلیں مستفیض ہوں اور احمدیت اور اسلام کی خادم بنیں۔ الحمد للہ۔ آج جب کہ درویشان کی اکثریت اپنے فرائض کو ادا کر کے اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور حاضر ہو چکی ہے، الہام داغِ ہجرت کے ظہور یعنی 1947 کے بعد جن مخلصین کو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک مبارک پر قادیان میں مقدس مقامات کی حفاظت و آبادکاری کے لئے قیام کی توفیق ملی اُنہیں ”درویش“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل رؤیا و الہامات ان درویشوں کے متعلق سمجھے جاسکتے ہیں۔

☆ ......”میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اُونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکتا تھا وہ نان اُس نے مجھے دیا اور کہا کہ یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے“

(تذکرہ صفحہ 14 ایڈیشن 2006ء قادیان)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”یہ اُس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی۔ مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا انہی کے حق میں براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں یہ الہام ہے اصحاب الصفة وما ادراک ما اصحاب الصفة تری اعینھم تفیض من الدمع یصلون علیک ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان و داعیا الی اللہ و سراجا منیرا ربنا امنا فاکتبنا مع الشاھدین (براہین احمدیہ 268 ایڈیشن 2008ء) ترجمہ کامل مخلص وہ ہیں جو تیرے مکان کے صُفّوں میں رہنے والے ہیں یعنی اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صُفّوں کے رہنے والے تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے اے ہمارے خدا تو ان لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے مامور اور تیرے بھیجے ہوئے کی سچائی پر گواہی دی۔ غرض خدا تعالیٰ نے انہی اصحاب الصفہ کو تمام جماعت میں سے پسند کیا ہے اور جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ یہ تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے اور یہ ایک پیشگوئی عظیم الشان ہے اور ان لوگوں کی عظمت ظاہر کرتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھے کہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں اور املاک کو چھوڑیں گے اور میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں آکر بود و باش کریں گے۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 261-263)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ اولاً صحابہ کرام کے بابرکت وجود پر اطلاق پاتے ہیں۔ اس کے بعد ثانیاً یہ الفاظ درویشان قادیان پر بھی اطلاق پاتے ہیں۔

قادیان دار الامان میں درویشی کا موجودہ دور 16 نومبر 1947ء سے شروع ہوا۔ جب حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس امیر جماعت قادیان نے مع دیگر احباب جماعت قادیان کے قافلہ میں رخصت ہوتے ہوئے مسجد محلہ دار الانوار کے سامنے درد بھری آواز سے یہ الفاظ کہے۔

”اے قادیان کی مقدس سرزمین تو ہمیں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے بعد دنیا میں سب سے پیاری ہے لیکن حالات کے تقاضہ سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں اس لئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں“۔

ان الفاظ کا حرف حرف رقت آمیز اور درد میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کو سن کر اپنوں اور غیروں کے دل درد سے بھرے ہوئے تھے لیکن رخصت ہونے والے مخلصین اور قادیان میں قیام کرنے والے درویشان کے قلوب اُن پرخطر حالات و زمانہ کو دیکھ کر زیادہ مجروح اور سوز و گدا سے پُر تھے۔ جانے والے یہ سمجھتے تھے کہ ملک کے وسیع اور متلاطم ہنگامہ خیز سمندر میں یہ چند تنکے نہ معلوم کب تک طوفان کے تھپیڑے برداشت کرسکیں گے اور بحر محبت و عشق میں ان کے غرقاب ہونے کی کب اطلاع ملے گی۔ 313 درویشوں کی حالت رجا و خوف کے درمیان تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا گروہ تھا جو اپنے دائمی مرکز کی حفاظت و بقا کیلئے غیروں کے غیر مانوس بلکہ دشمنانہ ماحول میں باقی رہ گیا تھا۔ موت ہر وقت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ ہاں خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے کی لذت اور اس قادر و توانا کی مدد و نصرت پر ہمیشہ بھروسہ ان کے مجروح قلوب کا مداوا اور ان کی امیدوں کا سہارا تھا۔

درویشان قادیان مارچ 1949 تک مکمل طور پر اپنے حلقہ میں محصور رہے۔ حالات اس قسم کے پرخطر تھے کہ ان کیلئے حفاظت کے انتظام کے ساتھ بھی قادیان سے باہر نکلنا ممکن نہ تھا۔ سوشل بائیکاٹ اور محصوریت کے ان دنوں نے درویشوں میں باہمی انس و وفا و محبت کے نمونے پہلے سے بڑھ کر پیدا کر دیئے۔ ان پُر مصائب حالات میں حضرت مصلح موعودؓ کی مخصوص دُعاؤں اور توجہات کریمانہ درویشوں کی ڈھارس بندھانے کا موجب تھیں۔ آپ نے 1947ء کے جلسہ سالانہ میں فرمایا:

”میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اُسے رد نہیں کرسکتی اور خدا کے حکم کو انسان بدل نہیں سکتا۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دل میں پیدا کرو کہ

کوئی مالک اپنا گھوڑا کبھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا۔ اسی طرح خدا بھی اپنے بندوں کی باگ اُنہیں کے ہاتھوں میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں اور خود تکلیف اُٹھاتے ہیں کہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے۔''

درویشانِ قادیان کے بلند و بالا مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے خود درویش بننے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے دور باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سالوں تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔''

(پیغام حضرت مصلح موعودؓ 11 مئی 1948 بحوالہ درویشانِ قادیان نمبر رسالہ الفرقان 1963)

درویشانِ قادیان نے اپنی ساری زندگی احمدیت کے دائمی مرکز کے استحکام اور بقا کیلئے قربان کردی۔ ہر درویش کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی جا سکتی ہے۔ ذرائع آمد محدود مگر حوصلے بلند، مخصوص حالات مگر عزم جواں رشتہ ناطہ اعلیٰ تعلیم کے حصول روزگار وغیرہ میں روکیں مقامات مقدسہ پر فدا ان کی زندگیاں متوکلانہ قناعت کے جذبہ سے سرشار اور احمدیت کے شاندار مستقبل پر زندہ یقین کے ساتھ فعال، عابدانہ اور زاہدانہ تھیں۔ اور آج بھی ہیں۔

درویشانِ قادیان کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اپنی جناب سے بے پناہ فضل و احسان و انعامات سے نوازا الحمدللہ۔ ہر درویش خدا تعالیٰ کے افضال کا مورد بنا اور اُس کی نسلیں اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کے پھل کھا رہی ہیں۔ آج ہمارا اولین فرض ہے کہ جس طرح ہمارے آباء واجداد نے اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کیا اور خدا تعالیٰ کے حضور مقبول بننے کی کوشش کی ہم بھی اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں جھکا دینے والے اپنی راتوں کو زندہ کرنے والے ہوں اور اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی توقعات پر پورا اتریں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اہل قادیان کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے یا اُن کی نسل میں سے ہے جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کیلئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے اس عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ خدا کرے کہ نہ صرف یہاں رہنے والے احمدی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں لئے ہوں بلکہ یہاں سے باہر جا کر دنیا کمانے والے بھی ایسے ہوں جن کو دیکھ کر دنیا خود بخود کہہ اُٹھے کہ یہ حقیقت میں وہ لوگ نظر آتے ہیں جن میں مسیح پاک کی بستی کی روحانی جھلک نظر آتی ہے یہاں کا رہنے والا ہر احمدی اپنی حرکات وسکنات کے لحاظ سے اپنے چہرے کی سچائی کے لحاظ سے اپنے عمل کے لحاظ سے، پاک دل ہونے کی لحاظ سے خود بخود یہ اظہار کر رہا ہو کہ ایک روحانی ماحول سے اُٹھ کر باہر آیا ہے کبھی بھی یہاں کا رہنے والا کوئی احمدی نہ اپنوں کیلئے کسی ٹھوکر کا باعث بنے، نہ غیروں کے لئے کسی قسم کی ٹھوکر کا باعث بنے...... یہاں کے پرانے رہنے والے جو یہاں رہے درویش رہے۔ انہوں نے بڑی قربانیاں کیں اور اب بھی جوان میں سے زندہ ہیں قربانیاں کر رہے ہیں۔ ایک عمر کا بڑا حصہ گزار چکے ہیں اور زیادہ فعال نہیں رہے۔ اب ان کی اولادوں کا فرض ہے کہ اس مقام کو سمجھیں جس کی خاطر ان کے باپ دادا نے قربانیاں کیں''۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005ء بمقام مسجد اقصیٰ قادیان دارالامان مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 6 جنوری 2006 صفحہ 5)

اخبار بدر کے سالانہ درویشان قادیان نمبر کی اشاعت کیلئے شروع سال میں ہی سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بغرض منظوری درخواست کی گئی تھی اس پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب موصول ہوا۔

''اللہ تعالیٰ توفیق دے''

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی شبانہ روز دُعاؤں کے طفیل بفضلہٖ تعالیٰ ادارہ کو اس خصوصی نمبر کو شائع کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت قارئین بدر کیلئے خصوصی پیغام اور تصویر عنایت فرمائی۔ جس کیلئے ادارہ بدر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہے۔

آج سے 48 سال قبل 1963 میں درویشان قادیان کی قربانیوں کو محفوظ رکھنے کیلئے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کیلئے رسالہ الفرقان نے ''درویشان قادیان نمبر'' شائع کیا تھا۔ تقریباً نصف صدی بعد ہفت روزہ اخبار بدر قادیان نے ایک حقیر کوشش ان درویشان قادیان کی قربانیوں کے تذکرہ کو محفوظ رکھنے اور نئی نسل کو ان سے روشناس کروانے کی خاطر درویشان قادیان نمبر کی شکل میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ہماری کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ (آمین)

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

{...شکریہ احباب...}

ہفت روزہ بدر قادیان کے اس خصوصی شمارہ ''درویشان قادیان نمبر'' کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت سہ رکنی کمیٹی تشکیل فرمائی۔ اس کمیٹی میں محترم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان، محترم محمد عمر صاحب نائب ناظر اعلیٰ قادیان، محترم محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کو مقرر فرمایا۔ ہر سہ بزرگان نے قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی وہدایات دیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

آپ بزرگان کے علاوہ مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب نگران صدر بدر بورڈ نے مسودہ جات کا بغور مطالعہ کیا اور ہمیں مفید مشورہ جات سے نوازا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اسی طرح مکرم منیر احمد خادم صاحب ناظر اصلاح وارشاد قادیان نے بھی خصوصی تعاون فرمایا۔ نیز مکرم عرفان احمد صاحب استاد تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان، مکرم عبدالقدوس نیاز صاحب نے کتب اور اہم نایاب مسودہ جات کی فراہمی میں، مکرم تسنیم احمد بٹ صاحب استاد تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان نے تکنیکی امور میں، مکرم ڈاکٹر جاوید احمد لون صاحب استاد جامعۃ المبشرین، مکرم ناصر محمود صاحب مربی سلسلہ نے پروف ریڈنگ اور مسودہ جات کی چیکنگ میں جبکہ مکرم مامون الرشید صاحب مربی سلسلہ، مکرم خورشید احمد خادم صاحب استاد تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان، مکرم احیاء الدین صاحب مربی سلسلہ نیز مکرم حبیب احمد طارق صاحب کارکن دفتر آڈیٹر نے نایاب تصاویر کی فراہمی میں، مکرم سید اعجاز احمد آفتاب صاحب کارکن فضل عمر پریس نیز جملہ عملہ پریس نے اشاعت کو بروقت کرنے میں خصوصی تعاون دیا۔

ادارہ مذکورہ احباب اور مضمون نگار حضرات اور شعراء کرام اور شمارہ ہذا میں کسی بھی رنگ میں تعاون کرنے والے احباب کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

قادیان دارالامان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کرام کی تحریرات کی روشنی میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

۱-''اس مقام کو خدا نے امن والا بنایا ہے۔اور متواتر کشوف والہامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہوتا ہے۔''

(اخبار البدر 26/جون 1903ء)

۲-حضورؑ نے فرمایا:''مجھے دکھلایا گیا ہے کہ یہ علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔'' (بحوالہ الفضل 14/اگست 1928ء)

۳-خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع دیار بنایا ہے کہ ہر ایک ملک کے لوگ آکر جمع ہوتے ہیں''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد 21 صفحہ 95)

۴-''خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے'' (بحوالہ الوصیّت)

۵-''ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچّے کا مقام ہے۔'' (دافع البلاء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 231)

۶-''حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں (قادیان) کا نام مراد ہے-اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہوگا سو قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین)

۷-''وہ قادر خدا قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔'' (دافع البلاء)

۸-''خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر (70) برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کیلئے نشان ہے۔'' (دافع البلاء)

9-قادیان میں رہنا تو ایک قسم کا آستانۂ ایزدی پر رہنا ہے۔اس حوضِ کوثر سے وہ آبِ حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔'' (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر 6)

۱۰-خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔''

(تذکرہ صفحہ 358 ایڈیشن 2006ء)

۱۱-''یہ زمین تیری اور تیرے مریدوں کی ہے۔''

(تذکرہ صفحہ 687 ایڈیشن 2006ء)

۱۲۔''ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان بڑا عظیم شہر بن گیا ہے اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔اونچی اونچی دومنزلہ چومنزلہ سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے، بیٹھے ہیں اور ان کے جواہرات اور لعل اور ہیروں اور روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگے ہیں اور قسما قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگ مگ رہی ہیں۔ یکّے، بگھیاں، ٹم ٹم، فٹن پالکیاں، گھوڑے، شکرمیں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔''۔

(تذکرہ صفحہ 343 ایڈیشن 2006ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قادیان سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان سے بے انتہا محبت تھی۔ اس کا ذکر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قلمِ مبارک سے یوں تحریر فرمایا ہے:

''اپنا وطن کسے پیارا نہیں ہوتا کسی شاعر کا مصرعہ ہے کہ:-

''خار وطن ملک از سلیمان خوشتر''

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی قادیان سے بہت محبت تھی۔ اور یہ محبت محض وطن اور جنم بھومی ہونے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ احسانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے یہ محبت اور قدر آپ کے دل میں عام محبِ وطن سے بہت زیادہ بڑھ کر تھی۔ یہی مقام یہی گھر تھا جس میں آپ کو ذکر الٰہی کی توفیق ملی۔ اسی جگہ آپ نے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے دُرود پڑھا دردِ دل پیدا ہوا اور خدمتِ اسلام میں قلم سے تلوار کا کام لیا۔نورِ خدا نازل ہوا وحی صادق سے مولا کریم نے نوازا جس مقام پر کوئی کسی محبوب دوست کے ساتھ جاتا ہے پھر جب کبھی گذر ہو اسی جگہ وہ پیار اوجود اور اس کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔

جب کبھی باہر جانے کا ذکر ہوتا یا آپ باہر جاتے تو ایک پنجابی کی مثال بڑے پیار سے دوہرایا کرتے تھے کہ جیہڑا لطف چوبارے۔ نہ بلخ نہ بخارے۔آپ کو گھر سے محبت تھی۔ اس کی قدر تھی جو خود آپ سے بڑھ کر کون محسوس کرسکتا ہے۔ہم مقدمہ کے سلسلہ میں جب گورداسپور تھے تو آپ قادیان کو بہت یاد کرتے تھے ہر وقت واپسی کی تڑپ رہتی تھی۔ایک دن اوپر کی منزل میں آپ صحن میں ٹہل رہے تھے میں بھی پاس تھی اور حضرت امّاں جانؓ بھی۔آپ نے قادیان کی یاد کی باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ آخری شاہ اودھ نے لکھنؤ کی یاد میں کہا تھا۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

فرمایا ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیان

یہی شعر حضرت سیّدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی لنڈن والی نظم ''ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں''میں شامل کیا ہے۔

اب خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی تڑپ قادیان کے لئے نہیں دیکھی جاتی مجھ سے تو قطعی ان کی قادیان کے لئے تڑپ اور مجبوری برداشت نہیں کی جاتی۔واقعی جسے مثالاً کہتے ہیں۔''دل پھٹنا'' دل پھٹنے لگتا ہے ان کی صحت اور اس کے ساتھ اُن کی آنکھ سے تمنّا کے خاص نصرت اور شان سے پورا ہونے کے لئے بہت بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔سب بھائیوں سے دعاؤں کی خواستگار۔مبارکہ''۔

(بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ 9، 1963ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بڑے پیمانہ پر شفا خانہ کھولوں اور عالی شان مکان بنالوں۔ وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا۔ اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو دیکھوں۔ اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آکر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ہاں اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاو۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لے لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کو بلوانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کردیں۔ جب میری بیوی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔ تھوڑے دنوں بعد فرمایا کہ وہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلالیں۔ لیکن مولوی عبدالکریم صاحب کو فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر حریری میں موجود ہے

لاتصبون الی الوطن فیه تہان و تمتحن

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا اور پھر ہم **قادیان کے ہوگئے**۔

(منقول از مرقاۃ الیقین فی حیوۃ نورالدین صفحہ 186-187 سن اشاعت فروری 2002ء قادیان)

اس وادی غیر ذی زرع میں ایک آواز ہے

’’دیکھو قادیان کی زبان، یہاں کا لباس، یہاں کا کوئی منظر یا کوئی فضا اس نواح کے لوگوں کے اخلاق وعادات یا رسم ورواج کچھ بھی ایسا دلچسپ ہے جس سے لوگ اس طرح اس کے گرویدہ ہوکر اور دور سے اس طرح سمٹ آتے ہیں جیسے پروانے شمع پر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں یہ بھی ایک وادی غیر ذی زرع ہے۔ اس وادی غیر ذی زرع میں زبان کا کمال تو تھا مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ وہاں جتھا تھا جو ایک خوبی ہے، یہاں یہ بھی نہیں۔ صرف ایک آواز ہے جو خدا کے ایک برگزیدہ انسان نے خدا سے نصرت اور تائید کے الہام پا کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی دلکش دلآویز اور سریلی راگنی گائی اور تم نے اس کو سن کر قبول کیا۔ پس اسی طرح اپنی آخرت کے واسطے بھی زادراہ تیار کرنے میں سرتوڑ کوششیں کرو۔ اور اس کے واسطے دعاؤں اور دردمندانہ دعاؤں سے سامان مہیا ہوں گے اور توفیق عطا کی جائے گی‘‘

(خطبات نور صفحہ 310 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

قادیان آنے کا مقصد

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’میں یہاں کس لئے آیا ہوں۔ دیکھو بھیرہ میں میرا مکان پختہ ہے اور یہاں میں نے کچے مکان بنوالئے اور ہر طرح کی آسائش مجھے یہاں سے زیادہ مل سکتی تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں بیمار ہوں اور بہت بیمار ہوں۔ محتاج ہوں اور بہت محتاج ہوں۔ لاچار ہوں اور بہت ہی لاچار ہوں۔ پس میں اپنے ان دکھوں کے دور کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر کوئی شخص قادیان اس لئے آتا ہے کہ وہ میرا نمونہ دیکھے یا یہاں آکر کچھ عرصہ یہاں رہ کر یہاں کے لوگوں کی شکایتیں کرے تو یہ اس کی غلطی ہے اور اس کی نظر دھوکہ کھاتی ہے وہ بیماروں کو تندرست خیال کر کے ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہاں کی دوستی اور تعلقات۔، یہاں کا آنا اور یہاں سے جانا اور یہاں کی بود باش، سب کچھ لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہونی چاہیے، ورنہ اگر روٹیوں اور چارپائیوں وغیرہ کے لئے آئے ہو تو بابا! تم میں سے اکثر لوگوں کے گھر میں یہاں سے اچھی روٹیاں وغیرہ موجود ہیں پھر یہاں آنے کی ضرورت کیا ہے؟‘‘

(خطبات نور صفحہ 160 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

قادیان بہرحال بین الاقوامی جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز بننا ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔

’’دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی۔ ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اُترتے دیکھا ہے۔ اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا مل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا کہ جب قادیان پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا۔‘‘

(الفضل 20 راپریل 1949 صفحہ نمبر 4)

ا-حضور فرماتے ہیں: ’’نمائشی باتیں تو یوں بھی ناپسندیدہ ہوتی ہیں مگر کم سے کم اس وقت تک کے لیے ہمارے نوجوانوں میں یہ احساس زندہ رہنا چاہیئے جب تک کہ ہمارا مرکز ہمیں واپس نہیں مل جاتا- اس لئے قدرتی طور پر احمدی کے دل میں یہ بات تازہ رہے گی کہ میں نے اپنے مرکز کو واپس لینا ہے۔‘‘

آگے فرمایا:-’’ہمارے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے ہمارا مقدس مقام دشمن کے قبضہ میں ہے۔ ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے اگر وہ صلح کے ساتھ دیدے تب بھی جس جدوجہد کی ضرورت ہے وہ بڑی بھاری سنجیدگی اور بڑی بھاری قربانی چاہتی ہے اور اگر (کسی اور طریق سے) ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے تب بھی ضروری ہے کہ آج سے ہی ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے- ہماری جماعت صلح کی بنیادوں پر قائم ہے اور جہان تک ہوسکے گا ہم صلح سے ہی اپنے مرکز کو واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اور (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل وکرم سے ہماری وہ کوتاہیاں اور غلطیاں جن کی وجہ سے عارضی طور پر ہمیں اپنے مقام سے ہٹنا پڑا ہے۔ معاف کر کے پھر ہمیں وہ مقام دلادے تا دنیا کی نظروں میں عارضی طور پر جو اعتراض ہم پر عائد ہوتا ہے وہ دور ہوجائے اور قادیان جسے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا مرکز مقرر فرمایا ہے وہ دنیا میں پھر اللہ تعالیٰ کے انوار اور اس کی برکات کی اشاعت کا مرکز بن جائے۔ اللّٰھم آمین۔ (بحوالہ الفضل 30 راپریل 1949ء)

حضور فرماتے ہیں:-

۲-’’ہم نے پھر اس ملک میں جانا ہے جس ملک میں خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے ہم میں سے اگر کوئی اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ اسے اس ملک میں آکر زمین یا دوکان مل گئی ہے تو وہ بے غیرت اور بے حیا انسان ہے جب تک ایک احمدی سچے دل سے احمدی ہے اس وقت تک وہ کبھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ قادیان ادھر رہے اور ہم ادھر بیٹھے رہیں اگر ہمارے اندر غیرت اور ایمان کا اک شمّہ بھی پایا جاتا ہے تو خواہ دنیا کی بادشاہت ہمیں مل جائے ہم نے جانا وہیں ہے جہاں خدا نے ہم کو پیدا کیا اور جس کو خدا نے ہمارا مرکز قرار دیا۔‘‘

(الفضل 17 مارچ 1949ء صفحہ 5)

فرمایا:-

۳-’’ہمیں اس وقت خاص طور پر دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مرکز سے نکالے گئے ہیں اور بظاہر واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ قادیان واپس لینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ خدا میں بے شک طاقت ہے اور وہ ہماری ضرور مدد بھی کرے گا۔ (انشاء اللہ) لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس محبت اور عشق کا اظہار کریں جو ہمیں قادیان سے ہے۔ ہمارے زخم ابھی تازہ ہیں اگر ہمارے اندر اس وقت بھی جوش پیدا نہ ہو تو وہ کب پیدا ہوگا؟

اگر ہمارے پاس طاقت نہیں ہے تو کیا ہوا۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اب اکثر خطّۂ زمین پر حکومت کر رہے ہیں پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اس وقت کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں ان کے پاس جو چیز تھی وہ صرف خدا کی مدد تھی۔ یہی مدد ہمیں قادیان واپس دلائے گی۔ خدا تعالیٰ ہمیں قادیان کل کی بجائے آج بھی دے سکتا ہے۔ مگر ہمارا ایمان کہتا ہے کہ خواہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر جائے۔ ہم نے قادیان کو واپس ضرور لینا ہے خواہ اس راہ میں ہمیں کتنی ہی قربانیاں

کرنی پڑیں۔ ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمارا ہر وقت یہ عزم ہونا چاہیئے کہ ہم نے قادیان واپس لینا ہے۔'' (الفضل 5 اگست 1948ء صفحہ 2)

......''اس وقت خصوصیت سے دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مقدس مقام سے نکالے گئے ہیں اور واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اگرچہ ہمارے آدمی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں مگر وہ ہماری محبت کے قائم مقام تو نہیں ہو سکتے۔ کسی دوست کے روٹی کھا لینے سے اپنا پیٹ تو نہیں بھر جاتا ان کی وہاں موجودگی سے ہماری عزّت تو ہو سکتی ہے ہمارا فرض تو نہیں پورا ہوتا یہ مان کر ہمارے کچھ بھائی وہاں موجود ہیں۔ دل کو تھوڑی بہت تسلی تو ہو جاتی ہے لیکن ہماری یہ خواہش کہ ہم بھی وہاں جا کر مقامات مقدسہ میں عبادات کریں اور ہم بھی انہیں جا کر دیکھیں یہ تو پوری نہیں ہو سکتی۔'' (الفضل 5 ستمبر 1948ء)

......''گو آج ہم قادیان نہیں جا سکتے گو آج ہم اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے وہ احمدیت کا مرکز ہے اور ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کر سکتا اگر زمین ہمیں قادیان لیکر نہ دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اُتریں گے۔ ہمیں قادیان لیکر دیں گے قادیان خدا نے ہمارے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اس لئے وہ ہمیں آپ قادیان لے کر دے گا۔''

(الفضل 27 دسمبر 1947ء صفحہ 1)

٦۔ ''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کر سکتی ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اترتے دیکھا ہے اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا مل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا کہ جب قادیان پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے...... بہر حال یہ خدائی تقدیر ہے جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔''

(الفضل 20 اپریل 1949ء صفحہ 4)

٧۔ ''ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ ہم نے قادیان کو واپس لینا ہے...... ہماری جماعت پر فرض ہے خواہ وہ امریکہ میں بستی ہو یا انگلستان میں یا جرمنی میں یا سوئٹزرلینڈ میں یا افریقہ میں یا انڈونیشیا میں یا پاکستان میں یا عرب میں (سوائے ان لوگوں کے جو ہندوستان یونین کے باشندے ہیں کہ ان پر ہندوستان یونین کی فرمانبرداری فرض ہے) کہ وہ ہر جائز اور ممکن ذریعہ سے قادیان واپس لینے کی کوشش کرے...... اگر تم میں یہ جذبہ نہیں تو بے ایمان ہونے کی صورت میں ہی زندہ رہو گے اور بے ایمانی میں ہی مرو گے۔''

(الفضل 15 ستمبر 1947ء)

٨۔ ہندوستان کے بعض لوگوں کو قادیان کا اجڑنا پسند ہے آباد رکھنا پسند نہیں۔ ان (درویشوں) کو تو وہی کھانا کھلائیں گے جو اپنے مرکز سے محبت رکھتے ہیں اور جن کا یہ ایمان ہے کہ چاہے قادیان آج بہت سے احمدیوں سے کٹ گیا ہے لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب دُنیا کی اصلاح اور انصاف کا مرکز قادیان ہوگا وہی لوگ ہیں جو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں گے۔ اور وہی اپنی جانوں کو وقف کر کے قربانی کیلئے پیش کریں گے۔'

(الفضل 19 جون 1949ء صفحہ 2)

٩۔ ''میں خدا کے فرشتوں کے ذریعہ سے اپنی طرف سے اور ساری جماعت کی طرف سے قادیان...... والوں کو وعلیکم السلام کہتا ہوں۔ درحقیقت وہ لوگ خوش قسمت ہیں۔ آنے والی نسلیں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے اور احترام ومحبت کے ساتھ ان کا نام لیا کریں گی اور ہزاروں لوگوں کو یہ حسرت ہوا کرے گی کہ کاش ہمارے آباء کو بھی یہ خدمت کرنے کی توفیق ملتی۔''

(الفضل 12 اپریل 1949ء)

١٠۔ ''قادیان کے چھوٹ جانے کا صدمہ لازماً طبیعتوں پر ہوا ہے میری طبیعت پر بھی اس صدمہ کا اثر ہے میں نے جب قادیان چھوڑا۔ عہد کر لیا تھا کہ میں اس کا غم نہیں کرونگا...... بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب میں ایک عزم کر چکا ہوں تو میں اس عزم کو آنسوؤں کے ساتھ کیوں مشتبہ کر دوں۔ ہم اپنے آنسوؤں کو روکیں گے۔ یہاں تک کہ ہم قادیان کو واپس لے لیں۔ چاہے صلح سے ہمیں قادیان ملے (یا کسی اور طرح سے) بہرحال ہم نے اسے واپس لینا ہے...... غرض میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں قادیان کے چھوٹ جانے پر غم نہیں کروں گا...... خدا تعالیٰ وہ وقت لے آئے گا جب تمہارے دبائے ہوئے جذبات طوفان کی شکل اختیار کریں گے اور وہ طوفان ہر قسم کی خس وخاشاک کو اڑا کے پرے پھینک دے گا لیکن جب تک وہ مرکز جماعت کو نہیں ملتا سب جماعت کو ایک دوسرے مرکز کی طرف منہ کرنا ہوگا کیونکہ مرکز کے بغیر کوئی جماعت نہیں رہ سکتی...... تمہیں ضرور ایک دھکا لگا ہے۔ لیکن دھکوں کو سہنے کی عادت بہادر قوموں کو ڈالنی ہی پڑتی ہے۔ اور ایسے دھکوں کے نقصان دور کرنے کیلئے عمدہ تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے موقعوں کے مقابلہ کے لئے ایک تدبیر مرکز بنانے کی ہمارے سامنے رکھی ہے۔'' (الفضل 5 جون 1949ء 4،5)

ا۔ ''اپنے دل ودماغ میں کبھی یہ وہم نہ آنے دو کہ قادیان مل جانے کی وجہ سے ربوہ اجڑ جائے گا...... ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگ چکے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے۔ یہ بستی انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک خدا کی محبوب بستی رہے گی۔ یہ بستی انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نہیں اُجڑے گی۔ بلکہ قادیان کی اتباع میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی رہے گی۔''

(الفضل 11 رجنوری 1957ء صفحہ 3)

٢۔ ''ہمیں قادیان سے آئے ہوئے تیرہ سال ہو چکے ہیں اور اب وہاں جانے کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں تمہیں بھی چاہئے کہ اپنے اخلاص اور قوت عمل کو بڑھاؤ تا کہ جب بھی قادیان میں تمہارا جانا مقدر ہے وہ بابرکت ثابت ہو۔ قادیان ہمارا اصل مرکز ہے اور وہی برکت پائے گا جو قادیان سے روحانی رنگ میں اتصال رکھے گا۔''

(ماہنامہ مصباح دسمبر 1960ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک وصیّت تحریر فرمائی جو کہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں اس طرح سے درج ہے کہ:-

''جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ اور دوسرے اہل بیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں۔ چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے اس میں حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دفن کرنے کی پیشگوئی ہے اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔'' (وصیّت حضرت مصلح موعودؓ تحریر بہشتی مقبرہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

''انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں ہندوستان میں ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی۔ جو ماحول مذہبی اور دینی نہ تھا لیکن اس کے دل میں اللہ تعالی کی محبت ایک موجیں مارنے والے سمندر کی طرح جوش مار رہی تھی اور ایک جلا دینے والی آگ کی طرح اس کے دل میں بھڑک رہی تھی مگر دنیا اس سے واقف نہ تھی۔ اس کا خاندان (جو ایک رئیس خاندان تھا) اسے دنیاوی لحاظ سے ایک نکما وجود سمجھتا تھا۔ ان کے نزدیک نہ یہ دنیا کا فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ خاندان کی عزت قائم رکھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے کلیتاً لاپرواہی برتا کرتا تھا یہاں تک کے دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے اس کے کھانے کے لئے رکھ دئے جاتے تھے جیسا کہ خود اس پاک وجود نے فرمایا،

لفاظات الموائد کان اکلی (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 596)

کہ اس زمانہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے مجھے کھانے کے لئے دئے جاتے تھے۔ پس گھر والے بھی اس کو نہ پہچانتے تھے۔ وہ وجود اپنے خاندان سے بھی اوجھل اور پوشیدہ تھا۔ پھر جب ہم علاقہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس مقدس وجود کا خاندان ایک رئیس خاندان تھا جو روساء اس پاک وجود کے والد کی ملاقات کے لئے آتے اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے وہ بھی نہیں جانتے

تھے کہ ان کا کوئی صاحبزادہ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہ ان کا متعارف نہیں تھا اور وہ اس سے متعارف نہیں تھے۔
پھر جس قصبہ میں وہ پاک وجود پیدا ہوا وہ قصبہ بھی غیر معروف تھا۔ اس قصبہ میں دنیا کی کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ دور کی دنیا تو کیا خود اس ملک کی نگاہ سے بھی قادیان اوجھل اور چھپا ہوا تھا۔
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر''

(بحوالہ خطبات ناصر جلد اول صفحہ 14 مطبوعہ 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(1) ''ہندوستان کا اپنا ایک حق تھا جسے ہمیشہ قائم رکھنا چاہیئے تھا۔ ہندوستان وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے آخرین کا پیغامبر بھیجا جو ہر مذہب کا نمائندہ بنکر آیا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جری اللہ فی حُلَلِ الانبیاء کہ ایک شخص دکھائی دیتا ہے مگر خدا کا پہلوان ہے جو تمام انبیاء کے چوغے اوڑھے ہوئے آیا ہے۔ اسی میں تمہیں کرشن دکھائی دے گا۔ اسی میں تمہیں بدھا دکھائی دے گا۔ یہ مسیح کی تمثیل بھی ہے اور مہدی بن کر بھی آیا ہے۔ انبیاء سے تمام دنیا میں جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے وہ آج قادیان کی بستی میں اس ذات میں پورے ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مامور فرمایا ہے۔ پس اس پہلو سے ہندوستان کا ایک مرکزی اور دائمی حق ہے۔''

(بحوالہ مرکز احمدیت قادیان، مولفہ برہان احمد صاحب ظفر)

(2) قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ساری دنیا کا دارالخلافہ ہوگا۔ اور اقوام متحدہ کا مرکز۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''یہاں تمام قومیں سچے دل کے ساتھ محبت کے ساتھ ایک ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں انگریز احمدی مسلمان ہو یا امریکن احمدی مسلمان ہو یا جرمن احمدی مسلمان ہو یا ہندوستانی احمدی مسلمان ہو۔ اپنے درمیان سے سب فرق مٹتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پس اگر حقیقت میں دنیا میں اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جانی ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر آپکو کہتا ہوں کہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں آئندہ اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔''

(اخبار بدر 19/مارچ 1992ء صفحہ 15)

(3) ''جماعت کو اگر قادیان کی واپسی میں اور جماعت کے عالمگیر انقلاب میں کوئی دلچسپی ہے تو اسکی تیاری کرنی ہوگی اور قادیان کے سلسلہ میں ابھی بہت کام باقی ہے ... قادیان کی عظمت اور عزت اور جلال اور جمال کو بحال کرنے کیلئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہے اور ہندوستان کی جماعتوں کے کھوئے ہوئے وقار اور مقام کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہوگی۔''

(اخبار بدر 13-20 فروری 1992ء صفحہ 10)

''یہ بستی مجھے اتنی پیاری ہے، اتنی پیاری ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ساری زندگی اسی خاک میں پھرتے ہوئے، انہی ہواؤں میں سانس لیتے ہوئے۔ اپنی انہی کوچوں میں قدم چلاتے ہوئے مسیح موعودؑ اور آپؑ کے پیاروں کی یاد میں اپنی زندگی یہاں صرف کروں''

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

''مجھے کامل یقین ہے کہ جس خدا نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان آخرین کا امام بنا کر بھیجا تھا۔ وہ ضرور اپنے وعدے سچے کر دکھائے گا۔ اور ضرور بالآخر خلافت احمدیہ اپنے اس دائمی مقام کو واپس لوٹے گی''

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

جماعت احمدیہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں بستی ہوا سے قادیان سے ایک گہری محبت ہے۔

(خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بحوالہ بدر 19 مارچ 1992ء)

''میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خدا کے تعلق کے یہ سلسلے اسی بستی قادیان سے آج سے تقریباً سو سال پہلے شروع ہوئے تھے۔ یہی وہ بستی ہے جس کے ہم ہمیشہ احسان مند رہیں گے کیونکہ اس بستی کی راہ سے ہمیں مکے اور مدینے سے ملایا گیا اور اسی بستی کی راہ سے ہمیں چودہ سو سال کے فاصلے پاٹ دیئے اور آخرین ہوتے ہوئے بھی پہلوں سے جاملے۔ اس لئے اس بستی کا ہمیشہ کے لئے احسان ہمارے دل پر رہے گا۔ لیکن احسان کا سوال نہیں ہم تو اس کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں اور دنیا میں جہاں بھی ہوں ہر احمدی کے دل میں طبعاً قادیان کے لئے بے پناہ محبت اور جوش پایا جاتا ہے۔''

(خطاب 28 دسمبر 1991 بحوالہ 19 مارچ 1992ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات

''قادیان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ہر احمدی جو یہاں آیا ہے یاد رکھے کہ اس نے اس مقام اور تقدس کو مزید اُجاگر کرنا ہے۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں۔ یہی آپ کی خاموش تبلیغ ہے۔''

(بحوالہ ہفت روزہ بدر 12-5 جنوری 2006ء صفحہ 9)

''اس بستی میں پہنچ کر ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ منارۃ المسیح دُور سے ہی ایک عجیب شان سے کھڑا نظر آتا ہے۔ بہشتی مقبرہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے، دعا کر کے عجیب سکون ملتا ہے۔ سب جانے والے تجربہ رکھتے ہیں۔ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔''

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

''یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے ایک خاص تعلق ہے، ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں ان جذبات کی کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ایک دنیا دار کا جذباتی تعلق تو ایک وقتی جوش اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا آپ سے روحانیت کا تعلق ہے۔ اس کے جذبات میں تلاطم یا جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتی اور نہ ہی وقتی اور عارضی ہونی چاہئے۔ اس بستی میں داخل ہو کر روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے سب احمدیوں کو، یہاں آنے والوں کو، اس لہر کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی تو یہ سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوران اور امام الزمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 6 جنوری 2006ء)

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1991ء کے بعد سے جب سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دورہ فرمایا تھا قادیان میں عمارتوں کے لحاظ سے کافی ترقی ہوئی ہے، کچھ پرائیویٹ لوگوں نے بھی گھر بنائے وہاں کی آبادی نے بھی گھر بنائے، جماعت کی بھی عمارات بنیں۔ شہر کافی پھیل گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہاں کے رہنے والے احمدیوں کی اکثریت میں حالت کی بہتری کے باوجود ابھی تک سادگی پائی جاتی ہے اس لئے مَیں انہیں یہی زور دیتا رہا ہوں کہ اس سادگی اور سکون کو جو ابھی تک اُن درویشوں کے اثر سے قائم ہے جنہوں نے شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر اپنے گھر بار، جائدادیں رشتہ داریاں چھوڑی ہیں، ان کے بچے اسے یاد رکھیں اور اس کی جگالی کرتے رہیں اور پھر نئے آنے والے بھی جو اَب وہاں آکر آباد ہو رہے ہیں اس بستی کے تقدّس کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

''دنیا کی جماعتوں پر بھی قادیان کا حق ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں کے لئے ہر احمدی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسیح کی بستی کا حق ادا کرنے والے پیدا فرماتا رہے۔''

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007)

☆☆☆

منظوم کلام بابت قادیان دارالامان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اشعار

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا — میں خاک تھا اسی نے ثریّا بنا دیا
میں تھا غریب وبیکس وگمنام و بے ہنر — کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کِدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی — میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا — اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

نیز فرمایا

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا — قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد — لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

فرمایا:-

زمینِ قادیاں اب محترم ہے — ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیاں — مدعائے حقّ تعالیٰ مدّعائے قادیاں
وہ ہے خوش اموال پر یہ طالبِ دیدار ہے — بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں
گر نہیں عرشِ معلّیٰ سے یہ ٹکراتی تو پھر — سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں
دعویٰ طاعت بھی ہوگا ادّعائے پیار بھی — تم نہ دیکھو گے کہیں لیکن وفائے قادیاں
میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک — ساری دُنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں
بن کے سورج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب — کیا عجب معجز نما ہے رہنمائے قادیاں
غیر کا افسوں اس پر چل نہیں سکتا کبھی — لے اڑی ہو جسکا دل زلفِ دوتائے قادیاں
اے بتو اب جستجو اس کی ہے امّید محال — لے چکا ہے دل میرا تو دلربائے قادیاں
یا تو ہم پھرتے تھے اُنمیں یا ہوا یہ انقلاب — پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں
خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقامِ پاک کا — سوتے سوتے بھی یہ کہہ اُٹھتا ہوں ہائے قادیاں
آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بانیلِ مرام — باندھیں گے رختِ سفر کو ہم برائے قادیاں
پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش — ہے تبھی چرخِ چہارم پر بنائے قادیاں
صبر کر اے ناقۂ راہِ ہُدیٰ ہمّت نہ ہار — دور کر دے گی اندھیروں کو ضیاءِ قادیاں
ایشیا و یورپ وامریکہ وافریقہ سب — دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
منہ سے کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے — ہے بہاء اللہ فقط حسن و بہائے قادیاں
جب کبھی تم کو ملے موقع دعائے خاص کا — یاد کر لینا ہمیں اہلِ وفائے قادیاں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنے دیس میں اپنی بستی میں — اِک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی — ویسا وہ گھر بھی سندر تھا
دیس بدیس لئے پھرتا ہوں — اپنے دل میں اُس کی کتھائیں
میرے من میں آن بسی ہے — تن من دھن جس کے اندر تھا
سادہ اور غریب تھی جنتا — لیکن نیک نصیب تھی جنتا
فیض رسان عجیب تھی جنتا — ہر بندہ ، بندہ پرور تھا
سچّے لوگ تھے سُچّی بستی — کرموں والی اُچّی بستی
جو اونچا تھا - نیچا بھی تھا — عرش نشیں تھا خاک بسر تھا
اُس کی دھرتی تھی آکاشی — اس کی پرجا تھی پرکاشی
جس کی صدیاں تھیں متلاشی — گلی گلی کا وہ منظر تھا
کرتے تھے آ آ کے بسیرے — پنکھ پکھیرو شام سویرے
پھولوں اور پھلوں سے بوجھل — بستاں کا ایک ایک شجر تھا
اس کے سُروں کا چرچا جاجا — دیس بدیس میں ڈنکا باجا
اس بستی کا پیتم راجا — کرشن کنھیا مُرلی دھر تھا
چاروں اَور بجی شہنائی — بھجنوں نے اک دھوم مچائی
رُت بھگوان ملن کی آئی — پیتم کا درشن گھر گھر تھا
گوتم بدّھا بدّھی لایا — سب رشیوں نے درس دکھایا
عیسیٰؑ اترا مہدیؑ آیا — جو سب نبیوں کا مظہر تھا
مہدیؑ کا دلدار محمدؐ — نبیوں کا سردار محمدؐ
نورِ نگہ سرکار محمدؐ — جس کا وہ منظور نظر تھا
آشاؤں کی اُس بستی میں — میں نے بھی فیض اس کا پایا
اتنے پیار سے کس نے دی تھی — میرے دل کے کِواڑ پہ دستک
رات گئے مرے گھر کون آیا — اٹھ کر دیکھا تو اِیشر تھا
عرش سے فرش پہ مایا اُتری — رُوپا ہوگئی ساری دھرتی
مٹ گئی کُلفت چھاگئی مستی — وہ تھا میں تھا من مندر تھا
تجھ پر میری جان نچھاور — اتنی کِرپا اک پاپی پر
رب نے آخر کام سنوارے — گھر آئے برہا کے مارے
آ دیکھے اُونچے منارے — نور خدا تاحدّ نظر تھا
مولا نے وہ دن دکھلائے — پریمی روپ نگر کو آئے
ساتھ فرشتے پر پھیلائے — سایۂ رحمت ہر سر پر تھا
عشق خدا مونہوں پر وسّے — پھوٹ رہا تھا نور نظر سے
اکھین سے مَے پیت کی برسے — قابل دید- ہر دیدہ ور تھا
لیکن آہ جو رستہ تکتے — جان سے گذرے تجھ کو ترستے
کاش وہ زندہ ہوتے جن پر — ہجر کا اِک اِک پل دوبھر تھا

آخر دم تک تجھ کو پکارا | آس نہ ٹوٹی، دل نہ ہارا
مصلحِ عالم باپ ہمارا | پیکر صبر و رضا، رہبر تھا
سدا سہاگن رہے یہ بستی | جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی
جس سے نور کے سوتے پھوٹے | جو نوروں کا اک ساگر تھا
ہیں سب نام خدا کے سُندر | واہے گرو - اللہ اکبر
سب فانی اک وہی ہے باقی | آج بھی ہے جو کل ایشر تھا

ہم کو قادیاں ملے

ہیں لوگ وہ بھی چاہتے ہیں دولتِ جہاں ملے
زمیں ملے ۔ مکاں ملے ۔ سکونِ قلب و جاں ملے
پر احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اُٹھیں
تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیاں ملے
غضب ہوا کہ مُشرکوں نے بُت کدے بنا دیئے
خُدا کے گھر ۔ کہ درسِ وحدتِ خدا ۔ جہاں ملے
چلے چلو ۔ تمہاری راہ دیکھتی ہیں مسجدیں
وہ مُنتظِر ہیں خانۂ خدا سے پھر اَذاں ملے
بڑھے چلو براہِ دیں خوشا نصیب کہ تمہیں
خلیفۃ المسیح سے امیرِ کارواں ملے
جِیو تو کامراں جِیو ۔ شہید ہو تو اس طرح
کہ دین کو تمہارے بعد عُمرِ جاوِداں ملے
ہے زندہ قوم وہ نہ جس میں ضُعف کا نشاں ملے
کہ طِفل طِفل ، پیر پیر ، جِس کا نَوجواں ملے

(کلام طاہر صفحہ 152-53)

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

سیّدا! ہے آپ کو شوقِ لقائے قادیاں | ہجر میں خوں بار ہیں یاں چشم ہائے قادیاں
سب تڑپتے ہیں کہاں ہے زینت دارالاماں | رونقِ بستانِ احمد دلربائے قادیاں
جان پڑ جاتی تھی جن سے وہ قدم ملتے نہیں | قالبِ بے روح سے ہیں کوچہ ہائے قادیاں
فُرقت مہ میں ستارے ماند کیسے پڑ گئے | ہے نرالا رنگ میں اپنے سمائے قادیاں
وصل کے عادی سے گھڑیاں ہجر کی کٹتی نہیں | بار فرقت آپ کا کیونکر اٹھائے قادیاں
روح بھی پاتی نہیں کچھ چین قالب کے بغیر | انکے منہ سے بھی نکل جاتا ہے "ہائے قادیاں"
کیوں نہ تڑپاوے وہ سب دُنیا کو اپنے سوز سے | درد میں ڈوبی ہوئی نکلتی ہے صدائے قادیاں
اس گلِ رعنا کو جب گلزار میں پاتی نہیں | ڈھونڈنے جاتی ہے تب بادِ صبائے قادیاں
یاد جو ہر دم رہے اس کو دُعائے خاص میں | کس طرح دیں گے بھُلا اہلِ وفائے قادیاں
کشتئ دینِ محمدؐ جس نے کی تیرے سپرد | ہو تیری کشتی کا حافظ وہ خدائے قادیاں
منتظر ہیں آئیں گے کب حضرتِ فضلِ عمر | سوئے رہ نگراں ہیں ہر دم دیدہ ہائے قادیاں
مانگتے ہیں سب دُعا ہوکر سراپا آرزو | جلد شاہ قادیاں تشریف لائے قادیاں
شمسِ ملّت جلد فارغ دورۂ مغرب سے ہو | مطلعِ مشرق سے پھیلائے ضیائے قادیاں
آئیں منصور و مظفر۔ کامیاب و کامراں | قصرِ تثلیثی پہ گاڑ آئیں لوائے قادیاں

پیشوائی کیلئے نکلیں گھروں سے مردوزن | یہ خبر سن کر کے آئے پیشوائے قادیاں
ابر رحمت ہر طرف چھائے چلے بادِ کرم | بارش انوار سے پُر ہو فضائے قادیاں
گلشنِ احمدؐ میں آجائے بہار اندر بہار | دل لبھائے عندلیبِ خوشنوائے قادیاں
معرفت کے گل کھلیں تازہ بتازہ نو بنو | جن کی خوشبو سے مہک اٹھے ہوائے قادیاں
مانگتے ہیں ہم دعائیں آپ بھی مانگیں دُعا | حق سنے اپنے کرم سے التجائے قادیاں
علم و توفیق بلاغِ دین ہو ان کو عطا | قادیاں والوں کا ناصر ہو خدائے قادیاں
راہِ حق میں جب قدم آگے بڑھادے ایکبار | سر بھی کٹ جائے نہ پھر پیچھے ہٹائے قادیاں
خالق ہردوجہاں کی رحمتیں ہوں آپ پر | والسلام اے شاہ دیں اے رہنمائے قادیاں

"اہلِ قادیان کے نام پیغام"

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو | دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں "حرم" | تم اس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے "الدّار" کی نگہبانی | اُسی کی حِفظ اُسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر | ہم اس سے دور تم اس مکاں میں رہتے ہو
فضا ہے جس کی معطّر نفوسِ عیسیٰ سے | اُسی مقام فلک آستاں میں رہتے ہو
نہ کیوں دلوں کو سکون و سرور ہو حاصل | کہ قُربِ خطّہ رشکِ جناں میں رہتے ہو
تمہیں سلام و دعا ہے نصیب صبح و مسا | جوارِ مرقدِ شاہِ زماں میں رہتے ہو
شبیں جہاں کی 'شب قدر' اور دن عیدیں | جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں رہتے ہو
کچھ ایسے گل ہیں جو پژمردہ ہیں جُدا ہوکر | اُنہیں بھی یاد رکھو "گلستاں" میں رہتے ہو
تمہارے دم سے ہمارے گھروں کی آبادی | تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

"بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر"

فغانِ درویش

درفراق حضرت امیرالمومنین ودیگر بزرگانِ سلسلہ احمدیہ

(از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

جو دُور ہیں وہ پاس ہمارے کب آئینگے | دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئینگے
ہر دم لگی ہوئی ہے سرِ راہ پر نظر | آخر ہماری آنکھ کے تارے کب آئینگے
یارب ہمارے "شاہ" کی بستی اُداس ہے | اِس تخت گاہ کے راج دُلارے کب آئینگے
جو سر کو خم کئے تری تقدیر کے حضور | تیری رضا کو پاکے سدھارے کب آئینگے
کب راہ اُن کی تیرے فرشتے کرینگے صاف | کب ہونگے واپسی کے اشارے؟ کب آئینگے
جو ٹوٹ کر گئے ہیں اِسی آسمان سے | پھر لوٹ کر اِدھر وہ ستارے کب آئینگے
صحنِ چمن سے "گل" جو گئے مثلِ "بوئے گُل" | رحمت کی بارشوں سے نکھارے کب آئینگے
زخمِ جگر کو مرہمِ وصلت ملے گا کب | ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے کب آئینگے
دیکھیں گے کب وہ محفلِ "کالبدر فی النّجوم" | وہ "چاند" کب ملیگا وہ تارے کب آئینگے
کب پھر "منارِ شرق" پہ چمکے گا آفتاب | "شب" کب کٹے گی دن کے نظارے کب آئینگے

کہتا ہے روکے دل شبِ تاریک ہجر میں
وہ "مہر و ماہتاب" تمہارے کب آئینگے

درویشان قادیان۔ایک تعارف

(ادارہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''داغ ہجرت''، تقسیم ہند 1947ء کے وقت پوری شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔اس نازک موقع پر احمدیہ مسلم جماعت کے دائمی مرکز قادیان دارالامان کی حفاظت اور آبادی کے لئے احمدیوں کو قادیان میں ٹھہرانے کے متعلق سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ قادیان میں درج ذیل تقسیم کے ساتھ ۲۵۰ احمدی مقیم رہیں گے ،جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کریں گے۔ تاریخ احمدیت میں یوں درج ہے:

قادیان کے تنخواہ دار محافظین	۷۵
بیرونی رضا کار	۱۱۵
باشندگان قادیان	۶۰

قبل از یں حضور کی منظور شدہ سکیم کے مطابق یہ فیصلہ بھی ہو چکا تھا کہ:

''سب احمدی عورتوں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے سب بچوں، اور پچپن سال سے زیادہ عمر کے سب مردوں کو قادیان سے باہر نکال لیا جائے۔اور جو مرد اٹھارہ اور پچپن سال کے درمیان عمر رکھتے ہیں ان میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ ایک تہائی کو تین ماہ کے لئے قادیان کے اندر رکھا جائے اور دو تہائی کو قادیان سے باہر لے جایا جائے۔اور یہ قرعہ اندازی محلہ وار بنیاد پر ہو۔البتہ انتظامی اہلیت والوں کے علاوہ بعض اور مخصوص گروپ بھی علیحدہ کر دیئے جائیں اور ان میں علیحدہ قرعہ ڈالا جائے۔مثلاً ڈاکٹر، کمپونڈر، وکلاء، مقامی ملٹری اور پولیس سے رابطہ رکھنے والے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کارکن، باورچی، دھوبی، نائی وغیرہ۔''

''اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آخر ماہ تبوک/ستمبر سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم مرزا عبد الحق صاحب پر مشتمل کمیٹی قائم ہو چکی تھی جس نے حضور کے نئے فیصلہ کے مطابق قرعہ اندازی سے ۲۷۵ افراد کے انتخاب کا کام شروع کر دیا۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۳۴۸، ۳۴۹)

درویشان کے انتخاب کا طریق کار اور پہلا مرحلہ

درویشوں کا انتخاب کرنے کے لئے سب سے پہلے تمام احمدیوں سے یہ پوچھا گیا کہ کون کون ان میں سے رضا کارانہ طور پر قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے رہنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل اصول و قواعد کے پیش نظر جو تاریخ احمدیت میں درج ہیں قرعہ اندازی کی گئی۔

۱- حضرت مصلح موعود کی اولاد اور باقی خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اولؓ کے افراد کے الگ الگ قرعے ڈالے گئے۔

۲-صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے قدیم ڈھانچہ کو بنیادی طور پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کی گئی کہ صدر انجمن احمدیہ کی مندرجہ ذیل نظارتوں کے نمائندے اور محررین موجود رہیں:

نظارت علیا- نظارت امور عامہ و خارجہ، نظارت ضیافت، محاسب، بیت المال، تحریک جدید کے سب صیغوں کی طرف سے ایک نمائندہ کافی سمجھا گیا۔ ناظر ضیافت یا ناظر امور عامہ میں سے کسی کو امین بنانے اور دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کی نظارتوں کو دوسری کسی نظارت سے منسلک کرنے کی تجویز کی گئی۔ نیز قرار پایا کہ ایک آڈیٹر کا بھی انتخاب کیا جائے۔

۳- بیرونی رضا کاروں اور قادیان کے باشندوں میں سے جو احباب منتخب ہوئے ان میں ایک اہم اصول یہ پیش نظر رکھا گیا کہ ان میں علماء سلسلہ بھی ہوں۔ڈاکٹر اور کمپونڈر بھی۔

اسی طرح آبادی کی سہولت کے لئے دوکانداروں، دھوبیوں، حجاموں، درزیوں، نانبائیوں غرض کہ ہر طبقہ کی الگ الگ لسٹیں بنا کر اُن کا قرعہ نکالا گیا۔

۴- چونکہ اس وقت خیال یہی تھا کہ تین ماہ کے بعد ان کا تبادلہ ہوتا رہے گا اس لئے محافظین، خدام بیرونی اور قادیان کے باشندوں کے انتخاب میں یہ بات بھی مدنظر رکھی گئی کہ اچھے قابل اور درمیانی قابلیت کے احباب باری باری رکھے جائیں۔

۵- قادیان کی جماعت کے امراء اور ان کے نائبوں کے ناموں کی الگ الگ فہرستیں بنائی گئیں۔

امراء- مندرجہ ذیل اصحاب بطور امیر تجویز کئے گئے:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، سید محمود اللہ شاہ صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس، ملک غلام فرید صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب، مرزا عزیز احمد صاحب، مرزا مبارک احمد صاحب، مرزا ظفر احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، مولوی عبد المنان صاحب عمرؔ، میاں مسعود احمد خاں صاحب، ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب، چوہدری بشیر احمد صاحب، مرزا منصور احمد صاحب، میجر داؤد احمد صاحب، ملک عبد الرحمن صاحب خادم، چوہدری فقیر محمد صاحب، شیخ رفیع الدین صاحب ڈی۔ایس۔پی ریٹائرڈ، چوہدری محمد انور حسین صاحب، میر محمد بخش صاحب، شیخ اعجاز احمد صاحب، پیر صلاح الدین صاحب، ڈاکٹر غلام احمد صاحب، میاں غلام محمد صاحب اخترؔ، میاں عطاء اللہ صاحب وکیل، مرزا عبد الحق صاحب وکیل، بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ۔

نائب امراء- نائب امیر کی حیثیت سے مندرجہ ذیل افراد کا انتخاب عمل میں آیا:-

چوہدری محمد علی صاحب ایم۔اے۔، ملک عزیز الرحمن صاحب، شیخ مبارک احمد صاحب، مشتاق احمد صاحب ظہیر، چوہدری ظہور احمد صاحب، مرزا بشیر بیگ صاحب، چوہدری عزیز احمد صاحب، مولوی برکات احمد صاحب، راجہ بشیر احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ، مولوی قمر الدین صاحب فاضل، صوفی محمد ابراہیم صاحب، صوفی غلام محمد صاحب۔

مندرجہ بالا اسماء پیش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ حضور انور ان میں سے نامزد فرما دیں۔(حضور نے امراء اور اُن کے نائبین کا عرصہ قیام ڈیڑھ ماہ مقرر فرمایا)

۶- حضرت سیدنا المصلح الموعود کے نونہالوں کا حسب ذیل ترتیب سے قرعہ نکلا:-

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔

۷- قرعہ میں سیدنا المصلح الموعود کے صاحبزادگان کے علاوہ دوسرے خاندان مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اوّلؓ کے جگر گوشوں کے نام بالترتیب یہ تھے:-

مرزا ظفر احمد صاحب، میاں عبد الوہاب صاحب، مرزا مجید احمد صاحب، میاں عبد المنان صاحب عمرؔ، مرزا منصور احمد صاحب، سید مسعود احمد صاحب، مرزا بشیر احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، مرزا نسیم احمد صاحب، میاں مسعود احمد صاحب، سید داؤد احمد صاحب، سید سیّد احمد صاحب۔

۸- علماء سلسلہ میں سے مولوی ظہور حسین صاحب سابق مبلغ بخارا اور مولوی شریف احمد صاحب امینی (ٹیچر مدرسہ احمدیہ) کا نام قرعہ میں نکلا۔

۹- محاسب اور بیت المال کے لئے عبد الحمید صاحب عاجز، امور عامہ کے لئے مولوی برکات احمد صاحب بی۔اے اور ضیافت کے لئے بطور نمائندہ مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل جٹ کا نام تجویز ہوا۔

۱۰- خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام علماء سلسلہ اور بعض دیگر افراد کو (جن کا نام سب سے پہلے ٹھہرنے والوں میں نکلا) ہفتہ عشرہ کے لئے پاکستان میں جانے کی عام اجازت دے دی گئی۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۹ تا ۳۵۱)

قادیان میں احمدی آبادی کی حدود کے لئے گفتگو اور سمجھوتا:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کی روشنی میں قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے احمدیوں کی مختصر تعداد کو قادیان میں رکھنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے جماعت کے مرکزی عہدیداروں نے مقامی افسروں پر خود ہی واضح کرنا شروع کر دیا کہ اگرچہ ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قادیان کو چھوڑ کر نہ جائے اور قادیان کے تمام محلے دوبارہ آباد کئے جائیں۔ لیکن موجودہ حالات میں ہماری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم قادیان کے ہی ایک حلقہ میں سمٹ کر رہیں اور خاص طور پر اس حلقہ میں جہاں مقامات مقدسہ ہیں۔ کیونکہ اُن کی حفاظت کرنا ہماری مذہبی اور دینی ذمہ داری ہے۔ اور ہم اس ذمہ داری سے گریز نہیں کر سکتے۔

جماعت نے حتمی طور پر یہ فیصلہ تو کر ہی لیا تھا کہ ہم نے قادیان کے اُس حصہ کو جو مقامات مقدسہ کا حصہ ہے کسی صورت میں بھی خالی نہیں کرنا ہے۔ جبکہ ملٹری اور فوج کے افسران اس کوشش میں تھے کہ قادیان کو احمدیوں سے کلی طور پر خالی کروا لیا جائے۔ مختلف قسم کے دباؤ اور ظلم اور تشدد کے باوجود جماعت نے جب واضح طور پر اُن کے سامنے اپنے اس ارادہ کو رکھا تو پھر اُنہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے مذہبی مرکز کو نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ ان کی عقیدت اور محبت اس قدر آگے بڑھی ہوئی ہے کہ اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے مرکز کی قربانی نہیں دے سکتے۔ ان حالات کو اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سرکاری افسران نے یہ فیصلہ کیا کہ احمدیوں کے لئے کچھ علاقہ مختص کر دیا جائے۔

جہاں علاقہ مختص کرنے کی بات آئی تو خود افسران نے ہی احمدی نمائندوں سے یہ پوچھنا شروع کیا کہ آپ کی مستقبل سے متعلق کیا پالیسی ہے؟ اس پر جماعت نے واضح طور پر یہ بات اُن افسران کے سامنے رکھی کہ اگر مجبور کر کے بھی احمدیوں کو قادیان سے نکالا گیا تب بھی ایک تعداد مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں ضرور رہے گی۔ اس پر جماعت نے یہ بات بھی بیان کی کہ ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے ہمارے کم از کم ایک ہزار آدمی قادیان میں ضرور رہیں گے۔ اس پر ملٹری افسروں نے کہا کہ یہ تعداد تو بہت زیادہ ہے ہاں اگر اس سے کم لوگ یہاں رہیں اور وہ بھی ادھیڑ عمر کے تو غور کیا جا سکتا ہے۔ اس گفتگو کے ساتھ ہی یہ بات بھی خود بخود موضوع گفتگو ہوئی کہ ان لوگوں کے لئے جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں رہیں گے کس قدر حلقہ کی ضرورت ہوگی؟

۱۸/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو ملٹری کے ذمہ دار افسران اور احمدی نمائندوں کے درمیان قادیان میں درویشانہ زندگی گزارنے والے احمدیوں کے لئے حدود آبادی کے بعد اتفاق رائے ہو گیا اس کے مطابق احمدی محلہ کا محل وقوع تاریخ احمدیت میں یوں درج ہے:

''شمال میں: مکان حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ، قصر خلافت، دفاتر صدر انجمن احمدیہ مرکزیہ، دفتر تحریکِ جدید مکان مکرم مدد خاں صاحبؓ، مکان حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی، جلسہ گاہ قدیم۔

جنوب میں: محلہ ناصر آباد، بہشتی مقبرہ، باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

مشرق میں: مکرم نیک محمد خاں صاحب، مکرم مولوی عبد المغنی خان صاحب اور مکرم امتیاز علی صاحب کے مکانات۔

مغرب میں: مسجد فضل، سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ بطرف لیل کلاں، مکان مولوی عبد الحق صاحب بدوملہوی، مسجد اقصیٰ۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس نے (جو اُن دنوں امیر مقامی کے فرائض انجام دے رہے تھے) سیدنا المصلح الموعودؓ کی خدمت میں لکھا:

''آج شام (۱۸/اکتوبر) کو تین بجے لیفٹیننٹ کرنل صاحب، ڈی۔ایس۔پی۔ صاحب، مجسٹریٹ صاحب علاقہ، ہزارہ سنگھ صاحب مع لیفٹیننٹ کیانی تشریف لائے۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مرزا عبدالحق صاحب اور خاکسار نے ان سے ملاقات کی۔ نقشہ قادیان پر وہ علاقہ دکھایا گیا جسکی حفاظت احمدی چاہتے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے سوا اور کسی نے ہماری مخالفت نہ کی۔ کرنل صاحب نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا۔ رستوں میں غیر مسلموں اور سکھوں کے آنے جانے کے متعلق ذکر کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ بھی ہمارے رستوں میں آتے جاتے رہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل نے کہا کہ جو یہاں رہیں گے وہ آزادی سے دوسرے شہریوں کی طرح رہیں گے محصور ہو کر نہیں رہیں گے۔ انہوں نے پوچھا کہ مسلم ملٹری کہاں ٹھہرائیں اور کیا مخلوط ملٹری پہرہ پر رکھی جائے؟ تو صاحبزادہ صاحب نے کہا مسلم ملٹری آپ کے ماتحت ہو جیسے آپ پسند کریں اسپر اعتراض نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱، صفحہ: ۳۵۲، ۳۵۳)

دورِ درویشی کا آغاز

قادیان سے آخری قافلہ چلے جانے پر ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسکو ''دورِ درویشی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دور درویشی کے آغاز میں امارت کا اہم فریضہ حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ فاضل کے سپرد ہوا۔ اور ۳۱۳ جانثاروں نے سر بکفن ہو کر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر اپنے آپ کو پیش کیا اور یہ عہد کیا کہ ہم اپنی جان مال عزت و آبرو سب قربان کر دیں گے لیکن مرکز احمدیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہیں خدا نے اس تخت گاہ کی نگہبانی کے لئے چنا تھا۔

زمانہ درویشی کا باقاعدہ طور پر آغاز ۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ کیونکہ ۱۶/نومبر کو قادیان سے آخری قافلہ چلا گیا تھا۔ اور اس کے بعد ۳۱۳ احباب قادیان میں مقامات مقدسہ کے لئے رہ گئے تھے۔ اور جو لوگ قادیان کی حفاظت کی غرض سے یہاں رہ گئے تھے ان کو ''درویش'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء میں درج ہے:

''۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء سے زمانہ درویشی شروع ہوا۔ آخری قافلہ ۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء کو چلے جانے کے بعد ۳۱۳ احباب قادیان میں ٹھہرے رہے۔ دیار حبیب کی آبادی اور شعائر اللہ و مقامات مقدسہ کی نگہداشت اور حفاظت کی خاطر ۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء کو قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں ۲۲۱ نوجوان ۵۷ درمیانی عمر کے اور ۳۵ بوڑھے احباب تھے۔ ۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء کو قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں ۱۱/صحابہ تھے۔ بعد میں مزید ۱۳/تشریف لائے۔ جس سے صحابہ کی تعداد ۲۴/ہوگئی۔''

قادیان کے مقامی احمدی درویشوں کو اُن کے انتخاب کی اطلاع قبل ازیں یکم نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو بذریعہ کارڈ دی گئی تھی۔ جس پر امیر جماعت احمدیہ قادیان مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے دستخط تھے اُس کارڈ پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی:

''درویش نمبر۔۔۔۔۔۔نام۔۔۔۔۔۔مبارک ہو کہ آپ کو اگلے دو ماہ کے لئے قادیان میں ٹھہرنے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ امن اور صلح سے رہیں گے اور اپنے ساتھیوں سے تعاون کریں گے۔ خود تکلیف اٹھائیں گے مگر ساتھیوں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔''

اسی طرح درویشوں سے حسب ذیل عہد بھی لیا گیا تھا:

''ہم احمدی۔۔۔جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم تا حکم ثانی (جو انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ فیصلہ کے مطابق دو ماہ تک ہوگا) قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ امن اور صلح سے رہیں گے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ اور ہم میں سے جو افیسر ہیں وہ خود تکلیف اُٹھائیں گے لیکن دوسروں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۳۶۹)

یہی وہ خوش نصیب درویش تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ:

''یہ (نان) تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔''

درویش کا قابلِ فخر خطاب پایا۔

(''نزول المسیح'' روحانی خزائن جلد ۱۸/صفحہ: ۵۸۵)

شروع شروع میں جملہ درویشوں کو نظم و نسق کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱-حفاظتِ مرکز کے مستقل خدام جن کے پہلے نگران کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ درویشان نمبر 1 کے نام سے موسوم کئے گئے۔

۲-درویشان نمبر 2 میں قادیان کے مقامی احباب شامل تھے جن کے نگران مرزا محمد حیات صاحب مقرر ہوئے۔

۳-بیرونی خدام کو درویشان نمبر 3 قرار دیا

گیا۔ اور اُن کی نگرانی کی خدمت چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے۔ آنرز کو سونپی گئی۔

درویشانِ کرام کی اس تقسیم کے تقریباً ایک سال کے بعد یعنی ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء میں ان کے نمبروں کی تقسیم ختم کر کے مستقل تنخواہ دار درویشوں کو درویشان ناصر آباد اور درویشان بیرون کو درویشان مسجد اقصیٰ اور درویشان مقامی کو درویشان مسجد مبارک کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

۱۶/نومبر/نبوت ۱۹۴۷ء ۱۳۲۶ ہش کو جب آخری کنوائے قادیان سے چلا گیا تھا تو تاریخ احمدیت کے مطابق اس وقت 316 درویش قادیان میں رہ گئے تھے۔ شروع میں درویشان کو دو دو ماہ کے لئے ہی قادیان میں رکھا گیا تھا اور پروگرام یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد کچھ لوگ باہر سے قادیان آیا کریں گے اور جو دو ماہ کے بعد قادیان سے باہر جانا چاہتے ہوں اُن کو بھجوا دیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت بعض لوگوں کے تبادلے بھی ہوئے اور قادیان میں باہر سے تین مرتبہ نئے لوگ آئے۔ اُن تین قافلوں میں آنے والے افراد کی تعداد بالترتیب اس طرح تھی۔ اول 10، دوم 15، سوم 35۔ اس طرح ''درویش'' کا لقب پانے والے افراد کی کل تعداد 375 بنتی ہے۔

زمانہ درویشی کی ابتداء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبران:

۱۔ مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بیرسٹرایٹ لاء ناظر اعلیٰ و نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ

۲۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر تعلیم و تربیت و ناظر تبلیغ و نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

۳۔ مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان و ناظر ضیافت

۴۔ مکرم مولوی برکات احمد راجیکی بی۔اے واقف زندگی ناظر امور عامہ و امور خارجہ

۵۔ مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بے اے ناظر بیت المال آمد و محاسب

۶۔ مکرم مولوی ابراہیم صاحب قادیانی۔ممبر

۷۔ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی اے آنرز نمائندہ درویشان

۸۔ مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب نمائندہ درویشان۔ممبر

۹۔ مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب مرحوم۔ممبر

۱۰۔ مکرم حسن محمد صاحب عارف بی۔اے واقف زندگی و نمائندہ تحریک جدید۔ممبر

۱۱۔ مکرم مرزا محمد حیات صاحب نمائندہ درویشان۔ممبر

۱۲۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی۔ممبر

(بحوالہ رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ 74)

☆☆☆

خلق خدا رواں ہے دارالاماں کی جانب

(مکرم جمیل الرحمٰن صاحب، ہالینڈ)

خلق خدا رواں ہے دارالاماں کی جانب — دارالاماں کی جانب کوئے جناں کی جانب

ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

اک جشن شکر جس پر برپا حضور یزداں — جس کی فضا میں تاباں رنگ بہار ایماں

سجدے کھلا رہے ہیں جس خاک پر گلستاں — اُس گلستاں کی جانب جنت نشاں کی جانب

ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

پانی سے خون سستا سمجھا گیا ہمارا — حیلوں سے کتنے رستہ روکا گیا ہمارا

پرچم بلند پھر بھی ہوتا گیا ہمارا — مولیٰ کی رحمتوں سے پُر آستاں کی جانب

ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

اک نعرۂ جنوں سے ہر پل نے دی شہادت — اللہ کے کرِشمے میں کیسی نہاں ہے قوت

سو سال کی خلافت اور یہ کمال رفعت — تختِ زماں کی جانب عرش جہاں کی جانب

خلق خدا رواں ہے دارالاماں کی جانب

ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

اے قادیاں دارالاماں!

(مکرم ثاقب زیروی صاحب)

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

عرفان و حکمت کی مچلتی آبشاروں کے وطن

اخلاق اور ایمان کی روشن بہاروں کے وطن

اے مصطفیٰ کے دِیں کے سچّے جاں نثاروں کے وطن

تیری شجاعت کے ترانے گا رہا ہے آسماں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

تیرا ہر اِک پیغام ہے معمور نورِ زندگی

تیری فضاؤں سے برستا ہے سرورِ زندگی

ظلمت کے ماروں کے لئے بے مثل طورِ زندگی

تیرا ہر اِک جلوہ ہے پیغامِ بہارِ جاوداں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

ہر اِک زباں پر آج ہے بیتاب افسانہ ترا

ہے مرجعِ اقوامِ عالم آج میخانہ ترا

فرزانگی پر چھا گیا اُٹھا جو دیوانہ ترا

ہر دور میں، ہر راہ میں آگے ہے تیرا نوجواں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

پھر چہرۂ اسلام پر نورانیت سی آگئی

حق کھِل اٹھا اس شاں سے باطل کی کلی مُرجھا گئی

ہر قول پر ہر فعل پر یزدانیت سی چھا گئی

المختصر تُونے بدل ڈالے ہیں اندازِ جہاں!

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

دُشمن تری روحانیت کی تاب لا سکتا نہیں

اس شمعِ نورانی کو پھونکوں سے بُجھا سکتا نہیں

باطل پر اتنے ٹھاٹھ سے اب کوئی چھا سکتا نہیں

یہ تُو ہے جس کے نُور سے حیران ہیں تاریکیاں

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

فردوس کو تیری بہاروں میں بسایا جائے گا

چنگاریوں کو دے کے لَو شعلے بنایا جائے گا

اقصائے عالم میں ترا ہی گیت گایا جائے گا

وہ دن نہیں ہیں دُور کچھ از فضلِ ربِّ دو جہاں

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

تقسیم ملک کے وقت درویشان قادیان کیلئے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اےؓ کی زریں ہدایات

(ادارہ)

حضرت مصلح موعودؓ کی درویشانِ قادیان کے لئے زرّیں ہدایات:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے قادیان سے لاہور چلے جانے کے بعد امیر کے فرائض محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ کے سپرد ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو اپنے مکتوب مورخہ 12-11-1947 میں جو زرّیں ہدایات فرمائیں وہ درج ہیں۔ یہ ہدایات ہی آئندہ کی درویشی زندگی کے لئے لائحہ عمل تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی شمس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج معلوم ہوا ہے۔ کہ جو کنوائے جانا تھا وہ کل کے کنوائے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اب کوشش کر رہے ہیں کہ دوبارہ اس کی اجازت مل جائے۔ خدا کرے مل جائے تو پھر یہ خط آپ کو مل جائیگا ورنہ جب خدا چاہے گا آپ لوگوں کی ملاقات کا موقع میسر آجائے گا۔

ا۔ مجھے افسوس ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کوئی تنظیم نہیں۔ علماء کو بغیر غور کے باہر نکال دیا گیا ہے۔ وہاں صرف مولوی عبد القادر صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب ہیں۔ اب ہم کوشش کریں گے۔ اگر ہوسکا تو محمد شریف امینی کو بھجوایا جائیگا۔ حالانکہ علماء بھی آخری قافلہ میں جا سکتے تھے۔ قادیان میں خرچ بے تحاشا ہوا ہے اور تنخواہوں کے خرچ کے علاوہ صرف اکتوبر میں اوپر کے اخراجات کے متعلق ساڑھے چھ ہزار کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے پہلے تو سارے مہینے کی آمدن ہی چھ ہزار تھی۔ اکتوبر میں کچھ زیادتی ہوئی۔ نومبر اسی طرح چل رہا ہے کوئی خاص زیادتی نظر نہیں آتی بلکہ کمی کا خطرہ ہے۔ ان حالات میں اتنا خرچ کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک قادیان میں چونکہ غلہ موجود ہے۔ دس روپیہ فی کس سے زیادہ کھانے کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ مستقل محافظوں کو تو گزارہ ملتا ہے اُن کے گزارہ میں سے اُن کا خرچ کاٹنا چاہئے دیہاتی مبلغین کو بھی گزارہ ملتا ہے۔ اُن کے گزارہ میں سے بھی کھانے کا خرچ نکلنا چاہئے۔ گندم چونکہ موجود ہے اس لئے میرے خیال میں گندم کے علاوہ دس روپے سے زیادہ مہینہ کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ اس طرح کل خرچ اڑھائی ہزار روپے ماہوار ہوگا۔ اس میں سے قریباً سترہ سو روپیہ ایسے لوگوں سے واپس مل جائیگا جن کو گزارے ملتے ہیں۔ اور باقی صرف آٹھ سو روپے کا خرچ رہ جائیگا۔ گزاروں کی رقم مستقل محافظوں اور دیہاتی مبلغوں کی اگر ملائی جائے تو پانچ ہزار کے قریب بنتی ہے۔ آٹھ سو روپیہ پہلا اور پانچ ہزار یہ ملا کر پانچ ہزار آٹھ سو روپیہ بنتا ہے۔ جو لوگ باہر سے آئے ہوئے وہاں رہیں گے اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی اور قادیان والوں اور باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہوگی۔ ان لوگوں پر تیل اور صابن وغیرہ کے لئے بھی پانچ پانچ روپے خرچ کئے جائیں تو ساڑھے سات سو روپے کے قریب یہ بنتا ہے۔ صفائی وغیرہ اور دوسرے اخراجات دفتری کے لئے قریباً سو روپیہ رکھا جائے تو سات ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔ یہ کھانے اور گزاروں اور تنخواہوں کو ملا کر رقم بنتی ہے۔ لیکن مستقل محافظ اور دیہاتی مبلغ غالباً اپنے گزاروں میں سے کچھ رقم اپنے رشتہ داروں کو باہر بھجوانا چاہیں گے۔ میرے خیال میں وہ رقم تین ہزار سے کم نہیں ہوگی۔ اس کو نکال دیا جائے تو چار ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح جو قادیان میں موجود روپیہ ہے اسی کے ساتھ آٹھ مہینے تک آسانی سے گزارہ کیا جا سکتا ہے۔............

۳۔ قادیان میں جو گندم ہے اُس میں سے دو ہزار من ڈیڑھ سال کے خرچ کے لئے رکھ لیجائے۔ گندم اچھی طرح رکھی جائے تو دو دو تین تین چار چار سال تک رکھی جا سکتی ہے۔ باقی چار ہزار من اگر حکمت کے ساتھ فروخت کر دی جائے تو چالیس ہزار روپیہ کی رقم اور آجائے گی۔ اس طرح قریباً ڈیڑھ سال کا خرچ قادیان میں محفوظ رہے گا۔ وہاں کے لوگوں کا صرف یہی کام نہیں کہ بیٹھ رہیں۔ انکا کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مستقل آبادی کی صورت دیں اور اُسی جگہ مستقل آمدنی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہ ضرور کوشش ہونی چاہئے کہ گندم ضبط نہ ہو جائے۔ فروخت ہو مگر محتاط طریق پر۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو گندم کی فروخت کا لائسنس دلایا جائے۔

۴۔ .... مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں۔ اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہئے اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے جب تک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں......

میں نے اوپر لکھا ہے کہ وہاں خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے چار ذرائع ہیں۔ اوّل: دوکانوں کا افتتاح، دوم: طِب، سوم: زمینداری۔ ہمارے لڑکے وہاں موجود ہیں وہ کہیں کہ ہم اپنی زمینوں میں ہل چلانا چاہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر خود ہل چلائیں۔ زمینوں کو آباد کریں۔ قادر آباد جو مشرق میں واقع ہے وہ اور اُس کے ساتھ ہماری سو ڈیڑھ سو ایکڑ زمین ہے اگر اس میں غلہ اور ترکاری وغیرہ کی کاشت کریں۔ گنا بوئیں اور کواپریٹو فارم کے طور پر کام شروع کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں سے اکثر کا گذارہ پیدا ہوسکتا ہے اور کم سے کم ایک سال کا غلّہ اور ترکاری اور دودھ اور گھی اور انڈا مفت مل سکتا ہے۔ چونکہ آدمیوں نے بدلتے رہنا ہے، اس لئے کواپریٹو اصول پر یہ کام ہونا چاہئے۔ چوتھے: چھوٹی چھوٹی صنعتیں جاری کی جائیں۔ جیسے بٹوے بنانا، بیگ بنانا اور اسی قسم کے اور کام ہیں۔ آدمی ہم باہر سے کام سکھا کر وہاں بھجوا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی بہت سی آمد پیدا کی جا سکتی ہے۔ جب چیزیں بن جائیں تو وہ مشرقی یا مغربی پنجاب کی منڈیوں میں بیچنے کے لئے بھیجی جا سکتی ہیں۔ بہرحال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جا سکتی ہے۔ اور تصوف کا اصول یہ ہے کہ کم گفتن وکم خوردن وکم خفتن۔ باتیں تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے اور اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے اور خدمتِ خلق زیادہ کی جائے ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی لوگوں کی مخالفت کی روح ٹوٹ جاتی ہے اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

(۵) چونکہ آئندہ کنوائے بند ہوگا۔ فون، تار اور ڈاک کے ذریعہ کام لیں۔............

میں نے سُنا ہے بجلی کا خرچ بالکل بے فائدہ اور لغو کیا جاتا ہے اور بڑا بھاری بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان دنوں اس قسم کا خرچ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ خدانخواستہ ملک میں اگر کوئی اور گڑبڑ ہوئی تو ہم پیسہ بھی آپ لوگوں کو نہیں بھیج سکیں گے۔ اور شاید اس موجودہ تین ہزار روپے سے ہی آپ کو سالوں گذارنے پڑیں گے۔ اس لئے فوراً اپنی آمدن پیدا کریں اور فوراً اپنے اخراجات کو انتہائی درجہ تک گرا دیں۔ ہاں صحت کا خیال ضروری رکھا جائے ہوسکتا ہے کہ

باورچی بھاگ جائیں یا باورچی نہ ملیں اس لئے مومنانہ قربانی سے کام لیتے ہوئے ہر شخص روٹی پکانا سیکھے۔ جس طرح ہر سپاہی روٹی پکا سکتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں رہنے والے ہر شخص کو روٹی پکانی آنی چاہئے۔ تا کہ ضرورت کے موقعہ پر بیماری اور تکلیف کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جو کام لوگ دنیا کی خاطر کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ دین کی خاطر کیوں نہیں کر سکتے۔ فوجوں میں بھی ہوتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے ایک آدمی باری باری روٹی پکاتا ہے۔ اور تین آدمی دوسرے کام کے لئے فارغ ہوتے ہیں۔ زیادہ مل کر انتظام کیا جائے۔ تو غالباً دس آدمیوں کے پیچھے ایک آدمی روٹی پکانے والا کافی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مشق ہوجائے تو فی آدمی تیس آدمی کا کھانا بھی پکا سکتا ہے۔ گھی، مسالحہ ہم نے اتنا بھیج دیا ہے کہ اُن آدمیوں کے لئے غالباً سال سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے کافی ہو۔

(۶) قادیان کے انتظام کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک کمیٹی وہاں کام کرے گی۔ امیر اس کا صدر ہوگا اور اس کے ممبر ہمارے خاندان کے دونوں نمائندے، محاسب، ناظر بیت المال، تحریک جدید کا ایک نمائندہ، دونوں مبلغ، باہر سے آنے والوں کا ایک نمائندہ، قادیان کے آدمیوں کا ایک نمائندہ، ڈاکٹر اور امور عامہ کا ایک نمائندہ ہوگا۔ اس کمیٹی کا نام صدر انجمن احمدیہ ہوگا اور اسی کا نام تحریک جدید ہوگا۔ اور اسی کا نام مقامی کمیٹی ہوگا۔ یہ کمیٹی قادیان کی آبادی کو قائم رکھنے، اخراجات کا کنٹرول کرنے، دینی روح پیدا کرنے، ہر قسم کے آمد کے ذرائع پیدا کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت، تبلیغ اور اس تمام علاقہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ذمہ دار ہوگی جو اس وقت احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ اوپر کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اُس کے کل ممبر بارہ ہیں۔ لیکن اُن میں ضرورت کے مطابق زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک اتنے آدمیوں سے ہر حصہ کی نمائندگی ہوجاتی ہے۔ اصل چیز تو یہی ہے کہ اپنے رسوخ کو اتنا بڑھایا جائے کہ وہاں کے ہندو اور سکھ آپ لوگوں کے مرید بن جائیں اور وہیں سے آمد پیدا ہونی شروع ہو جائے اور یہ مشکل نہیں۔ اپنی ذمہ داری کو آپ لوگ سمجھیں تو ایسا ہوسکتا ہے۔

خلیل احمد اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھے اور خود مطالعہ کر کے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں حرج نہ ہونے دے اور کچھ وقت دیہاتی مبلغوں کو پڑھائے۔ کیونکہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے۔ عزیز ظفر احمد کو بھی مذہبی معلومات بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہی نصیحت میری تمام قادیان کے رہنے والوں کو ہے۔ چھ سات گھنٹے ہر شخص کچھ نہ کچھ کمائی کے لئے خرچ کرے دو گھنٹے ہر شخص ایسے رنگ میں تبلیغ کرے کہ کوئی جھگڑے والی بات نہ پیدا ہو اور تصوف کی طرف لوگوں کو مائل کر کے احمدیہ جماعت کی دعاؤں کی قبولیت، خدا تعالیٰ کے الہامات، اُس کی تائید، نصرت اور بیماروں کی شفاء وغیرہ کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں ایک دو روزے ضرور رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے یہ طریق مقرر کر دیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں باجماعت تہجد کی عادت ڈالی جائے تمام کتب دفتر خلافت میں جمع کر دی جائیں۔ میری لائبریری کی الماریاں اکثر خالی ہوں گی ان میں رکھ دی جائیں۔ تمام اخباروں کے فائل اکٹھے کر لئے جائیں وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تاریخ سلسلہ کی بنیاد اس پر ہے۔ تمام لٹریچر کی لسٹیں بنوا کر یہاں بھجوائی جائیں۔ اور وہاں بھی محفوظ رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کی کتب کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ اسی طرح میری کتابوں کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ تفسیر کبیر کی کچھ جلدیں بھی وہاں رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کا جو لٹریچر آیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس میں حضرت صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ شامل ہے یا نہیں۔ اگر وہ نہ آیا ہو تو اُس کی کچھ کاپیاں یہاں بھجوائی جائیں اور کچھ کاپیاں وہاں رکھی جائیں، پرانی تفسیریں بھی کچھ وہاں رکھی جائیں تا کہ وہاں رہنے والے ان سے فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

باقی دعائیں بہت کرتے رہیں۔ قادیان سے بھی زیادہ اس طرف کو خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جا کر اور مسجد مبارک میں بہت دعائیں کریں۔ یاد رکھیں کہ دعاؤں اور برکتوں کی جگہ قادیان ہے وہاں کے رہنے والے قادیان کی حفاظت کے علاوہ جماعت کی حفاظت کا کام بھی کریں گے کیونکہ بیرونی جماعتوں کی حفاظت میں قادیان کے لوگوں کی دعائیں بہت کچھ کام دے سکتی ہیں۔ اگر خدا نخواستہ بیرونی جماعتوں پر اور کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے۔ تمام دنیا میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے بہر حال احمدیت کا بیج دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اس بیج کو بڑھانے اور پھیلانے میں حصہ لے۔

یہ خط اپنے پیچھے رہنے والے امیر اور نائب امیر اور نگران محافظین کو پڑھاویں اور وہ اپنے وقت پر اپنے بعد والوں کو پڑھا دیں تا سب کے ذہن میں رہے۔

مرزا محمود احمد

۱۲-۱۱-۴۷

(مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ: ۳۹ تا ۴۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک تاریخی پیغام

’’عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب و اصحاب الصفّہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ اَور لوگ جو جوارِ مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضیلت دیتے ہیں قادیان آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔ کچھ لوگ جو اَور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرے اور باہر آ کر بھی نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے اور ہمارے جلا وطنی کے دن چھوٹے کر دے۔ آمین۔

اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ مَیں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تختگاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چُنتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین

(11 مئی 1948ء بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ نمبر 5)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا قادیان کے آئندہ نظام عمل کے متعلق ایک مفصل خط:

قادیان بھجوائے جانے والے کنوائے کا سلسلہ ختم ہونے والا تھا کچھ لوگوں کے علاوہ باقی سب لوگ قادیان سے ہجرت کر چکے تھے۔ آخری کنوائے قادیان سے جانا باقی تھا اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی میں جو خط تحریر فرمایا اس کا متن پیش خدمت ہے۔ یہ خط آپ نے امیر جماعت قادیان کے نام مورخہ ۱۴-۱۱-۴۷ کو تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

از رتن باغ لاہور ۱۴-۱۱-۴۷

مکرمی ومحترمی شمس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ ۱۵-۱۱-۴۷ کو انشاء اللہ قادیان کانوائے جا رہا ہے یہ غالباً آخری باقاعدہ کانوائے ہوگا۔ اس لئے اس میں باہر آنے والے عزیزوں اور دوستوں کو دُعا اور پیچھے رہنے والے دوستوں سے باقاعدہ رخصت ہونے کے بعد لاہور آجانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں اور باہر والوں سب کا حافظ و ناصر ہو۔ چند ضروری ہدائتیں نوٹ فرمالیں۔

میں نمبروار درج کروں گا۔

۱- امارت کے متعلق حضرت صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ آپ کے بعد مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ امیر ہوں گے۔ اور عزیز مرزا ظفر احمد نائب امیر۔

۲- ناظر اعلیٰ عزیز مرزا ظفر احمد ہوں گے۔

۳- نگران حفاظت کیپٹن شیر ولی صاحب ہوں گے۔

۴- قادیان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک کا نظام اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا جو حضرت صاحب نے اپنے خط میں تجویز فرمائی ہے۔ اور اس کمیٹی کے ممبر صدر اور تحریک کے ممبر سمجھیں جائیں گے۔

۵- تحریک کی جائیداد واقع قادیان کی ذمہ داری بھی صدر انجمن پر ہوگی۔

۶- مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ سر دست قادیان میں ہی ٹھہریں۔ دسمبر کے بعد دوسرا انتظام کیا جائیگا۔

۷- قادیان میں مندرجہ ذیل طبقات ہوں گے:

(الف) قادیان کے باشندوں میں سے قرعہ کے ذریعہ قادیان ٹھہرنے والے۔

(ب) دیگر احمدی پبلک جو خوشی سے وہاں ٹھہرنا چاہے یا بطریق پرائیویٹ ملازمت وہاں ٹھہرے۔

(ج) تنخواہ دار عملہ حفاظت۔

(د) خدام بیرونی اور

(ھ) صدر انجمن یا تحریک کے کارکن۔

اِن میں سے نمبر الف کے آسودہ حال لوگوں کو لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ اور جو آسودہ حال نہ ہوں انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر ب میں سے جن کی گذارہ کی صورت ہو انہیں لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ جن کی گزارہ کی صورت نہ ہو انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر ج کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ نمبر د کو لنگر سے مفت کھانا دیا جائے۔ نمبر ھ کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے کھانا چاہیں۔

۸- کھانے کی قیمت بورڈنگوں کے اصول پر چارج کی جائے یعنی حساب نکال کر فی کس پر قیمت پھیلا لی جائے۔ مگر قیمت نقد وصول کی جائے قرض نہ دیا جائے۔

۹- آئندہ قادیان کے دفتر محاسب کی امانت حفاظت (ح) میں سے مقررہ کمیٹی کے فیصلہ کے ساتھ ناظر اعلیٰ کو برآمد کا اختیار ہوگا۔ پابندیاں خرچ کے متعلق وہی ہوں گی جو حضرت صاحب نے اپنے خط مورخہ ۴۷-۱۱-۱۲ میں لکھ دی ہیں۔ تمام خرچ نہایت کفایت کے ساتھ کیا جائے اور خرچ کے مقابل پر آمد بھی پیدا کی جائے اور زندگی درویشانہ رکھی جائے اور حساب رکھا جائے اور آڈٹ بھی ہوتا رہے۔

۱۰- حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک آڈیٹر ہونا ضروری ہے (خواہ قریشی عبد الرشید صاحب، خواہ راجہ بشیر احمد صاحب) جو صدر اور تحریک اور امانت حفاظت سب کا حساب چیک کرے اور اسے خزانہ کو بھی چیک کرنے کا اختیار ہو۔ خزانہ کی چابی کے علاوہ محاسب کے علاوہ ایک امین بھی ضروری ہے۔

۱۱- ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت صاحب نے فی الحال دسمبر تک ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر غور ہوگا۔

۱۲- قادیان میں جو تنخواہ دار عملہ ہوگا۔ خواہ صدر یا تحریک کا اور خواہ عملہ حفاظت اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ابھی اُن رقوم کی تعین کر دے جو وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں ماہوار ادا کروانا چاہتے ہیں پھر اس کے مطابق انہیں قادیان میں اس قدر رقم ادا کر دی جائیگی اور باقی پاکستان میں ان کے عزیزوں کو ادا کی جاتی رہے گی۔ یہ حصے بجٹ کے بھی الگ الگ ہو جائیں گے اس کے مطابق فوراً تحریریں لے کر ایک نقل قادیان میں رہے اور ایک لاہور آجائے۔

۱۳- حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو چٹھی امور عامہ قادیان کی طرف سے مسٹر سونی مجسٹریٹ قادیان کو لکھی گئی ہے (نمبری ۱۰۳ مورخہ ۴۷-۱۱-۱۰) اُس کا لب ولہجہ بہت قابل اعتراض ہے۔ اور خواہ نخواہ چڑانیوالا ہے۔ اوّل تو یہ کوئی جواب نہیں کہ آپ نے اتنی دفعہ یہ پاکٹ خالی کرنیکے لئے کہا ہے کہ ہم جواب میں کوئی مثال نہیں بتا سکتے۔ (مثالیں یاد ہوتی ہیں اور بتانی چاہئیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہر معقول آدمی بناوٹی اعتراض سمجھتا ہے)۔ دوسرے تحریر کا لب ولہجہ ہرگز چڑانے والا نہیں ہونا چاہئے۔ جس میں طعن کا رنگ ہو۔ آخر آپ لوگوں نے اب قادیان میں انتہائی بردباری اور تحمل اور انکساری کے ساتھ رہنا ہے بلکہ یہ درویشانہ زندگی ہوگی۔ کیا درویشوں کا یہ لب و لہجہ ہوتا ہے آئندہ بہت احتیاط رکھی جائے۔ اور حکمتِ عملی اور اخلاق اور انکساری سے کام لیا جائے اور مولوی برکات احمد صاحب سونی صاحب سے مل کر زبانی بات کر کے سابقہ اثر کو دھونے کی کوشش کریں۔

۱۴- آپ نے جو فہرست کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک ملک صلاح الدین صاحب کے دستخط سے بھجوائی ہے یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے قادیان میں ٹھہرنا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فہرست زیادہ ہے اور بعض صیغوں کی اب الگ صورت میں رہنے کی ضرورت نہیں مثلاً تحریک کا صیغۂ تجارت اور صیغۂ صنعت قادیان میں رہنا فضول ہے۔ تحریک کا صرف ایک نمائندہ کافی ہے اس کی جائیداد وغیرہ کا خیال رکھنے کے لئے دراصل اس وقت قادیان میں یہ صیغے کافی ہیں۔

(الف) نظارت علیاء۔ (ب) نظارت امور عامہ (ج) نظارت ضیافت (د) محاسب اور بیت المال مرکّب۔ (ھ) ایک نمائندہ تحریک سب صیغوں کے لئے۔ ان سب کے لئے مناسب عملہ محررین ہونا چاہئے۔ اور وہ بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔ نظارت دعوۃ اور تعلیم کا کام بھی اوپر کے کسی افسر کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور ناظر امور عامہ و ناظر ضیافت میں سے ہی کوئی امین ہو جائے۔ آڈیٹر علیحدہ ہونا چاہئے۔ جو قریشی عبد الرشید صاحب یا راجہ بشیر احمد (میں) سے کسی کو مقرر کر کے رکھ لیا جائے۔

۱۵- خزانہ کے پہرہ دار دو ہونے ضروری ہیں۔ ایک کافی نہیں۔ گھروں کے دربان فارغ کر دئے جائیں اور خدام اور عملہ حفاظت سے کام لیا جائے۔

۱۶- خدام اور عملۂ حفاظت اور دوسرے اصحاب کو بلا کر نصیحت کی جائے۔ یہ خدائی امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت خشیت پیدا ہونی چاہئے۔

۱۷- خزانہ سے اگر بڑا سیف قادیان سے آسکے تو مناسب ہوگا۔ تا کہ یہاں اس میں سربمہر امانتیں رکھی جا سکیں۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے پیچیدگی کا ڈر ہو تو رہنے دیں۔ اور بہر حال خالی بھجوائیں تا اگر پولیس اور ملٹری کو شبہ ہو تو اسے کھول کر دکھا دیں۔

۱۸- گندم کے متعلق حضرت صاحب کے خط میں تفصیلی ہدایت ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

۱۹- جب قادیان سے روانہ ہوں تو مقبرہ اور مسجد مبارک میں دعا کر کے آئیں اور سب دوستوں سے باقاعدہ مل کر اور رخصت ہو کر آئیں۔ اور انہیں اپنے پیچھے صبر اور قربانی اور انکساری اور باہمی اخوت کے ساتھ رہنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کر کے آئیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والے درویش ہیں۔

۲۰- حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وفات کی خبر ریڈیو پر نشر کی جا چکی ہے۔ بیماری تو تھی ہی مگر اس وقت قادیان سے جدائی کا صدمہ اور نقصان لوگوں کے اعصاب پر سخت اثر پیدا کر رہا ہے اور اس صدمہ کی وجہ سے بیماری کے مقابلہ کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ بعض دوستوں نے خواہش کی تھی جسے حضرت صاحب نے بھی پسند کیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کا جنازہ قادیان پہنچایا جائے۔ لیکن اس وقت تک اس کا انتظام نہیں ہو سکا۔ گو ڈپٹی ہائی کمشنر نے ڈی۔سی۔ گورداسپور کے نام چٹھی دیدی ہے۔ اور بغیر پورے انتظام کے جنازہ کی بے حرمتی کا ڈر ہے۔ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ورنہ بہر حال لاہور میں امانتاً دفن ہوں گے۔ (آخری فیصلہ یہی ہوا ہے کہ لاہور میں امانتاً دفن کیا جائے۔)

۲۱- سیٹھ ابو بکر صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لاہور آجائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کے بھی جو باہر آنے والے ہیں۔ اور ان کے بھی جو پیچھے قادیان رہیں گے۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۴۷-۱۱-۱۴

(مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم صفحہ: ۴۷ تا ۸۷ مرتبہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

اہم مکتوب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔اےؓ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لاہور سے ۱۰ رمئی ۱۹۴۸ء کو ایک اہم خط

محترم امیر صاحب مقامی قادیان مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ فاضلؓ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا جس میں باہمی اتحاد اور تعاون نیز صبر کی تلقین فرمائی تھی اس کا اصل متن درج ذیل ہے:

مکتوب گرامی بنام امیر صاحب مقامی مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ....

پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں۔ اور باہمی اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ پیش کریں۔ جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک وہ ہمیں واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور اُن کے ساتھ آپ جیسے جانثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نورِ ہدایت کا کام دیتی ہے اگر آپ خلوصِ نیت اور سچی محبت اور ایک جذبۂ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہرے رہیں اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔ بے صبر انسان جلدی تھک جاتا ہے اور کچھ وقت کی انتظار کے بعد متٰی نصر اللہ کی آواز بلند کرنے لگتا ہے مگر یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خدا کی نصرت قریب تر آ کر نئے میدان کا دروازہ کھولنے والی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان جانے والے اصحاب کو اور اُن کے بعد قادیان پہنچنے والے اصحاب کو اپنی رضاء کے رستہ پر چلاتے ہوئے اعلیٰ ترین انعامات کا وارث بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت صاحب قادیان کے درویشوں کے لئے کچھ روغنی میٹھی روٹیاں بھجوا رہے ہیں یہ روٹیاں تبرک کے طور پر ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس رویاء کی تصدیق میں ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کے پاس ایک روغنی روٹی لایا ہے۔ اور اُسے پیش کر کے کہتا ہے یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس تبرک کو مبارک کرے۔ آمین

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد لاہور ۱۰ رمئی ۱۹۴۸ء''

(بحوالہ رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ 48)

☆☆☆
☆

قادیان اور درویشانِ قادیان

(حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ)

زہے قسمت کہ دُنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
مسیحائے محمدؐ کے نشانوں میں نشاں تم ہو

تمہاری شانِ درویشی پہ قرباں تاجداری ہے
کہ محبوبِ خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو

خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک خرّم وشاداں
کہ اب دارالاماں میں یادگارِ عاشقاں تم ہو

وَاِنَّ الْوَصلَ لِلْعُشَّاقِ رَاحَتُهُمْ وَ فَرْحَتُهُمْ
خوشا بختیکہ اِس نعمت سے شاد و کامراں تم ہو

نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں
جریّ اللہ کی جرأت کا ایک تازہ نشاں تم ہو

تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اِس گلستاں کی
زمیں پر ضوفشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو

نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دُنیا یہ سمجھے گی
کہ اک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بے کراں تم ہو

بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا
ہماری اُن تمنّاؤں کا عزمِ نوجواں تم ہو

جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی
مگر اب دیکھنا اہلِ جہاں کے پاسباں تم ہو

خدانخواستہ جھکنے نہ پائے پرچمِ ایماں
مصافِ زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو

وفائے عہد کو رُسوا نہ کرنا پیٹھ دکھلا کر
کہ میدانِ وفا میں یادگارِ رفتگاں تم ہو

کہیں دُنیا کے بدلے میں نہ اپنا آپ کھو دینا
خدا کے ہاتھ جو بکتی ہے وہ جنسِ گراں تم ہو

کبھی یوسف نہیں بنتا جو زندانوں سے بچتا ہے
ہوا کیا اِس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں اِس منزلِ محبوب میں رہنا
وہی ہے تخت گاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

درویشانِ قادیان سے خطاب

(مکرم مولوی مصلح الدین احمد راجیکی صاحب)

وطن میں رہتے ہو باغِ جناں میں رہتے ہو
زمیں پر ہو مگر آسماں میں رہتے ہو

ہمارا شوقِ جبیں جس سے ہو گیا محروم
خدا کے فضل سے اُس آستاں میں رہتے ہو

فراز تر ہو ثریّا و کہکشاں سے کہیں
کہ بارگاہِ خدائے جہاں میں رہتے ہو

تمہاری خوبیٔ قسمت پہ رشک آتا ہے
غمِ زمانہ میں دارالاماں میں رہتے ہو

یہ اپنے اپنے مقدّر کی بات ہوتی ہے
کہ ہم جہاں میں اور تم جناں میں رہتے ہو

ہماری آنکھیں ترستی ہیں جن بہاروں کو
تم اُن بہاروں کی رُوحِ رواں میں رہتے ہو

جو قادیان میں رہتے ہو تم تو یہ سمجھو
ہماری جاں اور جانِ جاں میں رہتے ہو

قفس کی بات کو رہنے دو ہم اسیروں تک
خوشا نصیب کہ تم گلستاں میں رہتے ہو

حِرا و طُور کے جلوے جہاں جھلکتے ہیں
اُسی دیارِ مسیحِ زماں میں رہتے ہو

اِسی حیات پہ مرتے ہیں اہلِ دل سارے
کہ جس حیات میں تم عزّوشاں میں رہتے ہو

ہمیں بھی اپنی دُعاؤں میں یاد کر لینا
کہ تم ہمیشہ ہماری فغاں میں رہتے ہو

درویش

(مکرم جناب عبدالمنّان ناہیدؔ صاحب)

حاصلِ کشتِ وفا تائیدِ ربّانی تمہیں
بے بہا ہے کس قدر بے ساز و سامانی تمہیں

تخت گاہِ مہدیٔ دوراں کے تم ہو پاسباں
مِل گئی اِس دلقِ درویشی میں سلطانی تمہیں

لذّتِ آہِ سحر گاہی تمہیں بخشی گئی
دی گئی سوزِ محبّت کی فراوانی تمہیں

حظِّ دل صبح و مسا تسبیح و تحمید و دُعا
راحت و آرامِ جاں آیاتِ قرآنی تمہیں

تیرگی ماحول کی ہو وجہِ مایوسی تو کیوں
مژدۂ صبحِ جناں شبہائے طولانی تمہیں

دلکشا و دلنواز و دلنشیں و دلپذیر
کوچۂ محبوب کے ذرّوں کی تابانی تمہیں

وقت آتا ہے مرے گوشہ نشینانِ چمن
ڈھونڈتے نکلے تب و تابِ جہانبانی تمہیں

ایک دن جھک جائینگے جس در پہ شاہوں کے غرور
ہو مبارک آجکل اُس در کی دربانی تمہیں

حافظ و ناصر تمہارا ہو خدائے کُن فکاں
ڈھانپ لیں سر تا قدم الطافِ رحمانی تمہیں

دشمنوں کی دشمنی وجہِ پریشانی نہ ہو
غم نہ دکھلائے کسی ناداں کی نادانی تمہیں

کتنی آنکھیں منتظر ہیں ہجر کی گھڑیاں کٹیں
ہو میسّر پھر ظہورِ قدرتِ ثانی تمہیں

ہم پہ کیا گذری بتائے نالۂ ناہیدؔ کیا
خود بتائیگی ہماری چاک دامانی تمہیں

درویشان قادیان اور جماعت احمدیہ ہندوستان کے نام

خلفاء احمدیت کے پیغامات

مکرم محمد یوسف انور صاحب
استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

زمانہ درویشی کا پہلا جلسہ سالانہ قادیان

قادیان میں جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی جاری ہوگیا تھا۔ اور ہر سال بلا ناغہ ہوتا آیا۔ تقسیم ملک کے بعد درویشی دور میں جو سب سے پہلا جلسہ سالانہ قادیان میں ۱۹۴۷ء میں منعقد ہوا، اس میں قادیان سے باہر کے لوگ شامل نہ ہوسکے تھے بلکہ درویشان قادیان نے ہی اس جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس موقعہ پر حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زریں پیغام درج ہے:

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ برموقع جلسہ سالانہ 1947ء

برادرانِ جماعت احمدیہ مقیم قادیان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۹۱۲ء میں جب میں حج کے لئے گیا تھا تو حج سے واپسی ایام دسمبر میں ہوئی تھی۔ جہاز دو دن لیٹ ہوگیا اور میں جلسہ میں شمولیت سے محروم رہا۔ اس کو پورے پینتیس سال ہو گئے۔ آج پورے ۳۵ سال کے بعد پھر اس سال کے جلسہ میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں باہر بھی جلسہ کر رہے ہیں لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو کہ قادیان میں ہو رہا ہے اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ہونے والا آخری جلسہ وہی تھا جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سال میں ہوا۔ آپؑ کی وفات کے بعد پہلا جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا اور ۱۹۱۱ء سے جلسے مسجد نور میں ہونے شروع ہوئے اور گزشتہ سال تک دارالعلوم کے علاقہ میں ہی جلسے ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت آج پھر مسجد اقصیٰ میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اسلئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے مشتاقوں کی تعداد کم ہوگئی ہے بلکہ شمعِ احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آسکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہٗ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا اور پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرمانبردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو۔ یہی احمدیت کی تعلیم ہے جس پر گزشتہ ستاون سال سے ہم زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تعلیم آجکل کے حالات سے بدل نہیں سکتی اور نہ آئندہ کے حالات کبھی بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ دُنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے کہ ہر ملک میں بسنے والے اپنی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اس کے قانون کی پابندی کریں۔ کوئی اس تعلیم کو مانے یا نہ مانے احمدی جماعت کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس تعلیم پر قائم رہے۔ ملک کے قانون کے ماتحت اپنے حق مانگنے منع نہیں لیکن قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں۔

جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں احمدیت کی یہ تعلیم ہے کہ جس حکومت میں کوئی رہے اُس کی اطاعت کرے پاکستان کے احمدی پاکستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ اسی طرح جس طرح پاکستان کے رہنے والے ہندو پاکستان کا خیال رکھیں گے۔ اور ہندوستان میں رہنے والے عام مسلمان ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ یہی وہ بات ہے جس کی پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو تلقین کر رہے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسکو ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔ پس احمدیت کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند رہو کہ جس حکومت میں رہو اُس کے فرمانبردار رہو۔ ''میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔'' جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کرسکتی اور خدا کے حکم کو انسان بدل نہیں سکتا۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دُعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو کہ کوئی مالک اپنا گھوڑا بھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا۔ اسی طرح خدا بھی اپنے بندوں کی باگ انہیں کے ہاتھ میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور خود تکلیف اُٹھاتے ہیں تاکہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے۔ ہر ایک مغرور، خود پسند اور ظالم عارضی خوشی دیکھ سکتا ہے۔ مگر مستقل خوشی نہیں دیکھ سکتا۔ پس تم نرمی کرو اور عفو سے کام لو اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو تو اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ اُن کے دل کو بدل دے گا اور حقیقتِ حال اُن پر کھول دے گا یا ایسے حاکم بھیج دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں۔ تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کروگے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔''

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر صفحہ ۳۵ تا ۳۷، ۱۹۶۳ء)

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ برموقع جلسہ سالانہ 1948ء

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

نیا ماحول اور نئی ذمہ داریاں

برادران جماعت احمدیہ قادیان و ہندوستان یونین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں آپ لوگوں کو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قائم رکھنے کی توفیق پانے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ سُنا گیا ہے کہ ہندوستان یونین نے سو کے قریب ہندوستانی احمدیوں کو جلسہ میں شامل ہونے کی اجازت دی ہے گو یہ اجازت بہت بعد میں ملی ہے اور شاید اس سے جماعت کے لوگ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ لیکن اگر بعض افراد کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق ملی ہو تو میں انہیں بھی اس اہم موقعہ پر حصہ لینے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

برادران! جماعتیں بڑے صدمات میں سے گذرے بغیر کبھی بڑی نہیں ہوتیں۔ قربانی کے مواقع کا میسر آنا اور پھر قربانی کرنے کی قابلیت ظاہر کر دینا، یہی افراد کو جماعتوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس سے جماعتیں بڑی جماعت بنتی ہیں۔ ہماری قربانیاں اس وقت تک بالکل اور قسم کی تھیں اور ان کو دیکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہماری جماعت کے بڑے بننے کے امکانات موجود ہیں۔ مگر اب جو قادیان کا حادثہ پیش آیا ہے وہ اس قسم کے واقعات میں سے ہے جو قوموں کو بڑا بنایا کرتے ہیں۔ اگر اس وقت ہماری جماعت نے اپنے فرائض کو سمجھا، اور اپنی ذمہ داریوں کو

ادا کیا تو بڑائی اور عظمت اور خدائی برکات یقیناً اس کے شامل حال ہوں گی اور وہ اس کام کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگی جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا ہے۔

میں قادیان کے رہنے والے احمدیوں کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ شور و شر کا زمانہ جس نے عمل کے مواقع کو بالکل باطل کر دیا تھا اب ختم ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ امن فساد کی جگہ لے رہا ہے۔ بہت سی جگہوں کے راستے کھل گئے ہیں اور باقی کے متعلق امید ہے کہ آہستہ آہستہ کھل جائیں گے۔ مگر جس رنگ میں کام چل رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت احمدیہ کا ایک مرکز پر جمع ہو جانا ابھی کچھ وقت چاہتا ہے۔ وہ وقت لمبا ہو یا چھوٹا لیکن بہر حال جب تک وہ وقت نہ آئے جس حد تک موجودہ تعطل کو دور کیا جا سکتا ہے اس کا دور کیا جانا ضروری ہے۔ گذشتہ سال جو تعطل واقع ہوا وہ معافی کے قابل تھا کیونکہ تمام علاقے آپس میں کٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے تک خبر پہنچانا ناممکن تھا۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی۔ اب کسی نہ کسی ذریعہ سے قادیان اور ہندوستان کی جماعت کا تعلق قائم رکھا جا سکتا ہے اور تبلیغ اور اشاعت کے کام کو بھی ہاتھوں میں لیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ ایام میں جو تباہی آئی اس موقعہ پر قادیان کے اکثر احباب نے نہایت عمدہ نمونہ دکھایا اور قابل تعریف قربانی پیش کی جس پر میں ہی نہیں ہندوستان اور پاکستان کے لوگ ہی نہیں بلکہ دُنیا کے دور دراز ملکوں کے لوگ بھی قادیان کے لوگوں کی قربانی کی تعریف کر رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے لوگ اب قادیان کو صرف ایک مذہبی مرکز کے طور پر نہیں دیکھ رہے بلکہ قربانی کرنے والے ایثار کرنے والے اور اس دُکھ بھری دُنیا کو اس کے دُکھوں سے نجات دینے کی کوشش کرنے والے لوگوں کا مرکز سمجھ رہے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے قادیان اب صرف احمدیوں کا مرکز نہیں رہا بلکہ وہ مختلف مفید عام کاموں کی خواہش رکھنے والے لوگوں کی توجہ کا مرکز بھی ہو گیا ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ ایک مجلس میں شامل ہونے کا مجھے موقعہ ملا۔ میرے پاس امریکن قونصل جنرل کی بیوی تشریف رکھتی تھیں۔ مجلس سے اُٹھتے وقت میں نے ان سے کہا کہ اپنے خاوند سے مجھے انٹروڈیوس کرا دیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کو مجھ سے ملوایا۔ ملنے کے بعد سب سے پہلے فقرہ جو امریکن قونصل جنرل نے کہا وہ یہ تھا کہ مجھے قادیان دیکھنے کی بہت خواہش ہے افسوس ہے کہ اس وقت تک میں اس خواہش کو پورا نہیں کر سکا۔ میں نے کہا ہمیں بھی بہت خواہش ہے لیکن افسوس کہ اس وقت ہم بھی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے۔ اِسے سُن کر نہایت افسوس سے امریکن قونصل جنرل نے کہا۔ ہاں ہمیں بھی اس بات کا بہت افسوس ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے گو احمدیہ جماعت کی اکثریت قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوئی ہے اور اب صرف چند سو احمدی قادیان میں رہ گئے ہیں۔ لیکن قادیان پہلے سے بھی زیادہ دُنیا کی توجہ کا مرکز ہو گیا ہے اور اس کی وجہ وہی قربانی اور شاندار نمونہ ہے جو قادیان کے احمدیوں نے پیش کیا۔ اور آپ لوگ اس قربانی کی مثال کو زندہ رکھنے والے ہیں اور اس وجہ سے اس معاملہ میں سب سے زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں لیکن صرف کسی چیز کو زندہ رکھنا کافی نہیں ہوا کرتا۔ اس چیز کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا اصل کام ہوتا ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نور آسمانی کو اپنے دل میں زندہ رکھتے جو آسمان سے اس وقت نازل ہوا تھا تو یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہوتا۔ لیکن اتنا بڑا کام نہیں جو اس صورت میں ہوا کہ آپؐ نے اس نور کو اپنے دل ہی میں زندہ نہیں رکھا بلکہ ہزاروں لاکھوں اور انسانوں کو بھی اس نور سے منور کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس نور کو اپنی زندگیوں میں زندہ رکھ کر ایک بہت بڑا نمونہ دکھایا۔ لیکن اُن کا یہ نمونہ اس سے بھی زیادہ شاندار تھا کہ انہوں نے نور محمدی کا ایک حصہ اپنے سینوں سے نکال کر لاکھوں اور کروڑوں دیگر انسانوں کے دلوں میں بھی بھر دیا۔ پس اے میرے عزیزو! آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے اور نیا دور شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ پہلے دور کی مثال ایسی تھی جیسے چٹان پر ایک لیمپ روشن کیا جاتا ہے تا کہ وہ قریب آنے والے جہازوں کو ہوشیار کرتا رہے اور تباہی سے بچائے۔ لیکن نئے دور کی مثال اس سورج کی سی ہے جس کے گرد دُنیا گھومتی ہے اور جو باری باری ساری دُنیا کو روشن کر دیتا ہے۔ بیشک آپ کی تعداد قادیان میں تین سو تیرہ ہے لیکن آپ اس بات کو نہیں بھولے ہونگے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان میں خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام کو شروع فرمایا تھا تو اُس وقت قادیان میں احمدیوں کی تعداد صرف دو تین تھی۔ تین سو آدمی یقیناً تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے وقت قادیان کی آبادی گیارہ سو تھی۔ گیارہ سو اور تین کی نسبت ۶/۱۳۶ کی ہوتی ہے۔ اگر اس وقت قادیان کی آبادی بارہ ہزار سمجھی جائے تو موجودہ احمدیہ آبادی کی نسبت باقی قادیان کے لوگوں سے ۶/۱۳ ہوتی ہے۔ گویا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس سے آپ کی طاقت دس گنے زیادہ ہے۔ پھر جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس وقت قادیان سے باہر کوئی احمدیہ جماعت نہیں تھی لیکن اب ہندوستان میں بھی بیسیوں جگہ پر احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ ان جماعتوں کو بیدار کرنا، منظم کرنا، ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑا کرنا اور اس ارادہ کے ساتھ ان کی طاقتوں کو جمع کرنا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو ہندوستان کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیں۔ یہ آپ لوگوں کا ہی کام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قادیان احمدیوں کا مرکز ہے آپ لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس لئے قادیان میں بیٹھے ہیں کہ یہ ہم احمدیوں کا مرکز ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ مرکز کو مرکز کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مرکز چند مجاوروں کے جمع ہو کر بیٹھ جانے کا نام نہیں۔ مرکز ایک بے انتہاء جذبہ کا نام ہے جو اپنے ماحول پر چھا جانے کا ارادہ کر کے کھڑا ہو۔ مرکز کا نام قرآن کریم میں ماں رکھا ہے اور ماں وہی ہوتی ہے جو اپنا خون پلا کر بچوں کو پالتی بڑا کرتی اور جوان کرتی ہے۔ پس قادیان مرکز اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کا دودھ تمام طالبانِ صداقت کو پیش کرے، اُنکو پالے اور اُنکی پرورش کرے اور اُن کو پروان چڑھائے۔ پس آپ لوگ اب اپنی نئی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے نئے سرے سے اپنے دفاتر کی تنظیم کریں اور ہندوستان کی باقی جماعتوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کی کوشش کریں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُن کو بڑھانے اور پھیلانے کی کوشش کریں۔ وہ تمام اغراض جن کے لئے احمدیہ جماعت قائم کی گئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ان اغراض کو سامنے رکھ کر صدر انجمن احمدیہ کی تنظیم کریں اور تمام ہندوستان کی جماعتوں کے ساتھ خط و کتابت کر کے اُن کو منظّم کریں اور پھلنے پھولنے میں مدد دیں۔ اس کام کے متعلق میں چند تجاویز آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں:

اوّل:- ہندوستان یونین کی تمام احمدیہ جماعتوں کی لسٹیں جمع کریں۔ (جو لسٹیں وہاں موجود نہ ہوں وہ لسٹیں پاکستان کے مرکز سے منگوالیں۔)

(۲) پریس کو دوبارہ جاری کرنے کی ....کوشش کریں۔ جب تک قادیان کا پریس واگذار نہیں ہوتا اس وقت تک ضروری اشتہارات لکھ کر دہلی بھجوا دیا کریں اور وہاں سے چھپوا کر ریل میں منگوا لیا کریں اور پھر ڈاک کے ذریعہ تمام ہندوستانی جماعتوں میں تقسیم کر دیا کریں۔

(۳) چونکہ گذشتہ صدمہ سے بعض جماعتوں میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں مبلغ مقرر کریں تا کہ وہ پھر پھر کے جماعتوں کی دوبارہ تنظیم کریں۔ اس وقت مبلغ صرف دہلی، بمبئی، حیدرآباد دکن، بہار، اڑیسہ، اور کلکتہ میں ہیں۔ جونہی آپ کام کرنے کے قابل ہو جائیں اور اپنے انتظامات کو مکمل کر لیں دہلی کے مبلغ کی طرح باقی مبلغوں کو بھی براہ راست قادیان کے ماتحت کر دیا جائے گا۔ مگر اب بھی حقیقتاً وہ آپ ہی کے ماتحت ہیں اور آپ کو اُن سے کام لینا چاہئے۔

(۴) اس وقت قادیان میں قریباً دو درجن دیہاتی مبلغ ہیں۔ ان لوگوں کو کوشش کر کے دہلی پہنچایا جائے اور وہاں سے آگے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جہاں احمدیہ جماعتیں قائم ہیں پھیلا دیا جائے۔ یہ لوگ وہاں جا کر نہ صرف موجودہ جماعتوں کی تنظیم کریں بلکہ جماعت کو وسیع کرنے کی کوشش کریں۔ چونکہ آپ لوگ انڈین یونین میں ہیں اور وفادار شہریوں کی حیثیت میں ہیں کوئی وجہ نہیں کہ حکومت آپ میں اور دوسرے کام کرنے والے مسلمانوں میں کوئی فرق کرے۔ ان جانے والوں کے بدلے میں ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کر کے نئے واقفین بُلوا کے قادیان میں رکھے جائیں جو قادیان میں

آ کر تعلیم حاصل کریں اور پھر بیرونی جماعتوں میں پھیلا دیئے جائیں۔ سر دست اگر جلسہ میں کچھ احمدی باہر سے آ کر شامل ہوئے ہیں تو اُن کے ساتھ پانچ دیہاتی مبلغ بھجوا دیئے جائیں جو مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کی نگرانی میں یو۔پی۔ کے مختلف علاقوں میں کام کریں☆ یو۔پی کی جماعتوں میں سے لکھنؤ، شاہجہانپور، اور بریلی آگرہ کی اچھی جماعتیں تھیں۔لیکن اب دیر سے ان کا پتہ ہی نہیں لگتا کہ وہ کہاں ہیں۔ اگر یہ لوگ وہاں جا کر کام کریں تو نہ صرف وہ جماعتیں جلد منظم ہو جائیں گی بلکہ نئے سرے سے پھولنے اور پھلنے لگ جائیں گی۔ ان جانے والے مبلغین کو سمجھا دیا جائے اگر بعض جماعتیں گذشتہ صدمات کی برداشت نہ کر کے بالکل مردہ ہو چکی ہوں تب بھی گھبرائیں نہیں۔ ایک دو تین جتنے احمدی مل سکیں اُن کو جمع کر کے نئے سرے سے کام شروع کر دیں۔ پھر وہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ ابھی چند دن بھی نہیں گذرے ہوں گے اور پہلے سے بھی زیادہ مضبوط جماعتیں وہاں قائم ہو جائیں گی بلکہ اردگرد کے علاقوں میں بھی احمدیت پھیلنے لگ جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ سب کے سب مبلغوں کو اکٹھا نہ بھجوایا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے قائم مقاموں کے آنے میں دقّت پیدا ہو اور قادیان کی احمدی آبادی کم ہو جائے۔ اس خطرہ کو آپ کبھی نہ بھولیں۔ اور ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں۔ ہمیشہ پہلے باہر سے آنے والوں کو اندر لایا کریں اور پھر بعض دوسروں کو باہر جانے کی اجازت دیا کریں سوائے اُن پانچ کے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

(۵) چونکہ اب ملک میں ہندی کا زور ہوگا اس لئے آپ لوگ بھی دیونا گری رسم الخط کے سیکھنے کی کوشش کریں اور ہندی زبان میں لٹریچر کی اشاعت کی طرف خاص توجہ دیں۔

(۶) جب تک باہر سے واقفین کے آنے کی پوری آزادی نہ ہو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ طالب علموں کو مولوی بشیر احمد صاحب اپنے ساتھ رکھ کر دہلی میں پڑھائیں اور کچھ طالب علموں کو ساتھ رکھ کر مولوی محمد سلیم صاحب کلکتہ میں پڑھائیں اور کچھ طالب علموں کو ساتھ رکھ کر مولوی عبد المالک صاحب حیدرآباد میں پڑھائیں اور پھر ان کو اردگرد کے علاقوں میں پھیلاتے چلے جائیں لیکن یہ مدنظر رکھا جائے کہ ہندوستان کے چندوں سے ہندوستان کا خرچ چل سکے اور قادیان کی آبادی کا خرچ بھی وہیں سے نکل سکے۔

(۷) قادیان میں احمدیوں کے آنے اور قادیان کے احمدیوں کو ہندوستان یونین میں جانے کے متعلق آزادی کرانے کے لئے آپ لوگ باقاعدہ کوشش کریں اور کوشش کرتے چلے جائیں تاکہ قادیان میں پھر زائرین آنے لگ جائیں۔ اور قادیان کی نہر ایک کھڑے پانی کے جوہڑ کی سی شکل اختیار نہ کر لے۔

(۸) آبادی کی زندگی کے لئے عورتوں اور بچوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ لوگ متواتر حکومت کے ساتھ خط و کتابت کریں اور کوشش کریں کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ قادیان کے ساکنان کے بیوی بچے وہاں حفاظت کے ساتھ رہ سکیں۔

(۹) جونہی قادیان میں کچھ ایسے نوجوان آجائیں جن کا تعلیم پانے کا زمانہ ہو تو فوراً ایک سکول کی بنیاد رکھ دی جائے جس کے متعلق کوشش ہو کہ وہ آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جائے۔

(۱۰) ہندوستان یونین کی صدر انجمن احمدیہ نے ایک دن کے لئے بھی ہندوستان نہیں چھوڑا، اسی طرح وہاں کی تحریک جدید انجمن بھی وہیں ہے۔ یہ انجمنیں قادیان کی جائیداد کا مطالبہ کرسکتی ہیں۔ آپ کو بڑے زور سے اس امر کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ افراد کی جائیداد کا بے شک جھگڑا ہو لیکن صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید جو کہ ہندوستان یونین میں موجود ہیں تو کیوں حکومت اُن کے سپرد اُن کی جائیداد نہ کرے۔ کالج، سکول، ہسپتال، ریتی چھلہ، زنانہ سکول، دارالانوار کا گیسٹ ہاؤس، خدام الاحمدیہ کے دفاتر، تحریک جدید کی زمینیں، ان کے مالک قادیان میں بیٹھے ہیں۔ آپ لوگ اس کے متعلق دعویٰ کریں اور ان لفظوں میں کریں کہ جبکہ ان جگہوں کے مالک صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور خدام الاحمدیہ قادیان میں موجود ہیں اور جبکہ ان جگہوں سے فائدہ اُٹھانے والے احمدی ہندوستان یونین میں موجود ہیں تو کس قانون کے ماتحت ان چیزوں پر قبضہ کیا گیا ہے۔ یہ چیزیں ہمارے سپرد ہونی چاہئیں۔ اور ہمیں ان کے استعمال کا موقع دینا چاہئے۔ عقل کے ساتھ اور ادب کے ساتھ اگر ان مطالبات کو حکام کے سامنے بار بار رکھا جائے اور ان پر یہ روشن کیا جائے کہ ہندوستان یونین کے احمدی ہندوستان یونین کے وفادار ہیں جس طرح پاکستان کے احمدی پاکستان کے وفادار ہیں پھر ان سے باغیوں کا سا سلوک کیوں کیا جاتا ہے تو یقیناً حکومت ایک دن اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہوگی۔

(۱۱) جب تک پریس نہیں ملتا اس وقت تک جماعتوں کے نام چٹھی لکھ کر ہر پندرھویں روز بھجوانا شروع کریں جس میں جماعتوں کو اُن کے فرض کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر عہدہ داران جگہ چھوڑ گئے ہیں تو نئے عہدہ دار مقرر کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر عہدہ دار عہدوں پر موجود ہیں لیکن کام نہیں کرتے تو اُن کو کام کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر بالکل بیدار نہیں ہوتے تو اُن کو بدلنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى۔ اگر آپ پیچھے پڑ جائیں گے تو یقیناً ایمان کی چنگاری پھر سُلگ اُٹھے گی سونے والے پھر بیدار ہو جائیں گے بلکہ مُردے بھی زندہ ہو جائیں گے اور پھر تروتازگی اور نشوونما کے آثار ظاہر ہونے لگ جائیں گے۔ آپ تین سو سے زیادہ آدمی وہاں ہیں۔ اگر ان میں سے سو آدمی کا خط پڑھے جانے کے قابل ہو اور ہر چٹھی تین تین سو کی تعداد میں باہر بھیجی جائے تو ہر لکھے پڑھے آدمی کو پندرہ دن میں صرف تین چٹھیوں کو نقل کرنا پڑتا ہے اور یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ ان چٹھیوں میں ایمان کو اُبھارنے یا زندگی کو قائم رکھنے، ہمت سے کام لینے اور خدا تعالیٰ کے اُن بے انتہا فضلوں میں حصہ لینے کی دعوت ہو جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا تھا۔ طرح طرح سے اور بار بار جماعتوں کو ہلایا جائے، جگایا جائے اور نہ صرف ہلایا اور جگایا جائے بلکہ تبلیغ کر کے اپنے آپ کو وسیع کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اس وقت مُسلمان بے کسی کی حالت میں پڑا ہے۔ اس وقت وہ سچائی پر غور کرنے کے لئے تیار ہے۔ وہ اُس ہاتھ کے لئے ترس رہا ہے جو اُس کو نجات کی طرف لے جائے۔ اگر آج آپ لوگ صحیح طور پر جماعتوں کو بیدار کرنے کی طرف توجہ کریں تو ہندوستان میں احمدیت کے پھیلنے کا بے نظیر موقع ہے۔ سر دست مولوی بشیر احمد صاحب یو۔پی۔ کی جماعتوں کو منظم کریں اور یو۔پی کے تمام چندے سوائے تحریک جدید کے چندہ کے جو غیر ممالک کی تبلیغ پر خرچ ہوتا ہے قادیان بھجوائیں آپ لوگ باقاعدہ خط و کتابت کے ذریعہ سے ہمیں بتاتے رہیں کہ فلاں فلاں جماعت منظم ہو گئی ہے اور اُن کا چندہ قادیان میں آنے لگ گیا ہے تا ایسا نہ ہو کہ دو عملی کی وجہ سے کوئی جماعت بالکل تباہ ہو جائے۔ جب آپ یو۔پی کی جماعتوں کو منظم کر لیں گے تو ہم دوسرے صوبوں کو باری باری آپ کے سپرد کرتے چلے جائیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اب خاموشی سے جھنڈے کو پکڑ کر کھڑے رہنے کا وقت گذر چکا۔ وہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دُنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی۔ مگر انسان ایک بڑھنے والی ہستی ہے۔ ہر روز اُس کے حالات متغیر ہوتے ہیں اور ہر روز کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق اسے کام کرنا پڑتا ہے کل کی روٹی آج کام نہیں آسکتی اور آج کی روٹی آنے والے کل کام نہیں آسکتی۔ پس وہ عظیم الشان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اُٹھائیں اور قادیان کے خاموش مرکز کو ایک زندہ مرکز میں تبدیل کر دیں۔ ہندوستان یونین کی آبادی ۲۸-۲۹ کروڑ کے قریب ہے۔ اس کی اصلاح اور اس کی نجات کوئی معمولی کام نہیں، کسی زمانہ میں ساری دُنیا کی آبادی اتنی ہی تھی۔ پس آج سے سینکڑوں سال پہلے ساری دُنیا کی اصلاح کا کام جتنا اہم تھا اتنا ہی آج ہندوستان کی اصلاح کا کام اہم ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی کو بڑھا کر ایک سعی و عمل کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بنانے کی توفیق بخشی وہ بھی انسان تھے اور آپ بھی انسان ہیں آپ اپنے آپ کو افراد کی حیثیت میں دیکھنا چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (النحل ع۱۶) ابراہیمؑ ایک اُمت تھا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے اس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو فرد سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اُمت سمجھتا ہے اور اُن میں سے بعض شخص تو اپنے آپ کو دُنیا سمجھتے ہیں۔ آپ

لوگ بھی اور وہ دوسرے دوست بھی جو باہر سے اس وقت قادیان میں تشریف لا سکے ہوں وہ بھی آج سے اپنا نقطۂ نگاہ بدل دیں۔ آج سے ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اُمت سمجھنے لگ جائے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح آم کی گٹھلی میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہو جاتا ہے، جس طرح بڑ کے چھوٹے سے بیج میں سے سینکڑوں آدمیوں کو سایہ دینے والا بڑ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ اُمت بن کر رہے گا۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی نسلیں پھیلا دے گا۔ وہ خاموش قربانی کی جگہ اب اصلاح کے لئے اپنی قربانی کو پیش کرے گا۔ ہندوستان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے اندر پھر سے انسانیت کو قائم کیا جائے۔ پھر سے صُلح اور آشتی کو قائم کیا جائے پھر سے خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے اور یہ کام سوائے آپ لوگوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ عزم صمیم کے ساتھ اُٹھیں طوفان کا سا جوش لے کر اُٹھیں اور ہندوستان پر چھا جائیں جس کا نتیجہ ضرور یہ نکلے گا کہ وہ لوگ جو آج احمدیت کو بغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دشمن کی حیثیت میں دیکھتے ہیں وہ اور اُن کی نسلیں آپ لوگوں کے ہاتھ چومیں گی۔ آپ لوگوں کے لئے برکتیں مانگیں گی اور دُعائیں دیں گی کہ آپ لوگ اس بدقسمت ملک کو امن دینے والے اور صلح اور آشتی کی طرف لانے والے ثابت ہوئے احمدیت ایک نور ہے۔ احمدیت صُلح کا پیغام ہے۔ احمدیت امن کی آواز ہے۔ تم اس نور سے دُنیا کو منور کرو۔ تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ تم اس آواز کو دُنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

خاکسار مرزا محمود احمد

12-12-48

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد تیرہ، صفحہ: 85 تا 94 مطبوعہ 2007ء قادیان)

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنام جماعت احمدیہ ہندوستان

برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1952ء

''ہم سب جانتے ہیں کہ یہ وقت ہندوستان اور پاکستان کے لئے بڑا نازک وقت ہے اور جماعت کے لئے خصوصاً نازک ہے مگر ہم ایک ایسے خدا کے بندے ہیں اور اس پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں جس کے ایک اشارے سے دنیائیں پیدا ہوتی اور مٹتی ہیں اور قومیں ابھرتی اور گرتی ہیں، حکومتیں قائم ہوتی اور تباہ ہوتی ہیں۔ ہمارے حوصلے دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہونے چاہئیں جن کا کام خدا نے کرنا ہے انہیں ایسے حالات کی طرف نگاہ کرنا جائز ہی نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگ خدا کا ہتھیار ہیں، آپ لوگ خدا کی تدبیر ہیں، آپ لوگ وہ نیا بیج ہیں جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں بکھیرا ہے۔ نہ خدا کا ہتھیار کند ہو سکتا ہے۔ نہ خدا کی تدبیر ضائع ہو سکتی ہے اور نہ خدا کے پھینکے ہوئے بیجوں کو کیڑا کھا سکتا ہے۔''

(بحوالہ الفرقان درویشان قادیان صفحہ 40.41)

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بنام جماعت احمدیہ ہندوستان

برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان

15 دسمبر 1959ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''خدا پر توکل سب سے اہم چیز ہے جو کچھ خدا کر سکتا ہے بندہ نہیں کر سکتا۔ خدا سے دعائیں کرتے رہو کہ وہ ایسا راستہ کھولے جس سے آپ کی اور جماعت کی تکلیفیں دور ہوں۔ اس میں سب طاقتیں ہیں۔ جہاں بندہ کی عقل نہیں پہنچتی وہاں اس کا علم پہنچتا ہے۔ خواہ ایک ٹکڑا ہو صدقہ بہت دیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جہاں دعائیں نہیں پہنچتیں صدقہ بلاؤں کو رد کر دیتا ہے۔ صدقہ کا لفظ ہی بتاتا ہے کہ تعلق باللہ سچا ہے۔ پس تعلق باللہ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ جو کام آپ نہیں کر سکتے وہ خدا کر دے۔ رب اغفرلی وارحمنی وانت خیر الراحمین۔ رب کل شیئ خادمک رب فاحفظنی و انصرنی وارحمنی کثرت سے پڑھا کرو۔

(بحوالہ الفرقان درویشان نمبر صفحہ نمبر 41)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

برموقعہ جلسہ سالانہ

قادیان 13 دسمبر 1974ء

جان سے عزیز بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ سب احباب کی امسال جلسہ سالانہ میں شمولیت کو نہ صرف اِس رنگ میں بابرکت ثابت کرے کہ آپ کو ان ایّام میں کثرت کے ساتھ ذکرِ الٰہی، نوافل اور دعاؤں اور انابت الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے اور اسے قبول فرمائے بلکہ اپنے فضل سے اس لحاظ سے بھی اس جلسہ سالانہ کو بابرکت بنائے کہ نہ صرف ہندوستان کے لوگوں کے بلکہ ساری دنیا کے دلوں کو کھول دے۔ انہیں حقیقی اسلام کو قبول کرنے کی توفیق دے۔ اس طرح کہ اُن کے دِل ایمان کے نور سے منوّر ہو جائیں۔ دِلوں میں خدا کی محبّت پیدا ہو جائے اور اُن کی زبانیں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجنے میں سعادت سمجھیں آمین۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ روحانی کے طفیل اس زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند مہدی معہود علیہ السلام کی جماعت کے ذریعہ انشاء اللہ دُنیا میں اسلام غالب آ کر رہے گا۔ سچائی کو فتح ہوگی۔ اور اسلام کو وہی تروتازگی ایک بار پھر نصیب ہوگی جو اسے ایک زمانہ میں حاصل ہوئی تھی۔ مخالف اسے معدوم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

''اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 64-65)

پس خدا کی باتیں پوری ہوں گی۔ اور اسلام ساری دُنیا میں غالب آ کر رہے گا۔ انشاءاللہ۔ مگر اس کے لئے ہمیں بے انتہا قربانیاں پیش کرنا ہوں گی۔ اسلام کی عزّت کے لئے ذلّتیں برداشت کرنا ہوں گی اور ہر قسم کے دُکھ سہنا ہوں گے۔ آزمائشوں اور ابتلاؤں کی کٹھن منازل میں سے گذرنا ہوگا۔ اور اس راہ میں قربانی پیش کرنا ہوگی۔

پس اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔ دعائیں کریں۔ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر ایک ابتلاء اور آزمائش میں ثابت قدم رکھے۔ اور ایمان پر استقامت بخشے۔ دُنیا میں اسلام کو جلد غالب کر دے۔ اور اس راہ میں ہماری ہر قربانی قبول فرمائے آمین۔ اپنے دلوں، آنکھوں اور کانوں کو سیدھا رکھیں اور خدا کے حضور جھکیں تا اس کے فضل جلد آئیں۔

3-12-74

مرزا ناصر احمد

خلیفۃ المسیح الثالث

درویشان کرام جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے درویشان قادیان کے متعلق فرمایا:

''کچھ ایسے دوست بھی ہیں جنہوں نے ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی کیلئے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے درویشان قادیان جو اپنے ذریعۂ معاش کے انتخاب میں آپ کی طرح آزاد نہیں جن کا میدانِ عمل قادیان کی مختصر سی بستی تک محدود ہے وہ وہاں صرف اپنی نہیں ساری جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں ہمارے دل ان کیلئے محبت اور احترام کے جذبات سے مملو ہیں ہم ان کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے ہم سب کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ دنیا باوجود اپنی وسعتوں میں ان کے لئے محدود ہو کر رہ گئی ہے ان کے ذرائع معاش محدود ہیں مگر ضروریات انسانی ہم جیسی ہی ہیں۔ پر ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ہم ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدّم رکھیں۔''

(اخبار بدر 28 اکتوبر 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلِ قادیان کو خصوصی نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۳ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے تیسرے دن ماریشس سے سیٹلائیٹ کے ذریعہ حاضرین جلسہ سے خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے قادیان اور اہل قادیان کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ آپ نے اہل قادیان کو صحابہ کے نیک نمونوں کی مثالیں دیتے ہوئے اُن کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی نیز اس کردار کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی طرف توجہ دلائی جس میں کمی واقع ہوئی ہے آپ نے فرمایا:

''اہل قادیان کو سب سے پہلے تو میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے الفاظ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ:

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں ''حرم''
تم اس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے ''الدّار'' کی نگہبانی
اُسی کے حفظ اُسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اُس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

یہ بہت ہی ایک مبارک اعزاز ہے جو آپ کو نصیب ہوا ہے اس اعزاز کے ساتھ بہت سی دقتیں اور تکلیفیں بھی وابستہ تھیں اور آج بھی وابستہ ہیں۔ بہت سی مشقتیں آپ نے وہاں جھیلیں بہت دُکھ اُٹھائے۔ غربت کی ماریں بھی پڑیں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے مگر ثابت قدمی کے ساتھ تمام دنیا کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے بڑی وفاداری کا اظہار فرمایا اور قادیان کی مقدس بستی کی آخری دم تک حفاظت کی اور حفاظت کرتے چلے جارہے ہیں لیکن درحقیقت آپ حفاظت نہیں کر رہے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق بخشی ہے کہ آپ کے نام تاریخ میں ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتے رہیں ورنہ فرشتے اللہ کی اس بستی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ نے آپ کو جو یہ توفیق بخشی ہے تو یہ سعادت جو آپ نے پائی ہے مگر یاد رکھیں قادیان کی بستی جو اینٹ پتھر کی بستی ہے یہ اینٹ پتھر کی بستی تو پہلے سے وہاں موجود تھی اس کی اینٹوں میں تو کوئی کیمیاوی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اس کی گلیوں میں تو کوئی ایسے تغیّر و تبدل کے آثار ہم نے نہیں دیکھے کہ جن سے معلوم ہو کہ نیک لوگوں کے گزرنے سے یہ اینٹیں بدل چکی ہیں۔ اصل میں اس بستی کے آثار وہ روحانیت اور تقویٰ ہے جنہوں نے ان گلیوں اور ان گھروں میں نشونما پایا وہ تقویٰ جن سینوں میں نشونما پاتا رہا اور ان کو رفعتیں بخشتا رہا وہی دراصل اس بستی کے آثار ہیں جس کی محبت میں لوگ کھینچے چلے آتے ہیں اور ہر سال قادیان کو دیکھنے کے لئے ترستی ہوئی نگاہیں وہاں پہنچتی ہیں اور سیراب ہوتی ہیں تو آپ نے دراصل جس کی حفاظت کرنی ہے، وہ یہ تقویٰ ہے۔

آپ نے قادیان کے تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے

بستی کی حفاظت کے سامان تو خدا نے فرمادئے۔ اس کے فرشتے تو اس کی نگرانی اور حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہے اور ہمیشہ مستعد رہیں گے آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے وہ قادیان کا تقویٰ ہے میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سُناتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے پاگلوں میں بھی اتنا شعور ضرور تھا کہ قادیان کی رونق اس کی ظاہری اینٹوں اور مکانوں اور گلیوں سے نہیں بلکہ ان پاک لوگوں میں ہے جو یہاں بسا کرتے تھے جب میں غالباً ۱۹۶۴ء میں قادیان گیا تو حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب کے ایک صاحبزادے جو پاگل کہلاتے تھے کبھی کبھی بہت پتے کی بات بھی کر دیا کرتے تھے لیکن ایک پاگل کے طور پر بچے ان سے باتیں کیا کرتے اور انہیں چھیڑا کرتے تھے وہ بہت اپنی ذات میں ڈوبے ہوئے انسان تھے کسی کے مذاق کا بُرا نہیں مناتے تھے اپنے کام سے کام رکھتے تھے خاموشی سے پھرتے تھے۔ سب بچوں سے پیار سے باتیں کیا کرتے تھے ان کی چھیڑ کا بھی پیار سے جواب دیا کرتے تھے۔ جب میں قادیان گیا تو اس چوک میں جہاں اللہ دتا صاحب کبابی کی دوکان تھی وہاں وہ مجھے اس تھڑے پر بیٹھے دکھائی دئے جہاں اللہ دتا صاحب کسی زمانے میں کباب لگایا کرتے تھے ان سے میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور پوچھا کہ میاں عبد اللہ کیا حال ہے آپ کہنے لگے کیا حال پوچھتے ہو۔ قافلے چلتے رہے بستے رہے، گزرتے رہے۔ یعنی پارٹیشن کا نظارہ ان الفاظ میں بیان کیا۔ پھر میں نے کہا میاں عبد اللہ کوئی شعر تو سنائیے انہیں شعروں کا بہت شوق تھا۔ شعر بھی ایسا مناسبِ حال پڑھا کہ میں حیران رہ گیا۔ کہنے لگے:

وفا تجھ سے میری شہرت نہیں برعکس ہے قصہ
تیری ہستی تو مجھ سے ہے، نہ میں ہوتا نہ تو ہوتی

پیغام یہ دے رہے تھے کہ قادیان کی شہرت تو ان لوگوں سے تھی جو یہاں بسا کرتے تھے۔ ان مقدس وجودوں سے تھی جنہوں نے یہاں سانس لیا، جن کے قدم اس بستی نے چومے، وہ لوگ تو قافلہ قافلہ چلے گئے اب مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ یہاں کیا حال ہے۔ بہت ہی دردناک کیفیت تھی جس میں انہوں نے یہ شعر پڑھا اور اس شعر نے بہت ہی دردناک کیفیت میرے دل میں پیدا کردی۔ واقعہ یہی ہے کہ دراصل اہل قادیان کے ذمہ جو بڑی ذمہ داری ہے وہ ان کے تقویٰ کے آثار کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اگر یہ مٹ گئے تو قادیان کی ظاہری بستی انہیں کچھ عطا نہیں کر سکے گی ان کو زندہ رکھنا ان کا فرض ہے کیونکہ اس سے تمام کائنات کی زندگی ہے۔ تقویٰ ہی کے بل پر کائنات زندہ ہے اگر تقویٰ کا وجود غائب ہو جائے تو اس کائنات کو باقی رکھنے کی کوئی وجہ کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔

امراؤالقیس نے اپنے محبوب کے آثار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

قِفْ بِالدِّيَارِ الَّتِیْ لَمْ يعفها القدم
بَلٰی وَغیر ها الارواح وَالدِّيَم

تو محبوب کی ان بستیوں کے پاس ذرا ٹھہر جا جنہیں زمانے نے مٹایا تو نہیں البتہ ہواؤں اور بارشوں نے ان کی حالت تبدیل کر دی ہے۔ قادیان کے متعلق مجھے یہی خوف ہے کہ کہیں وہ نشان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے متقی صحابہؓ نے پیچھے چھوڑے ہیں ان کی حفاظت میں اہلِ قادیان سے کوئی غفلت اور کوتاہی نہ ہو جائے اور کہیں یہ شعر ان پر صادق نہ آئے کہ آنے والے اس بستی میں ان لوگوں کو دیکھ کر بہ زبان حال کہنے لگیں کہ:

قِفْ بِالدِّيَارِ الَّتِیْ لَمْ يعفها القدم
بَلٰی وَغیر ها الا رواح وَالدِّيَم

اس بستی میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاؤ اگرچہ زمانے نے ان کے نشانوں کو مٹایا تو نہیں مگر چلنے والی ہواؤں اور بارشوں نے ان کی حالت غیر کر رکھی ہے۔ پس اس پہلو سے میں نے آج کے خطاب کے لئے یہ ذکر چنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ جن کی وجہ سے یہ بستی روشن ہوئی وہ کون تھے؟ کیا تھے؟۔۔۔۔۔۔نیز فرمایا:

قادیان کے دوسرے دور میں مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ و ناظر اعلیٰ قادیان خود بھی بہت پاک نمونہ رکھنے والے تھے۔ صحابہؓ کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کا قادیان کے ہندو وسکھوں پر اتنا اثر تھا کہ باوجود اس کے کہ قادیان کی بستی میں احمدیوں کی تعداد بہت معمولی سی تھی۔ پھر بھی ان پر اعتماد کی وجہ سے ان کو قادیان کی کونسل کا چیئر مین منتخب کرلیا گیا تھا۔ بڑا وقار تھا۔ بڑی عزت تھی۔ اور حضرت عبد الرحمن صاحب جن کو جٹ کہا جاتا تھا، انکے نیک اثر کے نتیجے میں قادیان کی جو باقی آبادی تھی خدا کے فضل سے قادیان کے درویشوں کے بہت قریب آئی اور ان کی ہمیشہ عزت کرتی رہی۔ خلفاء کے دور میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تربیّت یافتہ لوگ تھے، ان کا فیض براہِ راست بھی جاری رہا۔ ان کی تربیت پانے والے تابعین پر بھی ان کے پاک اثرات نیک صفتوں کی صورت میں رونما ہوئے۔ ان کے نتیجے میں بہت سے حسنِ سیرت والے نئے وجود تراش دیئے۔ اور بڑی کثرت سے ہم نے وہاں اوّلین تابعین کو بھی صحابہ کے رنگ میں رنگین پایا۔ ایک لمبے عرصہ تک ایسا پاک نمونہ قادیان میں اپنے جلوے دکھاتا تھا۔ بعض دفعہ بعض غیر اور بعض متشدد مخالف بھی قادیان آکر حیرت کے ساتھ اس بستی کو دیکھتے تھے اور یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے کہ قرونِ اولیٰ کے رنگ کسی میں دیکھنے ہوں تو قادیان آکر دیکھے۔ حتی کہ علاّمہ اقبال نے بھی جنہوں نے بہت مخالفت کی ایک موقعہ پر یہ بیان دیا کہ اگر کسی نے اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنا ہو تو وہ قادیان آکر دیکھے۔ ۱۹۱۳ء میں ایک جرنلسٹ وہاں تشریف لائے۔ ان کا نام محمد اسلم تھا۔ قادیان کچھ دن ٹھہر کر وہ واپس گئے۔

قادیان کے تأثرات لکھتے ہوئے وہ قلم طراز ہیں ’’عام طور پر قادیان کے احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشے میں سرشار پایا اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت قادیان میں دیکھی۔ کہیں نہیں دیکھی۔ صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جسے مسجد مبارک کہا جاتا ہے میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو بلا تمیز بڑے، چھوٹے میں نے لیمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ دونوں احمدی مسجدوں میں دو بڑے گروہوں اور اسکول کے بورڈنگ میں سینکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتی کہ احمدی تاجروں کا صبح سویرے اپنی دکانوں اور مسافروں کا مقیم مسافر خانوں کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ سین پیدا کر رہی تھی۔ گویا صبح کے وقت معلوم ہوتا تھا کہ قدّوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن کریم کی تلاوت کر کے نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا‘‘ کیسی بے اختیاری میں ان سے کیسی سچائی کی باتیں نکل آئی ہیں۔ ان کے قلم نے جو سچائی کے موتی بکھیرے ہیں یہ حقیقت میں بہت گہری باتیں ہیں۔ جن کا تعلق حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث سے بھی ہے۔ جن میں سے ایک حدیث میں نے گذشتہ جمعوں میں آپ کے سامنے پیش کی تھی کہ جہاں صدقِ دل کے ساتھ ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ گروہ در گروہ طبق در طبق فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جمگھٹا کر جاتے ہیں۔ پس ایسی کیفیّت جو انہوں نے وہاں محسوس کی ہے حالانکہ وہ احمدی نہیں تھے کہ قدوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر یوں معلوم ہوتا، قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔

درویشانِ قادیان کو نصیحت

پس اے درویشانِ قادیان! آج بھی ویسے نمونے دکھاؤ۔ آج بھی قادیان کی گلیوں میں صبح ایسی ہی تلاوت کی آوازیں بلند ہوں۔ باہر سے آنے والے اگر اس نظارے سے متاثر نہ ہو سکتے ہوں تو نہ ہوں۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوا کریں۔ ہر صبح بھی گواہی دیا کرے کہ خدا تعالیٰ کے قدّوسیوں کا ایک گروہ اس بستی میں آج بھی زندہ ہے اور ان پاک نشانات کی حفاظت کر رہا ہے جو ہمیشہ زندہ رکھنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔ خدا کرے کہ اس کی آپ کو توفیق ملے جو حاضرین جلسہ آج وہاں تشریف لائے ہیں یا تشریف لا چکے ہیں۔ جب جلسہ کا اختتام ہوگا تو کچھ تو آج ہی شاید واپس چلے جائیں مگر ایک بڑی تعداد وہاں ٹھہرے گی۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ وہ کل صبح کی نماز کے بعد انہی نظاروں کو دہرائیں۔ ان نظاروں کو دوبارہ زندہ کر دیں تا کہ قادیان کی گلی گلی زیادہ روشن اور منور ہو جائے۔ فرشتے آسمان سے اتر کر آپ پر سلام بھیجیں۔ اور ایسے پاک نظارے ہوں جن کو دیکھ کر وہ جو قرآن کے نور سے وابستہ نہیں ہیں ان کو بھی بینائی نصیب ہونے لگے۔ خدا انہیں بھی آنکھیں عطا کر دے کہ وہ اس نور سے فیض یاب ہونے کی طاقت پا جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان نظاروں کے فیض سے اسلام کی طرف مائل کر دے۔ دیکھئے اسلام کی طرف مائل کرنا کچھ تو زبان سے ممکن ہوتا ہے اور کچھ عملِ صالح سے ہوا کرتا ہے اور جب تک عملِ صالح کی گواہی زبان کی گواہی کے ساتھ نہ ہو، کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ جتنا چاہے کوئی چرب زبانی سے کام لے۔ اگر عملِ صالح اس کا ساتھ نہ دے تو زبان کی گواہی کا کوئی اثر طبیعت پر نہیں پڑتا لیکن عملِ صالح ایک ایسی قوت رکھتا ہے کہ زبان اس کا ساتھ نہ بھی دے تب بھی وہ دلوں کو تبدیل کر دیتا ہے اور بہت سے ایسے خاموش خدا کے بندے ہیں بہت سے ایسے متقی ہیں جنہوں نے زبان کے ذریعے لوگوں کو نہیں بلایا۔ لیکن ان کا دل ان کا پاک وجود ایک غیر معمولی مقناطیسی قوت اپنے اندر رکھتا تھا اور لوگ خود بخود ان کی طرف کھینچے چلے آتے تھے۔ پس آج قادیان کی بستی کو ایسے صاحبِ جذب بزرگوں کی ضرورت ہے، ایسے متقیوں کی ضرورت ہے جن کی کشش ماحول کو اپنی طرف بڑی قوت کے ساتھ کھینچنے لگے۔ اور وہ چاہیں بھی کہ نہ آئیں تب بھی لوگ کشاں کشاں آپ کی طرف چلے آئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے۔

قادیان میں ان اقدار کی حفاظت ہوتی رہی یہاں تک کہ تقسیم ہند کا وقت آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہلِ قادیان ان اعلیٰ قدروں کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اس دور کی ایک گواہی ایک غیر احمدی ایڈیٹر کے قلم سے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اخبار ’’ریاست‘‘ کے ایڈیٹر صاحب ۱۹۵۷ء میں ۲/دسمبر کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔ ’’یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔ مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل معافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر کوئی بھی مسلمان باقی نہ تھا۔ وہ یا تو پاکستان چلے گئے یا قتل کر دیئے گئے۔ قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے جنہوں نے ننگِ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے۔ ان کو بلاخوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن وامان کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دینا چاہئے۔ جو جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔

اب بھی قادیان کے درویشوں کے اسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے۔‘‘ پس کل تک جو تم غیروں کی زبان پر بھی فرشتے کہلاتے تھے۔ آج اپنے اعمال میں ایسی تبدیلی روا نہ رکھی کہ جس کے نتیجے میں اپنے بھی تمہیں فرشتہ نہ کہہ سکیں۔ تقویٰ ایک ایسی نعمت ہے جو حاصل ہونے کے باوجود پھر بھی حفاظت چاہتی ہے۔ قدم قدم پر ہر قسم کے خزانوں پر ڈاکے بھی پڑا کرتے ہیں۔ جگہ جگہ سے دلوں میں بدنیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جہاں بھی دولت کو دیکھتے ہیں تو بعض بدنیتوں والے لوگ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے یا حاسد لوگ اس دولت کو ضائع کرنے کے لئے کوشش ضرور کرتے ہیں۔ آپکو جو دولت نصیب ہے۔ اگر ایسے صاحب رشک لوگ پیدا ہوں جو آپ سے اس دولت کو لینا چاہیں تو اس میں قطعاً کسی کنجوسی کی ضرورت نہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو ہزار بانٹو تو ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے ضرور ان کو دیتے چلے جاؤ۔ لیکن اس دولت کی پہلے اپنے دلوں میں حفاظت کرو۔ پھر یہ برکت ایسی ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان حاسدوں سے بچو جو تمہارے سینوں میں ان دولتوں کو بھسم کر دینا چاہتے ہیں۔ خود ان کو اس دولت کی کوئی قدر نہیں ہے۔ ہیروں اور جواہرات کو مٹی اور کنکر پتھر سے زیادہ قیمتی نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی ان کے دلوں کی گہرائیوں میں یہ احساس ضرور ہے کہ ہم جسے کنکر پتھر سے زیادہ عزت نہیں دیتے انہیں کنکر پتھروں میں غیر معمولی چمک ہے۔ ان میں غیر معمولی جذب اور کشش ہے اور اس احساس سے وہ ملتے ہیں اور آپ کی نیکی کی قوتوں کو بھی جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طور پر اس طرح حملہ آور نہ بھی ہوں، مختلف بیانوں سے آپ کو پُھسلانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے آدم کو شیطان نے پھسلانے کی کوشش کی تھی، نیکی کے لباس میں آیا تھا۔ نیک نصیحت کرتے ہوئے آدم کو بظاہر ایک ابدی زندگی کی راہ دکھائی تھی مگر حقیقت میں وہ ایک ازلی موت کی راہ تھی۔ پس ذرا سی ٹھوکر کے نتیجہ میں آدم خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنا اور اگر خدا تعالیٰ آدم کو خود استغفار نہ سکھاتا اور خود اسے قبول نہ فرماتا تو یہ ساری انسانیت جو آج آدم سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ تمام کی تمام ہلاک ہو جاتی۔

پس قادیان کے نور کی حفاظت کریں۔ قادیان کے تقویٰ کی حفاظت کریں اور حاسدوں سے بچ کر رہیں۔ جو طرح طرح کے بھیس بدل کر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ کو دوستی کی دعوت دیں گے۔ دنیا کی چمک دمک سے متاثر کرنے کی کوشش کریں گے۔ دنیا کے کاموں کی طرف کھینچیں گے اور کہیں گے کہ اے درویشو تم نے تو اپنی زندگیاں ضائع کر دیں۔ دیکھو باہر آزاد دنیا میں بسنے والے لوگ کیا کچھ کما بیٹھے ہیں۔ کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں اور تم نے اپنی جانیں، اپنی دولتیں، اپنے بچے، قادیان کی اینٹوں پر فدا کر دیئے اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا۔ یہ جاہل لوگ ہیں یہ جھوٹے ہیں۔ یہی ہیں جو شیطان ہیں۔ حقیقت میں جو سعادتیں آپ کو نصیب ہوئی ہیں اگر آپ ان کی قدر کرنے والے بنیں تو خدا آپ کو دنیا میں بھی بے شمار دے گا اور آخرت میں بھی بے شمار دے گا۔ اگر دنیا میں آپ خدا کے فضل اپنے پر اترتے ہوئے نہیں دیکھ رہے تو یہ خطرے کا مقام ہے۔ بعض دفعہ ایسا ضرور ہوتا ہے کہ اس دنیا میں خدا کے فضل کچھ عرصہ کے لئے نازل نہیں ہوتے۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے خدا کے پاک بندے آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

جہاں تک میں نے پاک لوگوں کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ایسی آزمائشیں کچھ عرصہ تو چلتی ہیں ہمیشہ کے لئے ساتھ نہیں دیتیں۔ ضرور نیک لوگوں پر ایسے وقت آتے ہیں کہ جس دنیا کو وہ ٹھکرا دیتے ہیں۔ وہ دنیا ٹھوکریں کھانے کے باوجود ان کے پیچھے لگتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر خدمت کے لئے حاضر ہوتی ہے اور یہ عرض کرتے ہوئے ان کے سامنے پہنچتی ہے کہ تم ہم سے جیسا چاہو سلوک کرو۔ جن نیک کاموں پر چاہو خرچ کرو۔ ہم تمہارے بندے بن کر تمہارے پاس رہیں گے۔ خدا اپنے نیک بندوں کی قربانیوں کو کبھی ضائع نہیں کیا کرتا۔ اگر ظاہری طور پر آپ دیکھیں کہ آپ سے وہ سلوک نہیں ہے تو خدا سے شکایت نہ کریں اور اپنے نفوس کو ٹٹولیں اور دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے قربانی کرنے کے بعد اس قربانی کو ضائع کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ سوت کاتنے والی اس عورت کی طرح نہ بننا کہ جس نے سوت کاتا ہو اور جب وہ تکلا موٹا ہو جائے تو خود اسے چھوٹے چھوٹے دھاگوں میں کاٹ کر ضائع کر دے اور خود اسے بےکار بنا دے۔ بعض دفعہ ایک لمبی محنتوں کے کاتے ہوئے سوت بھی چھری کے ایک وار سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کوئی بھی قیمت باقی نہیں رہتی۔ پس اہلِ قادیان سے جن سے میں مخاطب ہوں بڑے درد کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ ان روشن نشانوں کی حفاظت کریں، جن کا ذکر میں نے صحابہؓ کی زندگی کی مثالوں کے طور پر آپ کے سامنے رکھا ہے جن کا ذکر صحابہؓ کی نسلوں میں ہی نہیں بلکہ ان کے بعد تابعین کی نسلوں میں بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ خلفاء کے دور میں قادیان میں بسنے والے بزرگ جس طرح اپنے فرائض ادا کیا کرتے تھے۔ ان کے میں نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا قادیان میں رہنے والے قادیان کے درویش اپنے نفسوں پر غور کریں کہ آج بھی آپ میں ایسے پاک نمونے دکھانے والے موجود ہیں۔''

نیز فرمایا:

پس اے قادیان میں رہنے والو آج بھی مسیح موعود کے دوست بن کر قادیان میں رہو۔ اسی میں تمہاری ابدی زندگی ہے۔ دوستی کا حق نبھانا کبھی نہ بھولنا۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونے دکھائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔ یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسد پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنئیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بےہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بد چلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا ہے اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانونِ قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔''

پھر فرماتے ہیں کہ ''ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے بار بار مجھے یہی جواب دیا ہے کہ تقویٰ سے، سوائے میرے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔''

قادیان میں مختلف لوگ دور دور سے آ کر بسے ہیں ان میں سے ایسے بھی ہونگے جو قادیان میں ذریعہ معاش کی تلاش کرتے ہوئے پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ لیکن قادیان جا کر بسنے والوں کو کس نیت سے وہاں جانا چاہئے، اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ روایت میں آتا ہے ''ایک مرتبہ کسی نے کہا تجارت کے لئے یہاں آنا چاہتا ہوں یعنی قادیان میں رہ کر تجارت کروں۔ فرمایا یہ نیت ہی فاسد ہے۔ اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ یہاں تو دین کے واسطے آنا چاہئے اور اصلاحِ عاقبت کے خیال سے یہاں رہنا چاہئے۔ نیّت تو یہی ہو اور اگر پھر اسکے ساتھ کچھ تجارت وغیرہ یہاں رہنے کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہو تو حرج نہیں۔ اصل مقصد دین ہو۔ نہ دنیا کیا تجارتوں کے لئے شہر موزوں نہیں؟ یعنی دنیا کے شہر زیادہ موزوں ہیں۔ یہاں آنے کی اصل غرض کبھی دین کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ پھر جو کچھ حاصل ہو جاوے وہ خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو۔''

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت پر میں اس خطاب کو ختم کرتا ہوں اور تمام اہل قادیان کو اس پاک مقدس بستی میں اس عالمی جلسے میں شرکت پر تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت کے ساتھ بامقصد، بامراد ہوتے ہوئے یہاں سے رخصت فرمائے۔ اپنے قادیان میں حاضری کے اعلیٰ مقصد کو آپ پالیں۔''

(اخبار ''بدر'' ۲۴ر مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۳ تا ۱۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہندوستان والوں کو خصوصی نصائح

خدا تعالیٰ نے احمدیت کے پیغام کے لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کو قادیان کی بستی میں مامور فرمایا اور ہندوستان کی سرزمین کو یہ اعزاز بخشا تھا۔ چاہیے کہ اس اعزاز کو ہمیشہ آپ زندہ رکھیں ہمیشہ اپنائے رکھیں اور کسی دوسرے کو اجازت نہ دیں کہ اس اعزاز کا جھنڈا وہ آپ کے ہاتھوں سے چھین کر غانا میں گاڑ دے یا نائیجیریا میں گاڑ دے یا گیمبیا میں گاڑ دے یا جرمنی میں گاڑ دے یا امریکہ اور افریقہ یا مشرق کے دوسرے ممالک میں گاڑ دے۔ یہ آپ کی سعادت ہے اسے اپنے بازو اور سینے سے چمٹائے رکھیں۔ یہ وہ جھنڈا ہے جسکی خاطر جان بھی دینی پڑے تو جان دینی کوئی نقصان کا سودا نہیں۔

آج خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی غلامی کا جھنڈا ہندوستان کو عطا فرمایا ہے آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احیائے نَو کا جھنڈا ہندوستان کو عطا فرمایا ہے۔ آج لوائے احمدیت قادیان کی نشانی بن چکا ہے۔ لوائے قادیان اور لوائے احمدیت ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں اور یہی لوائے اسلام ہے جو آئندہ تمام عالم پر لہرائے گا۔ اسکو کیوں آپ اپنے سینے سے چمٹا کر نہیں رکھتے۔ کیوں اس سعادت کو دوسروں کو لیجانے کی اجازت دیتے ہیں۔ پس اے بھارت کی جماعتو! میں تمہیں بار بار بڑے عجز اور انکسار کے ساتھ اس اہم فریضے کیطرف متوجہ کرتا ہوں۔ اُٹھو! اور شیروں کی طرح دندناتے ہوئے، غازیوں کی طرح فتح کے ترانے گاتے ہوئے تمام بھارت میں پھیل جاؤ۔ کیونکہ آج بھارت کی نجات تمہارے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے اور اگر آپ سارے بھارت کو اسلام کے پرامن پیغام کی رونق سے بھر دیں گے۔ اگر آپ آج تمام بھارت کو اسلام کے عالمگیر امن کے لواء کے نیچے اکٹھا کر دیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کی قوموں کا امن آپ سے وابستہ ہو جائے گا۔

درویشان قادیان کے لئے دعا کی تحریک

'قادیان کے درویشوں کے حق میں بھی ایک بہت بڑی شہادت ہے کہ ان لوگوں نے نہایت صبر کے ساتھ یہاں دن گزارے۔ بڑی محبت کے ساتھ دن گزارے۔ بہت اعلیٰ اخلاق پر قائم رہتے ہوئے دن گزارے۔ وہ لوگ جو دور تھے ان کو قریب کیا اور ان کے دلوں سے سب وہم اور شکوک دور کر دیئے۔ نیک اعمال کے ذریعے اور حسن سلوک کی زندگی کے ذریعے۔ پس یہ درویش ہیں جن کی قربانیوں نے، جن کے حسن خلق نے ہماری راہ ہموار کی ہے۔ آج بھی ان کو دعا میں یاد رکھیں، واپسی پر بھی ان کو دعاؤں میں یاد رکھتے چلے جائیں''

(خطبہ جمعہ 10 جنوری 1992ء)

''ہمارے قربانی دینے والے جو بھائی ایک لمبے عرصے سے ان مقدس مقامات کی حفاظت کر رہے ہیں ہم ان کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں اور ان کو یقین دلاتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی احمدی بستا ہے وہ آپ کی قدر کرتا ہے آپ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر ہم سے آپ کے حقوق ادا کرنے میں پیچھے کوئی غفلت ہوئی تو میں اقرار کرتا ہوں کہ ہم ان غفلتوں کے نتیجہ میں اپنے خدا سے معافی مانگتے ہوئے ہر قسم کی تلافی کی کوشش کریں گے۔''

(10 جنوری 1992، بمقام مسجد اقصیٰ قادیان)

''درویشوں نے اور بعد میں آ کر بسنے والوں نے اتنی بڑی قربانی دی ہے کہ وہاں پہنچ

کر اندازہ ہوتا ہے۔ دور بیٹھے اس کی باتیں سن کر آپ کو تصور نہیں ہوسکتا کہ کتنے محدود علاقہ میں رہ کر انہوں نے ساری زندگیاں ایک قسم کی قید میں کاٹی ہیں اور اپنے دنیاوی مفادات کو پھینک دیا قربان کر دیا اور مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ان کی نگہبانی کے لئے اپنی اپنے بچوں اپنے بیگمات کی زندگیاں قربان کیں۔ بہت بڑی عظیم الشان قربانی ہے اس کا بھی حق ہے اس لئے ساری دنیا کی جماعتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

(خطبہ جمعہ 17 جنوری 1992ء، مسجد فضل لندن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہل قادیان کو نصائح

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کی وفات پر جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، اس میں اہل قادیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ درویشوں کی اولادوں کو اور قادیان کے رہنے والے ہر فرد کو ان قربانی کرنے والے درویشوں کی یادیں زندہ رکھنے کی توفیق دے اور اس وقت جو چند ایک درویشان ان کے پاس رہ گئے ہیں، ان کی خدمت کی بھی ان کو توفیق دے۔ قادیان میں رہنے والا ہر احمدی اس مقام کو سمجھے جو دیارِ مسیح میں رہنے والے کا ہونا چاہئے۔ جب بزرگ اٹھتے ہیں تو نئی نسل کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور جو زندہ قومیں ہیں ان کی نئی نسلیں پھر ان کی ذمہ داریوں کو باحسن نبھانے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔

پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ قادیان کے رہنے والے سب واقفین زندگی اور عہدیداران پہلے سے بڑھ کر پیار محبت اور بھائی چارہ کا ایک دوسرے سے سلوک کریں گے اور یہ سلوک کرتے ہوئے نیکی اور تقویٰ میں ترقی کریں گے۔ قادیان کا رہنے والا ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہونے کے ناطے اس کا حق ادا کرے گا اور جس طرح ہمارے یہ بزرگ اُن جگہوں پر سجدہ ریز ہوئے جہاں مسیح الزمان نے سجدے کئے اور اُن جگہوں کو اپنی دعاؤں سے پُر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان جگہوں میں جماعت کی ترقی کے وعدے فرمائے تو یہ لوگ (نئی نسل) جو وہاں رہنے والے ہیں یہ بھی ان جگہوں پہ جائیں گے اور پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں گے، دعائیں کریں گے اور اس کا فضل حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور مجھے ان فکروں سے آزاد کریں گے کہ قادیان میں نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کی کمی ہو رہی ہے۔ بلکہ یہی خوشی کی خبریں پہنچیں گی کہ تقویٰ میں ترقی کرنے والے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی توفیق دے۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007)

’’آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے یا اُن لوگوں کی نسل میں سے ہے جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے اس عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔

جو درویش یہاں رہے۔ ان میں سے اب جو موجود ہیں اکثر ایسی عمر کو پہنچ چکے ہیں جس عمر میں صحت کی وجہ سے اتنی فعال زندگی گزارنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جو عمر کے ساتھ ساتھ ہے۔ پھر قادیان کی احمدی آبادی میں سے ایسے بھی ہیں جو مختلف جگہوں سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں ان میں سے بھی میرے خیال میں ایک بڑی تعداد اس لئے یہاں آئی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، دین کی خدمت کریں گے۔ بہرحال ایک احمدی جب یہاں آیا اور یہاں رہا تو مَیں یہی حسن ظن رکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق ہی انہیں یہاں کھینچ لایا ہوگا۔ آپ سے مَیں یہی کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایک احمدی پر اس بستی کا یہی حق ہے اور ایک احمدی جو اس بستی میں رہتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ صرف دنیا کو اپنا مقصود نہ بنائیں۔ درویشوں کی نسلیں بھی اور نئے آنے والے بھی، سب یہ بات یاد رکھیں۔ خدا سے ایسا تعلق قائم ہو جو ہر دیکھنے والے کو نظر آئے۔ یہاں باہر سے آنے والے احمدیوں کو بھی اور غیروں کو بھی نظر آئے اور یہاں رہنے والے غیروں کو بھی نظر آئے۔ اور وہ تب نظر آئے گا جب ہر ایک میں دعائیں، استغفار اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ پیدا ہوگی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 6 جنوری 2006ء)

......☆☆☆......

پیغام

حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

برموقع جلسہ سالانہ 1948ء

’’مجھے آپ کی طرف سے درخواست پہنچی ہے کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کو کوئی پیغام بھیجوں۔ سو میرا پیغام یہی ہے کہ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہوں گے کہ ایک دوسرے کے متعلق مومنوں کا سب سے مقدم فرض یہ مقرر کیا گیا ہے۔ آپ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ فسادات اور غیر معمولی حالات کے باوجود آپ کو خدا تعالیٰ نے قادیان میں ٹھہرنے اور وہاں کے مقدس مقامات کو آباد رکھنے اور خدمت بجالانے کی توفیق دے رکھی ہے۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ آپ لوگوں کی یہ خدمت خدا کے حضور مقبول ہوگی اور احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے خاص یادگار رہے گی۔

میں ۱۸۸۴ء میں بیاہی جا کر قادیان میں آئی اور پھر خدا کی مشیّت کے ماتحت مجھے ۴۷ء میں قادیان سے باہر آنا پڑا۔ اب میری عمر اسی سال سے اوپر ہے اور میں نہیں کہہ سکتی کہ خدائی تقدیر میں آئندہ کیا مقدر ہے مگر بہر حال میں اپنے خدا کی ہر تقدیر پر راضی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ خواہ درمیانی امتحان کوئی صورت اختیار کرے قادیان انشاء اللہ جماعت کو ضرور واپس ملے گا۔ مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موجودہ امتحان کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ برداشت کرکے اعلیٰ نمونہ قائم کریں گے۔

چند دن سے قادیان مجھے خاص طور پر زیادہ یاد آرہا ہے۔ شاید اس میں جلسہ سالانہ کی آمد آمد کی یاد کا پرتو ہو یا آپ لوگوں کی اس دلی خواہش کا اثر ہو کہ میں آپ کے لئے اس موقعہ پر کوئی پیغام لکھ کر بھجواؤں۔

میری سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ جماعت ایمان اور اخلاص اور قربانی اور عمل صالح میں ترقی کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور دُعا کے مطابق میری جسمانی اور روحانی اولاد کا بھی اس ترقی میں وافر حصہ ہو۔

آپ لوگ اِس وقت ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں جو خالصتاً روحانی ماحول کا رنگ رکھتا ہے۔ آپ کو یہ ایام خصوصیّت کے ساتھ دُعاؤں اور نوافل میں گزارنے چاہئیں اور عمل صالح اور باہم اخوت و اتحاد اور سلسلہ کے لئے قربانی کا وہ نمونہ قائم کرنا چاہئے جو صحابہؓ کی یاد کو زندہ کرنے والا ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔‘‘

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر صفحہ: ۳۴ و ۳۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا

ایک جماعتی عہد

برموقع مجلس مشاورت مارچ 1948ء

’’میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیّت ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کیلئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کیلئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 376)

پیغام

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایم۔اے

برموقع جلسہ سالانہ 1948ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
ھوالنّاصر

اے احبابِ قادیان! خدا آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو بہترین فضلوں کا وارث بنائے، آمین ثم آمین۔

میں آپ کی خدمت میں جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء کے مبارک اور تاریخی موقعہ پر اپنی طرف سے اور پاکستان کے جملہ احمدیوں کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحیّہ پیش کرتا ہوں۔

گزشتہ انقلابی فسادات کے بعد قادیان میں جماعت احمدیہ کا یہ دوسرا سالانہ جلسہ ہے اور طبعاً اس جلسہ کا خیال جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مقدس یادگار ہے۔ ہمارے دلوں میں کئی قسم کے جذبات پیدا کر رہا ہے۔ مگر ہم خدا کے فضل سے مومن ہیں اور ہر مومن کا یہ کام ہے کہ وہ جذبات کے ہیجان کو غم واندوہ اور مایوسی کے راستہ کی طرف ڈالنے کی بجائے بیش از بیش قوت عمل میں منتقل کرنے کی کوشش کرے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خواہ قادیان کی یاد کتنی ہی شدید ہو اور اس کی کشش کیسی ہی زبردست سمجھی جائے، بہرحال جماعت کا سب سے مقدس کام اُس غرض وغایت کو پورا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور میں اس موقعہ پر آپ لوگوں کو یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جہاں قادیان سے باہر سے آئے ہوئے احمدیوں کا یہ کام ہے کہ وہ فریضۂ تبلیغ کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خدمتِ مرکز کے کام میں بھی کوشاں رہیں وہاں اہل قادیان کا یہ فرض ہے کہ وہ قادیان میں بظاہر قاعد بن کر بیٹھے ہوئے بھی اس مجاہدانہ مقصد کی طرف سے غافل نہ ہوں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے تھے گویا جماعت کے دونوں حصوں کو دونوں قسم کے فرائض کی طرف بہ یک وقت توجہ رکھنی چاہئے۔ گو زیادہ اہم مقصد بہرحال زیادہ توجہ کا حقدار ہے۔ آپ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ قادیان میں محصور ہو کر بیٹھے ہوئے آپ فریضۂ تبلیغ کس طرح ادا کر سکتے ہیں کیونکہ خدا نے مومن کے لئے ہر حال میں کسی نہ کسی جہت سے ہر عمل صالح کا رستہ کھول رکھا ہے اور یقیناً اگر آپ چاہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور چاہتے ہیں، موجودہ وقت میں بھی ذیل کے تین طریق پر اپنے فریضے سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں:

(اوّل) اُن شریف مزاج اور سنجیدہ غیر مسلموں کو تبلیغ کر کے جو آپ کے اردگرد رہتے ہیں یا آپ سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ یقین رکھیں کہ مظلوم اور بے بس انسان کی تبلیغ میں ہمیشہ زیادہ اثر ہوا کرتا ہے۔

(دوم) دینی اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ نمونہ قائم کر کے، کیونکہ اچھا نمونہ ایسی چیز ہے جو دشمنوں تک کا دل موہ لیتا ہے اور بسا اوقات سیاسی لحاظ سے غالب انسان اخلاقی اور دینی لحاظ سے مغلوب ہو جایا کرتا ہے۔

(سوم) جماعت کی ترقی اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خدا کے حضور دعائیں کر کے، کیونکہ جب مومن ظاہری اسباب کے لحاظ سے بے دست و پا ہو جاتا ہے تو خدا کا یہ ازلی قانون ہے کہ ایسے حالات میں اس کی دُعا کی تاثیر ہمیشہ بڑھ جایا کرتی ہے۔

پس یہ تین ایسے آسان اور مؤثر طریق ہیں جنہیں اختیار کر کے آپ قادیان کی موجودہ محصوریت کی زندگی میں بھی فریضۂ تبلیغ ادا کر سکتے ہیں اور اپنی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

آپ کو یہ نکتہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ جہاں ایک حد تک جسم اور روح ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور ایک کی طاقت دوسرے کی طاقت کا ذریعہ بنتی ہے وہاں یہ بھی خدا کا اٹل قانون ہے کہ ایک خاص حد کے بعد ان دونوں کے رستے جُدا جُدا ہو جاتے ہیں یعنی اُس خاص حد کے بعد جسم کی طاقت روح کی کمزوری اور جسم کی کمزوری روح کی طاقت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی لئے باوجود اس کے کہ اسلام نے رہبانیّت یعنی تارک الدنیا ہونے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہاں اس نے بعض موقعوں پر ایک جزوی قسم کی رہبانیّت کی اجازت بھی دی ہے بلکہ صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے پسند کیا اور اس کی تحریک فرمائی ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا عشرہ اسی قسم کی جزوی رہبانیّت کا منظر پیش کرتا ہے کہ جب انسان گویا دُنیا کے تمام تعلقات سے کٹ کر خالصۃً روحانی فضاء میں اپنا وقت گذارتا ہے اور ان ایام میں اس بات کے سوا اُس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ اپنے جسم کو بھول کر روح کو روشن کرنے میں منہمک رہے۔ اور ایک طرح سے اس قسم کی کیفیت حج میں بھی پائی جاتی ہے جس میں انسان گویا اپنے مادی تعلقات کو کاٹ کر صرف خدا کے لئے یہ ایّام گذارتا ہے اور اس قسم کا ماحول یقیناً روح کی ترقی اور اُس کی بلندی اور اس کے جِلا کا موجب ہوتا ہے۔ یہی کیفیّت آپ کے لئے قادیان کی موجودہ زندگی نے پیدا کر دی ہے کیونکہ آجکل وہاں آپ اپنے بیوی بچوں سے جُدا، اپنے کاروبار سے کٹے ہوئے، اپنے ہر قسم کے دُنیوی تعلقات سے دور پھینکے ہوئے زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ یہ زندگی یقیناً اپنے بعض پہلوؤں کے لحاظ سے جسم کے لئے تکلیف دہ ہوگی۔ مگر آپ کو مبارک ہو کہ یہی زندگی آپکی روحوں کے لئے ایک ایسے خوشگوار مرغزار کا حکم رکھتی ہے جہاں مومن کی روح گویا خوشی کے ساتھ کلیلیں بھرتی ہوئی فرشتوں کی رفاقت اور خدا کے سایہ میں اپنا وقت گذارتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہوشیارپور کے ایک دور اُفتادہ کھنڈر مکان میں خود موقعہ تلاش کر کے خلوت کی جگہ ڈھونڈی اور آپ جانتے ہیں کہ یہ دونوں خلوتیں دُنیا میں کس عظیم الشان روحانی انتشار کا موجب بن گئیں۔ پس میرے دوستو! آپ کے لئے جو موقعہ خود خدا نے ایک قسم کی وقتی اور جزوی رہبانیّت کا پیدا کر دیا ہے اسے غنیمت سمجھو اور اپنی دعاؤں اور نوافل اور جہاد نفس اور پاک نمونہ سے اُن بھاری تغیرات کو قریب تر لے آؤ جو آسمان پر تو مقدر ہیں مگر ابھی تک زمین پر ظاہر نہیں ہوئے۔

گزشتہ سال کے غیر معمولی حادثات اور قیامت خیز انقلابات میں بھی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا یہ ممتاز پہلو موجود ہے کہ باوجود اس کے کہ جماعت کے بیشتر حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا قادیان کے وہ خاص مقدس مقامات جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست برکت حاصل کی یعنی مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح بیت الدعا، دارالمسیح، مقبرہ بہشتی وغیرہ وہ سب ابھی تک خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کے قبضے میں ہیں اور آپ لوگوں کو ان کی خدمت کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس طرح جماعت کو یہ موقعہ میسر آ گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ باہر آ کر تبلیغ کی جدوجہد میں مصروف ہے اور دوسرا حصہ مرکز میں بیٹھ کر مقدس مقامات کی خدمت بجالا رہا ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو مشرقی پنجاب کے کسی اور مقام کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر اس خصوصیّت کی قدر کو دوبالا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر حصہ اپنی خدمت کے مخصوص پہلو کے ساتھ ساتھ جہانتک اس کے لئے ممکن ہو دوسرے پہلو کو بھی مدنظر رکھے یہ مت خیال کرو کہ ان فرائض کی ادائیگی میں حکومت کی طرف سے کوئی روک ہوسکتی ہے۔ دُنیا کی کوئی متمدّن حکومت فریضۂ تبلیغ کی پُر امن ادائیگی اور مقدس مقامات کی خدمت میں روک نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ بنیادی حقوق انسانی ہیں جسے حکومتِ ہند نے بھی اپنے بار بار کے اعلانوں میں صراحت کے ساتھ تسلیم کیا ہے لیکن بہرحال قرآن شریف کے اس سنہری اصول کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ اندازِ نصیحت کے طریق پر دعوت دو اور بحث اور مجادلہ کی صورت میں کبھی پسندیدہ اسلوب کو نہ چھوڑو کیونکہ اس طرح تم فریق ثانی کے دل کی کھڑکیوں کو زیادہ آسانی کے ساتھ کھول سکوگے۔ خدا کے فضل سے اب آہستہ آہستہ نارمل حالات پیدا ہو رہے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ حالات کے اس تغیر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دیں جو خدا نے ہم پر عائد کی ہیں۔ باقی اگر کوئی فرد اب بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاہلانہ انداز میں پیش آتا ہے تو اس کے لئے اسلام کی صاف صاف تعلیم موجود ہے

کہ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔

احمدیت کی تحریک خدا کے فضل سے ایک عالمگیر تحریک ہے جو اپنے منبع و ماٗخذ کی طرح تمام قیود زمانی و مکانی سے آزاد ہے کیونکہ احمدیت کی غرض و غایت اسلام کی تجدید اور دلائل و براہین کی مدد سے اسلام کی اشاعت ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جو قیامت تک کے لئے اسود و احمر کی ہدایت کے واسطے قائم کیا گیا ہے۔ پس اسلام کی طرح احمدیت کے لئے صرف پاکستان اور ہندوستان کا سوال نہیں ہے بلکہ ہر ملک اس کا گھر اور ہر خطۂ ارض اس کا آشیانہ ہے اور یقیناً جماعت احمدیہ کے افراد جہاں بھی ہوں گے اپنے ملکی قانون کے پابند اور پُر امن شہری بن کر رہیں گے۔ مگر ذمہ داریاں ہمیشہ دوہری ہوا کرتی ہیں یعنی جہاں مُلک اپنے شہریوں پر کچھ پابندیاں لگاتا ہے وہاں وہ لازماً اپنے اوپر بھی اُن کے بعض حقوق تسلیم کرتا ہے۔ پس اپنی حکومت کے حقوق اسے دو اور ضرور دو۔ مگر دوسری طرف اپنے حقوق بھی اس سے لو اور ضرور لو اور چونکہ ہمارے حقوق دراصل سب خدا کے حقوق ہیں اس لئے ہم مسیح ناصریؑ کے مشہور الفاظ میں کہہ سکتے ہیں ''جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو'' کہ یہی دین و دُنیا میں حقیقی امن کا راستہ ہے۔

میں اس موقعہ پر اس بات کے اظہار سے بھی رُک نہیں سکتا کہ قریباً آٹھ نو ماہ سے جہاں تک قادیان کا تعلق ہے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہر قسم کے کانوائے کا سلسلہ رُکا ہوا ہے اس لئے قادیان کی موجودہ آبادی کا وہ حصہ جو دراصل پاکستان کا شہری ہے یعنی وہ اپنے مقدس مرکز کی زیارت اور اپنے مقدس مقامات کی خدمت کے لئے قادیان گیا اور پھر حالات کی مجبوری کی وجہ سے ابھی تک واپس نہیں آسکا، وہ خدمتِ مرکز کی رُوحانی خوشی کے ساتھ ساتھ طبعاً بعض جسمانی تکالیف اور پریشانیوں کا بھی شکار ہو رہا ہے۔ ہم حکومت کے متعلقہ حکام کے ذریعہ اس بات کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے دوستوں کو واپس آنے کا موقعہ مل جائے اور ان کی جگہ وہ دوست قادیان چلے جائیں جو قادیان کے باشندے ہیں اور اپنے مرکز میں واپس جا کر خدمتِ دین کا موقعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ انتہائی کوشش کے باوجود ابھی تک اس معاملہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ اس بات کے تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان دوستوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ ہمیں دلی ہمدردی ہے مگر میں یہ بات تو ضرور کہوں گا کہ جب تک ہمیں اس معاملہ میں کامیابی نہیں ہوتی ایسے دوست قادیان کے قیام کو ایک نعمت خیال کرتے ہوئے اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ انہیں وہ موقعہ حاصل ہے جو احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہنے والا ہے اور انشاء اللہ ان کی آئندہ نسلیں اُن کی اس وقت کی خدمت کا قیامت تک فخر کے ساتھ ذکر کیا کریں گی اور بہرحال یہ ایک عارضی جُدائی ہے۔ وَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا ھَوَ کَائِنٌ۔ اور پھر مومن کی روح تو جسم کی جدائی میں بھی قرب کا لُطف حاصل کرلیا کرتی ہے۔ یہ الفاظ میں نے صرف احتیاط کے طریق پر ہر رنگ کی طبیعت کو مدنظر رکھ کر لکھے ہیں ورنہ حق یہ ہے کہ قادیان کے دوستوں کی طرف سے جس قسم کی للّٰہیت اور فدائیت اور رضاء و محبت اور صبر و سکون کے خطوط مجھے ہر روز پہنچتے رہتے ہیں وہ میرے لئے باعث خوشی ہی نہیں بلکہ یقیناً باعث فخر ہیں۔

بھائیو! آپ میں سے بعض میرے عزیز ہیں بعض دوست ہیں اور بعض بزرگ بھی ہیں ہاں وہی بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں حضور کی محبت سے فیض پایا اور پھر اب تک اسی مئے عشق سے بیش از بیش سرشار چلے آتے ہیں۔ خدا آپ کی صحتوں اور عمروں میں برکت عطا کرے اور جس طرح اس نے آپ کی روحوں کو بلند کیا ہے اسی طرح وہ آپ کی زندگیوں کو بھی لمبا فرمائے تاکہ یہ ظاہر کے ٹوٹے ہوئے پیوند پھر اس دُنیا میں مل جائیں جس طرح کہ وہ عالم ارواح میں اب بھی ملے ہوئے ہیں۔ مگر غیب کا علم صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس بات کو جانتا ہے کہ اس دُنیا میں کس کی ملاقات مقدر ہے اور کس کی نہیں۔ پس اے ہمارے قادیان کے بھائیو! میں اور ہمارے پاکستانی بھائی آپ سب کو خدا کے سپرد کرتے ہیں وہی خدا جس کی رحمت اور شفقت کے پروں کے نیچے ہم سب کا مشترک بسیرا ہے۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد آف قادیان

حال رتن باغ لاہور

۲۰ ردسمبر ۱۹۴۸ء

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ: 95 تا 100)

☆☆☆

اخبار بدر

(سیّد محمد شاہ صاحب سیفی کشمیر)

فرحت افزائے جہاں گلزار بدرِ قادیاں
رحمتِ حق کا نشاں ہے کار بدرِ قادیاں

داغِ ہجرت دیکھ کر اب نُصرتِ حق کا پتہ
اہلِ دیں کو دیتے ہیں اطوار بدرِ قادیاں

اَے خدا اِس باغ میں برکت پہ برکت ڈالدے
چار سو جاری رہیں انہار بدر قادیاں

دعوتِ اسلام اس کی عام ہو سب پر مدام!
دُور رس عالم میں ہو منظار بدر قادیاں

موردِ فضل و کرم ۔ آئینۂ تبلیغ حق
مشرق و مغرب میں ہو رفتار بدرِ قادیاں

فیض وہ ہو بزم درویشان کا پاکیزہ نان
مخزنِ عرفان ہوں اسرار بدر قادیاں

با دُعائے مُصلحِ موعود و اصحابش تمام
شکّر و شیریں ہوں اثمار بدر قادیاں

پھر ہے ہو معمور مرکز سب خدا کارونکے ساتھ
قادیاں میں آئے پھر سالار بدرِ قادیاں

در مذاقِ علم دیں باد ابشاں اخبار بدر
زندہ بادا موجد و معمار بدر قادیاں

نونہالِ ''بدر'' کا یہ سال سیفیؔ نے لکھا
''لُطف ایزد دیکھ ہے اخبار بدر قادیاں''

(بحوالہ اخبار بدر 21 اپریل 1952ء)

قادیان کے درویشو!

(مکرم عبد الحمید خان شوق، لاہور)

تم پہ ہو سلامتی قادیاں کے درویشو
نیک ہو تمام ہی قادیاں کے درویشو

تم نے اپنی جاں دی قادیاں کے درویشو
دولتِ ایماں لی قادیاں کے درویشو

تم نے خوب کی وفا قادیاں کے درویشو
مل گئی تمہیں بقا قادیاں کے درویشو

تم نے نام کر دیا عشق تمام کر دیا
تم نے کام کر دیا قادیاں کے درویشو

تم نے وہ شراب پی جس نے تم پہ کھول دی
معرفت کی زندگی قادیاں کے درویشو

عشق کی کتاب میں تم ہی ہو حساب میں
بڑھ گئے ثواب میں قادیاں کے درویشو

تم نے گھر بنا لیا قادیاں کو پا لیا
زندگی کو پا لیا قادیاں کے درویشو

دین کے مجاہدو پارساؤ زاہدو!
حق کے عین شاہدو قادیاں کے درویشو

احمدیو! مخلصو! رحمتوں کے وارثو!!
لو سلام شوق لو قادیاں کے درویشو

فہرست درویشان قادیان

ادارہ

تقسیم ملک کے پُرخطر اور پُرآشوب زمانہ میں درویشی کا لقب پانے والے خوش نصیب درویشانِ قادیان کے اسماء کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

نوٹ: 1947ء کے ان اولین درویشوں کے بعد جو مقدس صحابہ اور دوسرے بزرگ یا احباب قادیان میں مستقل قیام کے لئے پاکستان یا ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ان کے اسماء اس کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ یہ نام تاریخ احمدیت جلد نمبر 10 مطبوعہ 2007ء صفحہ 371 تا 387 سے لئے گئے ہیں۔ اسماء کی ترتیب میں تاریخ احمدیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صدر انجمن و تحریک جدید قادیان کے ممبر یا کارکن

نام ولدیت	سکونت
(۱) مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ولد حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ	قادیان
(۲) مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ولد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ	قادیان
(۳) حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹؓ ولد حضرت ملک برکت علی صاحبؓ	قادیان
(۴) مکرم مولوی برکات احمد راجیکی صاحب ولد حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ	قادیان
(۵) مکرم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب ولد مکرم شیخ محمد حسین صاحب	قادیان
(۶) مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی ولد مکرم میاں مہر دین صاحب	قادیان
(۷) مکرم میجر ڈاکٹر محمود احمد صاحب ولد مکرم قاضی محمد شریف صاحب	کوئٹہ
(۸) مکرم حسن محمد خان صاحب عارف ولد مکرم فضل محمد خان صاحب شملوی	
(۹) مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ولد مکرم ملک نیاز محمد صاحب	
(۱۰) مکرم قریشی عبدالرشید صاحب ولد مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب	قادیان
(۱۱) مکرم فضل الٰہی خان صاحب ولد مکرم حکیم کرم الٰہی خان صاحب	قادیان
(۱۲) مکرم مولوی شریف احمد امینی صاحب ولد مکرم سیٹھ محمد ابراہیم بنگوی صاحب	قادیان
(۱۳) مکرم قریشی عطاء الرحمن اعوان صاحب ولد حضرت حافظ محمد امین صاحب	کیمل پوری
(۱۴) مکرم چوہدری عبدالحق صاحب ولد مکرم چوہدری اللہ دتا صاحب	قادیان
(۱۵) مکرم عبدالقیوم صاحب کمپونڈر ولد مکرم محمد ظہور صاحب	قادیان
(۱۶) مکرم مولا بخش صاحب باورچی صحابی ولد مکرم خیرات اللہ صاحب	قادیان
(۱۷) مکرم سراج الدین صاحب مؤذن ولد مکرم غلام قادر صاحب	قادیان
(۱۸) مکرم مولوی عبدالقادر احسان صاحب ولد مکرم حاجی محمد بخش صاحب	قادیان
(۱۹) مکرم مرزا محمد زمان صاحب ولد مکرم مرزا احمد دین صاحب	قادیان

قادیان اور ماحول قادیان کے احمدی

نام ولدیت	سکونت
(۲۰) مکرم مرزا محمد حیات صاحب ولد مکرم حکیم عطاء محمد صاحب	قادیان
(۲۱) مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب ولد مکرم مولوی عبدالحق صاحب	قادیان
(۲۲) مکرم خواجہ عبدالکریم خالد صاحب ولد مکرم خواجہ عبدالواحد صاحب	قادیان
(۲۳) مکرم میاں ضیاء الدین صاحب ولد مکرم میاں روشن صاحب زرگر	قادیان
(۲۴) مکرم مجید احمد صاحب ڈرائیور ولد مکرم غلام رسول صاحب	قادیان
(۲۵) مکرم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب ولد مکرم مرزا برکت علی صاحب	قادیان
(۲۶) مکرم عبدالواحد صاحب پان فروش ولد مکرم شیخ عبداللہ صاحب	قادیان
(۲۷) مکرم عبدالرحیم دیانت صاحب (سوڈا واٹر فیکٹری) ولد مکرم حضرت مولوی فضل صاحب ہرسیانوالے	قادیان
(۲۸) مکرم عبدالواحد صاحب ولد مکرم محمد رمضان صاحب	قادیان
(۲۹) مکرم عبدالحمید صاحب ولد مکرم چوہدری خدا بخش صاحب	قادیان
(۳۰) مکرم سائیں عبدالرحمن صاحب ولد مکرم مستری فضل دین صاحب	قادیان
(۳۱) مکرم فضل دین صاحب ماشکی ولد مکرم نور محمد صاحب	قادیان
(۳۲) مکرم لال دین صاحب ولد مکرم فقیر دین صاحب	قادیان
(۳۳) مکرم محمد احمد خان صاحب ولد مکرم منشی نور محمد خان صاحب	قادیان
(۳۴) مکرم محمد عبداللہ صاحب ولد مکرم نور محمد صاحب	قادیان
(۳۵) مکرم بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب بھٹہ ولد مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
(۳۶) مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب ولد مکرم چوہدری اللہ دتا صاحب	قادیان
(۳۷) مکرم مستری محمد حسین صاحب ولد مکرم محمد قاسم صاحب راجپوت	قادیان
(۳۸) مکرم محمد حسین صاحب خورد ولد میاں نور محمد صاحب	قادیان
(۳۹) مکرم قریشی فضل حق صاحب ولد مکرم میاں کمال دین صاحب	قادیان
(۴۰) مکرم بشیر احمد صاحب ولد مکرم علم دین خان صاحب	قادیان
(۴۱) مکرم طیب علی صاحب بنگالی ولد مکرم عبدالمبارک صاحب	قادیان
(۴۲) مکرم رفیق احمد یونس صاحب ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب سرساوی	قادیان
(۴۳) مکرم محمد یحییٰ صاحب ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب سرساوی	
(۴۴) مکرم محمد عبداللہ صاحب ولد مکرم صدر الدین صاحب	قادیان
(۴۵) مکرم عطاء الٰہی صاحب ولد مکرم امام دین صاحب	قادیان
(۴۶) مکرم ناصر احمد صاحب ولد مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
(۴۷) مکرم خواجہ مجید احمد صاحب ولد مکرم خواجہ محمد شریف صاحب	قادیان
(۴۸) مکرم خلیفہ منیر الدین صاحب ولد مکرم خلیفہ رشید الدین صاحبؓ	قادیان
(۴۹) مکرم ماسٹر عبدالغنی صاحب ولد مکرم فضل الدین صاحب	قادیان
(۵۰) مکرم مرزا محمد اقبال صاحب ولد مکرم مرزا اعظم بیگ صاحب	قادیان
(۵۱) مکرم جلال الدین صاحب ولد مکرم رحیم بخش صاحب	قادیان
(۵۲) مکرم محمد اسحاق صاحب ولد مکرم عبدالکریم صاحب	قادیان
(۵۳) مکرم محمد صدیق صاحب ولد مکرم عزیز الدین صاحب	قادیان
(۵۴) مکرم عبدالغنی صاحب ولد مکرم محمد بخش صاحب	قادیان
(۵۵) مکرم محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم فقیر محمد صاحب	قادیان
(۵۶) مکرم عبدالرحمان صاحب ولد مکرم رحمت اللہ صاحب	قادیان
(۵۷) مکرم دین محمد صاحب ولد مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
(۵۸) مکرم نذیر احمد صاحب ولد مکرم الٰہی بخش صاحب	قادیان
(۵۹) مکرم محمد صادق صاحب ولد مکرم وریام دین صاحب	قادیان
(۶۰) مکرم محمد شریف صاحب ولد مکرم مہر دین صاحب	قادیان
(۶۱) مکرم علی محمد صاحب ولد مکرم دین محمد صاحب	قادیان
(۶۲) مکرم محمود احمد صاحب ولد مکرم شیخ اللہ بخش پشاوری صاحب	قادیان
(۶۳) مکرم امیر الدین صاحب ولد مکرم فضل الدین صاحب	قادیان
(۶۴) مکرم غلام حسین صاحب ولد مکرم نظام الدین صاحب	قادیان
(۶۵) مکرم محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
(۶۶) مکرم محمد شفیع صاحب ولد مکرم مولا بخش صاحب	قادیان
(۶۷) مکرم جلال الدین صاحب ولد مکرم صدر الدین صاحب	قادیان
(۶۸) مکرم دین محمد صاحب ولد مکرم عبدالستار صاحب	قادیان
(۶۹) مکرم عبدالغفور صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب	قادیان
(۷۰) مکرم قمر الدین صاحب ولد مکرم ابراہیم صاحب	قادیان

(۷۱) مکرم محمد سلیمان صاحب ولد مکرم رسول بخش صاحب قادیان

(۷۲) مکرم فضل الرحمٰن صاحب ولد مکرم روشن الدین صاحب قادیان

(۷۳) مکرم محمد احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم غلام حسین صاحب قادیان

(۷۴) مکرم ممتاز احمد ہاشمی صاحب ولد مکرم قریشی شاہ دین صاحب قادیان

(۷۵) مکرم سید محمود احمد صاحب ولد مکرم سید حسین علی شاہ صاحب دھرم کوٹی قادیان

(۷۶) مکرم چوہدری غفور احمد صاحب ولد مکرم چوہدری نور احمد صاحب قادیان

(۷۷) مکرم عمر دین صاحب ولد مکرم محمد خان صاحب قادیان

(۷۸) مکرم محمد سلطان صاحب خوشنویس ولد مکرم میاں جمعہ خان صاحب قادیان

(۷۹) مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب ولد مکرم میاں مہر دین صاحب قادیان

(۸۰) مکرم میاں عبد العظیم صاحب جلد ساز ولد مکرم میاں رحمت اللہ صاحب قادیان

(۸۱) م مکرم محمد شفیع صاحب پینٹر ولد مکرم میاں لال دین صاحب زرگر قادیان

(۸۲) مکرم مستری غلام قادر صاحب ولد مکرم محمد دین صاحب قادیان

(۸۳) مکرم محمود احمد سرگودھی صاحب ولد مکرم شیخ مولا بخش صاحب قادیان

(۸۴) مکرم شیر محمد پونچھی صاحب ولد مکرم فضل الدین صاحب قادیان

(۸۵) مکرم عبد الرشید انور صاحب بدوملہی ولد مکرم مولوی عبد الحق صاحب قادیان

(۸۶) مکرم غلام احمد صاحب ولد مکرم محمد دین صاحب جلال پوری قادیان

(۸۷) مکرم مولوی غلام مصطفی صاحب ولد مکرم مولوی عبد الحق صاحب قادیان

(۸۸) مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر ولد مکرم نور احمد صاحب قادیان

(۸۹) مکرم قریشی عبد القادر صاحب اعوان ولد حضرت حافظ محمد امین صاحبؓ اعوان قادیان

(۹۰) مکرم محمد دین صاحب ولد مکرم غلام نبی صاحب قادیان

(۹۱) مکرم عبد المطلب صاحب بنگالی ولد مکرم منشی دائم اللہ صاحب قادیان

(۹۲) مکرم مرزا عبد اللطیف صاحب ولد مکرم مرزا مہتاب صاحبؓ قادیان

(۹۳) مکرم سید محمد اجمل صاحب ولد مکرم سید محمد افضل صاحب قادیان

(۹۴) مکرم خواجہ عبد الستار صاحب ولد مکرم خواجہ محمد عبد اللہ صاحب قادیان

(۹۵) مکرم میر غلام رسول ہزاروی صاحب ولد مکرم میر ولی خان صاحب ہزاروی قادیان

(۹۶) مکرم مولوی غلام احمد صاحب ارشد ولد مکرم مولوی نور محمد صاحب قادیان

(۹۷) مکرم خواجہ محمد اسماعیل صاحب صحابی ولد مکرم خواجہ غلام رسول صاحب قادیان

(۹۸) مکرم حافظ عبد الرحمٰن صاحب پیشاوری صحابی ولد مکرم میاں احمد جان صاحب قادیان

(۹۹) مکرم حکیم نعمت اللہ صاحب ولد مکرم حکیم اللہ دتا صاحب قلعی ساز قادیان

(۱۰۰) مکرم قاضی عبد الحمید صاحب ولد مکرم قاضی عبد العزیز صاحب قادیان

(۱۰۱) مکرم محمد عباد اللہ صاحب ولد مکرم عبد الحمید صاحب قادیان

(۱۰۲) مکرم امیر احمد صاحب (سابق موذن مسجد مبارک) ولد مکرم مہر دین صاحب قادیان

(۱۰۳) مکرم چوہدری بدر الدین صاحب عامل ولد مکرم چوہدری عبد الغنی صاحب قادیان

(۱۰۴) مکرم عبد الرشید نیاز صاحب ولد مکرم چوہدری عبد الحکیم صاحب قادیان

(۱۰۵) مکرم فخر الدین مالاباری صاحب ولد مکرم ماحن کٹی صاحب قادیان

(۱۰۶) مکرم سعید احمد صاحب ولد مکرم عبد الکریم صاحب قادیان

(۱۰۷) مکرم شیخ عبد القدیر صاحب ولد مکرم عبد الکریم صاحب قادیان

(۱۰۸) مکرم احمد حسین صاحب ولد مکرم محمد حسین صاحب قادیان

(۱۰۹) مکرم محمد یوسف صاحب زیروی ولد مکرم نظام الدین صاحب قادیان

(۱۱۰) مکرم سراج الدین صاحب ثالث ولد مکرم چراغ الدین صاحب قادیان

(۱۱۱) مکرم محمد طفیل صاحب سابق پٹواری ولد مکرم چوہدری فیض محمد صاحب قادیان

(۱۱۲) مکرم محمد دین صاحب ولد مکرم عمر دین صاحب قادیان

(۱۱۳) مکرم شیر احمد خان صاحب ولد مکرم خان میر صاحب کابلی قادیان

(۱۱۴) مکرم بابا اللہ بخش صاحب صحابی ولد مکرم محکم دین صاحب ہرچوال قادیان

(۱۱۵) مکرم بھائی حضرت شیر محمد صاحب صحابی ولد مکرم میراں بخش صاحب قادیان

(۱۱۶) مکرم حکیم عبد الرحیم صاحب ولد مکرم میاں محمد جعفر صاحب قادیان

(۱۱۷) مکرم صدر الدین صاحب صحابی ولد مکرم رحیم بخش صاحب قادیان

(۱۱۸) مکرم بھاگ دین صاحب صحابی ولد مکرم محمد بخش صاحب قادیان

(۱۱۹) مکرم بابا بھاگ صاحب امرتسری صحابی ولد مکرم میاں جیوا صاحب قادیان

(۱۲۰) مکرم خدا بخش صاحب ولد مکرم گاگو صاحب قادیان

(۱۲۱) مکرم علی محمد صاحب ولد مکرم جمال الدین صاحب قادیان

(۱۲۲) مکرم شیخ احمد صاحب صحابی ولد مکرم غلام ختم صاحب قادیان

(۱۲۳) مکرم سید عبد الرحیم صاحب افغان ولد مکرم سید امیر صاحب پٹھان قادیان

(۱۲۴) مکرم صوفی علی محمد صاحب ولد مکرم مولا بخش صاحب قادیان

(۱۲۵) مکرم شمس الدین صاحب معذور ولد مکرم شیریں خان صاحب قادیان

(۱۲۶) مکرم میر عبد السبحان صاحب صحابیؓ ولد مکرم رحمان خان صاحب قادیان

(۱۲۷) مکرم منشی محمد صادق صاحب ولد مکرم محمد طفیل صاحب قادیان

(۱۲۸) مکرم عبد العزیز گونگا صاحب ولد مکرم شمس الدین صاحب قادیان

(۱۲۹) مکرم محمد عبد اللہ صاحب ولد حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب قادیان

دیہاتی مبلغین

(۱۳۰) مکرم سید منظور احمد شاہ صاحب ولد مکرم سید حسین شاہ صاحب گجرات

(۱۳۱) مکرم بشیر احمد صاحب ماہلپوری ولد مکرم علی بخش صاحب ہوشیارپور

(۱۳۲) مکرم نواب محمد خان صاحب ولد مکرم خواجہ دین صاحب گجرات

(۱۳۳) مکرم عطاء اللہ صاحب ولد مکرم مولوی شیر محمد صاحب سرگودھا

(۱۳۴) مکرم محمد شریف صاحب ولد مکرم نبی بخش صاحب

(۱۳۵) مکرم فیض احمد صاحب ولد مکرم حبیب اللہ صاحب سندھ

(۱۳۶) مکرم محمد سلطان احمد صاحب ولد مکرم سید فضل احمد شاہ صاحب قادیان

(۱۳۷) مکرم عبد الرحیم کشمیری صاحب ولد مکرم عبد العزیز صاحب اوگام۔کشمیر

(۱۳۸) مکرم علی محمد صاحب کشمیری ولد مکرم عبد الصمد صاحب کولگام۔کشمیر

(۱۳۹) مکرم محمد رمضان صاحب ولد مکرم چوغطہ غلام احمد صاحب ہموساں کشمیر

(۱۴۰) مکرم عبد الغنی صاحب ولد مکرم محمد دین صاحب سرگودھا

(۱۴۱) مکرم محمد صادق صاحب ولد مکرم شیخ رحیم بخش صاحب لاہور

(۱۴۲) مکرم بشیر احمد صاحب خادم ولد مکرم میاں اللہ بخش صاحب قادیان

(۱۴۳) مکرم فتح محمد صاحب اسلم ولد مکرم روڈا صاحب گورداسپور

(۱۴۴) مکرم سید منظور احمد صاحب عامل ولد مکرم سید فضل محمد شاہ صاحب لائلپور

(۱۴۵) مکرم بشیر احمد صاحب بانگروی ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹ

(۱۴۶) مکرم بشیر احمد صاحب ڈھلو ولد مکرم محمد حسین صاحب سیالکوٹ

(۱۴۷) مکرم قریشی محمد شفیع صاحب عابد ولد مکرم میاں اللہ رکھا صاحب گوجرانوالہ

(۱۴۸) مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر ولد مکرم چوہدری نواب دین صاحب لائلپور

(۱۴۹) مکرم حکیم سراج الدین صاحب ولد مکرم حکیم محمد بخش صاحب گجرات

(۱۵۰) مکرم سراج الحق صاحب ولد حضرت منشی عبد الحق صاحب کاتب گجرات

(۱۵۱) مکرم غلام نبی صاحب ولد مکرم چوہدری فضل الدین صاحب سیالکوٹ

(۱۵۲) مکرم محمد احمد صاحب (فقیر سائیں) ولد مکرم مولا بخش صاحب سیالکوٹ

(۱۵۳) مکرم محمد یوسف صاحب ولد مکرم رحیم بخش صاحب لاہور

(۱۵۴) مکرم محمد شریف صاحب ولد مکرم محمد علی صاحب سیالکوٹ

(۱۵۵) مکرم عبد الطیف صاحب ولد مکرم عبد الرحمٰن صاحب لائلپور

نام	مقام
(۱۵۶) مکرم محمد عبداللہ صاحب کشمیری ولد مکرم غلام محمد صاحب	رتیال۔ جموں
(۱۵۷) مکرم حافظ اللہ دین صاحب ولد مکرم نواب دین صاحب	کیمبلپور
(۱۵۸) مکرم مولوی عبدالحمید مومن صاحب ولد مکرم اللہ دتا صاحب	لائلپور
(۱۵۹) مکرم اسلم خان صاحب ولد مکرم اسداللہ خان صاحب	فتح پور (یوپی)
(۱۶۰) مکرم فیروز الدین صاحب ولد مکرم کریم اللہ صاحب	گورداسپور
(۱۶۱) مکرم مولوی محمد صادق ناقد صاحب ولد مکرم اللہ رکھا صاحب	لائلپور
(۱۶۲) مکرم عبدالحق فضل صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب	سیالکوٹ
(۱۶۳) مکرم اللہ بخش صاحب ولد مکرم خدا بخش صاحب	سرگودھا
(۱۶۴) مکرم خان محمد صاحب ولد مکرم امام دین صاحب	گجرات
(۱۶۵) مکرم عبدالستار صاحب ولد مکرم اللہ بخش صاحب	شیخوپورہ
(۱۶۶) مکرم غلام محمد صاحب ولد مکرم رحیم بخش صاحب	گجرات
(۱۶۷) مکرم محمد عثمان علی صاحب بنگالی ولد مکرم عباس علی صاحب	حلقہ مسجد فضل
(۱۶۸) مکرم عبیدالرحمان صاحب فانی ولد مکرم حافظ عطاء الرحمان صاحب	چٹ گام (بنگلہ دیش)
(۱۶۹) مکرم نعمت اللہ خان صاحب ولد مکرم عنایت اللہ خان صاحب	
(۱۷۰) مکرم مطہر علی صاحب بنگالی ولد مکرم اکبر علی صاحب	مشرقی بنگال
(۱۷۱) مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی ولد مکرم بشیر الدین صاحب	مشرقی بنگال
(۱۷۲) مکرم عبدالسلام صاحب بنگالی ولد مکرم قالو جی صاحب	میمن سنگھ (مشرقی بنگال)
(۱۷۳) مکرم عبدالمطلب صاحب بنگالی ولد مکرم منشی دائم اللہ صاحب	میمن سنگھ (مشرقی بنگال)

مستقل خدام

نام	مقام
(۱۷۴) مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب ولد مکرم حیات خان صاحب	جہلم
(۱۷۵) مکرم صوبیدار عبدالغفور صاحب ولد مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب	مردان
(۱۷۶) مکرم صوبیدار برکت علی صاحب ولد مکرم محمد اسمٰعیل صاحب	گجرات
(۱۷۷) مکرم جمعدار راجہ صوبہ خان صاحب ولد مکرم راجہ غلام محمد صاحب ذیلدار	جہلم
(۱۷۸) مکرم صوبیدار اللہ یار خان صاحب ولد مکرم فتح محمد صاحب	سرگودھا
(۱۷۹) مکرم جمعدار محمد عبداللہ صاحب ولد مکرم چوہدری نور محمد صاحب	ملتان
(۱۸۰) مکرم جمعدار عبدالحمید صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب	سیالکوٹ
(۱۸۱) مکرم جمعدار مبشر احمد صاحب ولد مکرم ماسٹر حسین خان صاحب	قادیان
(۱۸۲) مکرم جمعدار ملک محمد رفیق صاحب ولد مکرم چوہدری علی بخش صاحب	سیالکوٹ
(۱۸۳) مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش ولد حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم دہلویؓ	قادیان
(۱۸۴) مکرم چوہدری محمود احمد عارف صاحب ولد مکرم حکیم شیر محمد خان صاحب	شیخوپورہ
(۱۸۵) مکرم عزیز احمد صاحب ولد مکرم منشی عبدالخالق صاحب	قادیان
(۱۸۶) مکرم جلال الدین صاحب ولد مکرم میاں شہاب الدین صاحب	گورداسپور
(۱۸۷) مکرم محمد بوٹا صاحب (محمد خضر صاحب) ولد مکرم چوہدری جھنڈے خان صاحب	سیالکوٹ
(۱۸۸) محمد شریف صاحب ولد مکرم میراں بخش صاحب	گجرات
(۱۸۹) مکرم غلام قادر صاحب ولد مکرم عبدالغفار صاحب	گجرات
(۱۹۰) مکرم بشیر احمد صاحب ولد مکرم نظام الدین صاحب	سیالکوٹ
(۱۹۱) مکرم محمد یوسف صاحب ولد مکرم محمد اسمٰعیل صاحب	گجرات
(۱۹۲) مکرم محمد عزیز صاحب ولد مکرم منصب خان صاحب	گجرات
(۱۹۳) مکرم بہادر خان صاحب ولد مکرم میاں شادی خان صاحب	سرگودھا
(۱۹۴) مکرم محمد یوسف صاحب ولد مکرم یعقوب خان صاحب	قادیان
(۱۹۵) مکرم خورشید احمد ضیاء صاحب ولد مکرم ثناء اللہ صاحب	سیالکوٹ
(۱۹۶) مکرم احمد خان صاحب ولد مکرم باز خان صاحب	گجرات
(۱۹۷) مکرم محمد موسیٰ صاحب ولد مکرم میاں عبداللہ صاحب	شیخوپورہ
(۱۹۸) مکرم مرزا محمد اسحاق صاحب ولد مکرم میاں محمد دین صاحب	گوجرانوالہ
(۱۹۹) مکرم فضل الٰہی گجراتی صاحب ولد مکرم میاں عبداللہ صاحب	گجرات
(۲۰۰) مکرم نواب دین صاحب ولد مکرم میاں خواج دین صاحب	قادیان
(۲۰۱) مکرم غلام احمد صوفی صاحب ولد مکرم سردار محمد خان صاحب	گورداسپور
(۲۰۲) مکرم منظور احمد صاحب ولد مکرم چوہدری نور محمد چیمہ صاحب	سیالکوٹ
(۲۰۳) مکرم شریف احمد ڈوگر صاحب ولد مکرم سردار خان صاحب	سیالکوٹ
(۲۰۴) مکرم محمد فاضل صاحب ولد مکرم شاہ محمد صاحب	گجرات
(۲۰۵) مکرم چوہدری سکندر خان صاحب ولد مکرم لال خان صاحب	گجرات
(۲۰۶) مکرم عطاء اللہ صاحب ولد مکرم میاں سلطان بخش صاحب	جہلم
(۲۰۷) مکرم رفیع الدین صاحب ولد مکرم میراں بخش صاحب کشمیری	گجرات
(۲۰۸) مکرم سلطان احمد صاحب ولد مکرم محمد بخش صاحب	گجرات
(۲۰۹) مکرم ضیاء الحق صاحب ولد مکرم ملک بہاء الحق صاحب	جہلم
(۲۱۰) مکرم مسیح اللہ صاحب ولد مکرم عبدالغفور صاحب	جہلم
(۲۱۱) مکرم محمد خان صاحب ولد مکرم کالے خان صاحب	گجرات
(۲۱۲) مکرم حوالدار محمد اشرف صاحب ولد مکرم رحمت خان صاحب	گجرات
(۲۱۳) مکرم مظفر احمد صاحب ولد مکرم عبدالمجید صاحب	لائلپور
(۲۱۴) مکرم امیر علی صاحب ولد مکرم عبدالمجید صاحب	سیالکوٹ
(۲۱۵) مکرم بشیر احمد مہار صاحب ولد مکرم حاجی خدا بخش صاحب	گجرات
(۲۱۶) مکرم مرزا محمد دین صاحب ولد مکرم مرزا غلام محمد صاحب	گجرات
(۲۱۷) مکرم فضل احمد صاحب ولد مکرم منشی احمد دین صاحب	گجرات
(۲۱۸) مکرم فتح محمد صاحب ولد مکرم قطب الدین صاحب	قادیان
(۲۱۹) مکرم حسن محمد صاحب ولد مکرم نور الدین صاحب	گجرات
(۲۲۰) مکرم عبدالقیوم صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب	گجرات
(۲۲۱) مکرم غلام محمد صاحب ولد مکرم رحیم بخش صاحب	گجرات
(۲۲۲) مکرم صلاح الدین صاحب ولد مکرم میاں فضل حق صاحب	ساہی وال
(۲۲۳) مکرم عبدالسلام صاحب ولد مکرم چوہدری عبدالحکیم صاحب	سیالکوٹ
(۲۲۴) مکرم عبدالغفور صاحب ولد مکرم مولوی رحمت صاحب	ساہی وال
(۲۲۵) مکرم نذیر احمد صاحب ولد مکرم خدا بخش صاحب	لائلپور
(۲۲۶) مکرم محمد خان صاحب ولد مکرم راجہ خان صاحب	گجرات
(۲۲۷) مکرم عبدالکریم صاحب ولد مکرم مولا بخش صاحب	امرتسر
(۲۲۸) مکرم بشیر احمد صاحب ولد مکرم مولا بخش صاحب	گجرات
(۲۲۹) مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ولد مکرم میاں جھنڈے خان صاحب	گورداسپور
(۲۳۰) مکرم محمد شفیع صاحب ولد مکرم عمر دین خان صاحب	گجرات
(۲۳۱) مکرم شاہ محمد صاحب ولد مکرم صاحبدا صاحب	گجرات
(۲۳۲) مکرم ولی محمد خان صاحب ولد مکرم شاہ محمد صاحب	گجرات
(۲۳۳) مکرم محمد بشیر صاحب ولد مکرم ملک محمد ابراہیم صاحب	گجرات
(۲۳۴) مکرم ظہور احمد ناصر صاحب ولد مکرم محمد مراد صاحب	گوجرانوالہ
(۲۳۵) مکرم مرزا بشیر احمد صاحب ولد مکرم مرزا بہادر بیگ صاحب	گجرات
(۲۳۶) مکرم ظہور احمد صاحب ولد مکرم فتح الدین صاحب	گجرات
(۲۳۷) مکرم بشیر احمد حافظ آبادی صاحب ولد مکرم میاں محمد مراد صاحب	گوجرانوالہ
(۲۳۸) مکرم میراں بخش صاحب ولد مکرم مولا داد صاحب	گجرات
(۲۳۹) مکرم محمد رمضان صاحب ولد مکرم عمر بخش صاحب	گجرات
(۲۴۰) مکرم عبدالحمید صاحب ولد مکرم الٰہی بخش صاحب	شیخوپورہ

(۲۴۱) مکرم صدیق خان صاحب ولد مکرم چراغ دین صاحب — لائلپور
(۲۴۲) مکرم ذکریا خان صاحب ولد مکرم محمد صدیق صاحب — سرگودھا
(۲۴۳) مکرم نذیر احمد بجہ صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب — سرگودھا
(۲۴۴) مکرم محمود احمد صاحب ولد مکرم غلام محمد صاحب — سرگودھا
(۲۴۵) مکرم حوالدار محمد نواز گورایا صاحب ولد مکرم مہر دین صاحب — گوجرانوالہ
(۲۴۶) مکرم مرزا غالب بیگ صاحب ولد مکرم مرزا محمد اکرم صاحب — لاہور چھاؤنی
(۲۴۷) مکرم عطاء اللہ گجراتی صاحب ولد مکرم اللہ دتا صاحب — گجرات
(۲۴۸) مکرم غلام رسول صاحب ولد مکرم چوہدری شاہ محمد صاحب — شیخوپورہ
(۲۴۹) مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد مکرم عبدالرحمٰن صاحب — سیالکوٹ
(۲۵۰) مکرم ملک نذیر احمد صاحب ولد مکرم ملک مشتاق احمد صاحب — پشاور

بیرونی خدام

(۲۵۱) مکرم چوہدری سعید احمد صاحب ولد مکرم چوہدری فیض احمد صاحب — سیالکوٹ
(۲۵۲) مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب ولد مکرم چوہدری محمد حیات صاحب — گجرات
(۲۵۳) مکرم چوہدری محمد صادق صاحب ولد مکرم محمد ابراہیم صاحب — گوجرانوالہ
(۲۵۴) مکرم بشارت خان صاحب ولد مکرم منشی سلطان عالم صاحب — گجرات
(۲۵۵) مکرم میر رفیع صاحب ولد مکرم ڈاکٹر برکت اللہ صاحب — گجرات
(۲۵۶) مکرم مرزا محمد صادق صاحب ولد مکرم مرزا امام الدین صاحب — کوئٹہ
(۲۵۷) مکرم ملک سلطان احمد صاحب ولد مکرم ملک خان محمد صاحب — اٹک
(۲۵۸) مکرم شیخ عبدالحق صاحب ولد مکرم شیخ میراں بخش صاحب — گجرات
(۲۵۹) مکرم میاں غلام رسول صاحب ولد مکرم میاں نبی بخش صاحب — سندھ
(۲۶۰) مکرم چوہدری روشن الدین صاحب ولد مکرم چوہدری اللہ دتا صاحب — سیالکوٹ
(۲۶۱) مکرم غلام محمد صاحب ولد مکرم عبداللہ خان صاحب — بہاولپور
(۲۶۲) مکرم محمد شفیع صاحب ولد مکرم فضل دین صاحب — بہاولپور
(۲۶۳) مکرم محمد اسلم صاحب ولد مکرم پیر محمد صاحب — بہاولپور
(۲۶۴) مکرم وڈیرا عبدالرحمٰن صاحب ولد مکرم وڈیرا رمضان خان صاحب — سندھ
(۲۶۵) مکرم چوہدری غلام محمد صاحب ولد مکرم چوہدری فتح علی صاحب — گجرات
(۲۶۶) مکرم چوہدری محمد حسین صاحب ولد مکرم چوہدری غلام حسین صاحب — شیخوپورہ
(۲۶۷) مکرم میاں محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم میاں علم دین صاحب — گجرات
(۲۶۸) مکرم چوہدری علی محمد صاحب ولد مکرم چوہدری اکبر علی صاحب — گجرات
(۲۶۹) مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ولد مکرم میاں فضل کریم صاحب — کیمپ ماڑی پور
(۲۷۰) مکرم یونس احمد اسلم صاحب ولد مکرم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم — کراچی
(۲۷۱) مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ولد مکرم چوہدری حیات احمد صاحب — سیالکوٹ
(۲۷۲) مکرم پی۔ محمد صاحب ولد مکرم عبداللہ مالاباری صاحب — مالابار
(۲۷۳) مکرم زین العابدین صاحب ولد مکرم عبدالقادر صاحب — مالابار
(۲۷۴) مکرم خان عبدالرحمان صاحب ولد مکرم خان عبداللہ صاحب — کوئٹہ
(۲۷۵) مکرم میاں غلام رسول صاحب ولد مکرم میاں احمد الدین صاحب — گوجرانوالہ
(۲۷۶) چوہدری نبی احمد صاحب ولد مکرم چوہدری غلام احمد صاحب — سندھ
(۲۷۷) مکرم چوہدری علم دین صاحب ولد مکرم امام بخش صاحب — سندھ
(۲۷۸) مکرم غلام رسول صاحب ولد مکرم سردار خان صاحب — بہاولپور
(۲۷۹) مکرم ٹیلر ماسٹر عبدالحق ناصر صاحب ولد مکرم ماسٹر عبدالمجید ٹیلر صاحب — گوجرانوالہ
(۲۸۰) مکرم عبدالرحیم صاحب ولد مکرم الٰہی بخش صاحب — سندھ
(۲۸۱) مکرم میاں سلطان احمد صاحب ولد مکرم میاں محمد دین صاحب — شیخوپورہ
(۲۸۲) مکرم محمد امین صاحب ولد مکرم مبارک احمد کرشن صاحب — شیخوپورہ
(۲۸۳) مکرم چوہدری شاہ صاحب ولد مکرم چوہدری فتح محمد صاحب — بہاولپور
(۲۸۴) مکرم چوہدری منظور صاحب ولد مکرم چوہدری غلام قادر صاحب — بہاولپور
(۲۸۵) مکرم چوہدری محمد احمد صاحب ولد مکرم چوہدری فضل احمد صاحب — گجرات
(۲۸۶) مکرم مولوی محمد ایوب شمس صاحب ولد مکرم مولوی غلام محی الدین صاحب — جہلم
(۲۸۷) مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب ولد مکرم چوہدری خدا بخش صاحب — سندھ
(۲۸۸) مکرم ملک بشیر احمد صاحب ولد مکرم ملک عبدالکریم صاحب — گوجرانوالہ
(۲۸۹) مکرم کریم بخش ڈار صاحب ولد مکرم محمد عبداللہ صاحب — کوئٹہ
(۲۹۰) مکرم چوہدری منور علی صاحب ولد مکرم چوہدری شیر علی صاحب — کوئٹہ
(۲۹۱) مکرم میاں احمد دین صاحب ولد مکرم میاں علم دین صاحب — گجرات
(۲۹۲) مکرم مستری روشن الدین صاحب ولد مکرم مستری حسن دین صاحب — سیالکوٹ
(۲۹۳) مکرم ملک غلام محمد صاحب ولد مکرم ملک بڈھے خان صاحب — گوجرانوالہ
(۲۹۴) مکرم میاں اللہ رکھا صاحب ولد مکرم میاں اروڑا صاحب — سیالکوٹ
(۲۹۵) مکرم مستری محمد احمد صاحب ولد مکرم مستری محمد اسماعیل صاحب — لاہور
(۲۹۶) مکرم محمد خان صاحب ولد مکرم احمد خان صاحب — سندھ
(۲۹۷) مکرم گہنہ خاں صاحب ولد مکرم علی بخش صاحب — سندھ
(۲۹۸) مکرم رائے سردار صاحب ولد مکرم رائے غلام قادر صاحب — لائلپور
(۲۹۹) مکرم ماسٹر عبدالحئی صاحب ٹیلر ولد مکرم بابو عطا محمد صاحب — گجرات
(۳۰۰) مکرم چوہدری نبی احمد صاحب ولد مکرم چوہدری حاکم دین صاحب — گجرات
(۳۰۱) میاں نذیر احمد صاحب ولد مکرم میاں اللہ دتا صاحب — گوجرانوالہ
(۳۰۲) مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب ولد مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب — گجرات
(۳۰۳) مکرم میاں جلال الدین صاحب ولد مکرم میاں تاج الدین صاحب — گجرات
(۳۰۴) مکرم مستری منظور احمد صاحب ولد مکرم مستری نظام الدین صاحب — سیالکوٹ
(۳۰۵) مکرم عبدالکریم صاحب ولد مکرم چوہدری نبی بخش صاحب — گوجرانوالہ
(۳۰۶) مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد مکرم چوہدری نبی بخش صاحب — سندھ
(۳۰۷) مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب ولد مکرم چوہدری رستم صاحب — گورداسپور
(۳۰۸) مکرم چوہدری غلام رسول صاحب ولد مکرم چوہدری محمد الدین صاحب — لائلپور
(۳۰۹) مکرم چوہدری بشیر صاحب ولد مکرم چوہدری غلام احمد صاحب — سیالکوٹ
(۳۱۰) مکرم چوہدری خدا بخش صاحب ولد مکرم چوہدری محمد علی صاحب — سندھ
(۳۱۱) مکرم شریف احمد خان صاحب ولد مکرم میاں غلام محمد صاحب — شیخوپورہ
(۳۱۲) مکرم غلام حسین صاحب ولد مکرم ملک فتح صاحب — لاہور
(۳۱۳) مکرم شیخ سراج الدین صاحب ولد مکرم شیخ چراغ الدین صاحب — شیخوپورہ
(۳۱۴) مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ولد مکرم چوہدری غلام محمد صاحب — سندھ
(۳۱۵) مکرم چوہدری محمد شریف صاحب ولد مکرم چوہدری حسن خان صاحب — شیخوپورہ
(۳۱۶) مکرم چوہدری مبارک علی صاحب ولد مکرم چوہدری بانے خان صاحب — گورداسپور

ابتداء میں دو ماہ کیلئے درویشان کا قیام قادیان میں مقصود تھا اور ان کے بدلہ میں پھر نئے احباب نے آنا تھا اس طریق پر تین قافلے آئے جن میں آنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا قافلہ

پہلا قافلہ ۶ رجنوری ۱۹۴۸ء کو قادیان پہنچا جس میں درج ذیل عشاق احمدیت شامل تھے:

(۳۱۷) مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ولد مکرم مہر دین صاحب — دسوہ ضلع لائلپور
(۳۱۸) مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ولد مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بقاپوری — بقاپور ضلع گوجرانوالہ
(۳۱۹) مکرم بشارت احمد صاحب ولد مکرم خوشی محمد صاحب — قادیان
(۳۲۰) مکرم محمد ابراہیم صاحب خادم ولد مکرم مہتاب دین صاحب — قادیان
(۳۲۱) مکرم ماسٹر محمد یٰسین صاحب ولد مکرم علم دین صاحب — کوئٹہ

(۳۲۲) مکرم صوفی خدا بخش صاحب ولد مکرم گوہر خان صاحب	زیرہ
(۳۲۳) مکرم میر محمد اکبر صاحب ولد مکرم میر محمد بخش صاحب وکیل	گوجرانوالہ
(۳۲۴) مکرم حافظ نور الٰہی صاحب ولد مکرم محمد عارف صاحب	کورٹ مومن ضلع سرگودھا
(۳۲۵) مکرم عبد الکریم صاحب حجام ولد مکرم اللہ دتا صاحب	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ
(۳۲۶) مکرم منظور احمد صاحب گھنوکے ولد مکرم ماسٹر یعقوب علی صاحب	گھنوکے ضلع ججا سیالکوٹ

دوسرا قافلہ

۵ امان ۱۳۲۷ ہجری شمسی بمطابق 5 مارچ 1948ء کو آپ چودہ احباب کے ساتھ درویشی زندگی کے لئے قادیان تشریف لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۲ صفحہ ۷۲)

بقیہ 14 احباب کے نام کتاب ’’دورِ درویشی اور درویش‘‘ مرتبہ مولانا برہان احمد ظفر صاحب صفحہ 164-163 پر درج ہیں۔

(۳۲۷) صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ولد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ	
(۳۲۸) مکرم مولوی عبد الوہاب صاحب عمر ولد حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ	قادیان
(۳۲۹) مکرم قریشی افتخار احمد اشرف صاحب ولد مکرم ماسٹر محمد علی صاحب اظہر	قادیان
(۳۳۰) مکرم بابا اللہ دتا صاحب ولد مکرم ماہیا صاحب	قادیان
(۳۳۱) مکرم مستری جان محمد صاحب ولد مکرم حسن بخش صاحب	قادیان
(۳۳۲) مکرم عبد الاحد خان صاحب ولد مکرم محمد عبد اللہ صاحب	قادیان
(۳۳۳) مکرم بابا محمد الدین صاحب ولد مکرم بھولا صاحب	قادیان
(۳۳۴) مکرم حاجی ممتاز علی صاحب (صحابی) ولد حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر	قادیان
(۳۳۵) مکرم فتح محمد صاحب نانبائی ولد مکرم محمد عبد اللہ صاحب	قادیان
(۳۳۶) مکرم بابا نور احمد صاحب ولد مکرم عمر الدین صاحب	قادیان
(۳۳۷) مکرم تمیم صاحب سیلونی ولد مکرم محی الدین صاحب	سیلون
(۳۳۸) مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب ولد مکرم ملک عبد الرحمن صاحب	نوشہرہ ککے زئیاں ضلع سیالکوٹ
(۳۳۹) مکرم ملک محمد یوسف صاحب ولد مکرم ملک علی محمد صاحب	رتوچھ ضلع جہلم
(۳۴۰) مکرم ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ولد مکرم نظام الدین صاحب	راج گڑھ لاہور
(۳۴۱) مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب ولد مکرم چوہدری سردار خان صاحب	مونگی چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

تیسرا قافلہ

مئی 1948ء کو 35 عشاق احمدیت کو قادیان آنے اور درویشی اختیار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مبارک قافلہ میں 12 صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف لائے۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 80)

۳۴۲- حضرت منشی محمد دین صاحب واصلباقی ولد مکرم نور الدین صاحب	کھاریاں ضلع گجرات
۳۴۳- حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ صحابی ولد مکرم جھنڈا سنگھ صاحب	قادیان
۳۴۴- حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ صحابی ولد مکرم مہتہ گوراں دتا صاحب	قادیان
۳۴۵- مکرم بابا شیر محمد صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم دتا خان صاحب	قادیان
۳۴۶- مکرم بابا سلطان احمد صاحبؓ صحابی ولد مکرم نور علی صاحب	قادیان
۳۴۷- مکرم ملک خیر دین صاحب ولد مکرم کریم دین صاحب	قادیان
۳۴۸- مکرم چوہدری حسن دین صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم فضل دین صاحب	قادیان
۳۴۹- مکرم چوہدری فیض احمد صاحب ولد مکرم غلام غوث صاحب	قادیان
۳۵۰- مکرم مرزا محمود احمد بیگ صاحب ولد مکرم مرزا کریم بیگ صاحب	قادیان
۳۵۱- مکرم نور محمد صاحب ماشکی ولد مکرم اللہ دتا صاحب	قادیان
۳۵۲- مکرم صدیق احمد صاحب ولد مکرم نور محمد ماشکی صاحب	قادیان
۳۵۳- مکرم محمد ابراہیم صاحب غالبؔ ولد مکرم دلاور علی صاحب	قادیان
۳۵۴- مکرم نور محمد صاحب پونچھی ولد مکرم فضل احمد پونچھی صاحب	قادیان
۳۵۵- مکرم ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم بھولا صاحب	قادیان
۳۵۶- مکرم حافظ عبد العزیز صاحب ولد مکرم محمد بخش صاحب	قادیان
۳۵۷- حضرت حاجی محمد الدین صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم نور احمد صاحب	تہال ضلع گجرات
۳۵۸- مکرم بابا صدر الدین صاحب ولد مکرم فضل داد صاحب	ککرالی ضلع گجرات
۳۵۹- مکرم چوہدری جان محمد صاحب ولد مکرم چوہدری شاہ محمد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
۳۶۰- مکرم چوہدری فضل احمد صاحب ولد مکرم چوہدری میر داد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
۳۶۱- مکرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب ولد مکرم علی گوہر صاحب	لائل پور
۳۶۲- مکرم چوہدری شکر دین صاحب ولد مکرم نواب دین صاحب	بن باجوہ ضلع سیالکوٹ
۳۶۳- مکرم بابا غلام محمد صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم فوجدار صاحب	مانگا ضلع سیالکوٹ
۳۶۴- مکرم چوہدری عطا محمد صاحب ولد مکرم جمعیت خان صاحب	ضلع لائل پور چک نمبر ۲۹۰
۳۶۵- مکرم قاضی فضل محمد صاحب ولد مکرم چوہدری موج دین صاحب	کپورتھلہ
۳۶۶- مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب ولد مکرم تاج محمود صاحب	چنیوٹ ضلع جھنگ
۳۶۷- مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب ولد مکرم سمندر دین صاحب	ساماں ضلع لائل پور
۳۶۸- مکرم حافظ صدر الدین صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم محمد الدین صاحب	قادر آباد ضلع سیالکوٹ
۳۶۹- مکرم بابا اللہ دتا صاحب ولد مکرم شاہ باز خان صاحب	دوالمیال ضلع جہلم
۳۷۰- مکرم بابا کرم الٰہی صاحبؓ (صحابی) ولد مکرم عیدا صاحب	شاہ کے ضلع شیخوپورہ
۳۷۱- مکرم خواجہ ضیاء الحق صاحب ولد مکرم عبد الحق صاحب	گوجرہ ضلع لائل پور
۳۷۲- مکرم عبد اللہ خان صاحب ولد مکرم فتح محمد صاحب	بھڈال ضلع سیالکوٹ
۳۷۳- مکرم سید محمد شریف شاہ صاحب ولد مکرم سید حسین شاہ صاحب	سیالکوٹ
۳۷۴- مکرم مولوی الٰہ دین صاحب ولد مکرم احمد دین صاحب	شاہدرہ لاہور
۳۷۵- مکرم محمد احمد صاحب نسیم ولد مکرم ٹی۔ حسین کٹی صاحب	مالابار

حین حیات درویشان قادیان

اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے۔ آمین

(۱) مکرم مولانا محمد یوسف صاحب
(۲) مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب لائلپوری
(۳) مکرم عبد الحمید مومن صاحب
(۴) مکرم طیب علی بنگالی صاحب
(۵) مکرم بشیر احمد کالا افغاناں صاحب
(۶) مکرم حکیم محمد ایوب بٹ صاحب
(۷) مکرم محمود احمد مبشر صاحب
(۸) مکرم منظور احمد چیمہ صاحب
(۹) مکرم حاجی مستری منظور احمد صاحب
(۱۰) مکرم غلام قادر صاحب
(۱۱) مکرم ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب
(۱۲) مکرم محمد موسیٰ صاحب
(۱۳) مکرم مرزا محمد اقبال صاحب
(۱۴) مکرم خواجہ احمد حسین صاحب
(۱۵) مکرم مولوی عبد القادر دانش دہلوی صاحب
(۱۶) مکرم شیخ عبد القدیر صاحب
(۱۷) مکرم چوہدری مبارک علی صاحب
(۱۸) مکرم چوہدری عمر دین صاحب

☆☆☆

ارشاد حضرت مصلح موعودؓ

''تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب واحترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔''

(پیغام برموقع جلسہ سالانہ قادیان 1947ء)

آپ کے دور میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''داغ ہجرت'' پورا ہوا۔ اور آپ نے باذن الٰہی قادیان سے ہجرت فرما کر ربوہ کے عظیم الشان مرکز کا قیام فرمایا۔

شبیہ مبارک سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

درویش صحابہ کرامؓ

حضرت مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ

حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ

حضرت بابا صدرالدین صاحبؓ

حضرت حاجی محمد الدین تہالوی صاحبؓ

حضرت بابا سلطان احمد صاحبؓ

حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوریؓ

حضرت میاں عبداللہ افغان صاحبؓ

حضرت بابا بھاگ صاحب امرتسریؓ

حضرت چودھری حسن دین صاحبؓ

حضرت حافظ صدرالدین صاحبؓ

حضرت ڈاکٹر عطرالدین صاحبؓ

حضرت بابا غلام محمد سیالکوٹی صاحبؓ

حضرت بھائی الہ دین صاحبؓ

درویشانِ قادیان

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب

مکرم ملک صلاح الدین صاحب

مکرم محمد حفیظ بقاپوری صاحب
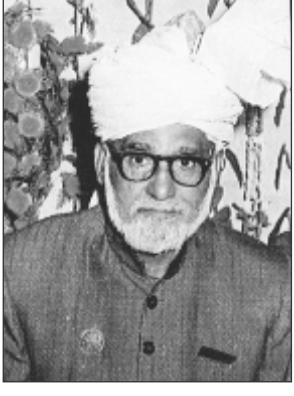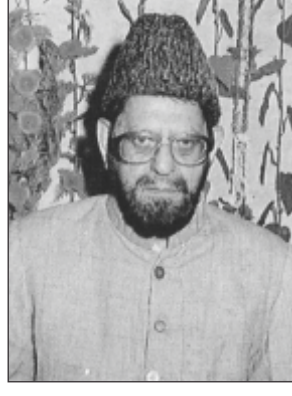
مکرم شریف احمد امینی صاحب

مکرم عبدالحمید عاجز صاحب

مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب

مکرم چودھری سعید احمد صاحب
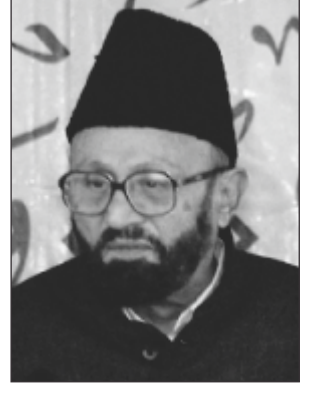
مکرم محمد ابراہیم قادیانی صاحب

مکرم برکات احمد راجیکی صاحب

مکرم محمد عمر علی صاحب
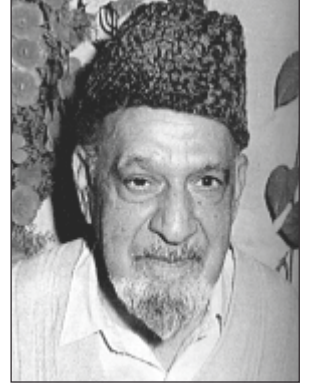
مکرم چودھری فیض احمد گجراتی صاحب
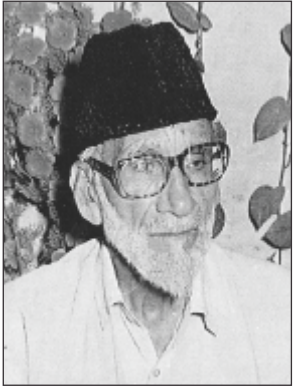
مکرم چودھری محمود احمد عارف صاحب
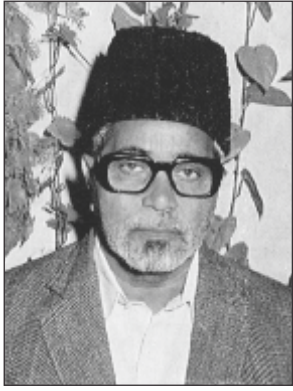
مکرم چودھری حکیم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب

مکرم برکت علی انعام صاحب

مکرم قریشی سعید احمد صاحب

مکرم فضل الٰہی خان صاحب

مکرم نذیر احمد ننگلی صاحب

مکرم محمد خضر باجوہ صاحب
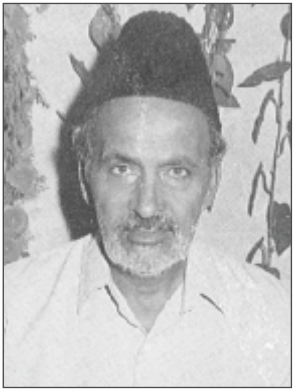
مکرم چودھری بشیر احمد گھٹیالیاں صاحب

مکرم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب

مکرم محمد سلیمان دہلوی صاحب
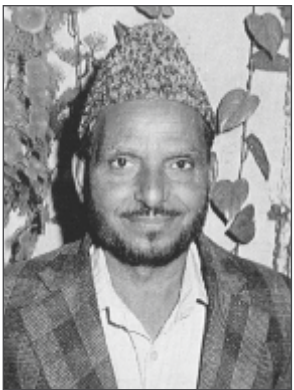
مکرم چودھری غلام حسین صاحب
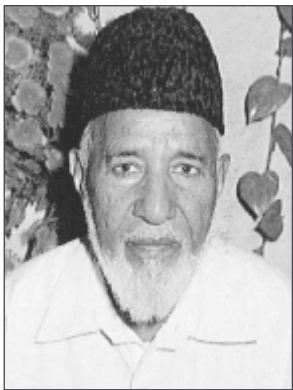
مکرم غلام ربّانی صاحب

مکرم مستری دین محمد ننگلی صاحب

درویشان قادیان

مکرم عزیز احمد منصوری صاحب

مکرم بشیر احمد حافظ آبادی صاحب
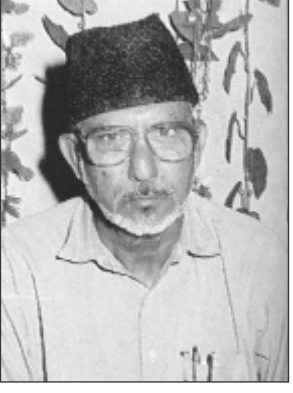
مکرم ممتاز احمد ہاشمی صاحب
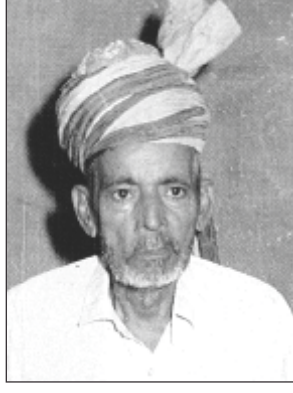
مکرم محمد صادق عارف صاحب

مکرم چودھری عبدالسلام صاحب

مکرم چودھری منظور احمد چیمہ صاحب
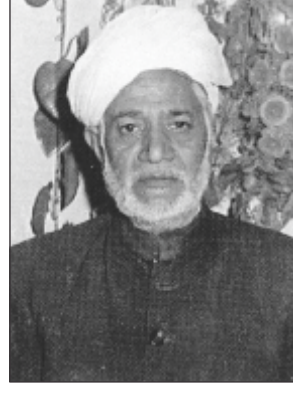
مکرم خواجہ عبدالستار صاحب

مکرم مرزا محمود صاحب
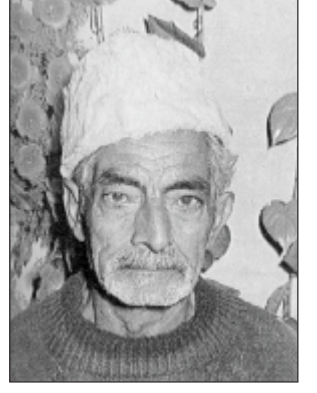
مکرم چودھری محمد احمد صاحب
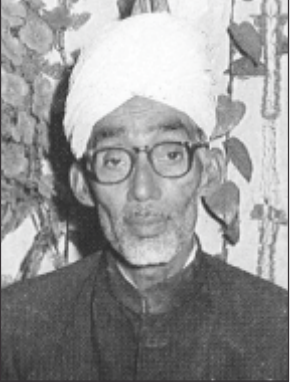
مکرم نذیر احمد صاحب

مکرم بشیر احمد شاد صاحب

مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب
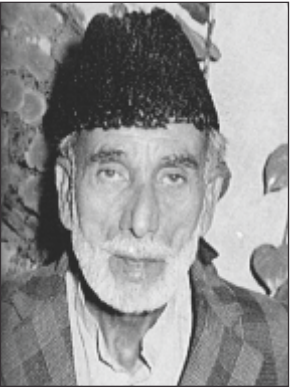
مکرم مولوی عبدالواحد صاحب

مکرم خواجہ دین محمد صاحب

مکرم محمد یوسف گجراتی صاحب

مکرم ظہور احمد گجراتی صاحب

مکرم عبدالکریم صاحب

مکرم صوفی غلام احمد صاحب

مکرم گیانی عبداللطیف صاحب
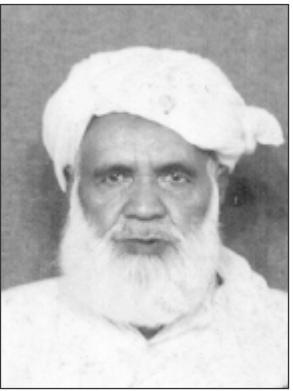
مکرم عبدالاحد خان صاحب

مکرم چودھری ولی محمد گجراتی صاحب

مکرم سائیں عبدالرحمان صاحب

مکرم شریف احمد شیخوپوری صاحب
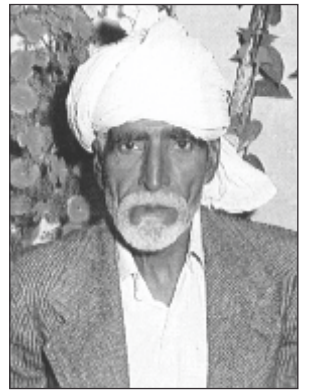
مکرم گیانی بشیر احمد صاحب
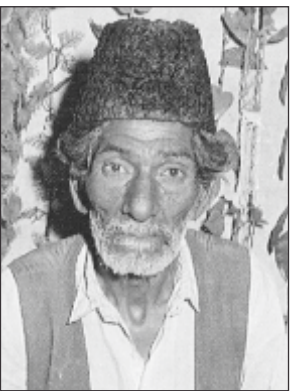
مکرم قمرالدین دہلوی صاحب

درویشان قادیان

مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب
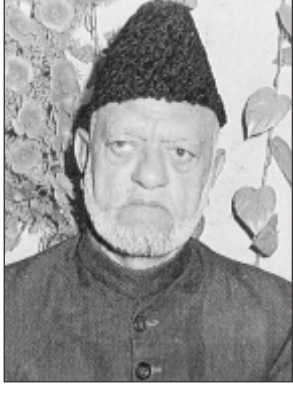
مکرم بشیر احمد بانگروی صاحب

مکرم چودھری غلام نبی صاجب

مکرم منظور احمد گھنوکے صاحب

مکرم عطاء اللہ خان صاحب

مکرم محمد احمد کالا افغاناں صاحب
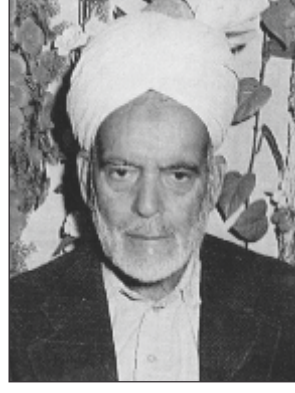
مکرم چودھری بشیر احمد صاحب مہار

مکرم بشیر احمد خادم صاحب
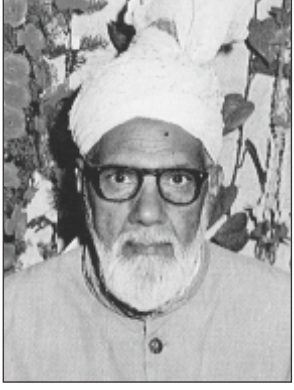
مکرم فیض احمد صاحب

مکرم عبدالحق فضل صاحب
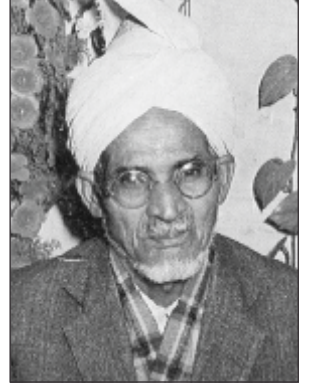
مکرم عبید الرحمٰن فانی صاحب
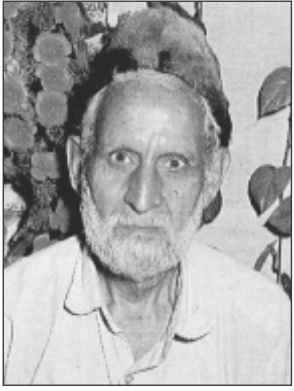
مکرم عبدالمطلب صاحب

مکرم محمد ابراہیم غالب صاحب

مکرم محمد شریف گجراتی صاحب

مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب

مکرم حافظ الہ دین صاحب

مکرم امیر احمد صاحب

مکرم عبدالرحیم سندھی صاحب

مکرم محمد دین بدر صاحب
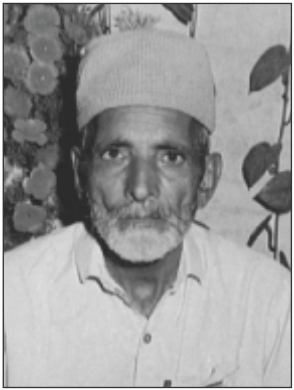
مکرم محمد شریف احمد ڈوگر صاحب

مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب
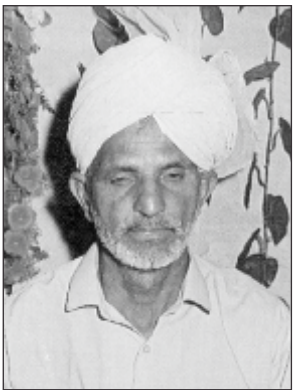
مکرم عبدالغفور صاحب

مکرم محمد اسماعیل ننگلی صاحب

مکرم چودھری محمد عبداللہ صاحب

مکرم چودھری محمد صادق ننگلی صاحب

درویشان قادیان

مکرم محمد شفیع صاحب

مکرم محمد اسماعیل صاحب

مکرم بہادر خان صاحب

مکرم نذیر احمد پشاوری صاحب
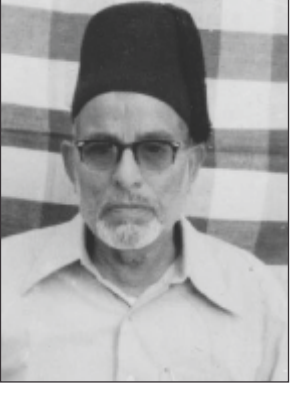
مکرم مستری محمد حسین صاحب

مکرم مستری محمد الدین صاحب

مکرم عزیز احمد گجراتی صاحب

مکرم چودھری عبدالقدیر صاحب

مکرم قاضی عبدالحمید صاحب

مکرم قریشی فضل حق صاحب

مکرم مرزا محمد اسحاق صاحب

مکرم ملک بشیر احمد صاحب

مکرم چودھری سکندر خان صاحب
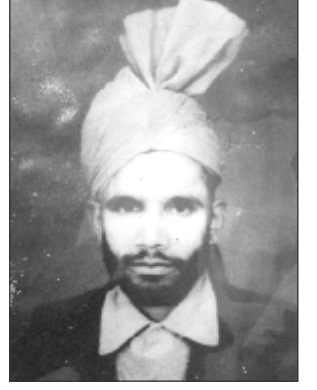
مکرم مرزا منوّر احمد صاحب
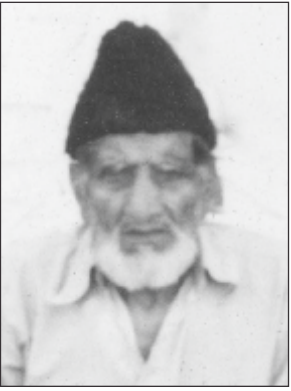
مکرم فضل الرحمٰن صاحب

مکرم سید منظور احمد عامل صاحب

مکرم بشیر احمد سندھی صاحب
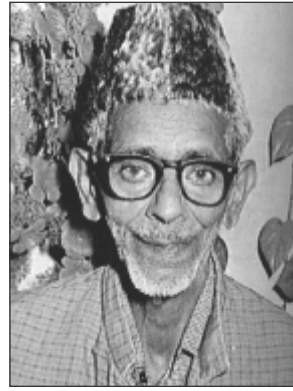
مکرم مرزا محمد زمان صاحب
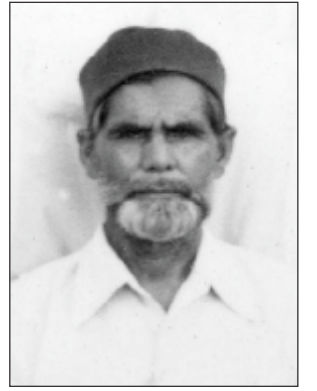
مکرم میاں عبدالعظیم صاحب
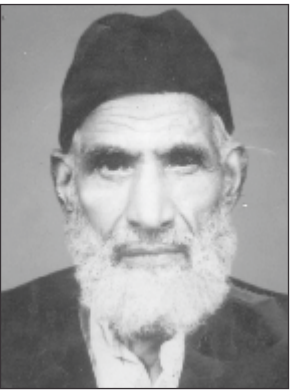
مکرم صوفی علی محمد صاحب

مکرم عبدالرشید نیاز صاحب

مکرم محمد یوسف زیروی بھکشو صاحب
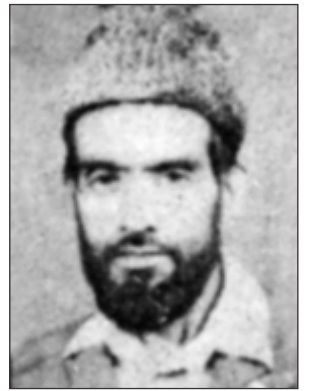
مکرم فتح محمد گجراتی صاحب

مکرم محمد عبداللہ صاحب
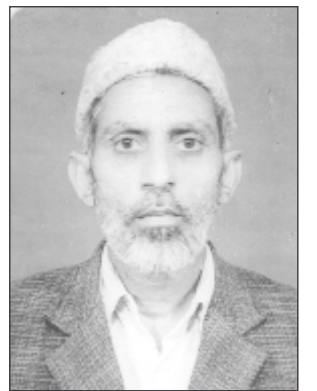
مکرم حافظ عبدالعزیز صاحب

درویشان قادیان

مکرم باباخدابخش صاحب

مکرم عبدالرحیم دیانت صاحب

مکرم فتح محمد صاحب گجراتی

مکرم میاں سراج الدین صاحب

مکرم مستری عبدالغفور صاحب

مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب

مکرم بابانور احمد صاحب

مکرم محمد اسماعیل گجراتی صاحب

مکرم حاجی خدابخش صاحب

مکرم مرزا عبداللطیف صاحب

مکرم کیپٹن بشیر احمد صاحب

مکرم ابوالوفاء صاحب

مکرم پی سعید صاحب

مکرم میر رفیع صاحب

مکرم عبدالقادر خان صاحب

مکرم چودھری عبدالحق صاحب

مکرم محمد احمد نسیم صاحب

مکرم محمد فخرالدین مالاباری صاحب

مکرم یونس احمد اسلم صاحب

مکرم چودھری محمد عبداللہ لائلپوری صاحب

مکرم بابا محمد الدین صاحب

مکرم قریشی عبدالقادر اعوان صاحب

مکرم میاں سلطان احمد صاحب کھاریاں

مکرم عبدالرحیم افغان صاحب

مکرم سید محمد شریف صاحب

درویشان قادیان

مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب

مکرم باباجلال الدین صاحب

مکرم چودھری عبدالحمید آڑھتی صاحب

مکرم نواب خان صاحب

مکرم عبدالکریم خالد صاحب

مکرم عبدالحمید بانگا صاحب

مکرم محموداحمد صاحب

مکرم عبدالغفور صاحب

مکرم محمد رمضان صاحب

مکرم عبدالقدیر صاحب

مکرم مجید احمد صادق صاحب

مکرم میر غلام رسول صاحب

مکرم چودھری محمد طفیل صاحب

مکرم حکیم نعمت اللہ صاحب
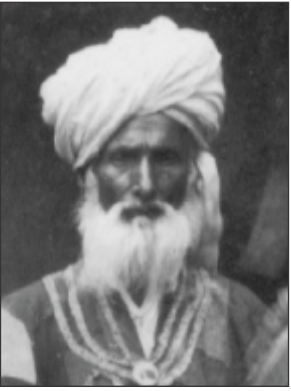
مکرم بابا بھاگ صاحب

مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب

مکرم باباجان محمد سیالکوٹی صاحب

مکرم شریف خان صاحب

مکرم نذیر احمد لائلپوری صاحب

مکرم چوہدری حسن دین صاحب

مکرم شریف احمد صاحب

مکرم صادق ناقد صاحب

مکرم فضل الٰہی گجراتی صاحب

مکرم غلام رسول صاحب

مکرم میاں مجید احمد صاحب

حین حیات درویشان قادیان

اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے۔آمین

مکرم عبدالحمید مومن صاحب

مکرم حاجی مستری منظور احمد صاحب

مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب

مکرم محمد موسیٰ صاحب

مکرم ملک بشیر احمد صاحب

مکرم غلام قادر صاحب

مکرم چودھری محمود احمد مبشر صاحب

مکرم مرزا محمد اقبال صاحب

مکرم خواجہ احمد حسین صاحب

مکرم عبدالقادر دانش دہلوی صاحب

مکرم محمد ایوب بٹ صاحب

مکرم شیخ عبدالقدیر صاحب

مکرم بشیر احمد کالا افغاناں صاحب

مکرم چودھری مبارک علی صاحب

مکرم محمد یوسف صاحب

مکرم چودھری عمر دین صاحب

مکرم طیب علی صاحب

مکرم منظور احمد چیمہ صاحب

☆جس قدر تصاویر دستیاب ہو سکیں وہ شامل اشاعت ہیں۔قارئین سے درخواست ہے کہ اگر آپ کے پاس بقیہ درویشان میں سے کسی کی تصویر ہے تو ادارہ کو ارسال کریں جزاکم اللہ۔(ادارہ)

زمانۂ درویشی کے ابتدائی حالات

محترم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب درویش

مندرجہ ذیل مضمون مکرم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب درویش کی غیر مطبوعہ ڈائری سے لیا گیا ہے۔ ڈائری کے اس اقتباس سے دَور درویشی کے ابتدائی حالات پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین کی سہولت و افادیت کے پیش نظر اس میں جگہ جگہ ضمنی سرخیاں لگائی گئی ہیں۔ مدیر

''..........16 نومبر 1947ء کی صبح وہ فیصلہ کن صبح تھی کہ اس میں قادیان سے ہجرت کر کے جانے والوں کا آخری قافلہ روانہ ہو رہا تھا اور قافلہ کی روانگی کے بعد سوا تین سو افراد اپنے سروں کا نذرانہ لئے اس مقدس بستی کی آبادی کی خاطر رہ پڑنے والے تھے۔ صبح جب روانگی کا وقت ہوا تو احمدیہ ایریا میں پہرہ پر متعین افراد کے علاوہ سب درویشان اور جانے والے سب مہاجرین پولیس گارڈ اور ملٹری کو وہاں موجود ہونا ہی تھا قادیان کے پرانے غیر مسلم افراد خود اور انکے زیر اثر مخالف افراد بھی وہاں آموجود ہوئے تھے۔ تا کہ کوئی نہ کوئی نقص تلاش کر کے روانگی میں رکاوٹ پیدا کر کے احمدیوں کو تکلیف دینے کا آخری موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ جب سب روانہ ہونے والے افراد سوار ہو گئے اور دعا شروع ہوئی تو میاں مولا بخش صاحب باورچی نے یہ شعر پڑھا۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

یہ شعر سننا تھا کہ دعا میں ایک رقت اور سوز پیدا ہو گیا اور افراد کی چیخیں نکل گئیں پُر سوز لمبی دُعا کے بعد قافلہ روانہ ہو گیا اور درویشان مخالف افراد کی قہر آلود نظروں کے سایہ میں اپنے ایریا کی طرف روانہ ہو پڑے۔ یہ افراد جو اپنے محبوب کے دیار میں موت کو خوش آمدید کہنے کا عزم لیکر رہ پڑے تھے بھلا مخالف نگاہوں کی کیا پرواہ رکھتے ان مخالفین کو معلوم نہیں کہ یہ مقام کیا ہے۔

یہ بارگاہ محبت ہے خانقاہ نہیں
یہاں یہ پھول نہیں سر چڑھائے جاتے ہیں

جو شخص موت کو اپنے لئے پسند کر لے بھلا اسکو دنیا کی کسی آفت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان سے تو موت خود خوف کھانے لگتی ہے۔ یہی ایام تھے کہ جن میں عبادات میں جو مزہ پایا اس سے قبل نہیں پایا تھا خداوند تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان افراد کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور مخالفین کے دلوں میں ایک رُعب ڈال دیا اور وہ ایسے خوف زدہ ہوئے کہ مہینوں تک غروب آفتاب کے بعد کوئی فرد بشر ہمارے ایریا سے گزرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ رات کو روز مغرب سے فجر تک کرفیو نافذ ہوتا تھا اور یہ آخر مارچ 1948ء تک جاری رہا۔ ان ایام میں نماز عشاء اور فجر بارہ مقامات پر ہوتی تھی سرکل معین کئے گئے تھے۔ اتنے مقامات پر اذان بھی ہوتی تھی اور اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ ایریا میں سب خیریت ہے۔ ایریا کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے جن کے مکانات باہمی ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے تھے دیواروں میں سوراخ کر کے ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیئے گئے تھے کہ اگر کسی مقام پر رات کو کرفیو کے دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو تو گلی اور بازاروں میں جائے بغیر وہاں مدد پہنچائی جا سکے۔ 1948ء کے وسط تک یہ انتظام جاری رہا۔ پھر حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اسکو ترک کر دیا گیا۔

تین اہم کام:-

16 نومبر 1947ء سے آخر اپریل 1948ء تک تین اہم کام درویشان نے انجام دیئے۔ جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

1947.1ء کے شروع میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر قادیان کے گرداگرد ایک کچی حفاظتی دیوار بنانا شروع کی گئی تھی جو جون کے آخر تک بنتی رہی۔ جولائی شروع ہوتے ہی زوردار بارشیں شروع ہو گئیں تھیں اور اس وجہ سے دیوار کی تعمیر رک گئی تھی موجودہ بس سٹینڈ سے شروع کر کے محلہ دارالرحمت کی تمام مغرب کی طرف کھلنے والی گلیوں کو بند کرتے ہوئے محلہ دارالرحمت اور دارالیسر کی درمیانی گلی میں بھی شمال کی طرف کھلنے والی گلیوں کو بند کرتے ہوئے بُٹر روڈ کو کھلا چھوڑ کر دارالعلوم کے شمال میں حضرت نواب صاحب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی کو اندر لیتے ہوئے ٹھیکری وال روڈ کو کھلا چھوڑ کر احمدیہ فروٹ فارم کو اندر لیتے ہوئے محلہ دارالفضل کے مشرق میں ریلوے روڈ کو کھلا چھوڑ کر محلہ دارالبرکات کے مشرق میں چوہدری سلطان علی صاحب کے مکان تک گلیاں بند کر کے صرف چوہدری سلطان علی صاحب کے مکان کے ساتھ لگتی گلی کو چھوڑ کر پھر اسی مکان کے کونہ سے شروع کر کے چوہدری عبدالحکیم صاحب کے مکان تک اور وہاں سے ڈاکٹر محمد طفیل صاحب (ویٹرنری ڈاکٹر) تک اور صلاح پور روڈ کو کھلا چھوڑ کر مکرم یحییٰ خان صاحب کے مکان سے شروع کر کے بھینی روڈ پر مکرم مرزا گل محمد صاحب کے مکان تک یہ دیوار بن چکی تھی اور بارشیں شروع ہو جانے کے باعث مزید تعمیر روک دی گئی تھی یہ دیوار دو فٹ چوڑی اور آٹھ فٹ بلند تھی۔ درویشی کا دور شروع ہوتے ہی موجودہ احمدیہ ایریا کو مد نظر رکھ کر بہشتی مقبرہ کے گردا گرد حفاظتی دیوار بنانا ناگزیر ہو گیا تھا اس لئے اس کام پر توجہ مرکوز کی گئی درویشوں کی غالب اکثریت کو اس کام پر لگایا گیا اور سورج کی روشنی ظاہر ہونے سے غروب آفتاب تک گویا اندھیرا پھیلنے تک تعمیر کا کام جاری رہتا اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ صرف بہشتی مقبرہ کے جنوب کی طرف پانچ فٹ چوڑی اور آٹھ فٹ بلند مشرق کی طرف دو فٹ چوڑی اور آٹھ فٹ اونچی اسی طرح مغرب کی طرف دیوار تعمیر کر لی گئی اور جنوب مشرقی کونہ پر اور جنوب مغربی کونہ پر ایک ایک دو منزل کے حفاظتی عملہ کے قیام کیلئے کمرہ جات بھی تعمیر کئے گئے اور بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے والے پرانے گیٹ جو مشرق کی طرف تھا، بھی ایک حفاظتی کمرہ اور چھوٹی چار دیواری جو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبور کے گرد پہلے سے موجود تھی اس کے شمال مشرقی کونہ پر بھی ایک دو منزلہ حفاظتی کمرہ تعمیر کیا گیا۔

2. جو ایریا ہمارے قبضہ میں تھا اس میں تمام گھروں میں سامان جوں کا توں پڑا ہوا تھا اس سامان کو مستقبل کے لئے محفوظ کرنا ایک اہم کام تھا دیوار کی تعمیر کے دوران ہی کچھ عملہ اس کام پر لگا دیا گیا تھا اس میں آگے دو شقیں تھیں (i) کھانے پینے کی اشیا جیسے گندم، آٹا، چاول، مصالحہ جات، اچار، گھی، تیل وغیرہ کا اسٹاک (ii) چار پائیاں فرنیچر کپڑے، لحاف، بستر، صندوق، کھانے پینے پکانے کے برتین وغیرہ، نیز سلائی مشینیں، چکیاں، ہاون دستہ، سِل اور وٹہ جملہ قسم کا سامان۔ مزید برآں ادویات اور فرسٹ ایڈ میں کام آنے والا سامان۔ جو عملہ اس کام پر مقرر تھا اس نے بھی اعلیٰ کارکردگی دکھائی اور ایک ماہ کے اندر اندر کھانے پینے کی اشیاء مکرم مرزا گل محمد صاحب کے مکان میں اور ادویات وغیرہ مرزا رشید احمد صاحب کے مکان میں اور دیگر گھریلو سامان مدرسہ احمدیہ کی بورڈنگ کے کمروں میں نہایت سلیقہ سے اسم وار فہرستیں بنا کر جمع کر دیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک ہزار بوری گندم جمع ہو گئی تھی۔ اور جلسہ سالانہ کیلئے خرید کردہ گندم جو مسجد اقصیٰ کے سٹوروں میں تھی وہ پانچ ہزار بوری الگ سے موجود تھی۔ پروگرام یہی بنا کہ جلسہ سالانہ والا سٹاک دوائی ڈال کر محفوظ ہے۔ لہٰذا پہلے اس کھلے سٹاک کو کام میں لایا جائے۔

3. تیسرا اہم کام یہ تھا کہ بارشوں کی کثرت اور دیکھ بھال کی کمی کے باعث بعض مکانات از خود گر گئے تھے اور بعض جنکی ہم حفاظت نہیں کر سکتے تھے خود گرا دیئے گئے تھے ان کے ملبہ کی ہمواری اور اس میں سے کارآمد بلڈنگ مٹیریل کو محفوظ کر لینا تا مستقبل میں جب ضرورت پڑے تو اسکو کام میں لایا جا سکے اس کام پر بھی جو عملہ مقرر کیا گیا تھا

انہوں نے یہ مشکل اور کٹھن کام دو ماہ کے اندر کر دکھایا۔

ایک طرف درویشان مذکورہ بالا کاموں میں مصروف تھے اور مخالفین اپنے طور پر ان کوششوں میں لگے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی طرح یہ چند لوگ بھی یہاں سے بھاگ نکلیں۔

درویشان کا محاصرہ اور بائیکاٹ:

16 نومبر 1947ء کو جب ہجرت کر جانے والوں کا آخری کنوائے رخصت ہو رہا تھا اور یہ لوگ قہر آلود نظروں سے ہم کو دیکھ رہے تھے۔ اور ہم بھی جانتے تھے کہ اب جب کہ انہیں معلوم ہے کہ ہم اس قدر قلیل ہیں اور غیر مسلح ہیں تو ضرور یہ اپنے دل کے بخار نکالنے کی کوشش کریں گے اس پر مستزاد یہ کہ قادیان میں جو لوگ آ کر آباد ہوئے تھے ان میں اکثر پاکستانی مسلمانوں سے زخم خوردہ تھے۔ جو حالات بعد میں معلوم ہوئے ان سے معلوم ہوا کہ مخالفین نے مضافات سے بھی لوٹ مار اور قتل و غارت کا شوق رکھنے والوں کو اس موقعہ پر دعوت دے رکھی تھی کہ وہ آئیں اور اس آپریشن میں ان کا ساتھ دیں۔ رات جب انکی میٹنگ ہوئی تو مختلف آراء کے بعد کسی جہاندیدہ نے یہ بات کہی کہ سمجھ سے کام لو۔ اور تشدد کا رستہ اختیار نہ کرو۔ یہ چند لوگ جو ٹھہر گئے ہیں۔ آخر یہ بھی تو کچھ کر گزرنے کا عزم لے کر ہی ٹھہرے ہیں۔ جو شخص اپنی جگہ پر ہوتا ہے وہ محفوظ ہوتا ہے اور جو کھل کر حملہ کرتا ہے ہمیشہ اسکو زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم ان چند سو کو مارنے نکلو اور خود اپنے دو چار ہزار افراد مروا کر تمہیں پتہ چلے کہ یہ غلطی ہوگئی ہے اور چونکہ یہ لوگ گورنمنٹ کی اجازت سے ٹھہرے ہیں۔ سرکار کا عتاب بھی آپ پر ہی گرے۔ اس بات پر پھر سوچ میں پڑ گئے اور بالآخر یہ طے ہوا کہ ایک تو ان لوگوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے جب انہیں ضروریات زندگی نہ ملیں گی تو خود بخود بھاگ جائیں گے۔ دوسرے ان کے خلاف مسلسل سرکار کے پاس شکایات کی جائیں کہ ان لوگوں کے پاس بہت سا اسلحہ ہے۔ سرکار انکی تلاشی لیکر ان سے اسلحہ برآمد کرے یہ سکیم پاس ہو جانے پر پورے شہر کی طرف سے بائیکاٹ کر دیا گیا پورے شہریوں نے سختی سے پابندی کی نہ تو کوئی چیز ہمارے پاس بیچتا تھا نہ چکیاں آٹا پیس کر دیتی تھیں اور نہ خاکروب گھروں کی صفائی کے لئے آتے تھے بڑی آزمائش آن پڑی تھی جو آٹا پسا ہوا موجود تھا وہ چند روز میں ختم ہو گیا۔ اور ایک بار پھر وہ آزمودہ نسخہ یعنی گندم ابال کر کھانے کا کام آیا بس تھوڑا سا فرق تھا یہ کہ نمک مرچ میسر تھا اور پینے کا پانی حسب ضرورت مل جاتا تھا۔ ہاتھ کی چکیاں دو مسجد اقصیٰ میں اور ایک لنگر خانہ میں اور چند ایک پرائیویٹ مکانوں سے سٹور کردہ موجود تھیں جن سے ایک محدود مقدار میں آٹا بنایا جاتا تھا وہ بزرگوں کے مَیس میں اور بیماروں کو پرہیزی خوراک کے طور پر کام آتا تھا باقی تمام نوجوان درویش ابلی گندم پر گزارہ کرتے تھے۔

لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

اس جگہ یہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام درویشان کا کھانا لنگر خانہ میں ہی تیار ہوتا تھا لیکن طبائع کی مناسبت سے پانچ پانچ دس دس درویشوں کے گروپ بن کر مل کر کھانا کھاتے تھے۔ چونکہ 24 گھنٹہ پہرہ رہتا تھا اور جو درویش پہرہ پر ہوتے تھے وہ کھانے کے اوقات میں ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں آ سکتے تھے گروپ کی صورت میں جن کی اس وقت ڈیوٹی نہیں ہوتی تھی وہ سب کا کھانا لے آتے اور وقت پر مل کر کھاتے جو ڈیوٹی پر ہوتا اس کا کھانا محفوظ رکھتے۔ یہ ایک سہولت کا ذریعہ تھا اسی طرح ایک مَیس حضرت امیر صاحب مقامی کے مکان میں تھا جس میں امیر صاحب کے ساتھ دیگر ممبران صدر انجمن احمدیہ مختار عام منشی محمد صادق صاحب اور بعض علماء سلسلہ مل کر کھانا کھاتے تھے اس مَیس میں بھی کھانا تو لنگر خانہ سے ہی آتا تھا۔ مگر بعض اوقات سالن یا کوئی میٹھی چیز جیسے کھیر یا حلوہ یا گڑ کے میٹھے چاول محدود مقدار میں پکوا لئے جاتے تھے دوسرا سپیشل مَیس الدار میں تھا یہ حضرت اُمّ ناصر حرم سیّدنا حضرت المصلح موعودؓ کے مکان میں تھا اس میں حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب۔ مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب (شہید) حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مولوی شیر ولی خان صاحب (کیپٹن شیر ولی) شامل تھے۔ اس مَیس کا بھی کھانا لنگر خانہ سے آتا البتہ کوئی نہ کوئی سپیشل آئیٹم بن جاتا تھا۔

ہجرت کے عمل کے دوران تین بھینسیں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی الدار میں موجود تھیں چار بھینسیں حضرت المصلح الموعود کی کوٹھی سے لائی گئی تھیں۔ ایک بھینس مکرم و محترم مرزا گل محمد صاحب کی موجود تھی۔ اسی طرح دو بھینسیں اور بھی تھیں جن کے بارہ میں معین طور سے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس کی تھیں۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ ان دو میں سے ایک مرزا محمد حیات صاحب کاتب پینٹر نگران حلقہ مسجد مبارک اور ایک ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب کے قبضہ میں تھی اور ذکر کی جا چکی باقی سات بھینسیں احاطہ حضرت مرزا رشید احمد صاحب میں تھیں۔ ان بھینسوں کا دودھ مَیس نمبر 1 زیر نگرانی امیر صاحب مقامی اور مَیس نمبر 2 الدار زیر نگرانی مرزا خلیل احمد صاحب میں صرف ہوتا تھا۔

اس امر سے اب تک دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے کہ الحمدللہ اس سختی کے دَور میں درویشان نے جو بھی صورتِ حال اور مشکل درپیش ہوئی خود برداشت کی اور اس کا المناک اثر اپنے بزرگوں تک نہیں پہنچنے دیا۔ ہم سب بشاشتِ قلبی سے ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور یہ یاد کر کے دل میں ایک گونہ اطمینان ہوتا تھا کہ ہمارے آباء کو اسلام کے صدر اول میں مخالفین کے بائیکاٹ کے باعث شعب ابی طالب میں جو تکالیف اُٹھانا پڑی تھیں ہماری یہ تکالیف تو ان کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ہماری ان حقیر مساعی کو ہی قبول فرمالے۔ اس بائیکاٹ نے زیادہ طول نہیں کھینچا ایک ماہ چند یوم کے بعد بادل چھٹنا شروع ہو گئے۔

چنے لوہے کے بھی چبا جائیں گے:

ان ایام کو گزارتے ہوئے ایک روز میں خود جس گروپ میں تھا (مل کر کھانا کھانے والوں کا گروپ) یہ پروگرام بنا کہ روز دونوں ٹائم اُبلی ہوئی گندم کھانے میں کچھ تنوع پیدا کرنا چاہئے لہٰذا کیوں نہ آج چنے اُبال کر کھائے جائیں۔ اوپر ذکر آ چکا ہے کہ مکانات سے سامان جمع کرتے وقت مکانوں سے گندم بھی ملی تھی اسی طرح چنے بھی بعض مکانات سے ملے تھے۔ ہم نے ایک روز چنے لیکر ان کو پانی میں ڈال کر پکانا شروع کیا تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس میں چند چنے نکال کر دیکھتے تو پتہ چلتا کہ ابھی کچے ہیں پھر اور پانی ڈال کر پکاتے پھر دیکھتے تو کچے اور سخت ہوتے اسی طرح کرتے کرتے شام ہو گئی مغرب کی نماز کو جاتے ہوئے بھائی عبدالرحیم دیانت سے بات کی کہ ہم نے چنے اُبالے ہیں وہ گھنٹوں پکانے کے باوجود کچے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ چنے اس طرح نہیں پکائے جاتے بلکہ انکو ایک روز قبل سوڈے میں بھگو کر رکھا جاتا ہے پھر وہ سوڈے والا پانی نکال کر نیا پانی ڈال کر پکانے سے ٹھیک طور پر پکتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر واپس آئے اور جو چنے ہم نے اُبالے تھے وہ پانی سے نکال کر اس پر نمک چھڑک کر ہم نے کھانے شروع کر دیئے چند سال قبل جنگ عالم گیر ثانی کے دوران بھرتی کیلئے تحریک کرنے سرکاری پارٹیاں آیا کرتی تھیں وہ دیہات میں ڈرامے بھی کرتے تھے اور ایک قوالی بھی کیا کرتے تھے اس میں ایک ترجیع بند ہوتا تھا چنے لوہے کے بھی چبا جائیں گے ہم کہ سرکاری راشن پچائے ہوئے ہیں اس روز ہم سب (یہ کھانے میں اشتراک کے گروپ۔ ہانڈی وال کہلاتے تھے) ہانڈی وال ان سخت چنوں کو کھاتے جاتے تھے اور یہ گاتے جاتے تھے کہ

چنے لوہے کے بھی چبا جائیں گے ہم
کہ سرکاری راشن پچائے ہوئے ہیں

شرنارتھیوں کی حکومت سے شکایات:

؎ اے شمع تیری عمر مقدر ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

کے مصداق ہم نے یہ دکھوں کی گھڑیاں بھی ہنس کر گزار دیں۔ ادھر ایک طرف تو بائیکاٹ کے بادل چھٹے دوسری طرف شہر والوں کی مسلسل رپورٹوں پر سرکار بیدار ہوئی اور ایک وفد ایک مرکزی وزیر گیانی کرتار سنگھ صاحب کی قیادت میں قادیان آیا اس وفد نے شہر والوں سے بھی ملاقاتیں کیں اور ہمارے ایریا میں آکر سلسلہ کے افسران سے بھی ملا اور ایریا کا دورہ کیا اور بعض مخصوص مقامات بھی جیسے مسجد اقصیٰ کے نیچے والے سٹور بھی دیکھے اور پھر شہر داروں کا ایک اجلاس بلا کر ان کو کہا کہ آپ لوگ شور کرتے ہیں کہ یہ جو چند لوگ اپنے مقدس مقامات کی آبادی کیلئے بیٹھے ہیں ان سے خطرہ ہے۔ ان کے پاس اسلحہ ہے وغیرہ گورنمنٹ آپ کی شکایات کو بے وزن سمجھتی ہے بھلا ان چند افراد سے بھارت جیسے عظیم ملک اور اسکی رعایا کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ رہا

اسلحہ کا سوال تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں کے پاس ایک ایک توپ بھی ہو تو پھر بھی ایسی عظیم سرکار کو جسکی فوجوں کی تعداد ہی تیس لاکھ ہے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ ہرگز کوئی خطرہ کی بات نہیں امن سے اور چین سے رہو۔ نیز ہمارے حالات سن کر ایک چکی بھی جو مسجد اقصیٰ سے ملحق شمال مغربی دوکانوں میں تھی جماعت کو الاٹ کرنے کی ہدایت کی تا پھر آٹا کے حصول میں مشکلات نہ پیدا ہوں۔

ہم چکی چلا کر گندم پیس رہے تھے:

عام محاورہ ہے دشمن بات کرے انہونی کے مصداق مخالف گورنمنٹ کی اس تنبیہہ پر بھی کب خاموش رہنے والا تھا ہوا یوں کہ ایک شخص مظفر احمد ولد عبدالمجید صاحب ساکن ہرسیاں ضلع گورداسپور بھی درویشان میں شامل تھا اور آٹا چکی کا کام جانتا تھا جو چکی جماعت کو ملی اسکی چابی اس کے سپرد کی گئی۔ یہ چکی کی دیکھ بھال کرتا تھا اور لنگر خانہ کیلئے آٹا پیسنے کا کام اس کے سپرد تھا ایک روز وہ ایریا سے غائب پایا گیا۔ باہر بازار میں یہ افواہ سنی کہ یہ شخص فلاں آدمی کے پاس چکی فروخت کر کے رقم لیکر فرار ہوگیا ہے۔ بڑی فکر دامن گیر ہوئی اس مسئلہ کے لئے ایک رات کا ہی وقفہ میسر تھا کیونکہ اگلی صبح وہ شخص جس کے بارہ میں کہا جاتا تھا کہ اس نے چکی خرید لی ہے۔ اگر آ کر چکی کھول کر قابض ہو جاتا تو اس کا قبضہ ختم کرنا مشکل ہوتا اور جماعت ایک بار پھر آٹے کے قحط سے دوچار ہوتی اسکا قانونی حل یہی تھا کہ اگلے روز ہم خود پہل کرتے اور جا کر چکی کھول کر اپنا کاروبار شروع کر لیتے مگر مشکل یہ تھی کہ چابیاں مظفر احمد کے پاس تھیں اور وہ غائب تھا۔ چکی کو تین تالے لگے ہوئے تھے۔ رات کو کڑا کرفیو نافذ رہتا تھا۔ لیکن یہ بھی کام کرنا ہی تھا۔ تین مستری جو تالہ کی چابی بنانے میں مہارت رکھتے تھے صوفی علی محمد صاحب، مستری عبدالغفور صاحب اور مستری محمد حسین صاحب نے ذمہ لیا کہ وہ ایک تالے کی چابی بنائیں گے اور ہم تین افراد نے یہ فرض سنبھالا کہ ہم چابی لگا کر وہ تالا کھول کر لے آئیں گے اور اسکی جگہ نیا تالا بھی لگا آئیں گے۔ دو درویش ایک دفاتر کی چھت پر اور ایک مسجد اقصیٰ سے ملحقہ شمال مغربی دوکانوں کی چھت پر اور ایک مسجد اقصیٰ کے پیچھے والے خادم مسجد کے کواٹر کے اندر بھی ڈیوٹی پر تھے۔ پروگرام یوں تھا کہ جب فوج کی ٹکڑی گشت پر چوک شوالہ سے چل پڑے تو چھت پر ڈیوٹی پر موجود افراد ہمیں اطلاع کر دیں۔ تب ہم بڑے دفاتر کے ناظم قضاء والے کمرہ سے نکل کر گلی میں چلتے ہوئے چکی کے دروازہ پر پہنچ کر چابی لگا کر تالہ کھولنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کھل جائے تو اسکی جگہ نیا تالا لگا کر چلے آئیں واپسی کا راستہ خادم مسجد اقصیٰ کے کواٹر میں سے تھا۔ چنانچہ پہلے چکر میں ہمیں سادہ چابیاں سیاہی لگا کر دی گئیں کہ یہ تالا میں داخل کر کے گھما کر کوشش کر کے واپس لے آئیں اس طرح سیاہی پر لیورز کے نشان آ گئے۔ دوسرے چکر میں لیورز کے نشانوں کے مطابق چابیاں رگڑ کر دی گئیں تھیں پھر کوشش کی گئی مگر تالے نہیں کھلے۔ تیسری مرتبہ جو کسر رگڑائی میں رہ گئی تھی وہ پوری کرنے کی کوشش کی گئی اس مرتبہ دو تالے تو کھل گئے مگر ایک پھر بھی نہ کھل سکا اسکی چابی پر پھر تینوں مستریوں نے مشورہ کر کے بڑی توجہ سے رگڑائی کی تو اس مرتبہ وہ تالا بھی کھل گیا اور ہم تینوں تالے تبدیل کر کے آ گئے۔ رات دس بجے کے بعد یہ عمل جاری ہوا اور فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل کامیابی نصیب ہوئی۔ اگلے روز وہ شخص جس کے بارہ میں بیان کیا جاتا تھا کہ اس نے چکی خرید لی ہے۔ وہ آیا تو ہم چکی چلا کر اپنی گندم پیس رہے تھے۔ اس شخص نے بڑا شور بھی کیا اور پولیس میں بھی گیا لیکن چونکہ ہم حق پر تھے اس کی کوئی چال بھی کامیاب نہ ہوئی۔ یہاں یہ بات بھی کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مظفر احمد اس کے بعد کبھی نظر نہیں آیا اگر یہ بھگوڑا ہوا ہوتا تو کبھی نہ کبھی کسی درویش کو نظر آتا آج تک اس کا نظر نہ آنا اس شبہ کو بھی تقویت دیتا ہے کہ ممکن ہے اس کو اغوا کر کے مار دیا گیا ہو اور چابیاں اس سے چھین لی گئی ہوں۔ چونکہ یہ چکی اپنے زیر قبضہ ایریا سے الگ خالص غیر ایریا میں پڑتی تھی بعد میں جماعتی ضرورت کے پیش نظر پرانے زنانہ جلسہ گاہ (جس میں آزادی کے بعد 1948ء سے لیکر 1988ء تک سالانہ جلسہ بھی ہوتا آیا ہے) تبدیل کر لی گئی تھی اور یہ چکی جب پرانی اور بیکار ہوگئی تو اسی احاطہ کے مشرق میں مکرم مستری محمد حسین صاحب نے ایک نئی ورٹیکل چکی لگائی جو اب تک موجود ہے۔

یہ احمدیہ ایریا ہے:

ان مخالفین نے یہ بھی شور مچا رکھا تھا اور سرکار کو بار بار لکھتے تھے کہ یہ آدمی تھوڑے ہیں اور ان کے قبضہ میں مکانات زیادہ ہیں یہ بھی ایک ابتلاء تھا یہ لوگ بار بار پولیس کو لیکر آتے تھے کہ فلاں فلاں مکان خالی ہے یہ ہمیں دلایا جائے۔ جب بھی کسی مکان پر دستک ہوتی۔ اندر سے تین چار درویش نکل آتے کہ ہم اس میں آباد ہیں۔ آخر سرکار نے پھر ایک ذمہ دار کمیشن مقرر کیا اور اس نے جائزہ لیکر الحکم سٹریٹ پر دس کے قریب مکان ہمیں خالی کرنے کیلئے کہا۔ جو جماعت کے افسران نے منظور کر لیا اور باقی ایریا کے گرد ریڈ لائن کھینچ دی گئی کہ یہ احمدیہ ایریا ہے اب اس میں تبدیلی نہیں ہوگی نہ بیرونی مداخلت ہوگی اور جب جائیدادوں کی پکی سیٹلمنٹ ہوئی تو اس ایریا میں صدر انجمن احمدیہ کی مملوکہ جائیداد کو چھوڑ کر باقی سب مکانات اور پلاٹس کی قیمت طے کر کے صدر انجمن احمدیہ سے وصول کر لی گئی اور اب یہ سارا ایریا جس میں درویشان آباد ہیں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے۔

پاکدامنی کے مجسمے:

اس زمانہ میں کئی آزمائشیں آئیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے درویش اس میں سرخرو ہو کر نکلے۔ 1948ء کے شروع میں ایک طائفہ کو کسی نے تحریک کی کہ قادیان میں تین سوا تین سو افراد بالکل تجرد کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس نے سوچا کہ یہ تو بڑا نادر موقع ہے۔ وہ امرتسر سے آ کر محلہ احمدیہ میں ایک شخص رام سنگھ کے مکان کو کرایہ پر لیکر رہ پڑی (واضح رہے کہ احمدیہ ایریا میں پانچ گھر دفتر تحریک جدید والی گلی میں موجود تھے اور ایک گھر محلہ آرائیاں کو جانے والی گلی میں منشی عبدالحق صاحب بدوملہی کے مکان کے عین سامنے تھا یہی مکان رام سنگھ کا تھا) اس کو یہاں رہتے ہوئے دو تین ماہ گزر گئے۔ ایک روز وہ تانگہ منگوا کر اپنا سامان اس میں رکھوا رہی تھی محلہ میں کام کرنے والی ایک خاکروبہ نے اس سے پوچھا کہ بی بی ابھی تو تھوڑا عرصہ ہوا آپ آئی تھیں اب اتنی جلدی واپس بھی جا رہی ہو۔ تو اس نے اسکو جواب دیا کہ یہ سب سُنڈاں نے ان میں کوئی مرد کا بچہ نہیں۔ اس کے الفاظ درویشان کی پاک دامنی کے اظہار میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

درویشوں کی شادیاں:

تجرد کی زندگی بسر کرتے ہوئے تین سال گزر گئے اور اب یہ ماحول اس قدر خشک اور ویرانی کا ماحول تھا کہ ہم بچہ رونے کی آواز تک سننے کو ترس گئے تھے۔ مگر اس کا اظہار صرف اور صرف اپنے پیارے رب سے ہی کرتے تھے۔ اور کسی سے نہیں وہی ہماری دلی کیفیات کو جانتا تھا۔ اور اسی نے خلیفہ برحق حضرت المصلح الموعودؓ کو ہمارے حالات کی اطلاع دی اور حضور انور کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ ہندوستان سے افراد کو تحریک کر کے مرکز بلوایا جائے جو اہل وعیال سمیت قادیان میں آ کر آباد ہوں اور جن درویشان کے اہل وعیال پاکستان آ چکے ہیں انہیں جماعت واپس قادیان بھجوانے کا انتظام کرے اور جو درویش پہلے سے شادی شدہ نہیں ہیں وہ ہندوستان میں شادیاں کر لیں۔ اس طرح قادیان میں متاہل زندگی کے دَور کا آغاز ہوا۔

چنانچہ 1950ء کے نصف آخر میں ہندوستان سے امروہہ اور شاہجہانپور اور ضلع بریلی سے 25 کے قریب خاندان ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور ان کے آنے سے گہما گہمی قادیان محلہ احمدیہ کے گلی کوچوں میں نظر آنے لگی۔ ان خاندانوں کے ہمراہ چند نوجوان لڑکیاں بھی تھیں جماعت کے شعبہ رشتہ ناطہ کی توجہ سے ان میں سب سے پہلا رشتہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا طے ہوا اور یہ شادی نہایت سادگی سے ہوگئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت شادی کرنے والے درویش کو 130 روپئے شادی کیلئے امداد ملتی تھی اور درویش بھائی اپنے گزاروں میں سے جو حلقہ مسجد مبارک اور حلقہ مسجد اقصیٰ کے درویشان کو لنگر خانہ سے کھانے کے علاوہ -/5 روپئے ماہوار ملتا تھا اس میں سے کتنی گنجائش نکلتی ہوگی بس ایک روپیہ یا دو روپئے۔ سوا ایک ایک دو دو روپئے کی سلامیاں بھی مل کر ڈیڑھ سو روپئے ہو جاتے تھے اور یوں سمجھ لیا جائے کہ ایک شادی ان دنوں ساڑھے تین چار سو روپئے میں ہو جاتی تھی۔ آجکل آدمی

سوچنے لگتا ہے کہ تین چار سو روپے میں کیسے شادی ہوسکتی ہے۔ اس وقت جب سرحد کے دونوں طرف پنجاب کی آدھی آبادی مہاجر اور آدھی مقامی تھی مہاجر تو اپنا سب کچھ گنوا کر کنگال ہو کر آئے تھے اور جو مقامی تھے وہ عرصہ دو سال بدامنی کا شکار رہ کر اقتصادی لحاظ سے توازن کھو بیٹھے ہوئے تھے۔ رہا بدمعاش طبقہ ان لوگوں نے لوٹ مار سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔ ''مال حرام بود جائے حرام است''۔ نتیجہ یہ تھا کہ دونوں طرف سخت بدحالی کا دَور دورہ تھا۔ احمدیہ محلہ کے اڑوس پڑوس میں غیر مسلم گھروں میں بھی شادیاں ہوتی تھیں اور انکے ہاں گانوں کی ریکارڈنگ بھی ہوا کرتی تھی ایک گانا ان ایام میں کثرت سے گایا جاتا تھا۔

کل سنتی نے سوٹ سوایا تے روپئے لگے کل پندراں
چنناں سوٹ سوا دیں گا نے جھٹ لنگناں

گویا کہ ان دنوں پندرہ روپے میں ایک اچھا سوٹ بن جاتا تھا اس طرح درویش کو جو شادی فنڈ 130 روپے ملتا اس میں سے دلہن کے لئے دو تین سوٹ بنوا لیتا اور ایک دو اپنے لئے باقی رقم سے ولیمہ کی دعوت اس طرح پر ہو جاتی کہ ہر ایک درویش اپنا کھانا لنگر سے لے کر آجاتا اور جس درویش کی طرف سے دعوت ولیمہ ہوتی وہ بھی تو روٹی لنگر خانہ سے ہی لاتا تھا سب مل کر کھا لیتے ہاں اتنا ضرور کرلیا جاتا کہ کوئی میٹھی چیز جیسے زردہ حلوہ یا گڑ کے میٹھے چاول کھانے کے بعد منہ میٹھا کرنے کیلئے بنوائے جاتے اس ٹائپ کی چار شادیاں یوپی سے آئے خاندانوں میں ہوگئیں۔ ان کی فہرست ترتیب وار یوں ہے۔ (i) مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی خادم حلقہ ناصر آباد کی پیر بشیر احمد صاحب کی ہمشیرہ نور جہاں صاحبہ سے (ii) مستری محمد حسین صاحب خادم حلقہ مسجد مبارک کی منشی عبدالرحیم صاحب فانی جو کہ امروہہ سے ہجرت کرکے آئے تھے کی دختر ہاجرہ بیگم صاحبہ سے (iii) مکرم محمد صادق صاحب ناقد دیہاتی مبلغ کی مکرم حافظ سخاوت علی صاحب جو شاہجہانپور سے ہجرت کرکے آئے تھے کی بڑی دختر عابدہ سلطانہ سے اور چوتھی مکرم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری کی چھوٹی دختر محمودہ بیگم صاحبہ سے مکرم میر رفیع احمد صاحب گجراتی خادم حلقہ مسجد اقصیٰ کی۔ اسی عرصہ میں پاکستان سے آنے والی فیملیز میں بھی کامیابی ہوئی اور مکرم فضل الٰہی خان صاحب کی اہلیہ صاحبہ مع دو بچوں ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو ساتھ لئے قادیان پہنچ گئی تھیں۔

ہمارے پاس بہت کچھ ہے:

16 نومبر 1947ء کو آخری کنوائے کی روانگی کے بعد صرف درویشان ہی قادیان میں تھے۔ قادیان ایک محصور بستی کی طرح ہوگیا تھا ریل ڈاک تار سب مواصلاتی ادارے ٹھپ تھے چند مرتبہ لاہور سے جماعت احمدیہ کا طیارہ ڈاک لے کر آتا رہا وہ اوپر فضاء سے ہی اندازہ کرکے ڈاک کا تھیلا پھینک دیتا تھا۔ ایک دو مرتبہ تو تھیلا نشانہ پر ٹھیک گرا اور اس میں آئی ڈاک سے درویشان کو اپنے عزیز و اقارب کی خیریت معلوم ہوئی۔ پھر ایک مرتبہ احمدیہ ایریا کے قریب والے گوردوارہ کے سامنے جا گرا جس پر غیر مسلم بھائیوں نے ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی قبضہ کرلیا اور تھیلا پولیس چوکی میں پہنچا دیا جنہوں نے آگے سنسر ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا بات تو کچھ بھی نہ نکلی لوگوں کے باہمی خیر و عافیت کے خطوط ہی تو تھے پھر پولیس نے نگرانی شروع کردی اور جونہی جہاز آتا پولیس جیپ میں فوراً موقعہ پر آکر ڈاک پر قبضہ کرلیتی اور بالآخر پولیس نے ہوائی جہاز پر فائرنگ کرنا شروع کر دی اور اس طرح رابطہ کا یہ ذریعہ بھی ختم ہوگیا۔ اب تاوقتیکہ رابطے بحال ہوتے ہمیں جو کچھ ہمارے پاس تھا اسی میں گزارہ کرنا تھا۔ جائزہ لیا تو ہمارے پاس جلسہ سالانہ کیلئے خرید کردہ پانچ ہزار بوری گندم اور گھروں سے جمع کی گئی گندم ایک ہزار بوری گندم کل 6 ہزار بوری گندم 50 ٹین گھی، کچھ نمک مرچ اور مصالحہ جات اور ایک سو بوری دالیں بھی موجود تھیں البتہ کھنڈ صرف دس بوری اور کچھ گھی دیسی اور تیل بھی موجود تھا نقد ایک لاکھ اکیس ہزار روپے بھی موجود تھے (1,21,000/-) یہ کل اثاثہ تھا جس پر ہم درویشوں نے درویشی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ یہ معلوم کرکے طبیعتوں میں کوئی فکر اور غم کی صورت پیدا نہیں ہوئی بلکہ ہمارا تاثر یہ تھا کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔......

☆☆☆

درویشِ قادیاں

(مکرم عبدالغفور عبدل صاحب درویش)

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے   تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے۔ درویش ہے
تذکرہ تیرا خدا کی وحی میں الہام میں   تیری قسمت کہ تو مامور خدا کا خویش ہے
نان پاکیزہ ہوا نازل محض تیرے لئے   کھا کے خوش ہوجا یہی تیرے لئے سندیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

جرأت، استقلال کا، عظمت کا تو مینار ہے   صبر میں ہمت میں تیرا اک عجب کردار ہے
جس پہ راضی اس کا مولا تو وہی دلدار ہے   رنج و غم ہو یا خوشی چہرہ ترا گلزار ہے
ہر قدم مضبوط تیرا برسر مینار ہے   رب اکبر کی عنایت تم پہ بیش از بیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

تخت گاہ اقدسؑ کا تو نگران ہے   ابتداء سے تو مسیحؑ پاک کا مہمان ہے
درحقیقت قادیاں میں ہی تمہاری جان ہے   یار کی گلیوں پہ تیری جان بھی قربان ہے
تو خدا کے فضل و احساں پر بڑا حیران ہے   بیت الدعا۔ مسجد مبارک تیرے گرد و پیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

عشق کی تاریخ کے ادوار تیرے سامنے   مسجد اقصیٰ بھی اور مینار تیرے سامنے
ہے بہشتی مقبرہ بھی باغ اماںؓ جان بھی   حضرت مسیحؑ پاک کا الدار تیرے سامنے
محبوب کی گلیوں کی ہر دیوار تیرے سامنے   تاجدار احمدیت تیرا خیر اندیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

آدھی صدی تم نے گزاری قادیاں میں بیٹھ کر   اپنے آقا کے مقدس آستاں میں بیٹھ کر
دھوپ چھاؤں میں نبھایا شوق سے عہد وفا   مسکرائے شان سے دورِ خزاں میں بیٹھ کر
صدفی صد نمبر لئے ہیں امتحاں میں بیٹھ کر   دیں کی خدمت کے لئے تو اب بھی پیش از پیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

جب تو آیا قادیاں میں عزم تھا تیرا جواں   تو ہوا حاضر ہتھیلی پر سجائے اپنی جاں
دیں کی خدمت کا جذبہ تھا ترے دل میں نہاں   بے خبر تھا تو مگر قدرت تھی تم پر مہرباں

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

جو ترے ساتھی روانہ ہو گئے سوئے عدم   داستانِ عشق وہ بھی کر گئے اپنی رقم
وہ شہیدانِ محبت صاحبِ حق الیقیں   داخلِ جنت ہوئے درجہ بدرجہ دم بدم
اب بھی جنت میں ترقی پر ہے ان کا ہر قدم   جنت الفردوس ہی ان کا حقیقی دیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

درحقیقت قادیاں اک انقلابی شہر ہے   قادیاں کی ہر گلی کوچہ علم کی نہر ہے
قادیاں میں ہر جگہ۔ ذکرِ خدا۔ بالجہر ہے   صلِّ علیٰ۔ صلِّ علیٰ کا وِرد آٹھوں پہر ہے
ہرسو تاریکی ہے عبدلؔ۔ قادیاں میں سحر ہے   اب بھی نہ مانے جو وہ ناعاقبت اندیش ہے

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

(بحوالہ ''احمدیت کا نور ہمارے گھر میں''، تاریخ اشاعت یکم فروری 2005ء)

قادیاں تیرے لئے

(مکرم چوہدری محمود احمد مبشر صاحب درویش)

جان وتن حاضر ہیں یہ دارالامان تیرے لئے
وقف ہے یہ زندگی اے قادیاں تیرے لئے

اپنا سب کچھ مال و زر اور آشیاں و گلستاں
چھوڑ کر ہم آئے ہیں اے قادیاں تیرے لئے

تیری آبادی کی خاطر ہم رہے بچ کر یہاں
زندگی ہم کو ملی ہے قادیاں تیرے لئے

ہم جئیں گے اور مریں گے تیری ہی آغوش میں
عہد یہ دل سے کیا ہے قادیاں تیرے لئے

مسکن و مدفن بنا ہے تو مسیح موعودؑ کا
یہ فضیلت کس قدر ہے قادیاں تیرے لئے

تیری عظمت کا بیاں ہو کس طرح الفاظ میں
محوِ حیرت ہے زباں یہ قادیاں تیرے لئے

خود بنے شاہد زمین و آسماں تیرے لئے
ماند پڑ گئے چاند سورج قادیاں تیرے لئے

تو بنی ارضِ حرم دارالاماں جنّت نشاں
عظیم تر اعزاز ہیں یہ قادیاں تیرے لئے

اسمیں کیا شک ہیکہ سٹیلائٹ پہ ایم ٹی اے بھی آج
یہ بنے ہیں سارے ساماں قادیاں تیرے لئے

جان کا نذرانہ لایا ہے مبشرؔ شوق سے
یہ تنِ خاکی بھی ہے قادیاں تیرے لئے

درویشانِ قادیان

(مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانشؔ دہلوی درویش)

دُھونی رمائے بیٹھے ہیں درویشِ قادیاں
اِن ظلمتوں میں دولتِ ایماں لئے ہوئے

اِن تلخیوں میں شورشِ طوفاں سے بے خطر
اِن تنگیوں میں وسعت داماں لئے ہوئے

بیٹھے رہیں گے کوچۂ جاناں میں اے جنوں
سودائے عشق چاک گریباں لئے ہوئے

ہم ہیں اسیرِ پنجۂ آفاتِ عارضی
اِک عمرِ لازوال کا ساماں لئے ہوئے

ہم جانتے ہیں موجِ تلاطم سے کھیلنا
سینے میں ایک شوق کا طوفاں لئے ہوئے

اے ہم سفر بلندیٔ مقصد پہ رکھ نظر
اِک دائمی حرارتِ ایماں لئے ہوئے

آساں ہیں ہم پہ راہِ محبّت کی سختیاں
تقریبِ دیدِ یار کا ساماں لئے ہوئے

یارب وہ دن نصیب ہو آئیں بصد نیاز
بچھڑے ہوؤں کو یوسفِ دَوراں لئے ہوئے

قادیان کے درویش

(مکرم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری)

گھر سے جب نکلے فدائے قادیاں
پھر نہ کچھ دیکھا ، سوائے قادیاں

جمع ہیں درویش ذی ہمّت یہاں
مدّعا ہے ، مدّعائے قادیاں

اتنے مخلص اِس قدر غم خوارِ قوم
مِل نہیں سکتے ، سوائے قادیاں

غیر بھی کہتے ہیں ان کو دیکھ کر
ایسے ہوتے ہیں ، فدائے قادیاں

اب کہاں جائیں گے اس کو چھوڑ کر
سُن کے آئے ہیں ، ندائے قادیاں

اَور کس لائق ہیں ہم جیسے غریب
جان حاضر ہے ، برائے قادیاں

دشمنانِ حق کو اِک مدّت کے بعد
لے گئی آخر بلائے قادیاں

بستیٔ محمود ہے رونق فزوں
لہلہاتا ہے لوائے قادیاں

پنج وقتہ مسجد و مینار سے
نشر ہوتی ہے ندائے قادیاں

روضۂ اقدس پہ اک مجمع کے ساتھ
دیکھئے آکر ، دُعائے قادیاں

کب سُنیں گے ہم کہ بانیلِ مرام
آ رہے ہیں پیشوائے قادیاں

خودخدائے دوجہاں ہے پاسبانِ قادیاں

(مکرم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب درویش)

سامنے نظروں کے اجڑا گلستان قادیان
اک حدیث خونچکاں ہے داستان قادیان

دل کے ویرانے میں لے کر ایک شوق ناصبور
عمر بھر ڈھونڈا کئے نام و نشان قادیان

شامِ غربت، داغِ محرومیِ مسلسل اضطراب
حسرتوں کے خوں سے رنگیں ہے جہانِ قادیان

دن کے ہنگاموں میں پنہاں کیفِ محرومی کے رنگ
شب کی تنہائی میں تازہ داستانِ قادیان

کچھ پریشانی کا باعث ہے دل درد آشنا
پھر سے یاد آنے لگے ہیں دلستانِ قادیان

سوز باطل نے اگرچہ پھونک ڈالا آشیاں
غیر ممکن ہے مٹے نام و نشانِ قادیان

ایک پیغام مسرت ایک منزل کا غبار
دھندلکوں میں دیکھتے ہیں عاشقانِ قادیان

اک تمناوں کی دنیا اک جہانِ آرزو
اپنے سینوں میں لئے ہیں زائرانِ قادیان

قادیان پر چشم بد سے دیکھنے والو سنو!
خود خدائے دو جہاں ہے پاسبان قادیان

صد مبارک جذبہ ہائے باوفا درویشِ حق
زندہ بادِ دورِ بزمِ ساکنانِ قادیان

(بحوالہ ریگِ رواں صفحہ 380,379)

قادیاں کو دیکھ کر

(مکرم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم برموقعہ جلسہ سالانہ 1949ء)

مضمحل تھا انقلابِ آسماں کو دیکھ کر
دل مگر سنبھلا ذرا دارالاماں کو دیکھ کر

کچھ نہ کچھ تو عندلیب زار کی ڈھارس بندھی
بعد اک مدّت کے اپنے گلستاں کو دیکھ کر

کچھ مسرّت بھی ہے دل میں اور کچھ حسرت بھی ہے
اس زمیں کو دیکھ کر اس آسماں کو دیکھ کر

وہ محبّت کی پُرانی مجلسیں یاد آگئیں
ہر مکاں کو دیکھ کر ہر مہرباں کو دیکھ کر

نقش دل میں بیٹھ جاتا ہے خدا کے حُسن کا
تیرے ہر کوچے کو، تیرے ہر مکاں کو دیکھ کر

وہ کشش رکھی ہے قدرت نے تری اس خاک میں
آسماں جھکتا ہے تیرے آستاں کو دیکھ کر

ساری دُنیا میں مچی ہے دھوم تیرے نام کی
غیر بھی حسرت زدہ ہیں اس نشاں کو دیکھ کر

آ کے اس بستی میں جانے کو نہیں چاہتا ہے جی
دل مچل اُٹھا ہے میرا قادیاں کو دیکھ کر

بُلبُلِ ناشاد یارو اَور جائے بھی کہاں
گلستاں میں اپنے پیارے آشیاں کو دیکھ کر

غم نہ کر اسلمؔ تو اب تیرا مکاں کوئی نہیں
رکھ تسلّی اپنے یارِ لا مکاں کو دیکھ کر

زمینِ ہند پہ اسلام کا نشاں درویش

(محترم عبدالحمید خان صاحب شوقؔ لاہور)

حیاتِ ملّتِ بیضا کا پاسباں درویش
زمینِ ہند پہ اسلام کا نشاں درویش

حریمِ عشق و محبّت کا رازداں درویش
رضا و مرضیٔ مولا کی داستاں درویش

دُعا و سجدہ و تحمید میں سدا مصروف
فغانِ نیم شبی میں ہے ہر زماں درویش

محبِّ قوم ، محبِّ خدا ، مُحبِّ رسُول
خدا کے دین کی خدمت میں شادماں درویش

محلِ صدق و صفا جانِ عزّت و ناموس
شعائر اللہ کا حافظ ہے جاوداں درویش

خدا کی معرفتِ تام سے ہے بہرہ ور
حدیثِ مہدیٔ دوراں کا ترجماں درویش

لئے ہے قلب میں گنجینۂ یقین و عمل
گلوں سے زُہد کے صد رشکِ بوستاں درویش

اسی سے آج ہے روشن جبیں زمانے کی
کتاب وقت میں ہے زیبِ داستاں درویش

دیارِ یار میں دُھونی رُما کے بیٹھ گیا
ضعیف ہوتے ہوئے شوقؔ ہے جواں درویش

درویشان قادیان

(مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش)

ماں کے دُلارے لاڈلے وہ باپ کے نُورِ نظر
راہِ وفا میں مِٹ گئے دنیا سے ناطہ توڑ کر

تین سو تیرہ تھے وہ اب رہ گئے اٹھارہ یہاں
دل دریدہ چشم تر ہیں رفتگاں کو چھوڑ کر

اُن میں اکلوتے بھی تھے ماں باپ کے لختِ جگر
قادیاں میں آگئے تھے اُن کو تنہا چھوڑ کر

کیا کہوں؟ کیسے کروں اُن خستہ جانوں کا بیاں
دامانِ صبر تھامے رہے بچے پلوٹھے چھوڑ کر

صاحبِ ثروت تھے اُن میں صاحبِ علم و کمال
رہ گئے درویش بن کر جاہ و حشمت چھوڑ کر

اب تک نبردِ آزما وہ حادثاتِ دہر سے
عہدِ وفا پہ قائم ہیں تقویٰ کی چادر اوڑھ کر

انقلاب خونچکاں میں سربسر سینہ سپر
ڈٹ گئے تھے رزم میں انجام ہستی چھوڑ کر

ناقابلِ تسخیر ہیں یہ احمدیت کے سپوت
عہدِ درویشی نبھایا جان و جگر جی توڑ کر

اُٹھ رہا تھا نامِ احمد ازبس زمینِ قادیاں
اُن کے دم سے قائم ہے نبیوں کا حُلّہ اوڑھ کر

ہیں نشاں یہ داغِ ہجرت اِنخلائے قادیاں
آباد گر الدّار ہیں اپنے گھروں کو چھوڑ کر

تاریخ سازِ احمدیت اور شعائرِ قادیان
چاکر مزارِ احمد ہیں خِرقہ درویشی اوڑھ کر

ہے آرہی خورشید وہ بانگ رحیلِ کارواں
بخش دے مولیٰ ہمیں تو لیکھا جوکھا چھوڑ کر

درویشوں کو سلام

(مکرم ظفر محمد ظفرؔ صاحب، پاکستان)

بہت بڑا ہے تمہارا مقام درویشو!
کرو قبول ہمارا سلام درویشو!

نہ پی سکے جسے دنیا کے زور و زر والے
پیا ہے فقر کا تم نے وہ جام درویشو

رہے گا زینتِ تاریخِ احمدیت جو
خدا نے تم سے لیا ہے وہ کام درویشو

ریاضِ قدس کے اشجار کی عنادل ہو
زہے نصیب، زہے صبح و شام درویشو

ہے بادشاہی سے افضل تمہاری درویشی
رہے گا زندہ ہمیشہ یہ نام درویشو

نہیں ہے آج اگرچہ تمہاری کچھ وقعت
بنو گے تم ہی جہاں کے امام درویشو

خدا کے واسطے کرنا دعا ظفر کے لئے
نظر سے گزرے جو اس کا کلام درویشو

درویشانِ ارضِ قادیان

(مکرم غلام نبی ناظرؔ صاحب، یاری پورہ کشمیر)

محترم ہیں اپنے درویشانِ ارضِ قادیان
محتشم ہیں پیارے درویشانِ ارضِ قادیان

سر فرازی پائی فرمان الٰہی کے طفیل
سر فِدا ہیں سارے درویشانِ ارضِ قادیان

فاقہ مستی کی ادا خنجر بدست اور سر بکف
نام پیارا پائے درویشانِ ارضِ قادیان

سینکڑوں پر ایک تھا حاوی بہادُر کامیاب
شیر جیسے گرجے درویشانِ ارضِ قادیان

دُشمنوں کی تیر باری پانی پانی کر گئے
اَشکباری کرکے درویشانِ ارضِ قادیان

چاند زادے اپنے سُورج کا سہارا پا گئے
روشنی پھیلاتے درویشانِ ارضِ قادیان

تین سو تیرہ ہزاروں پر تو قابو پا گئے
قوّتِ حق پائے درویشانِ ارضِ قادیان

وہ مسیحی دم سے پائے ہمّت کرّ و بیاں
نعرۂ حق کھینچے درویشان ارضِ قادیان

بے سرو سامانیوں کا تھا سرو ساماں بدست
فاتح سب کہلائے درویشانِ ارضِ قادیان

بخشا ہے اللہ نے اُن کو اپنا ہی حفظ اماں
نام ناظرؔ پائے درویشانِ ارضِ قادیان

درویش قادیاں کے

(مکرم عبدالکریم قدسی صاحب، ربوہ پاکستان)

جگنو اندھیری شب کے تارے ہیں کہکشاں کے
ٹھہرے ہیں مردِ غازی درویش قادیاں کے

مرکز کے وہ محافظ ، ایک خوف کی فضا میں
ہنس کر گزارے سب نے وہ لمحے امتحاں کے

دل سے لگا کے رکھیں دارالمسیح کی اینٹیں
دربان بن کے بیٹھے مہدی کے ہر مکاں کے

تھے بھوکے پیاسے لیکن ہمت کبھی نہ ہاری
وہ ناتواں مجاہد ، مہدی کے گلستاں کے

آبِ بقا کیا جو جاری مسیح نے آکر
وہ پینے والے پانی اس چشمۂ رواں کے

تارے دل و نظر کے ، چین و سکوں کسی کے
تھے لاڈلے بہت ہی کسی مہربان ماں کے

یہ عہدِ خونچکاں کی تاریخ کے ورق ہیں
زرّیں حروف ہیں یہ ہجرت کی داستاں کے

ویراں دنوں میں انکی تنہائیوں کا صدقہ
جو رواں دواں ہیں قدسیؔ یہ ہجوم دوستاں کے

تین صد تیرہ درویشانِ قادیان

(محترم خورشید احمد صاحب پربھاکر درویش)

سنت اللہ کے مطابق امتِ محمدیہ کے حصّہ ’’آخرین منھم‘‘ میں بدری صحابہؓ کے خادم ومثیل تین سو تیرہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر درویشان کرام کا وجود میں آنا مقدر امر تھا۔ چنانچہ اس پاک زمرۂ درویشان کے بارے میں بانی احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے متعدد الہامات اور کشوف ورؤیا ہیں۔ یہ بات بھی تقدیر الٰہی میں مخفی تھی کہ حکومتِ وقت اور نظام جماعت کو طوعًا وکرہًا تین سو تیرہ جاں نثاروں کو ’’درویش‘‘ کے نام سے قبول کرنا پڑے گا۔

ایک کشف : تقریبا ۱۸۷۴ء کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف ہے کہ:

’’مَیں نے خواب میں ایک فرشتہ کو ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اُونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا: ’’یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔‘‘

’’یہ اس زمانہ کی خواب ہے جبکہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی درویشوں کی جماعت تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے۔‘‘

(۱)’’جنہوں نے (از) خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنالیا ہے۔

(۲) اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے

(۳) اور اپنے قدیم دوستوں اور

(۴) اقارب سے علیحدہ ہوکر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آباد ہوئے ہیں۔‘‘

’’اور نان سے مَیں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی ......‘‘ (تذکرہ صفحہ ۱۹ مطبوعہ ۱۹۳۵ء بکڈپو تالیف واشاعت قادیان)

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحلُّھَا وَمَقَامُھَا ۔اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔

ترجمہ: ’’مٹ جائیں گے مکانات عارضی رہائش کے بھی اور مستقل رہائش کے بھی مَیں ان تمام لوگوں کی جو اس گھر (الدّار) میں رہتے ہیں حفاظت کروں گا۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۴۷۸ مطبوعہ ۱۹۳۵ء -الحکم جلد ۸ شمارہ ۱۹، ۲۰ صفحہ ۱۰) - یہ الہام ۸ جون ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور کا ہے۔

مزید وضاحت:

’’اس خدا نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ مَیں ہر یک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دست کش ہوکر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکساری سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور خودسر اور خود پسند نہ ہو۔ اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۴ مطبوعہ ۱۹۹۸ء)

’’......یہ بڑے زور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے، طاعون سے نجات دے گا۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۶، ایڈیشن ستمبر ۱۹۹۸ء ایڈیشن اوّل صفحہ ۲، ۵/اپریل ۱۹۰۲ء)

’’یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منجم کی باتیں یہ روشنی کی چشم سے ہے نہ تاریکی کی اٹکل سے۔‘‘

(کشتی نوح، صفحہ ۷)

’’جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہوکر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفت کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۱۴، طبع اوّل، ۱۵/اپریل ۱۹۰۲ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’الدّار‘‘ کے محافظ جاں نثاروں کو حقیقی درویش قرار دیا ہے جو کشتی نوح کے نوشتہ کے مطابق پانچ شرائط ضرور یہ بجالانے والے ہونگے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ شرائط تین سو تیرہ درویشان قادیان کا طرّہ امتیاز بن چکی تھیں۔

عمیق نکتہ:

کشتی نوح میں ’’الدار‘‘ میں داخل ہونے والے لوگوں کے لئے ’’طاعون‘‘ سے بچائے جانے کے ضمن میں طاعون لفظ استعمال ہوا ہے اس میں عمیق سِرّ یہ ہے کہ طاعون کا اصل مادہ طعن ہے اور طعن کے معنی ہیں نیزے ونوک کی چبھن کا زخم جس سے طاعون جیسی ناقابل برداشت شدید درد اور جلن ہوتی ہے۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کے دوران عوامی لشکروں نے تیز دھار نوکیلے ہتھیار، نیزے، بلم، برچھے، چھری، تلوار، گنڈاسے، تیر بکثرت استعمال کئے اور سولین سادہ لباس میں رائفل بندوق، بم، پکے فوجی لشکروں نے رات دن استعمال کئے ان ہتھیاروں کے زخم طاعون جیسی شدید درد وجلن پیدا کرتے تھے۔

آثار ہجرت وضرورت درویشان:

اہل اللہ کی دُور بین و دُور رس روحانی بصیرت آئندہ ہونے والے تغیرات وواقعات کو ان کے ظہور پذیر ہونے سے قبل از وقت دیکھ لیتی ہے۔ چاہے ان میں زمانی لحاظ سے صدیوں کا بعد ہو یا مکانی لحاظ سے ہزاروں کوس کا درمیانی فاصلہ ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ نے احمدیہ سلور جوبلی سے ایک سال پہلے ۱۹۳۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ:

’’آج کل میں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں مجھے بعض الہامات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شائد جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال غالبا گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائے گی۔ ’’اگر میرا یہ خیال درست ہو تو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہئے۔ مثلا مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ تاکہ اگر ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے۔‘‘

خاکسار مرزا بشیر احمد 26.4.38

اس خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

’’میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی۔ مَیں اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ مسجد وغیرہ کیلئے گہرے زمین دوز نشان لگادیئے جائیں جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہوسکے ......‘‘ دستخط مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

(مرکز احمدیت قادیان صفحہ ۲۰۷، بحوالہ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۳ کالم ۲)

اس خط وکتابت سے واضح ہے کہ اوّل خدائی نوشتوں کے مطابق جماعت احمدیہ کے لوگوں کو مقدس بستی قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی۔

دوئم یہ کہ قادیان سے انخلاء کے بعد مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر شعائر اللہ کی خدمت حفاظت اور سالمیّت کے لئے کچھ جانثاروں کی اشد ضرورت پڑے گی جس سے درویشوں کی ضرورت، اہمیت اور عزّت ظاہر ہے۔

برصغیر کے تمام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی کہ پبلک کو اپنے پیارے وطنوں، گھروں، اور املاک اور جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس ہماری دھرتی پر بہت سے حملہ آور حکمران بنے لیکن حکمران ہی تبدیل ہوتے رہے رعایا اپنی جگہ قائم رہی۔

آزادی ہند کے پیش نظر الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ ماحول ہیبت ناک ودہشت انگیز بن رہا تھا کہ رعایا کو اپنے عزیز وطنوں اور اموال کو مجبورا ترک کرنا پڑے گا لیکن حکمران اپنے مقامات پر قائم رہیں گے۔

دراصل ۱۹۴۷ء کے آغاز سے بہت پہلے فرقہ وارانہ فسادات کے لئے ذہن تیار ہوچکے تھے۔ قوموں میں تناؤ اُبھر رہا تھا۔ اس سلسلہ میں قادیان کے ماحول میں عملا پہلا خونی واقعہ منظر عام پر آیا۔ ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء جمعہ ۸ بجے شب بٹالہ سے قادیان آنے والی ٹرین

پر منصوبہ بند جتھہ نے وڈالہ گرنتھیاں اسٹیشن پر دستی بم پھینکا۔ ٹرین کا ڈرائیور اور پانچ چھ لوگ شدید زخمی ہوگئے ۔ (الفضل ۲۵ مئی ۱۹۴۸ء) اس رات راقم الحروف تلونڈی جھنگلاں گاؤں میں اپنے سسرال میں تھا۔ گاؤں کے تمام احمدی لوگ یکدم اسٹیشن پر پہنچ گئے ......عام خیال یہ تھا کہ اسی ٹرین میں امام جماعت احمدیہ اور احمدی قافلہ آرہا ہے دراصل امام جماعت احمدیہ کی ذات ٹارگیٹ تھی۔

امام جماعت احمدیہ اپنے خطابات میں آئندہ رونما ہونے والے خطرات سے متواتر آگاہ کرتے رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور انور نے ۸ راگست ۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں متنبہ کیا کہ:

''موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے سخت خطرات میں سے گزر رہی ہے کہ اگر تمہیں ان خطرات کا پوری طرح علم ہو اور پوری طرح اس کی اہمیت معلوم ہو تو شائد تم میں بہت سے کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے ......ہوسکتا ہے کہ درمیانی عرصہ میں ہزاروں جانوں کو دکھ برداشت کرنا پڑے اور ہزاروں عزتوں کو برباد کرنا پڑے اور ہزاروں نوجوانوں کو قربان کرنا پڑے۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت مؤلفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت)

راقم الحروف کے دماغ میں آج بھی وہ الفاظ گردش کر رہے ہیں جن میں حضورؓ نے فرمایا تھا کہ:

میں دیکھ رہا ہوں کہ قادیان پر سخت ہولناک دن آنے والے ہیں جن کا مقابلہ انسانی طاقت نہ کر سکے گی جیسے تاج محل کے نیچے ایک سرکنڈا رکھ کر اسے اس کے سہارے کھڑا کیا جائے بلکہ اس سے بدتر حالات آنے والے ہیں۔ خاکسار نے یہ خطبہ جمعہ مینارۃ المسیح اور مزار حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے قریب بیٹھ کر شدید دھوپ میں سنا تھا۔

امر جامع:

قادیان کی حفاظت اور اشاعت اسلام کے لئے ایک دفتر ''حفاظت مرکز'' کے نام سے تشکیل پاچکا تھا۔ تحریک حفاظت مرکز پر پانچ ہزار احمدی نوجوانوں اور کچھ بوڑھے لوگوں نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔

وڈالہ گرنتھیاں ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کے بم دھماکے کے بعد سارے پنجاب میں قتل و غارت اور آگ زنی پھیل گئی سارا پنجاب مرگھٹ کی جوالا کی طرح آگ میں دہک رہا تھا ان دنوں جامعۃ المبشرین کے طلبہ کی ڈیوٹیاں پہرہ دینے کی تھیں۔ خاکسار دن میں دوتین بار مینارۃ المسیح کی بالائی منزل سے کھلونہ دوربین سے قادیان کے مضافات کے جلتے ہوئے گاؤں کو دیکھا کرتا تھا۔ آسمان کو چھوتے ہوئے آگ کے شعلے عصر کے بعد سے رات گئے تک صاف دکھائی دیا کرتے تھے۔ لوگ بے تحاشہ بھاگ رہے ہوتے تھے۔ گاؤں خالی کرانے میں افسران بھی سرگرم تھے ایک ایک دن میں بارہ بارہ دیہات آگ میں جلتے ہوئے دیکھتے تھے سینکڑوں خاندان ہمیشہ ہمیش کیلئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ انہی ایام میں حفاظت مرکز کے سلسلہ میں مسجد اقصیٰ میں مولانا جلال الدین شمس صاحب نے جملہ حاضرین سے حلفیہ عہد لیا کہ وہ اپنا سب کچھ قربان کردیں گے لیکن قادیان کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ نہیں جائیں گے۔ خاکسار اس عہد میں شامل تھا۔ بندہ کو مسجد اقصیٰ کے قدیمی حصہ کے آخری شمالی در میں بمشکل جگہ ملی تھی۔

آزادی کا اعلان:

مورخہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء وہ سہانا دِن تھا جبکہ ہندوستان کی آزادی کا اعلان ہوا۔

آغاز ھجرت:

زمین پنجاب تھی رنگین مگر تھا خونِ انسانی
درندے خون کے پیاسے بظاہر شکل انسانی

قتل و غارت کے قیامت خیز خونی انقلاب نے قادیان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور قادیان عملا ساری دنیا سے کٹ چکا تھا۔ ریل، ڈاک، تار، ٹیلیفون، ہوائی جہاز، بس سروس، ٹرک، ٹیکسی، راستے اور تمام ذرائع ملاپ منقطع ہوچکے تھے۔ قادیان سے بچ نکلنے کی کوئی راہ اور امید باقی نہ رہی تھی۔

حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

جماعت کے لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زور دے رہے تھے کہ حضور عارضی طور پر لاہور تشریف لے جائیں۔

امام جماعت احمدیہ کے لاہور جانے کے سلسلہ میں کی گئی تمام تدابیر اور کوششیں بالکل ناکام ہوچکی تھیں ۔ لیکن ۳۱ راگست ۱۹۴۷ء بروز اتوار ''بعد گیارہ'' کا الہام اس رنگ میں پُورا ہوا کہ گیارہ بج کر پانچ منٹ پر اچانک کیپٹن عطاء اللہ صاحب بمعہ کاروں کے قافلہ کے قادیان پہنچ گئے اور امام جماعت احمدیہ بمعہ اپنے چند رفقاء کے ۳۰-۴ بجے بعد دوپہر لاہور پہنچ گئے ۔ ''داغ ہجرت'' کا زخم حضور کو برداشت کرنا پڑا۔ چوہدری محمد شریف صاحب گجراتی درویش اس سفر میں بطور باڈی گارڈ حضور کے ہمرکاب تھے ۔ سفر کے کچھ حالات انہوں نے خاکسار کو بتائے تھے۔

انخلائے قادیان:

پُر نور تھیں راتیں تری، اور ایام عید تھے چوگرد تیرے جھومتے ،وہ عاشقان قادیاں
تھی اچانک آگئی ، وہ داغِ ہجرت کی گھڑی ایک دم میں ہوگیا ، آہ انخلائے قادیاں

پنجاب سے عام مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ تو کافی عرصہ پہلے شروع ہوچکا تھا لیکن ہجرت محمودؓ کے بعد تو یہ سلسلہ عام ہوگیا ۔ خاکسار کی ڈیوٹی ایک دن کے لئے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مضافات سے آنے والے پناہ گزینوں سے گندم خریدنے کی تھی مَیں نے دیکھا کہ ہزاروں لوگ گندم لے کر میرے پاس پہنچ رہے ہیں ان میں قادیان کے لوگ بھی تھے میرے دل میں گذرا کہ شاید قادیان والے بھی ہجرت کرنے والے ہیں۔ آخر کار یہی ہوا۔

مورخہ ۳ راکتوبر ۱۹۴۷ء بروز جمعہ باقاعدہ منصوبہ کے تحت بہت بڑا منظم حملہ قادیان پر ہوا جس نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۔ وہ منظر خاکسار نے چوہدری حاکم خان صاحب پنیار چک ۹ پنیار ضلع سرگودھا کے دومنزلہ مکان کی چھت پر سے دیکھا حملہ آوروں کا جم غفیر آریہ اسکول سے لے کر قادیان سے بٹالہ جانے والی سڑک پر جمع ہوا۔ وہ سارا لشکر نہایت چمک دار ہتھیاروں سے لیس تھا اور نیزے بلم برچھے گنڈاسے کلہاڑے لوہے کے راڈ، تلواروں اور بندوقوں سے لیس ہوکر حملہ کے لئے تیار بر تیار تھا اور کسی اشارے کا منتظر۔

اتنے میں ایک بم دھما کا ہوا۔ دھماکے کی آواز سنتے ہی سارے حملہ آور قادیان کے ارد گرد بنی ہوئی فصیل کے باہر کے مکانات کو روندتے ہوئے فصیل تک آپہنچے۔ آناً فاناً دیوار کو توڑ پھوڑ دیا بعض جگہ سے دیوار کو کُود پھلانگ کر محلہ دارالرحمت مسجد فضل سے لیکر آریہ سکول اور ریلوے سٹیشن تک اندر گھُس آئے پھر قتل و غارت لوٹ مار کا بھیانک منظر دیکھا لوٹ کا مال گھوڑوں ، خچروں ، گدھوں اور سروں پر لے جارہے تھے یہ حملہ آور تین گروپ تھے ۔ (۱) قتل کرنے والا گروپ ۔ (۲) دوسرا لوٹنے والا گروپ ۔ (۳) اور تیسرا لوٹ کا مال لے جانے والا گروپ۔ کرفیو لگا ہوا تھا جس میں حملہ آور بے خوف و خطر قتل و غارت میں مصروف تھے۔ قادیان کی آبادی آٹھ بجے سے بارہ بجے تک چند ہی گھنٹوں میں دو جگہ محصور کردی گئی ۔ نئے محلہ جات یعنی بڈھا مل بلڈنگ سے لے کر شمال مغرب مشرقی ایریا اسٹیشن تک کے لوگ کالج اسکول بورڈنگ ہوسٹل مسجد نور میں پناہ گزیں ہوئے۔ اور دوسرا پرانے قادیان کا حصہ دارالمسیح کے ایریا میں بند کیا گیا ان دونوں حصوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کا کوئی علم نہ تھا اسی دوران منارۃ المسیح سے بگل کی آواز آئی تو سارے حملہ آور دو چار منٹ میں ہی ایسے گم ہوگئے جیسے وہاں کوئی آیا ہی نہ تھا۔

تمام محلہ جات احمدی آبادی سے خالی ہوچکے تھے تاہم چار آدمیوں کے سپرد پہرہ کی ڈیوٹی تھی ہم مسجد دارالفتوح کے ایریا کے ایک مکان کو چاروں طرف سے بند کر کے شام کی روٹی پکا رہے تھے کہ محلہ دارالصحت کے چار جوان اچانک ہمارے سر پر آکھڑے ہوئے ...... انہوں نے بتایا کہ اس مکان کی گلی میں کھلنے والی فلاں کھڑکی کھلی تھی۔ ہم اس میں سے ہوکر آئے ہیں ۔ ہم حکم کے تحت مکانات کے اندر سے لاشوں کے نکالنے کا کام کررہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ سارا قادیان احمدیوں سے خالی ہوچکا ہے......

اسی رات مکرم بشیر احمد صاحب ڈھلوں درویش نے کالج سے آکر بتایا کہ حلقہ ہوزری، بازار، بس اڈا سے لیکر چُنگی بٹالہ والی تک اور ارد گرد والی گلیاں لاشوں سے اٹی پڑی ہیں اور یہ کہ جگہ نہ ملنے کے باعث وہ لاشوں پر پاؤں رکھتے ہوئے کالج پہنچے تھے یہ سارے مقتولین وہ مہاجر تھے جو قادیان کے اردگرد کے دیہات سے اُجڑ کر آئے تھے اور مکانات میں جگہ نہ مل سکنے کے باعث سڑکوں پر زیر آسمان پڑے ہوئے تھے۔

اسی دَوران پناہ گیر لوگوں کے قافلے بھارتیہ ملٹری کی حفاظت میں لاہور کے لئے

روانہ ہوتے رہے ایک بڑا قافلہ جو اسّی ہزار پر مشتمل تھا بڑے حملہ کے دوسرے روز ملٹری کی حفاظت میں براستہ تتلے پنج گرائیاں والی نہر بعد دوپہر قادیان سے لاہور کے لئے روانہ ہوا اس قافلے میں میرے سسرال کے رشتے دار بھی تھے اس قافلے پر حسب سابق تتلے والی نہر پر دو تا چار میل تک کرفیو اور ملٹری کی موجودگی میں زبردست خونی حملے ہوتے رہے جن کی وجہ سے اہل قافلہ کا قیمتی سامان روپیہ پیسہ زیورات بھی چھن گئے اور سینکڑوں کی تعداد میں اہل قافلہ شہید کر دیئے گئے۔

راقم الحروف نے تتلے پنج گرائیاں والی نہر کے اُس پار مردوں کے ادھ جلے پنجر خود دیکھے تھے جن کو کتے چیل اور گدھ نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

اس کے بعد پناہ گیروں کے ہزاروں کی تعداد والے چھوٹے قافلے پنجگرائیاں تتلے والی نہر کے اسی غربی کنارے پر شہید کئے جاتے رہے خاکسار پاکستان سے اسی تتلے والی نہر کے راستے واپس لوٹا تو بیان کردہ منظر تازہ بتازہ دیکھا۔

وحشت ، دہشت ، خوف و ہراس کا خونی ماحول برسوں تک بنا رہا کرفیو میں گولیوں کی تڑپتی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ مسجد اقصیٰ میں مورخہ ۲/ا کتوبر جمعرات ۱۹۴۷ء کو دو بم مورخہ ۴۷-۱۰-۳ کو تین بم گرائے گئے جو مسجد کے شمالی جانب دومنزلہ چوبارے سے پھینکے گئے۔ منارۃ المسیح پر گولیوں سے خادم مسجد کو اذان دینے پر نشانہ بنایا گیا مگر وہ بچ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۶۶ طبع ۲۰۰۷)

انخلائے قادیان کے اسباب:

موجوں میں تلاطم تھا ، تزلزل تھا ایوانوں پر جنوں رقصاں و نازاں تھا، وطن کے چند دیوانوں پر

''ہم سب جانتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں بڑے خوف و ہراس کے دن تھے۔ مخالفت کا ایک طوفان تھا جو ہر طرف آیا ہوا تھا۔ قادیان کے احمدی مسلمانوں پر ظلم کی انتہا تھی......''

'' بہت بڑا ہجوم ، جس نے تحریک احمدیت کو مٹا دینے کی قسم کھا رکھی تھی احمدی مرد وزن کو ذبح کرتے ہوئے ان کے گھروں کو جلا کر راکھ بناتے ہوئے مساجد کو مسمار کرتے ہوئے ......سڑکوں پر ہر طرف گشت کرتا رہا ......ہزاروں کی تعداد میں احمدیوں کو اپنی جانیں بچانے کیلئے اپنے گھروں سے بھاگنا پڑا......''

(اخبار دی ٹائم ،ٹیلیگراف ، ہیرلڈ ،لندن ۹ جون ۱۹۴۷ء بحوالہ اخبار بدر قادیان جلد ۵۵ شمارہ ۱۹،۲۰ صفحہ ۲،مورخہ ۱۸-۱۱ مئی ۲۰۰۶)

ایسے میں حفاظت مرکز قادیان کے لئے کثیر التعداد جانثاروں نے قادیان میں اپنے مقدس مقامات چھوڑنے سے انکار کر دیا انہوں نے ننگ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے......''

(رسالہ ریاست دلی ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء از سردار دیوان سنگھ مفتون)

ماں کے دُلارے لاڈلے، وہ باپ کے نورِ نظر عہدِ وفا پہ قائم ہیں ، تقویٰ کی چادر اوڑھ کر انقلاب خونچکاں میں سر بسر سینہ سپر ڈٹ گئے تھے رزم میں انجام ہستی چھوڑ کر

پس انخلائے قادیان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سبب غیر مسلم مشتعل لوگوں کا غیظ و غضب اور جوش انتقام تھا۔

دوسرے مال و اموال کے حاصل کرنے کی ہوس تھی۔ اس طرح اہل قادیان کو داغ ہجرت کا گہرا زخم برداشت کرنا پڑا۔

درویشی کا آغاز:

وہ دن کتنا مبارک تھا جب دو محرم الحرام ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو درویشی کا آغاز ہوا۔ یک شنبہ، اتوار کا دن تھا جو تمام دنیا میں چھٹی اور خوشی کا دن ہے اس مبارک دن سے تاریخ احمدیت میں ایک نرالے باب کا اضافہ ہوا۔ اسی دن قادیان سے پاکستان جانے والا پندرہ گاڑیوں پر مشتمل آخری کنوائے اُبلتی ہوئی آہوں اور پُرسوز دعاؤں اور حسرت بھری نگاہوں کے ساتھ لاہور روانہ ہوا۔

دنیائے درویشان قادیان (الدار) اس کشتی کی مانند رہ گئی جو بیچ دریا بھنور میں تھی موت برسوں تک ان کے سروں پر منڈلاتی رہی وہ زندگی اشد من القتل قتل کئے جانے کی سختیوں سے زیادہ سخت تر اور زیادہ طویل تر تھی۔

ان جاں نثار درویشان کے ناموں کی فہرست تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۳۷۲ تا ۳۸۷ پر درج ہے سب سے پہلے رسالہ الفرقان درویش نمبر ماہ اگست ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۳، ۴۷ پر ایسی فہرست شائع ہوئی تھی۔

تاریخ احمدیت جلد دہم نے فہرست درج کرنے کے بعد آخر پر یہ حقیقت افروز نوٹ دیا کہ یہ زمانہ درویشان قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور غائت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۳۸۷)

درویشوں کی دُنیا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سچے عاشقاں ، مزار مبارک مہدی علیہ السلام اور دیگر شعائر اللہ قادیان کی خدمت و حفاظت کرنے والے تین سو تیرہ درویشان کا حلقہ بُود و باش محدود تھا جو ان دنوں کسٹوڈین کی تحویل میں تھا۔ مسجد اقصیٰ ، مکان سید ناصر شاہ صاحب اور سیر محلہ اکال گڑھ شمالی کونہ ، باب انوار، مکان بھائی عبدالرحمن صحابی پرانا لنگر خانہ ا، کوٹھی عبدالمغنی خانصاحب ، اراضیات حضرت مصلح موعود موجودہ کالونی تک محلہ دارالضعفاء ، بہشتی مقبرہ ، پُل بہشتی مقبرہ ، محلہ آرائیاں تا دیوار مسجد اقصیٰ ۔ یہ سہما سہما حلقہ، محلہ احمدیہ کہلایا اسی ایریا میں محمد رسول اللہؐ کے نام لیوا عاشق محصور کر دیئے گئے۔

کرفیو لگا رہتا تھا گولیاں چلتی رہتی تھیں۔

اس حلقہ سے عام سڑکوں سے باہر آنا جانا نہایت خطرناک تھا۔ میری رہائش مدرسہ احمدیہ میں تھی اور پہرہ کی ڈیوٹی مکان سید سرور شاہ صاحب سے لے کر کوٹھی عبدالمغنی خان تک کے مکانات کے لئے تھی ان مکانات تک جانے کے لئے چھپ کر جانا پڑتا تھا تب پرانے دفتر بیت المال سے لیکر مکان سید سرور شاہ صاحبؓ تک ڈھاب کے پانی کو تیر کر پار کرتے تھے بعد میں آبی راستہ پر تار باندھ دیا گیا تھا۔ اس محلہ کے مکانات کے پچھواڑے کے دروازوں سے آنا جانا ہوا کرتا تھا ایسا ہی خطرہ کے مدنظر چند بار بہشتی مقبرہ جانے والوں کو ڈھاب کا لمبا آبی راستہ تیر کر پار کرنا پڑتا تھا اس احتیاط کا فائدہ یہ رہا کہ کرفیو میں گشت کرنے والے فوجیوں سے محفوظ رہے ۔ میرے پہرہ کے حلقہ کے مکانات میں گندم اور چکی تھی میں چکی چلا کر آٹا دلیا بنا لیتا کچھ عرصہ گندم اُبال کر بھی کھانی پڑی۔

درویشی معاشرہ:

ابتداء میں درویشوں کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں ۲۴ صحابہ کرام تھے ۱۵۷ ادھیڑ عمر کے تھے۔ جناب نور محمد صاحب کا ایک بچہ تھا جسے درویش کندھوں پر اٹھائے رکھتے تھے یہ سارے کے سارے مجرّد تھے۔ ان میں بی اے، ایم اے ، مولوی فاضل ، مصنف ، اکلوتے ، عام پیشہ ور ،ڈاکٹر اور ایک حصہ زمینداروں کا تھا ان سب کا اولین فریضہ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کی باجماعت باقاعدہ ادائیگی ، درود و استغفار و دعائیں کرنا، بیشتر حصہ اوقات تلاوت قرآن مجید، احادیث کتب دینیہ پڑھنا تھا۔ روزانہ صبح شام مزار مبارک مسیح موعود علیہ السلام اور مقابر بہشتی مقبرہ میں دعائیں کرنا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دن میں ہزار بار درود بھیجنا تھا۔ ان میں سے بہتوں کو کشوف و مکالمات الٰہیہ کا شرف حاصل ہوا ۔ دوسرے نمبر پر اپنے درویشی حلقہ میں رات دن پہرہ دینا تھا اس میں کبھی بھی کسی وقت بھی ذرہ بھر کوتاہی نہیں برتی گئی یہ پہرہ افسران کی نگرانی میں ان کی کامل فرمانبرداری میں کمربستہ ہو کر دیا جاتا تھا ۔ درویشوں میں باہم ایسا پیار تھا کہ باوجود بے سروسامانی اور سردی کے جب ایک گروپ پہلے پہرہ دے رہے گروپ کی جگہ لینے نہیں آ سکا تو نیند کا خیال کر کے پہلے گروپ کے لوگوں نے اپنے دوسرے گروپ کے بھائیوں کو نہیں جگایا ۔ یہ نظارے خاکسار نے بارہا دیکھے جبکہ خاکسار جامعۃ المبشرین کے بیس طالب علموں کا پہرے کا انچارج تھا۔

درویشوں کی تنخواہیں:

درویشی کے ابتدائی ایام سے کچھ عرصہ تک قادیان کا بیرونی دنیا سے رابطہ کٹا رہا پہلے بیرونی احمدیہ جماعتیں اپنے چندہ جات قادیان بھجوایا کرتی تھیں اب یہ سلسلہ قطعی طور پر منقطع تھا کوئی ذریعہ آمدنی کا نہیں تھا۔ پیشہ ور صاحب ہنر درویشوں کا کچھ کمانے کیلئے اپنے محصور حلقہ سے باہر جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان حالات میں عام درویشان کو بعد وضع چندہ ساڑھے چار روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔ لنگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کھانے کیلئے پاکیزہ نان ملا کرتے تھے۔ صابر و شاکر درویشان کے منہ سے مالی تنگی کا کبھی کوئی کلمہ نہیں نکلا۔

مہمان خانہ کے درمیانے فیملی کوارٹر میں نلکا تھا درویش باری باری اس کوارٹر میں جمع ہوتے

نلکا کے پانی سے ایک ٹکیہ صابن سے کپڑے دھولیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے بال تراشتے، حجامت بنالیتے تھے۔ خاکسار بھی ان میں شامل تھا۔ یہی ہماری بسر اوقات تھی۔

پادری عبدالقیوم سرحدی نے جو میرے شاہجہانپور، یوپی میں واقف تھے مجھے لکھا کہ درویشوں کو بڑی بڑی رقوم اور عیش وعشرت کے سامان ملتے ہیں ورنہ پنجاب کے خونی حالات میں کون مائی کا جایا ٹِک سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ پھر سے جاری ہوئے جن کی تفاصیل احمدیہ تواریخ میں محفوظ ہیں۔ ان ۳۱۳ درویشوں میں جلسہ سالانہ کی ضروریات پوری کرنے کے مدنظر مٹی کے برتن بنانے کیلئے بعض نے کمہار کا کام سیکھ لیا۔ معاشرہ کی ضروریات پوری کرنے کیلئے زمیندارہ خاندان کے بعض درویشوں میں سے حجام، دھوبی، لوہار، ترکھان، بجلی، پانی، روشنی، آٹا چکی، عام مرمت لیبر، سبھی کام کے کارکن ہوئے۔ مدرس، لیکچرار، کاتب، زودنویس، ایڈیٹر، آڈیٹر، مصنف، جلد ساز، کتب فروش، پریس مین، چھوٹے دکاندار، درزی، وغیرہ پیشہ ور افراد نے معاشرے کی ضروریات کو پورا کیا۔ بہشتی مقبرہ اور محلہ کی صفائی کا کام وقارِ عمل سے سرانجام پاتا تھا۔

زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے انہی معصوم باخدا درویشوں کے ستانے کے کئی طریقے بروئے کار لائے جاتے رہے۔ نئے لیڈر اپنی ناپختہ لیڈری چمکانے کے لئے نت نئے نئے مواقع تلاش کرتے رہے کبھی دودھ کی سپلائی بند کی جاتی کبھی سبزی پر پابندی لگادی جاتی۔ کبھی ایک دن کیلئے بائیکاٹ کر دیا جاتا ایک بار تو باضابطہ ناکہ بندی کر کے درویشوں کا بائیس روز مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔

ماہ دسمبر ۱۹۴۸ء میں جامعۃ المبشرین کے بیس طلبہ کے گروپ کا قیام مسجد اقصیٰ سے ملحق بڑے دفتر میں تھا۔ رات دن مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح پر ہمارا پہرہ ہوا کرتا تھا۔ رات کے ایک بجے منارۃ المسیح پر پہرہ دینے والے نے مجھے بتایا کہ ایک بہت بڑا جتھہ چھوٹے بازار سے ہوتا ہوا مسجد اقصیٰ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ خاکسار نے فوراً مینارہ کی آخری منزل پر جا کر اندھیرے میں محسوس کیا کہ ہزاروں حملہ آور نہایت خاموشی کے ساتھ مسجد اقصیٰ کے عقب والے چوک سے گذر رہے ہیں اور معًا بعد قادیان کے بیرونی محلہ جات کے دروازوں کے کھٹکھٹانے کی آوازیں آئیں۔ ہم نے مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ کو اس جتھہ کی اطلاع کردی اور انہوں نے اپنے ذرائع سے پولیس کو آگاہ کیا اس طرح حفاظت کا سامان ہوگیا۔ ایسا ہی عرصہ تک ہوتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۳۸۷)

زمانہ درویشی میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا۔

بزم درویشان:

درویشوں نے بزم درویشان قائم کی جس کا مقصد درویشوں میں علمی ذوق پیدا کرنا اور تقاریر کے ذریعہ ادبی ملکہ پیدا کرنا تھا مہینہ میں ایک بار اس کا اجلاس ہوا کرتا تھا اس بزم کا صدر ایک مہینہ کیلئے ایک بار کے لئے منتخب ہوا کرتا تھا تا کہ تمام درویشوں کو صدر بننے کا موقعہ مل سکے۔ دوسرے مہینہ کے دوسرے اجلاس کا صدر خاکسار کو چنا گیا۔ خاکسار کے وقت چند کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن کے ذمہ رسالہ درویش جاری کرنے کے متعلق سجھاؤ دینا۔ تقاریر کے عنوانات، تحریری مضامین وغیرہ کے بارے میں لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔ یہ بزم ۱۹۴۷ء کے آخری دنوں میں قائم ہوئی تھی اور اس کے اجلاسات مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتے تھے۔

درویشان قادیان کا پہلا رمضان:

زمانہ درویشی کے آغاز سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی ہدایت کے مطابق تمام درویش سوموار اور جمعرات کے دن نفلی روزے رکھا کرتے تھے اور بہت مخلص ہر روز روزہ رکھا کرتے تھے۔

آزادی ہند کے بعد پہلا رمضان شریف جولائی ۱۹۴۸ء میں آیا۔ روزہ عموما پندرہ گھنٹے کا ہوا کرتا تھا جولائی کے ایام میں دن لمبے اور سخت گرم ہوتے ہیں درویش لنگر سے ملنے والے نانِ درویش سے سحری کا کھانا کھاتے تھے اور پانی پی کر سارا دن گذارتے تھے چونکہ ان کو روزہ رکھنے کی عادت تھی لہٰذا روزہ کی سختی برداشت کر لیتے تھے۔

اعتکاف:

ماہ رمضان جولائی ۱۹۴۸ء میں آیا۔ درویشوں میں سے اسی (۸۰) درویش اعتکاف میں بیٹھے۔ دوسرے درویش ان معتکفین کے لئے سحری کا کھانا لاتے اور دن رات پہرے دیا کرتے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر جامعۃ المبشرین امیر معتکفین اور خاکسار سیکرٹری تھے۔ سحری کا کھانا کھانے سے پہلے آدھا گھنٹہ اجتماعی دعا کیا کرتے تھے۔ دعا میں خشوع خضوع اور گریہ وزاری کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ ساری مسجد اقصیٰ دھڑکتی ہوئی آہوں کے باعث گونج اٹھتی تھی۔ مسجد کے قریب اردگرد کے غیر مسلم لوگ خوف کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتے تھے ان کا گمان تھا کہ پاکستان کی طرف سے حملہ ہوگیا ہے اور فوجی ٹرین کا انجن دھک دھک کرتا ہوا قادیان کی طرف بڑھتا ہوا آرہا ہے۔ اس ماجرے سے مجھے میرے بعد کے پڑوسی جناب پرتاپ سنگھ کی اہلیہ نے آگاہ کیا تھا۔

معتکفین حضرات ہلال عید دیکھنے کے باوجود حضرت امیر صاحب کی اجازت کے بعد مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے اور سیدھے بہشتی مقبرہ جا کر مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دعا کرتے اور پھر اپنی قیام گاہ آیا کرتے تھے۔

درویشوں کی پہلی عید:

آباد قادیان میں عیدیں پوری شان کے ساتھ بھرپور جشن کے ماحول میں منائی جایا کرتی تھیں نماز عید، عیدگاہ کے کھلے ماحول میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی امامت میں ادا کی جاتی تھی مگر درویشوں نے تنہائی کے عالم میں عید منائی۔ عید کی نماز ماہ اگست ۱۹۴۸ء کے آغاز میں مسجد اقصیٰ میں ادا کی۔ تمام درویش پرانے دھلے ہوئے لباس پہنے مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے نماز اور دعا میں خوب روئے اور دعا و استغفار کرتے ہوئے اپنی اپنی قیام گاہ میں لوٹ آئے نہ تحفے تحائف نہ جشن چراغاں۔ عید کی خوشی ضرور تھی لیکن پیارے آقا خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی بے پناہ محبت اور جدائی کی یاد اس خوشی پر غالب تھی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ کے تاثرات:

”قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کے لئے وقف ہے۔“

(الفرقان، درویشان قادیان نمبر صفحہ ۱۳، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۳۹۳)

قادیان میں موجودہ درویشان کرام:

۱۹۴۷ء کے آغاز میں قادیان اور مقامات مقدسہ کی خدمت و حفاظت کے لئے قادیان میں دس ہزار پھر پانچ ہزار جاں نثار موجود تھے جب ۳۱۳ نفوس کے قادیان میں رہنے کی بات چلی تو یہ سارے شیدائی بہ اجازت نظام پاکستان چلے گئے اور اب ماہ نومبر ۲۰۱۱ء میں 18 زندہ قادیان میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت دے۔

خاکسار نے ماہِ مارچ ۲۰۰۸ء میں دعا کی غرض سے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک نظم بھیجی حضور پُرنُور نے فرمایا:

ماشاء اللہ عمدہ نظم ہے ......آپ نے اپنے جن ساتھی درویشوں کا ذکر کیا ہے اللہ ان کی عمر وصحت میں برکت دے اور سب کو اخلاص و وفا میں بڑھاتا رہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ (لندن ۰۸-۴-۲) احباب جماعت سے بھی زندہ درویشان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

یاد رہے کہ ماہ نومبر ۱۹۴۷ء کے بالکل ابتداء میں قادیان ٹھہرنے کے سلسلہ میں ایک فارم پُر کروایا گیا تھا کہ: ”ہم احمدی ......خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم تاحکم ثانی قادیان چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔“

اس عہد نامہ کا ذکر تاریخ احمدیت جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۸ پر درج ہے۔

راہِ وفا میں مٹ گئے دنیا سے ناطہ توڑ کر
عہدِ درویشی نبھایا جاں جگر جی توڑ کر

ہر ایک درویش کا وجود جماعت احمدیہ کی عبوری عرصہ کی تاریخ کا ایک ورق ہے ہر ایک کے سینہ میں ایک لمبی تاریخی داستان محفوظ ہے۔

☆☆☆

ایک درویش سے طویل انٹرویو

محترم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش

یہ انٹرویو بدر ۲۹ رمارچ ۱۹۷۳ء میں اِس نوٹ کے ساتھ شائع ہوا تھا:

''مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی کا یہ مضمون ''انٹرویو'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ انٹرویو انہوں نے کب اور کس سے لیا اس کی تخصیص اُنہوں نے نہیں کی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ یہ انٹرویو کسی ایک درویش کا ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لینا بھی درست ہوگا کہ یہ انٹرویو تمام درویشوں کا ہے کیونکہ انٹرویو کسی بھی درویش سے لیا جاتا اِس سے ذرا بھی مختلف نہ ہوتا!''

ترقی کرنے والی باوقار قوموں کی زندگی میں کچھ لمحات تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ بعض عوامل ایسے ہوتے ہیں جنہیں قدرت کا زبردست ہاتھ ہانک کر قوموں کی زندگی میں یُوں داخل کردیتا ہے کہ وہ اُن کی تاریخ کا نمایاں اور درخشندہ باب بن جاتے ہیں۔ ایسا باب جو دُنیا کی توجّہ کو اپنی جانب مبذول ومرکوز کرنے کی بھر پُور صلاحیت رکھتا ہے۔ معمولاً تو قوموں کی زندگی میں نشیب وفراز کا سلسلہ جاری رہتا ہی ہے۔ لیکن سفرِ زندگی میں کئی مقام ایسے بھی آجاتے ہیں جن کے نشیبوں کی تھاہ نہیں ملتی۔ اور جن کے فرازوں کو نگاہوں کے تیر بھی نہیں چھُو سکتے......!

ایسا ہی ایک مقام جماعتِ احمدیہ کے سفرِ زندگی میں بھی آیا جبکہ دار و رسن کی آزمائش درپیش تھی۔ جب قربان گاہِ محبت میں سروں کا سَودا ہو رہا تھا۔ جب الٰہی نوشتوں کے مطابق ''داغِ ہجرت'' اپنا کارگر وار کر چکا تھا۔ اور قادیان کے مقاماتِ مقدسہ کو اپنی خدمت کے لئے 313 ایسے خدّام کی ضرورت تھی جن کے سر گردنوں پر نہیں بلکہ ہتھیلیوں پر ہوں۔ جو حال سے بے خوف اور مستقبل سے بے نیاز ہوں۔ علائقِ دنیوی جن کے پاؤں کی زنجیریں نہ بن سکیں۔ اور خواہشات جن کے سینوں میں جنم لینے سے پہلے ہی مَوت کے گھاٹ اُتر جائیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہؓ نے فرمایا قادیان کو اس وقت ۳۱۳ زندہ لاشوں کی ضرورت ہے۔ ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر زندہ لاشیں حاضر ہوگئیں۔ اور اجتماعی قربانی کے اس امتحان میں جماعت اپنے پیارے امام کے سامنے سرخرو ہوگئی۔ ساری جماعت کی نمائندگی کے لئے ۳۱۳ خدّامِ احمدیت اپنی بے سرو سامانی سمیت مقدّس مقامات کی آبادی اور خدمت کا جذبہ دلوں میں لئے ایک غیر محدُود عرصہ کے لئے درِ حبیب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ابتلاء و آزمائش کا ایک لامتناہی دَور شروع ہوگیا جس کے دامن میں بڑے صبر آزما ایام تھے۔ یہی وہ ۳۱۳ خدّام احمدیت تھے جنہیں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے الٰہی پیش خبریوں کے مطابق ''درویش'' کے معزّز خطاب سے نوازا۔ یعنی وہ خطاب جو تمام درویشوں کے لئے ساری دنیوی نعمتوں کا نعم البدل بن گیا۔ اور جو درویشوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ الحمدللہ۔

آج کی صحبت میں انہیں 313 درویشوں میں 25 سالوں (آج دور درویشی شروع ہوئے 64 واں سال ہے۔ ناقل) کی طویل قربانی کی داستان بھی ہے زندہ اور ترقی کرنے والی قوموں کی طرح دین کی خاطر وقفِ زندگی کا عظیم مظاہرہ بھی ہے۔ اور شب و روز کے جاں گُسل اور صبر آزما لمحات کا انعکاس بھی ہے۔ وہ لمحات جو نہایت سُست روی سے رینگتے رہے۔ لیکن اُن کے تحرّک میں ایک غیر منقطع تسلسل تھا۔ اور متحرک لمحات کتنے بھی سُبک رَو ہوں وہ وقت کے فاصلوں کو بہرحال عبُور کر جاتے ہیں۔

لیجئے انٹرویو حاضر ہے۔

سوال:- آپ نے درویشی کیسے اختیار کی؟

جواب:- یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ مَیں اپنے عمل و کردار کے لحاظ سے اپنے آپ کو اس معزّز خطاب کا مستحق نہیں پاتا۔ مَیں تو بشری کمزوریوں کا ایک مجسّمہ ہوں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ عظمت و اطاعتِ امام کا ایک جذبہ میرے دِل میں تھا۔ جس نے میرے ناچیز سر کو اِمام جماعت کے سامنے جھُکا دیا۔ میرے محبوب آقا سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کُنْ فرمایا اور مَیں فَیَکُوْن کی تصویر بن گیا۔ دراصل اسلام ہمیں اسی قسم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور جب تک یہ جذبہ افرادِ جماعت میں کار فرما نہ ہو، کوئی جماعت حقیقی معنوں میں ''جماعت'' کہلا ہی نہیں سکتی۔

سوال:- اُس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف خُون ہی خُون بکھرا ہوُا تھا اور سارا پنجاب موت کی وادی کا منظر پیش کر رہا تھا اور موت کے سوداگر ہر گلی کوچے میں آزادانہ جنس موت ارزاں فروخت کر رہے تھے، آپ نے یہ جُرأت کیسے کر لی؟

جواب:- آپ نے یہ سوال ایسا کیا ہے جو صرف عقلیّت پرستی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اُس وقت سارا پنجاب ایک قتل گاہِ مظلوماں بناہوُا تھا۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ حدِّ نگاہ وتصوّر تک خُون اور لاشوں کا ایک لرزہ بر اندام منظر تھا۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ عشق نابینا ہوتا ہے۔ وُہ تو منزلِ مقصُود کی راہ کے خطرات سے بے نیاز ہوتا ہے۔ عقل اور عشق کی راہیں ہمیشہ مخالف ومتضاد رہی ہیں۔ عقل ہمیشہ ہی جذبۂ خلوص کی دامنگیر رہی ہے۔ اور عشق ہمیشہ دامن چھڑا کر خطرات سے بغلگیر ہوتا رہا ہے۔

بے خطر کُود گیا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

صدیاں گزر گئیں اور آئندہ بھی صدیوں پر صدیاں گزرتی رہیں گی۔ لیکن ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتشِ نمرود میں بے دھڑک کُود جانے کا بے مثال جذبہ عقل کے کسی خانے میں فٹ نہ آسکے گا۔ بہرحال ہم نے پنجاب کا یہ خونیں منظر دیکھا۔ لیکن موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے رہے۔ اور موت پہلو بچا کر نِکل جاتی رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری بے بال و پری کی لاج رکھ لی۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ۳۱۳ کے مبارک تاریخی عدد کی لاج رکھ لی۔

سوال:- درویش بننے کے بعد آپ کے گزارہ کی کیا صُورت تھی؟

جواب:- گزارہ کی سیدھی سادی درویشانہ سی صورت تھی۔ دو وقت کا کھانا بڑی باقاعدگی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ سے مِل جاتا تھا اور دیگر اخراجات کے لئے ماہانہ پانچ روپے ملتے تھے۔ اور راتیں درویشانہ گدڑیوں میں کٹ جاتی تھیں۔ بیک وقت 313 آدمیوں کے لئے لنگر خانہ پر کھانا پکانے کا کام بہت حسین اور ایمان افروز منظر پیش کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکْلِیْ
فَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَهَالِیْ

ایک زمانہ تھا کہ مَیں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے کھایا کرتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ کئی خاندان میرے دسترخوان پر پل رہے ہیں۔

یہ درویشی کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ جبکہ صدر انجمن احمدیہ کے پاس ذرائع کا فُقدان تھا اور دونوں لنگر خانہ سے کھانے کا انتظام بھی بمشکل ہو پاتا تھا۔ لیکن جب صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت کسی قدر متکفّل ہونے کے قابل ہوگئی تو پھر حسب حالات گزارے ملنے شروع ہوگئے۔ یعنی لنگر خانہ سے کھانا دینے کا انتظام ختم کر کے پندرہ روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جانے لگا۔ یہ سوال کہ یہ گُزارے ضروریات کی نسبت سے کم تھے یا کافی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ درویشی کا تقاضا تھا کہ کیف وکم کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے۔ لہٰذا صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ بہرحال صدر انجمن احمدیہ سے گُزارے ملتے تھے جو نانِ شبینہ کے لئے کفایت کرتے تھے۔ الحمدللہ۔

سوال:- آپ میں سے بہت سے درویش ایسے تھے جن کے بیوی بچّے ہجرت کر کے پاکستان جا چکے تھے۔ ان کے گُزارہ کی کیا صُورت تھی جبکہ آپ کے اپنے گُزارے نہایت

قلیل تھے۔ اُن کی جُدائی کے اثرات اور اُن کے نان ونفقہ کے لئے آپ کے تفکّرات کیا تھے؟

جواب:- قدرتی طور پر یہ وہ زمانہ تھا جب ہم پیش آمدہ تلخ ترین حقائق و واردات کا سامنا کررہے تھے، جُدائی کے اثرات تو تھے۔ لیکن اُن میں شدّت نہ تھی اس لئے کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایسے اِحساسات کو دماغ سے جھٹک کر ہی درویشی اختیار کی تھی۔ اور پھر یہ بات بھی تھی کہ

''اوکھلی میں سر دیا تو موصلوں کا کیا ڈر''

ہم میں سے اکثر کے بیوی بچّوں کو قریبی یا دُور کے رشتہ داروں کے ہاں پناہ ملی تھی اور وہ رشتہ داری کے احترام میں یا خونی رشتوں کی لاج کے مدِّنظر اُن کے متکفّل بن گئے تھے۔ اور جن درویشوں کا کوئی رشتہ دار پاکستان میں نہ تھا اُن کا تکفّل خدا کے فضل سے جماعت کے ذمّہ تھا۔ ایک منظّم جماعت کی موجودگی میں، چاہے وہ اس وقت کیسے کٹھن حالات سے دوچار تھی۔ ہم ان تفکّرات سے بالکل بے نیاز تھے اور پھر جب جماعت کے لئے قُربانی کا مسئلہ تھا تو ظاہر ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارے بیوی بچّوں کو بھی تکلیفیں برداشت کرکے قُربانی دینا تھا۔ کیونکہ بیشک ذبح تو دُنبہ ہی ہوتا ہے لیکن قُربانی کرنے والے کی جیب بھی تو متاثّر ہوتی ہے۔ پس ہم اور ہمارے بیوی بچّے مشترکہ طور پر قُربانی کے راستہ پر گامزن تھے۔ اور یہ جماعتی تربیت کی پختگی تھی کہ ہمارے بیوی بچّے بھی باوجود ایک ہمّت شکن آزمائش کے اس قُربانی پر مطمئن تھے۔ اور یہ امر ہماری جماعت کے لئے قابل مبارکباد ہے جس نے عمدہ تربیت کے ذریعہ سے اپنے افراد کے دِلوں میں یہ جذبے پیدا کئے۔ ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یہ معجزہ ملا تھا کہ آپؓ کے ایک اشارے پر آپؓ کے ۳۱۳ غلاموں نے اجتماعی قُربانی کے لئے اپنی گردنیں رکھ دیں۔ اور اُن کے بیوی بچّوں نے بھی صبر وثبات کا مظاہرہ کیا۔

سوال:- تقسیمِ مُلک کے بعد جو لوگ ہجرت کرکے گئے تھے اُنہیں اُن کی حیثیتوں کے مطابق مکانات دکانات اور زمینیں وغیرہ وہاں الاٹ ہو رہی تھیں اور مہاجرین اپنی معیشت اور اقتصادیات کو سنوار رہے تھے۔ اس کا ردِّ عمل آپ کی طبائع پر کیا تھا؟

جواب:- یہ سوال واقعی بہت اہم ہے۔ لیکن اُن کے لئے جن کا نقطۂ نظر محض دُنیوی ہو۔ مَیں یہ عرض کر چکا ہوں کہ جب ہم دِل و جان سے احمدیّت کے دائمی اور مقدّس مرکز قادیان اور اس کے مقاماتِ مقدّسہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی خواہشات کو قُربان کر چکے تھے تو پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں مہاجرین کو زمینیں وغیرہ الاٹ ہونے کا ہم پر کیا اثر تھا۔ اور پھر جب ہمارے ساتھ آسمان پر ایک مقام حاصل کر لینے کے مبشّرات اور اللہ تعالیٰ کے وعدے تھے تو قُدرت نے ہمارے لئے طمانیت قلبی کا سامان بھی اُتارا تھا۔ مرکز احمدیّت میں قیام، مقاماتِ مقدّسہ کی قُربت اور خدمتِ دین کی عظمت کے مقابلہ میں اِن مادّی اور زمینی چیزوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ آپ اُن کے زخمی اور افسردہ دِلوں سے پوچھئے جن سے قادیان چھن گیا۔ اُن کے زخمِ جگر کی گہرائی کو ناپئے جن کی آنکھیں منارۃ المسیح ؑ کی زیارت کو ترس گئیں۔ اُن مہجوروں سے دریافت کیجئے جو دارالمسیح کی ایک جھلک دیکھ لینے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کتنی حسرت بھری ہوئی ہے حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلّہا کے ان قیمتی اور تاریخی اشعار میں جو آپ نے اہلِ قادیان و درویشوں کے نام اپنے پیغام میں فرمائے تھے ؎

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حَرم
تم اُس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدّار کی نگہبانی
اُسی کے حفظ اُسی کی اماں میں رہتے ہو

کتنا درد اور سوز ہے ان الفاظ میں یہ اشعار کیا ہیں خونِ دل سے لکھی ہوئی ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ یہ الفاظ ایک مقدّس دِل کی گہرائیوں سے نکلے اور لاکھوں افرادِ جماعت کے قلوب کی گہرائیوں میں بیٹھ گئے ؎

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اُس سے دُور ہیں تم اُس مکاں میں رہتے ہو

مجھے یاد ہے کہ جب تقسیمِ مُلک کے بعد ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت سیّدہ موصوفہ کی یہ نظم میرے درویش بھائی مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصرؔ نے پہلی بار ترنّم کے ساتھ پڑھی تھی تو ہر درویش اور حاضرینِ جلسہ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور دبی دبی سِسکیاں سینوں سے نکل رہی تھیں۔ لیکن جب یہ شعر پڑھا گیا ؎

شبیں جہاں کی شبِ قدر اور دِن عیدیں
جو ہم سے چھُوٹ گیا اُس جہاں میں رہتے ہو

تو صبر وضبط کا دامن چھوٹ گیا تھا اور بے اختیار چیخوں سے ایک حشر سا بپا ہو گیا تھا۔

یوں تو ہم پہلے بھی اپنی درویشی کو ایک قیمتی متاع سمجھتے تھے۔ لیکن اس نظم نے تو ایک اور ہی رنگ میں ہمیں اپنی درویشی سے متعارف کروایا۔ اور درویشی کی قدر و قیمت ہماری بلکہ جماعت کی نگاہوں میں اور بھی بڑھ گئی۔ یہ نظم رہتی دنیا تک ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے سرمایۂ فخر رہے گی۔

علاوہ ازیں ہمارے محبوب آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے متعدّد مرتبہ اپنے اِن ناچیز خدّام یعنی درویشوں کو محبّت بھرے اور حوصلہ افزا الفاظ میں یاد فرمایا۔ اور سیّدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیشہ اپنی شفقت کے سایہ میں رکھا۔ اور جماعت کے لاکھوں افراد نے دِل سے ہماری قدر کی۔

اِن حالات میں کیا آپ یہ اندازہ آسانی سے نہیں لگا سکیں گے کہ قادیان کی درویشی کے مقابلہ میں ہم کسی چیز کو ترجیح دے ہی نہ سکے۔ اور قناعت اور صبر وشکر کے باعث ہماری بے سروسامانی ہی سامان بن گئی۔ قناعت نہ ہو تو ہفت اقلیم بھی قلیل ہے اور قناعت ہو تو ایک دلق میں دو درویش گزارہ کر لیتے ہیں ؎

نیم نانے گر خورد مردِ خدا
بذلِ درویشاں کُند نیمے دگر

سوال:- آپ سب ابتدائے درویشی میں مجرّد تھے۔ جو شادی شُدہ تھے اُن کے بیوی بچّے پاکستان جا چکے تھے۔ کیا آپ اپنے اس زمانہ کے تجرّد کے بارہ میں اپنے تاثّرات بیان کرسکیں گے؟

جواب:- حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی تلخ تجربہ تھا۔ انسان کے طبعی تقاضوں کے متعلق اگر کوئی شخص بے نیازی کا اظہار کرکے اپنی بڑائی جتانا چاہے تو غالباً یہ درست نہ ہوگا۔ پھر کیوں نہ اقرار کرلیا جائے کہ تنہائیاں ہمیں ڈستی تھیں۔ اور تجرّد ذہن و احساس میں ایک ہیجان بپا کرتا تھا۔ یوں تو سارے درویش خدا کے فضل سے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کے مضبوط قلعہ میں پناہ گزیں تھے۔ لیکن اِس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہمہ اوقات اس کیفیت کو اپنے اُوپر وارد رکھنا صرف اولیاء اللہ کا ہی شیوہ ہے۔ اور طبعی بات یہی ہے کہ بیوی بچّے ہجومِ غم میں تفکّرات بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ قدرت نے یہ بہت پُرحکمت انتظام کر رکھا ہے کہ انسان اپنے تفکّرات کو افرادِ خانہ میں بیٹھ کر بھُول جاتا ہے۔

لیکن یہاں بیوی بچّوں اور رشتہ داروں کا نام ونشان نہ تھا۔ احساسِ دردوغم سے ناآشنا درو دیوار تھے یا ہم تھے۔ تجرّد کا یہ زمانہ چار پانچ سال تک ممتد رہا۔ اس موقع پر گو یہ ایک لطیفہ ہے مگر مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے جذباتِ لطیف سے عاری نہ سمجھیں گے۔ اس لئے یہ لطیفہ عرض ہے کہ ابتدائے درویشی میں ہمارے احمدیہ محلہ میں آٹھ سال کی عُمر کا ایک کم سن احمدی بچّہ محمد صدیق نام تھا۔ جو ہمارے ایک سابق درویش نُور محمد صاحب ماشکی حال مقیم ربوہ کا بیٹا تھا۔ چھوٹا سا قد۔ موٹے نقوش۔ گہرا سانولا رنگ۔ اور اَن پڑھ۔ لیکن طبعی جذبے کی مجبوری! کہ وہی بچّہ ہم سب کی آنکھ کا تارا تھا۔ ایک درویش اُسے اپنے کندھے سے اُتارتا تھا اور دُوسرا سوار کر لیتا تھا۔ وہ اکیلا راکب تھا اور ہم سب مرکب تھے۔ یہ ایک طبعی جذبہ تھا جسے ہزار کوشش کے باوجود دبایا نہیں جا سکتا۔ اسے کندھے پر بٹھا کر کس کس درویش کو اپنے بچّے یاد آئے ہوں گے۔ اور اس نے اپنے جذبات کے دھارے کے سامنے کس طرح بند باندھا ہوگا۔ اور اُس بچّے کی قربت نے کتنی فُرقتوں کو جراحتِ دِل کی دعوت دی ہوگی۔ یہ ایک داستان ہے جسے خود پر وارد کرکے ہی لذّت یاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن کون لذّت یاب ہوگا ؎

ہر مدّعی کے واسطے دار و رَسن کہاں!

سوال:- کنوارے درویشوں کی شادیاں قادیان سے دُور دراز کے علاقوں میں اجنبی ماحول میں ہوئیں جن کا تہذیب وتمدّن یکسر مختلف تھا۔ کیا اس بارے میں آپ اپنے تاثرات بیان کرسکتے ہیں؟

جواب:- اس بارہ میں سب سے پہلی

بات تو مَیں یہ عرض کروں گا کہ۔

دُنیا کا اتنا ظرف کہاں ہے کہ سونپ دیں
وہ تجربات جو ہیں امانت حیات کی

تاہم مجھے اس بارہ میں بھی کچھ عرض کرنا ہی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے رنگ ونسل اور ملک کی تحدید سے بالکل آزاد ہے۔ کیونکہ مادیّت آفاق کو چھُو چکی ہے۔ ہمارے افریقی احمدی بھائی پاکستان میں شادیاں کر رہے ہیں اور یورپ کے احمدی بھائی افریقہ اور ایشیا میں۔ لہٰذا بُعدِ مکانی اور اجنبیّت کا وجود تو قطعی طور پر مٹ چکا ہے۔ تاہم علاقائی تہذیب وتمدّن کے تضاد کے اثرات کا رونما ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اور اس ناگزیر حقیقت سے مفر ممکن نہیں۔ لیکن سب سے پہلے یہ بات مدِّنظر رکھنی چاہیے کہ احمدی دُنیا کے کسی بھی ملک میں ہوں، احمدیّت ان کی قدرِ مشترک ہے۔ اور احمدیت نے ہمیں باہم ایسے گہرے رِشتہ میں باندھ دیا ہے کہ اس کے سامنے تمام خونی رشتے بھی ماند پڑ گئے ہیں۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے لاکھوں ایسے لوگ زندہ موجود ہیں جن کے جدّی خاندانوں نے اُنہیں محض قبولِ احمدیت کی وجہ سے دھتکار دیا، گھروں سے نکال دیا، اور محرُوم الارث کر دیا۔ لیکن وہ ان تمام محرومیوں کی تلخیوں کے گھونٹ الحمدللہ کہہ کر اپنے حلق سے اُتارتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے جدّی خاندانوں کے چند افراد کے بدلہ میں ایک وسیع تر خاندان ملنا تھا اور اس خاندان کا نام ہے

''جماعتِ احمدیّہ''

جو اُفقِ مشرق سے اُفقِ مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور یہ ایمان افروز نظارے ہزاروں بار ہم نے دیکھے ہیں کہ ایک انڈونیشی یا افریقی دوست جب آ جائے تو انڈین یا پاکستانی احمدی ان سے یُوں ملاقات کر رہے ہوتے ہیں جیسے ایک ماں جایا بھائی مدّت سے بچھڑا ہوا ملا ہو......!

تاہم ایک حقیقتِ ناگزیر کے طور پر تہذیب وتمدّن کے تفاوت وتضاد نے اپنے اثرات دکھائے جو مرُورِ زمانہ کے ساتھ آہستہ آہستہ ختم ہوتے چلے گئے۔ یا یُوں سمجھئے کہ ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے اصُول پر ایک درمیانی نقطہ پر ہم آہنگی پیدا ہو گئی بُعد قُرب سے بدل گیا اور تضادات نے باہم صُلح کر لی۔

لیکن لطیفہ کے طور پر بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے چند درویش ایسے بھی تھے جو اُردو بولنے کے عادی نہ تھے۔ اُن کی بیویاں جب ایسے صوبوں سے آئیں جہاں نا خالص سی اُردو بولی جاتی ہے تو میاں بیوی کی باہمی گفتگو کچھ اس طرح ہوتی تھی:-

میاں:- ''مَیں تینوں آکھا تھا کہ منجا ٹھا کے چھانویں رکھ دو۔'' (مَیں نے تمہیں کہا تھا کہ چارپائی اُٹھا کر سائے میں رکھ دو)

بیوی:- ''جانے کا کہت کچھے سمجھ تو آوے ناں۔'' (خدا جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں کچھ سمجھ تو آتی نہیں)۔

میاں:- ''دال کو گنڈھیاں کا تڑکا لگایا یا نہیں'' (دال کو پیاز کا بگھار دیا یا نہیں)

بیوی:- ''گنڈھوں کا تڑکا تو نہیں لگایا، پیاز کا بگھار دے دیا تھا۔''

بیوی:- ''بجار جا رہے جری لہسن تو لیتے آئیو۔'' (آپ بازار جا رہے ہیں، تھوڑا سا لہسن تو لے آیئے گا)

میاں (بیچارے نے بازار کی بات تو سمجھ لی مگر لہسن کے متعلق سوچا کہ یہ کیا بلا ہے۔ لیکن بیوی سے دوبارہ نہ پوچھا کہ سُبکی ہوگی۔ چنانچہ کسی ہمسایہ سے پُوچھا کہ لہسن کیا ہوتا ہے!) لہسن لے کر گھر آئے تو بیوی سے کہا ''بھلئے لوکے! سِدھا کہنا تھا کہ تھوم لیا'' (بھلی عورت! سیدھی طرح کہنا تھا کہ تھوم لے آؤ)

لیکن زمانہ گزرتا گیا۔ کچھ عرصہ تک میاں بیوی کی گفتگوئیں اسی طرح ہوتی رہیں۔ جو بات ایک دُوسرے کی سمجھ نہ آتی تھیں وہ بین الاقوامی زبان یعنی اشاروں میں سمجھی سمجھائی جاتی تھی۔ اور پھر اس مرکّب تہذیب کی کوکھ سے ایک اَور مشترکہ زبان نے جنم لیا جو نہ اُردو رہی نہ پنجابی۔ بیوی نے کچھ پنجابی ملی اُردو پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور میاں نے اُردو کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ اور یوں گنگا اور چناب کا ایک سنگم سا بن گیا۔ اور بُعدِ زمانی نے فصلِ مکانی پر غلبہ پالیا۔

بایں ہمہ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دُنیوی لحاظ سے یکسر تہی دست درویشوں کو اُس زمانہ میں جن والدین نے اپنی بیٹیاں دیں، یہ اُن کی قابل قدر قُربانی تھی۔ سینکڑوں ہزاروں میل دُور اجنبی ماحول میں تہذیب و تمدّن کے تضاد والے مقام پر اپنی بیٹیوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیاہ دینا جن کے خاندان یا ماضی کا کوئی علم نہ تھا۔ اور مستقبل بھی پردۂ غیب میں تھا، صرف درویشی کا احترام کر کے اپنی بیٹیوں کا ہاتھ تھما دینا ایک قابلِ قدر جذبۂ للّٰہی تھا۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سوال:- اِن شادیوں کے نتیجہ میں قدرتی طور پر درویشوں کی اولادیں بھی ہوئیں۔ لیکن گھر میں کوئی بھی رشتہ دار عورت (چچی، خالہ، ممانی، بہن، بھانجی، بھاوج، بھتیجی وغیرہ) نہ ہونے کی وجہ سے زچگی وغیرہ کے مواقع پر آپ کن حالات میں سے گزرے؟

جواب:- آپ کا سوال معقول بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ یہ کیفیّت تو آپ نے اپنے سوال میں ہی بیان کر دی ہے کہ درویشوں کی شادیوں کے بعد جب اُن کے گھر آباد ہوئے تو وہ صرف میاں بیوی تھے۔ میاں یا بیوی کی طرف سے کوئی بھی رشتہ دار پاس نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ کوئی رشتہ دار عورت بھی نہ تھی۔ نہ ماں نہ ساس، نہ چچی نہ خالہ، نہ بہن نہ بھانجی، نہ بھابی نہ بھتیجی۔ ایسے حالات میں جب کسی درویش کے ہاں ولادت کا وقت آتا تو وہ بیچارہ عجیب پریشانی کے عالم میں مبتلا ہوتا۔ وہ کسے دردِزہ میں مبتلا بیوی کے پاس چھوڑے اور کسے نرس یا دائی کو بُلوانے بھیجے۔ یہ عجیب پریشانی کا وقت ہوتا تھا۔ خاص طور پر ایسے اوقات میں کہ ہمسایوں کے ہاں بھی ایسا ہی وقت ہوتا۔ اِس بے بسی کے عالم کو صرف درویش ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی قاری یا سامع نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ ایک طرف یہ بے بسی کارفرما ہوتی تھی۔ اور دُوسری طرف بے سروسامانی کی درد انگیزیاں تھیں۔ بچّے نے تو بہرحال پیدا ہونا ہی تھا۔ اور وہ پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن اپنے جلو میں مزید پریشانیاں لے کر آتا تھا۔ زچّہ کی خوراک، دَوا دارو کا انتظام اور بچّے کی دیکھ بھال میں بیوی کی مدد اور پھر دفتری ذمّہ داریوں کی ادائیگی۔ دو ٹانگوں والا درویش کون کونسی ذمّہ داری کی طرف بھاگتا۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنے لئے آٹھ ٹانگوں کی تخلیق کرنا پڑتی تھی۔ وہ دفتر جاتا تو ذہن زچّہ کی چارپائی کے گرد گھُومتا، گھر آتا تو دفتری ذمّہ داریاں آواز دیتیں۔ وہ اکیلا ہوتا اور فرائض کی مختلف ومتضاد نوعیتیں ہوتیں۔ وہ کبھی کلرک ہوتا کبھی دائی بنتا، کبھی ماما کی ڈیوٹی ادا کرتا، اور کبھی باورچی خانہ میں سرگرمیاں کام کرتا۔ اور زبانِ حال سے کہتا

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
لیکن ایسی جگہ اس سے بہتر کہاں مل سکتی تھی!

اور پھر سال بہ سال بچّوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ان کمسن بچوں کی موجودگی میں بے سروسامانی کی گُہر میں لپٹا ہوا درویش کا گھر ایک عجیب منظر پیش کرتا تھا۔ بیوی زچگی میں پڑی ہے۔ دو تین کمسن بچے صبح جاگ کر ناشتہ مانگ رہے ہیں۔ اُنہیں حوائج ضروریہ سے بھی فارغ کروانا ہے۔ منہ ہاتھ بھی دُھلانا ہے۔ دادی پاکستان میں ہے نانی اُڑیسہ میں ہے۔ بچّے قادیان میں ہیں۔ باپ کا سارا وجود تفکّرات میں گُم ہے۔ ان روتے اور منہ بسورتے بچّوں کو سنبھالے تو کون؟ اور درویش دفتر جائے تو کیسے؟ وہ کبھی زچّہ کی خبر گیری کرتا ہے کبھی چولہے کی طرف لپکتا ہے اور کبھی بچّوں کا منہ دھلانے لگتا ہے۔ اور یوں وہ کرکٹ کے کھیل کی طرح تیز تیز رنز (Runs) بناتا ہے، ایک ایک زچگی کے وقت اُس نے کتنی سنچریاں بنائی ہوں گی اس کا اندازہ کون لگائے گا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یقیناً بروزِ قیامت یہ سب کچھ اس کے نامۂ اعمال میں اجر کے لئے درج ہوگا۔ انشاءاللہ۔

بچّوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اور آمد کے ذرائع سکڑتے چلے گئے اور بچّوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نانِ شبینہ کے لئے پریشانیوں میں اضافہ کرتی چلی گئی۔ اور یہ پریشانیاں مزید بچّوں کی پیدائش کا موجب بنتی چلی گئیں۔ اور یہ پریشانیاں ہر دَور میں درویشوں کا تعاقب کرتی رہیں۔ اور اُن کے صبر و استقلال کے مضبوط بندھ کے ساتھ اپنا سر پھوڑتی رہیں۔ ایّام وادوار کی تلخیوں نے اپنی روز افزونی کے ساتھ حوصلہ شکن حملے کئے لیکن درویش خنداں پیشانی کے ساتھ اُنہیں برداشت کر گئے۔ جتنے مصائب زیادہ آئے اتنا ہی ظرفِ قوّتِ برداشت زیادہ ہوتا چلا گیا۔ اور یہی مفہوم ہے اِس آیت کا کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قوتِ برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور اگر تکالیف فزوں تر ہوتی ہیں تو ظرفِ برداشت اُن سے بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی تو تھی کہ۔

صورت یہی تھی تلخیٔ غم سے نجات کی
کانٹا چُبھا تو ہم نے بہاروں کی بات کی

سوال:- تقسیم ملک کے وقت جبکہ درویشوں کی اکثریت دفتری کام کا تجربہ نہیں رکھتی تھی۔ انہوں نے صدر انجمن احمدیہ کی اتنی بڑی تنظیم کا دفتری کاروبار کیسے سنبھالا؟

جواب:- یہ ایک بڑی ایمان افروز سرگزشت ہے۔ ہمارے درمیان گنتی کے صرف چند لوگ ایسے تھے جو صدر انجمن احمدیہ کے دفتری کام کے مزاج سے واقف تھے۔ مَیں نے ''مزاج'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ ایک حقیقت بیان کی ہے۔ ایک مذہبی جماعت کے مرکزی دفاتر اپنے تمام کاروبار کے لئے ایک خاص مزاج رکھتے ہیں۔ ایسا مزاج جس میں نرمی ہو۔ بردباری ہو۔ اور رُوحانیت کا رنگ نمایاں ہو۔ اور خط و کتابت اور تحریکات کے اندر ایک ایسی لَے پائی جاتی ہو جس کی لینت اور نزاکت دِلوں میں ایک گداز پیدا کردے۔ اور مخاطب کے سوئے ہوئے ولولے بیدار ہو جائیں۔ درحقیقت یہ کام آسان نہ تھا۔ خاص طور پر ایسے مجموعۂ افراد کے لئے جس کی اکثریت اس کام سے قطعی نابلد تھی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اِس فرض کی ادائی کی راہ میں بہت سی مشکلات حائل تھیں۔

لیکن ان مشکلات کے اعتراف کے ساتھ ہی مَیں بڑی مسرّت کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کام لینے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو ننھی اور کمزور چڑیاں بھی شہباز بن جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت پشت پناہی پر آمادہ ہوگئی تو حضرت موسیٰؑ کا بے ڈول سا ڈنڈا جو صرف بیریوں کے پتّے گرایا کرتا تھا، فرعون کے جادوگروں کے اژدھوں پر غالب آگیا۔

اسی طرح اب چونکہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک معجزہ دکھانا چاہتا تھا اور اُس کی ایک زبردست تقدیر بروئے عمل آ رہی تھی۔ اس لئے نا تجربہ کار درویش بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ کہہ کر اس میدان میں کود پڑے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے دفاتر کی فائیلوں کے انباروں میں گھس گئے۔ وہ نا تجربہ کار تھے۔ وہ بہت کم تعلیم یافتہ تھے۔ وہ نو آموز تھے اور ان میں سے اکثر زندگی میں پہلی بار کسی دفتر کی کرسی پر بیٹھے تھے۔ لیکن ایک بھرپور عزم کے ساتھ اور ایک لگن اور جذبۂ خدمت خلق دلوں میں لئے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی کام کی انجام دہی میں محبت و عشق شامل ہو جائے تو رفتارِ کارکردگی میں خود بخود تیزی آ جاتی ہے۔ اور مشکلات کی گرہیں اپنے آپ کھلتی چلی جاتی ہیں۔

جب عشق سِکھاتا ہے آدابِ خُود آگاہی
کھُلتے ہیں فقیروں پر اسرارِ شہنشاہی

ابتدائی ایّام میں سب سے بڑا کام تو یہی تھا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کون کہاں ہے۔ کیونکہ تقسیم ملک کے اثرات اور فسادات نے ساری جماعت کو ایک بار یُوں منتشر کر دیا تھا جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور دانے دُور دُور تک بکھر جائیں۔ مرکز کو یہ علم نہ تھا کہ کونسی جماعت قائم ہے اور کونسی ہجرت کر کے جا چکی ہے۔ اس وقت ہمارا کوئی اخبار بھی نہ تھا جس کے ذریعہ جماعتوں کی خبر گیری کی جا سکتی۔ ہمارے قادیان کے پرنٹنگ پریس حکومت نے سربمہر کر دیئے تھے۔ اور امرتسر جانا ممکن نہ تھا کیونکہ سفر کی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ لہٰذا ایک ہی ذریعہ خط و کتابت کا رہ جاتا تھا اور اسی سے کام لیا گیا۔ اور یُوں قریباً ایک سال کی کوششوں کے بعد معلوم ہو سکا کہ ہندوستان میں اب کہاں کہاں جماعتیں موجود ہیں۔ پنجاب تو کلیۃً خالی تھا۔ یوپی کی بہت سی جماعتیں ہجرت کر کے جا چکی تھیں۔ اور بعض دُوسرے صوبوں میں سے بھی دوست ہجرت کر کے جا چکے تھے۔ بہرحال ایک سال کی لگاتار کوششوں کے بعد مرکز کو جماعتوں کا اور جماعتوں کو مرکز کا علم ہو سکا۔ اور تسبیح کے یہ دانے پھر مضبوط ہو گئے۔ اور مرکز نے خدا کا نام لے کر ایک فعّالیت کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔ درویشوں کی کم عِلمی اور نا تجربہ کاری بیشک اپنی جگہ تھی۔ لیکن چونکہ اب اللہ تعالیٰ اُن سے کام لینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کی نصرت اور ستّاری نے اپنا کرشمہ دکھایا اور درویشوں کو یہ توفیق ملی کہ خدا کے فضل سے انہوں نے تمام مرکزی دفاتر کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ چلانا شروع کر دیا اور آج 25 سال کے بعد اگر اس کام اور ترقّی کا جائزہ لیا جائے تو سرِ نیاز اللہ تعالیٰ کے آستانے پر عجز کے ساتھ جھک جاتا ہے اور یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ آ جاتی ہے کہ ابابیلوں نے ابرہہؔ کے ہاتھیوں والے لشکرِ جرّار کو کس طرح شکست دی تھی۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بیڈول ڈنڈے نے فرعون کے درباری جادوگروں کے اژدھوں کو کیونکر نِگل لیا تھا۔!

سوال:- آپ نے درویشوں کی قوّتِ برداشت اور صبر کے ظرف و وسعت کی بات کی ہے۔ کیا اس کا کوئی پیمانہ پیش کر سکتے ہیں جس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکے؟

جواب:- اگر آپ مجھ سے سُن کر اسے برداشت کرنے کی ہمّت رکھتے ہوں تو میں ایسا پیمانہ پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ اسے عقل کے پیمانہ سے ناپنا شروع کر دیں۔ حالانکہ یہ عقل کے کسی خانہ میں فِٹ آنے والی چیز نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ہر واردہ کا صحیح انداز اس کا مورد ہی لگا سکتا ہے دیکھنے اور سننے والا آہ تو بھر سکتا ہے۔ اُف تو کہہ سکتا ہے۔ لیکن درد کی جو ٹیسیں مورد کے جسم و جاں کو تڑپا رہی ہوتی ہیں اُن کا صحیح اندازہ، سامع یا قاری کو نہیں ہو سکتا۔ آپ اخبار میں ایک خبر پڑھتے ہیں کہ

''ایک موٹر سائیکل سوار ٹرک سے ٹکّر کے نتیجہ میں موقع پر ہلاک ہو گیا۔''

آپ خبر پڑھ کر یوں گزر جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ لیکن اس ماں کے دِل سے پوچھئے جس کے جگر کے ٹکڑے کو اچانک فنا نے نِگل لیا۔ اس بیوی سے پوچھئے جس کے نصیب میں ظلمت بھری بیوگی لکھی گئی۔ ان بچّوں سے پوچھئے جو یتیمی اور کس مپرسی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ اور اُس غم رسیدہ باپ سے پوچھئے جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو موت نے دبوچ لیا۔ لیکن آپ حادثہ کی خبر پڑھ کر زیادہ سے زیادہ اُف کہہ کر یا چہ چہ کر کے گزر جاتے ہیں۔ گویا دل میں کہہ رہے ہوں کہ

کوئی مرا ہوگا ہمیں کیا۔!

آپ نے واضح ثبوت یا پیمانہ پیش کرنے کے لئے کہا ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ نوٹ فرما لیں کہ سوائے دو چار مستثنیات کے درویشوں کی اکثریت کثیر الاولاد ہے۔ اور درویشوں کے پانچ چھ سات آٹھ نو دس بلکہ گیارہ تک بچّے ہیں۔ اور انہیں درویشی سکیل میں جو گزارہ مل رہا ہے وہ یہ ہے:-

۱۔ میاں بیوی پانچ بچّے یعنی سات افراد ۹۸ روپئے
۲۔ // // چھ // // آٹھ // ۱۰۳ روپئے
۳۔ // // سات // // نو // ۱۰۸ روپئے
۴۔ // // آٹھ // // دس // ۱۱۳ روپئے
۵۔ // // نو // // گیارہ // ۱۱۸ روپئے
۶۔ // // دس // // بارہ // ۱۲۳ روپئے
۷۔ // // گیارہ // // تیرہ // ۱۲۸ روپئے

آپ دُنیا کے کسی ماہرِ اقتصادیات کے سامنے یہ نقشہ پیش کر دیجئے اور اُس سے کہئے کہ آج کے ہمّت شِکن مہنگائی کے دَور میں گھریلو بجٹ بنا کر دکھا دے۔ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ میں اس سے زیادہ گذارہ دینے کی گنجائش نہیں۔ پھر آپ اندازہ لگایئے کہ درویش اتنا کم اور برائے نام گزارہ پا کر کیا کرتے ہوں گے۔ لیکن درویش بھی خدا کے فضل سے جانتے ہیں کہ انجمن اُن کے لئے صرف اسی قدر گزارہ کا انتظام کر سکتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی اپنی ہمّت سے کام لے کر کوئی نہ کوئی زائد کاروبار کر لیتے ہیں۔ بعض بھینسیں پالتے ہیں۔ بعض معمولی کاشتکاری کرتے ہیں۔ بعض دستکاری کے ذریعہ نانِ جویں پیدا کرتے ہیں۔ اور بعض کوئی اور پیشہ اختیار کر کے نانِ شبینہ کا انتظام کر لیتے ہیں۔ یہاں ایک جذبۂ تشکّر و امتنان کے ساتھ اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جماعت کے بعض مخیّر دوست قابل قدر رنگ میں درویشوں کی امداد کرتے ہیں۔ مثلاً کئی سال سے ایک مخلص اور درویشوں کے ہمدرد دوست ہر سال درویشوں کو اُن کے خاندانوں سمیت چار چار ماہ کے لئے گندم مُہیّا کرتے ہیں جس پر ان کا سالانہ ۴۰-۴۵ ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر بخشے اور ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

لیکن چونکہ مہنگائی راکٹ کی سی رفتار کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس لئے پریشانیاں اتنی بہادر ہیں کہ ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

کیا یہ پیمانۂ ظرف و وسعت آپ کی تشفّی کے لئے کافی ہے؟

سوال:- مَیں چاہتا تھا کہ کوئی اس سے واضح مثال سامنے آ جاتی جس سے درویشوں کی اقتصادی مشکلات اور پریشانیاں ایک اور ایک دو کی طرح سامنے آ جاتیں۔

جواب:- ایسی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ موٹر سائیکل والے حادثہ کی مثال کی طرح آپ صرف یہ کہہ کر نہ گزر جائیں کہ

کوئی مر گیا ہوگا۔ ہمیں کیا۔!

میں نے عرض کیا ہے کہ اقتصادی مشکلات اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس لئے مرگِ انبوہ کا ایک جشن سا برپا ہے۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ایک درویش بھائی فوت ہوئے ہیں۔ ان کی

زندگی تک تو صرف اتنا سا علم تھا کہ وہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے سات بچے تھے۔ اور متبادر طور پر یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ مالی لحاظ سے پریشان ہوں گے۔ لیکن اُن کی وفات کے بعد اُن کی ایک ڈائری نکلی ہے۔ جس کے ایک صفحہ پر لکھا ہے:-

''سب سے زیادہ سخت تنگی کا سال ۱۹۷۱ء و ۱۹۷۲ء کا گزرا خاص طور پر لڑائی کے دَوران اور اس کے بعد تک کئی کئی دنوں کے فاقے بمعہ بچّوں کے گزرے۔ صبح ملی تو رات نہیں۔ الحمد للہ۔ ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔''

دستخط............''

مجھے حضرت مصعب بن عُمیرؓ صحابی کا وہ نعرہ یاد آ گیا جب زمانۂ نبوی صلعم میں مدینہ طیّبہ سے کئی میل دُور کفّار اُنہیں شہید کر رہے تھے تو انہوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا تھا کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ یعنی ربِّ کعبہ کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچ گیا!

حلقوم پر تیز تلوار چل رہی ہو۔ موت کی آغوش سامنے کُھلی ہو۔ اور شاہ رگ کٹ رہی ہو تو اس وقت یہ نعرہ کہ

''میں اپنی مُراد کو پہنچ گیا''

تاریخِ اسلام کے سُنہری ورق پر ایک ہیرا جڑا ہوا نہیں تو اور کیا ہے! مائیں اس قسم کے فدائی اور جاں نثار بچے بہت شاذ جنتی ہیں۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان ماؤں نے ایسے بیٹے جنے اور آج خدا کے فضل سے تاریخ احمدیت بھی سابقہ تاریخ اسلام کو دوہرا رہی ہے۔

بیوی بچّوں سمیت کئی کئی دن فاقوں سے گزارنا اور ''صبح ملی تو رات نہیں'' کی المناک کیفیات میں سے گزرنا اور پھر کہنا کہ

''الحمدللہ۔ ہر حال میں خُدا کا شکر ہے۔''

کیا یہ الفاظ کہنا آسان ہے۔ کیا ظرف و وسعت کو ناپنے کے لئے یہ پیمانہ کافی ہو سکتا ہے؟ اور بھائی جان! یہ تو وہ ڈائری تھی جو لکھی گئی۔ ورنہ بیسیوں ایسی ڈائریاں بھی ہیں جو لکھی نہیں گئیں۔ اور اگر لکھی جاتیں تو اُن کے الفاظ بھی یہی ہوتے۔ زندہ باد میرے مرنے والے درویش بھائی کہ تو نے۔

ہر گام پر بکھیر کے پھولوں کی نکہتیں!
رکھ لی ہے لاج کانٹوں بھری کائنات کی

سوال:- اس پچیس سالہ دورِ درویشی میں آپ میں سے اکثر کے قریبی رشتہ دار اور عزیز پاکستان میں فوت ہوئے ہوں گے۔ ایسے مواقع پر آپ لوگوں کی کیا کیفیات ہوتی تھیں؟

جواب:- ہاں ایسے مواقع تو تمام درویشوں پر آئے جب کہ اُنہیں اپنے بہت قریبی اور جان سے پیارے عزیزوں کی دائمی مفارقت کے صدمات برداشت کرنے پڑے۔ کسی کی بیوی وہاں فوت ہوگئی۔ کسی کا پیارا اور غمخوار اور شفیق باپ اِس جہان سے گزر گیا۔ اور کسی کی ماں اپنی ممتا ساتھ لئے ملکِ عدم کو سدھار گئی۔ کسی کا بھائی لقمۂ اجل بن گیا۔ اور کسی کے لختِ جگر کو موت کی عفریت نے نگل لیا، اور دُوسرے رشتہ داروں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ یہ ایسے صدمات تھے جو بعدِ مکانی کے باعث اپنے اندر بہت شدت رکھتے تھے۔ بالخصوص اس لئے کہ آمد و رفت کی سہولیات مفقود تھیں۔ ان صدمات کے طبعی اثرات سے کون محفوظ رہ سکتا ہے۔

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہُوں پیالہ و ساغر نہیں ہُوں میں

والدہ خواہ کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہو۔ وہ جب گزر جاتی ہے تو انسان یُوں محسوس کرتا ہے کہ شدّت گرما میں جب کہ وہ ایک ٹھنڈے سائے میں بیٹھا تھا یکلخت سایہ سر سے ہٹ گیا ہے۔ اور وہ تیز دھوپ کی جھلسا دینے والی تمازت کی زد میں ہے۔ باپ کا شفقت بھرا ہاتھ سر سے اُٹھ جانے کے بعد یکدم یتیمی کی المناکیاں سر پر سوار ہو جاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر ہمارے احساس کے تار جھنجھنا کر رہ جاتے تھے اور ان رشتہ داروں کے دمِ واپسیں پہنچ نہ سکنے کی حسرت اور کوئی خدمت نہ کر سکنے کی محرومی دلوں پر نشتر چلاتی تھی۔ مگر حالات کی بے بسی بالآخر صبر کی راہ دکھاتی تھی۔

چاہے تُو جتنا تڑپ لے اَے دلِ غمگیں مگر
مایۂ آرام جُز صبر و رضا کچھ بھی نہیں

اور پھر مرورِ ایّام کے ساتھ وہ اضطراب خود سکون بن جاتا تھا۔ غالبؔ پر بھی مشکلات ضرور آئی ہوں گی لیکن اگر وہ اس درویشی دَور میں ہمارے ساتھ ہوتا تو زیادہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتا کہ

مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

اور یوں وقت کے مرہم اور نسیان کی خداداد نعمت سے ہمارے زخم مندمل ہو جاتے۔ ایسے کتنے ہی زخموں سے ہمارے سینے داغدار ہیں۔ اور ان تلخ یادوں کی کتنی ہی سُولیاں ہیں جن پر ہم ٹنگے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم خدا کے فضل سے دعویٰ وفا کا رکھتے ہیں اور اپنے درویشی فرائض کو بہر حال مقدم رکھتے ہیں اس لئے فرض ہمہ اوقات ہمارے ضمیر کو جھنجھوڑتا رہتا ہے۔

اور اب تو صدمات کی کثرت نے یہ حال کر دیا ہے کہ آنسوؤں کے سوتے بھی خشک ہو چکے ہیں۔ اور کسی عزیز کی وفات کی اطلاع کو ہم یوں آسانی سے سُن لیتے ہیں جیسے بہت ہی معمولی بات ہو۔

لیکن اِس دَور درویشی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ صبر و ضبط کے سارے بندھ ٹُوٹ گئے تھے۔ اور آنکھوں سے چشمے پھُوٹ پھُوٹ کر بہہ نکلے تھے اور قلوب درد اور ٹیسوں کی آماجگاہ بن گئے تھے۔ اور ہم روئے جتنا رو سکتے تھے۔ ۸؍ نومبر ۱۹۶۵ء کا دن تمام درویشوں کے لئے روزِ قیامت تھا جب ہمارے دِل و جان سے زیادہ پیارے اور تمام خونی رشتوں سے زیادہ عزیز اور محبوب آقا جماعت احمدیہ کے محسن امام سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی دردناک خبر آئی تھی۔ ہر درویش کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ وہ مقدس آقا ہمیں ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ درویشوں کا رُوحانی باپ تھا۔ وہ درویشی کا بھی باپ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پوری ہوئی اور وہ متاعِ بے بہا ہم سے چھِن گئی۔ آہ۔!!

عُمرِ خضر کے طالب جس کے لئے رہے ہم
صد حیف چل بسا وہ روشن دماغ آخر

اِسی طرح سیّدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام درویشوں کے ایک محسن و مشفق مُربّی تھے اور متواتر سولہ سال تک ایک مہربان ماں کی طرح ہم سب پر سایہ فگن رہے آپؓ کی وفات پر بھی تمام درویشوں نے یہی سمجھا کہ آج ہم ایک تسکین بخش سائے سے محروم ہوگئے ہیں۔ یہ موقع بھی ایسا تھا کہ تمام درویشوں نے اپنے محسن و مُربّی کی یاد میں بے اختیار آنسو بہائے۔

سوال:- تقسیمِ مُلک کے وقت جب آپ لوگ ایک طرح سے محصُور ہو کر رہ گئے تھے اور پاکستان سے آنے والے زخمی اور بدحال شرنارتھیوں کے دِلوں میں قدرتی طور پر مسلمانوں کے خلاف نفرت، غصّہ اور انتقام کے جذبات تھے۔ آپ ان حالات میں سے کس طرح گزرے؟

جواب:- یہ ایک قدرتی بات تھی کہ پاکستان سے بے خانماں ہو کر آنے والے شرنارتھی (ہندوستان سے جانے والے پناہ گزینوں کی طرح) بہت مظلوم اور زخم خوردہ تھے۔ اور اُن کے دِلوں میں مسلمانوں کے خلاف بے پناہ نفرت تھی۔ اور یہ ان حالات کا ایک ردِّ عمل تھا جو اُنہیں اپنے وطن چھوڑتے وقت پیش آئے تھے۔ اِس لئے یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر ہم ناراضی کا اظہار کرتے۔ اِن حالات کے طبعی نتائج جو بھی نکل سکتے تھے وہ نکلے۔ ہم نے بارہا اپنے کانوں سے ماں بہن کی گالیاں اُن سے سُنیں اور صبر کیا۔ یہ بات نہ تھی کہ ہم بزدل تھے۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم بزدل ہوتے تو وہ علاقہ جو واہگہ سے سہارنپور تک مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا وہاں کس طرح ٹھہر سکتے تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ ہمیں اپنے محبوب امام سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی حکم تھا کہ

''اب جو لوگ وہاں رہیں اُن کو یہ سمجھ کر وہاں رہنا چاہئے کہ انہوں نے مکّی زندگی اور مسیحِ ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقاماتِ مقدّسہ کی ہتک ہوئی تو اس کا ذمہ دار وہ ہوگا''

(الفرقان ربوہ۔ درویشانِ قادیان نمبر صفحہ ۴۵)

لہٰذا ہم نے اپنے محبوب امام کی اطاعت کر کے اپنی مظلومیت اور صبر و ضبط کی خداداد طاقت سے یہ سب کچھ بخوشی برداشت کر لیا اور ہر ایسے موقع پر مقاماتِ مقدسہ کی حرمت ہمارے پیشِ نظر رہی۔ ہم اب بھی خوش ہیں کہ ہم نے محض خدا کی خاطر غیر مسلموں سے گالیوں کے تحفے وصُول کئے اور اپنے ذاتی وقار کو مقاماتِ مقدسہ کے وقار پر قربان کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اشتعال کی صورت تبھی پیدا ہوتی ہے جب دونوں طرف اشتعال ہو۔ لیکن صرف ایک طرف اشتعال ہو تو اس اشتعال کا شُعلہ خود بخود سرد ہو جاتا ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی ماچس کی تیلی جلا کر پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے کو آگ لگانا چاہے۔ پس ماچس کی تیلیاں تو جلتی رہیں لیکن یہاں تو برف کی سِلیں تھیں اُن میں آگ کس طرح لگ سکتی تھی۔!

اور پھر یہ بات بھی تو تھی کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم پر عمل کرنے کا بھی تو یہ بہترین موقع تھا کہ ۔

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی دیکھو جو عادت تم دِکھاؤ اِنکسار

بہرحال ہمارے صبر وضبط اور عادی سخت جانی نے اُن کے مشتعل جذبات کو سرد کردیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ نفرت کی وہ دیوار ایّام کی رگڑ سے گرگئی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام اہلِ شہر سے ہمارے تعلّقات بہتر ہوتے چلے گئے۔ گو ہمیں ابتدائی زمانہ میں قادیان سے باہر جانے کے لئے اسکورٹ کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اور حکومت نے ازخود ایسا انتظام کردیا تھا۔

البتّہ ابتدائی دَور میں جب ہمارا بائیکاٹ کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسا انتظام فرمادیا کہ انہی مخالفین میں سے ہی ہمارے ہمدرد پیدا ہوگئے اور چند ہی روز کے بعد یہ بائیکاٹ ختم ہوگیا۔ بائیکاٹ کے ایّام میں بھی ہمارے بعض ہمدرد غیر مسلم ہمیں ضروریات کی اشیاء رات کی تاریکیوں میں لاکر دیتے رہے۔ اور اس طرح ہم کسی مالا یطاق تکلیف سے محفوظ رہے۔ ہم اُن غیر مسلموں کے ممنون ہیں جنہوں نے انسانی ہمدردی کا فرض پہچان کر ہمارے ساتھ تعاون کیا، بلکہ اُن کے بھی خیر خواہ ہیں جنہوں نے ہمارا بائیکاٹ کیا تھا۔ کیونکہ اسلام ہمیں درگذر کی تعلیم دیتا ہے۔ اور سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ہجرت کے معاً بعد فرمایا تھا کہ ۔

نکالا مجھے جِس نے میرے چمن سے
مَیں اُس کا بھی دِل سے بھلا چاہتا ہُوں

بہرحال ہمارے صبر و ضبط اور قوّتِ برداشت نے حالات کو بہتری کی طرف لانے میں مدد دی۔ اور ہمارے مخالفین کے دِلوں میں نفرت کے جذبات سرد ہوگئے۔ ۔

ہماری سخت جانی نے کیا شَل ہاتھ قاتِل کا
سرِ مقتل بھی ہم نے کر لیا دارالاماں پَیدا

سوال:- ابتدائی زمانہ میں جب کہ آپ لوگ قریباً تین سال تک اپنے حلقہ (یعنی محلہ احمدیہ) سے باہر نہ جا سکتے تھے آپ کی ضروریات حجّام۔ دھوبی۔ درزی۔ مستری وغیرہ کے متعلق کیسے پوری ہوتی تھیں؟

جواب:- یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عجیب ایمان افروز اتفاق تھا کہ 313 درویشوں کے اندر ان تمام پیشوں کے جاننے والے کاریگر موجود تھے۔ اور اپنی ضروریات کے لئے ہمیں کسی کا محتاج نہیں ہونا پڑا تھا۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے درمیان ہر پیشہ کے کاریگر موجود تھے بلکہ وہ ایسے کاریگر تھے کہ وہ شہر کے دوسرے کاریگروں سے بہتر تھے۔ اور اِس طرح شہر بلکہ مضافات کے غیر مسلم بھی ہمارے پیشہ وروں کے محتاج ہوتے تھے۔

سوال:- زمانۂ درویشی کا ایک لمبا عرصہ جو چوتھائی صدی پر محیط ہے۔ لوگوں نے جن نامساعد حالات میں اپنے عہدِ وفا کو پُورا کرتے ہوئے اسے گزارا۔ اس کے لئے آپ کو کئی قسم کی قربانیاں کرنا پڑیں۔ کیا آپ کے دِل اس پر مطمئن ہیں؟

جواب:- جہاں تک کوئی قربانی دینے کا تعلق ہے ہم اپنے کسی کردار کو قُربانی کا نام نہیں دے سکتے کیونکہ ۔

جان دِی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوُا

تاہم الحمد للہ ہمارے دِل اس پر مطمئن ہیں۔ ہمارے اندر بشری کمزوریاں ہیں کیونکہ ہم فرشتے نہیں انسان ہیں۔ اور خطا ونسیان انسان کا خاصہ ہے لہٰذا ہم اپنی بشری کمزوریوں کے باعث خوف و رجا کی درمیانی پوزیشن پر قائم رہ کر اپنی ان حقیر ترین قربانیوں کے درگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور یہی دُعائیں ہمارے لئے طمانیتِ قُلوب کا باعث ہیں۔ اور انہیں معنوں میں ہم یہ عرض کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی بشری کمزوریوں کے باوجود اپنے واجب الاحترام خلیفۂ وقت اور جماعت کے سامنے سُرخرو ہوں گے۔ ہماری کمزوریوں اور غلطیوں پر چشم پوشی فرمائی جائے گی۔ اور ہماری ناچیز قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ شروع سے دیکھا جا رہا ہے۔ ہمارے محبوب و مقدس آقا سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہمارے لئے سرمایۂ فخر ہیں کہ

''آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چُنتا۔''
(الفرقان درویشانِ قادیان نمبر صفحہ ۵)

اور ہمارے اِس پیارے آقا نے یہ فرما کر تو درویشی کی قدر وقیمت کو بہت زیادہ بڑھا دیا تھا کہ:-

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبُور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا۔ لیکن زخمی دِل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ مَیں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسُول کا تخت گاہ ہے۔ اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔'' (ایضاً)

لہٰذا خدا کے فضل سے ہم پُوری طرح مطمئن ہیں کہ احمدیّت کے دائمی مرکز قادیان میں رہنے کی سعادت ہمیں حاصل ہے۔ اور مقدّس مقامات کی زیارت کے مواقع ہمیں میسّر ہیں۔ اور پھر اس کے لئے بھی گو کہ ہم حقیر ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر ساری جماعت درویشوں کے لئے عزّت اور قدردانی کے جذبات اپنے دِلوں میں رکھتی ہے۔ اور خلفائے کرام نے تو بارہا اپنے قیمتی ارشادات سے ہمارے حوصلے بڑھائے۔ الحمد للہ۔

سوال:- نظامِ خلافت کے ساتھ درویشوں کی وابستگی کے بارہ میں کچھ آپ بیان کریں گے؟

جواب:- آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ احمدیّت کے ساتھ وابستگی کے بعد نظامِ خلافت کے ساتھ وابستگی کی علیٰحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک درویش صمیمِ قلب کے ساتھ یہ ایمان رکھتا ہے کہ احمدیت اور خلافت لازم وملزوم ہیں۔ اور ایک کے وجود کو دُوسرے سے علیٰحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جب ایک شخص نے احمدیت قبول کرلی تو اُس کے قبول خلافت کے بارہ میں کوئی سوال نہیں ہوسکتا۔ احمدیّت کو قبول کرنے والا لازماً خلافت کا جؤا اپنی گردن پر رکھتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا وہ کچھ اَور تو ہوسکتا ہے احمدی نہیں ہوسکتا۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ہم درویشوں کے دِلوں میں خلیفہ وقت کی عظمت کس قدر ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ کے ایک سابقہ سوال کے جواب میں عرض کیا جا چکا ہے کہ جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع نومبر 1965ء میں آئی تھی۔ تو درویشوں نے اپنے اس رُوحانی باپ کی وفات پر اس قدر دردو اَلم کا اظہار کیا تھا کہ کسی نے آج تک جسمانی باپ کی وفات پر بھی نہ کیا ہوگا۔ اور بِلا استثناء تمام درویشوں نے یُوں محسوس کیا تھا کہ آج وہ یتیم ہوکر رہ گئے ہیں۔ اِسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے دِلوں میں خلیفۂ وقت کے لئے کتنی محبّت اور عظمت ہے۔ کچھ عرصہ قبل جب ربوہ سے یہ تشویشناک اطلاع آئی کہ ہمارے پیارے امام ہمام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو گھوڑے سے گِر جانے کے باعث چوٹیں آئی ہیں تو تمام درویش غم اور فکر میں ڈوب کر رہ گئے تھے۔ اور اپنے آقا کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے ایک عرصہ تک درد والحاح سے دُعائیں کرتے رہے۔

پھر اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوسکتا ہے کہ خدا کے فضل سے درویش اپنے لئے دُعا بعد میں کرتے ہیں اور اپنے امام کے لئے پہلے دُعا کرتے ہیں۔ بہرحال نظامِ خلافت سے عقیدت و احترام تمام درویشوں کے دِلوں کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ الحمد للہ۔

سوال:- آپ نے میرے گزشتہ سوالوں کے جواب میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجموعی طور پر درویشوں کی مالی پوزیشن اچھی نہیں ہے۔ اب قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا چاہئے کہ درویشوں کی مالی قربانیوں کا معیار بھی بہت پست ہوگا۔ کیا مَیں اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوں؟

جواب:- جی نہیں۔ بلکہ مَیں یہ کہوں گا کہ مالی قُربانی کے میدان میں درویشوں کے معیار کو پست خیال کرنا ایک ظلمِ عظیم ہوگا۔ اور اگر مَیں یہ عرض کروں کہ ہندوستان کی تمام جماعتوں میں سے سب سے بڑا بجٹ قادیان کا ہے تو شاید آپ کو تعجب ہوگا۔ حالانکہ مَیں ایک حقیقت بیان کررہا ہوں۔ ایسی حقیقت جو اعداد وشمار سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک لازمی چندوں کا تعلق ہے وہ تو ہر درویش کی تنخواہ میں سے کٹ جاتے ہیں۔ اور طوعی چندے، تحریکِ جدید، وقفِ جدید، نصرت جہاں ریزرو فنڈ وغیرہ بھی درویش فراخدلی سے دیتے ہیں۔

بہرحال خدا کے فضل سے درویشوں نے اپنے حالات کی نامساعدت کے باوجود مالی قربانی کے میدان میں ایک قابل فخر نمونہ پیش کیا ہے۔ الحمد للہ۔

سوال:- اِس پچیّس سالہ دورِ درویشی میں کئی مواقع آپ لوگوں پر ایسے بھی آئے ہوں گے کہ آپ اپنی روز مرّہ کی ضروریات

کے لئے پریشانیوں سے دو چار ہوئے ہوں گے۔ **بالخصوص اسلامی تہواروں کے موقع پر آپ کو حسب مرضی ضروریات مہیّا نہ ہو سکنے پر ذہنی کوفت ہوئی ہوگی، ایسے مواقع کے متعلق اپنے تاثرات بتائیے!**

جواب:- آپ کے اس سوال کا جواب تو سابقہ سوالوں کے اندر ہی آچکا ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے مخصوص طور پر یہ سوال کیا ہے اِس لئے میری عرض اِس بارہ میں یہ ہے کہ ۔

ملے نہ پھُول تو کانٹوں سے دوستی کر لی
کسی طرح سے بسر ہم نے زندگی کر لی

آپ کے سوال کا یہ مجمل جواب اپنے اندر کافی تفاصیل رکھتا ہے۔ تاہم بشری ضروریات سے محرومی کے اثرات دماغ تک تو ضرور پہنچے۔ لیکن نوکِ زبان احتیاط پر کاربند رہی گو بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ احساسات سینے کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر فریاد کرتے رہے کہ ۔

غریبوں کے جہاں میں وقت بھی رُک رُک کے چلتا ہے
کبھی صبحیں نہیں ہوتیں کبھی شامیں نہیں ہوتیں

لیکن بایں ہمہ وقت نے کبھی کسی کا انتظار نہ کیا۔ اور وہ اپنی رفتار سے رواں دواں رہا صبحیں بھی ہوتی رہیں اور شامیں بھی ہوتی رہیں۔ حتّٰی کہ پچیّس سال محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اُس کی تائید و نُصرت سے گزر گئے۔

روزمرّہ کی ان ضروریات کو جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے اگر آپ محض مادی ضروریات ہی سمجھیں گے تو یہ ایک زیادتی ہوگی۔ بیشک مادّی ضروریات بھی تھیں۔ لیکن رُوحانی ضروریات سے محرومی اُن سے کہیں زیادہ جاں گُسل تھی۔ ان پچیّس سالوں میں پچاس عیدیں آئیں آپ جانتے ہیں کہ عیدین کے مواقع پر اپنے پیارے امام خلیفۂ وقت کی زیارت اور دست بوسی کو ہم میں سے ہر احمدی اپنے لئے حرزِ جان سمجھتا ہے۔ جب عید آتی تو ہم میں سے ہر شخص مسندِ خطابت پر اپنے محبوب امام کو تلاش کرتا۔ اور نگاہیں جب مایوس ہو کر پلٹ آتیں تو درِ محرومی ایک تیر بن کر جگر کے پار ہو جاتا۔ اور یُوں محسوس ہوتا کہ بغیر دولہا کے ایک بارات جا رہی ہے۔ اور ہمارا زخم خوردہ تصوّر ڈھکّو وانہ (پرانے عیدگاہ۔ ناقل) یا بڑے باغ میں گزری ہوئی عیدوں کے مقامات پر پرواز کرتا

اے کاش وہی رہتے ایّام زندگی کے

ان پچیس سالوں میں ۱۳۰۰ جمعے آئے۔ قادیان وہ مقام ہے۔ ہاں وہ مقدّس مقام ہے کہ تقسیمِ ملک سے قبل لاہور، امرتسر، گورداسپور اور جالندھر کے احمدی محبوب امام کا خطبہ اور دلوں میں اُتر جانے والے کلمات سُننے کے لئے اور زیارتِ محبوب کا سَودا سروں میں سمائے ہر جمعہ کو پہنچ جایا کرتے تھے۔ اسی قادیان میں موجود رہ کر ہم ان ۱۳۰۰ ہفتہ واری تہواروں کے مواقع پر اپنے پیارے امام کی زیارت سے محروم رہے۔ کون اندازہ لگا سکے گا اِس درِ محرومی کا! شاید آئندہ کا کوئی مورّخ اس تالّم کی تصویر کھینچ سکے۔ لیکن ہم اپنے پیارے امام سے دُور بیٹھے ہوئے درویش آئندہ کے اس مورّخ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری قبروں کے سرہانے کھڑا ہو کر ہمارے دلوں میں اس سلگتی ہوئی آگ کی تپش کو اپنالے۔ اور پھر تصویر کھینچے ۔

بُجھنے کی دِل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی!
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

سوال:- اگر آیندہ بھی آپ کو غیر معیّن عرصہ تک، ایسے ہی آزمائشی دَور میں سے گزرنا پڑے تو کیا آپ اس کے لئے اپنے اندر قوّتِ برداشت اور حوصلہ پاتے ہیں؟

جواب:- یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ مشکلات کے کسی دَور کا ابتدائی زمانہ ہی زیادہ تکلیف دِہ اور پریشان کُن ہوُا کرتا ہے۔ یہ ابتدائی زمانہ جب گُزر جاتا ہے۔ تو احساس کی شدّت میں خود بخود کمی آجاتی ہے۔ اور مشکلات کا مَورد انسان اپنے آپ کو مشکلات کے لئے تیار کر لیتا ہے۔ پر جو زمانہ غیر معمولی مشکلات کا تھا وہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے گزر چکا۔ اور اب ہمارے اندر قوّتِ برداشت پہلے سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ کیونکہ متواتر پچیّس سال کے آزمائشی دَور میں ہم نے مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونا سیکھ لیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ ہم نے اِن مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مُسکرانے کا پچیس سالہ کورس کر کے Doctorate کر لیا ہے۔ آپ نے تو پچیّس سال گُزرنے کے بعد آئندہ کے لئے یہ سوال کیا ہے حالانکہ ہم تو خدا کے فضل سے پہلے دن ہی اِن تمام مشکلات کو اپنے سامنے پا کر انہیں برداشت کرنے کا عزم کر کے ہی دَورِ درویشی میں داخل ہوئے تھے ۔

ساقی نے کہا تھا دیتے ہی اِس جام میں ہے تلخیٔ عمل
پر مانگ کے واپس کرنے کا موقع ہی نہ تھا پینا ہی پڑا

(بدر ۲۹؍مارچ ۱۹۷۳ء)

☆☆☆

دیارِ مسیحِ زماںؑ کے محافِظ

(مکرم میر اللہ بخش تسنیمؔ صاحب)

وہ سر دھڑ کی بازی لگا دی جنہوں نے — درِ حق پہ دُھونی رما دی جنہوں نے
وفا کی حقیقت بتا دی جنہوں نے — جہاں سے نرالے پُراسرار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

وہ زُہد و عبادت کے پیکر سراپا — وہ عشق و محبّت کے پیکر سراپا
وفا کے عقیدت کے پیکر سراپا — خدا کی رضا کے طلبگار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

مصیبت میں ثابت قدم رہنے والے — وہ حق کا سخن برملا کہنے والے
وہ غیروں کی ہر اک جفا سہنے والے — بنی نوعِ انساں کے غمخوار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

ہے تاثیر حق کی زبانوں میں جن کی — ہے رنگِ بلالی اذانوں میں جن کی
ہے اسلام کا درد جانوں میں جن کی — مئے الفتِ دیں سے سرشار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

وہ جانباز دارالاماں کے محافظ — دیارِ مسیح زماں کے محافظ
صداقت کے روشن نشاں کے محافظ — یہی ہیں وہ خوش بخت سرکار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

تہجّد کے خوگر دُعا کرنے والے — صداقت پہ جانیں فدا کرنے والے
وہ ظلمت کو نور آشنا کرنے والے — خدا ترس بندے خدا یار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

بلاؤں نے لاکھ اُن کو توڑا مروڑا — امامِ زماں کا مگر دَر نہ چھوڑا
خوشی سے ہر اک دُکھ سہا مُنہ نہ موڑا — ہیں تسنیمؔ یہ سب خوش اطوار بندے
ہیں درویش حق کے وفادار بندے

درویش کا اعلان

(مکرم مولوی محمد شفیع اشرف صاحب)

درِ حبیب پہ دُھونی رما کے بیٹھا ہوں
ہوا و حِرص کی دُنیا مِٹا کے بیٹھا ہوں
مَیں اپنے آپ کو بالکل بھُلا کے بیٹھا ہوں
مگر مَیں پھر بھی زمانے پہ چھا کے بیٹھا ہوں
کِسی کو سامنے اپنے بٹھا کے بیٹھا ہوں
حجاب ہائے تکلّف اُٹھا کے بیٹھا ہوں
جمالِ حُسنِ ازل کے حسیں تأثر سے
تصوّرات کی دُنیا بسا کے بیٹھا ہوں
خمار جس کا ابد تک کبھی نہ اُترے گا
کسی کی آنکھ سے وہ مئے لنڈھا کے بیٹھا ہوں
جو آگ طور سے فاراں پہ آکے چمکی تھی
وہ آگ قلب و جگر میں دبا کے بیٹھا ہوں
انہوں نے بھی مجھے دل میں بٹھا کے رکھا ہے
مَیں جن کی راہ میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا ہوں
خیالِ سُود و زیاں سے بلند تر ہو کر
مَیں اپنی جان کی بازی لگا کے بیٹھا ہوں

درویشان قادیان کا خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق

مکرم جلال الدین نیّر صاحب۔ناظر بیت المال آمد قادیان

ہر احمدی کا خلافت سے اخلاص و وفا کا ایک گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کا اظہار وہ اپنے قول و فعل سے اپنی بساط کے مطابق کرتا ہے۔ اس تعلق و وفا کا حسین اور دلکش نظارہ ہمیں قرون اولیٰ میں بھی نظر آتا ہے جبکہ خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعہ مومنین کی پاک جماعت نے اخلاص و وفا کے نہایت اعلیٰ نمونے دکھائے۔ اور اس زمانہ میں بھی نظر آتا ہے جبکہ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی الٰہی بشارت کے ماتحت مومنین کی ایک پاک جماعت کا قیام ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی پاک جماعت سے ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں خلافت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تمکنت دین اور خوف کی حالت کو امن میں بدلنے کی ضمانت دی ہے۔ اور ساتھ ہی اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ اس خلافت حقہ اسلامیہ کے قیام کے نتیجہ میں میرے بندے عبودیت تامہ کے مقام پر پہنچ کر میرے کامل عبد بن جائیں گے اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ان عظیم الشان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے دیکھا جب اللہ تعالیٰ نے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد خلافت حقہ اسلامیہ کا اجرا فرمایا اور انہیں تمکنت دین عطا کی اور ان کے خوف کو امن میں بدل دیا اور اس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کے کامل عبد بن گئے۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ یعنی قیام خلافت اسلام کی نشأہ ثانیہ کے ساتھ بھی وابستہ تھا۔ چنانچہ الٰہی بشارتوں کے عین مطابق جب چودہویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ایک دوسری قدرت کے ظہور کی بشارت دی اور فرمایا

''میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے''

چنانچہ آپ کی وفات (1908ء) کے بعد خدا تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کے ذریعہ اپنی دوسری قدرت کا اظہار فرمایا تو مومنین کی جماعت نے اس کا بھی والہانہ انداز میں استقبال کیا جس طرح وہ پہلی قدرت پر دل وجان سے نثار تھے۔ شمع احمدیت کے پروانوں نے خلافت احمدیہ سے اخلاص و وفا کے وہ نمونے دکھائے کہ اس کی مثال سوائے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے کہیں نہیں ملتی اور شمع احمدیت کے ان پروانوں نے مقام خلافت کی عزت اور احترام اور اس کے قیام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ و آخرین منھم کی پیشگوئی کے مطابق یہ پاک جماعت دراصل اس زمانے میں چمن اسلام کے عظیم باغبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں نہایت جانکاہی کے ساتھ مسلسل دعا اور مجاہدے کی آبیاری کے ذریعہ سینچے جانے کے بعد منصۂ شہود پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور اس کا ہر ایک پھول اپنے مخصوص رنگ و بو کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت کے عشق میں رنگین نظر آتا ہے یہاں تک کہ تقسیم ملک کا وہ پُر آشوب زمانہ آیا جب تقدیر الٰہی ''داغ ہجرت'' کے الٰہی نوشتے کو ظاہری طور پر پورا کرنے کا سامان پیدا کر رہی تھی۔ تقسیم ملک 1947ء کا وہ پُر آشوب زمانہ تھا جب احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کو کچھ ایسے سر بکفن دیوانوں کی ضرورت تھی جو اپنے تمام دنیاوی علائق سے منقطع ہو کر صرف مقامات مقدسہ کی خدمت و حفاظت و آبادی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔

چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں شمع احمدیت کے 313 پروانوں نے قربان گاہ عشق میں خلافت سے اخلاص و وفا کے عوض میں اپنے سروں کی بازی لگا دی اور صدق و وفا کا وہ نمونہ دکھایا کہ جس پر تاریخ احمدیت ہمیشہ فخر کرے گی۔

ان 313 درویشوں نے خدا کے مقرر کردہ عظیم المرتبت خلیفہ سے جو عہد کیا اسے اپنی جانیں اس راہ میں نچھاور کر کے پورا کیا اور انتہائی نامساعد حالات میں خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مرکز احمدیت اور شعائر اللہ کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔

یہ دور ابتدائی درویشان کیلئے انتہائی صبر آزما اور نہایت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ اُن سب کا موت کے گھاٹ اُتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا۔ لیکن یہ مسیح محمدی کے دیوانے جنہوں نے خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا عہد باندھا ہوا تھا مسیح پاک کی تعلیم سے بخوبی واقف تھے کہ یہی ابتلاء دراصل فتوحات و برکات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

'' جو سچا مومن ہے ابتلا میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذّت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اور دُعاوں سے فتحیاب اجابت چاہتا ہے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 253)

انہیں ابتلاؤں کے نتیجہ میں انسان میں وہ زبردست روحانی اور ذہنی انقلاب بالآخر برپا ہو جاتا ہے جو اُسے ابدال کے اُس زُمرہ میں شامل کر دیتا ہے جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

'' ابدال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں اور اسی تبدیلی کی وجہ سے اُنکے قلب گناہ کی تاریکی اور زنگ سے صاف ہو جاتے ہیں۔ شیطان کی حکومت کا استیصال ہو کر اللہ تعالیٰ کا عرش اُن کے دِل پر ہوتا ہے۔ پھر وہ روح القدس سے قوّت پاتے اور خدا تعالیٰ سے فیض پاتے ہیں۔ تُم لوگوں کو بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کریگا وہ ابدال ہے انسان اگر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل دوڑ کر اُسکی دستگیری کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 437-438)

16 نومبر 1947 سے ایک نئے دور یعنی عہد درویشی کا آغاز ہوٗا جس میں امارت کے اہم فرائض حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ فاضل کے سپرد ہوئے اور قریباً 313 جان نثار اور کفن بردوش احمدی اس عزم کے ساتھ قادیان میں مقیم ہو گئے کہ ہم ہر حال میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے اپنی جان مال اور عزّت و آبرو قُربان کر دیں گے مگر مرکز احمدیت پر آنچ نہ آنے دینگے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں درویشان قادیان کو نہایت زریں نصائح کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہیئے اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے جبتک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں ....

اور جو جسمانی شوکت ہم سے چھن گئی ہے وہ روحانی طور پر ہم کو پہلے سے بھی زیادہ مل جائے۔ یہ طریقہ بھی اختیار کریں کہ کوئی مصیبت زدہ سکھ یا ہندو ملے تو اُس کو یہ تحریک کریں کہ تم احمدیت کی نذر مانو تو تمہاری یہ تکلیف دور ہو جائیگی پھر اُس کے لئے دعائیں

بھی کریں۔ بیماروں کی شفا، مقدمہ والوں کی فتح اوراس قسم کے اور مصیبت زدوں کے لئے بھی یہ تحریک کرتے رہیں تو تھوڑے سے دنوں میں ہی سینکڑوں آدمی سکھوں اور ہندوؤں میں اُن کے مرید بن جائیں گے اور ایک روحانی حکومت اُن کو حاصل ہو جائے گی۔

(بحوالہ مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ 40)

حضرت مصلح موعود ؓ کی اس زریں ہدایت پر درویشان قادیان نے دل وجان سے عمل کیا اور اپنی عبادتوں اور دعاؤں کے معیار کو بلند کیا اور تقسیم ملک کے وقت مسلمانوں اور ہندوؤں سکھوں کے درمیان جو نفرت کی خلیج حائل ہو گئی تھی اسے اپنے کردار سے آہستہ آہستہ پاٹتے پاٹتے بالکل ختم کر دیا۔ اگر چہ بعض مواقع ایسے بھی آئے جب دوسری طرف سے سخت شورش برپا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن درویشان کرام نے اپنے عظیم المرتبت آقا کے حکم کی واضح ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایسے پاکیزہ اخلاق کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجہ میں امن، صلح پیار و محبت اور آشتی کی فضا ہموار ہوئی۔ درحقیقت شورش اس وقت بھڑکتے ہوئے شعلوں کا رنگ اختیار کر جاتی ہے جب اس کو دونوں طرف سے ہوا ملے۔ درویشان قادیان جو کہ اپنے عظیم آقا کی اطاعت میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے قادیان میں دھونی رما کر بیٹھے تھے ان سے کب توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ کسی بھی شورش میں حصہ لیں گے چنانچہ انہوں نے باوجود محصوریت کے باوجود بائیکاٹ کے ہر طرح سے امن بحالی کی کوششیں کیں اور بالآخر اپنے قرب وجوار میں رہنے والی دیگر اقوام کے لوگوں کے دل جیت لئے اور غیر بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے کہ واقعی درویشوں نے اپنے کردار سے تقسیم ملک کے وقت کے مخدوش حالات کو بدل ڈالا۔

قارئین کرام! درویشی کے نتیجہ میں تاریخ احمدیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس نئے دور کے آغاز سے قریباً اڑھائی سال تک عرصہ محصوریت کی زندگی تھی اس عرصہ میں سوائے عبادت دُعا اور اپنے طور پر مُطالعہ کے اور کوئی میدان علمی اور عملی ترقی کا درویش حضرات کے سامنے نہ تھا۔ ہاں مساجد میں قُرآن کریم و احادیث اور کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس باقاعدہ ہوتا تھا اور صبر ورضا اور زُھد واتقا پیدا کرنے کی تلقین ہوتی تھی۔

جس کے نتیجہ میں ان کے اندر ایک نئی زمین اور نئے آسمان کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ ایک تغیّر عظیم اور ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ہر درویش میں ایک پاک تبدیلی نظر آنے لگی۔ چہرے چمکنے لگے آنکھیں روشن ہو گئیں حوصلے بُلند ہو گئے۔ نمازوں میں سو فیصد حاضری نمازیں صرف ایسی نہیں بلکہ خشوع خضوع، رقّت وسوز یکسوئی و ابتہال کے ساتھ ہونے لگیں۔ نماز تہجّد تمام مساجد میں برابر باقاعدگی اور شرائط کے ساتھ با جماعت ادا ہونے لگی۔ بعض درویش جو ڈیوٹی پر تھے وہیں نمازیں ادا کرتے تھے کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے بھی اُن کی زبانیں ذکر الٰہی میں مشغول ہوتی تھیں یہ وہ محصوریت کا دور تھا جبکہ درویشوں کی مصروفیات نمازوں اور پُرسوز دُعاؤں پر ہی مشتمل تھیں۔ درویشان کرام کے اس دور کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی اطاعت میں کس طرح انہوں نے دنیاوی لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور احمدیت کی ترقی کے خواب ان کی آنکھیں دیکھتی تھیں پھر وہ دور بھی آیا جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہندوستان کی جماعتوں کو تحریک فرمائی تا کہ باہر سے فیملی کی صورت میں احباب ہجرت کر کے قادیان کی آبادی کا موجب بنیں چنانچہ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے بعض فیملیاں حضرت مُصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت ومنظوری سے ہجرت کر کے قادیان کی آبادی اور مستقل قیام کیلئے آئیں۔ اُنہیں بھی ابتدائی طور پر درویشی وظیفہ ملتا رہا۔ اُنمیں سے جو پڑھے لکھے تھے انہوں نے دفتری کاموں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور بعض اپنے طور پر کام کر کے گزارہ کرنے لگے۔

جُوں جُوں ماحول قادیان میں بہتری آئی پاکستان سے درویشوں کی فیملیاں بھی حکومت وقت کی اجازت سے قادیان آنی شروع ہوئیں۔ غیر شادی شُدہ درویشوں کی ہندوستان کے طُول وعرض میں مختلف صوبوں میں شادیاں ہونی شروع ہوئیں۔ جن والدین نے ان درویشوں کو اُس زمانہ میں اپنی بیٹیاں دیں یہ اُن کی قابل قدر قُربانی تھی۔ سینکڑوں ہزاروں میل دور اجنبی ماحول میں تہذیب وتمدّن کے تضاد والے مقام پر اپنی بیٹیوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیاہ دیا جن کے خاندان یا ماضی کا کوئی علم نہ تھا اور مُستقبل بھی پردۂ غیب میں تھا۔ صرف درویشی کا احترام کر کے اپنی بیٹیوں کے ہاتھ تھما دینا ایک للٰہی قابل قدر جذبہ تھا۔

اس جگہ درویشان قادیان کے خلافت کے ساتھ تعلق واخلاص و وفا کے کچھ واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ کس طرح درویشان قادیان نے خلیفہ وقت سے کئے اپنے عہد و وفا کو اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک نبھایا۔ چنانچہ محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش اخبار بدر 25 نومبر 1976ء کی اشاعت میں محترم چوہدری عبدالحمید آڑھتی صاحب درویش کی وفات پر لکھتے ہیں:

”مرحوم کے بیٹوں نے جو خدا کے فضل سے سب کے سب فارغ البال ہیں، مرحوم کو کئی بار دعوت دی کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں ہمارے پاس چلے آئیں۔ تا کہ ہم آپ کی خدمت کا حق ادا کر سکیں۔ لیکن مرحوم کا جواب بڑا ہی ایمان افروز ہوا کرتا تھا۔ مرحوم کا جواب یہ تھا کہ بیشک اگر میں تمہارے پاس آجاؤں تو تم میری خدمت کر سکو گے۔ لیکن جو عہد مَیں نے قادیان کی خدمت کے لئے دمِ واپسیں تک اپنے خدا سے کر رکھا ہے وہ مَیں بہر حال پُورا کروں گا اور ہم تمام درویش اس امر کے گواہ ہیں کہ مرحوم نے بڑی ہی وفاداری، بڑی ہی دینداری اور بڑے ہی اچھے رنگ میں اس عہد کو نبھایا۔ اور اپنے بیوی بچّوں سے 29 سال جُدا رہ کر شعائر اللہ کی خدمت کی سعادت پائی۔“

خلافت سے اخلاص و وفا کا ایک اور نمونہ دیکھئے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود ؓ نے درویشان کو فرمایا تھا کہ خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کریں اس سلسلہ میں حضور نے دکان داری، طب، زمینداری اور چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے جاری کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ اس حکم پر ان درویشان نے جو صحت مند تھے جی جان سے عمل کیا اور اکثر نے مرتے دم تک اس عہد کو نبھایا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے چنانچہ محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش مرحوم اپنے ایک درویش بھائی محترم مستری عبدالغفور صاحب کی وفات پر اخبار بدر 13 مارچ 1975ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

”زمانۂ درویشی میں سے اکثر حصّہ مرحوم نے صدر انجمن احمدیہ پر بوجھ بنے بغیر گزارا۔ وہ اپنے آبائی پیشہ یعنی لوہار کا کام کر کے گزارہ چلاتے رہے۔ اُن کا بایاں ہاتھ زمانۂ درویشی میں ہی ایک مشین پر کام کرتے ہوئے کٹ گیا تھا۔ اُنگلیاں تو جُڑ گئیں تھیں۔ لیکن اُن میں ٹیڑھا پن آ گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ بدستور مستری کا کام کرتے رہے۔ اور بڑی ہمّت کے ساتھ اپنا گزارہ چلایا۔“

سیدنا حضرت مصلح موعود ؓ کی اس آواز پر لبیک کہنے والے ان درویشوں پر خدا تعالیٰ نے غیر معمولی افضال و برکات کے دروازے کھولے مثلاً ان درویشوں میں مکرم عزیز احمد منصوری صاحب درویش مرحوم بھی تھے آپ نے اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے دہلی میں اپنا گملوں کا کاروبار شروع کیا۔ اللہ کے فضل سے کاروبار چل نکلا آج بھی آپ کے نواسے نئی دہلی میں اس کاروبار کو کرتے ہیں۔

قارئین کرام حضرت مصلح موعود ؓ کے اس حکم کی تعمیل میں آج بھی درویشان کرام میں سے جو قدرے تندرست ہیں وہ جماعت پر کسی قسم کا بوجھ بنے بغیر خود محنت کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر محترم احمد حسین صاحب درویش آج بھی گیٹ دار المسیح کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں اپنی سلائی کی دُکان میں بعد نماز عصر بیٹھے نظر آ جائیں گے۔ آپ شیروانی کے ماہر کاریگر ہیں۔ یہاں تک کہ پورے قادیان میں اب بھی آپ سے اچھی شیروانی کوئی نہیں سیتا۔

اسی طرح محترم طیب علی صاحب بنگالی درویش، آپ کی ایک چھوٹی سی ٹافیوں اور چاکلیٹ کی دکان ہے اور اکثر اسکول سے چھٹی کے دَوران چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان سے ٹافیاں خریدتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

محترم عبدالحمید صاحب مومن عمر بھر تالوں اور چھاتوں کی درستی کا کام کرتے رہے اب جبکہ انکی صحت اس لائق نہیں رہی کہ وہ اپنی دکان میں بیٹھیں پھر بھی نماز عصر یا مغرب سے تھوڑا پہلے اپنے دوست کی دکان پر دورِ درویشی کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے نظر آ جائیں گے۔

قارئین کرام! یہ تو چند واقعات ہیں ورنہ اگر درویشان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ہر درویش خلافت سے اخلاص و وفا کے جذبے سے سرشار نظر آتا ہے۔ درویشان کرام نے خلافت سے اخلاص وفا کے جن معیاروں کو قائم کیا وہ آج ہم تمام احمدیوں کے لئے رہنما اصول ہیں۔

درویشان کی یہ قربانی ہمیں ترغیب عمل

دیتی ہے۔ آج چند درویش زندہ رہ گئے ہیں اور وہ تمام آج بھی اپنے اس عہد وفا پر جی جان سے قربان ہیں۔ چنانچہ خمیدہ کمر کے ساتھ اُن کا تقریباً گھسٹتے ہوئے مسجد مبارک کی سیڑھیاں چڑھنا یا جمعہ کی نماز کے لئے اوّلین صفوں کے حصول کی کوشش کرنا آج بھی بڑے بڑے جواں ہمت نوجوانوں کو شرمندہ کرتا ہے۔

یہ وہ درویش ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو خلافت سے اخلاص وفا میں گذار دیا۔ اگرچہ واقعات جانثاری تو بہت ہیں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں چنانچہ محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش اپنے درویش بھائی محترم عبد الاحد خان صاحب کی وفات پر اخبار بدر 17 اپریل 1969ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

”آپ ساری عُمر سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بطور باڈی گارڈ خدمت بجا لاتے رہے۔ اپنے مخصوص افغانی لباس میں حضورؓ کے ہمراہ قریباً دوڑنے کے انداز میں چلا کرتے اور اسی حالت میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اُن کی پُرخلوص محبت کا جذبہ اُن کے چہرے پر عیاں ہوتا تھا۔ یوں تو مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سارے خاندان سے محبت تھی۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ محبت وعقیدت اور خلوص و فدائیت کا رنگ بالکل نِرالا تھا۔ مُلک کی تقسیم کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی جُدائی میں اُداس رہتے۔

مرحوم کا ایک قابل فخر کارنامہ یہ ہے کہ جب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے کتاب ”دعوۃ الامیر“ لکھی اور اس کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہوا تو شاہِ افغانستان کو فارسی نسخہ پہنچانے کے لئے مرحوم کابل گئے تھے جہاں محمود طرزی صاحب وزیرِ خارجہ افغانستان کے ذریعہ وہ کتاب شاہِ افغانستان کو پہنچائی۔“

قارئین کرام! آج جو درویش زندہ موجود ہیں انہوں نے ابتدائے دورِ درویشی سے لیکر اب تک دربار خلافت سے جاری ہونے والے ہر حکم کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنایا۔ بات اگرچہ معمولی ہے لیکن کس قدر ایمان افروز ہے اور درویشان قادیان کے خلافت سے کئے گئے عہد کی صداقت پر گواہ ہے کہ ہم مرتے دم تک مسند خلافت سے جاری ہونے والے ہر حکم پر لبّیک کہیں گے۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیے جمعہ کا دن ہے گیٹ دارالمسیح پر جماعتی انتظام کے تحت ہر فرد جماعت کڑی چیکنگ سے گزر رہا ہے اور اسی لائن میں ایک درویش ہاتھ میں لاٹھی لئے خمیدہ کمر کے ساتھ اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے منتظمین اُن سے گذارش کر رہے ہیں کہ حضرت آپ دوسری طرف سے آجائیں لیکن وہ فرشتہ صفت درویش خلافت سے کئے گئے عہد وفا کو پورا کرنے کے لئے اپنی زندگی کا آخری لمحہ تک جھونک دینا چاہتا ہے اور بالآخر اسکی باری آتی ہے اور اس چیکنگ سے سُرخرو ہو کر گذرتا ہے اُسے اپنا وہ دور درویشی یاد آجاتا ہے کہ جب وہ بھی اسی طرح مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر ڈیوٹیاں دیا کرتا تھا۔

ان کا یہ عمل گویا بزبان حال یہ بتا رہا ہے کہ آج بھی اگر خلافت کی طرف سے جانیں قربان کرنے کے لئے کوئی فرمان جاری ہوگا تو اوّل کسے کہ لاف تعشق زندمنم کے حقیقی مصداق ہم ہی ہوں گے۔

قارئین کرام! اِس درویشی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ صبر وضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے اور آنکھوں سے چشمے پھوٹ پھوٹ کر بہہ نکلے تھے۔ 8 نومبر 1965ء کا دِن تمام درویشوں کیلئے روز قیامت تھا۔ جب درویشان کرام کے پیارے آقا سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی دردناک خبر آئی تھی۔ ہر درویش کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں کیونکہ مقدّس آقا جو انہیں ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ درویشوں کا روحانی باپ تھا وہ درویش یعنی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کا جسمانی باپ بھی تھا۔ اِس دارفانی سے ہمیشہ کیلئے کوچ کر گئے۔ اپنے حقیقی والدین کی وفات بھائی بہنوں کی وفات اور بیوی بچوں کے گُزر جانے پر ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا جس قدر صدمہ پیارے آقا کی وفات پر ہوا اور یہ صدمہ عظیم درویشوں کا خلافت سے اخلاص و وفا کے تعلق کا واضح اظہار ہے درویشوں اور عالمگیر جماعت احمدیہ نے بہت دعائیں کیں۔ خلافت ثالثہ کے تیسرے مظہر حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ منتخب ہوئے۔ آپکے ساتھ بھی درویشان کرام کی والہانہ عقیدت و وابستگی رہی۔ اسی طرح حضور کو بھی درویشانِ کرام سے بے انتہا محبّت تھی اور آپ ہی کے دور میں سابقہ 25 سالہ مالی مشکلات کے دور سے جماعت اور قادیان کے درویشان کسی قدر کشائش کے حالات کی طرف لوٹے۔

8 جون 1982ء کو دوسرا عظیم صدمہ درویشان نے برداشت کیا جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کی خبر آئی۔ اُس وقت بھی درویشوں کی آنکھیں پُر نم ہوئیں۔ نہایت گریہ وزاری کے ساتھ مساجد میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے دُعائیں کیں۔ قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرّابع خلافت پر متمکن ہوئے۔ خلیفہ وقت کے ساتھ اخلاص و وفا کے تعلق کا ایک عجیب منظر ہمیں ہر درویش میں نظر آتا ہے لیکن صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب درویش مرحوم مغفور کی مثال قابل تقلید ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہونے کے ساتھ ساتھ لمبا عرصہ امیر جماعت احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ کے جلیل القدر مقام پر فائز رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے انتخاب کے وقت آپ کا خلیفہ وقت کے ساتھ اخلاص ووفا کا نمونہ قابل رشک اور تقلید کے لائق ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جا سکتے تھے............آپ کی بیٹی امتہ الرؤف کا بیان ہے کہ ابّا کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر امّی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو۔ یعنی اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے پاس لائے کہ دستخط کر دو۔ اس میں بغیر نام کے خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع لکھ کر بیعت تھی کہ یہ مَیں ابھی بھجوا رہا ہوں تو یہ بیٹی کہتی ہیں کہ مَیں نے اس پر کہا کہ ابّا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا، ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بنائے اس کی مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ خط لکھ دیا ہے اور مَیں اس کو روانہ کر رہا ہوں تا کہ خلافت کا انتخاب ہو تو میری بیعت کا خط وہاں پہنچ چکا ہو۔ تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔ اللہ کرے ہر ایک کو حاصل ہو۔“

(بحوالہ خطبہ جمعہ مورخہ 4 مئی 2007ء)

قارئین کرام! عالمگیر جماعت احمدیہ کے ساتھ ساتھ درویشان کرام قادیان نے بھی خلافت رابعہ کے ساتھ گہری اور اٹوٹ وابستگی کا اظہار کیا۔ آپ کا دور نہایت درخشندہ دور تھا۔ جماعت نے جہاں علمی میدان میں غیر معمولی ترقی کی اسی طرح تبلیغی تربیتی اور مالی میدان میں بھی عالمگیر جماعت نے غیر معمولی ترقیات کیں۔ آپ کو بھی درویشان کرام سے غیر معمولی محبّت اور پیار تھا۔ درویشان کرام کی آنکھیں 44 سال سے خلیفۂ وقت کے قادیان کی سرزمین میں آنے کیلئے ترستی تھیں۔ وہ پیاس دسمبر 1991ء میں بجھی اور دِل وجان سے پیارے خلیفہ بنفس نفیس جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کیلئے تشریف لائے۔ آپ کے تشریف لانے کی خبر سُننے کے ساتھ ہی ہر طرف خوشی ومسرّت کی لہر دوڑ گئی۔ ہر گھر نے بلا امتیاز اپنی دیگر ضروریات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے گھروں اور ماحول کی صفائی میں اپنے وقت اور مال کو صرف کیا۔ تا کہ خلیفہ وقت کو یہ محسوس ہو کہ آج ہم خلافت کی برکت سے ہر حال میں راضی اور خوش ہیں۔

پیارے آقا نے بھی درویشان کرام کے ساتھ محبّت و پیار کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ ہر درویش اور مکین کو ہمیشہ یاد رہے گا۔ آپ قادیان کے ہر درویش اور مکین کے گھر تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی فرمائی۔

خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 1992ء مسجد اقصیٰ قادیان میں درویشوں کے ساتھ محبّت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

”اور جو بھائی ہمارے قُربانی دینے والے ایک لمبے عرصہ سے مقدس مقامات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہم ان کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں اور اُن کو یقین دلاتے ہیں کہ دُنیا میں جہاں کہیں بھی احمدی بستا ہے وہ آپکی قدر کرتا ہے آپ کو عزّت اور محبّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر ہم سے پیچھے کوئی غفلت ہوئی ہے آپ کے حقوق ادا کرنے میں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ ہم ان غفلتوں سے خدا سے معافی مانگتے ہوئے ہر قسم کی تلافی کی کوشش کرینگے۔“

پھر فرمایا

"ہم انشاء اللہ تعالیٰ دو تین دن جو بقیہ قادیان میں ہیں مختلف منصوبے سوچنے اور عملدرآمد کرنے کے متعلق لائحہ عمل تیار کرنے میں صرف کرینگے۔ اور انشاء اللہ جیسا کہ میں نے گزارش کی ہے قادیان میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی برکت سے قادیان کے درویشوں کی برکت سے اِن منصوبوں کا فیض سارے ہندوستان کی جماعتوں کو پہنچے گا اور انشاء اللہ دن بدن یہاں کے حالات تبدیل ہونا شروع ہونگے۔"

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسب ارشاد اِن منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مختلف کمیٹیاں تشکیل دیں۔ درویشوں اور کارکنوں کو ملنے والے گزاروں کا جائزہ لیا گیا اور بعد جائزہ فوری تعمیل کیلئے خسارہ کو پُورا کرنے کیلئے مرکزی گرانٹ جاری فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دِن بدن قادیان کے حالات میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہونے لگی۔ تنگی کے حالات کشائش میں بدلنے لگے۔ ویسے بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا مبارک قدم نہ صرف قادیان کیلئے بے شمار برکتوں کا موجب بنا بلکہ خصوصی طور پر پنجاب کی سرزمین کیلئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ پنجاب میں جو ڈر اور خوف کے حالات تھے۔ یکدم اَمن اور شانتی میں بدل گئے۔ جس کا اظہار آج بھی بعض غیر مسلم کرتے رہتے ہیں کہ حضور کی آمد کی وجہ سے ہی پنجاب میں امن قائم ہوا۔ اسکے علاوہ پُورے بھارت کی جماعتوں میں بھی ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہونے لگی۔ تبلیغی و تربیتی میدان میں غیر معمولی وُسعت پیدا ہونے لگی۔ قادیان میں خصوصی طور پر نئی عمارتوں کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ ہندوستان کی جماعتوں کے حالات بھی بدلنے شروع ہو گئے۔ مرکزی گرانٹ اور عطایاجات کی وصولی سے مساجد و مشن ہاؤسز کی تعمیر شروع ہوئی۔ الحمدُ للّٰہ علی ذالک۔

خلافت رابعہ میں یہ ترقی و کامرانی کا سلسلہ 21 سال تک جاری رہا اس عرصہ میں عالمگیر جماعت احمدیہ نے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مالی تربیتی اور تبلیغی میدان میں غیر معمولی ترقیات حاصل کیں۔ خصوصاً دعوت الی اللہ کی تحریک کے نتیجہ میں لاکھوں سعید روحوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا ہوئی۔ ہندوستان کے بعض ایسے صوبہ جات جہاں پر تقسیم ملک کے بعد پہلے کوئی جماعت قائم نہیں تھی۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیسیوں جماعتیں قائم ہوئیں اور مساجد و مشن تعمیر ہوئیں۔ خصوصاً پنجاب کی سرزمین جہاں پر 1947ء کے فسادات میں خون کی ہولیاں کھیلی گئیں تھیں۔ اُس سرزمین میں صرف اور صرف قادیان کی مقدس بستی تھی۔ جو مسیح دوران کا مسکن تھا۔ 313 کفن بردوش درویشوں نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے حفاظت کی تھی۔ اس بستی کے علاوہ کہیں اور احمدیت کا نام و نشان نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت رابعہ میں نہ صرف پنجاب میں بلکہ اس سے ملحق صوبہ ہریانہ و ہماچل میں بھی بیسیوں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ جس میں درویشان کرام کی دُعائیں اور اُن کے حُسن اخلاق اور تعلقات کا بڑا دخل تھا۔

درویشان کرام کیلئے 19 اپریل 2003ء کا دِن بھی بہت المناک دِن تھا اُس دِن یہ اطلاع آئی کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے دِل و جان سے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع اِس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ دِن بھی درویشان قادیان اور کارکنان سلسلہ کیلئے نہایت افسوسناک دِن تھا۔ ہر آنکھ سے آنسو رواں تھے۔ دُعاؤں میں مشغول تھے۔ 22 اپریل 2003ء کو خلافت کا انتخاب تھا۔ یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ ہندوستان کی نمائندگی میں قادیان کے پانچ ممبران جو مجلس انتخاب خلافت کے ممبر تھے اسمیں شامل ہوئے۔

دُنیا کے طول و عرض سے شمع احمدیت کے ہزاروں پروانے جن کے رگ رگ میں خلافت احمدیہ سے والہانہ عقیدت و محبّت بھری ہوئی تھی۔ لندن پہنچ چکے تھے اور لاکھوں کروڑوں پروانوں کی نگاہیں دُنیا کے مختلف ممالک میں Live پروگرام کو دیکھنے کے لئے ٹیلی ویژن پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ہر ایک احمدی کی زبان پر دُعائیں درود اور استغفار تھا۔ چنانچہ لندن ٹائم کے مطابق 22 اپریل 2003ء رات گیارہ بجکر چالیس منٹ پر یہ اعلان ہؤا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے خلیفہ منتخب ہونے کی اطلاع تھی۔ اس اعلان کے جاری ہوتے ہی دُنیائے احمدیت کے ہر طرف خوشی و مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔ ہر احمدی نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہر طرف سے ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خلافت احمدیہ سے والہانہ عقیدت و محبّت کا یہ عالم تھا کہ احباب ساری رات جاگتے رہے اور یہ روح پرور نظارہ Live ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہے۔ کہیں آدھی رات کا وقت تھا اور کہیں آخری رات کا وقت تھا۔ قادیان میں بھی درویشانِ کرام اور دیگر احباب قادیان اور ان کے اہل و عیال بھی رات بھر جاگ کر یہ حسین اور روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قدرت ثانیہ کا پانچواں مظہر ہم میں آچکا تھا۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تائید و نصرت شامل حال تھی اور پہلے سے ہی جن کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام موجود تھا کہ " اِنّی مَعَکَ یَا مَسْرُور "یعنی اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں۔

چنانچہ سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تائید و نصرت کے ساتھ خلافت رابعہ میں جو اہم ترین جماعتی ترقی کے منصوبوں کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اُسے آگے بڑھانا شروع کیا۔ 2004ء میں جلسہ سالانہ U K کے اختتامی خطاب میں عالمگیر جماعت کے سامنے نظام وصیّت کو مستحکم کرنے کی تحریک فرمائی اور ساتھ ہی اس امر کا بھی اظہار فرمایا کہ 2005ء میں جبکہ نظام وصیّت کو قائم ہوئے 100 سال پورے ہو جائیں گے تو انشاء اللہ قادیان کی مقدّس سرزمین میں جہاں سے یہ آسمانی نظام نظام وصیّت جاری ہؤا تھا۔ صدسالہ جوبلی منائیں گے۔ چنانچہ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء میں ایک مرتبہ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک قدم قادیان کی سرزمین میں پڑا اور یہ مسرّت آمیز موقعہ درویشان قادیان اور ساکنین قادیان کیلئے نہایت درجہ برکتوں کا موجب ہؤا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ساکنین قادیان کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر درویشانِ کرام اور اُنکی فیملی کی ہر رنگ میں دلجوئی فرمائی۔ آپ کے دور خلافت میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو غیر معمولی ترقیات عطا کیں۔ جن منصوبوں کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجراء فرمایا تھا اُن منصوبوں کو نہ صرف آپ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا بلکہ دیگر اور تبلیغی تربیتی اور مالی منصوبوں کا اجراء فرمایا۔ آج خدا کے فضل سے جو منصوبے لاکھوں تک محدود تھے۔ کروڑوں میں پہنچ چکے ہیں۔ قادیان میں اب درویش صرف 17 رہ گئے ہیں۔ جو درویشان گزر گئے ہیں جنہوں نے باوجود علمی اور مالی کمزوریوں کے پورے ہندوستان کے نظام کو چلایا تھا۔ آج اُن کی اولادوں کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا کر رہا ہے۔ اکثر درویشان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی نعمتوں سے نوازا ہے۔ کسی کو بیرون ملک جا کر خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور کسی کو قادیان میں رہتے ہوئے اپنی زندگیوں کو وقف کرتے ہوئے ذمہّ دار عہدوں پر فائز رہتے ہوئے خوش اسلوبی کے ساتھ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ سیّدنا حضرت مُصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درویشی کی ابتدا کے وقت اپنے ایک خط میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

" آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہونگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چُنتا۔"

(الفرقان ربوہ درویش قادیان نمبر صفحہ 5)

آج یہ دُعائیں درویشان کرام اور اُن کی اولاد کے حق میں پُوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ تاریخ احمدیت میں انکی بے مثال قُربانیاں محفوظ ہو چکی ہیں۔ خلیفہ وقت کی شفقت کی نگاہیں اُن کے ساتھ ہیں۔ اب قادیان میں چند درویش باقی رہ گئے ہیں جو 85 سے 90 سال تک کی عمر کے ہیں۔ بعض اُن میں 90 سے زائد کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنکی عمر میں برکت عطا کرے اور انجام بالخیر کرے۔ اور ہمیں درویشان قادیان کے خلافت سے وابستگی کے ان پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆☆

☆

درویشان کرام کا قادیان دار الامان سے عشق

(مکرم سلطان احمد ظفر صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین قادیان)

16 نومبر 1947ء کو آخری قافلہ قادیان سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی دور درویشی کا آغاز ہو گیا۔ اس دور درویشی کے آغاز میں امارت کا اہم فریضہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب جٹ فاضل کے سپرد ہوا اور 313 جانثار درویشان کرام نے سر بکفن ہو کر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر یہ عہد کیا کہ ہم اپنے اموال و نفوس اپنی عزت و آبرو حتی کہ اپنی جانوں تک کا نذرانہ بھی خوشی سے پیش کر دیں گے۔ لیکن مرکز احمدیت پر آنچ تک نہ آنے دیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر کہ باہر کی جماعتیں قرعہ اندازی کر کے نوجوانوں کو قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان بھجوائیں ہندوستان بھر کی جماعتوں نے اور خود قادیان کے رہنے والوں نے جس والہانہ ایثار و قربانی اور قادیان سے عشق و فدائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا وہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے قابل رشک نمونہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حالات میں جب کہ ہر طرف موت اور صرف موت ہی کی حکمرانی تھی قادیان میں رہ کر شعار اللہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا دنیا حیران و ششدر تھی کہ مارے خوف کے مسلمان اپنی جانوں کو بچانے کے لئے پاکستان بھاگ رہے ہیں مگر یہ درویشان کرام تھے کہ وہ بھاگ بھاگ کر قادیان آ رہے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضورؓ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حفاظت مرکز کے لئے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں میرے بچوں میں سے بھی ایک نمائندہ قادیان میں رہے گا۔ چنانچہ قرعہ اندازی کے مطابق سب سے پہلے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ دو ماہ تک قادیان رہے اور ان کے بعد محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو آخر دم تک بطور درویش قادیان میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور کی تحریک پر نوجوانوں میں قادیان آنے کی شدید تڑپ پیدا ہو گئی اور سعید روحوں نے خود کو اس آتش عشق میں آپ کودنے کے لئے پیش کر دیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں درویشان کرام کے قادیان آنے کی تڑپ سے کے چند نمونے قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں:

چنانچہ محترم عبد الطیف سندھی صاحب اپنے والد محترم عبد الرحیم سندھی صاحب درویش مرحوم کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کے والد صاحب کے چار بھائی تھے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حفاظت مرکز کی خاطر نوجوانوں کو تحریک فرمائی تو سب کے سب قادیان جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس پر ان کے بڑے بھائی مکرم عبد الحق صاحب نے کہا کہ ہم پانچوں بھائیوں میں قرعہ اندازی کرتے ہیں ہم میں سے جس کا نام نکلے گا وہی قادیان جائے گا اور دوسرے بھائی اس کے بیوی بچوں کا خیال رکھیں گے چنانچہ قرعہ اندازی میں خاکسار کے والد محترم کا نام نکل آیا، اور آپ قادیان آ گئے۔

اسی طرح دوسرا واقعہ محترم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب درویش کا ہے:

جب آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک سنی تو فوراً قادیان جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے تین بھائیوں کے ساتھ قرعہ ڈالا۔ پہلی مرتبہ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام آیا۔ اس پر آپ نے کہا کہ دوبارہ قرعہ ڈالا جائے۔ آپ کے باقی دونوں بھائی تیار ہو گئے اور دوبارہ قرعہ ڈالا گیا۔ اس بار بھی قرعہ چھوٹے بھائی کے نام نکلا۔ اس پر بھی آپ کو تسلی نہ ہوئی اور آپ نے کہا کہ پھر قرعہ ڈالا جائے۔ اس پر بھی باقی دونوں بھائی راضی ہو گئے۔ اور اس بار بھی قرعہ چھوٹے بھائی کے نام نکلا۔ اس پر آپ بہت پریشان ہوئے۔ آپ نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ اگرچہ قرعہ میں تمہارا نام نکلا ہے اور تم حق دار ہو مگر تم میری ایک بات مان لو تم اپنا یہ حق مجھے دے دو۔ اس پر وہ فوراً راضی ہو گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے قادیان جانے کی آپ کی دلی تڑپ کو قبول فرمایا اور آپ قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔

اسی طرح مکرم چوہدری محمود احمد مبشر صاحب درویش فرماتے ہیں کہ ابتدائے درویشی میں جب ہم قادیان آئے تو کرفیو لگا کرتے تھے۔ ایک بار میں اپنے دوست کے ہمراہ کرفیو کی حالت میں سول لائن کی طرف جا رہا تھا۔ سامنے سے دو بندوق بردار آتے ہوئے نظر آئے۔ انہوں نے دور سے ہی ہم پر بندوقیں تان دیں اور کہا کہ ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ ہم وہیں سے ہاتھ اوپر کر کے ان کی طرف بڑھنے لگے اگر وہ چاہتے تو ہم پر گولی چلا سکتے تھے مگر انہوں نے سوچا کہ شکار تو ہمارا ہی ہے کہاں جائے گا۔ انہوں نے سختی سے پوچھا کہ اس وقت کرفیو میں تم کہاں گھوم رہے ہو۔؟ تمہیں اپنی زندگیاں پیاری نہیں؟ اس پر چوہدری صاحب کہنے لگے ہم اپنے اہل و عیال اور گھر بار کو چھوڑ کر اس مقدس بستی میں مرنے کے لئے ہی تو آئے ہیں۔ اس پر وہ بہت حیران ہوئے اور ہمیں مارنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔

اسی طرح محترم مولانا عبد الحق صاحب فضل درویش کے متعلق آپ کے بیٹے مکرم فاروق احمد صاحب فضل بیان کرتے ہیں کہ آپ کو شروع سے ہی قادیان سے بہت محبت تھی۔ اور ہمیشہ چاہتے تھے کہ آپ کی اولاد قادیان میں ہی رہے اور اس کے لئے دعا بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی آپ کو خدا تعالیٰ پر بہت یقین تھا۔ جب بھی آپ اپنے بھائی بہنوں سے ملنے پاکستان جایا کرتے تھے جن کی مالی حالت بہت اچھی تھی تو وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے پاس واپس آ جائیں قادیان میں آپ کو کیا مل رہا ہے اس پر آپ ہمیشہ جواب دیا کرتے تھے کہ مجھے قادیان جا کر وہ نعمت ملی ہے کہ جس کے آگے دنیا کی بڑی بڑی نعمتیں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

قارئین کرام! یہ چند نمونے ہیں ورنہ درویشان قادیان کے قادیان سے عشق و وفا کے واقعات اس قدر ہیں کہ ان کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہئیے۔ یہ وہ بزرگ درویش ہیں جنہوں نے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک لمحہ بھی توقف نہیں کیا اور فوراً اپنے آپ کو قادیان اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے پیش کر دیا اور دوبارہ اپنے اہل و عیال اور زمین جائداد وغیرہ کو منہ موڑ کر نہیں دیکھا۔ بے شمار واقعات میں سے صرف ایک پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش مرحوم کپورتھلہ کے ایک متمول خاندان کے چشم و چراغ تھے زمین جائیداد کے مالک تھے مگر تقسیم ملک کے وقت آپ نے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قادیان میں درویشانہ زندگی کو ترجیح دی۔ ساری زندگی آپ قادیان میں ہی رہے اور ایک بار بھی اپنے آبائی خاندانی علاقہ کو دیکھنے اور زمینوں جائیدادوں کو حاصل کرنے کی خواہش نہیں کی۔ 1999ء میں اپنے بچوں کے اصرار پر مجبوراً آپ کو کپورتھلہ جانا پڑا۔ وہاں جا کر اپنے گھر بار وغیرہ کو دیکھا۔ بچپن کے دوستوں سے ملے۔ لیکن اس موقع پر بھی آپ کے دل میں کوئی ملال نہیں تھا۔ بلکہ اس بات کی تڑپ تھی کہ جلد از جلد واپس قادیان پہنچا جائے۔

قارئین یہ واقعہ اگرچہ ایک درویش کا ہے لیکن بزبان حال تمام درویشان کے حال کی عکاسی کر رہا ہے۔ سوائے چند ایک کے اکثر درویشان قادیان متمول خاندانوں کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن ساری زندگی انہوں نے قادیان میں حفاظت مرکز کی خاطر قربانی کرتے ہوئے اپنے عملوں سے ثابت کر دکھایا کہ اصل اور سب سے بڑی جائیداد درویشی ہے اور اس پر تمام درویشوں کو ناز تھا۔

چنانچہ بعد کے حالات میں ان جواں ہمت سرفروش مجاہد درویشوں نے اپنے بے مثال نمونہ

اور کردار سے ثابت کر دکھایا کہ وہ فی الواقع درویش جیسے عظیم خطاب کے مستحق تھے ابتدائی دور میں اکثر درویشان کے ذمہ پہرے داری کی ڈیوٹی تھی جن میں سے کثیر تعداد ایسے درویشان کی تھی جو رات کو بھی ڈیوٹیاں دیتے اور دن کو وقار عمل میں مشغول رہتے ۔ پیش آمدہ حالات کے مدنظر دفتر حفاظت مرکز میں پوری طرح حفاظتی تدابیر کر رکھی تھیں ۔ بالخصوص مقامات مقدسہ یا اس سے ملحقہ حصہ کی گلیوں کو بعض جگہوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حصہ کافی حد تک محفوظ تھا البتہ بہشتی مقبرہ جو محلہ ناصر آباد کے قریب تھا وہ نسبتاً زیادہ غیر محفوظ تھا اُس وقت تک بہشتی مقبرہ کے ارد گرد دیوار نہ تھی لہذا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک اور بہشتی مقبرہ کی حفاظت کے پیش نظر اسکے اطراف میں مٹی کی دیوار بنانے کا پروگرام بنایا گیا اس کام میں درویشان کرام کا ولولہ اور جوش دیکھنے کے لائق تھا بیان کیا جاتا ہے کہ ساری ساری رات ڈیوٹیاں دینے کے بعد بھی ہر درویش دیوار بنانے میں ہمہ تن مصروف نظر آتا تھا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے بہشتی مقبرہ کے اطراف میں ایک دیوہیکل کچی دیوار کھڑی ہوگئی یہ دیوار اپنی بلندی پر بھی جا کر اتنی چوڑی تھی کہ ایک آدمی بغیر اس خطرہ کے کہ وہ نیند میں نیچے نہ گر جائے آرام سے سوسکتا تھا ۔ نیز حفاظتی تدبیر کے طور پر دیوار کے کونوں میں پہرے داری کے لئے کمرے بنائے گئے ابتدائے دور درویشی کا یہ ایک عظیم کارنامہ تھا۔ 1955ء کے سیلاب میں جب یہ دیوار کئی جگہ سے منہدم ہوگئی تو 1956,57ء میں دوبارہ پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئی۔

یہ زمانہ اگرچہ کہ درویشان قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور بڑے امتحان کا دور تھا بہت سے درویشان شادی شدہ تھے لیکن اپنے بیوی بچوں سے دور بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ سبھی درویشان کرام اپنے والدین ، بھائی بہنوں ، عزیز و اقارب سے دور دھونی رما کر قادیان اور مقامات مقدسہ کی محبت و عشق میں سرشار ہو کر یوں بیٹھ گئے کہ دنیا و مافیھا کے ہر تعلق اور جذبہ کو محض رضائے الٰہی اور ان مقامات مقدسہ کی محبت کی خاطر انہوں نے ترک کر دیا تھا اور اس عظیم ایثار و قربانی کے نتیجہ میں درویشان کرام میں ایسی روحانی تبدیلی واقع ہوگئی جس کی مثال آنحضرت ﷺ یا آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کو چھوڑ کر اور کہیں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ مفوضہ امور کی بجا آوری میں جہاں ہر ایک مستعد نظر آتا تھا وہاں ہر درویش دن رات دعاؤں ذکر الٰہی میں مشغول تھا۔ دن کو روزے رکھتے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر گریہ وزاری کرتے نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں کوشاں رہتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپسی پیار اور محبت کا یہ حال کہ ایک دوسرے پر جان فدا کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز قادیان کے گلی کوچوں میں فرشتے پہرہ دے رہے تھے۔

درویشان قادیان کو قادیان کے مقامات مقدسہ سے کس قدر والہانہ عشق تھا اس کا اندازہ آپ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے ایک خط سے جو آپ نے مورخہ 21 مئی 1948ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تحریر کیا تھا، سے ہوتا ہے۔ اُس کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں:-

’’قادیان پہنچے بیس روز ہوئے پہلا ہفتہ تو تقریباً ماہی جدائی کی حسرت و حرمان کی تلافی کی کوشش میں گزر گیا اور ماحول کی طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہ ملی ۔ دوسرے ہفتہ کچھ حواس درست ہوئے تو دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں کہ ایک نئی زمین اور نئے آسمان کے آثار نمایاں ہیں ایک تغیر ہے عظیم اور ایک تبدیلی ہے پاک جو یہاں کے ہر درویش میں نظر آتی ہے ۔ چہرے ان کے چمکتے آنکھیں ان کی روشن حوصلے ان کے بلند پائے۔ نمازوں کی حاضری سو فیصدی نمازیں نہ صرف رسمی بلکہ خشوع اور خضوع سے پُر دیکھنے میں آئیں رقت سوز یکسوئی و ابتہال محسوس ہوا ۔ مسجد مبارک دیکھی تو پُر مسجد اقصیٰ دیکھی تو بارونق مقبرہ بہشتی کی نئی مسجد جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے وہاں گیا تو ذاکرین اور عابدین سے بھرپور پائی ۔ ناصر آباد کی مسجد ہے تو خدا کے فضل سے آباد ہے اذان و اقامت برابر پنج وقتہ جاری .... نا صرف یہی کہ فرائض کی پابندی ہے بلکہ نوافل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی کثرت اور ہجوم اور انہاک پایا............ حتی کہ حالت یہ ہے کہ اس تین ہفتہ کے عرصہ میں نے بار بار کوشش کی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بیت الدعا میں کوئی لمحہ تنہائی کا مجھے بھی مل سکے مگر ابھی تک یہ آرزو پوری نہیں ہوئی جب بھی گیا نہ صرف یہ کہ وہ خالی نہ تھا بلکہ تین تین چار چار نو جوانوں کو وہاں کھڑے اور رکوع اور سجود میں روتے اور گڑگڑاتے پایا اسی پر بس نہیں بلکہ متصلہ دالان اور بیت الفکر تک کو اکثر بھرپور اور معمور پایا۔‘‘

قارئین کرام! وطن عزیز کے بٹوارے کے نتیجہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان شدید منافرت پیدا ہو چکی تھی لہذا کسی مسلمان کا کسی غیر مسلم علاقے میں جانا موت کو دعوت دینا تھا چنانچہ ابتدائی درویشی دور میں جب کسی اہم ضرورت کے پیش نظر قادیان سے کسی دوسرے محلہ یا قادیان سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی تو پولیس چوکی سے باقاعدہ پولیس کا انتظام کرانا پڑتا جو بذات خود بڑا دشوار گزار مرحلہ ہوتا تھا ۔ لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ماحول میں خوشگوار تبدیلی آتی گئی اس تبدیلی میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے زرّیں مشوروں اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ جماعت کی پُرامن تعلیمات کا بہت بڑا دخل تھا چنانچہ قادیان میں آ کر بسنے والوں نے جب درویشان کرام کے اعلیٰ اخلاق اور حسن کردار کو دیکھا تو نفرتیں پیار اور محبت میں تبدیل ہوتی چلی گئیں ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ کئی مرتبہ ایسے خوفناک لمحات کا سامنا ہوا کہ جبکہ ان سب کا موت کے گھاٹ اتارا جانا یقینی نظر آنے لگا۔ مگر صبر و رضا کے پیکر درویشان کرام جو قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے اپنی جان کا نذرانہ لے کر حاضر ہوئے تھے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا دیتے تو موت بھی انہیں دیکھ کر مسکرا کر پیچھے ہٹ جاتی۔ درویشان کرام کی ان بے مثال قربانیوں کو دیکھ کر علامہ اقبال کا یہ شعر بجا طور پر اُن پر صادق آتا ہے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشۂ لب بام ابھی

ایسے ہی قوی الایمان مؤمنین کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ذکر فرماتے ہیں:

’’ایسے ایسے بھی ابتلاءات آ جاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھ کر اور فراست کی نظر میں دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔‘‘

نیز آپ فرماتے ہیں:

’’جو سچا مؤمن ہے ابتلاء میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذت اور بھی بڑھ جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے ۔ اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اور دعاؤں سے فتح یاب اجابت چاہتا ہے‘‘

شروع درویشی میں تمام درویشان کرام کو لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے نہایت قلیل مقدار میں دو وقت کا کھانا ملتا تھا بعد میں صدر انجمن احمدیہ کے باقاعدہ کارکنان کو انجمن کے قواعد کے مطابق تنخواہ ملنی شروع ہوگئی اور کثیر تعداد میں باقی درویشان کو لنگر سے کھانے کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے 5 روپئے ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مشکل وقت کو درویشان نے کیسے گزارا۔ آخر وہ کون سا جذبہ تھا جس نے ان حالات میں بھی ان کو صبر و قناعت اور حوصلہ دیا وہ صرف اور صرف قادیان اور مقامات مقدسہ کی محبت ہی تو تھی۔ ان حالات میں ایک اور بہت بڑی آزمائش یہ آئی کہ قادیان کے بعض پُرانے غیر مسلم مکینوں نے ہجرت کر کے آنے والے بعض متعصب غیر مسلموں کے ساتھ مل کر درویشان قادیان کا سوشل بائکاٹ کر دیا ۔ تا کہ احمدی تنگ آ کر قادیان چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں کھانے پینے کی اشیاء کی تو پہلے ہی شدید قلت تھی اُس پر اس بائکاٹ کے اعلان سے عام ضروریات زندگی صابن، تیل، دودھ، نمک وغیرہ کا بھی قحط پڑ گیا اور ایک بہت بڑے ابتلاء کی صورت بن گئی ۔ لیکن یہ مصائب عاشقان قادیان دار الامان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکے ۔ بلکہ ان کے صبر و استقامت اور دعاؤں کے نتیجہ میں کچھ ہی دنوں کے اندر مخالفین میں سے ہی بعض سعید الفطرت غیر مسلم درویشوں کے ہمدرد بن گئے اور ایسے حالات رونما ہوئے کہ بعض غیر مسلم دکانداروں نے اعلانیہ طور پر اس بائکاٹ کی پابندی سے انکار کر دیا۔

بہر کیف تقسیم ملک کے اعلان سے لے کر 1950ء تک کا ایک طویل عرصہ تھا اور یہ عرصہ تقریباً وہی بنتا ہے جبکہ ہمارے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور آپ ﷺ

کے جانثار صحابہؓ کو کفار مکہ نے ایک چھوٹی سی وادی شعب ابی طالب میں محصور کر کے ان کا سوشل بائکاٹ کر دیا تھا۔ عین اسی طرح درویشان ایک چھوٹے سے محلہ میں قیدیوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درویشان کے اعلیٰ کرداد، نیک نمونہ اور جماعت کی پُرامن تعلیمات اور مسلسل بے لوث خدمت خلق کے نتیجہ میں حالات بتدریج سازگار ہوتے چلے گئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ہندوستان کے بعض دوسرے علاقوں سے احمدی فیملیاں قادیان آ کر آباد ہونی شروع ہو گئیں جن درویشان کی پارٹیشن سے پہلے شادیاں ہوئی تھیں اور ان کی فیملیاں پاکستان ہجرت کر گئی تھیں وہ قادیان واپس آنی شروع ہوئیں جن کی شادی نہ ہوئی تھی سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق اُن کی شادیاں کرائی گئیں۔ جس کے ساتھ ہی عیال داری شروع ہو گئی لیکن صدر انجمن احمدیہ کے محدود ذرائع آمد کی وجہ سے درویشان کو نہایت قلیل مقدار میں گزارے ملتے تھے خاص طور پر چوتھے درجہ کے درویشان کی تنخواہیں اتنی قلیل تھیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان درویشوں نے عیال داری کے باوجود کس طرح زندگی گزاری ہوگی۔ دفتری اوقات کے بعد ہر کوئی زندگی کو قائم رکھنے کی خاطر دن رات کوئی زائد کام کرنے کے لئے مجبور تھا کوئی زمینداره میں مشغول ہو جاتا بعضوں نے گائے بھینسیں پالنی شروع کیں بعضوں نے لوہار، بڑھئی، آب رسانی، بار بر، برتن بنانے، کپڑا بننے کے کام شروع کئے۔ گزر بسر میں سہولت کے لئے مرغیاں، بطخیں وغیرہ پالنی شروع کیں بعض افراد نے چھوٹے موٹے کاروبار شروع کئے۔ غرض یہ کہ قادیان کے ماحول میں جہاں احمدیوں کے لئے ذرائع آمدنی بہت ہی محدود تھے اس کے باوجود درویشان نے ہمت نہ ہاری۔ ہندوستان کے بعض مخیر احباب جن میں مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کا نام سر فہرست ہے کی مالی معاونت سے حضورؓ کی منظوری سے ایک شادی فنڈ و درویش فنڈ مقرر کیا گیا فی درویش شادی کے موقع پر 50 روپئے اور لڑکی والوں کو 100 روپئے مالی امداد دی جاتی علاوہ ازیں جب کسی درویش کی شادی ہوتی یا کسی درویش کی فیملی پاکستان سے آ جاتی تو جماعت کے اسٹور سے کچھ ضروری گھریلو سامان مہیا کر دیا جاتا مثلاً چند کھانے کے برتن اور سونے کے لئے چار پائی وغیرہ اس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ ابتدائی طور پر درویشان کرام کو کس کسمپُرسی کے حالات سے گزرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود کسی درویش نے کبھی کوئی شکوہ اپنی زبان پر نہیں لایا کیونکہ ان کا مقصد دنیا داری نہ تھا بلکہ رضائے مولیٰ کی خاطر محض مرکز کی حفاظت کے لئے یہاں ٹھہرے تھے جس عہد کو انہوں نے آخر دم تک نبھایا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو ہندوستان کے کسی اور علاقے یا دنیا کے کسی اور حصہ میں جا کر اپنے لئے نسبتاً زیادہ سہولیات مہیا کر سکتے تھے۔ لیکن قادیان کی محبت تھی کہ انہوں نے ہر قسم کے آرام اور راحت اور عیش و عشرت کو نظر انداز کر کے قادیان کی درویشی کو ترجیح دی اور اپنے ساتھ اپنے اہل عیال کو بھی قادیان میں رہنے کے لئے تیار کیا۔ ایک خاصی تعداد ایسے درویشان کی بھی تھی جو شادی شدہ اور اہل و عیال والے تھے ایسے درویشان نے ساری زندگی اپنے اہل و عیال سے الگ تھلگ قادیان میں گزارنی قبول کی لیکن اپنے اہل و عیال کے پاس جا کر رہنا گوارا نہ کیا۔ سالوں بعد آنے جانے پر ملاقات ہوتی تھی۔ ایسے موقعوں پر جب درویشان کرام پاکستان یا دوسری جگہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جاتے تو وہاں قادیان کی محبت میں بے قرار رہتے اور کوشش کر کے جلد از جلد قادیان پہنچتے۔

الغرض قادیان اور مقامات مقدسہ سے درویشان کرام کے عشق و فدائیت کا یہ حال تھا کہ بعض عمر رسیدہ درویشان باوجود خواہش اور مواقع فراہم ہونے کے قادیان سے باہر اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کے لئے اس لئے نہ جاتے تھے کہ ہم نے اپنی ساری زندگی قادیان میں درویشی کے لئے وقف کی ہے مبادا ہم سفر پر نکلیں اور خدا کی طرف سے ہمارے لئے بلاوا آ جائے۔ چنانچہ اکثر درویشوں کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ اُن کی ساری زندگی مسیح کی اس پاک بستی میں گزرے اور اس دیار حبیب میں ان کا آخری وقت آئے اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے حبیب کی اس پیاری بستی سے جدا نہ ہوں۔ ایک بزرگ درویش مکرم چوہدری محمود احمد صاحب مبشر درویشان قادیان کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اپنا سب کچھ مال و زر اور آشیان و گلستاں
چھوڑ کر آئے ہیں اے قادیاں تیرے لئے
ہم ترے درویش تیرے عشق میں مخمور ہیں
زندگی ہم کو ملی ہے قادیاں تیرے لئے
ہم جئیں گے اور مریں گے تیری ہی آغوش میں
عہد یہ دل سے کیا ہے قادیاں تیرے لئے
جان کا نذرانہ لایا ہے مبشر شوق سے
یہ تن خاکی بھی ہے اے قادیاں تیرے لئے

قارئین کرام پنجاب میں آج بھی بے شمار خانقاہیں ویران پڑی ہیں۔ سینکڑوں مزاروں کے نام و نشان مٹ چکے ہیں حتی کہ مخالفین احمدیت کی قبور کی خدائے قہار نے خاک تک اُڑا دی ہے بے شمار مساجد غیر آباد ہی نہیں بلکہ شہید کر دی گئیں لیکن آج بھی اپنے تو اپنے غیر بھی اس بات کے معترف ہیں کہ تقسیم ملک کے مخدوش حالات میں بھی جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم اور دائم اور فعال رہا قادیان کی 11 مساجد سے اور مسجد اقصیٰ کے بلند منارة المسیح سے پانچ وقت اذان کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور وہ بہشتی مقبرہ جس کا قیام امام الزمان نے اس وعدہ الٰہی سے فرمایا تھا کہ اس میں جنتی لوگ ہی دفن ہونگے نیز دیگر مقامات مقدسہ کی درویشان کرام نے اپنی زندگیوں کے نذرانے دے کر حفاظت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس مزار مبارک پر دعاؤں کا سلسلہ جو سو سال قبل شروع ہوا تھا آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اخبار ریاست کے ایڈیٹر اپنی 2 دسمبر 1957ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:-

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خون ریزی کا بازار گرم تھا اور مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی نا قابل تلافی جرم تھا مشرقی پنجاب کے اسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا یا تو پاکستان چلے گئے یا قتل کر دئے گئے تو قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے جنہوں نے اپنے مقدس مقامات چھوڑنے سے انکار کر دیا انہوں نے ننگ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلا خوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں وہ ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دینا چاہئے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہے اور اموات کی پرواہ نہ کی۔ اب بھی قادیان کے درویشوں کے اسوہ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت اور احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے''۔

(اخبار ریاست 2 دسمبر 1957ء)

اب آخر میں ایک اور ایسا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قادیان کے لئے درویشان کرام کے کس قسم کے جذبات تھے۔ 5 ستمبر 1971ء کی صبح ایک سرکاری افسر محلہ احمدیہ قادیان میں آیا اور حکومت کی طرف سے یہ حکم سنایا کہ حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام افراد جماعت احمدیہ قادیان کو محلہ احمدیہ سے نکال کر باہر کسی جگہ کیمپ میں رکھا جائے گا تا کہ آپ لوگوں کی حفاظت اور سالمیت کا انتظام کیا جائے۔ لہذا بہت ضروری تھوڑا بہت سامان ہمراہ لے لیں اور فوری اس حکم کی بجا آوری کے لئے تیار ہو جائیں۔ گو درویشان کرام جنہوں نے اپنی اور اپنے اہل عیال کی ساری زندگیاں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے داؤ پر لگا دی تھیں، اس قیامت خیز خبر نے اُن کی ہستی کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور اُن میں سے ہر ایک شدید کرب میں مبتلا ہو کر مجسم دعا بن گیا اور ہر ایک حیران و ششدر تھا کہ اب کیا ہوگا۔ فوری طور پر ہندوستان اور ہندوستان کی باہر کی جماعتوں کو مختلف ذرائع سے اطلاع دی گئی 7 دسمبر کی شام کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم مغفور ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان نے تمام اہالیان قادیان کو نماز عشا کے وقت مسجد مبارک میں جمع کیا اور نہایت پُرسوز دعاؤں کے بعد تمام افراد جماعت سے پُرجلال خطاب فرمایا آپ نے درویشان کرام اور اُن کے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

''یہ (قادیان) ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائیگا ہم اپنی جانیں قربان

کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یاد رکھیں میں بھی یہاں سے خود باہر نہ جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئیے ہوسکتا ہے کہ وہ یہ بھی کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔''

(بحوالہ کتاب دور درویشی اور درویش صفحہ نمبر 283)

فی الواقع اُس رات قادیان کا ہر احمدی، بچہ بوڑھا، جوان اپنے مولیٰ کے آستانہ پر گرا ہوا تھا۔ بیت الدعا، مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، بہشتی مقبرہ اور قادیان کے ہر گھر سے آہ و بکا اور چیخیں بلند ہو رہی تھیں سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہو رہی تھیں چنانچہ خلیفہ وقت اور قادیان کے ان درویشوں کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا۔ اگرچہ دوسرے دن جب کہ حکومت کی طرف سے آخری فیصلہ کا دن تھا قادیان کے بعض مخالفین تو خوش تھے کہ اُن کی دیرینہ دلی خواہشیں پوری ہونگی کہ قادیان کے احمدیوں کا انخلاء ہوگا لیکن قادیان کے بعض معززین ایسے بھی تھے جو جماعت کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ 8 دسمبر کو جب ضلع کے با اختیار حکام مثلاً S.D.M اور D.C صاحب وغیرہ حالات کا جائزہ لینے قادیان آئے تو معززین شہر بالخصوص سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ، سردار پریتم سنگھ صاحب بھاٹیا، پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی اور مقامی جن سنگھ کے سیکریٹری جناب رام پرکاش پربھاکر صاحب وغیرہ نے سرکاری افسران کے سامنے دنیا بھر میں پھیلی جماعت احمدیہ کی نظر میں قادیان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے درویشان کرام کے ٹھہرنے کی غرض و غائت اور افراد جماعت کے اعلیٰ کردار اور پاک نمونہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس بات کو بطور خاص واضح کیا کہ ہم اس جماعت کو اچھی طرح جانتے ہیں یہ ہمیشہ حکومت وقت کی سچی وفادار رہی ہے۔ لہٰذا افراد جماعت کی صحیح معنوں میں حفاظت اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ انہیں ان مقدس مقامات سے نہ نکالا جائے۔ الغرض درویشان کرام کی پُرسوز دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ قادیان کے معزز شہریوں کی پُراثر وضاحت کے نتیجہ میں افسران کے خیالات میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی اور انہوں نے تسلی دی کہ یہاں سے احمدیوں کو کسی دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ بدستور اپنے گھروں میں رہیں گے۔

یہ واقعہ بھی درحقیقت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصوۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ کیونکہ 10 فروری 1906ء کو حضورؑ نے ایک رؤیاء دیکھا آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''دیکھا کہ ایک جماعت کثیر میرے پاس کھڑی ہے ایک حاکم آیا اور اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیوں اس جماعت کو منتشر نہ کیا جائے؟ میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی مخالفت نہیں صرف تعلیم پاتے ہیں پھر اُس حاکم نے کہ گویا وہ ایک فرشتہ تھا آسمان کی طرف منہہ کر کے ایک دو باتیں کیں جو سمجھ میں نہیں آئیں پھر اُس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ **سلام** اور چلا گیا۔

(رؤیاء 10 فروری 1906ء تذکرہ صفحہ 589)

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم ہفت روزہ اخبار بدر 13 جنوری 1972ء میں لکھتے ہیں کہ:-

''ناچیز راقم جو افسران کی بات چیت کے موقع پر موجود تھا اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا۔''

ہمارے ملک کو آزاد ہوئے 64 سال بیت چکے ہیں درویشان کرام کا کثیر حصہ منھم من قضی نحبه کے مطابق اپنے عہد وفا کو کمال احسن طریق سے پورا کرتے ہوئے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو چکا ہے۔ چند ایک درویش باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت دے اور سبھی درویشان کی قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے اُنکو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل فرمائے اور انکے آل و اطفال کو اُن کے نیک نمونہ پر چلتے ہوئے حفاظت مرکز کی خاطر اپنے والدین کی طرح ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆
☆☆
☆

درویشان قادیان

(مکرم تنویر احمد ناصر، نائب ایڈیٹر ہفت روزہ بدر قادیان)

درویشان قادیان ہیں لائق صد احترام
ان کی درویشی پہ قرباں عزوجاہ و احتشام

ہوچکا تھا وار داغ ہجرت موعود کا
ہورہا تھا اک نئی دنیا کا پھر سے انصرام

مصلح موعود کے وہ ایک حکم کُن کے ساتھ
کردیا قربان راہ حق میں مال و جاں تمام

مسجد اقصیٰ، بہشتی مقبرہ، الدار سب
حق تعالیٰ کے شعائر ہیں یہ سب عالی مقام

ان شعائر کی حفاظت کیلئے درویش سب
قادیان میں ہی رہے بن کے مسیحا کے غلام

جو دکھایا تھا خدا نے مہدیٔ موعود کو
کیا ہی پیارا نان تھا اور اس پہ درویشی کا نام

ننگ انسانی مناظر سے ہوا تھا شرمسار
قریہ قریہ، کوچہ کوچہ، چپہ چپہ، گام گام

وہ زمانہ جب مسلمان جارہے تھے چھوڑ کر
خانقاہوں، مسجدوں اور اپنے پیروں کے مقام

تخت گاہ احمد موعود کی عظمت لئے
آرہے تھے اس طرف عشاق مہدی تیز گام

وہ مسیحا کے سپاہی سربکف درویش تھے
نفرتوں کی آگ میں کودے خدا کا لے کے نام

گولیاں چلتی رہیں لیکن اذاں دیتے رہے
سب مساجد سے بلند ہوتا رہا اللہ کا نام

وہ جو اس بستی کے ہردم درپئے آزار تھے
کردیا مولیٰ نے دنیا سے اُنہیں کا انعدام

پار کرکے تنگ ظرفیٔ مذاہب کی خلیج
ساری دنیا کو دیا انسانیت کا پھر پیام

دعوت وتبلیغ کی خاطر دیہاتوں میں بھی گئے
اولکھ وسوچاں، گرائیاں، بھینی بانگر اور بھام

سارے ہی درویش آپس میں بہت غم خوار تھے
دشمن حق کیلئے لیکن تھے تیغ بے نیام

جذبۂ ایثار و قربانی کے پیکر تھے تمام
تاک تھے زہد وورع میں اور طاعت میں تھے تام

انقطاع و ابتہال و انشراح و اتقاء
حق تعالیٰ نے انہیں بخشے تھے یہ اعلیٰ مقام

افق ماضی پر کمند شوق پھیلاتا ہوں جب
کیسے کیسے پھر نظر آتے ہیں گوہر مجھ کو تام

اے خدا سایہ کرم کا ان پہ رکھنا تو ہمیش
ناصر خستہ کا پہنچے دائماً ان کو سلام

درویشان قادیان کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت

(مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب ہمبرگ جرمنی)

خدا کا فضل ہو تم پر ہمارے مہرباں تم ہو
ہمیں محبوب ہو پیارو ہماری جان جاں تم ہو

تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی
مسیحائے محمد کے مکاں کے پاسباں تم ہو

ہوا کیا گر نہیں تم کو میسر دولت دنیا
مکاں والوں سے بہتر ہو بظاہر بے مکاں تم ہو

تمہارے کام نے انسانیت کی لاج رکھ لی ہے
خلوص و طاعت و مہر و وفا کا اک نشاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں یہ حالت درویشیٔ احمد
غلامان مسیح پاک ہو فخر شہاں تم ہو

محبت ہے ہمیں اس قادیاں کی ہر عمارت سے
محبت ہے ہمیں تم سے کہ اہل قادیاں تم ہو

مسیح پاک کے فرزند تم پر فخر کرتے ہیں
نہیں تھکتی ہے جن کے ذکر سے ان کی زباں تم ہو

دُعائے شمس ہے ہر دم رہو تم فی امان اللہ
رہو دارالاماں میں اور اس کے پاسباں تم ہو

(بحوالہ ہفت روزہ بدر، 18 دسمبر 1997ء)

درویشان قادیان کی دعوت الی اللہ سے متعلق سرگرمیاں

(مکرم ظہیر احمد خادم صاحب۔ ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت)

قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اصل اہمیت دعوت الی اللہ کی ہے۔ اور اس اہم ذمہ داری کی طرف اللہ تعالیٰ نے بطور خاص حضرت رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ (المائدہ:۶۸) گویا کہ نزول قرآن کریم کے تئیں آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری دعوت الی اللہ کی تھی۔ یعنی غیر مسلم اقوام تک خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانا۔ اس عظیم الشان ذمہ داری کو آپ ﷺ نے اپنی ساری زندگی کما حقہ پورا کیا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی اُمّت پر عائد ہوئی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری کی۔ اور اسلام دنیا کے اطراف میں پھیل گیا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ مسلمانوں نے اپنی اس ذمہ داری کو ادا نہیں کیا اور اسکی اہمیت کو بھول گئے۔ موجودہ زمانہ کے اکثر مسلمان دعوت الی اللہ کے شعور سے بے بہرہ ہو چکے ہیں اور دوسرے کاموں کو دعوت الی اللہ کا کام سمجھتے ہیں۔ ایک مکتبۂ فکر کا عالم دوسرے مکتبۂ فکر کے عالم کی خامیوں کو تلاش کر کے عوام میں اسکی تشہیر کو دعوت الی اللہ کا کام تصوّر کرتا ہے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر کفر کے فتوے لگانے کو دعوت و تبلیغ اور اسلامی خدمات سمجھتا ہے۔ غرض یہ کہ آج عالم اسلام ایسے اعمال میں مشغول ہے جس میں اسلام کی تبلیغ تو نہیں ہوتی البتہ غیر قوموں میں اسلام کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی امّت کے آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''اگر دنیا کی عمر میں سے ایک دن بھی ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دے گا حتّی کہ وہ اس امّت میں مجھ سے یا میرے اہل بیعت میں سے ایک شخص کو مبعوث کریگا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔'' (ابوداؤد جلد ۲ کتاب المہدی)

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان ذمہ داری کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پورا فرما رہا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔'' اس الہام کے ذریعہ جہاں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو عالمگیر غلبہ کی خوشخبری عطا فرمائی ہے وہیں یہ بھی فرما دیا کہ مسیح موعود کے دنیا میں آنے کا اصل مقصد دعوت الی اللہ ہی ہے۔ چنانچہ آج دنیا میں جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت و تائید سے اور حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی بھرپور نگرانی اور ہدایات کی روشنی میں اسلام کے پرچم کو ساری دنیا میں لہرانے کا مضبوط پروگرام رکھتی ہے۔

اسلام کی اس عالمگیر نشاۃ ثانیہ کے آغاز کا ایک پہلو وہ ہے جو ۱۹۴۷ء کے بعد قادیان دارالامان کی اُن ۳۱۳ سعید روحوں سے تعلق رکھتا ہے جن کو عالم احمدیت میں درویشانِ کرام کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنکو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قادیان کی مقدس بستی میں رکھا ہی اس لئے تھا کہ وہ اپنی زندگیوں کے تمام آرام و آسائش کو محض رضاء الٰہی کے حصول کے لئے خیر باد کہہ دیں۔ اور اصحاب الصفہ کی طرز کی زندگی گزار کر اسلام و احمدیت کے نام کو زندہ کریں اور اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ہر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ ان درویشان کرام کو ان کے مقاصد کے حصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

''قادیان کی آبادی تصوّف کے اصول پر ہی قائم کی جاسکتی ہے اور تصوّف کا اصول یہ ہے کہ کم گفتن و کم خوردن و کم خفتن۔ باتیں تھوڑی کی جائیں، کھانا تھوڑا کھایا جائے، سویا کم جائے۔ اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے، محنت زیادہ کی جائے اور ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی۔'' (مکتوب گرامی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ محررہ ۷-۱۱-۴۷ بنام حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ امیر مقامی قادیان)

چنانچہ ان ۳۱۳ جانثاروں نے اپنے اس عہد کو اس طرح پورا کیا کہ وہ ایک تاریخ ساز کارنامہ بن کر آئندہ آنے والی نسلوں کو قربانیوں کے اصول بتلاتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ان درویشان کرام کے دلوں میں احمدیت و اسلام کی تبلیغ اور اسکی اشاعت کا جذبہ ان کے ہر عمل کے ذریعہ ظاہر ہوتا تھا۔ اسلام کے غلبہ کے لئے دعا، بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے حقیقی تڑپ، نوع انسانی سے کمال درجہ پر محبت، دعوت الی اللہ کے اصول کے حصول کے لئے سچی جستجو، یہ وہ چیزیں تھیں جو اسلام کی اشاعت کے لئے بڑی بڑی قربانی چاہتی تھیں جو ان درویشان کرام نے پورے حوصلہ اور جوانمردی کے ساتھ اپنے اپنے وقت پر دیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان کے حالات کچھ درست ہونے کے بعد درویشان قادیان کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

''میں قادیان کے رہنے والے احمدیوں کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ شور و شر کا زمانہ جس نے عمل کے مواقع کو بالکل باطل کر دیا تھا اب ختم ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ امن فساد کی جگہ لے رہا ہے۔ بہت سی جگہوں کے راستے کھل گئے ہیں اور باقی کے متعلق امید ہے کہ آہستہ آہستہ کھل جائیں گے۔ مگر جس رنگ میں کام چل رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت احمدیہ کا ایک مرکز پر جمع ہو جانا ابھی کچھ وقت چاہتا ہے۔ وہ وقت لمبا ہو یا چھوٹا لیکن بہر حال جب تک وہ وقت نہ آئے جس حد تک موجودہ تعطّل کو دور کیا جا سکتا ہے اس کا دور کیا جانا ضروری ہے۔ گذشتہ سال جو تعطّل واقع ہوا وہ معافی کے قابل تھا کیونکہ تمام علاقے آپس میں کٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے تک خبر پہنچانا ناممکن تھا۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی۔ اب کسی نہ کسی ذریعہ سے قادیان اور ہندوستان کی جماعت کا تعلق قائم رکھا جا سکتا ہے اور تبلیغ اور اشاعت کے کام کو بھی ہاتھوں میں لیا جا سکتا ہے۔............

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس سے آپ کی طاقت دس گنے زیادہ ہے۔ پھر جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس وقت قادیان سے باہر کوئی احمدیہ جماعت نہیں تھی لیکن اب ہندوستان میں بھی بیسیوں جگہ پر احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ ان جماعتوں کو بیدار کرنا، منظم کرنا، ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑا کرنا اور اس ارادہ کے ساتھ ان کی طاقتوں کو جمع کرنا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو ہندوستان کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیں۔ یہ آپ لوگوں کا ہی کام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قادیان احمدیوں کا مرکز ہے آپ لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس لئے قادیان میں بیٹھے ہیں کہ یہ ہم احمدیوں کا مرکز ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ مرکز کو مرکز کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مرکز چند مجاوروں کے جمع ہو کر بیٹھ جانے کا نام نہیں۔'' (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد تیرہ، صفحہ: ۸۵ تا ۹۴)

چنانچہ درویشان قادیان میں سے ابتدائی مبلغین ہندوستان کے طول و عرض میں تبلیغ اور دعوت الی اللہ کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر دیتے ہوئے اخبار ''الرحمت'' نے یوں لکھا۔

''بارہ مبلغین اسلام کی قادیان سے روانگی''

مورخہ 50-4-22 کو شام کی گاڑی سے 12 مبلغین اسلام ہندوستان کے مختلف علاقہ جات میں تبلیغ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ مکرم مولوی عبدالستار صاحب شاہدؔ۔ مکرم مولوی

سراج الحق صاحب مکرم مولوی بشیر احمد صاحب بانگروی۔ مکرم مولوی محمد شریف احمد صاحب مکرم قریشی سلطان احمد صاحب صوبہ بہار کے لئے مکرم مولوی فتح محمد صاحب اسلم۔ مکرم سید منظور احمد شاہ صاحب لائلپور۔ مکرم اسلم خان صاحب علاقہ یوپی کے لئے مکرم مولوی ابوالوفا صاحب مالا بار کے لئے اور مکرم فیض احمد صاحب۔ مکرم بشیر احمد صاحب کالا افغاناں اور مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب علاقہ بمبئی کے لئے۔ احباب دعا کریں کہ مجاہدین اسلام کا یہ قافلہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے منزل مقصود پر بخیریت پہنچ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو صحیح رنگ میں خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔''

الحمدللہ ان درویشان نے اپنے فرائض کو کما حقہٗ پورا کیا اور ان کی کوششوں اور کاوشوں کے نتیجہ میں ہندوستان کے طول وعرض میں منتشر جماعتیں منظم ہوئیں۔ ان میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر ملک کے دور دراز علاقوں میں احمدیت کی اشاعت کے لئے قربانیاں دیں اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو اسلام اور ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔

☆ ان میں سے ایک محترم مولانا بشیر احمد صاحب خادم مرحوم (وفات 26-7-2001) ولد محترم میاں اللہ بخش صاحب مرحوم تھے۔ تاریخ احمدیت میں آپ کا نام 142 درج ہے۔ آپ بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ بہت متوکل علی اللہ تھے۔ غریبوں اور یتیموں کی پرورش کرنا آپ کا پسندیدہ عمل تھا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں آپ نے گرانقدر تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ خصوصاً یوپی کے علاقہ میں جو جماعتیں قائم ہیں وہ آپ کی بے لوث قربانیوں کا ثمرہ ہیں۔

☆ ایک منکسر المزاج درویش مکرم اسلم خان صاحب مرحوم ولد محترم اسد اللہ خان صاحب مرحوم تھے۔ مرحوم صوبہ یوپی کے ضلع فتحپور کے رہنے والے تھے۔ درویشی کے چند سال قادیان میں گزار کر اپنے وطن چلے گئے تھے۔ اور ساری زندگی احمدیت کی تبلیغ میں گزار دی۔ بہت مخالفت برداشت کی۔ جس کا قابل رشک جوانمردی کے ساتھ تاحیات مقابلہ کیا۔ آپ کے ذریعہ مکرم محمد سیف خان عرف بابو خان صاحب آف سیمور کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر ان دونوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وہاں کئی فعال جماعتیں قائم کرنے کی توفیق بخشی۔ جہاں آج کل مسجد و مشن ہاؤس قائم ہیں۔ اور اب مبلغین اور معلمین کرام اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں۔ اور آج بھی دعوت الی اللہ کا کام اسی طرح جاری وساری ہے۔

☆ محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی مرحوم (وفات 22-9-90) سے کون واقف نہیں ہے۔ آپ ایک شعلہ بیان خطیب اور نہایت متقی بزرگ انسان تھے۔ آپ نے اپنے عہد درویشی کو بہت قربانیوں اور صبر کے ساتھ گزارا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں آپ بطور مبلغ انچارج خدمات سلسلہ کی توفیق پاتے رہے۔ آپ کے ذریعہ سینکڑوں لوگوں کو احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی۔ آپ صدر انجمن احمدیہ وتحریک جدید قادیان کے ممبر تھے۔

☆ محترم مولانا بشیر احمد صاحب بانگروی درویش مرحوم کو بھی یوپی کے علاقہ میں اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں دعوت الی اللہ کے فریضہ کی بھرپور ادائیگی کا موقع ملا۔ اور درجنوں افراد نے آپ کے ذریعہ احمدیت کو قبول کرنے کی توفیق پائی۔

☆ محترم گیانی عبداللطیف صاحب درویش۔ مرحوم خوش مزاج طبیعت کے جوشیلے داعی الی اللہ تھے۔ ایک لمبا عرصہ میدانِ تبلیغ میں خدمت کا موقع ملا۔ بعد ریٹائرمنٹ دفتر زائرین میں تبلیغ کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ آپ کا اپنا مخصوص انداز تھا جس سے ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔

☆ اسی طرح ایک بہت ہی جوشیلے اور دعوت الی اللہ کے شیدائی بزرگ درویش میاں عبدالعظیم صاحب مرحوم جلد ساز (وفات 1-6-91) ولد محترم میاں رحمت اللہ صاحب مرحوم تھے۔ آپ کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ مرحوم دعوت الی اللہ کے کس قدر حریص تھے۔ صبح سے شام تک دفتر زائرین میں تشریف رکھتے تھے۔ اور ہر آنے والے مہمان کو بہت ہی حکمت کے ساتھ احمدیت کا پیغام دیا کرتے تھے۔ آخر عمر میں موصوف نابینا ہو چکے تھے۔ مگر یہ معذوری بھی آپ کو دعوت الی اللہ کے کام سے روک نہ سکی۔ جب بھی آپ کو معلوم ہوتا کہ مہمان خانہ میں کوئی غیر از جماعت دوست آئے ہیں۔ آپ فوراً اسکی جسمانی تواضع کے ساتھ ساتھ روحانی ضیافت کے لئے پہنچ جاتے اور پھر تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع فرماتے۔ آنے والے مہمان خواہ مسلمان ہوں یا ہندو ہوں یا عیسائی سب کو اسلام احمدیت کا پیغام دیتے۔

یوں تو قادیان کے درویشان اپنے ماحول میں خواہ کوئی بھی کام کرتے ہوں لیکن کسی نہ کسی کو دعوت الی اللہ کرتے رہے ہیں تاہم خاکسار بعض ایسے درویشان کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہے جن کو دعوت الی اللہ کی اس قدر لگن تھی کہ اُنہوں نے اس کو اپنی زندگی کا جزو لازم قرار دے دیا تھا اس کے بغیر اُنہیں چین ہی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر ماہ میں چار پانچ روز مضافات قادیان میں جا کر تبلیغ کرتے اور قادیان کے گردونواح کے دیہی علاقوں میں جہاں تقسیم ملک کے بعد کچھ مسلمان گھرانے پنجاب ہندوستان میں رہ گئے تھے اُنہیں منظم کرتے اُن سے مستقل رابطہ رکھتے اُنہیں قادیان میں بلاتے، خود اُن کی غمی و خوشی میں شامل ہوتے۔ چنانچہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دور خلافت میں باقاعدہ منظم طور پر دعوت الی اللہ کی مہم کے آغاز کا اعلان فرمایا تو قادیان سے مذکورہ دیہاتوں میں جانے والے وفود کو اُن بزرگ مرحوم درویشان کی سابق میں کی گئی دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں مساعی کا بھرپور فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگ مرحوم درویشان کی روحوں پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ ان میں سے بھی چند ایک کا ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔

☆ مکرم صوفی علی محمد صاحب مرحوم درویش (وفات 1979ء) مرحوم پیدائش سے ہی ٹانگوں سے معذور تھے اور پیشے کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے حدّاد اور سیونگ مشین کا کام جانتے تھے عام معاشرہ میں اس قسم کے لوگ اپنی ایسی معذوری کا بہانہ بنا کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں لیکن صوفی صاحب مرحوم باقاعدہ دکان پر بیٹھ کر سارا دن کام کرتے اپنا پیٹ بھی پالتے اور بعض غریب فیمیلیز کی مالی مدد بھی کرتے چندوں کی ادائیگی میں بھی بہت طاق و چست تھے۔ ہمارے بچپن میں ہمارے ساتھ کے درجنوں بچوں نے اُن سے قرآن مجید پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ مرحوم معذوری کے باوجود پانچوں نمازیں مسجد مبارک میں ادا کیا کرتے تھے اور بعد نماز مغرب تا عشاء اور بعد نماز فجر بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے اور دینی تعلیم دیتے پھر ہر مہینے میں ایک ہفتہ وقف کر کے کسی نوجوان کو ساتھ لے کر قادیان کے مضافات میں تبلیغ کی غرض سے جاتے وہ نوجوان اُن کو سائیکل کے پیچھے بٹھا کر مضافات میں لے جاتے اور اس سے اس کی بھی ٹریننگ ہو جاتی۔ چنانچہ میکے، دڑے والی، سوچاں، اولکھ، وغیرہ جہاں اب جماعتیں قائم ہیں مرحوم صوفی صاحب کے سابقہ رابطوں کا نتیجہ ہیں۔

☆ مکرم چوہدری عبدالحق صاحب مرحوم سلسلہ کے ذمہ دار عہدوں پر خدمت بجا لاتے رہے۔ اس کے باوجود جس روز دفتر میں چھٹی ہوتی اپنی سائیکل لیکر مختلف دیہاتوں میں جہاں مسلمان موجود ہوتے جا کر اُنہیں پیغام حق پہنچاتے آج بھی اُن علاقوں کے لوگ اُنہیں یاد کرتے ہیں۔ موصوف کو ہمبووال اور دھاریوال کے مسلم گھرانے بالخصوص یاد کرتے ہیں۔ جہاں اب بھی اللہ کے فضل سے باقاعدہ جماعتیں قائم ہیں۔

☆ انہیں بزرگ مرحوم درویشان میں سے ایک قابل ذکر درویش مکرم مولوی محمد احمد صاحب کالا افغاناں بھی ہیں۔ مرحوم کی بینائی عمر کے آخری حصہ میں جاتی رہی تھی۔ اس کے باوجود مرحوم کسی نہ کسی شخص کو ساتھ لے کر قادیان سے پنجاب کے بہت دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لئے نکل جاتے تھے۔ بعض مقامات پر شدید مخالفت کے باوجود موصوف اپنے کام میں لگے رہے۔ چنانچہ ضلع گورداسپور میں بھام کی جماعت آپ ہی کے ذریعہ قائم ہوئی پھر ضلع ہوشیارپور میں مرزاپور کھڈیالہ کے علاوہ اور بھی دو تین جماعتیں آپ ہی کی مساعی کا نتیجہ ہیں۔

ایک مرتبہ مرحوم ہوشیارپور کے ٹانڈہ کے ایک گاؤں میں گئے جہاں ایک مسلم گھرانہ تھا۔ جیسے ہی اُس کے گھر میں داخل ہو کر تعارف کرایا کہ ہم قادیان سے آئے ہیں تو مالک مکان نے اُنہیں گھر سے رات کے وقت دھکے دے کر باہر نکال دیا مرحوم اور ان کا ساتھی صبح سے بھوکے پیاسے تھے شدید سردی کے ایّام تھے اُس کے گھر سے باہر آ کر ایک جگہ بیٹھے دعا میں مصروف تھے کہ اچانک ایک غیر مسلم آیا۔ اُس

نے ماجرا پوچھا مرحوم نے سارا حال سنایا اُس نے اپنے گھر لے جا کر اُن کی تواضع کی آرام سے رکھا اور اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرتا رہا اور کہتا تھا کہ اتنا اچھا دھرم اور اُس مسلمان نے اپنے ایک مسلمان بھائی کو سردی میں بلا تواضع گھر سے باہر نکال دیا اُس نے پنجابیوں کی ناک کٹوائی ہے۔ صبح یہی غیر مسلم دوست انہیں دوبارہ اُن کے گھر لے گیا اور اُس کو ملامت کی چنانچہ اُس نے شرمندگی کا اظہار کیا اور ان کا پیغام سنا۔ الحمد للہ آج وہ گھرانہ جماعت میں شامل ہے۔

☆مکرم یونس احمد اسلم صاحب درویش:

موصوف جب بھی دفتری اور ذاتی مصروفیات سے فارغ ہوتے تبلیغ کے لئے بٹالہ گورداسپور، امرتسر وغیرہ نکل جاتے۔ لوگوں کو پیغام حق پہنچاتے، ان کی تالیف قلوب کرتے۔ کئی لوگ آپ کے ذریعہ مشرف با احمدیت ہوئے۔ مکرم نور محمد صاحب بٹ کی فیملی جن کا ایک بیٹا مکرم مبشر احمد بٹ جامعہ احمدیہ قادیان میں انگلش کا پروفیسر ہے مکرم یونس صاحب مرحوم کی تبلیغ سے ہی احمدی ہوئی ہے۔

☆مکرم مستری محمد حسین صاحب درویش

آپ کو بھی تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ خاکسار کو جب پہلی مرتبہ ضلع سیتاپور اور حکیم پور یوپی کے دیہاتوں میں جانے اور دعوت الی اللہ کا موقع ملا تو اکثر دیہاتوں کے افراد نے ذکر کیا کہ جو پیغام آپ ہمیں دے رہے ہیں آپ سے پہلے قادیان کے ایک بزرگ ہمارے گاؤں میں انجن ٹھیک کرنے آتے تھے وہ بھی یہی باتیں ہمیں بتایا کرتے تھے۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ وہ مکرم مستری محمد حسین صاحب درویش مرحوم تھے۔

☆مکرم بشیر احمد صاحب پڈیار درویش

موصوف قادیان سے باہر لمبا عرصہ ہماچل میں ایک مقام نادون اور اس کے اردگرد مضافات میں رہے۔ اپنے ذاتی کام کے علاوہ مرحوم کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ ہی تھا۔ نادون اور ہماچل کے دوسرے علاقہ میں گو بیعتیں ان کے بعد میں ہوئی ہیں لیکن یہ بیج مرحوم بشیر احمد صاحب کا ہی بویا ہوا تھا۔ مرحوم کی وفات بھی اسی علاقہ میں ہوئی اور وہیں پر ان کی قبر موجود ہے۔

☆ مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل درویش مرحوم (وفات 2006-2-5)

آپ بھی جماعت کے ذمہ دار عہدوں پر خدمت انجام دینے کے علاوہ لمبا عرصہ بطور جنرل سیکریٹری لوکل انجمن احمدیہ قادیان خدمت انجام دیتے رہے۔ مرحوم کچھ عرصہ پنجاب میں دعوت الی اللہ کے نگران اعلیٰ بھی رہے۔ آپ اپنا ذاتی کام حکمت بھی کرتے تھے۔ اپنی جوانی میں دعوت الی اللہ کا فریضہ خوب ادا کیا جس کی وجہ سے بالخصوص مضافات قادیان میں آپ کے غیر مسلموں اور مسلمانوں سے بھی بہت اچھے تعلقات اور رابطے تھے۔ دعوت الی اللہ کا شوق اس حد تک تھا کہ جب اپنی عمر اور صحت کے لحاظ سے خود زیادہ باہر نہیں جا سکتے تھے تو قادیان کے نوجوانوں کو کبھی موٹر سائیکل کبھی سائیکل مہیا کر کے مضافات قادیان میں تبلیغ کے لئے بھجواتے۔ گوجر برادری میں خاص طور پر تبلیغ کے لئے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ باہر سے آنے والے زیر تبلیغ اور نو احمدی دوستوں کی بھرپور تواضع اکثر اپنی جیب سے کرتے تھے۔ مضافات قادیان کے بعض بچوں کو تعلیم و تربیت کی غرض سے اپنے پاس بھی رکھا۔ میدان تبلیغ میں کام کرنے والوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ خاکسار جب بھی باہر سے تبلیغی دورہ سے واپس آتا تو باقاعدہ بلا کر حالات سنتے اگر بیعتیں ہوتیں تو بہت خوش ہوتے اور فرماتے اب تو آپ چائے پی کر جائیں۔ مرحوم اچھی علمی صلاحیت اور تجربہ کے مالک تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت والے اور لطیفہ گو ہونے کی وجہ سے مجلسی آدمی تھے۔ گوجر برادری میں سے مکرم عبدالرحیم معلم، مکرم سیف علی صاحب، مکرم بشیر احمد صاحب گوجر احمدی افراد بالخصوص آپ کی مساعی اور کاوشوں کے نتیجہ میں احمدیت میں داخل ہوئے۔ مرحوم اکثر نو احمدی غرباء کی امداد اور تالیف قلوب کا خیال رکھتے۔ ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ بعض لوگ احمدی ہوتے ہیں تو ہمارے بعض افراد اُن پر بدظنی کرنے لگتے ہیں کہ شاید کوئی ایسا شخص ہے جو جماعت کے بارہ میں کسی ٹوہ میں لگا ہے۔ ہمیں بے شک آنکھیں کھول کر رکھنے کا حکم ہے مگر بدظنی کا حکم نہیں حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی نیک نیتی سے نہیں آیا تو ہمارا کیا بگاڑے گا اپنا ہی بگاڑے گا جماعت تو کھلی کتاب ہے۔ نہ جانے انہیں میں سے کیسے کیسے مفید وجود جماعت کے لئے نکل آویں۔

درویشان کرام دور درویشی میں فرداً فرداً تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے اور اللہ کے فضل سے اس کے بہترین پھل بھی عطا ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر ۱۹۸۳ء سے باقاعدہ لوکل انتظامیہ کے تحت قادیان کے اردگرد منظم طریق پر درویشان قادیان نے تبلیغ و دعوت الی اللہ کے پروگرام تیار کئے۔ چنانچہ اس بارہ میں مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل درویش مرحوم اپنی "کتاب وہ پھول جو مرجھا گئے" (حصہ دوئم) میں لکھتے ہیں:

"۱۹۸۲ء کے جلسہ سالانہ ربوہ پر ملاقات کے دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے درویشان کو ہدایت فرمائی کہ آپ لوگ مضافات قادیان میں باقاعدہ تبلیغ شروع کریں۔ اس ارشاد کی تکمیل میں فروری ۱۹۸۳ء میں مکرم و محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب نے لوکل انتظامیہ کی میٹنگ بلا کر ایک پروگرام طے کیا اور ابتدا میں قادیان کے اردگرد دس میل کے سرکل میں تبلیغی وفد بھجوانے کی تجویز پاس کی۔ اور اس کی نگرانی کے لئے خاکسار کو جنرل سیکریٹری ہونے کی وجہ سے مقرر کیا۔ سارا کام رضا کارانہ ہی کرنا تھا تاہم چند ایک افراد جو ہوں بھی رضا کار مگر فل ٹائم دے سکیں، کی بھی ضرورت تھی۔ میں نے محترم امیر صاحب کی اجازت سے ریٹائر افراد میں سے تحریک کر کے چند افراد کو فل ٹائم دینے کے لئے آمادہ کر لیا اور محترم امیر صاحب کی خدمت میں ان کے نام پیش کر کے منظوری حاصل کر لی۔ یہ سب ریٹائر زندگی گزار رہے تھے۔ ان میں مولوی بشیر احمد صاحب بانگروی درویش بھی تھے۔ مکرم مولوی محمد احمد صاحب کالا افغاناں درویش، مکرم چوہدری سکندر خان صاحب درویش، مکرم غلام حسین صاحب درویش، مکرم چوہدری سکندر خان صاحب دفتری امور کے لئے، مکرم مولوی محمد احمد صاحب تبلیغی محاذ کے لئے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب تربیتی محاذ پر اور مکرم غلام حسین صاحب بطور مددگار کارکن دفتر۔

قادیان سے مشرق کی طرف ایک گاؤں بھام ہے وہاں دو بھائی جو مسلمان تھے اور کفش دوزی کا کام کرتے تھے اور وہاں کے سکھ بھائیوں نے پاکستان جانے سے روک لئے تھے اور ان کو تحفظ فراہم کیا ان کے ہاں اولاد ہو کر یہ ۵۰ افراد ہو چکے تھے۔ قادیان آتے جاتے تھے عیدیں پڑھنے بھی آیا کرتے تھے مگر جماعت میں نہیں تھے۔ حضور انور کی توجہ اور دعا کا اثر تھا کہ اُدھر ہم نے ایسے افراد میں باقاعدہ تبلیغ کا پروگرام بنایا اور اِدھر ان کے دل میں فرشتوں نے تحریک کی اور یہ خود قادیان آ گئے اور کہا کہ ہمیں جماعت میں داخل کر لیں ہم پر سچائی کھل گئی ہے۔ اسی طرح دھاریوال میں تین چار گھر تھے وہ بھی چند روز میں جماعت میں داخل ہو گئے یہ عورتیں بچے ملا کر ۳۷ تھے۔ اسی طرح بٹالہ میں بھی ایک گھرانہ نے بیعت کی یہ بھی سات افراد تھے۔ اس طرح یہ تین مقامات ہو گئے جہاں اب تبلیغ کی نہیں تربیت کی ضرورت تھی ان مقامات کے لئے مولوی بشیر احمد صاحب بانگروی کی ڈیوٹی لگائی اور انہوں نے ان مقامات پر جا جا کر ۱۲ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا اور بڑی عمر کے افراد کو نماز سکھائی۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۳ء تک مولوی صاحب نے دھاریوال، بھام، بٹالہ، کالیکی، دولی کے ڈورے، وڈیوالی، مالیہ ٹھکر سندھو، ارلی بھن، ہمبووال، سوچیاں میں تربیتی کام کیا۔"

درویشانِ قادیان نے ان نئے احمدیوں کی نئی نسل کی تربیت کے لئے از خود اپنے آپ کو پیش کیا اور ان کے بچوں کو قادیان میں تعلیم و تربیت کے لئے لانا شروع کیا۔ چنانچہ اس بارہ میں چوہدری حکیم بدرالدین صاحب عامل تحریر کرتے ہیں:

"جب ۱۹۸۳ء میں پنجاب میں سلسلہ تبلیغ شروع ہوا تو پہلے ہی سال مضافات سے چار لڑکے پڑھنے کیلئے آ گئے تھے۔ اور یہاں نہ کوئی بجٹ تھا اور نہ ہوسٹل کی سہولت۔ اس مسئلہ میں بھی مکرم (بشیر احمد) خادم صاحب نے پہل کی اور دو بچوں کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور ایک خاکسار نے اور ایک مولوی محمد احمد صاحب کالا افغاناں نے اپنے گھر میں رکھ لیا اور ان کی پڑھائی وخوراک کے اخراجات خود برداشت کئے۔"

(بحوالہ "وہ پھول جو مرجھا گئے (حصہ دوئم)" مصنفہ مکرم چوہدری حکیم بدرالدین عامل بھٹہ درویش، صفحہ 420، ناشر احمد اکیڈمی ربوہ)

جیسا کہ خاکسار نے اس مضمون میں ذکر کیا ہے کہ درویشان قادیان میں سے اکثریت ہی ایسے درویشان کی رہی ہے کہ اپنا ذاتی کام بھی کر رہے ہوں اُن کے پاس آنے والے افراد کو کسی نہ کسی ذریعہ سے پیغام حق ضرور پہنچا دیتے تھے۔

اس وقت بقید حیات درویشان میں سے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب کالا افغاناں بوجہ دفتری امور لمبا عرصہ تک امرتسر آتے جاتے رہے۔ لیکن میرے خیال میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا ہوگا جب موصوف لوگوں کو پیغام حق نہ پہنچاتے ہوں۔ آج جبکہ قادیان کی اس مقدس بستی میں گنتی کے چند درویش بقید حیات ہیں اور ان میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو ضعفِ پیری کی وجہ سے مستقل فریش ہیں مگر آج بھی اُن کے چہروں سے دعوت الی اللہ کی تڑپ مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ گویا وہ بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارا جسم ساتھ دیتا تو مرتے دم تک شہروں اور قصبوں اور بازاروں اور گلیوں میں گھوم گھوم کر خدائے واحد یگانہ کی وحدانیت کا اعلان کرتے اور اپنی زندگی کا آخری سانس تک اس راہ میں جھونک دیتے۔ درویشان قادیان وہ پاک گروہ ہے جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انہوں نے دعوت الی اللہ کے مقدس فریضہ کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پورا کیا اور سبکدوش ہوئے۔ جو درویشان کرام وفات پا چکے ہیں اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک اُن کی روحوں پر اپنے کرم کی بارش نازل فرماتا رہے اور انہیں کروٹ کروٹ اپنی رضا کی جنتیں عطا کرے۔ اور جو درویش زندہ ہیں اللہ تعالیٰ تادیر ہمیں اُن کی نیک صحبت سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ان بقید حیات درویشان کی صحت وعمر میں برکت دے۔ جب بھی یہ درویشان خود جاکر کسی سے ملیں یا کوئی ان سے ملاقات کرنے آئے یا اُن کی دکانوں میں آئے اُنہیں پیغام حق پہنچانے میں مصروف رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ان درویشان قادیان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمیشہ سرگرم عمل رکھے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ارشاد ہے کہ اگر ہمیں قرب الٰہی کی تمنا ہے تو ہمیں اس دور میں دعوت الی اللہ کے میدان میں کود جانا چاہئے۔ اور ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ’’دعوت الی اللہ ایک احمدی کا بنیادی کام ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

میرے درویش بھائی

(مولوی محمد سعید صاحب)

اے تخت گاہ احمد ہندی کے مکینو! | تم شوکت اسلام کی دولت کے امیں ہو
جس بدر نے اسلام کے چہرہ کو ضیا دی | اس بدر کے اصحاب کے اظلال تمہیں ہو
درویش ہو درویش بنو جان محمد | مسجود کے سجدہ کے لئے وقف جبیں ہو
کچھ اتنی بڑھا رفعت وسعت کی اُمنگیں | دنیا کا فلک تیری نگاہوں میں زمیں ہو
نزدیک ہو تم اس دل نزدیک کے نزدیک | گو دور ہو تم مجھ سے مگر دور نہیں ہو

(بحوالہ اخبار الرحمت 23 جنوری 1950)

قادیاں کے درویشو!

(روشن دین صاحب تنویر)

تمہارا ناز بجا قادیاں کے درویشو | کہ تم سے خوش ہے خدا قادیاں کے درویشو
دیارِ یار کی گلیاں نصیب ہیں تم کو | تمہیں یہ قرب ملا قادیان کے درویشو
سحر کو سنتے ہو مینارۂ مسیحا سے | اذاں کی مست ندا قادیاں کے درویشو
وہ مقبرہ کہ بہشتی کیا خدا نے جسے | وہ خواب گاہِ وفا قادیاں کے درویشو
یہاں مسیح وہ سوتا ہے جس نے مُردوں سے | مجھے بھی زندہ کیا قادیاں کے درویشو
اگرچہ دُور ہے تنویرؔ لیکن اس کے طفیل | نہیں ہے تم سے جدا قادیاں کے درویشو
نماز پڑھتے ہو جب مسجدِ مبارک میں | مرے لئے بھی دُعا قادیاں کے درویشو

(بحوالہ اخبار الرحمت 4 دسمبر 1950ء)

خدا کے بندے، قادیان کے درویش

(مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب)

ذیل کی نظم قادیان کے جلسہ سالانہ مورخہ ۵۶-۱۰-۱۴ میں پہلے اجلاس میں سنائی گئی۔

خُدا کے بندے خدا کے بلائے بیٹھے ہیں
درِ حبیب پہ دھونی رمائے بیٹھے ہیں

اسی کی ذات پر ان کو یقین کامل ہے
اُسی کے فضل پہ آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں

کیا ہے دیں کو مقدم انہوں نے دنیا پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

رہیں گے زندہ قیامت تلک جو مر کر بھی
یہ اپنے مقصدِ عالی کو پائے بیٹھے ہیں

جہاں میں رہتے ہیں بیگانۂ جہاں بن کر
یہ اپنے یار سے ہی لَو لگائے بیٹھے ہیں

نہ یاد ان کو ’’اقارب‘‘ نہ ’’مال وزر‘‘ اپنے
خُدا کے عشق میں سب کچھ بھلائے بیٹھے ہیں

ہے ان کا ’’مقصدِ واحد‘‘ اطاعت آقا
اسی کے حکم سے گردن جھکائے بیٹھے ہیں

فرشتے ان پہ ہمیشہ سلام بھیجیں گے
جو قادیان کو مسکن بنائے بیٹھے ہیں

سپرد ان کے شعائر کی پاسبانی ہے
سپر خُدا کے کرم کو بنائے بیٹھے ہیں

خُدا کے دین کی خدمت میں بن گئے ’’درویش‘‘
وہ اس کے نام کی عظمت بڑھائے بیٹھے ہیں

فضائیں ان کی اذانوں سے گونج اٹھتی ہیں
وقارِ ابنِ محمدؐ دکھائے بیٹھے ہیں

قلوب ان کے منور ہیں نور ایماں سے
چراغ ’’ذکر الٰہی‘‘ جلائے بیٹھے ہیں

یہ جان رکھ کے ہتھیلی پہ دین کی خاطر
ستم زمانے کے سارے اٹھائے بیٹھے ہیں

دیارِ حضرتِ مہدی کے ساکنین یہاں
’’خُدا کے پیارے‘‘ کی بستی بسائے بیٹھے ہیں

دعا ہے تجھ سے خُدایا یہ شادمان رہیں
جو قادیان میں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں

(الفضل ۵۶-۱۱-۳)

درویشان کرام کے قابل تقلید نمونے

(مکرم مولانا محمد حمید کوثر، پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

حرف آغاز

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نصرہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ بمطابق ۳۱ اگست ۲۰۱۱ء مسجد فضل لندن میں درس القرآن کے اختتام پر کچھ امور کے متعلق دعا کی تحریک فرمائی۔ ان میں سے ایک اعلان یہ تھا کہ درویشان کرام قادیان اور اہل ربوہ کے لئے دعا کریں۔ درویشان کرام نے ایک لمبا عرصہ درویشی میں گزارا، تکلیفوں اور مشکلات میں گزارا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ان حالات سے تو نکل گئے ہیں۔ لیکن بہر حال ایک قربانی ہے جو انہوں نے دی۔ ان کی اولادوں کے لئے بہت دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں کو اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور وہ اس بات کو سمجھنے والے ہوں کہ ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہمیں اس طرح زندگیاں گزارنی چاہئیں۔ تا کہ ہم بھی جماعت کے لئے مفید اور کار آمد وجود بن سکیں۔

خاکسار مندرجہ ذیل سطور میں درویشان کرام کی چند نیکیوں کا تذکرہ کرے گا۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ابناء واحفاد کو انہیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمہید

انگریزوں نے ہندوستان پر ایک طویل عرصہ حکومت کی، اور اس کی دولت وثروت کو دل بھر کے لوٹا۔ بدقسمتی سے جب انکی حکومت کا آغاز ہوا تھا تو ہمارے ہم وطن آپسی اختلافات کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں بسنے والی قومیں اور اہل مذاہب باہم دست وگریبان تھے۔ اور ایک دوسرے کے استیصال کے درپے تھے۔ انگریزوں نے حالات کا جائزہ لیا اور بظاہر امن وامان کو بحال کیا اور کسی حد تک عدل وانصاف قائم کیا اور قیام عدل کی وجہ سے بعض اکابرین نے اس وقت ان کی تعریف بھی کی مگر رفتہ رفتہ وہ عدل وانصاف ختم ہوتا چلا گیا۔ اور انگریزوں نے ”تفرقہ پیدا کرو اور حکومت کرو‘ کے اصول کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ہندوستانیوں نے جب اس مذموم اصول کو سمجھا تو ان کا غیظ وغضب بھڑک اٹھا۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے انگریزوں نے ہندوستانی اقوام اور مذاہب کی تاریخ کو اپنے مذموم مقصد کے مطابق مرتب کیا تا کہ ایک مذہب والے دوسرے مذہب والوں کے خون کے پیاسے ہوجائیں۔ وہ ان کو اپنا خطرناک دشمن سمجھنے لگیں اور یہی وجہ ملک تقسیم کروانے کی بنی۔ بہر حال انہی نفرتوں کی فضا میں ہمارا وطن ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک نئی مملکت پاکستان معرض وجود میں آ گئی۔ حکمران طبقہ اور حکومتی سطح پر آبادی اور علاقوں کی تقسیم کے کیا فیصلے ہوئے اور ان پر کتنا عمل ہوا، اس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، حقیقی صورت حال یہ نمودار ہوئی کہ مشرقی پنجاب کی تمام مسلم آبادی بزور شمشیر جلا وطن کردی گئی اسی طرح مغربی پنجاب کی وہ تمام آبادی جو مسلمان نہ تھی مشرقی پنجاب بھجوادی گئی۔ تاریخ کی اس بدترین خونی تقسیم کی وجہ سے ایک کروڑ مسلمان مشرقی پنجاب سے جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک ملین افراد قتل، زخمی، اپاہج ہوئے۔ کروڑوں روپے کی جائدادیں تباہ وبرباد ہوئیں۔ تقسیم ملک سے قبل قادیان اور اس کے نواحی دیہاتوں میں جماعت احمدیہ کی بہت بڑی تعداد تھی اور یہ علاقہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ریاست تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قادیان سے ہجرت کی خبر دی ہوئی تھی چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے ۳۹ سال بعد خلافت ثانیہ میں اگست ۱۹۴۷ تا نومبر ۱۹۴۷ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور افراد جماعت کو قادیان سے مغربی پنجاب کی طرف ہجرت کے لئے مجبور کر دیا گیا سینکڑوں احمدی شہید ہوئے سینکڑوں زخمی اور لاپتہ ہو گئے۔ کروڑوں روپے کی املاک وجائداد لوٹ کھسوٹ اور تباہی وبربادی کا شکار ہو گئی۔ بہر حال حقیقت یہی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک شعر میں بیان فرمائی ہے:

چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

ماہ اگست ستمبر ۱۹۴۷ء میں ہر طرح کا ظلم افراد جماعت قادیان پر کیا گیا کہ وہ کسی طرح محلہ احمدیہ اور مقامات مقدسہ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ مگر جب خالی کرانے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تو ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں حکومت اور مقامی حفاظتی اور انخلا پر متعین ملٹری کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ جماعت احمدیہ کے افراد کسی صورت میں اپنے مقامات مقدسہ کو چھوڑنے والے نہیں۔ دوسری طرف ماہ اکتوبر میں سارا مشرقی پنجاب مسلم آبادی سے خالی ہو چکا تھا۔ سوائے اس چھوٹے سے قصبے (محلہ احمدیہ قادیان) کے جسے خالی نہیں کرایا جا سکا تھا۔ آخر حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت احمدیہ کے عہدیداران سے بات چیت کر کے مفاہمت کی راہ نکالی جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے نصف آخر میں دہلی سے مس سارہ بائی، مسٹر کرشنہ مورتی، ڈاکٹر سوفٹ، جناب حسین شہید سہروردی، میجر جنرل تھمایا، ڈاکٹر ڈینشا مہتہ (جو گاندھی جی کے خاص نمائندے تھے) قادیان آئے۔ اور قادیان آکر جماعت کے عہدیداران سے بات چیت کرتے رہے آخر یہ طے پایا کہ ایک معین تعداد کو محلہ احمدیہ کی حدود میں مقیم رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ طویل بات چیت کے بعد یہ تعداد کم وبیش تین صد تیرہ تک پہنچی۔ اس مفاہمت کے بعد مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو قادیان سے ہجرت کرنے والوں کا آخری قافلہ اُس سڑک سے ٹرکوں کے ذریعہ روانہ ہوا جو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی (حال دفتر بجلی بورڈ) کی مغربی جانب سے شمال کی طرف جاتی ہے۔ جانے والوں نے اپنے دلوں پر پتھر رکھتے ہوئے مقامات مقدسہ اور مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الوداع کہا اور ایک مجہول منزل کی طرف چل پڑے۔ پیچھے رہ گئے (تقریباً) تین سو تیرہ افراد جن کو درویشان قادیان کا خطاب دیا گیا اور یہ ایک مخدوش اور مجہول مستقبل میں جینے کیلئے مقامات مقدسہ کی طرف لوٹ آئے۔ تین صد تیرہ کی معمولی تعداد دیکھ کر تخریب کار شر پسند عناصر کے حوصلے مزید بلند ہوگئے وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس معمولی تعداد کو تو ہم کسی وقت بھی صفحہ ہستی سے مٹا کر ان کے مقدس مقامات پر قبضہ کر لیں گے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے کوششیں تیز کر دی گئیں۔

توکل علی اللہ ونصرت الٰہی

ان درویشان کرام کا فرض اول مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ان کو آباد رکھنا تھا۔ چنانچہ اس فرض کو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی اور صبر ودعا کے ساتھ ادا کیا۔ رات دن ڈیوٹیاں اور پہرے دیتے اور پانچ وقت نماز باجماعت اور تہجد بھی ادا کرتے رہے۔ وقار عمل بھی کرتے رہے۔ اور ہر جمعرات اور سوموار کو نفلی روزے بھی رکھتے رہے۔ اس بے سروسامانی اور نامساعد حالات میں ان کا توکل فقط اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ بظاہر اُن کے پاس وہ کچھ بھی نہیں تھا جس پر وہ سہارا و تکیہ کر سکیں۔

قادیان کی جنوب مشرق کی طرف ڈھاب تھی یہ ایک قدرتی روک تھی جسے عبور کرنے سے شر پسند وتخریب کار عناصر ڈرتے تھے۔ اس لئے دار المسیح اور محلہ احمدیہ کا اندرونی حصہ کسی حد تک محفوظ تھا مگر ڈھاب کے اُس پار جنوب مشرقی حصہ جہاں بہشتی مقبرہ تھا غیر محفوظ تھا۔ اُس وقت اس کے اردگرد چاردیواری یا کوئی روک بھی نہ تھی۔ تخریب کار بہشتی مقبرہ پر قبضہ کر کے قبور کی بے حرمتی کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بہشتی مقبرہ میں قبضہ کے بعد آگے محلہ احمدیہ پر بھی قبضہ کیا جا سکے گا۔

ان خطرات کے سد باب کے لئے درویشان کرام نے پہرے کا انتظام کیا دس دس بارہ بارہ درویشان رات دن ڈیوٹیاں دیتے تھے جن کے پاس سوائے ڈنڈوں کے اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں تخریب کار حملے کے لئے جنوب کی طرف جمع ہوتے اور بہشتی مقبرہ کی حدود سے کچھ فاصلے پر ٹھہر جاتے اور مشورے کرتے مگر

اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کرتے اور کچھ دیر رک کر واپس چلے جاتے۔ راقم حروف کے والد مکرم محمد شریف صاحب مرحوم بہشتی مقبرہ کی جنوب کی طرف موضع ننگل کے نزدیک کاشتکاری کے لئے زمین ٹھیکے پر لیا کرتے تھے ان کھیتوں میں ہل چلانے کا کام ننگل میں آکر آباد ہونے والے بھلّو خاندان کے لوگ کرتے تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ 1947ء میں باہر سے تخریب کار آتے اور ہم بھی ان میں تماشہ دیکھنے کیلئے شامل ہوجاتے وہ بہشتی مقبرہ کی طرف بڑھتے اور کچھ فاصلے پر جاکر ٹھہر جاتے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے قبروں کے کتبات کے پیچھے بندوقوں والے چھپے ہوئے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم ایک قدم بھی آگے بڑھے تو وہ ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ کچھ دیر وہاں رک کر یہ چار پانچ صد تخریب کار یہ کہتے ہوئے واپس آجاتے کہ اگلی بار زیادہ حملہ آور جمع کر کے آئیں گے۔ ننگل کے سکھ دوست بتاتے تھے صبح جب ہم بہشتی مقبرہ جا کر دیکھتے وہی چند ڈیوٹی والے ہوتے جنہیں ہم سورج غروب ہونے سے پہلے دیکھ کر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو دوسرے انبیاء پر چھ فضائل عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک ''نصرت بالرعب'' (یعنی رعب سے میری مدد کی گئی ہے) آپ ﷺ کے فیض کی بدولت آپ کے متبعین کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس فضیلت سے نوازا جاتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مخالفین احمدیت اور شرپسند عناصر کے دلوں میں رعب وہیبت پیدا کر کے درویشان کی تائید ونصرت فرمائی۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے مورخہ 28 مئی 1900ء کو قادیان (مسجد اقصیٰ) میں منارۃ المسیح کی تعمیر کا اعلان فرمایا اور اس میں تعمیر منارۃ کی اغراض میں سے ایک غرض یہ تھی کہ:-

''یہ کہ مؤذن اس پر چڑھ کر پنج وقت بانگ نماز دیا کرے اور تا خدا کے پاک نام کی اونچی آواز سے دن رات میں پانچ دفعہ تبلیغ ہو اور تا مختصر لفظوں میں پنج وقت ہماری طرف سے انسانوں کو یہ ندا کی جائے کہ وہ ازلی اور ابدی خدا جس کی تمام انسانوں کو پرستش کرنی چاہیئے صرف وہی خدا ہے جس کی طرف اس کا برگزیدہ اور پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ رہنمائی کرتا ہے اس کے سوا نہ زمین نہ آسمان میں اور کوئی خدا نہیں۔''
(روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۱۶)

تقسیم ملک کے پرآشوب اور خطرناک حالات میں بھی درویشان کرام نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے مذکورہ مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور جسے بھی موقعہ ملتا وہ منارۃ المسیح کی 92 سیڑھیاں چڑھ کر صدائے اذان بلند کرتا۔ اس وقت لاؤڈ سپیکر بھی نہیں تھا بلکہ مؤذن کو منارہ کی تیسری منزل پر چڑھ کر اذان دینی ہوتی تھی۔ مکرم سراج الدین صاحب درویش منارۃ المسیح پر چڑھ کر انتہائی خطرناک اور مخدوش حالات میں بھی شرپسندوں کی فائرنگ اور گولیوں میں اذان دیا کرتے تھے۔ جونہی آپ اذان شروع کرتے آپ کو گولی سے مارنے کے لئے نشانہ بنایا جاتا مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے آپ کو محفوظ رکھا۔ کوئی گولی آپ کے دائیں طرف سے نکل جاتی اور کوئی بائیں طرف سے۔

یہاں یاد دہانی کے طور پر تحریر ہے کہ منارۃ المسیح پر مورخہ 2 اکتوبر 1947ء اور 10 اکتوبر 1947ء کو بم مارے گئے (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 170) اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور کسی بڑے نقصان سے محفوظ رکھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ درویشان کرام اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انتہائی خطرناک حالات میں اپنے فرائض ادا کرتے رہے اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے نشان دیکھتے رہے۔

باہمی محبت واخوت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول کریم ﷺ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ان کی یہ صفت بطور خاص بیان فرمائی ہے کہ ''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ'' (الفتح سورۃ ۴۸ آیت ۳۰) کفار کے مقابلے میں بہت سخت اور آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔

سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ متبعین درویشان کرام جن کو سیدنا المصلح الموعودؓ کی براہ راست رہنمائی حاصل تھی اس صفت سے پوری طرح متصف تھے۔ ان میں سے اگر کوئی بیمار ہوجاتا تو یہ سب پریشان ومضطرب ہو کر اس کے لئے دعا کرتے اور ہر وہ تدبیر کرتے جو اس کے علاج وشفا کے لئے میسر ومہیا ہوتی۔

ایک دفعہ ایک درویش وفات پا گئے ان کے ذمہ وصیت کا کچھ چندہ بقایا نکلا جو ان حالات کے لحاظ سے بڑی رقم تھی۔ درویشوں نے دو دو تین تین روپے جمع کر کے بقایا کی رقم ادا کر دی یہ وہ مومنانہ اخوت تھی جو ان درویشان میں پائی جاتی تھی۔

جب کسی درویش کی شادی ہوتی تو وہ تمام درویشان کے لئے دعوت ولیمہ کا انتظام نہ کر سکتا تھا چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ تمام درویشان جو لنگر خانہ سے کھانا لیتے یا گھروں میں پکاتے اپنا اپنا کھانا لے کر دُلھے کے ساتھ تناول فرماتے اور دُلھے کی طرف سے تھوڑا تھوڑا زردہ دے دیا جاتا تھا۔

اگر کسی درویش کے والدین میں سے کوئی بیرون قادیان فوت ہو جاتا تو تقریباً سارے اس غمزدہ سے اظہار تعزیت کرتے اور اسے صدمے کی حالت میں اکیلا نہ چھوڑتے تھے۔

تقسیم ملک کے پانچ چھ سال بعد صدر انجمن احمدیہ کے ذرائع آمد محدود ہو گئے بہت سے درویشوں کو جو معمولی گزارہ دیا جاتا تھا اسے دینے سے بھی معذرت کر دی گئی اور کہا گیا کہ آپ لوگ اپنے معاش کا خود انتظام کریں۔ چنانچہ درویشان کرام نے اس مجبوری کو سمجھا اور اپنے اپنے گزارے کے لئے مختلف کام شروع کر دیئے بعض درویش جو زمیندار گھرانوں و خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے ایکڑوں کے حساب سے زمین اور ہالی (ہل چلانے والے تھے) رکھتے تھے۔ وہ یہاں چند کنال زمین ٹھیکے پر لے کر اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی کرنے لگے۔ جن درویشوں کو کسی کام وتجارت کا تجربہ نہ تھا اصحاب تجربہ نے انہیں اپنے ساتھ شریک رکھ لیا۔ یہ محنت لگن ایمانداری سے کام کرتے رہے اور گزارے کی صورت نکلتی رہی۔ بہت سے درویشوں نے گائے بھینسیں اور مویشی پالنے کا سلسلہ شروع کیا ان کا دودھ خود بھی استعمال کرتے اور فروخت کر کے آمد بھی پیدا کرتے۔

درویشان کرام نے اپنی گزر بسر کے لئے جو بھی تجارت یا کاروبار یا محنت اور مزدوری کی اُسے اس حد تک ہی محدود رکھا کہ گزر بسر ہو جائے، بہت بڑے منافع حاصل کرنا ان کے پیش نظر نہ تھا۔ بلکہ اصل مقصد مقامات مقدسہ کی حفاظت، انکی آبادی، ان میں عبادت کرنا، دعائیں کرنا، خدمت دین بجا لانا ان کا مقصود تھا۔ جسے انہوں نے کبھی فراموش نہ کیا۔

۱۹۶۰ کے دھاکے میں صدر انجمن احمدیہ کے مالی حالات رفتہ رفتہ بہتر ہونے لگے تب بھی غیور درویشان اپنے اخراجات کا بوجھ صدر انجمن احمدیہ پر ڈالنا پسند نہ کرتے تھے اور حتی الامکان کوشش کرتے کہ اپنے ذرائع کو بروئے کار لا کر اپنے اخراجات کا انتظام کرلیں۔ ایک دفعہ خواجہ دین محمد صاحب درویش مرحوم، مولانا عبدالرحمان صاحب رضی اللہ عنہ (سابق ناظر اعلیٰ وامیر جماعت) کے پاس ماہ دسمبر یا جنوری سردیوں کے موسم میں آئے اور کہنے لگے کہ گھر میں گندم ختم ہوگئی ہے۔ مولانا صاحب نے خیال کیا کہ یہ امداد کے خواہاں ہیں۔ مولانا صاحب نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور انہیں دیتے ہوئے کہا کہ نظارت علیاء کے کارکن مرزا عبد الطیف صاحب درویش مرحوم کے پاس چلے جائیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے عرض کی کہ مجھے امداد نہیں چاہیے بلکہ ایک ماہ کی رخصت چاہیئے، میں اینٹیں بنانے والے بھٹے پر کام کروں گا۔ حضرت امیر صاحب نے رخصت منظور کر لی۔ ایک ماہ کے بعد وہی خوددار درویش مولانا صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ پچیس (۲۵) روپے چندہ لیں۔ پونے دوسو روپے کی میں گندم خرید لوں گا۔ سردیاں آسانی سے گزر جائیں گی نئی فصل پر پھر خرید لوں گا۔

اللہ اللہ! یہ تھا جذبہ خودداری۔ مشکل حالات میں بھی امداد قبول کرنا گوارا نہ کیا محنت کی اور اُس کی آمد میں سے بھی چندہ ادا کرنا نہیں بھولے۔

غیر مسلموں سے تعلقات:-

اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۴۷ء کے مہینوں کے دوران قادیان کے اکثر احمدی احباب ہجرت کر کے جا چکے تھے۔ اُن کے گھروں کے اثاثے لوٹ لئے گئے تھے۔ ایسی حالت میں سرحد پار سے ہندو سکھ مشرقی پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں سے آرہے تھے۔ ان لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کے تئیں خوف وہراس تھا۔ دیگر شہروں اور دیہاتوں کی طرح قادیان میں بھی ان کی آباد کاری شروع ہوئی۔ درویشان کرام کے لئے سب سے مشکل مرحلہ ان نئے ہمسایوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنا تھا۔ چنانچہ اس کے لئے ہر وہ ممکن طریق اختیار کیا گیا جس کی حالات اجازت دیتے تھے۔ وہ ہمسائے جو ذہنی وجسمانی زخموں سے گھائل ہو کر آئے تھے اُن

سے درویشان کرام نے حسن سلوک اور معاونت کا طریق اختیار کیا، جس سے ان کے زخم مندمل ہونے لگے۔ اور اس کے لئے مندرجہ ذیل طریق اختیار کئے گئے۔

۱۔ آنے والے بہت حد تک اپنا گھریلو سامان ساتھ لائے تھے۔ مگر پھر بھی جن اشیا کی ضرورت ہوتی اور درویشان کرام فراہم کرنے کی استطاعت رکھتے وہ انہیں دے دیتے بہت سے برتن، بستر، الماریاں، چارپائیاں اور خوردنی اشیا حاجت مندوں کو دی جاتیں۔ بعض سکھ دوست دیر تک اپنے پاس ان اشیا کی موجودگی کا ذکر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سامان ان کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوا ہے۔

۲۔ درویشان کرام میں سے اکثر جوانی اور چند ادھیڑ عمر کے تھے اور اس عمر میں انسان عموماً صحت مند رہتا ہے اور بہت کم بیمار ہوتا ہے۔ مگر جو شہری قادیان آکر آباد ہوئے وہ اہل وعیال والے تھے اور نئی جگہ آکر آباد ہونے کی وجہ سے آب وہوا سے بھی ابھی موافقت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس وجہ سے ان میں بہت سے بیمار ہو جاتے تو علاج ومعالجہ کیلئے نہ تو کوئی ہسپتال تھا نہ شفاخانہ ایسے حالات میں احمدی ڈاکٹر صاحبان اور اطبا نے ان کا علاج شروع کیا۔ اور سب سے بڑھ کر ان کے لئے دعائیں کرتے اور بفضلہٖ تعالیٰ اکثر مریض شفا پا جاتے اور معالجین کو دعائیں دیتے اور اس طرح ان کے دلوں کا خوف دور ہو کر محبت و پیار کے جذبات نمایاں ہونے لگے۔

۳۔ احادیث میں آتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مریض کی عیادت اور بیمار پرسی کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ حتی کہ ایک دفعہ ایک یہودی بیمار ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (بحوالہ بخاری کتاب جنائز) یہی طریق حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ آپؑ قادیان کے ہندو صاحبان لالہ شرمپت رائے اور لالہ ملاوامل صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور حسب استطاعت ان کا علاج بھی کرتے اور احمدی اطبا سے بھی کرواتے۔ یہی طریق درویشان کرام نے بھی اختیار کیا۔ ان کو اگر معلوم ہو جاتا کہ کوئی ہندو یا سکھ دوست بیمار ہے تو فوراً اس کی عیادت کے لئے جاتے۔ ایک دفعہ محترم ملک صلاح الدین صاحب درویش مرحوم (مولف اصحاب احمد) کے ہمراہ خاکسار کو قادیان سے امرتسر جانا تھا بس اسٹینڈ قادیان سے امرتسر جانے والی بس کے روانہ ہونے میں کافی وقت تھا مجھے کہنے لگے کہ پنڈت ملکھ راج بیمار ہیں آئیں ان کی عیادت کر آتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے گھر گئے ملک صاحب نے ان کی بیماری کی تفصیل دریافت کی۔ بعد ازاں ہم امرتسر کیلئے روانہ ہو گئے۔ امرتسر میں مختلف کاموں کی تکمیل کے بعد ملک صاحب نے ہومیو پیتھک کی کچھ دوائیاں خریدیں اور واپس قادیان بس اسٹینڈ پر اترے تو سارا دن بس اور پیدل سفر نے تھکا دیا تھا اس کے باوجود ملک صاحب پنڈت جی کے گھر دوبارہ گئے اور امرتسر سے خرید کردہ دوائیاں دیں اور فرمایا کہ میں صبح سے آپ کی صحت وشفایابی کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ چند دنوں بعد پنڈت جی صحت یاب ہو گئے اور آخری دم تک جماعت کے معتقد اور مداح رہے۔

۴۔ صدر انجمن احمدیہ کو ۱۹۶۹ء میں موضع بہادر رجوعہ میں پچاس ایکڑ زمین محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے الاٹ ہوئی یہ گاؤں دریائے بیاس کے مغربی کنارے پر ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کی کسی اور جگہ زمین تھی اس کے بدلے میں رجوعہ میں زمین دی گئی تھی۔ صدر انجمن احمدیہ نے محترم بابا خدا بخش صاحب درویش (تاریخ وفات ۲۹ نومبر ۱۹۸۳ء مدفون بہشتی مقبرہ) کو اس زمین کی نگرانی کے لئے رجوعہ بھجوا دیا۔ ان کے لئے وہاں ایک کمرہ رہائش کے لئے تعمیر کروایا۔ محترم بابا جی دعا گو صاحب رویا وکشوف بزرگ تھے۔ رجوعہ کے ایک سکھ دوست نے بتایا کہ بابا جی کی نیکی دعاؤں اور سچی خوابوں کی وجہ سے سارا علاقہ انکی عزت کرتا تھا۔ اس سکھ دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ دریائے بیاس میں رات کو اچانک طغیانی آگئی میرا لڑکا دریا کے کنارے اپنے مویشیوں کے پاس سویا ہوا تھا وہ اور مویشی طغیانی میں بہہ گئے ایک ہفتہ گزر گیا اسکا کوئی پتہ نہ چلا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ باقی بہت سے لوگوں کی طرح وہ بھی ڈوب کر فوت ہو گیا ہوگا۔ مگر ایک بابا خدا بخش صاحب تھے جو بار بار یقین دلا رہے تھے کہ میں نے دعا کی ہے اور خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارا لڑکا زندہ ہے۔ بہر حال ہم نے بابا جی کی باتوں پر یقین نہ کیا اور دسویں دن اپنے مذہب کے مطابق آخری رسوم ادا کر دیں۔ مگر بابا جی اپنی بات پر مصر تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارا لڑکا زندہ ہے۔ اس سکھ دوست نے بتایا کہ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب کچھ دنوں بعد دو آدمیوں کے سہارے ہمارا لڑکا زخمی حالت میں گھر واپس آ گیا۔ اس لڑکے نے سنایا کہ جب طغیانی آئی تو کچھ فاصلہ تک تو میں پانی کے بہاؤ میں بہتا گیا پھر میرے ہاتھ میں درخت کا ایک تنا آ گیا۔ میں نے اپنے دونوں بازو اوپر کر کے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اسکے بعد میں بے ہوش ہو گیا میرے بازو تنے کے ساتھ جکڑے گئے اور میری گردن تک پانی تھا۔ جب پانی کا بہاؤ تیز ہوتا تو تھوڑا تھوڑا پانی میرے منہ سے معدے میں جاتا رہا اور گردن پانی کے اوپر ہونے کی وجہ سے سانس بھی چلتی رہی۔ جو دو آدمی ساتھ تھے انہوں نے بتایا کہ بمقام ہری کے پتن میں ہم نے اسے دریا میں دیکھا تو اسے نکالا اسکی سانس چل رہی تھی مگر سارا جسم مچھلیوں اور دوسرے آبی جانوروں نے کاٹ کاٹ کر زخمی کر دیا تھا۔ بہر حال اسے اٹھا کر ہم ہسپتال لے گئے وہاں اسکا علاج معالجہ ہوا۔ جب اسے ہوش آیا تو اسنے اپنے گھر کا پتہ بتایا اور ہم اسے یہاں لیکر آ گئے ہیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے سارا علاقہ بابا جی کی قبولیت دعا اور سچی خواب کا قائل ہو گیا۔ اور جب تک مرحوم بابا جی زندہ رہے انہیں انتہائی قدر و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ وہ تعلق باللہ ہے جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے احمدی افراد کو نصیب ہوا اور یہی اسلام و احمدیت کی صداقت کا ثبوت بھی ہے۔ یہ وہ درویش تھے جنہوں نے جگنو کی طرح نہ صرف اپنے آپ کو صفات الٰہی سے منور کیا بلکہ اپنے ماحول کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو بھی دور کیا۔

خاکسار جون 1973ء میں مولوی فاضل کا امتحان دینے کیلئے گورداس پور گیا گورونا نک دیو یونیورسٹی کی طرف سے امتحان لینے کیلئے خالصہ کالج کو سینٹر بنایا گیا تھا جب خاکسار قادیان سے روانہ ہونے لگا تو محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ (جو اسوقت کے ناظر اعلی وامیر جماعت قادیان تھے) نے بلایا اور فرمایا کہ تم نے گورداسپور میں امتحان کیلئے تقریباً ایک ہفتہ قیام کرنا ہے، ہزارا سنگھ صاحب وہاں ہی رہتے ہیں انکے گھر چلے جانا اور یہ دوائی جو میں دے رہا ہوں انکو پہنچا دینا وہ بیمار ہیں میری طرف سے انکی عیادت اور بیمار پرسی بھی کرنا۔

قارئین کرام کی آگاہی کیلئے تحریر ہیکہ ہزارا سنگھ صاحب 1947ء میں قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج تھے۔ ہجرت اور اس وقت کے معاملات میں انکا بڑا عمل دخل تھا۔ بہر کیف خاکسار ایک اتوار کو انکے گھر گیا۔ مولانا موصوف کی چٹھی اور دوائی انکو دی۔ خاکسار کو اندر بلایا اور بڑے احترام سے بٹھایا اور تقریباً ایک گھنٹہ مولانا صاحب، احباب جماعت اور قادیان کے بارہ میں دریافت کرتے رہے اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ذکر پر بار بار آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ جب خاکسار نے واپس آنے کی اجازت چاہی تو ہزارا سنگھ صاحب نے کہا کہ مولانا صاحب کا میری طرف سے شکریہ ادا کریں اور دعا کی درخواست کریں شفایاب ہوتے ہی تحریری طور پر شکریہ ادا کروں گا۔

معاملات میں دیانت داری اور جذبۂ ہمدردی

قادیان سے تین میل کے فاصلے پر بجانب مشرق ایک گاوں بسراواں ہے۔ وہاں کے ایک سکھ دوست شنگارا سنگھ ہوا کرتے تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ قادیان کے افراد جن سے میرا واسطہ پڑا ہے انتہائی ایماندار اور راست گو تھے۔ انہوں نے بتایا کہ تقسیم ملک کے ابتدائی سالوں کا واقعہ ہے کہ محترم عبد الحمید صاحب آڑھتی درویش (وفات 11-10-1976 مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) نے ہم سے گندم خریدی جو قیمت طے ہوئی اسکے مطابق انہوں نے قیمت ادا کر دی چند دنوں کے بعد وہ ہمارے گھر آئے اور کہنے لگے یہ پچاس روپے اور لے لیں جو گندم میں نے آپ سے خریدی تھی منڈی میں فروخت کرنے پر مجھے اچھی قیمت مل گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بھی کچھ زائد رقم دے آؤں۔ وہ سکھ دوست کہتے ہیں کہ ہم حیران ہو گئے کہ کیا اس کلجگ میں بھی ایسے ایماندار لوگ ہیں۔ یہی وہ سلوک تھا جسکی وجہ سے میری قربت جماعت احمدیہ کے افراد سے بڑھتی چلی گئی۔

ایک اور درویش فضل الٰہی صاحب مرحوم تھے (تاریخ وفات 9 جولائی 1962ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) بہت غیور اور بہادر درویش تھے جب صدر انجمن احمدیہ نے انہیں سن 1950 کے دھاکے میں بوجہ قلت وسائل کسی قسم کی تنخواہ یا وظیفہ دینے سے معذرت کر دی تو انہوں نے معماری کا کام سیکھا اور اسمیں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی اور قادیان اور اسکے نواحی دیہاتوں میں یومیہ اجرت پر ایک دو اور احمدیوں کے ساتھ معماری کا ہی کام کیا کرتے تھے۔ایک سکھ دوست نے انکے بارہ میں بتایا کہ کام کے دوران وہ نماز ظہر ادا کیا کرتے تھے۔ اور آخر میں تیس منٹ زائد کام کر دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے مقررہ آٹھ گھنٹے میں میں نے نماز ادا کی ہے۔نماز میں نے اپنے لئے اپنے حساب میں پڑھی ہے۔اس لئے تیس منٹ زائد کام کر دیا ہے ۔وہ سکھ دوست کہا کرتے تھے کہ ایسے ایماندار لوگ کہاں ملیں گے ۔انہی کی وجہ سے دنیا قائم ہے۔موضع ننگل کے ایک سکھ دوست پیارا سنگھ ہؤا کرتے تھے ۔انہوں نے مجھے بتایا کہ تقسیم ملک کے چند سال بعد مجھے اشد مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے پانچ صد روپے کی ضرورت تھی ۔قرضہ لینے کیلئے شہر (قادیان) کے ایک ساہوکار کے پاس گیا اس نے مطالبہ کیا کہ چار کنال زمین رہن رکھ لو یا پھر بطور ضمانت پانچ صد روپے قیمت کا کوئی زیور لیکر آؤ۔میں نے سوچا کہ اگر زمین رہن رکھی تو میری گزر بسر کیسے ہوگی۔ پہلے ہی میرے پاس زرعی آمد والی زمین کم ہے زیور جو میرے پاس ہے اسکی قیمت ایک صد روپے لگائی گئی اب کیا کروں ۔اس سوچ و فکر کے ساتھ میں بھائی محمد شریف (والد خاکسار) کے پاس گیا انہوں نے آپ کی والدہ کے دو کڑے مجھے دئے جنہیں میں نے رہن رکھ کر قرضہ لیا۔ تین سال کے بعد میں نے وہ قرضہ ادا کیا اور سونے کے کڑے لا کر واپس کئے۔ وہ سکھ دوست بتایا کرتے تھے کہ میں بھائی محمد شریف کا احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔یہ اس زمانے کی بات ہے جب ماں بیٹے پر بھروسہ نہ کرتی تھی۔لیکن آپ کے والد صاحب نے مجھ پر بھروسہ اور یقین کیا۔میں یہ نیک سلوک اور ہمدردی کیسے بھلا سکتا ہوں۔

نسووالی ضلع گجرات مغربی پنجاب کے مرزا بشیر احمد صاحب درویش (تاریخ وفات 26 نومبر 1969 مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) اس مکان میں رہائش پذیر تھے جو مسجد مبارک قادیان کے جنوبی جانب واقع ہے اور جس میں آج کل (دسمبر 2011) ذوالفقار احمد صاحب مرحوم کے اہل و عیال مقیم ہیں ۔مرزا صاحب ابتدائی دور درویشی میں بھینس رکھا کرتے تھے اور اس کا دودھ خود بھی استعمال کرتے اور فروخت بھی کرتے ۔اگر کوئی خریدار اچھی قیمت دیتا تو منافع کے حصول کے لئے بھینس فروخت بھی کر دیا کرتے تھے ۔ایک دفعہ موضع رجادا کے ایک سکھ دوست نے ان سے بھینس خریدی ۔اس خریدار نے نصف قیمت ادا کی اور نصف ایک ماہ بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا اور خرید کردہ بھینس لے کر چلا گیا۔پنجاب میں موسم سرما میں ''برسن'' نام کا ایک ہرا چارہ ہوتا ہے ۔اگر مویشی اسے بیک وقت بھوک میں زیادہ کھا لے تو جانور کا پیٹ پھول جاتا ہے اور یہی اس کی موت کا سبب بن جاتا ہے ۔یہی حال مذکورہ خرید کردہ بھینس کا ہوا تقریباً تین ہفتے کے بعد وہ موت کا شکار ہو گئی ۔اس زمانے میں بہت سے غریب دیہاتیوں کی گذر بسر دودھ دینے والے جانوروں کا دودھ فروخت کر کے ہوا کرتی تھی ۔حتیٰ کہ اس کے باورچی خانے میں ایندھن کی فراہمی کا بھی یہی جانور ذریعہ ہوتے تھے ۔اور اگر ایسا کوئی جانور اچانک موت کا شکار ہو جاتا تو غریب عیال دار کی تو کمر ٹوٹ جاتی تھی ۔ایک تو آمد کا ذریعہ منقطع ہو جاتا دوسرے اگر وہ خرید کردہ جانور قرضہ پر لیا گیا ہوتا تو قرضہ ادا کرنے کی بھی امید خاک میں مل جاتی ۔بہر حال مرزا بشیر احمد صاحب درویش نے جب سنا تو اس کے گھر گئے اور اس کے نقصان پر اظہار افسوس و ہمدردی کیا اور کہا کہ بقیہ رقم معاف کرتا ہوں۔وہ خاندان اس قدر شکر گزار ہوا کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر اسی قسم کے حسن سلوک نے غیروں پر نیک اثر کیا اور ان کی نفرتوں کو محبتوں میں بدل دیا جو ماضی قریب کے حالات کی وجہ سے مسلمانوں کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے وہی ان سے محبت کرنے لگے۔یہ عظیم تبدیلی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیمات پر عمل کا ہی ثمرہ ہے۔

وقار عمل اور جذبہ اطاعت

سمعنا واطعنا (البقرة 286) یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ۔درویشان کرام اس فرمان الٰہی کی عملی تصویر تھے ۔حکم سنتے ہی اس پر عمل شروع کر دیتے تھے۔ ابتدائی زمانہ درویشی میں محترم بابا شیر ولی صاحب درویشوں کے ایک حصہ کے نگران تھے۔ وہ درویش نوجوانوں کو چاق و چوبند رکھنے کیلئے بعض اوقات یہ حکم دیتے کہ تم میں سے ہر ایک دس فٹ لمبا پانچ فٹ چوڑا پانچ فٹ گہرا گڑھا کھودے۔ جب ایک گھنٹے کا مقررہ وقت ختم ہو جاتا معائنہ کیلئے آتے۔ فرماتے جزاکم اللہ ۔اب تم میں سے ہر ایک کھودے ہوئے گڑھے کو تیس منٹ میں مٹی سے بھر دے ۔فوراً حکم کی تعمیل کی جاتی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ پوچھتا جب گڑھے دوبارہ مٹی سے بھروانے تھے تو کھدوائے کیوں تھے۔ درویشان کرام کے پیش نظر حکم کی اطاعت تھی سوال و جواب کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔

بہشتی مقبرہ کی پختہ چار دیواری جو اب موجود ہے۔تقسیم ملک کے وقت موجود نہ تھی کھلا قبرستان ہونے کی وجہ سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا کہ کوئی دشمن ان قبور کی بے حرمتی نہ کر جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ بہشتی مقبرہ کے چاروں طرف دیوار بنا دی جائے پختہ اینٹوں کی دیوار بنانا تو اس وجہ سے ممکن نہ تھا کہ نہ تو اتنی مقدار میں اینٹیں میسر تھیں اور نہ ہی اینٹیں خریدنے کیلئے رقم دستیاب تھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ اس کے چاروں طرف کچی مٹی گارے کی دیوار بنا دی جائے ۔درویشان کرام صبح صبح وقار عمل شروع کرتے ۔گارا بناتے پھر اس گارے سے تھوبے بنا کر دیوار بناتے تھے اس دوران کھانے کیلئے لنگر کی ایک ایک روٹی ملتی جسے کھا کر پانی پی لیتے اور پھر وقار عمل میں مصروف ہو جاتے ۔دیوار کیلئے گارا بنانے والوں میں وہ درویش بھی تھے جو زمیندار اور دولتمند گھرانوں کے تھے جنہوں نے کبھی مٹی کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ جو ایسے متمول گھرانوں کے تھے جہاں نوکروں اور خدمت گاروں کی کمی نہ تھی مگر اس وقار عمل میں وہ یہ بھول جاتے کہ ہم کون ہیں سب کے ساتھ یکساں محنت کرتے تھے ۔یہی وہ جذبہ وقار عمل تھا جو سیدنا المصلح الموعودؓ نے ہر احمدی نوجوان میں اجاگر کر دیا تھا یہ دیوار تقریباً سات فٹ اونچی اور چار پانچ فٹ چوڑی تھی۔

جب درویشان کرام اس کچی دیوار کے بنانے کا ذکر کرتے ہیں تو وہ واقعات مستحضر ہو جاتے ہیں جو غزوہ احزاب کے موقعہ پر شوال ۵ھ بمطابق فروری مارچ ۶۲۷ء میں خندق کھودتے وقت پیش آئے تھے اور تاریخ اسلام میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ وہ خندق بھی اور یہ دیوار بھی اپنی حفاظت کیلئے کھودی اور تعمیر کی گئی تھی دوسرا کوئی مقصد نہ تھا ۔وہاں بھی بھوک و فاقہ کی حالت تھی اور یہاں بھی وہی صورت حال تھی ۔اس خام چاردیواری کی جگہ مارچ 1951 میں پختہ چاردیواری کی تعمیر کا کام شروع ہوا ۔اور اس تعمیر کے لئے ایک بزرگ درویش بابا خدا بخش صاحب نے (1387/= ایک ہزار تین سو ستاسی) روپئے عطیہ دیا تھا۔موصوف تقسیم ملک سے قبل اسٹیشن پر قلی تھے۔روز مرّہ کے اخراجات میں سے بچت کر کے یہ رقم حج کرنے کے لئے جمع کی تھی۔ مگر جب صحت خراب ہو گئی تو یہ رقم تعمیر چاردیواری کے لئے دے دی۔ گویا اس چار دیواری کی اینٹوں میں اُس درویش کی خون پسینے کی کمائی کا رنگ بھی ہے۔جزاہ اللہ احسن الجزاء

درویشان کرام میں سے ایک نذر محمد خان صاحب افغان ہوا کرتے تھے ۔(تاریخ وفات ۲۸ مئی ۱۹۵۹ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) اور یہ اس مکان کے ایک کمرے میں رہتے تھے ۔جس میں آج کل (دسمبر ۲۰۱۱ء) عبد الحق صاحب اڑیسوی انسپکٹر وقف جدید رہائش پذیر ہیں۔راقم الحروف کے والد صاحب کی رہائش اس کے اوپر والے بالا خانہ میں تھی ۔جواب نہیں ہے ۔اس لئے خاکسار خاں صاحب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ان کے بارے میں چودھری فیض احمد صاحب درویش مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

قارئین کے لئے یہ بات شاید عجیب ہو کہ ایک نذر محمد خاں مرحوم اکیلا دس پندرہ آدمیوں کے برابر کام کرتا تھا۔ایک بار بہشتی مقبرہ میں جب نئی پختہ دیوار تعمیر ہو چکی اور پرانی دیوار کی مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر دیوار کی اندرونی طرف بے ترتیب صورت میں پڑے رہ گئے تو اس مٹی کو ہموار کرنا اتنا بڑا کام تھا کہ ہم کئی بار سوچا کرتے تھے کہ وقار عمل کے ذریعہ سارے درویشوں کو چند

روز لگا کر یہ کام سرانجام دیا جائے۔ ایک روز کسی کو خیال آیا کہ نذر محمد خاں کو کسی طرح اس کام پر آمادہ کیا جائے تو وہ اکیلے اس کام کے لئے کافی ہوں گے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اس خالص افغان سے کہے کون؟ آخر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے عرض کیا گیا کہ خاں صاحب آپ کے بغیر کسی کی بات نہ مانیں گے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے پر خاں صاحب مان گئے۔ اور سینکڑوں آدمیوں کا تین روز کا کام اس اکیلے شخص نے چند روز میں ختم کر کے ہمیں دانتوں تلے اُنگلیاں دبانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے ایک لطیف بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے ہر فرد کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر فرد کے ساتھ محبت اور عقیدت ہے اور دلوں کی گہرائیوں میں فرمانبرداری کے جذبات ہیں۔ نذر محمد خاں صاحب مرحوم ایک مجذوب آدمی تھے اور صرف اپنی لے اور دُھن کے تھے۔ لیکن حضرت میاں صاحب کے فرمانے پر فوراً تعمیل کی حالانکہ جیسا کہ اکثر مواقع پر ہوا۔ اگر کوئی دوسرا کہتا تو اُسے یقیناً یہ جواب ملتا کہ خو! ہم تمہارے باپ کا نوکر ہے؟

(وہ پھول جو مرجھا گئے صفحہ ۱۲۰)

درویشان کرام اپنے افسران بالا کی کس طرح اطاعت کیا کرتے تھے اس ضمن میں ایک اقتباس محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش مرحوم کے ایک مضمون سے تحریر ہے۔ مکرم فضل الٰہی صاحب گجراتی درویش مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''راقم الحروف نے جنرل سیکرٹری (آج کل اس عہدہ کا نام صدر عمومی ہے۔) کی حیثیت سے بیسیوں بار اس کا تجربہ کیا اور جہاں کہیں محنت اور وقار عمل کا کام ہوتا مجھے اپنے بھائی فضل الٰہی صاحب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلوانے پر فوراً بھاگ کر پہنچتا۔ اسکی فرمانبرداری کا اور اطاعت گزاری کا یہ عالم تھا کہ جاؤ کہنے پر وہ جا چکا ہوتا اور آؤ کہنے پر گویا وہ پہلے ہی آ چکا ہوتا۔ اُس نے ساری درویشی میں کبھی کسی مفوّضہ کام کے بارے میں تامّل یا تخلف نہ کیا۔''

(وہ پھول جو مُرجھا گئے صفحہ ۱۳۵)

یہی جذبہ اطاعت و فرمانبرداری ہر درویش میں تھا۔ لبیک کہنے کے علاوہ انہوں نے کچھ اور سیکھا ہی نہ تھا۔ اور یہی جذبہ ان کو ہر دو جہاں میں سرخرو کر گیا۔ اپنی عملی زندگی اور نمونے سے آنے والی اولاد کو بھی یہ پیغام دے گئے **سمعنا و اطعنا** پر عمل ہی کامیاب اور مقبول زندگی کا راز ہے اسے کبھی فراموش نہ ہونے دینا۔ اطاعت کے ضمن میں ایک اور دلچسپ واقعہ بھی تحریر خدمت ہے۔

مورخہ 12 مئی 1956ء کو عید الفطر کا دن تھا۔ باغ بہشتی مقبرہ میں نماز ادا کرنے کے لئے درویشان کرام مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔ خاکسار بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ تھا حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ امیر جماعت احمدیہ قادیان نے ابھی نماز کی کارروائی شروع کروائی کہ شہد کی بڑی مکھیوں نے نمازیوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ ہم بچے مکھیوں کے ڈسنے سے رونے لگے مگر میری آنکھوں کے سامنے آج بھی یہ منظر ہے کہ مکھیوں کے کاٹنے کے باوجود ایک بھی درویش نماز چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت امیر صاحب نے فرمایا جلدی سے درختوں کے پتے جمع کر کے دھواں کیا جائے۔ اور عورتوں اور بچوں کو یہاں سے جلدی لے جایا جائے۔

آج میں بھی سوچتا ہوں کہ کتنا عجیب تھا وہ منظر! شہد کی بڑی مکھی کا ڈسنا انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مگر یہ درویش اسے برداشت کرتے رہے اور نماز نہ چھوڑی آفرین ایسے صبر اور ثابت قدمی پر۔

اطاعت و فرمابرداری کے ضمن میں ایک اور بہادر جان نثار درویش کا سنایا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں بیٹھے ہوئے محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش مرحوم نے بتایا کہ اکتوبر 1955ء میں قادیان اور اس کے گرد نواح میں مسلسل تیز بارشوں کی وجہ سے سیلاب آ گیا۔ قادیان کے گرد ڈھاب میں بھی سیلاب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ قادیان کے نشیب میں واقع مکانات پانی سے بھر گئے عجیب خوفناک صورت پیدا ہو گئی۔ ریلوں اور بسوں کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ ڈاک و تار کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ ایسے حالات میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو حالات کی اطلاع دینا بہت ضروری تھا۔ اطلاع بھجوانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ آخر مرزا محمود احمد صاحب درویش کو حکم دیا گیا کہ جو بھی ذریعہ اختیار کرو۔ ربوہ جا کر اطلاع کرو۔

محترم مرزا محمود احمد صاحب بتایا کرتے تھے کہ میں نے قادیان سے لاہور تک کا سفر پیدل اور تیرتے ہوئے کیا۔ آگے لاہور کی جماعت نے ربوہ بھجوانے کا انتظام کر دیا۔ یہ جانثار درویش بتایا کرتے تھے بعض جگہ پانی کا بہاؤ اتنا تیز ہوتا تھا کہ میری ہمت جواب دینے لگتی تھی۔ مگر اُس وقت میں بڑی الحاح و درد سے **ایّاك نعبد و ایّاك نستعین اهدنا الصراط المستقیم** کی دعا کرتا تو الٰہی طاقت میری غیر معمولی مدد کرتی۔

جب ربوہ پہنچے تو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اُن کی فدائیت اور جذبہ اطاعت و فرمابرداری اور جرأت و جواں مردی کی تعریف کی اور انہیں مسجد مبارک ربوہ میں حالات و کوائف بتانے کے لئے کہا گیا۔

اُس وقت کے سیلاب کو دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی ہمت جواب دے جاتی تھی مگر یہ تھا وہ درویش کہ پانی کے کسی بہاؤ میں یہ طاقت نہ تھی کہ اس جذبہ اطاعت کو بہا لے جاتا۔

درویشان کرام کی خودداری

پہلے بھی تحریر کیا جا چکا ہے کہ درویشان کرام میں سے اکثر کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ صدر انجمن احمدیہ پر اپنے ذاتی مصارف کے لئے کسی قسم کا مالی بوجھ نہ ڈالا جائے یا اگر بحالت مجبوری ڈالا بھی جائے تو اُسے کم سے کم کیا جائے اس کی ایک دو مثالیں تحریر ہیں:

ا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت بھائی شیر محمد صاحب (وفات 1974، مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) درویشان میں سے ایک تھے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ کی ایک دکان مدرسہ احمدیہ کے گیٹ کے مغرب میں ہوا کرتی تھی (آج کل 2011ء میں یہ ایک دکان کے بجائے دو دکانیں بنا دی گئی ہے) جس میں اسٹیشنری و منیاری کا سامان ہوتا تھا یہی دکان آپ کا ذریعہ معاش تھی۔ تقسیم ملک کے بعد بھی اس خوددار صحابی درویش نے صدر انجمن احمدیہ پر بوجھ بننا پسند نہ کیا بلکہ احمدیہ چوک میں اسٹیشنری کی دکان کھول لی اور اسی سے اپنا گزر بسر کرتے رہے اور دوسرے درویش ساتھیوں کی طرح درویشی فرائض اور ذمہ داریاں بھی ادا کرتے رہے۔ ہم بچپن میں ان سے کاپیاں اور کتابیں خریدا کرتے تھے۔ بازار کی نسبت انتہائی کم قیمت وصول کرتے اور بعض اوقات اگر کسی بچے کے پاس پیسے نہ ہوتے تو اسے مفت دے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معمولی تجارت اور دکانداری میں برکت دے رکھی تھی۔ ایک دفعہ میرے والد صاحب نے ان سے کہا بھائی جی آپ کی نظر کمزور ہے اور شرارتی بچے آپ کو کھوٹی چونّیاں، اٹھنّیاں ایک روپے کے سکے کی جگہ دے جاتے ہیں۔ اس سے تو بہت گھاٹا ہوگا۔

بھائی جی نے جواب دیا کہ بچے بھی اپنے ہی ہیں کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ رزاق ہے پھر فرمانے لگے پرانے زمانے میں ایک بزرگ عارف باللہ مسلمان تھے ان کی نظر بھی میری طرح کمزور تھی، انہیں بھی لوگ کھوٹی اشرفیاں اور سکے دے جاتے تھے۔ جب ان کے ایک قریبی دوست نے یہ حال دیکھا تو اس بزرگ کو کہنے لگا کہ جو کوئی اشرفی لے کر آئے تو تم قریبی دکان والے کو دکھا دیا کرو۔ اگر کھوٹی ہو تو واپس کر دیا کرو۔ اس بزرگ عارف باللہ نے جواب دیا نہیں میں ایسا نہیں کروں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ جب میں مر کر اپنے اعمال لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوں تو وہ یہ نہ کہہ دے یہ سب اعمال کھوٹے ہیں واپس چلا جا۔ جس طرح تو دنیا میں کھوٹے سکّے والوں کو واپس کیا کرتا تھا، تیرے کھوٹے اعمال کے ساتھ تجھے واپس کیا جا رہا ہے۔

بھائی جی نے مزید بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** اگر انسان کی نیت درست ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا نقصان نہیں ہونے دیتا، اس بزرگ کے پاس جب کھوٹی اشرفیاں جمع ہو گئیں، اور وہ انہیں لے کر کہیں سودا خریدنے جاتا تو دکاندار کہتا کہ یہ اشرفیاں کھوٹی ہیں انہیں واپس لے جاؤ اس بزرگ نے دعا کی اے اللہ تو میری نیت جانتا ہے اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکھائی ہوئی یہ دعا بھی بار بار کرتا ہوں **اعوذ بك من ان اَظلِمَ او اُظلَمَ**۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے جب وہ بزرگ یہ دعا و التجا کر چکا تو اچانک اس نے سرکاری اہلکار سے بازار میں یہ منادی سنی کہ بادشاہ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ حکومت کی ٹکسال سے کچھ کھوٹی اشرفیاں بن کر بازار میں چلی گئی ہیں۔ جس جس کے پاس وہ ہوں وہ سرکاری خزانہ میں جمع کروا کر اصلی اشرفیاں لے جائے اور حکومت اپنی غلطی کے خمیازے کے طور پر ایک کھوٹی اشرفی کے بدلے دو اشرفیاں دے گی۔ یہ بزرگ یہ

اعلان سن کر وہیں سجدہ شکر بجا لانے کے لئے زمین پر گر گیا۔ بھائی جی فرمانے لگے شریف صاحب میں بھی اپنے رب سے اسی قسم کے سلوک کی امید و توقع رکھتا ہوں۔ قارئین کرام یہ ایمان تھا ان بزرگان وصحابہ و درویشان کا امید و دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت بھائی جی کی امیدوں سے بڑھ کر ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔

۲۔ ایک اور صحابی حضرت بابا صدر الدین صاحب قادیانی ؓ (تاریخ وفات 1960ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) درویشان کرام میں سے ایک تھے۔ آپ کے فرزند مکرم عبد اللہ نانبائی صاحب بھی درویش تھے۔ حضرت بابا صدرالدین صاحب تقسیم ملک سے قبل ریتی چھلّا میں آٹے اور دال کی دکان کیا کرتے تھے۔ جس میں آپ کو مالی نقصان ہو گیا۔ اور آپ مقروض ہو گئے اس دوران ملک تقسیم ہو گیا۔ ان حالات میں کس کو کس کے قرض کا خیال تھا۔ مگر اس خوددار درویش نے تمام قرض بے باق کیا۔

خاکسار راقم الحروف نے بھی اپنے بچپن میں حضرت بابا صدر دین صاحب ؓ کو دیکھا ہے جس مکان میں آج کل (دسمبر 2011ء) مکرم سید محمد سرور صاحب مرکزی آڈیٹر صدر انجمن رہائش پذیر ہیں اسی مکان میں مقیم تھے مذکورہ محنت کے علاوہ انتہائی بڑھاپے میں نماز باجماعت کے پابند تھے۔

بچوں کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ

درویشان کرام کی بے شمار خصوصیات اور ممیزات میں سے ایک بچوں کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینا بھی تھا۔ تقسیم ملک کے ابتدائی تین سالوں میں قادیان میں درویشوں کے اپنے بچے نہیں تھے 25 جون 1951ء کو 29 مستورات و بچوں پر مشتمل پہلا وفد واہگہ بارڈر کے راستے قادیان پہنچا۔ اس طرح درویشان کی عائلی زندگی کا از سر نو آغاز ہوا۔ پھر درویشان کرام کی ہندوستان میں بھی شادیاں ہونے لگیں اور محلہ احمدیہ میں رونق لوٹنے لگی۔ مگر اس رونق کے لوٹنے کے ساتھ ہی انکی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محترم قریشی فضل الحق صاحب اور دفعدار محمد عبداللہ صاحب بچّوں کو پڑھایا کرتے تھے بعد میں باقاعدہ تعلیم الاسلام اسکول کا اجراء ہوا جس میں مولوی عطاء اللہ صاحب گیانی بشیر احمد صاحب، سید شہامت علی صاحب ماسٹر نثار احمد صاحب، ماسٹر عبدالحیٔ صاحب پڑھانے لگے۔ بلاشبہ یہ اساتذہ بڑی محنت و محبت سے پڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے۔ پڑھانے کے ذکر میں حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی ؓ (1879-1961) کو چھوڑ دیا جائے تو بہت بڑی احسان فراموشی ہوگی۔ راقم الحروف کی پیدائش 2 نومبر 1951ء قادیان میں ہوئی۔ اور پھر یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اپنی عمر کے ساتویں آٹھویں اور نویں سال یعنی 1957 تا 1960 میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ؓ سے یسرنا القرآن اور قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کی توفیق ملی۔ موصوف مجھے صبح چھ سات بجے مسجد مبارک کے قدیم حصہ میں پڑھاتے۔ مسجد مبارک سے بیت الفکر میں داخل ہونے والی کھڑکی سے قریب ایک فٹ بجانب مغرب کھڑکی والی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے، حضرت بھائی جی ؓ کا رخ جنوب کی طرف ہوتا اور مجھے اپنے سامنے بٹھاتے اور میرا رخ شمال کی طرف ہوتا، درمیان میں ایک طرف ایک رحل پر قرآن مجید رکھنے کو کہتے اور پھر پڑھاتے تھے پڑھانے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے واقعات بھی سناتے اور مقدس مقامات کی تاریخ بھی بتاتے۔ مورخہ 24 دسمبر 1960ء کو ایک قافلہ قادیان سے ربوہ کے لئے روانہ ہوا اس قافلے میں حضرت بھائی جی بھی شامل تھے اور خاکسار بھی اپنے والدین کے ساتھ اس قافلے میں سفر کر رہا تھا۔ حضرت بھائی جی کا قادیان سے یہ آخری سفر تھا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون یہاں ضمناً ذکر ہے کہ اسی قافلے میں ایک اور درویش مکرم بشیر احمد صاحب سندھی بھی شریک تھے جو جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر دسمبر 1960 میں ربوہ میں ہی فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان بزرگ درویشانِ کرام نے اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی دینی اور روحانی تربیت کی طرف بہت توجہ کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

درویشان کرام کا قادیان میں قیام صداقت احمدیت کا زبردست ثبوت

تقسیم ملک سے قبل اگر قادیان کے ماحول کا جائزہ لیا جائے تو ایک حقیقت پسند انسان کے لئے یہ امر سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ 313 افراد کا قادیان میں باقی رہ جانا صداقت اسلام اور احمدیت کا ایک زبردست ثبوت ہے قادیان کے ارد گرد غیر احمدی مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی بٹالہ اہل حدیث اور مخالفین جماعت کا بہت بڑا مرکز تھا امرتسر میں مخالفین احمدیت کی بہت بڑی تعداد تھی۔ احرار پارٹی قادیان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے دعوے کرتی تھی۔ قادیان کے ارد گرد بہت بڑے بڑے مزار اور گدی نشین تھے۔ مگر تقسیم ملک کی آندھی نے سب کو خس و خاشاک کی طرح اڑا دیا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا مشرقی پنجاب سے ایک کروڑ مسلمان بے گھر کر دیا گیا ایک ملین قتل و ہلاک واپاہج وزخمی ہو گیا۔

قارئین کرام اندازہ لگائیں ان حالات میں صرف 313 نہتے افراد کا قادیان میں باقی رہ جانا تائید الٰہی کا بے مثال ثبوت ہے یا نہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے جن اغراض کے تحت منارۃ المسیح تعمیر کروایا تھا ان میں ایک غرض یہ تھی کہ اس پر سے اذان کی آواز بلند کی جائے گی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان کیا جاتا رہے گا۔

الحمد للہ درویشان کرام نے اس غرض اور مقصد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا قادیان کی فضائیں اور ہوائیں گواہ ہیں کہ انتہائی پر آشوب حالات میں بھی منارۃ المسیح سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان بلند ہوتا رہا اور قادیان اور اس کے گرد و نواح میں اذان کے کلمات بلند ہوتے رہے۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت محمدیہ کے افراد کو یہ حکم دیا تھا کہ من ادرك منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقرئه منی السلام

(درمنثور راوی حضرت انسؓ جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

یعنی جو بھی تم میں سے مسیح کو پائے اسے میرا سلام پہنچائے۔

بہت سے خوش قسمت اور سعادت مند صحابہ کرام کو سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ حکم کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی حیات مبارکہ میں سلام پہنچانے کا موقعہ میسر آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات (۲۶ مئی ۱۹۰۸) کے بعد ہر وہ احمدی جسے موقع ملتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ یا الٰہی حضرت مسیح موعود کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاتا چلا جا۔ یہ دعا کا سلسلہ آپ کی وفات سے لیکر اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ تقسیم ملک کے خطرناک ایام میں بھی جاری رہا اور بعد میں بھی جاری ہے۔

قارئین کرام!! اندازہ لگائیے جب پنجاب کے اکثر و بیشتر گدی نشین و مجاور اپنے بزرگوں کی قبروں اور تربتوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر فرار ہو گئے اس وقت مسیح پاک کے یہ تین سو تیرہ جانثار آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے رہے۔ یہ آپؑ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

اتنے خطرناک اور مخدوش حالات میں بھی درویشان کرام کے قادیان میں مقیم و باقی رہنے پر اغیار نے بھی حیرت سے دانتوں تلے انگلیاں دبائیں، اور ان بہادروں کو خراج تحسین پیش کیا نیز باقی مجاوروں کے بھاگ جانے پر شدید نکتہ چینی کی۔ احراری اخبار، آزادی نے اپنی 26 مئی 1947 کی اشاعت میں مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین کے عنوان سے درج ذیل نوٹ شائع کیا۔

”مشرقی پنجاب کے عوام تو عوام ہی تھے۔ اگر انہوں نے پولیس اور فوج اور مسلّح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر مہاجرت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔ لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں خانقاہوں کے مجاوروں اور ایں شریف و آں شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا۔ وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔ تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالہ کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم فعل ہے۔ ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ انقلاب کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم-اے کا ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی مرزا غلام احمد کے مزار کی حفاظت کیلئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں اور اب بھی وہاں کی مسجدوں میں اذان دی جاتی ہے۔ ایک طرف نبوت باطلہ کے پیروؤں کا اعتقاد دیکھئے کہ وہ اپنے مقدس مقام کی حفاظت کیلئے ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنی مسجدوں کی آبرو بچائے رکھی .... کیا اس خط کے بعد مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی اسلام ہے اس مسلمان سے سو بار وہ کافر اچھا جس

مسلمان کے پیش نظر انجام نہ ہو۔
(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ ص ۳۹۳)

درویشان کرام کی اس عظیم قربانی کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر سلسلے کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں آپ کے ساتھ ہوتا۔ آپنے تحریر فرمایا:

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولاد عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوگی کیونکہ خدا کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔''
(الفرقان ربوہ اگست تا ستمبر 1963 صفحہ 5)

حقیقت یہی ہے خدا کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا آج جب خاکسار یہ مضمون احاطہ تحریر میں لا رہا ہے 18 درویش قادیان میں بحیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہر درویش زبان حال سے سیدنا المصلح الموعودؓ کے مندرجہ ذیل شعر کے ذریعہ احمدیت کی نئی نسل کو یہ درد بھری نصیحت کرتا ہوا جاتا ہے ۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

خدائے عزیز وقدیر پر توکل کرتے ہوئے درویشان کرام کے ابناء واحفاد اور اہل قادیان جانے والوں کی ارواح اور سیدنا ومولانا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نصرہ اللہ نصراً عزیزا کو سیدنا المصلح الموعودؓ کے الفاظ میں یقین دلاتے ہیں کہ

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
پروا نہیں جو ہاتھ سے اپنے ہی اپنا آپ
حرف غلط کی طرح مٹانا پڑے ہمیں
محمود کرکے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

مذکورہ بالا سطور میں تحریر کیا جاچکا ہے کہ عہد درویشی کا آغاز 16 نومبر 1947ء سے ہوا تھا۔ اس کے بعد مختلف سالوں میں ہندوستان کے مختلف صوبہ جات سے مخلصین جماعت قادیان آکر سکونت اختیار کرتے چلے گئے اور یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ درویشان کرام اور اُن کے ابناء و احفاد اور قادیان میں مقیم تمام افراد جماعت کو اس عہد ومقصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے جس کے لئے سیدنا المصلح الموعودؓ نے انہیں قادیان میں ٹھہرایا تھا۔ آمین۔

☆☆
☆

اخبار بدر

(مکرم ڈاکٹر منور علی صاحب، قادیان)

بدر جاتا ہے ہر ملک و شہر میں
بدر پیغامبر دین خدا ہے
بدر ہے ترجمان قوم و ملت
بدر اک احمدیت کی ندا ہے
بدر آواز ہے دین متین کی
کہ اس پرچے کا چرچہ جابجا ہے
بدر مفسر احادیث و فقہ ہے
مسائل کا ہر اک عقدہ کھلا ہے
بدر اک شمع نور یقیں ہے
حقیقت میں بدر بدر الدجی ہے

(بدر 24.3.83)

اے مرے درویش بھائی خادمِ خیر الانام!

اے مرے درویش بھائی خادم خیر الانام
تجھ کو بخشا ہے خُدائے پاک نے عالی مقام
تیری قربانی پہ نازاں ہیں شہیدانِ وفا
نیک دل کرتے ہیں دل سے ہیں تیرا احترام
تجھ کو تیرے صبر نے بخشی عجب مردانگی
اپنے اوپر کر لیا ہے عیش دنیا کو حرام
مشکلوں کے دور نے تیری سنواری زندگی
تو زمین لالہ و گل میں حقیقی لالہ فام
تیرے ہاتھوں سے ملے گی ابن آدم کو نجات
اُن کو دوزخ سے بچانا ہے فقط یہ تیرا کام
تُو دلوں سے بُغض و کینہ کی مٹا دے ظلمتیں
تیرے در پہ جو بھی آئے باز جائے شاد کام
تُو پلا دے ہاں پلا دے وہ شراب معرفت
سب کو جو بھائی بنا دے ہاتھ میں ہے تیرے جام
تو سکھا انسان کو انسان سے الفت کرے
تو بتا انسان کو کہ قتل کرنا ہے حرام
خود بھی تم زندہ رہو زندہ رکھو تم غیر کو!
ہر طرف تقسیم کرنا زندگی ہے تیرا کام
خادمِ انسانیت بن کر رہو تم ہر گھڑی
نافلۃ المہدیؑ معہود ہے تیرا امام
ناصرِ دیں نے سکھائی ہم کو ہے انسانیت
زندہ باد انسانیت ، انسانیت کے ہم غلام
''وہ اگر پھلائیں بدبو تم بنو مُشکِ تتارؔ''
وہ اگر دیں گالیاں تو تم کرو شیریں کلام
اے خدا تو تفرقہ و فتنہ و شر کو مٹا
جس طرف دیکھیں اُدھر دیکھیں محبت کا پیام
اے خدا تُو اپنی قُدرت کا ہمیں جلوہ دکھا
اے خدا تو ختم کر دے سب جہاں سے قتلِ عام
اے خدا انسان کو انسانیت کے گُر سکھا
اے خدا انسان تیرے در کا ہے ادنیٰ غلام
دل میں جب تیری محبت ہوگی ہر دم موجزن
ایک انساں دوسرے انساں پہ بھیجے گا سلام
اے مرے درویش بھائی! رات دن آنسو بہا
وقف کردے دوسروں کے واسطے تو صبح و شام
تو دعا یہ مانگ کہ وقتِ خزاں جاتا رہے
ہر طرف سے یہ صدا اٹھے چمن میں ''السّلام''
پھر بہار آئے چمن میں بلبلیں ہوں نغمہ زن
پھر چلے انسانیت بانکی ادا سے خوش خرام
تیرا حافظ اور ناصر ہو خدائے دو جہاں
قادیاں کے رہنے والے تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

(عبدالحمید آصفؔ، ایم اے، بحوالہ ہفت روزہ بدر، 23 جولائی 1970ء)

درویشان قادیان کے متعلق میری یادیں

(مکرم عبدالرحمٰن فیاض صاحب، کاٹھ پورہ، کشمیر)

سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ میں جو اُمّت محمدیہ کا دور آخرین ہے اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی فرزند جلیل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ؑ کو احیائے اسلام کی خاطر ایک اُمّتی نبی کے طور پر امام مہدی اور مسیح موعود کا منصب عطا فرما کر اس مقدس بستی قادیان میں مبعوث فرمایا جس کی اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے نشان دہی فرمائی تھی۔ اور اصلاح، عدل، انصاف کے سامان پیدا کرنے شروع کئے۔ یہ جگہ پنجاب کی سرزمین میں ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان جسکی بنیاد ایک مغل خاندان نے 1530ء میں رکھی۔ اسکے بانی مرزا ہادی بیگ تھے جو سمرقند کے علاقہ سے بابر کے زمانہ میں یہاں وارد ہوئے یہ علاقہ غیر آباد تھا۔ مرزا ہادی بیگ خود بھی اور اسکے خاندان کے احباب بھی پڑھے لکھے تھے جس وجہ سے انکو قادیان کے اردگرد دو سو دیہات کا قاضی مقرر کیا گیا۔ شروع میں اس قصبہ کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا جو آخر پر قادیان کے نام سے جانا جانے لگا۔

اس مقدس بستی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام 13 فروری 1835ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر امام مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور 23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اس طرح یہ مقدس بستی احمدیت کا دائمی مرکز بن گئی۔ اس کے مقامات شعائر اللہ ہیں یعنی وہ مقامات جن کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب بندوں کی خاطر انوار اور برکات سے نوازتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ''(سورۃ الحج:33)

یعنی جو شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم کرتا ہے تو یہ بات یقیناً دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔

ان مقامات مقدسہ کی زیارت، ان کی حفاظت، انکی عزت واحترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر عظیم کا باعث ہے۔ قادیان کی یہ مقدس بستی الٰہی انوار اور برکات کی مورد ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ پر اپنے پیار اور شفقت کی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں اور اپنے الہامات نازل فرما کر بے شمار نشانات دکھائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود ؑ کو ایمان لانے والوں کی ایک جانثار جماعت صحابہ کی عطا کی اور اسکے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو درویشوں کی ایک جماعت عطا کرنے کی خوشخبری بھی دی۔

حضرت مسیح موعود ؑ کا ایک کشف جو 1874ء میں ہوا۔ اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں۔

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو بہت چمکیلا تھا۔ وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا:-

''یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔''

(بحوالہ تذکرہ صفحہ 19 مطبوعہ 1935ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی خدمت میں ایک خط میں لکھا۔

''آج کل میں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں اور مجھے بعض الہامات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے کہ اُسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائیگی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہوا تو اُس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہئے۔ مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ۔ تاکہ اگر ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے اسکی حفاظت رہے۔'' (26 اپریل 1938ء)

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے اپنے خطبہ جمعہ 8 اگست 1947ء میں فرمایا:

''موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے سخت خطرات میں سے گذر رہی ہے کہ اگر تمہیں ان خطرات کا پوری طرح علم ہو اور پوری طرح اس بات کی اہمیت معلوم ہو تو شاید تم میں سے بہت کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے۔''

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں پنجاب کی تقسیم کے بعد جماعت احمدیہ کو اپنے مرکز قادیان سے ہجرت کرنا پڑی اس وقت کے حالات بہت خطرناک تھے۔ قتل وغارت لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ غیروں کے حملوں سے جانیں تلف ہو رہی تھیں۔ سب رابطے کٹ چکے تھے تمام محلہ جات احمدی آبادی سے خالی ہو گئے۔ بازار گلی کوچوں میں لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

16 نومبر 1947ء کو قادیان سے آخری قافلہ چلا گیا۔ یہاں کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے جو احباب یہاں ٹھہرنے کے لئے تیار ہوئے۔ انکی تعداد پانچ ہزار تھی۔ لیکن حکومت ہند کی طرف سے صرف 313 احمدیوں کو قادیان میں رہنے کی منظوری ملی۔ (تاریخ احمدیت جلد دہم) جو درویش کے نام سے ملقب ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں میں صحابہ کی ایک بڑی تعداد عطا کی تھی جو ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان صحابہ میں کشمیر کے جانثار صحابہ بھی شامل رہے۔ کشمیر کے ان صحابہ میں سے خاکسار کے دادا حضرت مولوی غلام احمد لون صاحب صحابی ؓ آف آسنور کشمیر (تاریخ احمدیت جلد پنجم) شامل تھے۔ آپ کو اٹھارہ سال کی عمر میں کشمیر سے پیدل سفر کر کے لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ اپریل 1900ء میں ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں کو سر کرتے ہوئے قادیان آئے اور خطبہ الہامیہ سننے کی سعادت پائی۔ آپ عالم جوانی میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے اسوقت ہمارے والد صاحب غلام محمد لون صاحب کی عمر دو ڈھائی سال کی تھی۔ اپنے مرکز قادیان سے دلی لگاؤ عزت احترام کا جو جذبہ ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہے۔ اسی جذبہ محبت و احترام کے باعث خاکسار کو والد صاحب مرحوم نے نومبر 1952ء میں قادیان خدمت سلسلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

میں اپنے علاقہ سے تین (3) نفری قافلہ میں قادیان دیکھنے کی تڑپ اور جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے چودہ سالہ عمر میں روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں کشمیر سے قادیان کا یہ سفر مشکل گذار پہاڑی راستوں سے تین (3) دن کا ہوتا تھا (جو آج سکڑ کر بارہ گھنٹوں کا رہ گیا ہے)

جموں سے پٹھانکوٹ اور وہاں سے ریل کا بٹالہ تک رات کی تاریکی کا سفر میرے دھڑکتے دل کو کہیں قرار نہ آنے دیتا تھا۔ نیند سے بوجھل آنکھوں نے بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر ریل گاڑی کے اُس ڈبہ کو بہت اشتیاق سے دیکھا جس پر قادیان کا نام لکھا ہوا تھا۔ انتظار کی بے تابی اور میرے دل کی دھڑکنوں کو جیسے قرار آ گیا۔

قادیان ریلوے اسٹیشن سے ٹانگہ پر سوار ہو کر ہم احمدیہ محلہ کے چوک میں پہنچے وہاں چند نوجوان ہمارے گلے ملے اور ہمارے سامان کی گٹھری کو اُٹھا کر لنگر خانہ پہنچا دیا۔

انسان کی فطرت میں یہ خاصیت ہے کہ جب کسی بات یا کسی مقام کا ذکر بار بار اچھے رنگ میں کیا جائے تو اس جگہ کی خوبصورت تصویر اسکے ذہن میں سما جاتی ہے۔ ایک خیالی تصور انسان اپنے دل ودماغ میں قائم کرتا ہے۔ اور اس دلکش تصور کو وہ اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا بہت اشتیاق رکھتا ہے۔ گھر میں مجھے قادیان بھجوانے کا جب پروگرام بنا تو قادیان کی اس مقدس بستی کی برکات اور انوار الٰہی سے زیادہ میں اس بات کی طرف مائل تھا کہ میں اس حسین وجمیل بستی کو دیکھوں جس کا تصور ایک انوکھی طلسماتی دنیا سے کم نہ تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ وہاں بہت امیر لوگ رہتے ہونگے۔ تجارتی کاروباری چہل پہل ہوگی نوکر چاکر ہونگے خوبصورت بازار سڑکیں اور خوشنما پارکیں عالیشان محل پھل اور پھولوں کے باغات ہونگے جن میں مرد عورتوں اور بچوں کے لئے

تفریح گاہیں ہونگی عیش وعشرت سے لوگ رہتے ہونگے۔ قادیان پہنچ کر میں اس مقدس بستی کو دیکھنے کے لئے نکلا جہاں خاموش لیکن پرسکون بازار اور جگہوں کو دیکھتا رہا۔ جہاں مجھے صرف مرد ہی مرد نظر آرہے تھے کوئی عورت ذات نہیں کوئی مونس غمخوار نہیں کوئی معصوم صورت لئے کمسن بچہ نہیں یہ کیسی نرالی بستی ہے جہاں کسی گھر سے کسی بچے کے رونے کی آواز نہیں۔ کسی ماں بیٹی بہن کی سریلی آواز نہیں کوئی چہل پہل نہیں ان خاموش پرسکون گلیوں سے کوئی اِکّا دُکّا جو بھی نظر آتا ہے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ کے ساتھ السلام علیکم کہتے ہوئے اسطرح گلے ملتا ہے جیسے صدیوں کی جان پہچان ہو۔

یہاں کوئی کاروباری سرگرمی نہیں نہ دنیاداری کی باتیں نہ کوئی لین دین نہ کوئی سودا بازی نہ کوئی فکر اندیش۔ میں اس حیران کن ماحول کو دیکھتا رہا سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔

جہاں بھی جائیں جسکو بھی دیکھیں چہرے پر میٹھی مسکان لئے پیار جھلکتا رہتا ہے۔ ان سب کو جیسے ایک ہی ماں نے جنم دیا ہے اور اپنی کوکھ سے ہی یہ تربیت دی ہے۔ یہ سب ایک ہی گھرانے کے فرد معلوم ہوتے ہیں۔ جو خاموش پرسکون لمحوں میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں کوئی کسی دفتر میں کوئی مقامات مقدسہ کی حفاظت میں سنتری بنا کھلی آنکھ سے کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ کوئی لنگر خانہ میں روٹی پکانے پر مقرر ہے انکے لئے دن رات سب برابر ہیں ہر ایک اپنے کام میں مگن ہے۔ جب کان میں اذان کی آواز گونجتی ہے تو سب کا رُخ مسجد کی طرف ہو جاتا ہے۔ جہاں نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز۔ ان میں اکثر اپنی راتیں اللہ کی یاد میں سجدوں کی چٹائی پر اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہا کر سجدہ سجود میں گذارتے ہیں۔ دنیاداری سے انہیں کوئی سروکار نہیں کوئی رغبت نہیں کوئی لالچ نہیں کوئی چاہت نہیں کوئی خواہش نہیں بس ایک لگن ہے ایک جستجو ہے ایک فکر ہے ایک آرزو ہے بس اطاعت فرمانبرداری اللہ کی رضاء کے لئے اپنے پیارے محسن شفیق آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اطاعت کا ایسا نمونہ تھا جیسے جنگ بدر کے موقعہ پر صحابہؓ نے آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم آپکے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہو کر لڑیں گے۔"

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ یہ نرالی مخلوق جو صبر اور شکر کی ملاوٹ سے تخلیق ہوئی پر بہت ہی پیاری بہت ہی میٹھی ریشم کی طرح نرم و ملائم ہیرے کی طرح سخت اور مضبوط ارادوں کے ساتھ نیک فطرت فرشتہ نما جو اللہ کے تقویٰ سے لبریز دن رات دعاؤں میں مصروف رہنے والی ایک کو اگر درد ہوتا ہے تو سب ہی تکلیف محسوس کرتے ہیں ایک کی خوشی میں سب کی خوشی ایک کا غم سب کا غم۔

اس نرالی مخلوق کا ان حالات میں جہاں قتل وغارت لوٹ مار ہو رہی تھی، ٹھہرنا کسی معجزہ سے کم نہ تھا۔ تقسیم ملک کے بعد باہر کی جماعتوں سے جو چندہ جات کی رقم آتی تھی وہ بند ہوگئی اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ کھانے پینے کے ذرائع بہت محدود تھے تنگی اور خوف کی حالت میں گذر بسر ہوتی تھی۔ ایک عرصہ تک سوشل بائیکاٹ رہا۔ غیر مسلموں کے سامنے انکی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی جو غربت اور بے وطنی کی کیفیت اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے بہت کمزور تھے۔ لیکن اپنے آقا کے حکم اور شعائر اللہ کی محبت نے انہیں متوالا بنا رکھا تھا۔ اپنے دین کی محبت جس سے زیادہ طاقتور دنیا میں اور کوئی چیز نہیں یعنی زندہ ایمان۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسکے تقدس کی رکھوالی کا وہ نمونہ دکھا رہے تھے جو جنگ بدر کے موقعہ پر ان جانثار صحابہ نے پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

"یا رسول اللہ...... جب ہم آپکو سچا سمجھ کر آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور پھر اب آپ جہاں چاہیں لے چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائینگے۔ اور ہم سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ جانثار بہادر فرمانبردار شیر دل رکھنے والے درویش ان مقامات مقدسہ کی دن رات ایک کر کے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر پوری لگن اور ذمہ داری سے ہر وقت حفاظت کرتے ہوئے دن کا آرام رات کی میٹھی نیند کو قربان کر کے اپنی ڈیوٹیاں بجالاتے رہے۔

مکرم مرحوم چوہدری فیض احمد صاحب درویش قادیان ان درویشوں کی وفات پر ان کی زندگی کے بارے میں "وہ پھول جو مرجھا گئے" کے عنوان سے مختصر حالات قلمبند کرتے رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس مقدس بستی کے چمن میں یہ پھول دنیا میں بھی ہمیشہ تروتازہ رہے ہیں اور آخرت میں بھی یہ خوشنما پھول کھلے رہیں گے۔ انکے مرجھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

میں نے ان شگفتہ پھولوں کے چمن میں 1952ء سے 1960ء تک ایک لمبا عرصہ انکی صحبت میں گذارا ہے انکی مجرد زندگی اور اپنی بیوی بچوں سے جدائی کے لمحات بھی دیکھے ہیں۔ میری چھوٹی عمر میں مجھے اپنے ان بھائیوں سے جو پیار محبت خلوص نصیب ہوا وہ میری زندگی کے ہر لمحہ میں میرا ساتھ دیتا رہا۔

ان درویشوں کے قادیان میں ابتدائی ایام بہت ہی مشکل گذار تھے۔ ان سب کے کھانے کا انتظام لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں ہوتا تھا آہستہ آہستہ جب ملک کے حالات ٹھیک ہونے لگے مجرد درویشوں کی شادیاں ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں ہونے لگیں۔ اس طرح گھر بسنے لگے انکی گذر بسر کے لئے انکو الاؤنس دیا جاتا رہا۔ ان خاموش گلیوں میں چہل پہل شروع ہونے لگی۔ ننھے بچوں کی رونق سے زندگی نے ایک نئی کروٹ لی۔ گھروں سے کھانا پکاتے ہوئے دھویں کی بکھری لیکروں نے فضاء میں اس خاموشی کو توڑ دیا اور آسمان پر یہ بکھرے ہوئے دھویں کی لکیریں بستے گھروں کی نشاندہی کرنے لگیں۔

پھر بھی یہ دَور بہت ہی مالی مشکلات کا دَور تھا جس میں انہوں نے احسن رنگ میں اپنا وعدہ نبھایا اور صبر وشکر کا وہ نمونہ دکھایا جو سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔ جس میں انہوں نے زندگی کا ایک لمبا عرصہ گذارا۔

ان ابتدائی درویشی کے ایام میں کشمیر سے قادیان آتے ہوئے جو میں نے ایک خیالی دنیا بسائی تھی اُس میں ان مشکلات کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن روحانی لحاظ سے یہ قادیان کی مقدس اور برکت والی بستی کسی بھی حسین وجمیل جنت سے کم نہ تھی۔ جہاں انسان تقویٰ کے سمندر کی گہرائی میں ڈوب کر روحانی نظاروں سے اپنے مردہ جسم کو نئی زندگی عطا کرنے میں جو لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ وہ لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتی۔

ان مٹھی بھر درویشوں میں ہر ہنرمند موجود ہے۔ جو اپنے محدود معاشرے کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنی لگن اور محنت سے کوشاں ہے۔ نائی، دھوبی، ترکھان، مٹی کے برتن بنانے والا، درزی، لوہار، دوکاندار اور پڑھے لکھے صاحب علم دفتری امور بجالانے والے، لیکچرار، کاتب، کتب فروش سب موجود ہیں۔

قادیان میں شعائر اللہ کی دیکھ بھال اور حفاظت کے نقطہ نگاہ میں احمدیہ چوک سے لیکر بہشتی مقبرہ ناصر آباد تک ایک محدود ایریا ان درویشوں کی نقل وحرکت کی دنیا تھی اور اس چھوٹی سی بستی سے باہر بہت ہی کم آنا جانا ہوتا تھا۔ اپنے اس محدود ایریا میں زندگی کے تمام شعبے عمل آوری میں آتے تھے۔ یہ ایریا ایک قسم کی نظر بندی میں آتا تھا۔ اس سے باہر کی دنیا میں کھلی فضاؤں میں قدم رکھنا شجرہ ممنوعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

میں نے درویشی دور کے ابتدائی حالات خود مشاہدہ کئے ہیں۔ درویشوں کی قربانی قادیان کی سرزمین سے والہانہ محبت، بے پناہ عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کی غربت کو بھی دیکھا ہے۔ ایک درویش کو اگر صبح کا کھانا نصیب ہوا تو رات کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ کپڑے کا ایک جوڑا تن پر ہوتا تھا اسکو دھونے کے لئے کچھ دیر کے لئے ننگے بدن رہنا پڑتا تھا۔

اس پھولوں کے چمن میں طرح طرح کے جو پھول کھلے تھے انکی رنگت خوشبو انکی خوشنمائی ایک سے بڑھ کر ایک تھی ہر پھول کی اپنی ایک مہک تھی۔ ہر پھول کی ایک جداگانہ رنگت تھی سب ہی بہت پیارے بہت ہی دلفریب۔

اس چمن کے 313 پھولوں میں نوجوان، درمیانی عمر کے اور سن رسیدہ بزرگوں کے علاوہ صحابہ کی ایک پاک جماعت بھی تھی۔ یہ ایک بہت خوبصورت گلدستہ تھا جو اس مقدس بستی میں اپنی مہک چاروں طرف بکھراتے ہوئے ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔

ان درویش صحابہؓ کے گلدستہ میں ایک پھول ایسا بھی تھا جس کے دونوں رُخ تاباں تھے ایک رُخ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گلدستہ میں شامل تھا تو دوسرا رُخ درویشان قادیان کے گلدستہ میں بھی نمایاں طور پر جلوہ گر تھا۔ یہ بزرگ ہستی جو صحابہؓ اور درویشان قادیان کی صفوں میں شامل رہی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ فاضل ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان تھے۔ آپ قادیان میں ابتدائی درویشی دور میں مجرد زندگی گزار رہے تھے۔ کسی بھی ضرورت کے لئے امیر صاحب مقامی کے تحت انتظام ہوتا تھا۔

مجھے اپنی رہائش کے لئے ضروری گھریلو سامان بستر، چارپائی، برتن وغیرہ کے حصول کے لئے انکے پاس جانا پڑا۔ یہ میری آپ سے پہلی بالمشافہ ملاقات تھی۔ آپکی پُروقار شخصیت دیکھ کر میں آپ کو جانے کب تک دیکھتا رہا۔ قمیص شلوار کے اوپر لمبا کوٹ پہنے سر پر جٹوں والی پروقار پگڑی فربہ جسم موزوں قد، گرجدار پُروقار آواز، بزرگانہ جاذب نظر شکل و صورت، چہرے پر لمبی داڑھی آنکھوں پر نظر کی عینک ہاتھ میں عصا لئے ہوئے پُروقار قدم بڑھاتے ہوئے آپکی شخصیت ہر کسی کو متاثر کرتی تھی۔

آپ نے اپنے مخصوص لہجہ میں میرے بارے میں کچھ باتیں دریافت فرمائیں اور مجھے جملہ سامان کے حصول کے لئے مکرم مرزا عبداللطیف صاحب درویش سٹور کیپر کے پاس بھجوا دیا۔ یہ جملہ سامان کا سٹور اس وقت موجودہ نصرت گرلز ہائی اسکول (متصل مسجد مبارک) کی بلڈنگ میں تھا۔

محترم جٹ صاحب کو کشمیر کی جماعتوں سے خاص لگاؤ تھا۔ کشمیر سے خاص طور پر ریشی نگر آسنور اور کوریل کی جماعتوں سے سردیوں کے ایام میں جو مزدور پنجاب آتے تھے ان میں اکثر قادیان کے اردگرد دیہاتوں میں لکڑی اور کوئلہ کے ڈپو اور لوگوں کے گھروں میں بھی لکڑی کاٹنے کا کام کرتے تھے۔

اُس زمانہ میں کشمیر میں غربت عام تھی۔ خاص کر پہاڑی علاقوں میں۔ یہ لوگ ان دیہات سے قادیان آتے جاتے رہتے تھے۔ ایسے غریب کشمیری مزدور جو کام نہ ملنے کی وجہ سے اپنے وطن واپس بھی جا نہیں سکتے تھے کیونکہ برف باری کی وجہ سے مارچ تک پیر پنجال جو سطح سمندر سے 12000 فٹ اونچا ہے برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ ایسے مزدور قادیان آکر بطور مہمان لنگرخانہ میں ٹھہر جاتے۔ جہاں انکو ہفتہ کے لئے مفت کھانا ملتا تھا۔ مزید کچھ ایام ٹھہرنے کے لئے امیر مقامی سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ اس سلسلہ میں مجھے ایک کشمیری ہونے کے ناطے اکثر محترم جٹ صاحب کے پاس جانا پڑتا۔

مرکز قادیان میں خدمت سلسلہ کے توسط سے مجھے محترم جٹ صاحب اکثر کہتے تھے کہ تم یہاں کشمیر کے نمائندہ ہو۔ اور میرے ہم نام بھی ہو۔ اس لئے وہ میرے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ اور میری بات کو غور سے سنتے تھے اور میری ہر طرح دلجوئی فرماتے۔

آپ اکثر عصر کی نماز کے بعد بہشتی مقبرہ جانے والے راستے پر مکرم خان عبدالواحد پٹھان کے رہائشی کوارٹر کے سامنے اینٹ کے بنے ہوئے چبوترے پر کرسی لگا کر بیٹھے رہتے خاکسار اکثر آپ کے پیر دباتا رہتا۔ کشمیر کے بارے میں مجھ سے پوچھتے رہتے تھے۔

خاکسار جب بھی کسی کشمیری کے لئے انکی رہائش گاہ (مکان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے) پر کال بیل بجاتا آپ آواز دیتے ''کون'' میں السلام علیکم کہتے ہوئے بیٹھک میں آجاتا جہاں آپ دفتری امور کے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ میرے حاضر ہونے پر آپ سمجھ جاتے کہ کسی کشمیری کے لئے لنگر سے کھانے کے بارے میں آیا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہوئے فرماتے ''ابھی راستہ کھلا نہیں''

کسی کشمیری مزدور کے لئے واپس گھر جانے کے بس کرایہ کے لئے جو بھی درخواست پیش کرتے اس پر بھی ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے۔ مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ کوئی درخواست رد کی ہو۔

آپ شکار کے بہت شوقین تھے جب بھی آپ قادیان کے آس پاس گاؤں میں شکار کے لئے جاتے تو مکرم مرزا محمد اقبال صاحب درویش آپ کے ساتھ ہوتے اور خاکسار بھی اکثر اوقات میں آپ کے ساتھ ہوتا۔ آپ شکار کے لئے قادیان سے وڈالا گرنتھیاں تک پیدل سفر کرتے تھے۔ آپکا نشانہ بہت اچھا تھا شکاری پرندوں کے بارے میں انکے نام وغیرہ کی پوری معلومات رکھتے تھے۔ فائر کے بعد جب پرندے دُور دُور تک کھیتوں میں گرتے تو میں دوڑ کر انکو پکڑ کر لے آتا۔ گھر پہنچ کر شکار میں مجھے بھی حصہ عنایت کرتے۔

مسجد اقصیٰ کے ساتھ ہی جو بلڈنگ تھی (یہ جگہ اب مسجد اقصیٰ کی توسیع میں شامل ہوگئی ہے) اس بلڈنگ میں نظارت علیا کا دفتر ہوتا تھا آپ اس بلڈنگ کے مین گیٹ کے ساتھ ہی داخل ہوتے دائیں طرف صبح سویرے ہی اپنے دفتر کے عملہ کے آنے سے پہلے اپنے دفتر میں بیٹھے ہوتے۔ جہاں آپ باہر سے آئے ہوئے خطوط کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیتے۔ ان خطوط میں دعا کی درخواست والے خاصی تعداد میں ہوتے تھے۔ آپ کا قلم بہت تیزی کے ساتھ چلتا تھا اکثر خطوط کے جواب آپ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیتے تھے۔

خاکسار کو دفتر علیا میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ اپنے ماتحت عملہ سے اپنے بچوں کی طرح پیش آتے کبھی کسی سے ناراضگی ظاہر نہیں کرتے آپکی شخصیت اپنوں اور غیروں میں پُرکشش اور رعب دار تھی۔ قادیان کے غیر مسلم بھی آپکی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ غریبوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکی ہر طرح مدد فرماتے۔ آپ کے دفتر کے ساتھ ہی گلی میں باہر ہندو بازار کی طرف جانے کے لئے ایک گیٹ لگا ہوا تھا جو ایک عرصہ سے بند پڑا تھا۔ لیکن آپ کے دفتر کے شمال کی طرف ایک چھوٹا سا دروازہ لگا ہوا تھا۔ جو دن میں کبھی کبھی پردہ کی رعایت سے کھلا رہتا تھا۔ اور اکثر غیر مسلم غریب نادار مرد عورتیں اسی دروازہ سے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ جنکی آپ مدد کرتے۔

آپ ظہر اور عصر کی نمازیں مسجد اقصیٰ میں پڑھاتے تھے۔ مغرب کی نماز میں آپ سورۃ ''اخلاص'' اور سورۃ ''فلق'' کی تلاوت فرماتے آپ مختصر نماز پڑھاتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں آپ خطبہ جمعہ اور نماز پڑھاتے اور بعد نماز جمعہ جملہ درویشان اور دوسرے احباب کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دعا کراتے۔ ماہ رمضان میں قادیان کے جملہ درویشان اور دوسرے احباب جو قادیان میں رہائش رکھتے تھے سے روزوں کے متعلق عید سے پہلے پوچھتے کہ کتنے روزے رکھے ہیں اور روزوں کی تعداد کے مطابق خرچ کے لئے بطور عیدی رقم فراہم کرتے۔ میں نے خود چار آنہ (25 پیسے) فی روزہ کے حساب سے عیدی حاصل کی ہے۔

مجھے جب گھر سے سیب یا اخروٹ آتے تو میں تحفہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا آپ ''امبری'' سیب بہت پسند کرتے اور کھاتے کھاتے اسکی تعریف بھی کرتے اور ساتھ ہی کشمیر کی غربت کے بارے میں بھی بات کرنے لگ جاتے۔ (اُس زمانہ میں کشمیر میں بہت غربت تھی آج کل اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات بہت بہتر ہیں۔) تو بہت حساس ہو جاتے۔

جب آپ میونسپلٹی قادیان کے ممبر شپ کے لئے ووٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے تو آپ کو میونسپلٹی کے دفتر سے پھولوں کے ہار ڈال کر ایک پُروقار جلوس کی صورت میں احمدیہ چوک لایا گیا اس جلوس میں درویشان قادیان کے علاوہ شہر کے معززین کی کافی تعداد شامل تھی راستے میں غیر مسلم احباب نے بھی آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے اور پھولوں کی پتیاں آپ پر نچھاور کیں۔

مجھے اپنی زندگی میں آپ کے ساتھ ایک ناقابل فراموش واقعہ یاد آتا ہے تو اپنے اس شفقت اور پیار بھرے انسان کے لئے اشک بار آنکھوں سے آپ کے احساس محبت اور حسن سلوک کی یاد میرے دل کو تڑپا دیتی ہے۔ سزا اور ہمدردی کا سنگم انصاف کے ترازو میں کس طرح قائم رکھتے ہیں۔ اس پیکر انسانیت کے درد اور خلوص کی مثال ملنی بہت مشکل ہے۔

غالباً سال 1954ء کا واقعہ ہے۔ قادیان کے ریتی چھلہ (جہاں اب نور ہسپتال پُرشوکت عمارت کی صورت میں خدمت خلق کے کام میں دن رات بلا کسی تفریق کے اپنا کام سر انجام دے رہا ہے) اس کے مقابلہ پر کسی غیر مسلم کا کول (پتھر کی صورت میں کوئلے) کا ڈپو تھا۔ جہاں کشمیری مزدور کام کرتے تھے ایک دن رات کو خط لکھنے کے لئے انہوں نے مجھے بلایا۔ ڈپو کے مالک کا ایک سینما بھی تھا جو ایک بڑے خیمہ میں لگا ہوا تھا (آج کل اس جگہ بس اڈہ بنا ہوا ہے) میں رات کو ان کشمیری مزدوروں کے ساتھ سینما دیکھنے چلا گیا۔ آپ کو نہ جانے اس کی اطلاع کیسے پہنچی۔ جب مجھے آپ کے سامنے حاضر ہونا پڑا۔ آپ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا میں شرمندہ ہوکر پسینہ پسینہ ہوا۔ میں خاموش سر جھکائے کھڑا رہا میری زبان گنگ ہوگئی۔ میں کچھ بھی نہ بول سکا کچھ دیر کے بعد آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ جمعہ کے روز مسجد میں کھڑا ہوکر معافی مانگوں۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ مسجد میں کھڑا ہونا میرے بس کی بات نہ تھی۔ میں نے اپنے خشک ہونٹ ہلاتے ہوئے التجا کی کہ مجھے کوئی اور سزا دیں۔ میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو میری اندرونی ندامت اور شرمندگی کی کیفیت ظاہر کر رہے تھے۔ آپ نے میری کم عمر ہونے کی وجہ سے میری اس کیفیت کو محسوس کیا۔ آپ خاموش رہے۔ میں کچھ دیر کھڑا رہنے کے بعد آپ کے کہنے پر اپنے دفتر واپس چلا گیا۔ مجھے رات بھر نیند

نہیں آئی۔ میں دعا کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی نافرمانی کی معافی طلب کرتا رہا۔

دوسرے دن مجھے پھر آپ کے پاس حاضر ہونا پڑا۔ آپ نے مجھے بہت سارے نوافل نماز ادا کرنے کے علاوہ -/5 روپئے صدقہ ادا کرنے کو کہا۔ اس وقت میری تنخواہ صرف پندرہ روپئے ماہوار تھی جس میں لنگر خانہ کا بل اور چندہ جات کاٹ کر پانچ چھ روپئے بچ جاتے تھے۔ جس سے مہینہ بھر کے دیگر اخراجات پورے کرنے ہوتے تھے۔ صدقہ کی رقم کاٹ کر میرے پاس مہینہ بھر خرچ کرنے کے لئے کوئی گنجائش نہ رہی جو میرے لئے پریشانی کا موجب بن رہی تھی۔

کچھ دن بعد آپ نے مجھے اپنے دفتر بلایا میں حاضر ہوا آپ نے بہت ہی نرم لہجہ سے پوچھا -/5 روپئے صدقہ ادا کردیئے۔ میں آپ کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکا۔ سر ہلا کر اقرار کیا۔

آپ نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آپ نے اپنی جیب سے -/5 روپئے نکال کر مجھے دیئے۔ اور کہا ''ان سے اپنی ضرورت پوری کریں''۔

میں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے روپئے لئے۔ میری آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے۔ میں نہ جانے کب تک آپ کے سامنے یوں ہی کھڑا اپنے شفیق مہربان ہمدرد، پیار محبت کرنے والے اس فرشتہ نما درویش کو دیکھتا رہا۔

ان درویشوں کے گلدستہ میں مجھے ایک اور مسکراتا ہوا پھول مکرم یونس احمد صاحب اسلمؔ نظر آتے ہیں۔ جو میرے ساتھ ہی دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ اسلمؔ صاحب بہت ذہین، ہنس مکھ، ملنسار، درد رکھنے والے انسان تھے۔ انکے اپنوں کے علاوہ غیر مسلم احباب سے بھی دوستانہ تعلقات قائم تھے۔ انکے ایک دوست اقبال سنگھ دینا نگر (گورداسپور) کے رہنے والے تھے ایک دفعہ مجھ سے وہاں جانے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے کہا صبح سویرے یہاں سے سائیکل پر چلیں گے۔ میں گھر سے پراٹھے گھی کے اور آلو کی بھاجی پکا کر ساتھ لاؤنگا۔ راستے میں نہر کے کنارے ٹھنڈی چھاؤں میں نماز کی ادائیگی کے بعد کھانا کھائیں گے۔

دوسرے دن ہم سفر پر نکل پڑے۔ دوپہر کو تپتی دھوپ میں نہر کے کنارے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا۔ نماز ادا کی۔ اسلم صاحب نے سائیکل سے چھوٹی سے پوٹلی اُتار کر فرش پر بچھی ہوئی چادر پر رکھ دی۔ سفر کی تھکاوٹ اور بھوک نے مجھے نڈھال کیا تھا۔ میں نے جلدی سے پوٹلی کو کھول دیا۔ وہاں صرف دو خشک روٹیاں اور تھوڑا سا اچار تھا۔ اسلم صاحب سے میں نے فریاد کی کہ آپ تو کل کہہ رہے تھے کہ گھی کے پراٹھے پکا کر لاؤنگا لیکن یہ کیا؟ میں نے خشک ہلکی دو روٹیاں ہوا میں اچھال کر ان سے پوچھا۔

''گھر میں صرف اتنا ہی آٹا تھا جس سے چار روٹیاں پکی ہیں۔ اس میں سے دو روٹیاں یہاں لایا ہوں اور دو روٹیاں اپنی اہلیہ اور بچے کے لئے رکھ دی ہیں''

اسلم صاحب کے یہ الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ انکے چہرے پر اس وقت کوئی افسردگی کوئی مایوسی، کوئی ملال نہیں تھا۔ انکا چہرہ اس وقت بھی مسکرا رہا تھا کوئی گلہ نہیں کوئی شکوہ نہیں اپنے اللہ سے کوئی شکایت نہیں۔

میں جب بھی قادیان جانے کا سفر اختیار کرتا ہوں۔ دینا نگر سے گزرتے ہوئے مجھے دُور اُس نہر کے کنارے اب بھی اسلم صاحب کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے۔ جو ایک فرشتہ سیرت انسان کا ہی ہوسکتا ہے۔

اس چمن کے گلدستہ میں کتنے پھول ایسے ہیں جو میری روح کے اندر بسیرا کئے ہوئے ہیں کس کس کا ذکر کروں۔ اس پھولوں کے چمن میں اس وقت ایک اور پھول جو میرے دل کی گہرائیوں میں چھپا بیٹھا ہے مکرم برکت علی صاحب انعام ہیں۔

غالباً 61-1960 کی بات ہے میں بٹالہ میں ''یون'' ریڈیو کی فیکٹری میں کام کرتا تھا دن ڈوبے میں فیکٹری سے چھٹی کرتے ہوئے اپنے رہائشی ڈیرہ کی طرف جا رہا تھا بٹالہ بس اڈہ پر دُور سے ہی میں نے انعام صاحب کو دیکھا۔ میں ان کے قریب آ گیا۔ دعا سلام کے بعد پوچھا اس وقت یہاں شام کے وقت کہاں سے آئے ہیں۔

''امرتسر سے آیا ہوں.......... دیر ہونے کی وجہ سے کوئی گاڑی نہیں ملی.......... ٹیکسی والے دو روپیہ کرایہ مانگتے ہیں..........'' انعام صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے جواب دیا۔

ٹھیک ہی ہوا۔ اس بہانے سے آپ میرے مہمان بن جائینگے۔ میں نے انکا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔ اس کے بعد انعام صاحب کو جب بھی امرتسر جانا ہوتا تو واپسی پر ضرور میرے پاس رات کو ٹھہر جاتے۔ اور کبھی کبھی اتوار کو بھی قادیان سے بٹالہ میرے پاس آ جاتے۔

وقت تیزی سے آگے دوڑتا رہا۔ غالباً 09-2008ء میں گیسٹ ہاؤس کی طرف میری بیٹی اور داماد جلسہ کے ایام میں ایک سردار جی کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرا وہاں آنا جانا ہوا راستہ میں جاتے ہوئے دائیں طرف ایک خوبصورت گھر تعمیر ہو رہا تھا پھر دوسرے سال بھی اس گھر کی تعمیر ہوتے ہوئے میری نظر صحن کی دیوار پر ٹھہر گئی جہاں ایک تختی پر ''برکت منزل'' لکھا ہوا دیکھا۔ معلوم ہوا یہ گھر مکرم برکت علی انعام درویش کے فرزند تعمیر کر رہے ہیں۔

کہاں وہ وقت جب انعام صاحب کو قادیان جانے کے لئے دو روپیہ میسر نہ تھے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے درویشانہ زندگی بسر کرنے والے انعام صاحب کے بیٹے اپنے والد صاحب کی دعاؤں اور قربانی کا میٹھا پھل حاصل کر رہے ہیں۔

ان درویشوں میں سے اکثر اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ چند ایک پھول ابھی باقی ہیں۔ ان میں ایک خوشنما پھول مکرم مرزا محمد اقبال صاحب درویش ہیں جو میرے رہائش کوارٹر قصر خلافت کے ساتھ ہی رہائش رکھتے تھے۔ ہمارے درمیان شروع درویشی سے بھائیوں جیسا سلوک اور پیار محبت قائم تھا جو اب بھی خدا کے فضل سے قائم ہے ہم نے ایک ساتھ ادیب فاضل کیا ہے 63-1962ء میں جب اقبال صاحب قادیان سے کولگام آگئے اس وقت بھی ہم ساتھ ساتھ رہتے رہے اس درویش بھائی کے ساتھ بھی میری بہت سی یادیں وابستہ ہیں مجھ سے آٹھ دس سال بڑے ہیں جوانی میں کھیل کود اور تیراکی میں بہت ماہر تھے ہم نے درویشی دور قریباً ہم عمر ہونے کی وجہ سے بہت پیار محبت سے گذارا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم دونوں کا صحت و سلامتی کی عمر کے ساتھ یہ پیار محبت قائم رکھے۔ اور آخرت میں بھی ہمارے یہ درویشی دور کے تعلقات اللہ تعالیٰ بہتر رنگ میں قائم رکھے۔

درویشوں کے چمن کا ایک اور خوشنما پھول جواب مرجھا چکا ہے یاد آ رہا ہے۔ جس کی طرف کم توجہ جاتی ہے۔ یہ خوشنما رنگ لئے ہوئے اپنی بھینی بھینی خوشبو بکھیرتے ہوئے اپنی پہچان ایک منفرد رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ جس کی مثال ملنی مشکل نظر آ رہی ہے۔ یہ کم گفتار سیدھے سادے درویش خدا بخش قُلی ہیں۔ جو ریلوے میں مسافروں کا بوجھ اپنے دونوں کندھوں اور سر پر اُٹھائے ہوئے اپنا خون پسینہ بہاتے ہوئے دن رات اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہے۔ اُس زمانہ میں ایک قُلی کا بوجھ اُٹھانے کی مزدوری ایک پیسہ دو پیسہ ہوا کرتی تھی۔ اس کی ساری عمر کی پونجی جو اس نے ایک ایک پیسہ جوڑتے ہوئے جمع کی تھی وہ ایک ہزار تین سو ستاسی روپیہ سے کچھ زائد تھی۔ جو اس غریب درویش نے اپنے آقا خلیفۂ وقت کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جمع کر کے اپنے آقا کے قدموں میں ڈال دی۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ میں ایسے افراد موجود ہیں جو 14 سو روپیہ کیا چیز ہے ہزاروں لاکھوں روپیہ اپنے آقا کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں بڑی کشادگی کے ساتھ رزق کی فراوانی عطا کی ہے۔ لیکن خدا بخش کی مثال تو اُس چیونٹی کی ہے جو گھاس پھوس کے جنگل میں دُور دُور تک ایک ایک دانہ کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے اور بڑی محنت اور جانفشانی سے ایک ایک دانہ اپنے بل میں جمع کرتی ہے تاکہ سردیوں کے ایام یا بارشوں کے ایام میں کام آئے۔ بظاہر اس وقت سولہ سو روپیہ ایک حقیر رقم معلوم ہوتی ہے۔ جسکی آج کے دور میں کوئی قیمت نہیں۔ حساب لگائیں ایک ایک پیسہ کر کے 14 سو روپیہ جمع کرنے میں کتنے مسافروں کا بوجھ اُٹھایا ہوگا اور کتنے سالوں میں یہ پونجی جمع کی ہوگی۔ اُس زمانہ میں ایک تولہ (10 گرام) سونے کی قیمت زیادہ سے زیادہ دس روپیہ تھی۔ اس وقت اس رقم سے ایک ہزار چھ سو گرام سونا خریدا جا سکتا تھا جو آج کے حساب سے لاکھوں کا بنتا ہے۔ اس غریب مزدور درویش نے مالی قربانی کا وہ نمونہ پیش کیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"ہزارہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے ہیں جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی ہے بعض نے میرے لئے جان دیدی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزارہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال آگے رکھتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلّی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ تیار ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ 238-237)

اس درویشی دور میں آرام کم ذمہ داری کا بوجھ زیادہ تھا جو دن رات یکساں رہتا تھا۔ گرمی کا موسم ہو یا سردی انکے لئے سب ایک جیسا تھا۔ سردی، گرمی کے موسم میں آج کے دور کی سہولیات میسر نہ تھیں۔ لیکن انکی ذمہ داری میں کوئی بھی خلل واقع نہیں ہوا۔ وہ ہر آن اپنی ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کی عبادات ہمیشہ احسن رنگ میں نبھاتے رہے۔

رمضان کا مقدس مہینہ ہر درویش اپنی کم مائیگی کے باوجود پورے جذبہ احترام سے روزوں میں باقاعدگی اور نمازوں کے علاوہ نوافل تراویح میں پورے ذوق شوق سے بھرپور حصہ لیتے رہتے تھے۔ درس قرآن شریف جو مسجد اقصیٰ میں ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز تک قائم رہتا تھا اکثر مردوزن شامل رہتے جو صبر تحمل کے ساتھ پورے وقت میں شامل ہوتے تھے۔ اُس زمانہ میں پنکھوں کا کوئی انتظام نہ تھا اکثر خدام ہاتھ کے بڑے بڑے کپڑوں کے پنکھوں سے ہوا دیتے تھے۔ افطاری کے لئے مسجد اقصیٰ کے کنویں کا ٹھنڈا پانی شکر کی ملاوٹ سے شربت اس زمانہ کے مشروبات کا کام دیتے تھے۔ پانی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے برف یا فرج کا یہاں کوئی وجود نہ تھا۔ معتکف افطاری اور کھانا ایک ساتھ ملکر کھاتے تھے کھانے میں اکثر ظاہری تکلفات سے احتراز کرتے تھے۔ مغرب کی اذان خادم مسجد منارۃ المسیح پر چڑھ کر دیتے تھے۔ اکثر میں نے دیکھا ہے اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال نہیں ہوتا تھا۔ خاکسار کو مسجد اقصیٰ میں درویشان کے ساتھ اعتکاف بیٹھنے کی توفیق ملتی رہی۔

سال 1970ء میں بھی خاکسار مسجد اقصیٰ میں اعتکاف بیٹھا تھا۔ سحری اور رات کا کھانا خاکسار کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے گھر سے آتا تھا۔ رمضان کے آخری عشرہ میں 28 اور 29 رمضان کو عید کا چاند دیکھنے کے لئے مسجد اقصیٰ میں جمع ہو جاتے تھے۔ میرا قیام لنگر خانہ میں تھا۔ عید کے روز حضرت میاں صاحب نے دوپہر کا کھانا میرے لئے لنگر خانہ میں بھجوا دیا جو چار کس کے لئے کافی تھا۔ اسکے بعد بھی کئی دوسرے سالوں میں قادیان میں اعتکاف بیٹھنے کا موقع ملتا رہا اور عید پر حضرت صاحبزادہ میاں صاحب کے گھر میں عید کے روز دعوت میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ اس دعوت میں کچھ درویشان قادیان اور دوسرے مقیموں کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے مہمان بھی شامل ہوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لئے دروازہ پر کھڑے ہوتے۔ آپ کھانے کے ٹیبل سے اٹھ کر مہمانوں کے آگے کھانا رکھتے ہوئے اور لینے کے لئے اصرار بھی کرتے۔ عید کے روز قادیان میں جشن کا سماں ہوتا تھا ہر طرف خوشی اور چہل پہل ہوتی تھی۔ عید کی نماز میں بڑے جوش اور جذبۂ احترام کے ساتھ مرد عورتیں بچے بوڑھے بھی شامل ہوتے اور عید کی خوشی کا اثر دوسرے دن بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے مکتوب مئی 1948ء میں درویشان کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"آپ لوگ (درویش) وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدیت کی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں...... عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہونگی۔ کیونکہ اللہ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا...... تقویٰ کی راہوں پر چلنے والے ان درویشوں کی نیکیاں صبر سکون سے زندگی بسر کرنے اور قادیان میں شعائر اللہ کی حفاظت پر ثابت قدم رہنے والے ان درویشوں کو اللہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نواز رہا ہے اور آئندہ بھی نسل در نسل انکی اولادوں کو اپنے فضل سے دینی و دنیاوی نعمتوں سے نوازتا رہے گا۔"

ہم دیکھ رہے ہیں قادیان کی وہ مقدس بستی جو درویشی دور میں سکڑ کر احمدیہ چوک سے بہشتی مقبرہ تک سمٹ کر رہ گئی تھی آج قادیان کی ساری بستی اس بات کی گواہ اور شاہد ہے کہ قادیان کا ہر آنے والا دن اسکی وسعتوں اور عظمتوں میں مزید اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس مقدس پاک بستی میں دارالمسیح کی رینوویشن، مسجد اقصیٰ کی عظیم الشان توسیع، جامعہ احمدیہ کی عظیم الشان عمارت سرائے طاہر مسیح پاک کی صداقت کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ جامعہ احمدیہ وہ عظیم درسگاہ ہے جہاں ہمارے نونہال اور جماعت کے نوجوان "روشن چراغ" بنی نوع انسان کو اندھیرے سے اُجالے کی طرف لے جانے کیلئے ہر سال اسلامی تعلیم کے نور سے عام خلق اللہ کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ خدمت خلق میں مصروف جدید سہولتوں سے آراستہ "نور ہسپتال" مرکزی لائبریری کی جدید بلڈنگ حقیقی اسلام احمدیت کی تعلیم، توحید باری تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے دین کی اشاعت میں تمام کتب کا قیمتی خزانہ سمٹائے ہوئے علم کا نور اکناف عالم میں پھیلانے کا عظیم ذریعہ ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر، وی آئی پی گیسٹ ہاؤسز، دفتر نشر و اشاعت، ایم ٹی اے کی منہ بولتی عظیم الشان عمارتیں تمام دنیا کو اسلام کی روشنی میں اندھیروں سے اُجالے کی طرف راہنمائی کر رہی ہیں۔

ایک وقت ایسا بھی تھا جب 1934ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف مجلس احرار کی جانب سے ایک خوفناک طوفان مخالفت کھڑا ہوا۔ احراریوں کے خود ساختہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تکبّر سے بھرپور یہ اعلان کیا:

"اے مسیح کی بھیڑو تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا جس سے اب سابقہ پڑا ہے وہ مجلس احرار ہے۔ اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔"

"مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اُٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں تباہ ہو۔"

"ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ قادیان اور اس کے گردونواح سے احمدیت کا نام ونشان ختم کر دینگے۔"

ان تکبر سے بھرپور اعلانات کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر یہ اعلان فرمایا کہ میں "احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتے دیکھتا ہوں"

قادیان دارالامان کے مقابلہ پر مودودی صاحب نے اپریل 1945ء میں پٹھانکوٹ میں ایک اجتماع طلب کیا جہاں جمال پور پنجاب کے نیاز علی نے پٹھانکوٹ میں کچھ زمین وقف کی تھی۔ جہاں پر مودودی صاحب نے "دارالعلوم" قائم کر کے بلند بانگ دعوے کئے جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان کے مقابل ایک مورچہ قائم کیا۔ جہاں احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے منصوبے تشکیل دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اور خود ہی انکی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ میں جب بھی قادیان جاتا ہوں تو پٹھانکوٹ سے ہمارا گذر ہوتا ہے۔ مجلس احرار کا وہ "دارالعلوم" کہیں نظر نہیں آتا۔ اسکا وجود ہمیشہ کے لئے مٹ گیا ہے اس کے کھنڈرات کا کہیں نام ونشان نہیں رہا نہ کوئی نام لیوا باقی رہا۔ اس کے مقابل اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کی مقدس بستی قائم اور دائم رہی جہاں اسلام احمدیت کے پروانے آخرین منھم کے مصداق مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے درویشوں کی صف میں کھڑا کر کے گلشن احمد کے مہکتے ہوئے پھول بنا دیا۔

سیدنا حضرت فضل عمرؓ کی ایک پرشوکت اور پُرجلال پیشگوئی کہ:

"ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگ رہے ہیں اور رسول کریم ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ یہ بستی انشاء اللہ قیامت تک خدا کی محبوب بستی رہے گی۔ یہ بستی انشاء اللہ کبھی نہیں اجڑے گی۔ بلکہ قادیان کی اتباع میں اسلام اور محمد رسول اللہ کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی رہے گی۔"

(الفضل 11 جنوری 1957ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"ایک دن آنے والا ہے۔ جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔" (دافع البلاء صفحہ 11) انشاء اللہ

☆☆☆
☆☆
☆

درویشان قادیان کے ایمان افروز واقعات

(مرتبہ: شیخ مجاہد احمد شاستری، ایڈیٹر ہفت روزہ بدر، قادیان)

درویشان قادیان کے چند ایمان افروز تعلیمی، تربیتی اور اخلاقی واقعات قارئین بدر کی خدمت میں پیش ہیں۔ یہ واقعات مکرم و محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش مرحوم کی کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے (حصہ اوّل)'' اور مکرم و محترم چوہدری بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش مرحوم کی کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے (حصہ دوئم)'' نیز ''الفرقان درویشان قادیان نمبر'' اور چند غیر مطبوعہ واقعات جو درویشان کے اہل وعیال اور احباب جماعت سے ادارہ ''بدر'' نے درخواست کر کے حاصل کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ایمان افروز اور اخلاص و وفا سے پُر واقعات دلوں میں خدمت دین کا مزید جذبہ اور جوش پیدا کریں۔ آمین

محترم حافظ عبدالعزیز صاحب

وہ ساری دریوں کو بھی جھاڑتے۔ اور نابینائی کے باوجود صفیں سیدھی بچھاتے۔ مسجد کا ایک ایک کونہ۔ ایک ایک چپّہ۔ ایک ایک بلب اور سوئچ اُن کے حافظے میں موجود ہوتا۔

ہمارے درویش بھائی حافظ عبدالعزیز صاحب اِس گلدستہ کے ایک خوشنما پھول ہی نہ تھے وہ اس چمنستان کا ایک خوش نوا بُلبُل بھی تھے۔ درویشی خود ایک سعادت ہے۔ لیکن یہ سعادت حافظ صاحب مرحوم کے لئے اس لحاظ سے دو آتشہ تھی کہ وہ مسجد اقصیٰ کے مؤذّن تھے۔ منارۃ المسیح شاہد ہے کہ حافظ صاحب مرحوم نے متواتر 24 سال کے طویل عرصہ تک روزانہ پانچوں وقت مینار کی 92 سیڑھیاں طے کر کے اپنی خوش گلوئی کے ساتھ اذان کے رُوحانی اور سرمدی نغمے فضاؤں میں بکھیرے۔ وہ جہیر الصّوت بھی تھے اور اُن کی آواز میں ایک لَے تھی۔ خوش الحانی کے ساتھ جب اُن کی آواز مینار کی بلندی پر سے فضاؤں میں گونجتی تھی تو اس کیف زائی میں ایک دعوتِ عبودیت ہوتی۔ یوں تو اذان خود اپنی ذات میں ایک دعوتِ عبودیّت ہے۔ لیکن حافظ صاحب مرحوم کی اذان میں ایک عجیب کشش تھی۔ یوں کہ نمازیوں کے قدموں میں مسجد تک پہنچنے کے لئے ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا تھا۔ حافظ صاحب مرحوم نابینا تھے۔ آپ اپنی نابینائی سمیت بڑی لگن کے ساتھ اُس مسجد اقصیٰ کی خدمت کرتے تھے جو شعائر اللہ میں سے ایک ہے۔ وہ روزانہ بلا ناغہ اس وسیع و عریض مسجد میں جھاڑو دیتے۔ اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے فرش کو ٹٹولتے جاتے کہ کہیں کوئی تنکا تو پڑا نہیں رہ گیا۔ وہ ساری دریوں کو بھی جھاڑتے۔ اور نابینائی کے باوجود صفیں سیدھی بچھاتے۔ مسجد کا ایک ایک کونہ۔ ایک ایک چپّہ۔ ایک ایک بلب اور سوئچ اُن کے حافظے میں موجود ہوتا۔

محترم حاجی فضل محمد صاحب کپورتھلوی

وہ ایسے بزرگوں میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا تبلیغِ احمدیت تھا

ہمارے ایک اَور درویش حاجی فضل محمد صاحب کپورتھلوی تھے۔ اُن کا خمیر قُدرت نے نیکی اور سادگی کے مرکّب سے اُٹھایا تھا۔ تقویٰ اور عُزلت پسندی اُن کا طرّہ امتیاز تھا۔ ابتدائے درویشی میں وہ بہشتی مقبرہ میں پہرے وغیرہ کی ہلکی ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ لیکن اپنی عمر کے اعتبار سے جب وہ چارپائی کے حلیف ہو گئے تو برسوں تک لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک چھوٹے سے کمرے میں مقیم رہے۔ عبادات و وظائف ہی ان کا مشغلہ تھا۔ ان کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ بایں ضعف و ناتوانی، مقیم یا مہمان علمائے سلسلہ کے پاس پہنچ کر اُن سے خط و کتابت کر کے ایک خاص مسئلہ پر بحث کی طرح ڈالتے۔ سِکھ لٹریچر سے معمولی سی واقفیّت تھی۔ اور حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے کئی شبد اُنہیں یاد تھے۔ بالخصوص ایک حوالہ کے متعلق تو وہ برسوں احمدی اور سِکھ علماء سے خط و کتابت کرتے رہے۔ یعنی ''وخت نہ پایو قادیاں جے لِکھن لیکھ قرآن''۔ اور یہ شوق انہیں جنون کی حد تک تھا۔ بہر حال وہ ایسے بزرگوں میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا تبلیغِ احمدیت ہوتا ہے۔ اور اسے وہ اپنا مقصدِ زندگی بنالیتے ہیں۔

محترم صُوفی علی محمد صاحب نارووالی

قرآن کریم کی تلاوت کرنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا

وہ گلدستہ ہی کیا جس میں انواع واقسام کے پھُول نہ ہوں۔ ایک اور رنگ دیکھئے۔ یہ ہمارے ایک معمّر بزرگ بھائی صوفی علی محمد صاحب نارووالی ہیں۔ مرحوم ایک خاص طبیعت کے مالک تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنا اُن کا ہر وقت کا محبوب مشغلہ تھا یہ کہ اُن کی عادتِ ثانیہ تھی۔ یا اُسے عشقِ قرآن کا نام بھی دیا جا سکتا ہے اور صرف خود پڑھنے کا شوق نہ تھا بلکہ دوسروں کو بھی ناظرہ اور باترجمہ پڑھانے کا بہت شوق تھا۔ اور درویشوں کے پاس خود پہنچ کر پڑھاتے تھے۔ چنانچہ ہمارے بہت سے درویش بھائیوں نے اُن سے قرآن شریف پڑھا۔ اور ترجمہ سیکھا۔ مرحُوم کو وظیفہ بھی ملتا تھا۔ اور معمولی تجارت کا کام بھی کرتے تھے۔ مثلاً منڈی سے پھل لے آتے اور اپنے کمرے میں (حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی بیٹھک متّصل زنانہ جلسہ گاہ) پھل کی ٹوکری سامنے رکھ کر قرآن کریم ہاتھ میں لئے دِن بھر بلند آواز سے تلاوت کرتے رہتے۔

محترم پی محمد صاحب

پینٹ پاجامہ میں تبدیل ہو گیا، جوتے پھٹ گئے۔

صوبہ کیرلہ سے جن خوش نصیب افراد کو مرکز احمدیت قادیان اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ درویش کے معزز لقب سے نوازے گئے، ان میں محترم پی محمد صاحب کا اسم گرامی بھی ہے۔ آپ نے اپنی درویشی حالاتِ زندگی بزبان مالایالم لکھے تھے، جن کا ترجمہ محترم مولانا محمد عمر صاحب نائب ناظر اعلیٰ قادیان نے کیا تھا۔ محترم پی محمد صاحب محترم عمر صاحب کے رشتہ میں ماموں جان بھی ہیں۔ آپ کے یہ حالات مورخہ 18 دسمبر 1997ء کے اخبار بدر قادیان کے جلسہ سالانہ نمبر میں بعنوان ''ایک درویش کی یادگشت'' شائع ہوئے ہیں۔ ایک حصہ قارئین بدر کے ازدیاد ایمان کے لئے پیش ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

''ہمارے ٹرک یکم نومبر 1947ء کو رات کے وقت قادیان دارالامان میں پہنچ گئے۔ صبح چھ بجے محترم چوہدری مبارک علی صاحب بہت ساری روٹی اور دال لے کر آ گئے۔ لاہور سے قادیان تک کے سفر میں ہمیں کوئی کھانا نہیں ملا تھا ان ٹرکوں میں قادیان کے 313 درویشوں کو چھوڑ کر باقی احباب کو پاکستان بھیج دیا گیا۔

جب ہم قادیان پہنچے تو نہایت تکلیف دہ سفر اور صحیح کھانے پینے کی چیزیں نہ ملنے کی وجہ سے ہم دونوں (محترم زین العابدین صاحب درویش مراد ہیں۔ موصوف محترم پی محمد صاحب کے ماموں تھے ......ناقل) کو خون کے اسہال ہونے لگے۔ جب ہم نے اس وقت ایک مالاباری بزرگ درویش محترم فخر الدین صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت قادیان میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ فوری طور پر ہم اس تکلیف دہ بیماری سے نجات پا گئے۔ ہمارے قادیان پہنچنے کے بعد ہماری رہائش کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے مکان میں انتظام کیا گیا۔ ہم نے وہاں تین ماہ تک رہائش اختیار کی اُس وقت ہماری ڈیوٹی مسجد مبارک سے ملحقہ دار المسیح میں تھی۔۔۔ اُس وقت میری ڈیوٹی رات کے بارہ بجے سے دو بجے تک اور محترم زین العابدین صاحب کی اس کے بعد رات دو بجے تا چار بجے تھی لیکن ہم دونوں اکٹھے ہی یعنی رات کے چار بجے تک یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ ڈیوٹی ختم ہوتے ہی ہم دونوں مسجد مبارک میں نماز تہجد پڑھنے کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور فجر کی نماز کے بعد مزار مبارک بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جاتے تھے۔ اُس وقت قادیان میں کسی کو چائے پینے کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی چائے پینے کی دوکان تھی۔

صبح ساڑھے 9 بجے ہم لنگر خانہ جا کر دو روٹی اور کچھ پتلی دال لے کر آیا کرتے تھے۔ وہ کھا کر صبح 10 بجے بہشتی مقبرہ میں جاتے وہاں ہماری ڈیوٹی دیگر درویشوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کی تعمیر کی تھی۔ یہ کام ایک بجے دو پہر تک جاری رہتا۔ اس کے بعد ہم نہا دھو کر ظہر کی نماز پڑھنے مسجد مبارک جایا کرتے تھے۔ اُس وقت شدت کی بھوک لگتی تھی لیکن دوپہر کے کھانے کا سوال ہی نہیں تھا اگر جیب میں پیسہ ہوتا تب بھی کوئی چیز کھانے کو نہیں ملتی تھی ہم عصر تک خالی پیٹ ہی آرام کیا کرتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد کبھی کبھی مکرم فخر الدین صاحب مالاباری کے کتب خانہ میں جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اُس وقت ہمیں اطلاع ملتی تھی کہ قادیان کے احمدیہ محلہ میں حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا جاتا تھا لیکن کوئی منصوبہ عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا تھا اور ناکام ہو جایا کرتا تھا باوجود ہمارے اُس وقت تین سو تیرہ افراد ہونے کے غیروں کی نظر میں ہزاروں کی تعداد میں دیکھے جاتے تھے............ ہمیں لنگر خانہ سے ملنے والی دو وقت کی خوراک کے علاوہ صابن تیل وغیرہ کے لئے مہینہ میں پانچ روپے مرکز کی طرف سے ملتے تھے۔ ہم تین ماہ کے لئے یہاں آئے تھے لیکن وہاں کے حالات کے پیش نظر ہمیں سات ماہ قیام کی سعادت ملی۔ اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں درویش بن چکے تھے ہم دونوں کی قمیضیں پھٹنے لگیں۔ پینٹ پاجامہ میں تبدیل ہو گیا، جوتے پھٹ گئے۔ مرمت کے لئے ہندو بازار میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ مرمت کروانے کیلئے ہمارے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔

ہمیں 1947 کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق بھی بفضلہٖ تعالیٰ نصیب ہوئی۔ جن کی ڈیوٹیاں لگی ہوئیں تھیں ان کے علاوہ باقی کے سب درویشان کرام مسجد اقصیٰ میں جلسہ سالانہ کے لئے موجود تھے اس جلسہ کی صدارت کے فرائض محترم امیر مقامی حضرت مولانا عبدالرحمان جٹ صاحبؓ سرانجام دے رہے تھے۔ محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی اور محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب نیز محترم ملک صلاح الدین صاحب کی اس وقت تقریریں ہوئیں۔ ایک دن شام کو محترم امیر صاحب نے ہمیں بلا کر فرمایا کہ تین چار دنوں میں یہاں سے پاکستان کے لئے ایک بس آئے گی اس میں آپ دونوں کی واپسی کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ دونوں تیار ہو جائیں............ 23 مئی 1948ء کو ہم 20 افراد پر مشتمل ایک وفد قادیان سے روانہ ہو کر اُسی دن شام کو خیریت سے لاہور پہنچ گیا۔"

محترم شیخ غلام جیلانی صاحب

مسجد مبارک میں اکثر اوقات تمام نمازیوں سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔

شیخ صاحب مرحوم نہایت دھیمی رفتار سے چلتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ **وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا** کے معنے سمجھا رہے ہیں۔ وہ جب سر جھکائے نپے تُلے قدم اُٹھاتے چلتے تھے تو درویشوں کے جذباتِ احترام جا بجا ان کا استقبال کرتے تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر تو عقل محوِ حیرت ہو جاتی تھی کہ وہ معمّر انسان جو اپنے بُڑھاپے کے باعث ہموار زمین پر بھی نہایت آہستگی اور احتیاط سے چلتا تھا وہ سردی کے دنوں میں ایک منزل اور گرمی کے دنوں میں دو منزل سیڑھیاں طے کر کے مسجد مبارک میں اکثر اوقات تمام نمازیوں سے پہلے پہنچ جاتا تھا۔ اور مسجد کے ایک گوشے کو آباد رکھتا تھا۔ مسجد مبارک کے دائیں طرف والے حصّہ میں دار الفکر سے ملحق اُن کی ایک مخصوص نشست گاہ تھی جہاں وہ گھنٹوں بیٹھے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

محترم نذر محمد خان صاحب افغانؔ

وہ اخلاص، محنت اور جفاکشی کا مرقّع تھے

نذر محمد خان صاحب مرحوم اخلاص، محنت اور جفاکشی کا مرقّع، بیلچہ کندھے پر اور کُدال ہاتھ میں۔ ہر وقت محنت کا کام کرنے کے لئے تیار۔ صبح، دوپہر، شام، رات انہیں سوائے نمازوں کے اوقات کے کسی وقت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ بعض اوقات سحری کے وقت کھدائی کا کام شروع کرتے اور درمیان میں نمازوں کے اوقات میں نمازیں پڑھ کر یا کھانا کھا کر رات گئے تک کام میں جُٹے رہتے۔ سخت جسم اور سخت جان تھے۔ ٹھیٹھ افغان تھے اور ٹھیٹھ پشتو بولتے تھے۔

محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب عرف بابا السلام علیکم

مسجد کے اندر قدم رکھتے ہی نہایت بلند آواز سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے تھے

جب اذان ہو چکی ہوتی اور نمازی مسجد میں آنا شروع ہو جاتے تو ایک سادہ مزاج انسان، ایک سادگی پسند درویش ہمارا ایک پُرخلوص بزرگ بھائی یُوں مسجد کی سیڑھیاں طے کرتا کہ بڑی سی پگڑی آدھے سر پر اور باقی آدھی کندھے پر لٹکتی اور پیچھے سیڑھیوں پر گری ہوئی ہوتی۔ ایک لمبا سا ڈنڈا (کھونڈا) بغل میں دبایا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تہ بند تھاما ہوا ہوتا۔ آخری سیڑھی چڑھنے تک بمشکل تہ بند کی گرہیں لگتیں اور مسجد کے اندر قدم رکھتے ہی نہایت بلند آواز سے اتنی بلند آواز سے جیسے اذان کہی جائے **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ** کہتا۔ یہ ہمارے بزرگ بھائی چودھری محمد عبداللہ صاحب لائلپوری تھے۔ (جو محترم قاضی تاج الدین صاحب لائلپوری ناظم دار القضاء ربوہؔ کے حقیقی بھائی تھے) چونکہ بڑے زور کے ساتھ **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ** کہنا ان کا امتیاز اور معمول تھا اور وہ درویشوں سے اور درویش اُن سے ہمیشہ خلوص و محبّت سے پیش آتے تھے اس لئے درویش انہیں ایک جذبۂ محبّت کے ساتھ "بابا السلام علیکم" کہا کرتے تھے۔ ہمیشہ خوش وخرم رہتے اور ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرتے۔ باوجود بڑھاپے کے نماز روزہ کے پابند تھے اور نمازوں میں اوّلین وقت میں مسجد پہنچ جاتے اور اگلی صف میں امام کے پیچھے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کے لئے اتنے حریص تھے کہ اگر کبھی دیر ہو جاتی اور امام کے پیچھے جگہ پُر ہو چکی ہوتی تب بھی وہیں دونوں صفوں کے درمیان بیٹھ جاتے اور اقامت کے بعد جگہ حاصل کر لیتے۔

محترم بابا نُور احمد صاحب

وہ نیکی اور تقویٰ کا مجسّمہ تھے چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی وردِ زبان رہتا تھا۔

بابا جی مرحوم آج کے بابا جی نہ تھے۔ بلکہ ابتدائے درویشی سے ہی وہ بابا جی کہلاتے تھے۔ وہ اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت تھے کہ نہ صرف خود انہیں درویشی کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ ان کے ایک فرزند نذیر احمد صاحب ٹیلر اور ایک داماد فضل الرحمٰن صاحب بھی ابتدا سے ہی درویش تھے۔

بابا جی ایک طویل عرصہ تک خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف گھرانوں میں نجی باورچی کے طور پر کام کرتے رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ عمدہ کھانا پکانے کے ماہر تھے لیکن ان مقدّس خاندانوں میں کام کرنے کی وجہ سے بابا جی کے اخلاق پر جو اثر پڑا اور تا دمِ آخر قائم رہا وہ یہ تھا کہ وہ نیکی اور تقویٰ کا مجسّمہ تھے چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی وردِ زبان رہتا تھا۔ وہ قریباً پندرہ سال تک خاکسار کے ہمسایہ رہے اور مجھے ان کو بہت قریب سے دیکھنے کے مواقع ملتے رہے۔ موسم گرما کے ایّام میں وہ میرے مکان سے باہر ملحقہ میدان میں سویا کرتے تھے اور قرآن پاک کے جو حصّے یاد تھے، تلاوت کرتے رہتے یا دُرّثمین کی نظمیں ایک لَے کے ساتھ پڑھا کرتے۔ اس بڑھاپے میں بھی انہیں دُرِّثمین کی نظمیں، قرآنی آیات اور دُعائیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ کسی سے کاغذ پر یہ چیزیں لکھوا لیتے اور حفظ کرتے رہتے۔ چلتے پھرتے راستے میں جو بھی مل جاتے کاغذ کا پُرزہ اُس کے ہاتھ میں دے دیتے اور کہتے ذرا پڑھ کر بتا دو۔ اور پھر حفظ کرنے لگتے، گو وہ اَن پڑھ تھے۔ لیکن مَیں نے مدّتوں انہیں اشعار و آیات پڑھتے سُنا۔ اور اُن کا تلفّظ بالکل درست ہوتا۔

بھائی دفعدار محمد عبداللہ صاحب

پیسوں والی تھیلی اور رسید بک یوں معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے جسم کے حصّے ہیں۔

ہمارے ایک عزیز اور بزرگ بھائی دفعدار محمد عبداللہ صاحب درویش بھی تھے۔ ہمہ اوقات مُسکراتا ہوا اور باوقار چہرہ۔ سفید ریش، ستّر سالہ سُرخ رُو نوجوان۔ بغل میں رجسٹر دبائے، ہاتھ میں کپڑے کا ایک چھوٹا سا تھیلا لئے جب دُور سے نظر آیا کرتا تو دیکھنے والے جان لیتے تھے کہ یہ دفعدار محمد عبداللہ صاحب ہیں جو چندہ وصول کرتے پھر رہے ہیں۔ پیسوں والی تھیلی اور رسید بک یوں معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے جسم کے حصّے ہیں۔ اور مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ان دونوں چیزوں کے بغیر نظر آئے ہوں۔ گلی میں، بازار میں، مسجد میں، بہشتی مقبرہ آتے جاتے وقت جہاں کہیں مل جاتے یہ دونوں چیزیں اُن کی ناک اور آنکھوں کی طرح اُن کے ساتھ ہوتیں۔ اور آج جبکہ ہمارا وہ بھائی ہم سے جُدا ہو گیا ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی درویش اُن کا تصوّر باندھے تو تصوّر کی سکرین پر رسید بُک اور پیسوں والی تھیلی نظر نہ آئے۔ جمعہ یا عیدین کے روز تو وہ دوسرے ایّام کے مقابلہ میں زیادہ مصروف اور منہمک ہوتے تھے۔ اور بقایا داروں کے پاس وہ یوں پہنچ جایا کرتے تھے جیسے باز اپنے شکار کی طرف جھپٹتا ہے جہاں دیکھو کسی نہ کسی درویش کو چندے کے لئے گھیرے رہتے تھے۔

ایک کام جسے مرحوم کا کارنامہ سمجھنا چاہیئے یہ ہے کہ اُنہوں نے لگاتار دس بارہ سال تک مربّی اطفال کا کام اتنی عمدگی سے کیا کہ اُن کے انہماک کو دیکھ کر حیرت آیا کرتی تھی۔ چھوٹے بچّوں سے

نمازیں یاد کروانا، اذان دلوانا، نظمیں یاد کرانا، انہیں مسجد میں لانا، نماز کی ادائیگی کا طریق سکھانا، صفوں میں بٹھانا اور نمازوں کے اوقات میں کنٹرول کرنا یہ سارے کام وہ بڑی محبت اور لگن کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بچّے تو مُرغی کے سنبھالنا بھی ایک مشکل مسئلہ ہے چہ جائیکہ آدم زاد۔ چھوٹی عمر کے بچّوں میں جو شوخیاں ہوتی ہیں جو چلبلا پن ہوتا ہے اور نت نئی شرارتیں سوچنے میں وہ جو حیرت انگیز جدّتیں اختیار کیا کرتے ہیں ان سے بڑے بڑے ماہرین تربیت کا دماغ چکرا جایا کرتا ہے۔ بسا اوقات بعض بچّوں نے مرحوم کے ساتھ اس قدر شوخیاں اور گستاخیاں کیں کہ کوئی اَور ہوتا تو ایسے مواقع پر بچّوں کو زمین پر دے پٹختا لیکن وہ منجھا ہوا صابر بوڑھا سب کچھ برداشت کر کے بڑی ہمدردی کے ساتھ اپنا تربیتی کام کرتا چلا گیا۔

محترم بابا خُدا بخش صاحب قلی

جنہوں نے پائی پائی رقم جوڑ کر تعمیر چار دیوار بہشتی مقبرہ کے لئے عظیم قربانی کی۔

یہ ایک اور صاحب ہیں بابا خدا بخش صاحب قلی۔ یہ تقسیم ملک سے قبل ریلوے اسٹیشن قادیان پر قلی کا کام کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد درویش بن کر قادیان میں رہ گئے۔ بوڑھے آدمی تھے اور نظر بھی کمزور تھی مگر دل کے دریچے کھلے تھے۔ درویشی وظیفہ پاتے تھے جو نہایت ہی قلیل ہوتا تھا۔

لیکن آپ کو تعجّب ہوگا یہ دیکھ کر کہ بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزارِ مبارک کی چار دیواری پر ایک کتبہ نصب ہے جو تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست پر مشتمل ہے۔ اس فہرست میں سرِ فہرست ایک نام بابا خدا بخش صاحب درویش کا ہے جس کے سامنے -/1387 روپیہ کی رقم لکھی ہے۔ یہ وہی بابا خدا بخش صاحب قلی ہیں جنہوں نے پائی پائی جوڑ کر ایک بڑی رقم بنائی۔ اور تعمیر چار دیواری کی مدّ میں دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ جماعت جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عزم لے کر اُٹھی ہے اس کے عزم کو ایک قُلی سے لے کر تاجر تک کے خلوص اور جذبۂ قربانی کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یا یُوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے جو غریبوں کے دِلوں میں بھی قربانی کے بے پناہ جذبات بھر دیتا ہے۔

محترم شمس الدین صاحب

اس کا دِل متحرک تھا خدمت اسلام کے جذبے کے لئے۔

وصیّت نمبر ۱۴۱۳ کی ایک مسل شمس الدین صاحب معذور مجذوب کی ہے جو ۱۹۵۰ء میں فوت ہو چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ یہ صاحب ۱۹۱۸ء سے قبل کے کسی سال میں کوہاٹ سے ہجرت کر کے قادیان آئے تھے۔ اور آخر دم تک قادیان میں رہے۔ اور درویشی کی سعادت پا کر ۱۹۵۰ء میں فوت ہوئے۔ یہ اپاہج تھے اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں جس کا طول وعرض تین تین فٹ سے زیادہ نہ تھا پڑے رہتے تھے۔

جب یہ اپاہج تھے تو ظاہر ہے کہ اُن کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ کسی نے دے دیا تو کھا لیا ورنہ صبر شکر کر کے پڑے رہے۔ لیکن قارئین کرام یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس معذور احمدی نے اپنی ساری عُمر معذوری کی حالت میں ۳x۳ فٹ کی کوٹھڑی میں گذار دی اور جس کا کوئی ذریعہ آمد سوائے دستِ غیب کے نہ تھا۔ نہ صرف زندگی بھر چندہ دیا بلکہ ۱۹۹۰ء تک کا چندہ وصیّت ادا کر دیا۔ اور یہ کوئی خیالی اور فرضی بات نہیں ہے بلکہ اس کی باقاعدہ رسیدیں مسل کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

مَیں جب مسل کے اُس حصّے پر پہنچا جہاں رسیدیں لگی ہوئی ہیں تو میں ششدر رہ گیا اور سر بگریباں ہو کر بیٹھ گیا اور یہ سوچ کر کہ وہ رسید ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۰ء کے چندہ کی تھی۔ مَیں سرتا پا عرقِ انفعال میں ڈوب گیا اور یوں محسوس ہوا کہ مَیں ایک خواب دیکھ رہا ہوں۔ ذوقِ جستجو اَور بھی بڑھا اور مَیں نے اگلی رسید کو دیکھا۔ میرے منہ سے بے اختیار اَللّٰھُمّ اغفر لہٗ نکل گیا۔ جب میں نے وہ رسید دیکھی جس پر لکھا تھا۔ حصّہ آمد ۸۶ء، ۸۷ء، ۸۸ء، ۸۹ء، ۱۹۹۰ء اور مَیں ایک حق الیقین تک پہنچ گیا کہ یہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ مقدر ہے۔ کیونکہ جب اس جماعت کا ایک معذور اور اپاہج آدمی قربانی کے میدان میں اس حد تک جا سکتا ہے جس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور جو اپنی ہمّت سے ایک پائی بھی پیدا نہیں کر سکتا اور اسلام کی سربلندی کے لئے سالہا سال متواتر چندہ دیتا ہے تو اس جماعت کے کامیاب وکامران ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مجھے اس مسل میں ایسی رسیدیں بھی نظر آ رہی ہیں جو ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۵ء کے حصّہ آمد کی ہیں۔ یہ معمولی بات ہوتی اگر شمس الدین صاحب مرحوم نے اس سے پہلے وصیّت کی ہوتی۔ لیکن اُن کی وصیّت ۱۹۱۹ء کی ہے اور چندہ وصیّت وہ ۱۹۰۱ء سے شروع کر کے ادا کر رہے ہیں۔

یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ شخص جو بظاہر معذور تھا ۱۹۱۹ء میں وصیّت کرتا ہے۔ لیکن حصّہ آمد ۱۹۰۱ء سے دیتا ہے اور ۱۹۹۰ء تک دیتا ہے۔ گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہا ہے کہ کاش! مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اوّلین بیعت کُنندگان میں ہوتا۔ اور کاش! مَیں ۱۹۹۱ء تک زندگی پا کر اِسلام کی خدمت کر سکتا!

سوال یہ نہیں کہ مرحوم شمس الدین صاحب مرحوم کے چندے کی مقدار کیا تھی۔ کیونکہ ایک معذور فقیر بے نوا دے گا بھی کیا کچھ۔ مگر سوال اس جذبہ کا ہے جو اس مخلص انسان کے دِل میں بے قرار تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی ایک چھوٹے سے کُنج تنہائی میں گذار دی اور ان تنہائی کی طویل گھڑیوں میں اگر سوچتا رہا تو یہی کہ وہ اپنی دائمی معذوری کے باوجود اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔ وہ چل نہیں سکتا تھا پہلو تک نہیں ہلا سکتا تھا۔ اس کی زبان میں بھی لکنت تھی لیکن اس کا دِل متحرک تھا خدمت اسلام کے جذبے کے لئے اس کی یہ رسید دیکھئے اس میں کتنا خلوص جھلک رہا ہے۔

''رسید نمبر ۵۷ کتاب نمبر ۱۹۳ تاریخ ۲-۱-۴۴ منجانب شمس الدین پٹھان معذور۔ مسجد مبارک قادیان۔ مبلغ پچیس روپے صرف بہ تفصیل ذیل وصول پائے۔ حصّہ آمد وصیّت نمبر ۱۴۱۳، ۸۶ء، ۸۷ء، ۸۸ء، ۸۹ء، ۱۹۹۰ء۔''

یعنی وہ ۲-۱-۴۴ کو آئندہ چھیالیس سالوں تک کا چندہ ادا کر رہا ہے۔ وہ ایک معذور محض ہے اس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں۔ اگر کوئی رحمدل رہگذر ترس کھا کر اُسے کچھ دے جاتا ہے تو وہ اُسے سنبھال کر رکھ دیتا ہے۔ آخر اُسے کوئی کیا دیتا ہوگا۔ یہی پیسہ دو پیسے! لیکن وہ جمع کرتا ہے اور پھر اُسے آئندہ سالوں کے چندہ میں دے دیتا ہے!

یہی وہ جذبۂ خلوص ہے جو جماعتِ احمدیہ کے اکثر افراد کے دِلوں میں پایا جاتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا جذبہ رکھنے والوں کی جماعت بامِ کامرانی تک نہ پہنچے گی؟ پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی۔ کیونکہ اس کے بے نوا فقیر بھی خدمتِ اسلام کے جذبہ سے معمور ہیں۔

محترم شیخ محمد یعقوب صاحب

جی چاہتا تھا کہ اس کا نام بدل کر شیخ محمد یعقوب کی بجائے ''ذکر الٰہی'' رکھ دیا جائے۔

یہ وہ شخص تھا جسے دیکھ کر ذکرِ الٰہی کا مفہوم پوری طرح ذہن میں سما جاتا تھا۔ بلکہ یوں جی چاہتا تھا کہ اس کا نام بدل کر شیخ محمد یعقوب کی بجائے ''ذکر الٰہی'' رکھ دیا جائے۔ تہجّد کے اوّلین لمحات میں وہ شخص چار پائی کو چھوڑ کر مسجد مبارک میں پہنچ جاتا تھا اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اسی چار پائی پر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ ایک لَے اور ترتیل اور سوز کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت اِس طرح کرتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے پپوٹوں نے آنسوؤں کا ایک سیلاب روک رکھا ہے۔ اس کے چہرے پر رقّت کا تصرّف ہوتا تھا اور نوکِ مژگاں پرنم کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ معصومیت اور فرشتگی کا ایک ہالہ سا اُس کے بُشرے کو گھیرے رہتا تھا۔

کبھی کبھی وہ تلاوتِ قرآن کریم سے فارغ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار پڑھتا تھا۔ ایک گنگناہٹ اور نغمگی اور آہستگی کے ساتھ، جیسے بچّے اپنا منظوم سبق اپنے گھروں میں اپنے والدین کو خوش کرنے کے لئے ترنّم اور کیف کے ساتھ جھوم جھوم کر یاد کرتے ہیں۔ محترم سیّد محمد شریف صاحب درویش جو مرحوم کے ہمسائے میں رہتے تھے، کہتے ہیں کہ اُن کی لَے میں ایک عجیب رُوحانی کشش ہوتی تھی۔ اور یُوں جی چاہتا تھا کہ چھُپ کر ان اشعار کو سُنا جائے اور اس سوز کو اپنے اندر جذب کر لیا جائے۔ چھپ کر اس لئے کہ کہیں آگاہ ہونے پر کہ کوئی سُن رہا ہے معصومیت کے آئینے میں بال نہ آ جائے!

(''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ دوم مرتبہ محترم چوہدری بدرالدین عامل صاحب درویش مرحوم سے ماخوذ واقعات)

سید محمد شریف شاہ صاحب

ان کا اصل لباس دینداری ریاضت تہجد گزاری اور تقویٰ تھا

رات کے پُراسرار اور ہولناک سنّاٹے جب گہرے ہو جاتے تاریکیاں اپنے شباب پر ہوتیں

اور کائنات پر گہرے سکوت کا تسلط ہوتا تو دارالمسیح کے ایک مقدس کمرے ''بیت الریاضت'' میں ایک مرتاض بوڑھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے اپنی بوڑھی کمزور ٹانگوں کو قریباً گھسیٹتا ہوا منجمد کرنے والی سردی میں باہر نکلتا۔ پکے فرش پر لاٹھی کی ٹھک ٹھک کی آواز سکوت کے تسلسل کو توڑ کر اعلان کرتی کہ شاہ جی اپنا گرم بستر چھوڑ کر شدتِ سرما کو للکارتے ہوئے باہر نکلے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ مسجد مبارک کے سامنے گیٹ کے پاس پہنچ کر اس ابدی صداقت کا اعلان بآوازِ بلند کرتے کہ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نعت کا ایک بہت ہی پیارا اور دلربا شعر ہے جس میں سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک ایسی انوکھی دلیل دی گئی ہے اور عشقِ محمدؐ کے بلند مقام پر کھڑے ہو کر طالبانِ حق وصداقت کی ایک ایسی شاہراہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس پر چل کر کوئی بھی شخص محمد عربی کے قدموں میں پہنچنے کی سعادت حاصل کرسکتا ہے۔

اس شعر کے لفظی معنی یہ ہیں کہ اے طالب حق اے متلاشئ صداقت اگر تو محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل چاہتا ہے تو تجھے کسی فلسفیانہ بحث کی ضرورت نہیں۔ تجھے تاریخ کے مطالعہ کی حاجت نہیں اور تو علما کے ساتھ لمبی چوڑی گفتگو کا بھی محتاج نہیں تو صرف اتنا کر کہ محمدؐ کا عاشق ہو جا اور محمدؐ کے ساتھ محبت میں قدم بڑھاتا چلا جا اور جب تیرے قدم آگے بڑھیں گے تو تُو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ محمدؐ خود اپنی صداقت کی ناقابلِ تردید دلیل ہے تو مخلی بالطبع ہو کر اس معدنِ جود وکرم اور رحمتِ مجسم پر نظر کرے تو نزول انوار الٰہی کو بچشمِ خود دیکھ لے گا۔

اور پھر شاہ جی گیٹ کے بغلی دروازے سے نکل کر محلہ احمدیہ کی گلیوں میں درود شریف کا ورد کرتے ہوئے دھیمی رفتار کے ساتھ ایک پورا چکر کاٹتے اور ہر چند قدم پر رک کر پوری قوت کے ساتھ بآواز بلند وہی شعر اپنی خاص لَے اور ترنّم کے ساتھ پڑھتے اور جھومتے ہوئے لاٹھی کی ٹھک ٹھک کے ساتھ آگے بڑھتے ڈھاب کے پُل کو عبور کر کے وہ بہشتی مقبرہ کی سڑک پر نکل جاتے اور سارے راستے اپنی ہی آواز کے ترنم سے اپنے اوپر مدہوشی اور سرشاری کی ایک روحانی کیفیت طاری کئے ہوئے مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پہنچ کر پُرسوز دعائیں کرتے۔

محترم سید محمد شریف صاحب جو سیالکوٹ کے ایک مشہور خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے اور سید حامد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ ۱۱ مئی ۱۹۴۸ء کو لاہور سے قادیان آنے والے قافلۂ درویشان کے ایک فرد تھے اور اپنی زندگئ عزیز کو قادیان کے مقاماتِ مقدسہ کی خدمت پر لگانے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے دارالمسیح کے اندر بیت الریاضت والے تاریخی اور مقدس کمرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ وہی کمرہ ہے جہاں مسیح دوراں نے مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھے تھے۔ اور تمام علائق دنیوی سے منقطع ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے بابِ اجابت پر دستک دینے والی دردمندانہ دعائیں کی تھیں۔

یوں تو شاہ جی صاف ستھرا سادہ اور سفید لباس پہنتے تھے لیکن یہ کہنا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کا اصل لباس دینداری، ریاضت، تہجد گزاری اور تقویٰ تھا اور یہ دونوں لباس ان کے مومنانہ بُشرے پر بہت سجتے تھے۔ شاہ جی نے قادیان پہنچتے ہی اپنے اس پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا جو خدا جانے کب سے ان کے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا۔ یعنی وہ رات ڈھلتے ہی بستر کی استراحت کو اپنے اوپر گویا حرام کر لیتے تھے اور اپنے کمرے سے نکل کر محلّہ احمدیہ کی ساری گلیوں اور کوچوں کا چکر لگا کر بآواز بلند تہجد پڑھنے کے لئے لوگوں کو بیدار کیا کرتے تھے۔ اور محلّہ احمدیہ کے ہر مکان کا دروازہ یہ سچی شہادت دینے کے لئے تیار ہے کہ اس پر متواتر ۲۶ سال تک شاہ جی نے اس لئے دستک دی کہ اس مکان کے مکین اٹھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ پر عمل کر کے راتوں کی تنہائیوں میں اپنے رحیم وکریم خدا کو راضی کر لیں۔

میں وہ وجد آفرین نظارہ کبھی نہیں بھول سکتا جو ایک پوری رات جاگ کر میں نے دیکھا۔ مجھے کسی دوست نے بتایا تھا کہ جب شاہ جی پرجوش آواز میں سحری کے وقت یہ شعر پڑھتے ہیں۔ اگر خواہی دلیلے............تو ان کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ میں شاہ جی کی سحر خیزی کے انتظار میں رات کو ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر شاہ جی پر وہ کیفیت طاری نہ ہو۔ شاہ جی حسب معمول لاٹھی ٹیکتے ورد کرتے جھومتے ہوئے آئے اور پھیپھڑوں کی پوری قوت کے ساتھ یہ شعر پڑھا اور جب وہ شعر کے آخری لفظ محمدؐ پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑے ہی وجد کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ سونٹے سمیت ہوا میں لہرایا میں یہ نظارہ دیکھ کر مسحور ہو گیا۔ عشق بعض اوقات بے اختیار ایسی حرکات انسان سے کرواتا ہے اور شاہ جی کا یہ فعل بھی عشق محمدیؐ کا ایک کرشمہ تھا۔

محترم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب

یہ ذمہ داری کا احساس تھا جو دفتری اوقات کے بعد دفتری فرائض کی بجا آوری کے لئے آمادہ رکھتا تھا۔

قریشی صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ سب سے پہلے دفتر پہنچتے اور سب سے آخر میں دفتر سے اُٹھتے تھے بلکہ دفتری اوقات کے بعد بھی ہمیشہ دفتر ہی میں بیٹھے دیکھے جاتے اور رات گئے تک وہ بجلی کی روشنی میں فائلوں اور رجسٹروں کے انبار کے درمیان قلم چلاتے رہتے۔ یہ ذمہ داری کا احساس تھا جو دفتری اوقات کے بعد دفتری فرائض کی بجا آوری کے لئے آمادہ رکھتا تھا۔ اس عرصہ میں قریشی صاحب کلرک سے معاون ناظر اور نائب ناظر بھی رہے۔

محترم عبدالرحیم دیانت صاحب

لو میں تمہیں ایک روپیہ دیتا ہوں اب تمہیں عذر نہیں ہونا چاہیئے۔

مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب مالک دیانت سوڈا واٹر فیکٹری سے میرا یہ پہلا تعارف تھا۔ بڑی دلچسپ گفتگو فرماتے ہیں۔ اگلے سال پھر یوم تبلیغ آیا تو میں پھر انہیں کے گروپ میں ساتھ ہو لیا۔ اس دفعہ ہمارا ارادہ موضع گھوڑے واہ جانے کا تھا۔ لہرائے سے ہوتے ہوئے طغلوالہ پہنچے وہاں پر ایک غیر احمدی مولوی جو وہاں پر مسجد میں امامت کے فرائض کے ساتھ ساتھ فارغ وقت میں کفش دوزی کا شغل فرماتے تھے۔ رستہ میں بڑے درخت کے نیچے مل گئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ آ گیا لوگوں کو گمراہ کرنے کا دن (یوم تبلیغ پر اس قسم کے آوازے احمدیوں پر غیر احمدی افراد کی طرف سے کسے جاتے تھے۔) وہیں پر ان سے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گفتگو کا آغاز ہوا اور جیسا کہ معمول تھا بات گھوم پھر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر آ ٹھہرتی۔

جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات کا معاملہ طے نہ ہوتا امام آخر الزمان مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت کی تعیین ہی نہیں ہو پاتی۔ جب کہ احادیث میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی وجود کے روحانی نام ہیں۔ وفات مسیح پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مضبوط دلائل عطا فرمائے ہوئے ہیں کہ دنیا میں اس کا جواب ندارد۔ یہ بیچارہ مولوی جس نے محض طنز کے طور پر آوازہ کسا تھا وہ بھلا کس طرح اس نبرد آزمائی میں ثابت قدم رہتا۔ تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا تو وہ نماز پڑھانے چلا گیا فارغ ہو کر گھر جا گھسا۔ وہاں یہ گفتگو سننے طغلوالہ کے سکھ دوست بھی جمع تھے۔ وہ بھی انتظار میں تھے کہ مولوی نماز پڑھ کر آئے تو آگے بات چلے جب غیر معمولی دیر ہوئی تو ان میں سے چند ایک اس کو گھر سے بلا کر لائے۔ وہ آیا تو اس حال میں کہ ایک سکھ دوست نے اس کو بازو سے تھام رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں آرسوئی اور وہ جوتی جو اس کے پاس زیر تیاری تھی۔ پکڑی ہوئی تھی۔ وہ عذر کرتا کہ میں نے کام دینا ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہوا ہے مجھے فرصت نہیں ہے وغیرہ مگر وہ دوست مانتے نہیں تھے اور اس کو ہماری باتوں کا جواب دینے پر اکساتے تھے۔ مگر اس کے پاس جواب ہو تو وہ ٹھہرے وہ پھر عذر کر، اٹھنا چاہتا مگر وہ پکڑ کر بٹھا لیتے۔ ایک سکھ معمر دوست نے اس کو کہا کہ تم جو جوتا بنا رہے ہو اگر اس کو آج مکمل بھی کر لو تو پھر بھی مشکل سے تم اس کی فروخت سے سات آٹھ آنے کما پاؤ گے۔ لو میں تمہیں ایک روپیہ دیتا ہوں۔ اب تمہیں عذر نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک روپیہ پا کر بھی وہ بحث جاری رکھنے پر آمادہ نہ ہوا۔

محترم الحاج افتخار احمد اشرف صاحب

پرندوں کے بارہ میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔

شکار کا آپ کو بہت شوق تھا خاص کر مچھلی کے شکار کا۔ آپ نوجوانوں کو ترغیب دے کر اپنے ہمراہ مچھلی کے شکار کے لئے لے جاتے۔ اور رات رات بھر دریاؤں اور جوہڑوں کے کنارے

شکار میں مصروف رہتے۔ پرندوں کے بارہ میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔سینکڑوں جانوروں کی تصاویر آپ نے اپنے پاس محفوظ رکھی تھیں۔ انکی عادت ان کی خوراک وغیرہ کے بارہ میں وسیع معلومات آپ نے جمع کررکھی تھیں۔ جودوست احباب کی مجالس میں بیان کیا کرتے تھے۔وسعت معلومات اورنوادرات کے جمع کرنے کے شوق اور حاصل شدہ معلومات کو دوسروں تک یہ شوق پہنچانے کے باعث ہی دوست احباب آپ کواُستادجی کہہ کر پکارتے تھے۔

سیر وسیاحت کا آپ کوشوق تھا۔آپ نے لدھیانہ، ہوشیارپور، بھاکھڑہ ڈیم ننگل ڈیم، روپڑ نہر، اور مادھوپور ہیڈ ورکس کے سفر چندنوجوانوں کو ساتھ لے کر بذریعہ سائیکل کئے اوران سفروں سے بہت سے تجارب حاصل کئے۔

۱۹۵۰ء میں آپ نے احمدیہ چوک میں ایک دکان لے کر صوفہ سیٹ مرمت کرنے اور بید کی کرسیاں بنانے کا کام شروع کیا تھا جس سے محلہ احمدیہ میں غیرمسلم افراد کی آمدورفت بڑھی اور پھر کئی ایک احمدی بھائیوں نے کرسیاں بُننے کا فن آپ سے سیکھا۔آپ ضرورت مندوں کی خفیہ رنگ میں مدد بھی فرماتے۔

آپ اکیلے رہتے تھے۔آپ کے بارے میں مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ آپ اپنے چندوں کا حساب ہمیشہ بے باق رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔آخری عمر میں آپ نے سوچا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ میں اپنے چندہ وصیت کے بارے میں اطمینان کرلوں اور کلیئرنس لے کر مطمئن ہوجاؤں۔لہٰذا آپ دفتر بہشتی مقبرہ میں گئے اور کہا کہ سمجھ لیں میں مرگیا ہوں اب میرے چندہ وصیت کی کیا پوزیشن ہے؟ سیکریٹری صاحب نے حساب لگا کر کچھ رقم انکے ذمہ نکالی۔ چنانچہ بغیر حساب کتاب کئے ادا کردی (حالانکہ کبھی بقایا نہ ہونے دیا تھا۔) اور رسید لیکر مطمئن ہوگئے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا حساب بے باق ہوگا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوجائے گی۔

محترم محمد عبداللہ صاحب نانبائی

محنت کر کے رزق حلال پر قناعت کی

ہاتھ والی ایک چکی دکان میں پڑی رہتی تھی۔جس پر کبھی بابا صدرالدین صاحب خود اور کبھی محمد عبداللہ صاحب دالیں دلتے نظر آیا کرتے تھے۔گو زمانہ مالی تنگی کا تھا مگر ان باپ بیٹے نے اپنے اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔اور محنت کر کے رزق حلال پر قناعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص کو نوازا۔اور بابا صدرالدین صاحب جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے اور ان کا بیٹا محمد عبداللہ صاحب دونوں درویشان قادیان میں چن لئے گئے۔

محترم صوفی علی محمد صاحب حدّاد

بچوں کو یسّرنا القرآن پڑھاتے اور اپنے پاس سے خرید کر فراہم بھی کرتے۔

قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کا آپ کو خاص شوق تھا۔سینکڑوں بچوں کو آپ نے قرآن کریم ناظرہ و باترجمہ پڑھایا ہے۔ بچے بڑے شوق سے آپ کے پاس پڑھنے جایا کرتے تھے۔آپ اپنی کمائی کا ایک حصہ بچوں کی پڑھائی پر خرچ کردیا کرتے تھے۔ بچوں کو یسّرنا القرآن اپنے پاس سے خرید کر فراہم کرتے۔ اگر کسی بچے کی غفلت سے قاعدہ پھٹ جاتا تو اور خرید دیتے۔ بچوں کی دلچسپی قائم رکھنے کیلئے کبھی ریوڑیاں، مرونڈا اور بعض اوقات کوئی موسمی پھل خرید کر بچوں کو کھلاتے۔ بچوں سے جو پیار کا سلوک آپ روا رکھتے اسی کا اثر تھا کہ بچے قرآن کریم پڑھنے کشاں کشاں آپ کی طرف چلے آتے۔آپ دونوں ٹانگوں سے معذور تھے اور جب تک طاقت رہی ہاتھوں کے بل مسجد میں باجماعت نماز کے لئے حاضر ہوتے۔

ان کی حوصلہ مندی اور دلیری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رات کو چور ان کے گھر میں گھس آیا۔ آہٹ ہونے پر آپ جاگ گئے اور پکارا کون ہے۔ چور نے لاٹھی سے ان پر ایک وار کیا۔جس سے سر میں بڑا زخم ہوگیا۔اور خون بہہ نکلا آپ نے زخم پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے پکارا چور چور لوگ اردگرد کے مکانوں سے نکل کر آپ کی مدد کے لئے آگئے۔ میں خود بھی وہاں گیا تو کیا دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے اور صوفی صاحب پورے ہوش میں ہیں اور آنے والوں کو چور سے پیش آمدہ صورت حال بتارہے ہیں۔ چور تو فرار ہوچکا تھا،صوفی صاحب کو سنبھالنا اشد ضروری تھا۔ میں نے سوچا کہ زخم کو فوری طور پر ٹانکے لگا کر بند نہ کیا گیا تو خون زیادہ نکل جانے سے حالت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔مرزا محمد اقبال صاحب جو صوفی صاحب کے پڑوسی بھی تھے وہاں موجود تھے۔انہوں نے کہا کہ زخم پر ٹانکے لگانے کا سامان تو گھر پر موجود ہے مگر زخم کو بے حس کرنے والی کوئی دوائی موجود نہیں ہے۔صوفی صاحب نے کہا وقت ضائع نہ کریں نصف رات کو دوائی کہاں ملے گی۔آپ زخم سئیں میں برداشت کروں گا۔ چنانچہ میں نے مرزا صاحب کی معاونت سے زخم سینا شروع کیا صوفی صاحب نے ایک مرتبہ بھی سی تک نہ کی۔زخم میں پندرہ ٹانکے لگائے گئے۔آپ کو اپنی طبیعت پر بڑا کنٹرول حاصل تھا اس سانحہ کے بعد پولیس کی کوشش اور مدد سے وہ شخص پکڑا گیا جس نے صوفی صاحب کو زخمی کیا تھا۔ پولیس اس شخص کو گرفتار کر کے لے آئی۔اس چور کے لواحقین نے ایک رقم بھی علاج معالجہ اور ضروری غذا کی خاطر صوفی صاحب کو پیش کی۔آپ نے یہ رقم ساری چندہ تحریک جدید میں ادا کردی اور چور کو معاف کردیا۔

مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب

چندہ جات کی ادائیگی کا خاص طور پر بڑا خیال رکھتے تھے۔

چندہ جات کی ادائیگی کا خاص طور پر بڑا خیال رکھتے تھے۔ ہر پانچویں چھٹے ماہ سیکریٹری مال سے اپنی رسیدات کا موازنہ کرکے حسابات بقایا جات ادا کرکے صاف کرلیتے رہے ہیں۔ میری تجویز پر کہ آپ اپنی ساری جائیداد کی قیمت تشخیص کرا کے اس کا حصہ جائیداد ادا کردیں، آپ نے ایسا ہی کیا اور سب جائیداد کا حصہ جائیداد ادا کردیا۔ پھر کہنے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے یہ تو میں نے اپنے اوپر قرض تھا وہ ادا کیا میں اس سے زائد بھی کچھ دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اپنی طرف سے ۲۵ ہزار اور اہلیہ کی طرف سے ۲۵ ہزار روپیہ بھی ادا کرکے اس خواہش کی تکمیل کی۔ نیز اپنی وفات سے چند روز قبل یہ کہا کہ ایک مرتبہ جب مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم ناظر بیت المال تھے، ان کی تحریک پر میں نے نصرت جہاں ریزروفنڈ میں اپنا وعدہ لکھوایا تھا۔ میں نے کچھ تو اسی وقت ادا کر دیا تھا کچھ باقی رہ گیا تھا، اس کا پتہ کیا جائے اگر حساب مل جائے تو میں اس کو بھی اپنے ماہوار چندہ کے ساتھ قسط وار ادا کردوں۔اس بارہ میں مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد سے رجوع کیا گیا آپ نے بتایا کہ یہ تحریک تو اب بند ہوچکی ہے اور اس میں کوئی آمد آج کل آ بھی نہیں رہی۔تاہم آپ نے ادا کرنا ہی ہے تو محاسب میں براہ راست ادا کریں۔اس پر مکرم ٹھیکیدار صاحب نے پانچ سو روپئے خاکسار کو دیئے کہ فی الحال ایک قسط جمع کروادیں۔ وہ میں نے جمع کرا کے وفات سے ایک روز قبل رسید آپ کو دے دی۔

محترم فخرالدین صاحب مالاباری

آپ صوبہ کیرلہ کے سب سے پہلے موصی تھے

(1947ء میں) جولوگ اپنا سب کچھ گنوا کر یہاں (قادیان) آئے تھے انہیں جو مکان احمدی بھائیوں کے الاٹ ہوئے تھے ہر ایک مکان میں کتابوں اور اخباروں کا خاصہ سٹاک موجود تھا۔ چند ایک لوگوں نے تو یہ خیال کر کے کہ یہ ان کی مذہبی کتابیں ہیں بے ادبی نہ ہو، نظارت امور عامہ سے رابطہ کر کے سارا اسٹاک جماعت احمدیہ کے حوالہ کردیا۔مگر بعض مجبور افراد نے اپنی ضروریات کے لئے اس سٹاک کو جو ان کے گھروں میں موجود تھا ردّی میں بیچنا شروع کردیا۔اس صورت حال میں باہمی مشورہ سے یہ امر اس طرح حل پذیر ہوا کہ جماعت کی طرف سے بھی اور چند ایک وہ درویش جو کتابوں کی تجارت کا کاروبار کرتے تھے وہ غیر مسلم افراد سے سلسلہ کی کتابوں کا سٹاک بازار میں ردّی کاغذ کی قیمت سے کچھ زیادہ دے کر خریدنا شروع کردیں۔اس طرح کتابوں کا سٹاک ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔اس سکیم کے تحت جن بھائیوں کو کتابیں ردّی میں خریدنے کی اجازت دی گئی ان میں فخرالدین صاحب مالاباری بھی تھے۔آپ نے ایک بڑا ذخیرہ علم کا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محفوظ کرلیا۔

آپ کے دیگر خاندانی حالات اس طرح ہیں۔آپ علاقہ مالابار کے ایک متمول تاجر گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ عالم جوانی میں ہی احمدیت قبول کی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی اور آپ صوبہ کیرالہ کے سب سے پہلے موصی تھے۔مقبرہ بہشتی قادیان میں مدفون ہوئے۔

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مولف اصحاب احمد

آپ فرشتہ سیرت انسان تھے

ملک صاحب بڑے مضبوط جسم عزم و ارادہ کے مالک تھے ۔ ایک مرتبہ ملک صاحب جائدادوں کے کیس میں پیشی سے فارغ ہو کر واپس قادیان آرہے تھے۔ بٹالہ سے قادیان آنے والی آخری گاڑی آپ نہیں پکڑ سکے۔ آپ نے اڈہ میں آکر دیکھا کہ کوئی اور ذریعہ قادیان پہنچنے کا مل جائے۔ یہاں دیکھا کہ چند مسافر اور بھی اس روٹ پر آنے والے موجود تھے۔ ان میں زیادہ تر ہرچووال جانے والے تھے اور قادیان آنے والے اکیلے ملک صاحب ہی تھے اور دو مسافر قریبی گاؤں میں جانے والے تھے۔ چنانچہ ہرچووال جانے والے مسافروں نے ایک گاڑی چارٹر کی۔ جس میں ملک صاحب اور دیگر دونوں مسافر بھی بیٹھ گئے۔ سڑک کچی تھی اور اس پر مستزاد خوب بارش بھی ہوئی تھی وہ گاڑی چونکہ سیدھی ہرچووال جانے والی تھی۔ اس نے ملک صاحب اور دیگر دو مسافروں کو ڈلہ موڑ پر ڈراپ کر دیا اور آگے روانہ ہوگئی۔ ڈلہ موڑ قادیان سے کم وبیش تین کلومیٹر پر ہے۔ ملک صاحب کے پاس کچھ سامان بھی تھا جس کا وزن ایک مَن کے قریب تھا۔ اندھیری رات رستہ بارش کی وجہ سے خراب، مٹی میں پاؤں دھنس دھنس جاتے۔ تاہم گھر تو آنا ہی تھا ہر چہ بادا باد ملک صاحب یہ سامان اٹھا کر چل پڑے۔ آپ نے محسوس کیا کہ کوئی شخص اندھیرے میں تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جوں جوں آپ اپنی رفتار تیز کرتے وہ بھی مسلسل تیزی سے آپ کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔ ملک صاحب نے یہ محسوس کیا کہ میرے پاس جو سامان ہے اس کو یہ شخص چھیننا چاہتا ہے۔ آخر وہ شخص بالکل قریب پہنچ گیا۔ وہ ملک صاحب پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ ملک صاحب نے خطرہ کو بھانپ لیا اور پیچھے مڑ کر اس پر اپنے سونٹے سے وار کر دیا۔ جس سے وہ شخص بوکھلا کر اور زخمی حالت میں بھاگ نکلا۔ ملک صاحب نے محسوس کیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص قریب میں کسی مقام سے اپنے امدادی اور افراد کو لے کر مجھ پر حملہ کر دے یا اسلحہ لے کر آجائے اور مجھ پر حملہ کرے۔ آپ حفاظت کی غرض سے نزدیک ایک کماد کے کھیت میں چھپ گئے اور رات بھر سیلاب زدہ زمین مچھروں کی بہتات اور دن بھر کی تھکان اور بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتے ہوئے صبح کی اذان تک وہاں رہے اور فجر کی اذان کے ساتھ ہی آپ اس کھیت سے نکل کھڑے ہوئے اور احمدیہ ایریا میں مع سامان پہنچ گئے۔ آپ کے تمام کپڑے مٹی سے لت پت تھے۔ اور پورا جسم پسینہ سے شرابور تھا۔ نظارت امور عامہ کی طرف سے پولیس میں اطلاع دی گئی اور پولیس کو چونکہ اس قسم کے لوگوں کا پتہ ہوتا ہے انہوں نے اسی روز اس شخص کو گرفتار کر لیا اور پتہ چلا کہ یہ شخص راہگیروں کو لوٹنے کا عادی مجرم ہے۔

محترم مرزا بشیر احمد صاحب

مرزا صاحب نے کمال سادگی سے جواب دیا کہ وہ آپ کو نہیں ملے؟

ایک مرتبہ آپ ویزا پر پاکستان جارہے تھے آپ کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ ایک بزرگ حضرت حاجی محمد الدین صاحب درویش ؓ نے کہا کہ میری بھی اہلیہ اور بیٹیاں وہاں ہیں اگر میں ان کے لئے دو چار دوپٹے خریدوں تو آپ جا کر انہیں دے دینا۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے انہیں آٹھ دوپٹے لے کر دے دیئے کہ عید کا موقعہ ہے دو پوتیوں اور نواسی کو بھی مل جائے گا۔ مرزا صاحب نے رکھ لیا۔ پھر محترم ملک صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو مرزا صاحب نے کہا کل پاکستان جا رہا ہوں دعا کریں سفر خیریت سے گزرے۔ ملک صاحب نے کہا میں دعا کروں گا اور ساتھ ہی کہا ہفتہ بعد عید آنے والی ہے اگر میں چند دوپٹے دوں تو آپ ساتھ لے جائیں گے؟ میں اپنے بیٹے کو لکھ دوں گا کہ وہ آکر آپ سے لے جائے مرزا صاحب نے ہاں کہہ دی۔ اس پر محترم ملک صاحب نے بھی ۷-۸ دوپٹے دے دیئے چند اور درویشوں نے بھی بوجہ عید اپنے عزیزوں کے لئے دوپٹے دے دیئے (دراصل ان دنوں ایک خاص قسم کا دوپٹہ چلا تھا جو اچھا بھی تھا اور مضبوط بھی اس وجہ سے خاص طور پر احباب کی توجہ ہوئی) ۱۹۶۵ء کی ہندو پاک جنگ کی وجہ سے بارڈر کئی سال بند رہ کر کھلا تھا اور خال خال ویزا ملتا تھا اور مرزا صاحب نہایت سادہ تھے ایماندار تھے، وفادار تھے، سچ بولنے والے تھے۔ جب وہ بارڈر پر پہنچے اور کسٹم میں سامان چیک کرانے لگے تو اتفاق سے سب سے پہلے وہی سوٹ کیس سامنے آیا جس میں احباب کے دیئے ہوئے دوپٹے انہوں نے خاص طور پر الگ رکھ لئے تھے تا اپنے سامان میں مل نہ جائیں۔ اور مالکان کو دیتے ہوئے کوئی الجھن نہ پیش آئے۔ انسپکٹر کسٹم نے دیکھتے ہی کہا کہ آپ کپڑے کا بیوپار کرتے ہیں جو اتنے دوپٹے لئے جارہے ہیں مرزا صاحب نے کہا نہیں۔ دوسرا بکس سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ میرا سامان تو یہ ہے۔ جس میں چند سوٹ زنانہ اور چار پانچ دوپٹے تھے۔ انہوں نے پوچھا تو پھر یہ کیا ہے۔ کہنے لگے یہ مختلف لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کو دینے کے لئے دیئے ہیں۔ میں نے الگ رکھ لئے ہیں۔ اس پر کسٹم والوں نے ان کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ جن جن کے ہیں ان کا نام لکھوا دیں ان کا سامان ان کو واپس مل جائے گا اور جو آپ کا اپنا ہے وہ آپ بخوشی لے جائیں۔ مرزا صاحب وہ بکس چھوڑ کر اپنا سامان لے کر چلے گئے دو ماہ بعد جب واپس آئے تو سب نے پوچھا کہ ہمارے دوپٹے کسی کو بھی نہیں ملے وہ کیا ہوئے مرزا صاحب نے کمال سادگی سے جواب دیا کہ وہ آپ کو نہیں ملے میں نے تو آپ کا نام وہاں لکھا دیا تھا۔

محترم محمد ابراہیم غالب صاحب

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ خواب میں نے اسی طرح دیکھا تھا

’’میں مقام سوئیا بازار ضلع بھاگلپور ڈاکخانہ کٹوریہ علاقہ بہار کا رہنے والا ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہوں چھوٹی عمر میں ایک کتاب پڑھا کرتا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی نشانیاں بتائی گئی تھیں کہ جب مسیح آئیں گے تو ایسے ایسے کام کریں گے ان حالات کو پڑھ کر میں دردِ دل سے دعا کیا کرتا تھا کہ خدایا جب مسیح آئے تو مجھے بھی اس کی جماعت میں داخل کرنا۔‘‘

’’آج سے تقریباً ۱۶-۱۵ سال قبل کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ عید الفطر کے دوسرے روز صبح کو میرے سر میں درد شروع ہو گیا تو گھر میں چارپائی پر لیٹ گیا اور درود شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ اسی حالت میں مجھ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی اور میں نے اس غنودگی میں ایک نظارہ دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آگئے ہیں۔ میں نے بیدار ہوتے ہی لوگوں کو یہ خواب سنایا۔ قریباً تمام نے کہا خواب اچھا ہے۔ اس کے بعد طبیعت کچھ اداس اور بے چین رہنے لگی بعض دفعہ طبیعت اتنی بے چین ہوتی تھی کہ میں الگ جا کر رونا شروع کر دیتا تھا۔ بہت لوگ میری اس حالت کا سبب پوچھتے تھے مگر میں ان کو بوجہ بے چینی کے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکتا تھا۔ آخر کچھ دنوں کے بعد میں گھر سے باہر نکلا اور بنارس، جونپور، گورکھ پور اور لکھنؤ میں ٹھہرتا ہوا کانپور سول لائن میں ایک صاحب مسمی عبدالرزاق صاحب جو غیر احمدی تھے کا ایک بنگلہ تھا جس میں بہت سی دکانیں تھیں جہاں چند روز مزدوری کا کام کرتا رہا۔ اس بنگلہ میں منشی سراج الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کانپور کے لڑکے شریف احمد کی بھی دکان تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ لوگ اکٹھے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے میں وہاں بیٹھا ہوا تھا تو مجھ سے مسمی عبدالرزاق صاحب کے لڑکے نے دریافت کیا یوں تو صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند ہو، کبھی کوئی خواب بھی دیکھا ہے تو میں نے مذکورہ بالا خواب تفصیل کے ساتھ سنا دیا اس پر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے مگر شریف احمد صاحب احمدی نے کہا یہ پھر سناؤ میں نے پھر سنایا تو کہنے لگے کہ تمہارا خواب بہت سچا ہے آگے خدا تمہیں ہدایت کرے اور اس کے بعد میں اپنے کام میں لگا رہا۔

شریف احمد صاحب احمدی کے والد مجھے تبلیغ کرنے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں دکھانے لگے اور علماء وقت کے حالات سے آگاہ کیا۔ آخر مجھ پر احمدیت کی صداقت کھل گئی۔ میں نے احمدیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھنا شروع کر دی۔ مکرم سراج الدین صاحب نے احمدیت سے بھی آگاہ کیا اور چندہ کا بھی ذکر کیا۔ جب میں نے احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں تو لوگوں نے کچھ مخالفت بھی شروع کر دی اور منع بھی کرنے لگے کہ اس طرف نہ جاؤ اس کے بعد میں نے خدا تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ خدایا تو ہی راہِ راست بتا۔ میں سخت حیران ہوں کیونکہ دونوں طرف بڑے بڑے بزرگ اور عالم ہیں اب کس کی بات کا یقین کروں اور کس بات کا یقین نہ کروں اور میں اس وقت تک چندہ بھی نہیں دوں گا جب تک تو خود مجھے اس شخص کے بارے میں نہ بتائے گا کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا۔

پھر ایک رات میری طبیعت سخت بے چین رہی حتیٰ کہ نیند بھی نہ آئی۔ اسی حالت میں میرے دل میں ایک القا ہوا کہ جب صداقت کھل گئی ہے تو کیوں جلدی بیعت نہیں کر لیتے چنانچہ میں صبح بیدار ہوتے ہی احمدیوں کے پاس گیا اور کہا میں آج سے پورا احمدی ہو چکا ہوں اب چندہ بھی دوں گا۔ اس کے بعد میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بیعت کا خط بذریعہ امیر جماعت احمدیہ کانپور لکھوا دیا۔ حضور نے خاکسار کی بیعت منظور فرما کر جواب سے بھی اطلاع دی۔

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں (جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور شریر لوگوں کا کام ہے) کہ یہ خواب میں نے اسی طرح دیکھے تھے جس طرح کہ میں نے مولوی صدیق صاحب فاضل مجاہد تحریک جدید کو لکھوائے ہیں اور میں نے ۱۹۳۵ء کے جلسہ سالانہ میں ڈاکٹر بشیر احمد صاحب احمدی کے سامنے دستی بیعت کے موقع پر حضور پرنور کو بھی سنائے تھے۔''

مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

سنو یہ کام اچھا نہیں چلو ہم واپس جاتے ہیں۔

ابتدا میں ان کی ڈیوٹی حضرت اماں جانؓ کی کوٹھی میں لگی۔ بتایا کرتے تھے کہ ایک روز پچاس ساٹھ سکھ بھائیوں کا ایک گروپ آیا اور کوٹھی کے دروازوں کو توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ماسٹر صاحب کہتے تھے کہ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک معمر بزرگ سکھ کھڑے تھے۔ میں نے ان سے کہا بزرگو بات سنیں وہ قریب آئے تو میں نے کہا کہ کوٹھی کے دروازے توڑنے کی ضرورت نہیں ہم کھول دیتے ہیں۔ صرف میری ایک بات کا جواب دیں اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بتائیں کہ گرو صاحبان میں سے کس گرو صاحب کا حکم ہے کہ مسلمانوں کو مار دو ان کا مال اسباب لوٹ لو؟ آپ کے سامنے ہم چھ سات آدمی حاضر ہیں ہمیں بے شک مار دیں اور سامان بھی لوٹ لیں۔ اس نے کہا کہ کسی گرو کا حکم نہیں ہے۔ تو میں نے کہا پھر اگر آپ ضرورت مند ہیں تو ہم کھانے پینے کی جو اشیا موجود ہیں آپ کو دے دیتے ہیں اور اگر برتنوں کی ضرورت ہے تو وہ بھی حاضر ہیں۔ کپڑوں کی ضرورت ہو لے جائیں چارپائیوں کی ضرورت ہے تو لے جائیں۔ یہ باتیں سن کر وہ سکھ بزرگ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے سب کو بلا کر کہا۔ ''سنو یہ کام اچھا نہیں چلو ہم واپس جاتے ہیں۔''

مکرم مستری دین محمد صاحب ننگلی

یہ پہلی شادی تھی جو قادیان سے باہر باقاعدہ بارات لے جا کر پنجاب کی شادیوں کے طریق پر ہوئی۔

۱۹۵۲ء میں جب دیگر درویشان کے اہل و عیال پاکستان سے انڈیا آئے تھے تو ان میں چار خواتین ایسی بھی آئی تھیں جن کے نکاح بذریعہ خط و کتابت ہو چکے ہوئے تھے مگر رخصتانہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ ان میں سے ایک مستری دین محمد صاحب کی اہلیہ بھی تھیں۔ تین کا رخصتانہ تو یہاں قادیان میں مکرم و محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی نگرانی میں اسی روز کر دیا گیا تھا۔ مگر مستری دین محمد صاحب کی اہلیہ کے والدین مصطفیٰ آباد ضلع انبالہ میں تھے اور ان کے والد حکیم محمد رمضان صاحب اپنی بیٹی کو لینے قادیان آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی بچی کو مصطفیٰ آباد لے گئے تھے اور پھر چند ماہ بعد قادیان سے بارات لے کر مستری صاحب مصطفیٰ آباد گئے تھے اور اس طرح آپ کی شادی ہوئی تھی۔ مارچ کا مہینہ تھا، غالباً مستری صاحب کی بارات میں مکرم حضرت بابا سلطان احمد صاحبؓ، مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ننگلی، مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب، مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی، مکرم علی محمد صاحب ننگلی اور خاکسار حکیم بدرالدین عامل بھٹہ شریک تھے۔ امرتسر سے ہم ہردوار میل میں سوار ہوئے اور چونکہ اس گاڑی میں اکثر ہندو بھائی ہردوار کی یاترا کے لئے جا رہے ہوتے ہیں، یہ اپنے اپنے گروپ کے ساتھ رات بھر بھجن گاتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اور اس طرح رات بڑی آسانی سے گزر جاتی ہے۔ اس گاڑی نے ہمیں رات کو تین بجے مصطفیٰ آباد اتار دیا اور گاڑی کے روانہ ہوتے ہی ایک دم اندھیرا چھا گیا۔ یہ ایک چھوٹا اسٹیشن تھا، لائیٹ کا کوئی انتظام نہیں تھا نہ مسافر خانہ تھا، کھلے میدان میں ہمیں تین گھنٹہ گزارنے پڑے تب کہیں صبح کی سفیدی نمودار ہوئی۔ مکرم حضرت بابا سلطان احمد صاحب کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی گئی۔ وہاں وضو کے لئے پانی کی تلاش شروع کی۔ ابھی خاصا اندھیرا تھا بابا جی نے آواز دی کہ ادھر آ جاؤ نلکا یہاں ہے۔ سب بھاگ کر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ فرشی کنڈے کا ہینڈل ہے جسے بابا جی پکڑ کر سمجھے کہ یہ نلکا ہے۔ پانی نہ ملنے کے باعث تیمّم کر کے نماز پڑھی۔ اتنی دیر میں وہاں تانگے آ گئے اور شور مچانا شروع کر دیا چلو شہر چلو۔ ہم نے بھی دیکھا کہ ریلوے اسٹیشن تو ویران جگہ پر ہے۔ مصطفیٰ آباد کی آبادی سے دور فاصلے پر ہے۔ چلو شہر چلتے ہیں۔ وہاں کوئی نہ کوئی چائے کی دکان ہی کھلی مل جائے گی۔ ہم نے تانگہ والوں سے پوچھا کہ شہر میں اس وقت دکانیں کھل گئی ہوں گی تو انہوں نے بتایا کہ ہاں آج تو بازار کا دن ہے بازار لگے گا خوب رونق ہوگی۔ اس پر ہم نے تین ٹانگے لئے اور شہر کی طرف چل پڑے۔ شہر ریلوے سٹیشن سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جا کر دیکھا کہ ایک ویرانہ ہے اور کھنڈرات پر عارضی دکانیں کوئی کھلونے بیچنے، کوئی دیسی جوتے بیچنے کی، کوئی دیسی کھڈی کا بنا ہوا کپڑا بیچنے کی لگی ہیں۔ کھانے پینے والی اور چائے کی کوئی دکان نہیں ہے۔ ابھی وہاں کھڑے ہو کر سوچ ہی رہے تھے کہ دو بیل گاڑیاں آ کر رکیں اور معلوم ہوا کہ یہ بارات کو لینے آئی ہیں۔ اس میں سامان رکھا اور گاؤں تلاکور کی طرف چل پڑے۔ گاڑی کے اندر ایک ترپال بھی رکھا تھا یہ غالباً اس لئے لایا گیا تھا کہ باراتی ان کو گاڑی میں بچھا کر آرام سے بیٹھ جائیں گے ادھر باراتی شادی کے شوق میں اس قدر جلدی میں تھے کہ جلد از جلد تلاکور پہنچ جائیں۔ ترپال کھولے بغیر ہی جھٹ گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ ترپال غالباً کئی ماہ سے تہہ کئے ہوئے تھے اور گھر سے چلتے ہوئے بھی ان کی تہہ کو کھول کر نہیں دیکھا تھا اس کے اندر بھونڈوں کا چھتہ لگا ہوا تھا۔ اوپر آدمی بیٹھنے سے ہل جل ہوئی تو یہ باہر نکل پڑے سب سے پہلے چوہدری عبدالقدیر صاحب کو کاٹا۔ وہ ایک دم گاڑی سے کود کر اتر پڑے پھر ایک دو اور کو کاٹا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب گاڑیوں سے اتر پڑے سامان گاڑیوں پر ہی رہا خود پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹہ بعد تلاکور پہنچ گئے۔ حکیم صاحب کو معلوم ہوا تو گاڑی بانوں پر سخت ناراض ہوئے۔

حکیم صاحب نے بارات کے لئے چائے مٹھائی انڈے وافر مقدار میں تیار کئے ہوئے تھے۔ بارات کا گرد سے بُرا حال تھا۔ سب کو گرم پانی سے منہ ہاتھ پاؤں دھلائے گئے پھر ناشتہ پیش کیا گیا۔ دو روز بارات تلاکور میں ٹھہری۔ محترم حکیم صاحب نے جی بھر کر بارات کی تواضع مٹھائیوں، کھانوں اور دودھ، انڈے، چائے سے کی اور پھر تیسرے روز گاڑیاں جنہیں سکھ پال کہا جاتا ہے منگوائی گئیں۔ ایک گاڑی میں دلہا دلہن اور گھر کے چند افراد سوار ہوئے اور دوسری میں باراتی۔ یہ قافلہ تیسرے پہر مصطفیٰ آباد ریلوے سٹیشن پر پہنچا اور شام کو ڈیرہ دون ایکسپریس میں سوار ہو کر امرتسر کے لئے روانہ ہوا۔ حکیم صاحب نے رات کا کھانا پکوا کر ساتھ دے دیا تھا جو انبالہ چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر کھایا گیا اور بچا ہوا فقرا میں تقسیم کر دیا گیا۔ صبح امرتسر پہنچ کر قادیان کی گاڑی سے جو دوپہر کو قادیان پہنچی قادیان آ گئے اور یہ پہلی شادی تھی جو قادیان سے باہر باقاعدہ بارات لے جا کر پنجاب کی شادیوں کے طریق پر ہوئی۔

مکرم محمد شفیع صاحب

میں جلدی میں اُٹھی ہوئی کدال کو دیکھنا بھول گیا۔

تمام درویشان جلدی جلدی صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر (جو اس وقت صرف ایک نان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر خانہ سے عطا ہوتا تھا) میدانِ عمل میں پہنچ جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک خوبصورت صبح تھی۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا پھر بھی دھوپ کی تمازت سے بے پروا جسموں کو بیخ کر کے گذر رہی تھی اور درویشان ان دونوں سے بے پروا اپنی دھن میں کدالیں لئے مٹی کو جو رات سے پانی دے کر نرم کر لی گئی تھی دیوار کی شکل دینے میں مصروف تھے۔ میں نے کدال کا دوسرا وار اُٹھایا نیچے ایک سر جھُکا ہوا پایا۔ ارے لڑکے کیا تو گردن کٹنے سے نہیں ڈرتا جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھا اور معذرت آمیز رویہ میں گویا ہوا کہ میں جلدی میں اُٹھی ہوئی کدال کو دیکھنا بھول گیا۔ زیر تعمیر دیوار کے حصے مختلف گروپوں میں بانٹ دیئے جاتے تھے۔ اور ہر گروپ اپنے کام جلدی ختم کرنے کی دُھن میں مست و سرشار کام میں جُٹ جاتا تھا۔ میں کدال میں مٹی اکھاڑتا جاتا اور یہ ناٹے سے قد کا مضبوط گٹھیلے جسم والا نوجوان پوری پھرتی سے اُکھڑی ہوئی مٹی کو دیوار تک پہنچانے میں لگا رہا۔

محترم بابا اللہ دتّا صاحب

اپنا جمع شدہ روپیہ جو یکصد ہی تھا اس تحریک میں دے دیا

میں بیس سال کا نوجوان تھا جب قادیان کے وصال کی تمنّا دل میں لئے گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس سے قبل محنت مزدوری کی غرض سے میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ پنجاب آ چکا تھا اور ریل

میں نے دیکھ لی ہوئی تھی۔ میں گھر سے بھاگ کر جموں تک آیا اور یہاں سے ریل میں سوار ہو کر قادیان آنے کے لئے بٹالہ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ بعض اور مسافر بھی قادیان آنے والے ہیں، اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جُھٹ پٹے کے وقت قادیان پہنچا۔ رات مہمان خانہ سے کھانا کھا کر سو رہا۔ صبح اُٹھ کر محترم شیخ عبدالعزیز صاحب کا پتہ کیا۔ آپ سے مل کر ساری کوفت اور پریشانی دُور ہوئی۔ آپ سے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو وفات پائے چھ ماہ کا عرصہ گذرا ہے۔

میں نے یہاں بطور مددگار کارکن صدر انجمن احمدیہ میں ملازمت کر لی۔ میرا تقرر دفتر محاسب میں ہوا تو ان دنوں حضرت محمد اشرف صاحب محاسب تھے ان کی شفقت سے دن اچھے گذرنے لگے۔ آپ نے اپنے مکان کے ایک حصہ میں ہی مجھے رہنے کو جگہ دے دی۔ کفایت شعاری میری طبیعت کا اہم جز تھی۔ میں نے اپنی قلیل تنخواہ میں سے کچھ رقم پس انداز کر لی تھی۔ جب حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے 1918ء میں منارۃ المسیح کی تکمیل کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی اور یہ شرط ساتھ لگائی کہ جو ایک سو روپیہ اس تحریک میں دے گا اس کا نام منارۃ المسیح کے اوپر سنگ مرمر کی تختی میں لکھوایا جائے گا۔ میں نے اپنا جمع شدہ روپیہ جو یکصد ہی تھا اس تحریک میں دے دیا۔ (بابا اللہ دتا صاحب کا نام منارۃ المسیح پر جانب جنوب لگی ہوئی سنگ مرمر کی تختی پر لکھا ہوا موجود ہے۔ عامل)

محترم شیر احمد خان صاحب

نظامِ جماعت سے تعاون آپ کی گھٹی میں پڑا تھا۔

آپ شعارِ اسلامی کے پابند، خوبصورت داڑھی رکھنے والے تھے۔ نظامِ جماعت سے تعاون آپ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ خود بار بار کہا کرتے تھے کہ بھائی جی جو کام بھی آپ چاہیں مجھے بتا دیں میں انشاء اللہ اسے اس رنگ میں انجام دوں گا کہ آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ راتوں کو اکثر جاگتے۔ گویا رات سونے کے لئے نہیں بنی۔ مجھے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب بھی کوئی دوست پہرہ کی ڈیوٹی سے کسی عذر کی بنا پر چھٹی چاہے تو اس کی جگہ مجھے جاگنے کے لئے کہہ کر مطمئن ہو جایا کریں اور واقعی میں نے اُنہیں تجربہ میں ایسا ہی پایا۔

محترم گیانی بشیر احمد صاحب

سب تکالیف کے باوجود بشاشت اور خندہ پیشانی نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

اعصابی بے چینی آپ کو بیس سال سے لاحق تھی۔ آہستہ آہستہ بیماری ترقی کرتی رہی۔ پھر صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ دائیں طرف ہاتھ ٹانگ بلکہ پورے دائیں حصہ جسم میں بے حسی اور کمزوری تھی۔ مگر بائیں حصہ جسم میں رعشہ اور تشنج تھا۔ یہ دونوں بیماریاں ایک دوسرے کی متضاد تھیں۔ اگر رعشہ کا علاج کیا جاتا تو دائیں طرف بے چینی بڑھ جاتی۔ اگر مقوی ادویہ استعمال ہوتیں تو رعشہ بڑھ جاتا۔ ان حالات میں بیماری جسم کی تسخیر کرتی رہی اور اب آخری سالوں میں حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بمشکل پاؤں گھسیٹ کر چلتے۔ آخری چند سالوں سے نہایت مشکل سے دو نوجوانوں کا سہارا لے کر چلتے تھے۔ پھر بھی اس قدر جواں ہمت تھے کہ مساجد میں نمازیں پڑھنے آجایا کرتے تھے۔ سبزی لینے بازار آیا کرتے۔ بعض اوقات رستہ میں گر پڑنے کے قریب ہو جاتے تو کوئی راہ گیر سنبھال لیتا۔ ان سب تکالیف کے باوجود بشاشت اور خندہ پیشانی نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

محترم خواجہ دین محمد صاحب

خواجہ دین محمد صاحب کی کارکردگی نمایاں ہوتی۔

آزادی وطن کا سال بھی عجیب تصرفات الٰہیہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس سال اس قدر تسلسل سے بارشیں ہوئیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک بارش کا پانی ابھی سوکھ نہ پاتا تھا کہ دوسری بارش اہل زمین کے لئے چیلنج بن جاتی تھی۔ درویش ایک جزیرہ نما صورتِ حال سے دو چار تھے۔ بارشوں سے سڑک کے رستہ کی آمد و رفت بند تھی۔ ریل کا سلسلہ اپریل 1947ء میں ٹوٹ چکا تھا۔ ڈاک تار سب ذرائع سے مرکز احمدیت ہندوستان کی تمام جماعتوں بلکہ دُنیا بھر کی جماعتوں سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ درویشوں کو یہاں چھوڑتے وقت کچھ خوراک کا ذخیرہ یہاں چھوڑ دیا تھا۔ علاوہ اوراشیا کے پانچ ہزار بوری گندم بھی تھی۔ یہ گندم بھی ایک متاعِ عزیز تھی۔ پتہ نہیں کب باہر کی جماعتوں سے رابطہ قائم ہو۔ اس کی سنبھال کو اوّلیت دی جاتی۔ بعض اوقات یہ خطرہ لاحق ہوتا کہ گندم جس مقام پر پڑی ہے وہاں بارش سے خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ تمام درویش دن دیکھتے نہ رات اور ہاتھوں ہاتھ اس گندم کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کر دیتے۔ پھر چند روز بعد وہاں کوئی سقم محسوس ہوتا تو دوسری جگہ اور پھر تیسری جگہ۔ اب تو یاد بھی نہیں رہا کہ ہم نے اس گندم کے اسٹاک کو کتنی جگہ ڈھو کر رکھا ہوگا! اتنا ضرور یاد ہے کہ جب گندم ڈھونے کا کام شروع ہوتا تو خواجہ دین محمد صاحب کی کارکردگی نمایاں ہوتی۔ آپ گندم کی بوری جو ڈھائی من وزنی ہوتی کندھے پر اُٹھائے یوں بھاگتے چلے جاتے جیسے روئی یا بھوسے کی بوری اُٹھا رکھی ہو اور جہاں رکھنی ہوتی کندھے کے ایک اشارے سے یوں شانِ بے نیازی سے اس کو ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیتے کہ وہ خود بخود مقام مقصود پر جا کر گرتی۔ بوری اُٹھائے ہوئے وہ بوری کو ہاتھ سے پکڑنے کی بھی چنداں ضرورت نہ سمجھتے آپ کے جسم کا کچھ ایسا ہی توازن بنا ہوا تھا۔

محترم عبدالاحد خان صاحب

مسیح موعود کا غلامِ در چاہئے

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے ڈلہوزی میں قیام کے وقت پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گرمیوں کے موسم میں ابا جان چند ماہ کے لئے کسی پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے۔ پہاڑ پر جانے کا مقصد کوئی سیر و تفریح نہ تھی بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ شدید گرمی میں اتنا کام نہ کر سکتے تھے جو کرنا چاہتے تھے۔ ابا جان خاندان کے چند افراد اور عملہ کے ہمراہ ڈلہوزی پہاڑ پر مقیم تھے کہ انگلستان سے ایک انگریز کے قبولِ اسلام کی اطلاع بذریعہ تار ملی۔ آپ کو اس اطلاع سے بے حد خوشی پہنچی۔ آپ نے باہر کہلا بھجوایا کہ اس خوشی میں کل ''دیان کنڈ'' (ڈلہوزی سے چند میل کے فاصلہ پر ایک خوبصورت پہاڑی تھی) پکنک کے لئے چلیں گے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ آج اس خوشی میں جملہ دوست کچھ اشعار کہیں اور یہ انعامی مقابلہ ہوگا۔ جس کے اشعار اوّل قرار دیئے گئے ان کو میں دس روپئے انعام دونگا۔ فیصلہ کیلئے جج مقرر فرمائے۔ جن میں آپ خود، عبدالرحیم درد صاحب پرائیویٹ سیکریٹری اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب مقرر کئے۔ لیکن ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ انعام کے لئے مجھے زیر غور نہ لایا جائے گا۔ غرض سب نے بشمول ابا جان فی البدیہہ اپنی اپنی نظم یا رباعی سنانا شروع کی۔ قافلہ کے افراد میں آپ کے ایک پہریدار عبدالاحد خان صاحب بھی تھے۔ یہ دوست چھوٹی عمر میں افغانستان سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ باوجود لمبا عرصہ قادیان میں قیام کے ان کو اردو بولنی بھی ٹھیک طرح نہ آتی تھی۔ حتیٰ کہ مذکر اور مؤنث کا فرق بھی نہ سمجھ پاتے۔ (مثلاً نماز جمعہ کے بعد بعض اوقات جنازہ غائب کا اعلان جب آپ کرتے تو کہتے ''اب جنازہ کھڑا ہوتی ہے'') جب ابا جان نے ان کو کہا عبدالاحد خان اب آپ کی باری ہے۔ عبدالاحد خان کو جب بھی ابا جان مخاطب کرتے آپ ''قربانت شوم'' کہہ کر جواب دیتے تو یہی کہہ کر انہوں نے معذرت کی کہ میں تو اس قابل نہیں مجھے مستثنیٰ کیا جائے۔ ابّا جان نے کہا کہ آج کوئی استثنا نہیں ہوگا۔ آپ کو بھی چند اشعار بنا کر سنانا ہونگے۔ انہیں دنوں ضلع گورداسپور کے انگریز ڈپٹی کمشنر جو نئے تعینات ہو کر آئے تھے اور قادیان ابا جان سے ملنے بھی آئے تھے۔ (قادیان کے زمانہ میں جب بھی کوئی ڈپٹی کمشنر تبدیل ہوتا اور دوسرا آتا تو لازماً قادیان ابا جان کو ملنے آتا) ان کا قد چھوٹا تھا اور جسم بھاری۔ عبدالاحد خان صاحب جو ابّا جان کے پہریداروں میں شامل تھے اس لئے انہوں نے بھی اُن کو دیکھا ہوا تھا۔ ابا جان کے مجبور کرنے پر عبدالاحد خان صاحب نے جو اشعار بنا کر سنائے۔ درج ذیل ہیں:-

ڈپٹی کمشنر قدآور چاہیئے
مسیح موعود کا غلامِ در چاہیئے
کس نے پہنایا ہے اسکو کوٹ پتلون
اسکو تو پالانِ خَر چاہیئے

اب ججوں نے اپنا فیصلہ سنایا کہ عبدالاحد خان صاحب اوّل آئے ہیں اور انعام کے مستحق۔ یہ واقعہ لکھنے سے میری غرض اس امر کا اظہار ہے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے والوں میں سے ایک فرد کی ایزادی بھی آپ کے لئے بے انتہا خوشی و مسرّت کا موجب ہوتی تھی۔'' (بحوالہ یادوں کے دریچے)

محترم عبید الرحمٰن فانی صاحب

آپ نے قرآن مجید کی عمدہ طریق پر تلاوت شروع کردی۔

محترم عبید الرحمٰن فانی صاحب سلسلہ کے جیّد عالم اور کامیاب مبلغ تھے۔ آپ کے ذریعہ بنگال میں کئی افراد کو احمدیت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کا خدا تعالیٰ سے عشق و محبت کا ایک جداگانہ رنگ تھا۔ آپ بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ جس میں بہادری اور حوصلہ کا وصف نمایاں تھا۔ آپ کے بارہ میں ایک واقعہ خاکسار ایڈیٹر بدر کو محترم سلطان احمد ظفر صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین قادیان نے بتایا۔ یہ واقعہ آپ کو محترم عبد المطلب صاحب درویش نے بتایا تھا۔ جو کہ خود محترم عبید الرحمٰن فانی صاحب کے ساتھ اس واقعہ میں شریک تھے۔

میدانِ تبلیغ میں ایک بار محترم عبید الرحمٰن صاحب، محترم عبد المطلب صاحب درویش کے پاس آئے اور بتایا کہ میں نے عربی زبان میں مخالف مولوی سے مباحثہ قبول کر لیا ہے۔ آپ کل تیار رہیں۔ ہم نے مباحثہ میں جانا ہے۔ محترم عبد المطلب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ تو زیادہ عربی نہیں جانتے پھر عربی زبان میں مباحثہ کیسے ہوگا؟ اس پر محترم عبید الرحمٰن صاحب فانی نے کہا کہ فکر نہ کریں بس کل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگلے روز دونوں درویشان مباحثہ میں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ ایک جمّ غفیر ہے اور سامنے مخالف مولوی رعب ڈالنے کے لئے کتب کا انبار اور لباسِ فاخرہ پہن کر بیٹھا ہے۔ مباحثہ شروع ہوا۔ مخالف مولوی نے عربی زبان میں چند منٹ تقریر کی۔ جواباً جب مولوی عبید الرحمٰن صاحب کی باری آئی تو آپ نے تشہّد تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد قرآن کریم کی جملہ آیات جو آپ کو حفظ تھیں عمدگی کے ساتھ تلاوت کرنا شروع کر دیں۔ چند منٹ بعد غیر احمدی مولوی بزبان بنگلہ لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ تو کوئی عربی تقریر نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی آیات پڑھی جا رہی ہیں۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے بزبان بنگلہ لوگوں کو کہا کہ جب انہوں نے تقریر کی تھی میں درمیان میں نہیں بولا۔ اب یہ میری عربی تقریر کے درمیان میں بول رہے ہیں۔ اس پر دوبارہ آپ نے آیات پڑھنی شروع کر دیں۔ مخالف مولوی کے دوبارہ احتجاج کرنے پر آخر معاملہ یہ طے پایا کہ بزبان بنگلہ گفتگو ہو تا کہ عوام بھی سمجھ سکیں۔ اس مباحثہ میں مخالف مولوی کو شکستِ فاش ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور

آپ بہت خوش نصیب ہیں، جانتی ہیں آپ کا مقام کیا ہے؟

(مکرم و محترم قیام الدین صاحب برق مبلغ سلسلہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کے دورۂ اُڑیسہ کے وقت پیش آنے والے ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

لگ بھگ ڈھائی تین سال قبل ایک روحانی پروگرام کے مطابق حضرت میاں صاحب نے صوبہ اُڑیسہ کا ایک تبلیغی، تربیتی دورہ فرمایا ان دنوں خاکسار کی والدہ ماجدہ سونگڑہ اُڑیسہ میں بیمار اور فریش تھیں، انہیں ایّام میں حضرت میاں صاحب کا قافلہ دورہ کے مطابق ''سونگڑہ'' کی جماعت میں بھی وارد ہوا۔ ضابطہ کی روشنی میں نہایت سختی سے جماعتی انتظامیہ نے یہ طے کیا تھا کہ کوئی بھی احمدی دوست نجی طور پر حضرت میاں صاحب کو اپنے گھر لے جانے پر مُصِر نہ ہو بلکہ کوشش ہی نہ کرے جس سے سُونگڑہ میں میرے بڑے بھائی سیّد انوار الدین صاحب ایم اے کافی فکرمند رہے کہ کس ترکیب سے حضرت میاں صاحب کے مقدّس وجود کو اپنے گھر والدہ محترمہ کے لئے بغرض دُعا بلائیں، خوب غور و خوض کرنے کے بعد تدبیر یہ نکالی کہ بھائی صاحب نے ایک رقعہ لکھ کر حضرت میاں صاحب سے ملاقات کے دوران خاموشی سے وہ رُقعہ آپ کو پکڑا دیا جس میں والدہ محترمہ کی بیماری اور شدّت علالت کا ذکر تھا۔ بس اس رُقعہ کا حضرت صاحبزادہ صاحب کا دیکھنا، اور پڑھنا ہی تھا کہ تمام حقیقت حال سے آگاہی ہوگئی اور انتظامیہ کو حضرت میاں صاحب نے خود مخاطب کیا کہ :-''یہ انوار الدین صاحب کی والدہ تو دو واقفِ زندگی کی والدہ ہیں، بہت زیادہ بیمار ہیں اُن کی عیادت میں جانے میں کوئی حرج نہیں''......اس اعلان کے بعد انتظامیہ نے اجازت دے دی اور حضرت میاں صاحب باقاعدہ عہدیداران جماعت اور حفاظتی قافلہ کے ساتھ میری والدہ ماجدہ کے جائے قیام تک تشریف لائے۔ پھر نہایت درجہ ہمدردی اور شفقت سے لبریز کلمات سے والدہ محترمہ کی بیمار پُرسی کی اور بیمار والدہ کو ہمّت حوصلہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

''کہ آپ بہت خوش نصیب ہیں، جانتی ہیں آپ کا مقام کیا ہے؟ آپ ایک صحابی کی بہو ہیں، تو ایک مبلّغ کی بیوی ہیں، تو دو واقفِ زندگی کی والدہ ہیں''۔

محترم برکات احمد راجیکی صاحب و محترم ملک صلاح الدین صاحب

قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو

۱۹۴۹ء میں قادیان کے درویشوں کو موقع ملا کہ وہ قادیان میں محصوریت کی زندگی سے نکل کر بٹالہ، گورداسپور، جالندھر، امرتسر وغیرہ شہروں میں جانے لگے۔ اُن دنوں مسلمانوں کا وجود اس قدر اچنبھا اور نادر تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر جوق در جوق اُن کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور ان شہروں میں اکثر اوقات ایسا نظارہ سامنے آتا کہ آگے آگے چند درویش صفت احمدی جا رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ارد گرد ہندوؤں اور سکھوں کا جم غفیر جلوس کی شکل میں چل رہا ہے۔ اُن ایام میں کئی دفعہ ایسا بھی موقعہ آیا کہ ارد گرد اکٹھے ہونے والے لوگوں میں سے بعض سب و شتم سے کام لیتے، بعض متحیّرانہ نگاہوں سے دیکھتے، بعض مسلمانوں کے نادر الوجود ہونے کی وجہ سے ان سے محبت اور ملائمت سے پیش آتے۔

اِس ضمن میں یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ ایک دفعہ دو درویش یعنی مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ رات نو بجے کے قریب جالندھر کے ایک چھوٹے بازار سے گزر رہے تھے۔ بعض بچوں نے جو وہاں پر کھیل رہے تھے انہیں اسلامی لباس اور شکل میں دیکھ کر بعض ناپسندیدہ نعرے لگائے۔ گو انہیں ان نعروں کے سُننے سے تکلیف ہوئی لیکن وہ بغیر جواب دینے کے آگے کی طرف بڑھتے گئے۔ ابھی دس پندرہ قدم کا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک بڑے بازار کا چوک سامنے آ گیا اور ان کا ایک معمر سکھ سردار بھولا سنگھ صاحب سے سامنا ہوا۔ اُس بزرگ سکھ نے انہیں دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا کہ کیا آپ قادیان کے احمدی بھائی ہیں؟ اثبات میں جواب سُن کر انہوں نے بلند آواز سے تین دفعہ کہا ''قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' ''قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' ''قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' یہ آواز سُنکر اور ہمارے درویش بھائیوں کو دیکھ کر اُس چوک میں بڑا اجتماع ہو گیا جس کو دیکھ کر سردار صاحب موصوف اور بھی جوش میں آگئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر اونچی آواز سے کہنے لگے کہ میں احمدیہ جماعت کی یونہی فرضی تعریف نہیں کرتا بلکہ اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں میں قلعہ گوجر سنگھ لاہور کا رہنے والا ہوں۔ میرے پڑوس میں کئی احمدی احباب رہتے تھے۔ (جن میں سے محترم میاں محمد شریف صاحب E.A.C کا نام مجھے ابھی تک یاد ہے) اس کے علاوہ بھی بہت سے احمدی معززین کے ساتھ میرے ذاتی تعلقات رہے ہیں۔ میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جو اخلاق اور روحانیت احمدیہ جماعت میں پائی جاتی ہے اُس کا نمونہ نہ سکھوں میں ہے، نہ ہندوؤں میں ہے، نہ عیسائیوں میں ہے، اور نہ کسی اور قوم میں ہے۔ وہ اسی طرح احمدیہ جماعت کی تعریف تقریباً آٹھ دس منٹ کرتے رہے اور جب ہمارے دوست اُن سے رخصت ہونے لگے تو اُنہوں نے اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ ''آپ لوگ بہشت میں رہتے ہیں۔''

آگ کو بریک لگ گئی

وہاں سے روانہ ہو کر جب یہ دونوں درویش بھائی ریلوے سٹیشن جالندھر پر آئے (کیونکہ ان کا دھلی جانے کا پروگرام تھا) اور گاڑی میں انٹر کلاس کے ڈبہ میں داخل ہوئے تو سامنے کی سیٹ پر ایک ہندو دوست نے انہیں مخاطب ہو کر کہا کہ ''آؤ قادیان کے احمدی بھائیو میرے پاس بیٹھو۔'' جب وہ انکے پاس بیٹھ گئے تو وہ صاحب سب ہمسفروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں نے احمدی لوگوں کو خاص طور پر اپنے پاس بٹھایا ہے کہ اس جماعت کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میں اس وقت لاکھ پتی ہوں اور کامیابی کے ساتھ اپنا رنگ سازی کا کاروبار چلا رہا ہوں۔ میرے مکانات اور دُکانیں اور رنگ سازی کے کارخانے کرموں ڈیوڑھی امرتسر میں ہیں میری دو دکانوں میں ایک نیک اور پاکباز احمدی مستری غلام نبی صاحب مِس گر کرائے دار تھے۔ بعض مسلمان اُن کی مخالفت کرتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ اس مرزائی کو دکان سے نکال دیں۔ میں اُن کو جواباً یہ کہتا تھا کہ مستری صاحب ایک نیک اور بزرگ آدمی ہیں اور یہ باقاعدہ کرایہ ادا کرتے ہیں میں کس قصور پر ان کو دکان سے نکال دوں، میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ مسلمان معززین کا ایک وفد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مستری صاحب کے مسگری کے کام کی وجہ سے اُن کی باجماعت نماز میں جو قریب کی مسجد میں ہوتی ہے خلل آتا ہے۔ میں نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ مسجد کافی دور فاصلہ پر ہے اور مستری صاحب کے تانبا کے برتن بنانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مسجد تک نہیں پہنچتی۔ تاہم میں نے مستری صاحب کو بتایا کہ اس طرح ایک

وفد نے اُن کے متعلق یہ اعتراض کیا ہے۔ مستری صاحب ایک نہایت نیک اور سلیم الطبع انسان تھے وہ کہنے لگے کہ جہاں تک ان معززین کے اعتراض کا سوال ہے بالکل غلط ہے، ان کی نماز میں میرے برتن سازی کے کام کی وجہ سے کوئی خلل نہیں آتا تاہم میں انکی دلجوئی کی خاطر یہ کرسکتا ہوں کہ جب اذان شروع ہو تو میں اپنا کام بند کر دیا کروں گا اور نماز ختم ہونے کے بعد کام شروع کیا کروں گا۔ میں مستری صاحب کی اس معاملت اور تعاون کی روح سے بہت متاثر ہوا اور میں نے کہا خواہ کچھ بھی ہو میں آپ کو اپنی دکان سے نہیں نکالوں گا۔ جب ۴۷ء میں امرتسر میں آتش زنی کی وارداتیں کثرت سے شروع ہوئیں تو ایک دن اُن دکانوں سے جن میں مستری صاحب کرایہ دار تھے ملحقہ تین منزلہ مکان آتش زدگی کے نتیجہ میں دھڑام سے نیچے گرا اور اُس کے جلتے ہوئے شہتیر اور کڑیاں دکانوں کے دروازوں کے ساتھ ٹکرانے لگیں۔ آگ اس قدر وسعت اختیار کر چکی تھی کہ کوئی شخص دروازوں کے نزدیک نہ آسکتا تھا۔ ہم لوگ دور سے آتشزنی کا یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور میں اس بات سے خوفزدہ اور پریشان تھا کہ ان شہتیروں اور کڑیوں سے اب دکانوں کے دروازوں میں آگ لگے گی۔ اور دکانوں کے جلنے کے بعد ان کے ساتھ ملحقہ کمرہ میں جو رنگ سازی کا بھڑکیلا سامان (Explosure Material) رکھا ہوا ہے وہ آگ میں جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ پرماتما کی عجیب قدرت تھی کہ مستری صاحب کی نیکی اور عبادت گزاری کی برکت سے آگ کو بریک لگ گئی اور وہ ان دکانوں کو جلا نہ سکی اور آج میں اس نیک احمدی کی بدولت لاکھوں کا کاروبار چلا رہا ہوں۔ ان حالات میں میں احمدیہ جماعت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

آپ لوگ علی الاعلان نماز باجماعت ادا کرتے ہیں

۱۹۵۰ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ ابھی مشرقی پنجاب کی فضا پورے طور پر معمول پر نہیں آئی تھی اور درویش حضرات قادیان سے باہر دوسرے شہروں میں اکٹھے ہو کر سفر کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب بعض دوست جن میں شیخ عبد الحمید صاحب عاجز، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی، اور فضل الٰہی خان صاحب وغیرہ شامل تھے کسی کام کے لئے امرتسر گئے اور وہاں پر ریلوے سٹیشن کے سیکنڈ کلاس ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے اُس وقت ان کے علاوہ پانچ سات ہندو سکھ معززین بھی ویٹنگ روم میں بیٹھے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا اور ہمارے درویش بھائیوں نے نیچے کپڑا اچھا کر باجماعت نماز ادا کی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک فوجی افسر جو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم قادیان کے احمدی مسلمان ہیں یہاں پر نجی ضرورت کے لئے آئے تھے اور اب گاڑی پر واپس جائیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ جب آپ لوگ ویٹنگ روم میں داخل ہوئے تھے تو آپ کے لباس اور شکل وصورت سے میں نے یہی سمجھا کہ آپ مسلمان ہیں لیکن مجھے آپ سے کہنے کی جرأت نہ ہوئی میں خود بھی مسلمان ہوں میرا اصل وطن مدراس ہے اور ریاست کشمیر میں فوجی ڈیوٹی پر متعین ہوں لیکن میرا یہ حال ہے کہ جب میں مشرقی پنجاب سے گزرتا ہوں تو یہاں کے غیر معمولی حالات اور مسلمانوں سے اس علاقہ کے یکسر خالی ہونے سے میں کبھی اپنا نام بھی کسی کو نہیں بتاتا لیکن آپ لوگ یہاں سب کے سامنے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی میں کچھ خوف محسوس نہیں کرتے بلکہ احباب نے کہا کہ ہم یہاں امرتسر میں ہی نہیں بلکہ پلیٹ فارم پر اور ویٹنگ روم میں یا ٹرین میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور ہمیں خوف محسوس نہیں ہوتا حقیقی بات یہ ہے کہ جہاں تک جرأت اور بہادری کا سوال ہے آپ بوجہ فوجی افسر ہونے کے ہم سے زیادہ جری ہیں لیکن جہاں تک زندہ ایمان کا تعلق ہے وہ نعمت آپ کو حاصل نہیں ہوئی۔ لہذا آپ اپنے نام کو چھپاتے ہیں۔ پھر درویش بھائیوں نے ان کو جماعت کا لٹریچر دیا اور قادیان کے متعلق زیادہ حالات بھی سُنائے جسے سُن کر وہ بہت محظوظ ہوئے۔

سردار صاحب ہم پہلے ہی بہشت میں رہتے ہیں:

ابتدائی زمانۂ درویشی کی بات ہے ہمارے چند درویش بھائی جن میں مولوی برکات احمد صاحب راجیکی، شیخ عبد الحمید صاحب عاجز، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور فضل الٰہی خان صاحب وغیرہ شامل تھے قادیان سے گاڑی میں سوار ہو کر بٹالہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ مقامی انچارج پولیس بطور اسکورٹ (Escort) کے تھا۔ انٹر کلاس کے ڈبہ میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور جماعت کے متعلق تبلیغی باتیں ہو رہی تھیں۔ جب وہ بٹالہ سٹیشن پر اُترے تو اُن کا ایک ہم سفر معزز سکھ آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے یہ تبلیغی باتیں یہیں کی ہیں اگر لدھیانہ کی طرف آؤ تو ایک سیکنڈ میں تمہیں بہشت میں داخل کر دوں (اس کا مطلب یہ تھا کہ گولی مار کر ہلاک کر دوں) ہمارے دوستوں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا 'سردار' صاحب ہم پہلے ہی بہشت میں رہتے ہیں اور آپ کو ہمیں بہشت میں داخل کرنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ یہ سُن کر اُس نے اپنا فقرہ دہرایا کہ میں ذمہ دار آدمی ہوں اور ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ اگر تم لوگ لدھیانہ کی طرف آؤ تو میں ایک سیکنڈ میں تم کو بہشت میں داخل کر دوں ہمارے احباب نے بھی اپنا جواب دُہرایا یہ بات اُس وقت تو رفع دفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلۂ حقہ کے نام لیواؤں کے لئے اُس سکھ 'سردار' کی اس تعلّی اور تکبّر کا انتقام لینے کا فیصلہ فرمایا اور وہ اس طرح کہ لدھیانہ کے گورنمنٹ کالج کی طرف سے والی بال کے ٹورنامنٹ کا انتظام کیا گیا۔ منتظمین کو کسی نے بتایا کہ قادیان کے احمدی مسلمانوں کی والی بال کی ایک ٹیم ہے وہ اگر لدھیانہ میں آئے تو لوگوں کا اشتیاق اور دلچسپی اور بھی بڑھ جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے احمدیہ جماعت کے نام اپنا دعوت نامہ جاری کر دیا۔ درویشوں کی والی بال کی ٹیم معمولی قسم کی تھی چند نوجوان صرف ورزش کی خاطر تھوڑا بہت کھیل لیا کرتے تھے۔ جب یہ دعوت نامہ موصول ہوا تو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے والی بال کے کھلاڑیوں کو لے کر لدھیانہ پہنچ گئے۔ باوجود پریکٹس کی کمی کے درویش بھائیوں کی ٹیم بفضلہٖ تعالیٰ دو میچ جیت گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت شہرت وعزت دی۔ میچ کے بعد ہمارے احباب دار البیعت دیکھنے کے لئے گئے اور وہاں جا کر دعا کی اور نماز ادا کی۔ لدھیانہ کے لوگ ان احمدی مسلمانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ شخص جس نے ہمارے دوستوں کو بٹالہ میں چیلنج دیا تھا جو گورنمنٹ کالج لدھیانہ کا پروفیسر تھا وہ وہاں کہیں نظر نہ آیا۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔

آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ کی خدمت اور راہنمائی میرا فرض تھا

1951ء کی بات ہے کہ ہمارے چند درویش امرتسر گئے۔ جب وہ ہال بازار سے گزر رہے تھے تو ایک چھوٹے قد کا شخص ان سے ملاقی ہوا (وہ ایک سکول میں ڈرائنگ ماسٹر تھا) اور اُس نے وفورِ محبت سے سب سے معانقہ کیا اور انہیں اپنے گھر لے گیا۔ وہاں جا کر اُس نے کہا کہ میں احمدیہ جماعت کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوں تقسیم ملک سے کئی سال پہلے میں شام کی گاڑی سے قادیان پہنچا۔ مجھے ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب موگا کے گھر جانا تھا، مجھے ان کے گھر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ رات اندھیری اور آسمان ابر آلود تھا۔ جب میں پلیٹ فارم سے باہر آیا تو میرے سامنے دس گیارہ سال کا ایک احمدی بچہ کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب موگا کو ملنا ہے کیا تم بتا سکتے ہو کہ اُن کا مکان کس محلہ میں ہے؟ اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا مکان محلہ دار الشکر میں ہے لیکن اس اندھیری رات میں آپ کا اس محلہ میں پہنچنا اور مکان کو تلاش کرنا بہت مشکل ہے میں خود آپ کے ساتھ جا کر ان کے مکان تک پہنچا آتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے میرا بیگ اٹھا لیا اور مجھے ڈاکٹر صاحب کے مکان تک لے آیا۔ میں نے اس کی بے لوث خدمت کے پیش نظر کچھ نقدی دینی چاہی لیکن اس بچہ نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ کی خدمت اور راہنمائی میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے، اجرت کا سوال نہیں۔

انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ واقعہ ساری عمر نہیں بھول سکتا اور جو اثر احمدیہ جماعت کے اخلاق کا مجھ پر ہوا ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب نے مٹھائی اور لیمونیڈ سے ہمارے احباب کی تواضع کی اور بس سٹینڈ تک اُن کے ساتھ آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب ہمارے کچھ دوست امرتسر گئے تو اُن کے خلوص کی وجہ سے ان کی رہائش گاہ پر بھی گئے۔ اُس وقت اُن کی جسمانی حالت اچھی نہ تھی لیکن پھر بھی وہ دوپہر کی گرمی میں ہمارے دوستوں کی تواضع کے انتظام کے واسطے بازار تک گئے۔ جب درویش بھائی واپس جانے لگے تو وہ اس بچے کا واقعہ دُہراتے ہوئے ان کے ہمراہ بس سٹینڈ تک گئے۔ دوستوں نے ان کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ان کو بار بار کہا کہ وہ ساتھ نہ جائیں لیکن انہوں نے کہا کہ جب احمدیہ جماعت کا ایک بچہ مجھے منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے آیا تھا تو میرا بھی فرض ہے کہ میں آپ کو بس کے اڈے تک الوداع کہوں بعد ازاں جب بھی دوستوں کی اُن سے ملاقات ہوتی وہ تکلیف اٹھا کر بھی سٹیشن یا بس سٹینڈ تک ہمارے دوستوں کو الوداع کرتے تھے۔

(بحوالہ رسالہ الفرقان ''درویشان قادیان نمبر'' 1963ء)

☆☆☆
☆☆
☆

درویشوں کی قابلِ رشک زندگی پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی چشم دید شہادت

(ادارہ)

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور ممتاز اور بلند پایہ صحابہ میں سے تھے۔ آپ قادیان سے ہجرت کرکے پاکستان چلے گئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو دارالامان میں پھر سے ۱۲؍ہجرت مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء کو آنے کا موقعہ عطا فرمایا اور آپ مستقل طور پر قادیان میں ہی رہ گئے۔ آپ نے درویشوں کا جذبہ خدمت، قربانی کے بے مثال نمونے اور امورِ روحانی میں شوقِ عظیم کو دیکھا اور ۲۱؍ہجرت مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء کو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط تحریر فرمایا جس میں درویشانِ قادیان کے کوائف درج کئے وہ اس جگہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے لکھا:

"قادیان پہنچے بیس روز ہوئے ہیں۔ پہلا ہفتہ تو قریباً آٹھ ماہی جدائی کی حسرت و حرمان کی تلافی کی کوشش میں گزر گیا۔ اور ماحول کی طرف نظر اٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ دوسرے ہفتہ کچھ حواس درست ہوئے تو دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں کہ ایک نئی زمین اور نئے آسمان کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک تغیّر ہے عظیم، اور ایک تبدیلی ہے پاک، جو یہاں کے ہر درویش میں نظر آتی ہے۔ چہرے ان کے چمکتے۔ آنکھیں ان کی روشن حوصلے اُن کے بلند پائے۔ نمازوں میں حاضری سو فیصدی، نمازیں نہ صرف رسمی بلکہ خشوع خضوع سے پُر دیکھنے میں آئیں رقّت و سوز یکسوئی و ابتہال محسوس ہوا۔ مسجد مبارک دیکھی تو پُر مسجد اقصیٰ دیکھی تو بارونق مقبرہ بہشتی کی نئی مسجد جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے۔ وہاں گیا تو ذاکرین و عابدین سے بھرپور پائی۔ ناصر آباد کی مسجد ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے آباد ہے اذان و اقامت برابر پنجوقتہ جاری........... مساجد کی یہ آبادی اور رونق دیکھ کر الٰہی بشارت کی یاد سے دِل سرور سے بھر گیا۔ اور اُمید کی روشنی دکھائی دیتی ہے........... نہ صرف یہی کہ فرائض کی پابندی ہے۔ بلکہ نوافل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی کثرت۔ ہجوم اور انہماک پایا۔ مقامات مقدسہ کے کونہ کونہ کے علم پانے کا عموماً ان نوجوانوں کو حریص دیکھا۔ اور پھر عامل بھی۔ حتیٰ کہ حالت یہ ہے کہ اس تین ہفتہ کے عرصہ میں میں نے بارہا کوشش کی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت الدعا میں کوئی لمحہ تنہائی کا مجھے بھی مل سکے۔ مگر ابھی تک یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ جب بھی گیا نہ صرف یہ کہ وہ خالی نہ تھا بلکہ تین تین چار چار نوجوانوں کو وہاں کھڑے اور رکوع و سجود میں روتے اور گڑگڑاتے پایا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ متصلہ دالان اور بیت الفکر تک کو اکثر بھرپور اور معمور پایا۔

تہجد کی نماز چاروں مساجد میں برابر باقاعدگی اور شرائط کے ساتھ باجماعت ادا ہوتی ہے۔ اور بعض درویش اپنی جگہ پر بعض اپنی ڈیوٹی کے مقام پر ادا کرتے ہیں۔ کھڑے کھڑے چلتے پھرتے بھی ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے نرم اور تر ہوتی دیکھی اور سُنی جاتی ہیں۔ اور میں یہ عرض کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ نمازوں میں حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے سو فیصدی ہے۔ درس تدریس اور تعلیم و تعلّم کا سلسلہ دیکھکر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ہر مسجد میں ہر نماز کے بعد کوئی نہ کوئی درس ضرور ہوتا ہے۔ اور اس طرح قرآن، حدیث اور سلسلہ کے لٹریچر کی ترویج کا ایک ایسا سلسلہ جاری ہے جس کی بنیاد صحیح اور نیک نیت پر شوق اور لذت کے ساتھ اُٹھائی جارہی ہے۔ عام علوم کے درس ان کے علاوہ ہیں۔ اور روزانہ وقارِ عمل تعمیر و مرمت، صفائی ولپائی مکانات، مساجد اور مقابر راستے اور کوچہ بلکہ نالیاں تک۔ اس کے علاوہ خدمت خلق بڑی بشاشت اور خندہ پیشانی سے کی جاتی ہے۔ جس میں ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو کرنے میں تکلیف، ہتک یا کبیدگی کی بجائے بشاشت و لذّت محسوس کی جاتی ہے۔ گیہوں کی بوریاں آٹے کے بھاری تھیلے اور سامان کے بھاری صندوق، بکس اور گٹھے یہ سفید پوش خوش وضع اور شکیلے نوجوان جس بے تکلفی سے ادھر سے اُدھر گلی کوچوں میں جہاں اپنے اور پرائے مرد اور عورت اور بچے ان کو دیکھتے ہیں لئے پھرتے ہیں۔ قابل تحسین و صد آفرین ہے اور ان چیزوں کا میرے دل پر اتنا گہرا اثر ہے جو بیان سے بھی باہر ہے۔

یہ انقلاب، تغیّر اور پاک تبدیلی دیکھ کر میرے آقا بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ اَند
زیر اَں گنج کرم بنہادہ اَند

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدمت خلق کے سلسلہ میں ہمارا ہسپتال جو خدمات بجالا رہا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے بلا تمیز و تفریق مذہب و ملت عورت مرد اور بچے بیشمار روزانہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور عزیز مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب جوان دنوں انچارج اور چند نوجوان ان کی زیر قیادت ان خدمات پر مامور ہیں۔ نہایت توجہ، ہمدردی اور محبت، نرمی سے مفوّضہ خدمات بجالا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں رجوع خلق میں روز افزوں ترقی و اضافہ نظر آتا ہے۔ اور اب ڈاکٹر عطر الدین صاحب کے آجانے پر ایک وٹرنری ہسپتال بھی جاری کر دیا گیا ہے۔

مقبرہ بہشتی کی ہر قبر بلکہ ہر قبر کے ایک ایک کونہ اور گوشہ میں روشوں اور نالیوں اور پودوں اور درختوں کی جو خدمت اس محصور خلق خدا نے کر دکھائی ہے........... قابل رشک ہے۔ جس کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ اور مرحبا اور صد آفرین کی صدا از خود دل کی گہرائیوں سے بلند ہونے لگی۔ مقبرہ کے گرد چار دیواری جس محنت اور جانفشانی سے ان ہونہاروں نے تیار کی وہ بے مثال ہے۔ جنوبی جانب، جنوب مشرقی اور جنوب مغربی دونوں کونوں میں دو کوارٹر دو دو منزلہ بغرض رہائش محافظین بنا کر نہایت ہوشیاری و عقلمندی اور محبت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کوارٹروں میں پانچ پانچ نوجوان دن رات رہتے ہیں۔ اسی طرح مزار سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دیواری کے شمال مشرقی کونہ پر بھی ایک دو منزلہ کوارٹر بنایا گیا ہے۔ اور ایک کوٹھڑی جو پہلے سے جنوب مغربی کونہ چار دیواری کے باہر تھی اس کو بھی بغرض حفاظت دو منزلہ بنا دیا گیا ہے۔ اور آج کل تیس نوجوان صرف مقبرہ بہشتی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جو وقارِ عمل کے وقت دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرتے ہیں۔

الغرض...... یہ تو ہے ایک مختصر سا خاکہ۔

سب کچھ کھو کر بھی...... اگر خدا مل جائے اس کی رضا حاصل ہو جائے اور حضور کے زیر قیادت و ہدایت یہ راہیں ہمارے لئے آسان ہوتی جائیں اور صبر و استقلال سے تحصیل علوم دینیہ، عبادت و ذکر الٰہی، خدمت خلق اور روحانی ترقیات کے سامان میسر رہیں۔ نیّتیں نیک اور اعمال ہمارے صالح ہوں تو عجب نہیں کہ وہ مقام عالی حضور کے غلاموں کو اس محاصرہ کی حالت اور مشکلات کے دور میں میسر آجائے تو یہ سودا بہت سستا اور مُفید ہے۔

آقا! ہماری جس تبدیلی کے لئے حضور ہمیشہ تحریکیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ اور رات اور دن حضور کے اسی کوشش اور فکر میں گزرتے چلے آئے ہیں۔ کیا عجب کہ وہ اس قیامت ہی سے وابستہ ہوں۔ اور قضاء و قدر کا قانون خاص ہی حضور کے ان مقاصد کی توفیق جماعت کو عطا فرما دے اور پاک تبدیلی اسی قانون پر منحصر ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ دُنیا تو گئی اگر خدا مل جائے تو پھر کوئی خسارہ ہے نہ گھاٹا۔

نوجوانوں کی کایا پلٹ ہوگئی ہے یا کم از کم ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس حرکت میں برکت ہو۔ اور اس قدم کے اُٹھانے میں اللہ تعالیٰ دوڑ کر ہماری طرف آئے۔ دستگیری فرمائے اور اٹھا کر زمینی سے آسمانی بنا دے۔

میرے آقا قصہ کوتاہ یہ وقت ایک خاص وقت ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ مصلحت الٰہی اور منشاء ایزدی نے اس انقلاب کے ساتھ جماعت میں اس پاک تبدیلی کو وابستہ کر رکھا ہے جو حضور ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہ وقت ہے جس میں خدا کا قرب پانے کے مواقع میسر ہیں۔"

(الفضل ۸؍ ماہ احسان/ جون ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء صفحہ: ۴-۵، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد گیارہ صفحہ: ۳۹۰ تا ۳۹۳)

☆☆☆

درویشانِ قادیان اور قادیان کے متعلق غیروں کے تاثرات

(مکرم برہان احمد ظفر صاحب۔ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن ووقفِ عارضی، قادیان)

درویشی دور کا آغاز 16 نومبر 1947ء سے ہوتا ہے جبکہ 313 مرد افراد کو چھوڑ کر ساکنان قادیان کا آخری قافلہ قادیان سے روانہ ہوا۔تقسیم ملک کے دوران پنجاب نے جو دکھ اور درد سہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں نفرت کی آگ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔افراتفری کا عالم تھا۔ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''داغ ہجرت'' کے مطابق قادیان سے ہجرت کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ وہ حصہ پنجاب جو ہندوستان میں شامل ہوا تھا،اس میں کسی مسلمان کا نظر آنا قابل نفریں سمجھا جاتا تھا ایسے میں پورے پنجاب سے مسلمان جان کی امان تلاش کرتے ہوئے نومولود ملک پاکستان کی طرف ہجرت کر چکے تھے لیکن قادیان وہ مقدس مقام تھا جس کے شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر لوگ پاکستان سے ہجرت کر کے قادیان آرہے تھے جنہیں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ تو شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے قادیان کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔

کچھ سال قبل کی بات ہے کہ دہلی سے ایک جرنلسٹ قادیان آیا وہ بعض درویشوں سے ملا ایک ڈاکومنٹری تیار کرنی تھی خاکسار اس کے ساتھ تھا۔مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب درویش سے انٹرویو لیتے ہوئے اس نے سوال کیا کہ یہ کیا بات تھی کہ سب مسلمان ہندوستان کو چھوڑ کر پاکستان کی طرف جارہے تھے اور آپ الٹے پاکستان سے ہندوستان کی طرف آگئے؟ آپ کا جواب یہی تھا کہ ہم کو اپنی جانوں کی پرواہ نہیں تھی ہم تو اپنے خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مرکز احمدیت کی حفاظت کی خاطر قادیان آئے تھے۔ درحقیقت ہم تو یہاں مرنے کے لئے آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں زندہ رکھا۔حقیقت یہ ہے کہ تقسیم ملک نے نفرتوں کے ایسے بیج بو دئے تھے کہ ہندوستان کے حصہ پنجاب میں کسی کا مسلمان ہونا ناقابل معافی جرم تھا۔ قادیان بھی خالی ہو چکا تھا پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں نے تمام محلوں میں سکونت اختیار کر لی تھی درویشان قادیان صرف ایک محلہ میں جسے محلہ احمدیہ کہا جاتا ہے سمٹ کر رہ گئے تھے اور بقول درویشان رات پڑتی تھی تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہم پر دن بھی طلوع ہوگا اور جب دن چڑھتا تھا تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ رات بھی آئے گی یا نہیں لیکن ان درویشوں نے اپنی دعاؤں اپنی عبادتوں اور اپنے ایثار اور قربانیوں کے ساتھ خدا سے مدد طلب کرتے ہوئے بہت جلد نفرت کی آگ کو ٹھنڈا کر محبت کی فضا قائم کر دی۔اس سلسلہ میں ایک تبصرہ اجیت جالندھر 21 مئی 1953ء میں شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ:

''ہمیں خوشی ہے کہ اس وقت جماعت احمدیہ قادیان کے معزز افراد ان تعلقات محبت کو مضبوط کرنے کے لئے پے در پے سکھ بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا سلوک کر رہے ہیں اس سے پہلے بھی انہوں نے کئی دفعہ اپنے تعاون اور محبت کا ہاتھ بڑھایا ان کے اچھے سلوک سے ہم ان تلخ باتوں کو جو تقسیم ملک کے وقت ہمارے سامنے آئیں بھولتے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پیشتر شرارت پسند ہندوؤں نے ہمیں احمدیہ جماعت کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی اور ہم حقیقتاً اس رواداراور صلح کن جماعت سے بدظن رہے لیکن اس جماعت کو قریب سے دیکھنے سے اس سے پریم بڑھانے سے معلوم ہوا کہ اس جماعت کے لوگ بہت ہی با اخلاق اور روادار ہیں۔ اور بہت بلند خیالات کے مالک ہیں امید ہے کہ ایسے لوگوں سے دوبارہ محبت اور سلوک پیدا ہوگا اور آپس میں جھگڑا اور فساد مٹ جائے گا''

شدید مخالفتوں کے باوجود محبت کی فضا قائم کرنا یہ ان فرشتہ صفت درویشوں ہی کا کام تھا۔ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے ''ریاست'' اخبار کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا کہ

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا۔مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور یا تو پاکستان چلے گئے اور یا قتل کر دیئے گئے تو............قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے............جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلا خوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔ اب بھی............قادیان کے درویشوں کے اُسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہیئے۔''

(اخبار ریاست 2 دسمبر 1957ء)

پر آشوب دور میں اپنی حفاظت کرنا تو ایک عام بات ہے لیکن اپنی جانوں کو کسی عظیم مقصد کیلئے پیش کر دینا بہت بڑی بات ہے قادیان میں مقیم درویشوں نے اس زمانہ میں صرف اپنی حفاظت نہیں کی بلکہ ابتلاء و مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کو ان مصائب سے نجات دلانے میں بھرپور تعاون دیا اور اپنے شعائر اللہ کو اپنی جان سے بھی عزیز جانا اور ان کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔ یہ الگ بات ہے کہ جب بھی ان درویشوں سے بات کی جاتی رہی کہ آپ نے ان شعائر اللہ کی حفاظت کر کے بہت بڑا کام کیا ہے اور بڑی قربانی دی ہے تو ان کا جواب ہمیشہ یہی سننے کو ملا کہ ہم نے کیا حفاظت کرنی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان شعائر اللہ کی بدولت ہماری حفاظت فرمائی ہے۔ اس دور کا نقشہ ایک احراری اخبار ''آزاد'' نے اپنے ایک مضمون ''مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین'' میں یوں کھینچا ہے۔لکھا ہے:

''مشرقی پنجاب کے عوام تو خیر عوام ہی تھے اگر اُنہوں نے پولیس اور فوج اور مسلح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر مہاجرت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں خانقاہوں کے مجاوروں اور ایں شریف وآں شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالہ کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم فعل ہے۔...........ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ ''انقلاب'' کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم۔اے۔ کا ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی مرزا غلام احمد کے مزار کی حفاظت کے لئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں۔ اور اب بھی وہاں کی مسجدوں میں اذان دی جاتی ہے۔ ایک طرف نبوت باطلہ کے پیرووں کا اعتقاد دیکھئے کہ وہ اپنے مقدس مقام کی حفاظت کے لئے اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنی مسجدوں کی آبرو کو بچائے رکھا ہے۔لیکن ذرا ان سے بھی پوچھئے جو درگاہ امام ناصر مزار مجدّد الف ثانی اور اسی طرح دوسرے سینکڑوں اہل اللہ کے مقبروں کی آمدنی ڈکارتے رہے۔ اور اب دارالکفر کی بجائے دارالاسلام میں عُرس منا کر ضعیف الاعتقاد مریدوں کی جیبیں ٹٹول رہے ہیں۔ ملک صلاح الدین قادیانی کے مکتوب کی عبارت کے بعض حصص حسبِ ذیل ہیں:-

''ہم قریباً سوا تین سو احمدی مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں۔ ابتداء میں تو ظاہری حالات کے ماتحت قریباً یقین تھا کہ ہم موت کے گھاٹ اتار دئے جائیں گے۔ لیکن اب حالات روز بروز سدھرتے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قیام سے بفضلہٖ تعالیٰ اغواشدہ مستورات کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ چونکہ کشمیر کی سرحد اس ضلع سے ملتی ہے۔ اس لئے اس ضلع کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔اور یہاں پاکستان کی ملٹری یا پولیس مستورات کو نکالنے کے لئے نہیں آسکتی۔

گذشتہ اکتوبر سے اس وقت تک ہمارے قریب کے دیہات سے پولیس نے صرف چار

پانچ عورتیں برآمد کی ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کے فضل سے اس وقت بھی قادیان میں چار جگہ سے اذان بلند ہوتی ہے اس لئے جب متعدد مسلمان عورتوں کو اذان سُنکر معلوم ہوا کہ ہم یہیں ہیں تو وہ موقع پاکر ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ بعض کو عیسائی ہمارے پاس پہنچا گئے۔ بعض کو خود بعض شریف مزاج سکھ پہنچا گئے۔ بعض چونکہ دیہات پر حملہ ہونے کے وقت قادیان آکر ٹھہری تھیں اس لئے انہیں علم تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کا مرکز ہے۔ یا انہوں نے غیر مسلموں سے قادیان کا ذکر سُنا تھا۔ تو چھپ چھپا کر موقع پاکر بھاگ آئیں۔ خوف کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنیوالے مسلمان قریباً اسی (۸۰) کی تعداد میں ہمارے پاس آئے اور ہم نے اُن کی رہائش اور خوراک کا انتظام کیا۔ اور جب ہمارے ٹرک قادیان آتے تھے تو ہم انہیں بحفاظت پاکستان پہنچا دیتے تھے اور اب سپیشل پولیس کے ذریعے انہیں پاکستان بھجوا دیا جاتا ہے اور ان کے اقارب کو خطوط، تار اور فون کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے۔ گردونواح کے قادیان کے علاوہ ان عورتوں میں کئی ہوشیار پور، امرتسر، فیروز پور سیالکوٹ کے اضلاع اور ریاست جموں کی تھیں۔"

(بحوالہ احراری اخبار "آزاد" 26 مئی 1948ء)

1948ء ہی کے پُر آشوب دور میں درویشوں کے متعلق اخبار اسٹیٹس مین نئی دہلی کے خصوصی نمائندہ مسٹر ایچ۔ آر۔ ووہرا نے لکھا :

"قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد (صاحب) کی جائے پیدائش ہے جنہوں نے سنہ 1891ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خو بولے کر آئے ہیں۔

قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مقدس مقام ہے۔ اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے۔ یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے۔ اور اس میں مسیح علیہ السلام کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔

قادیان میں مقیم ۳۱۳ مؤمنین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔ اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔

احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے اسی اصول کی بنا پر وہ قادیان کے ہندو اور سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں اور اب بھی جبکہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے۔ ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف جماعت احمدیہ سے حاصل کر رہی ہے۔"

(بحوالہ اخبار اسٹیٹسمین نئی دہلی مورخہ 17.18 نومبر 1948ء)

کلکتہ سے شائع ہونے والے اخبار "ہندوستان ٹائمز" نے جماعت احمدیہ قادیان کو اس طرح سے خراج عقیدت پیش کیا:

"قادیان جو احمدی فرقہ کے مسلمانوں کا مقدس مذہبی مرکز ہے آئندہ کرسمس کے ہفتہ میں مذہبی تقاریر سے گونجے گا۔ اس موقعہ پر تقریباً آٹھ سو زائرین جن میں ایک صد کے قریب پاکستانی ہونگے اور بقیہ ہندوستان کے تمام حصوں سے آئیں گے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے قادیان میں جمع ہوں گے۔ اس قسم کا جلسہ آج سے ساٹھ سال پیشتر ہوا جس کی ابتداء (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب) بانئ سلسلہ احمدیہ نے کی۔ ملک کی تقسیم سے پہلے اس مقام میں دنیا کے تمام علاقوں سے زائرین جمع ہوتے تھے۔ لیکن تقسیم کے بعد ان کی تعداد چند سو رہ گئی۔

احمدیت کی تعلیم کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ مذہبی معاملات میں طاقت اور جبر کا استعمال کیا جائے۔ عقیدہ، ضمیر اور عمل کی آزادی احمدیوں کے نزدیک ہر مذہب کا بنیادی حق ہے اور جہاد کا خیال جس رنگ میں پُرانے خیالات کے دوسرے مسلمانوں میں رائج ہے جس کے رو سے مذہب کے نام پر جبر اور طاقت کا استعمال جائز ہے احمدیت اس کو نہیں مانتی۔

سیاسی لحاظ سے احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال) تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کاروائی میں شامل نہ ہوں۔ 1947ء کے فسادات کے دوران میں (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) اپنے ایک ہزار سے زائد پیروؤں کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے۔ آپ اپنے پیچھے تین صد کے قریب اپنے مخلص پیرو مذہبی مرکز کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے۔ پاکستان میں آپ نے عارضی مرکز پہلے لاہور میں قائم کیا اور پھر ربوہ میں۔ اب تک بھی قادیان اہم مرکز ہے اور یہیں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی 125 شاخوں کی جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں دیکھ بھال اور نگرانی کرتی ہے۔"

(ہندوستان ٹائمز (کلکتہ) 25 دسمبر 1951ء)

اسی طرح ماریشس کے ایک اخبار نے قادیان کے احمدیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

"جماعت احمدیہ قادیان ایک مستعد اور باعمل جماعت ہے اور دن دُوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اس کی تنظیم بہت مضبوط اور متحد ہے.......... جماعت احمدیہ کے مرد سو فی صدی تعلیم یافتہ ہیں اور اُن کی عورتیں 75 فی صدی پڑھی ہوئی ہیں جو پردہ دار اسکول میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ جماعت میں باہمی تعاون اور ایک پروگرام ہے جس پر ان کی طاقتیں خرچ ہوتی ہیں، باوجود اس کے کہ سماجی طور پر ان کے اصول پرانے ہیں لیکن وہ جدید طریقوں کو بھی اپنائے ہوئے ہیں اور وہ قادیان میں پرانی یادگاروں کو اب بھی زندگی کے احساس سے دیکھتے ہیں سب احمدی پر جوش مبلغ ہیں۔

سیاسی لحاظ سے قادیان کے احمدی خالص طور پر غیر جانبدار اور غیر فرقہ وارانہ ہیں۔ اور وہ ہر ایسی گورنمنٹ کی امداد اور اس سے تعاون کرتے ہیں جس کے ماتحت وہ ہیں"

(بحوالہ اخبار "دی پروگرس اسلامائز" ماریشس مورخہ 15 مارچ 1958ء)

درویشان قادیان نے اپنے نا مساعد حالات کے باوجود اپنے علاقہ کے عوام کا ہر وقت خیال رکھا جہاں آپسی محبت کو بڑھانے کیلئے وہاں عوام الناس کی تکالیف دور کرنے کا بھی بھر پور کام کیا۔ چنانچہ اخبار شیر پنجاب نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے گوردوارہ (بوڑی صاحب) کے لئے دو ہزار اینٹوں کی پیش کش کی گئی جتھیدار ہزارہ سنگھ اور سردار پریتم سنگھ نے جماعت احمدیہ کی اس پیش کش کی بہت تعریف اور سراہنا کی اور بیان کیا کہ احمدیہ جماعت سکھوں کے ساتھ ہمیشہ محبت، پیار اور رواداری سے پیش آتی رہی ہے۔ ابھی چند دن پہلے قادیان کے اکھنڈ پاٹھوں میں بہت سی رقوم گرو کے لنگر کے لئے دے چکی ہے۔ بہت سی بیڑیں گورو گرنتھ صاحب کی پاکستان سے منگوا کر بھینٹ کر چکی ہے۔ اور اپنے ایک جلسہ پر ننکانہ صاحب سے جل صاحب اور چرن دھوڑ بھی لاکر سنگھ سبھا کو پیش کر چکی ہے۔ ہم سب سنگھ جماعت احمدیہ کے شکر گزار ہیں اور اس محبت بھری کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

(اخبار شیر پنجاب دہلی مورخہ 23 مارچ 1958ء)

1955ء کی بات ہے کہ قادیان کے گردو نواح میں سیلاب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس وقت قریب قریب کے گاؤں دیہات کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا ایسے موقع پر قادیان کے درویشوں نے جو خدمات سرانجام دیں وہ ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اس خدمت کو دیکھتے ہوئے حکومتی کارندوں اور افسران نے جن الفاظ میں اس خدمت کو سراہا ہے وہ قابل رشک ہے ان میں سے چند کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے، کانگریس کے جنرل سیکرٹری صوبہ پنجاب نے لکھا:-

"جو قیمتی خدمات آپ کی جماعت سیلاب سے متاثر مصیبت زدہ لوگوں کی کر رہی ہے وہ بہت زیادہ تعریف اور قدر کے قابل ہیں۔ ہم ان سرگرمیوں کے لئے آپ کے شکر گزار ہیں"

(بحوالہ ترجمہ چٹھی مورخہ 9 نومبر 1955ء جنرل سیکرٹری صاحب کانگریس صوبہ پنجاب)

(۲) "جناب ہوم منسٹر صاحب کے پاس آپ کی چٹھی اور اخبار بدر مورخہ 7.11.1955 کا پرچہ ہے جس میں سیلاب زدگان کی مدد کے متعلق جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کا ذکر ہے جناب ہوم منسٹر صاحب نے ان خدمات کے لئے مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت کی ہے"

(ترجمہ مراسلہ مورخہ 9 نومبر 1955ء از طرف شری اے ڈی پانڈے۔ آئی۔ اے۔ ایس پرائیویٹ سیکرٹری آنریبل ہوم منسٹر صاحب نئی دہلی)

(۳) "سیلاب کی شکل میں اس قدرتی قہر کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاں باقی سیلاب زدہ حلقوں میں مختلف سبھا، سوسائیٹیوں کے ذریعہ ریلیف کا کام ہوا وہاں یہ بات کافی سراہنہ کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی اپنی گزشتہ روایات کے مطابق علاقہ بیٹ بیاس پھیرو چچی میں اپنا ریلیف کیمپ قائم کرکے گردونواح کے

سیلاب زدہ لوگوں کو محنت اور ہمدردی سے امداد بہم پہنچائی۔ جماعت کی طرف سے نیشنل سپرٹ کے ساتھ جہاں دیہات میں آٹا، کپڑے اور ادویہ سے لوگوں کی مدد کی گئی وہاں قادیان میں بھی خاص مستحقین کو نقد مالی امداد دی گئی اور احمدی ایک مشنری اسپرٹ اور خدمت خلق کے جذبہ کے ماتحت بعض بے آسرا اور نحیف سجنوں کے مکان کی مرمت اپنے ذمہ لے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا یہ کام جہاں قابل ستائش ہے وہاں میں باقی جماعتوں سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ ایسے آڑے وقت میں مصیبت زدگان کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشش کرکے اپنا فرض ادا کریں۔''

(پنڈت گورکھ ناتھ شرما صاحب ایم۔ایل۔اے صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور، کا تحریری بیان)

(۴) '' مجھے اس بات کے علم سے خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی جماعت نے علاقہ کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ریلیف کیمپ کھول کر مفاد عامہ کا ایک اعلیٰ کام کیا ہے''

(چٹھی مورخہ 8 نومبر 1955ء جناب سردار پرتاپ سنگھ صاحب کیروں وزیر ترقیات حکومت پنجاب)

(۵) مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ کے ریلیف کیمپ نے سیلاب زدہ لوگوں کو ریلیف پہنچانے کے لئے بہت عمدہ خدمات سرانجام دی ہیں''

(چٹھی مورخہ 15 نومبر 1955ء جناب سردار اجل سنگھ صاحب وزیر مال حکومت پنجاب)

(۶)'' جناب منسٹر صاحب نے جماعت کی اس قابل قدر خدمت کے کام کی تعریف فرماتے ہوئے مجھے ہدایت دی ہے کہ آپ کو شکریہ کا پیغام پہنچادوں''

(شری سرناگت سنگھ پرائیوٹ سیکرٹری پبلک ورکس منسٹر چنڈی گڑھ مورخہ 18 نومبر 1955ء)

(۷)'' ہمارے نزدیک سیلاب زدہ علاقہ میں آپ کی ریلیف کی قیمتی خدمات قدر اور تعریف کے قابل ہیں''

(جنرل سیکٹری پنجاب کانگریس کمیٹی جالندھر مورخہ 26 نومبر 1955ء)

(۸)'' مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان کے سجن کئی دنوں سے دیہاتوں میں طبّی اور دیگر امداد کا کام بڑی سرگرمی اور شوق سے کر رہے ہیں جماعت کی طرف سے موضع پھیرو چچی میں ایک ریلیف کیمپ بھی کھلا ہے۔ جہاں بیماروں اور مصیبت زدگان کی ہر طرح امداد کی جاتی ہے احمدی نوجوانوں کی امدادی پارٹیاں ادویات، پرہیزی راشن اور کپڑے وغیرہ لے کر خود مختلف سیلاب زدہ دیہاتوں میں امداد کر رہی ہیں۔ مجھے اس بات کے اظہار سے خوشی ہے کہ جو پبلیک سیوا کا کام قادیان کے احمدی پوری ہمدردی اور خدمت کے جذبہ کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں، اس سے علاقہ بیٹ کی مصیبت زدگان جنتا کو بہت آرام پہنچا ہے۔''

(سردار بشن سنگھ صاحب نائب تحصیلدار علاقہ بیٹ)

(۹)'' خدمت کے بے لوث جذبہ، بے پناہ جوش اور خلوص کے ساتھ جماعت احمدیہ قادیان کی امدادی پارٹی نے علاقہ بیٹ کے تمام دیہات میں پھر کر مصیبت زدہ افراد کی امداد اور مریضوں کے علاج کا کام کیا۔ میں جس کا اظہار الفاظ میں مشکل سے کرسکتا ہوں۔ ان لوگوں کی بے غرض خدمت اور سیوا کا کام بے حد شکریہ اور مبارکبادی کا مستحق ہے''

(شری پیارے لال صاحب تحصیلدار کاہنوان)

اسی طرح ان امدادی کاموں اور درویشان قادیان کی ناقابل فراموش خدمات کا چرچا اخبارات میں بھی ہوا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ہفت روزہ ''ریاست'' دہلی نے لکھا:

''اس سال کے سیلاب کے باعث پنجاب میں جو تباہی نازل ہوئی۔ اس کی مثال پچھلی تاریخ میں ہمیں نہیں مل سکتی۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر اور گورداسپور وغیرہ اضلاع میں گھروں کے اندر چھ چھ فٹ تک پانی پہنچ گیا۔ جس کے باعث نوّے فیصدی مکانات کو نقصان پہنچا۔ اور قادیان ضلع گورداسپور سے جو اطلاعات آئی ہیں ان کے مطابق وہاں کی احمدی جماعت کے 75,70 فیصدی کے قریب مکانات کو نقصان پہنچا ہے۔ اور مکانات میں جو سامان تھا وہ الگ تباہ ہوا۔ یہ واقعہ دلچسپ ہے کہ قادیان کے احمدی حضرات نے جب قریب کے دیہات کی تباہی کی خبریں سنیں تو یہ اپنی تباہی کو بھول گئے اور انہوں نے دیہات میں جا کر ان لوگوں کو بچایا۔ جو دیہات بالکل تباہ ہو چکے تھے۔ اور اب بھی یہ لوگ ان دیہات کے لوگوں کے لئے غلہ اور کپڑے پہنچانے میں مصروف ہیں ایک درویش کا شعار ہے کہ وہ اپنی ذاتی ضرورت کے مقابلہ میں دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دے اگر کوئی دوسرا شخص بھوکا ہو تو خود بھوکا رہتے ہوئے بھی اپنا کھانا دوسروں کو دے۔ درویشانہ زندگی کے اس اصول کے مطابق قادیان کے احمدی حضرات کو یقینا درویش قرار دیا جا سکتا ہے جو سیلاب کی تباہی کے دنوں میں اپنی مصیبت کو بھول گئے۔ اور جنہوں نے اپنے گر چکے یا گر رہے مکانات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دیہات میں پہنچ کر دیہاتیوں کو سیلاب کی تباہی سے بچانے کی کوشش کی۔ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کو اپنا فرض قرار دیا احمدی جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور ہمارا یہ پچھلا تجربہ ہے کہ اس جماعت میں نیک اور بلند لوگ دوسرے مذہب کے مقابل پر اوسطاً زیادہ ہیں چاہے اس کی وجہ اس حلقہ کے احباب کا محدود ہونا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہر مذہب جب تک محدود رہا اس میں اچھے لوگوں کی کثرت رہی۔ اور جب اس نے وسعت اختیار کی تو اس میں غلاظت بھی بڑھتی چلی گئی چنانچہ فسادات کے زمانہ میں زندگی اور موت کی کشمکش سے بے نیاز ہو کر قادیان کے کئی سو احمدی حضرات کا قادیان میں موجود رہنا اور اپنی مذہبی عبادت گاہوں اور بزرگوں کے مقبروں کو نہ چھوڑنا ان کی بلندی کا بہت بڑا ثبوت تھا۔ اور اب ان لوگوں نے سیلاب کے زمانہ میں ضلع گورداسپور کے دیہاتوں کی جو خدمت سرانجام دی اسے بھی ان کے مذہبی شعار کی بلندی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کی ہر شخص سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ حضرات آئندہ بھی اس طرح ہی خدا کی مخلوق کی خدمت کو ایک فرض سمجھ کر انجام دیں۔ اور جہاں تک بھی ممکن ہو اس خدمت اور فرض کو پروپگنڈہ سے دور رکھا جائے۔ کیونکہ اگر خدمت فرض یا سروس کے ساتھ پروپگنڈہ کی آلائش بھی شامل ہو تو اس کا اثر فرض شناسی اور خدمت گذاری پر اچھا نہیں پڑتا۔''

(اخبار ریاست دہلی 11 نومبر 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت 17 صفحہ 46,45)

قادیان کے مکینوں کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قادیان سے ہمیشہ ہی امن اور شانتی کی آوازیں ہی بلند ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کا اظہار کرتے ہوئے شری بلدیو متر صاحب ایڈیٹر راہی دہلی نے لکھا:

''دنیائے جہان میں کچھ شخصیتیں ایسی اُترتی ہیں جو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے نقش عوام کی راہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ قادیان بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا نقش ہے جس سے لوگ ایسا درس حاصل کر سکتے ہیں جو انہیں اس حقیقی منزل کی طرف لے جا سکے جہاں محبت، اخوت و رواداری ہے۔ کاش میرے ملک کے لوگ اس منارہ سے جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ کر ان کو سچی روشنی عطا کرتا ہے وہ روشنی حاصل کرتے جس سے اُن کی دلی کدورتیں مٹ جاتیں اور وہ باہم مل جل کر زندگی بسر کرنا سیکھتے خیر میرا یقین ہے کہ قادیان میں تعمیر شدہ منار صلح و آشتی کا پیغام دیتا رہے گا۔ میری یہاں آمد بالکل اتفاقیہ ہے۔ کافی برسوں سے اس مقام کی زیارت کا شوق رہا لیکن وقت کا انتظار لازمی ہے۔ مدت کے بعد یہ آرزو بر آئی.......... میری تمنا ہے کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں پھر پہلی سی بہار و شگفتگی جلد آئے۔''

(بحوالہ اخبار بدر قادیان مورخہ 28/مارچ 1955ء)

اسی طرح ہند سماچار جالندھر نے 23 دسمبر 1983ء کی اپنی اشاعت میں لکھا:

''پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ اس ہفتہ مسلسل تین روز تک ایک عالمی شہر بنا رہا اس قصبہ کے پرانے مکانوں گندے گلی بازار اور اس کے غیر ترقی یافتہ اور پچھڑے ہونے کی منہ بولی تصویر ہے، لیکن اس کے باوجود ایشاء، افریقہ، یورپ، اور عرب ممالک کے سینکڑوں دھرم پریمیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ قصبہ کی تنگ گلیوں میں گھوم پھر رہے مختلف پہناووں اور بھاشاؤں والے لوگوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ اتنی لمبی چوڑی دنیا چھوٹے سے قادیان میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

ہزاروں میل دور سات سمندر پار بیٹھے لوگوں کو قادیان کی پوترتا نے متوجہ کیا۔ تو اس لئے کہ مسلمانوں کے احمدی فرقہ کا مرکز ہے۔ امریکہ، برطانیہ، مغربی جرمنی، کینیڈا، نائیجیریا، ٹرینیڈاڈ، جارڈن، انڈونیشیا، لیبیا، مصر وغیرہ کئی ممالک کے ڈیلیگیٹ یہاں انسانیت، بھائی چارہ اور سدبھاونا کا سندیش لیکر آئے تھے بھارت کے مختلف حصوں سے بھی احمدی مشن کے ڈیلی گیٹ موجود تھے''

پس ہمیشہ ہی قادیان کے درویشوں کو ان کے اعلیٰ اخلاق اور احسن کردار کی بنا پر خراج تحسین پیش کیا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ یہاں کے مکینوں کو ہمیشہ ہی اس جگہ کے تقدس کو قائم رکھنے اور بلند اخلاق کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

نظارت خدمت درویشان کا قیام اور اس کی خدمات

(محترم مرزا عبدالصمد احمد صاحب، ناظر خدمت درویشان ربوہ، پاکستان)

مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار ''بدر'' ہفت روزہ قادیان نے حضور انور کی منظوری سے ''درویشان قادیان'' نمبر شائع کرنے اور درویشانِ قادیان کی خدمت وقربانی اوران کی یادوں کو تازہ رکھنے کے لئے یہ بڑا بابرکت فیصلہ کیا ہے۔ ''بدر'' سے قبل ربوہ سے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے 1963ء میں ''الفرقان'' کا ایک نمبر شائع کیا تھا۔ پھر مکرم برہان احمد صاحب ظفر قادیان نے ''دَورِ درویشی اور درویش'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھ کر درویشان کوخراجِ عقیدت پیش کیا اوراپنی یادوں کو محفوظ کیا ہے۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء۔ درویشان قادیان کے بارہ میں کچھ لکھنے سے قبل قادیان سے اس کا آغاز کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اپنے گھر بار، علاقہ اور جنم بھومی سے محبت ایک فطری امر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قادیان سے محبت ایک فطری عمل تو تھا ہی مگر اس سے بڑھ کر محبت اس لئے تھی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اس محبوب بستی نے عالم گیر مرکز بننا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح ناصری سے ناصرہ بستی کو اعزاز بخشا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے مکہ اور مدینہ کی بستی کوشرف بخشا اور موجودہ دور میں مسیح موعودؑ کی بعثت سے یہ برکت قادیان کے حصہ میں آئی گوحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد داغِ ہجرت سے ربوہ اور لندن کوخلافت کی وجہ سے مرکزیت حاصل ہے مگر دائمی مرکزیت کی برکات کا حامل قادیان ہی ہے۔

تقسیم ملک کے وقت 1947ء میں ہجرت کے موقعہ پر قادیان اور ہندوستان کے دیگر علاقوں سے احمدی احباب پاکستان منتقل ہوئے مگر حضرت مصلح موعودؓ نے بدری صحابہ کی تعداد کے مطابق تفاول کے طور پر 313 افراد قادیان میں رکھے اس طرح ''حفاظت مرکز'' کے نام سے محکمہ قائم ہوا اور عُسر و یُسر میں قادیان میں رہ کر حفاظت وخدمت کے لئے یہ درویش 16 نومبر 1947ء سے مقیم ہوگئے۔ مرورِ زمانہ سے بزرگ درویشان کی وفات سے اگرچہ 313 درویشان میں سے اکثر تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر ان کے قیام اور قربانیوں کی برکت سے ان کی اولادیں اور دیگر علاقوں سے آنے والے احمدیوں کی تعداد تقریباً 4000 سے زیادہ ہوگئی۔ اللھم زدوبارك

حضرت مصلح موعودؓ نے 1926ء میں یورپ کے سفر کے دوران ایک مشہور نظم ؏
''ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیاں''
لکھی جس میں ایک مصرعہ ایسا ہے جو درویشان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ فرمایا: ''بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں''۔ اس نظم کے کچھ عرصہ بعد ملک تقسیم ہوا تو اس شعر نے عملاً ایسی حالت ظاہر کر دی کہ ان ''گداؤں'' کی عزت بادشاہوں کی سی ہونے لگی۔

درویش کے معنی:

اللہ تعالیٰ کے در پر بیٹھے رہنے والے۔ دُنیا سے منہ موڑ کر اس کے آستانہ پر دھونی رمانے والے اور اُس کا نام بلند کرنے کا مقصد لئے ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خواب کے مطابق درویش حضور علیہ السلام کے ساتھ ہیں۔ فرمایا:

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا ''یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے''

(تذکرہ صفحہ نمبر 18)

ہجرت وابتلاء کی حکمت:

آباد شہر مرکزِ احمدیت قادیان، مقاماتِ مقدسہ، بھرے گھر، عزیز رشتہ دار دوست احباب ملکی تقسیم کے وقت سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان پہنچے اور جو حفاظت مرکز کے لئے وہاں رہ گئے وہ بھی بڑے صبر آزما حالات میں تھے مگر خدا پر توکل کر کے عزم وہمت کا پیکر بن کر مردانہ وار مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے ''داغِ ہجرت'' کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آیا تو ایمانی جرأت اور حلاوت پہلے سے بہت بڑھ گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دُعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 707 ایڈیشن 2003ء)

درویش صحابی

16 نومبر 1947ء سے قادیان میں حفاظت مرکز کے لئے ٹھہرنے والے ہر عمر کے درویش تھے جن میں نوجوان 221 درمیانی عمر کے 57 اور بوڑھے 35 تھے اس طرح یہ تعداد 313 بنتی ہے۔ ان 313 اصحاب کا اعزاز یہ بھی ہے کہ ان میں ابتداء میں 11 صحابی اور بعد میں 13 مزید صحابیوں کی شمولیت سے کل تعداد 24 ہو گئی جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تربیت پائی تھی اوران کی موجودگی سے دیگر درویش حوصلہ صبر اور پیار محبت سے رہنے لگے۔

ان درویشان کا قیام مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے تھا اس لئے ابتداء میں اس قیام کا نام ''حفاظت مرکز'' تھا۔ ان محافظین کی ضروریات کا ہر طرح خیال رکھا جاتا رہا۔ مگر بھارت کے مخلصین میں سے محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ اوران کی بیگم محترمہ زینب خاتون صاحبہ نے درویشان کی خوب خدمت کی اور ضروریات کا خیال رکھا۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء

اصحاب الصُفّہ

مئی 1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولانا عبدالرحمان صاحب جٹ کو خط لکھا جس کا آغاز اس طرح کیا گیا۔

''عزیز مولوی عبدالرحمان صاحب و اصحاب الصفہ قادیان''

درویشان کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ انہیں اصحاب الصُفّہ کے لقب سے نوازا گیا اسی خط میں حضور انور نے یہ بھی فرمایا۔

''آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد کئے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔''

(الفرقان درویشان قادیان نمبر)

درویشوں کا باپ:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 2 ستمبر 1963ء کو رحلت فرما گئے آپ پہلے ناظر خدمت درویشان تھے۔ آخر دم تک آپ درویشان کے لئے شفیق باپ اور محسن ومونس کی حیثیت سے معروف تھے آپؓ نے اپنے ایک خط میں مکرم ناظر صاحب امور عامہ قادیان کو تحریر فرمایا۔

''قادیان کی انجمن اور میں جو اُن کا ناظر ہوں درویشوں کے لئے گویا باپ کی حیثیت رکھتے ہیں''

(الفرقان درویشان قادیان)

حضرت میاں صاحب نے جو باپ کی حیثیت سے شفقت اور محبت درویشوں کو دی یہ سلسلہ ان کی وفات کے بعد جاری رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپؓ کے بعد جو ناظر بھی ان کے لئے مقرر فرمائے انہوں نے بھی حضرت میاں صاحب کے نقشِ قدم پر چل کر درویشان کی فلاح وبہبود اور دیکھ بھال کا کام جاری رکھا اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور اب ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے سرپرستی فرمائی اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1991ء میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2005ء میں بہ نفس نفیس قادیان جا کر ان درویشان قادیان کو برکت بخشی۔ فالحمد للہ علی ذلک

قادیان میں حضرت امیر صاحب مقامی۔

محترم ناظر صاحب اعلیٰ اور محترم صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ جہاں پوری جماعت احمدیہ ہندوستان کی نگرانی رہنمائی اور سرپرستی فرماتے ہیں وہاں درویشان اور ان کی فیملی کا ہر طرح سے خیال اور نگرانی فرماتے ہیں۔

خدمات

پاکستان میں مقیم درویشان کی فیملیز کی نگرانی، رہنمائی اور سرپرستی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے نظارت خدمت درویشان کو مامور فرمایا۔ ان کی آبادی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ضروریات بڑھتی رہتی ہیں جن کے لئے نظارت ہر آن تیار رہتی ہے اور امام وقت کے ارشاد اور حکم پر فوری عمل کرتی ہے۔ دُختران کی ضروریات پوری کرنے، خانگی معاملات میں رہنمائی کرنے ان کے بچوں کی شادی میں تعاون کرنے اور قادیان میں ان کے والدین و اقارب سے بھرپور تعاون کیا جاتا ہے۔

اسی طرح پاکستان آنے والے درویشان کو ان کے عزیزوں سے ملوانے اور دیگر ضروریات میں ہر طرح سے مدد کی جاتی ہے۔ ہر سال دو سے تین صد کی تعداد میں دُختران اور ان کے اہل و عیال کو دیگر ہزاروں زائرین کے ہمراہ سپیشل کوٹے کی صورت میں قادیان بھجوانے اور بحفاظت بروقت واپس لانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دورانِ سال بھی کسی ہنگامی صورت میں ان کے قادیان جانے کے انتظامات میں ہر طرح رہنمائی اور مدد کی جاتی ہے قادیان سے نظارت مسلسل رابطہ رکھتی ہے اور حضور انور کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ رکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نظارت درویشان کو ہر لحاظ سے خدمت کی توفیق میں اسم با مسمّٰی بنائے اور ان کے جان و مال میں برکت دے اور خلافت سے وفا کے تعلق میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظران خدمت درویشان

تقسیم ملک کے وقت حفاظت مرکز کے نام سے ایک شعبہ حضرت مصلح موعودؓ نے قائم فرمایا تو سب سے پہلے اس کے نگران حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو مقرر فرمایا بعد میں جب یہ شعبہ نظارت خدمت درویشان کے نام سے موسوم ہوا تو حضرت میاں صاحب ہی 1963ء یعنی وفات تک اس کے ناظر رہے۔ ناظر صاحبان خدمت درویشان کے تقرر کی تفصیل و ترتیب اس طرح سے ہے۔

1. حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
2. حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب
3. حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب
4. محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
5. محترم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب
6. محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب
7. خاکسار مرزا عبدالصمد احمد

☆☆☆

قادیاں کو چھوڑ کر!

(محترم قیسؔ مینائی صاحب۔ کراچی)

برگِ گل بکھرے پڑے ہیں گلستاں کو چھوڑ کر
بُو پریشاں پھر رہی ہے بوستاں کو چھوڑ کر

کھو چکے ہیں امنِ دل دارالاماں کو چھوڑ کر
امتحان میں پھنس گئے ہم قادیاں کو چھوڑ کر

لذّتِ سوز و گداز و راحتِ تسکینِ دل
بے حقیقت ہیں یہ بزمِ عاشقاں کو چھوڑ کر

تم ستارے بن چکے ہو آسمانِ عشق کے
ہم زمیں پر آگرے ہیں آسماں کو چھوڑ کر

ایک تم بھی ہو کہ ہو تم اپنی منزل کے قریب
ایک ہم ہیں لُٹ گئے جو کارواں کو چھوڑ کر

ضائع کر دیتا ہے اپنی عظمت و عزّ و وقار
قطرۂ ناچیز بحرِ بے کراں کو چھوڑ کر

جن کے سر پر سایہ افگن ہے خدائے مہرباں
وہ کہاں جاتے ہیں ایسے مہرباں کو چھوڑ کر

"داغِ ہجرت" بن گیا ہے قیسؔ اِک غم کی کتاب
کیا سُنائیں ہم تمہیں اِس داستاں کو چھوڑ کر

ہر دل مہجور ہے آئینۂ صد اضطرار
آستانِ مہدیٔ آخر زماں کو چھوڑ کر

ہیچ ہیں باغِ اِرم۔ باغِ نسیم و شالامار
جنّتِ آرامِ دل فردوسِ جاں کو چھوڑ کر

میرا ہر بحرِ مسرّت اُڑ چکا ہے بَن کے بھاپ
ایک میرے چشمۂ چشمِ رواں کو چھوڑ کر

چینِ دل۔ آرامِ دل۔ تسکینِ دِل پائیں کہاں
ہم جلیس و ہم عناں و ہم زباں کو چھوڑ کر

عقیدت کا سلام

(محترم پنڈت میلا رام وفاؔ صاحب ایڈیٹر ویر بھارت دہلی)

نیک بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا جہاں
ابتدائے آفرینش سے ہے ایسا انتظام

آج بھی مرزا بشیر الدین احمد اے ندیم
اس جہاں میں ایک ہیں نیکی مجسّم لا کلام

موجزن سینے میں ہر دم اپنے بیگانے کا درد
اور خواہاں دیکھنے کے ہر کسی کو شادکام

خلق کی خدمت میں حاجت مند کی امداد میں
امتیازِ ہند و مُسلم سے بالاتر مدام

سینکڑوں بیوائیں تقسیمِ وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں ان کی دُعا گو صبح و شام

بیسیوں محتاج ہندو، درجنوں محتاج سِکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک بالالتزام

قادیاں میں اور گردو پیش کے دیہات میں
ہے زباں زد ان کے خیراتی شفاخانے کا نام

مختصر یہ ہے کہ ہر انداز سے ہر رنگ میں
ہر طرف جاری ہے سال و ماہ جُوئے فیضِ عام

اَور پیروان کے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
گامزن رہتے ہیں راہِ حق پہ روز و شب تمام

آدمیّت کا نمونہ اِن کا ہے ایک ایک فرد
سر بسر انسانیت کے پیکر اِن کے خاص و عام

حِلم کی، اخلاص کی، اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام

آشتی و امن ہے اِن کا اصولِ اوّلیں
اور سارے مذہبوں کے ہادیوں کا احترام

مسلک اِن کا حافظ شیراز کا یہ قول ہے
"با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام"

سمجھو ہر شرنارتھی کو اپنا مہمانِ عزیز
ان کا ہے جزوِ عمل حضرت کا یہ زرّیں پیام

ان روایاتِ حسیں کا جو علَم بردار ہے
پہنچے اس فرقہ کے رہبر کو عقیدت کا سلام

شمع کے حضور پروانے

(مکرم ظفر محمد صاحب ظفر، پاکستان)

اے شمع دیکھ پھر ترے پَروانے آ گئے
بندھن تمام توڑ کے دیوانے آ گئے

دریا و بحر و کوہ و بیاباں کو پھاند کر
گر پڑ کے تیرے در پہ ہیں مستانے آ گئے

اہلِ زمیں نے چاہا پہنچنے نہ پائیں یہ
افلاک سے ملک انہیں پہنچانے آ گئے

اُڑ کر ہے کوئی پہنچا تو گھٹنوں کے بَل کوئی
چاروں طرف سے کیسے خدا جانے آ گئے

ارضِ صہیبؓ سے کوئی ارضِ بلالؓ سے
دیکھو تو رنگا رنگ کے پَروانے آ گئے

آنکھیں ہیں اشکبار تو لب پر درود ہے
عشاق تیرے لے کے یہ نذرانے آ گئے

باندھے رہیں گے خدمتِ اسلام پر کمر
تیرے حضور عہد یہ دُہرانے آ گئے

دیکھا تھا جس کو دُور سے چشمِ کلیمؑ نے
اس آگ سے دلوں کو یہ گرمانے آ گئے

یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اُتار دے
نا محرموں کو راز یہ سمجھانے آ گئے

ان عاشقوں کی مستی کا عالم تو دیکھئے
نام اپنا فردِ جُرم میں لکھوانے آ گئے

دیکھو ذرا نظام خلافت کی برکتیں
گِردِ امام بکھرے ہوئے دانے آ گئے

بھر دے گلِ مُراد سے اب ان کی جھولیاں
دامن تیرے حضور یہ پھیلانے آ گئے

ان کے گھروں کا آپ محافظ ہو اَے خدا
تیرے سپرد کرکے یہ کاشانے آ گئے

ہیں کتنے خوش نصیب وہ عشاق اے ظفر
اپنے دلوں کی آگ جو بھڑکانے آ گئے

(بحوالہ الفضل دسمبر 1977ء)

درویشان قادیان کے مخلص محسن..........سیٹھ محمد صدیق بانی صاحب

(ادارہ)

درویشوں کی خدمت کرنے میں خلفاء کرام کے بعد اگر کسی فرد کا نام اوّل نمبر پر رکھا جائے تو وہ محترم سیٹھ محمد صدیق بانی صاحب مرحوم ہیں۔ آپ کا اصل وطن چنیوٹ ضلع جھنگ تھا لیکن آپ کلکتہ میں جا کر بس گئے تھے اس لئے عام طور پر آپ کا تعارف چنیوٹی کے نام سے کم اور آف کلکتہ کے نام سے زیادہ ہے۔ آپ اُن بندوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ خدا کی خاطر قربان کر رکھا تھا۔ آپ کسی قربانی میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ جب بھی کوئی تحریک ہوتی آپ سب سے بڑھ کر قربانی کرنے والوں اور صفِ اوّل کے مجاہدین میں شامل ہوئے۔ آپ ہر وقت اس سوچ میں رہتے کہ کس طریق سے خدمت سلسلہ بجا لائی جائے۔ آپ کی عادت تھی کہ جماعتی خدمت کے لئے آپ بھی پلان بناتے پھر گھر والوں سے مشورہ بھی لیتے اُن کو مشورہ میں شامل کرنے میں حکمت یہ ہوتی کہ وہ بھی اس خدمت میں شامل ہوں اور آئندہ اُن کی طرف سے جماعت کی خدمت ان کے لئے ایک صدقہ جاریہ بن جائے۔ قادیان اور درویشان قادیان سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔

سید نور عالم صاحب ایم اے سابق امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے آپ کے بارہ میں لکھا کہ

’’ایک بار بانی صاحب مرحوم گرمیوں کے موسم میں قادیان تشریف لے گئے اور چند یوم قیام کر کے واپس کلکتہ آ گئے۔ میں اپنے کمرے میں لیٹا تھا کہ بانی صاحب کے دو فرزند نصیر احمد بانی، شریف احمد بانی کمرے میں داخل ہوئے اور میرے ہاتھ میں ایک پیکٹ دیتے ہوئے کہا کہ ابا جان قادیان سے آپ کے لئے تحفہ لائے ہیں۔ میں نے کھول کر دیکھا تو خشک روٹی کے ٹکڑے اور گڑ تھا۔ بانی صاحب نے روٹیاں لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لی تھیں اور گڑ کسی غریب درویش بھائی سے خریدا تھا۔ ذرا تصور فرمائیے۔ مرحوم کو دیارِ مسیح سے کس قدر عقیدت تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ ایک احمدی کو حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کی روٹی سے زیادہ قیمتی تحفہ اور کیا دیا جا سکتا ہے۔‘‘

(بحوالہ روزنامہ الفضل 16 اکتوبر 2008ء)

آپ کے بیٹے محترم شریف احمد بانی صاحب مرحوم آپ کی مرکز سلسلہ سے محبت کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

’’جناب والد صاحب کا یہ ایمان تھا کہ قادیان دارالامان کی آبادی کا سامان کرنا ہر احمدی کی ذمہ داری ہے۔ وہ دیانتداری سے سمجھتے تھے کہ چونکہ تمام احمدی بیرونی دنیا سے آ کر قادیان میں آباد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق درویشان قادیان کی خدمت کرے اور زندگی بھر وہ اپنی حد تک اس فریضہ کو نہایت احسن رنگ میں نبھانے کی پوری کوشش فرماتے رہے۔‘‘

(بحوالہ روزنامہ الفضل 16 اکتوبر 2008ء)

اسی طرح مزید لکھتے ہیں کہ:

’’تقسیم ملک کے وقت ہندوستان کی حکومت نے موجودہ محلہ احمدیہ کو متروکہ املاک قرار دے دیا تھا اور یہ شرط رکھی کہ اگر جماعت سات آٹھ لاکھ کے قریب رقم ادا کر دے تو یہ مکانات جماعت کے پاس رہنے دیئے جائیں گے۔ ورنہ یہ مکانات ہندو اور سکھ پناہ گزینوں کو الاٹ کر دیئے جائیں گے۔ اس زمانہ میں اس رقم کی ادائیگی انجمن کیلئے ممکن نہ تھی۔ جب والد صاحب کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی ساری جائیداد فروخت کر کے ان املاک کو غیروں کے قبضہ میں جانے سے روکیں گے، انجمن کا ایک وفد اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملا اور حکومت نے رقم کم کر کے تقریباً اڑھائی لاکھ کر دی اور یہ رقم بھی تین اقساط میں لینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اس فیصلہ سے جناب والد صاحب کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے حصول ثواب کی خاطر بہشتی مقبرہ اور اس سے ملحقہ باغ کی پوری قیمت ادا کر دی‘‘۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 16 اکتوبر 2008ء)

آپ کی درویشان قادیان سے محبت اور خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم قادیان نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ:۔

’’آج کے مادی دور میں جبکہ حُبّ مال نے دنیا کی اکثریت کے دلوں میں پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر اموال کو خرچ کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ پھر یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص وقتی اُبال کے تحت کوئی کارنمایاں کر گزرے۔ لیکن وہ شخص جس نے نہ صرف خود تادم آخر اپنے عزم کو ہر پہلو سے پُرخلوص رنگ میں نبھایا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آنے سے پیشتر اپنے عزم کو اپنے بیوی بچوں کے دلوں میں منتقل کر دیا۔ یقیناً یہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کیلئے دردِ دل سے دعائیں کریں۔

درویشوں اور ان کے اہل و عیال کے گزارے نہایت قلیل تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی اپنے وسائل میں کمی کے باعث قوت لایموت سے زیادہ وظیفے دینے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بانی صاحب کی سوچوں کا دھارا صرف اس رخ پر بہتا رہا کہ وہ درویشوں کی تکالیف کو کم کرنے کیلئے اپنے خداداد اموال کو کس رنگ میں صرف کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری تدبیر ان کے ذہن میں آتی چلی گئی اور عملی جامہ پہنانے کیلئے وہ بیتاب ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں جبکہ درویشوں اور ان کے بیوی بچوں کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔ محترم بانی صاحب مرحوم کی طرف سے نئے کپڑوں کا تحفہ پہنچا۔ جو ہر فرد کیلئے ایک ایک جوڑے کی شکل میں تھا۔ اچھی کوالٹی کے کپڑے کے درجنوں تھان امرتسر سے لا کر محلہ احمدیہ میں تقسیم کئے گئے۔ بلکہ ان کپڑوں کی سلائی کیلئے نقد رقم بھی دی گئی اور پھر سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ نئے کپڑے بھی ہر سال ایک ایک جوڑا ہر فرد کو دیئے جاتے رہے اور سردیوں کے ایام میں رضائیاں بھی تقسیم ہونے لگیں اور عیدین کے موقعہ پر نقد رقم کی شکل میں عیدی بھی دی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ مزید قربانی کیلئے ان کے دل کو فراخی بخشتا رہا اور وہ درویشوں سے عملی ہمدردی کیلئے نئی نئی راہیں سوچتے رہے۔ ان نئی نئی راہوں پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ کس قدر باریک بینی کے ساتھ سوچتے تھے۔ اگر ہر آئٹم کے بارہ میں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے تو مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔ اس لئے میں کچھ اشاروں پر ہی اکتفا کروں گا۔ مثلاً۔

۱۔ دوسال سے کم عمر کے ہر بچے کیلئے دودھ کا انتظام۔
۲۔ گرلز سکول کی بچیوں کیلئے یونیفارم کا انتظام
۳۔ جوان ہونے والی بچیوں کیلئے برقعوں کا انتظام۔
۴۔ بیماروں کیلئے ادویہ کا انتظام
۵۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ، نصرت گرلز سکول۔ تینوں سکولوں کیلئے مکمل فرنیچر اور پنکھوں کا انتظام
۶۔ اعلیٰ تعلیمی وظائف کیلئے ایک بڑی رقم کا انتظام
۷۔ مرکزی مساجد میں پنکھے لگوانے کا خرچ۔
۸۔ بہشتی مقبرہ میں لائٹ لگوانے کا خرچ
۹۔ ہندی ترجمۃ القرآن کا سارا خرچ
۱۰۔ مدرسہ احمدیہ کے کچھ طلباء کیلئے وظائف
۱۱۔ خواتین پارک میں بچوں کیلئے کھیلوں کا انتظام
۱۲۔ منارۃ المسیح کی سفیدی کیلئے عطیہ
۱۳۔ لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعمیر کا سارا خرچ
۱۴۔ مسجد احمدیہ کلکتہ اور مدراس کیلئے گرانقدر عطیہ جات

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت محترم بانی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام پر غور کیا۔

’’یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے‘‘

چنانچہ ان کی توجہ اس الہام کو ظاہری طور پر پورا کرنے کی طرف مبذول ہوئی اور انہوں نے قادیان کے تمام درویشوں اور ان کے بیوی بچوں کیلئے جن کی تعداد تیرہ صد کے قریب ہے۔ ہر سال چار ماہ کی گندم دینے کا انتظام کیا اور یہ انتظام گزشتہ پندرہ سال سے اسی طرح جاری ہے کہ اعلیٰ کوالٹی کی گندم کی بوریاں ہر درویش

کے گھر میں فصل کے وقت پہنچائی جاتی ہیں۔"

محترم سیٹھ صاحب کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے "رسالہ الفرقان" درویشانِ قادیان نمبر نے لکھا:

"خدا تعالیٰ کے فضل سے درویشوں کی ضروریات کا خیال رکھنے کا جذبہ بہت سے مخلصین جماعت میں ہے لیکن مواخات کا حق ادا کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ اور ان کی اہلیہ محترمہ زینب خاتون صاحبہ کو عطا فرمائی ہے جو درویشوں کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور درویشوں کے سکون واطمینان کے لئے نت نئے رنگ میں اپنے اموال درویشوں پر بے دریغ خرچ فرماتے رہتے ہیں۔ جن کی تفصیلات تاریخ زمانۂ درویشی میں سنہری الفاظ میں لکھی جائیں گی۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی خدمات کو عزّت سے یاد کریں گی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔"

(رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر ۱۹۶۳ء صفحہ: ۱۵۱)

آپ درویشوں اور انکے اہل وعیال پر قربان تھے اور ہر درویش اور انکے اہل وعیال کے ہر گوشہ دل میں بھی آپ کی محبت جاگزیں تھی اور آج بھی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی ان قربانیوں کو ثمر آور کرے اور آپ کی اولاد در اولاد کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین۔

☆☆☆

ابتدائی دور درویشی کے چند اہم واقعات

مکرم قریشی فضل حق صاحب مرحوم درویش کی ذاتی غیر مطبوعہ ڈائری میں درویشان کرام کے بارہ میں بہت سارے واقعات درج ہیں اُن میں سے بعض قارئین کے ازدیادِ علم کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ محترم قریشی فضل حق صاحب کو جنہوں نے یہ نادر واقعات تاریخ وسن وار نوٹ فرمائے ہیں اجر عظیم عطا فرمائے واقعی یہ ایک بیش قیمت سرمایہ ہے جو آپ چھوڑ کر گئے ہیں۔

(۱) یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تین تین ماہ تک قادیان میں ٹھہرنے کے لئے کارڈ دیا گیا تھا۔

(۲) ۲۸ر نومبر ۱۹۴۷ء کو بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دُعا ہونی شروع ہوئی۔

(۳) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہر درویش کو ۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کا ایک ایک ٹکڑا تبرک کے طور پر دیا گیا جسے محترم بابا شیر ولی صاحب نے تقسیم کیا۔

(۴) ۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک بٹالہ کے ہندو دوست نے سب درویشوں کا پہلی مرتبہ فوٹو لیا۔ (آپ لکھتے ہیں) (فوٹو) مسجد اقصیٰ میں غالباً (لیا گیا) مجھے یہی یاد پڑتا ہے۔

(۵) ۹ر جنوری ۱۹۴۸ء کو پہلی دفعہ درویشوں کی کبڈی بڑے باغ میں ہوئی۔

(۶) ۱۷ر جنوری ۱۹۴۸ء کو مکرم چاچا مولا بخش صاحب نے ٹین کا ڈبہ چھنکا چھنکا کر نمازِ تہجد کے لئے درویشوں کو جگانا شروع کیا۔

(۷) مدرسہ احمدیہ کی کلاس کھولی گئی (مسجد اقصیٰ میں) ابتدائی پڑھائی صرف ونحو کی مورخہ ۲ر فروری ۱۹۴۸ء۔

(۸) ۱۵ر اگست ۱۹۴۸ء کو آزادی کا جلسہ پہلی بار قادیان میں منایا گیا۔ اور سب درویش شامل ہوئے تھے۔

(۹) ۴ر اپریل ۱۹۴۹ء کو حضرت امیر صاحب (مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ) اور حضرت بھائی قادیانی رضی اللہ عنہ صاحب پہلی بار بٹالہ کو گئے۔

(۱۰) ۱۰ر مارچ ۱۹۵۰ء کو مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کا نکاح سب سے پہلے مہمان خانہ میں پڑھا گیا۔

(۱۱) درویشوں کا پہلا ٹورنامنٹ ۳۰ر مارچ سے ۲ر اپریل ۱۹۵۰ء کو ہوا۔

(۱۲) بٹالہ میں ایک ٹورنامنٹ ۲۲ر مارچ ۱۹۵۱ء کو ہوا جس میں درویشوں نے شرکت کی۔

(۱۳) ۱۵ر اپریل ۱۹۵۳ء کو نصرت گرلز سکول (مکرم قریشی فضل حق صاحب کے ذریعہ) جاری ہوا۔

(۱۴) ہمارے درویشوں کا فٹ بال میچ بٹالہ والوں سے پہلی مرتبہ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۲ء میں ہوا۔

(۱۵) مورخہ ۲۵ر اگست ۱۹۴۹ء کو بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نے بہشتی مقبرہ میں گول دائرہ باغ میں نشان دہی کی۔

بزم درویشان اور رسالہ درویش

تقسیم ملک 1947ء سے قبل قادیان علم کا گہوارہ تھا بڑے بڑے اسکول کالج نیز دینی مدارس قائم تھے۔ تقسیم ملک نے ان درسگاہوں پر بھی اپنا بد اثر ڈالا اور علم وعرفان کی یہ درس گاہیں بند ہو گئیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان کے درویشوں کو ارشاد فرمایا کہ وہاں جس طرح بھی ممکن ہو سکے درویشوں میں علمی ذوق پیدا کیا جائے تاکہ قادیان کی کھوئی ہوئی شوکت کو پھر سے حاصل کرنے میں یہ بات سنگ میل کا کام کرے۔ اسی ارشاد کے تحت قادیان میں ایک بزم "بزمِ درویشان" کے نام سے قائم کی گئی۔ اس بزم کے تعلق سے رسالہ درویشانِ قادیان میں درج ہے کہ:

"بزمِ درویشان کا قیام آج سے قریباً تین سال قبل پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشائے مبارک کے مطابق مورخہ ۴۸-۱-۱۲ بروز سوموار ہوا۔ جبکہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں علم وہنر کا مرکز قادیان عملاً جہاں دیدہ تجربہ کار لوگوں سے خالی ہو گیا اور ماسوائے چند علمائے کرام کے باقی سب کو مجبوراً ہجرت کرنی پڑی۔ نیز یہ محسوس کرتے ہوئے کہ تقریر کا ملکہ سوائے چند احباب کے دوسروں کو نہیں ہے بزمِ درویشان کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ درویشان کا قیمتی وقت علمی، ذہنی قویٰ کی ترقی اور روحانی مدارج کی بلندی کے لئے صرف ہو۔ الغرض بزم کے اغراض و مقاصد میں قرآن مجید باترجمہ، وتفسیر سیکھنا، سلسلہ احمدیہ کی تعلیم سے واقفیّت پیدا کرنا، فنِّ تقریر کی مشق حاصل کرنا وتبلیغ کے لئے مناسب تربیت حاصل کرنا اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنا شامل ہیں۔

قارئین کرام کے ذوق کے لئے اجلاس کا مختصر سا پروگرام تحریر ہے۔ (۱) تلاوت قرآن کریم باترجمہ باتفسیر (۲) نظم (۳) رپورٹ اجلاس سابقہ (۴) خلاصہ کتاب سلسلہ دس صفحات (۵) دو تقریریں (۶) خبریں یعنی حالات حاضرہ پر تبصرہ (۷) صدارتی تقریر۔ علاوہ ازیں ہر تقریر کے اختتام پر حاضرین کو سوالات پوچھنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابتک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اراکینِ بزم نے کافی حد تک فنِ تقریر میں دسترس حاصل کر لی ہے۔ بزم کی طرف سے مختلف اوقات میں اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بزم کی طرف سے ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جس کے لئے جماعت احمدیہ کے مشہور شعراء کرام نے اپنے اپنے کلام ارسال فرمائے جس کو ایک رسالہ کی صورت میں احباب کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ آئندہ بزم کا ارادہ ہے کہ ماہوار یا پندرہ روزہ رسالہ قادیان سے شائع کرے تاکہ درویشانِ قادیان کی آواز دنیا تک پہنچ سکے۔ اور دنیا جان لے کہ خدا تعالیٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کا یہ قول باوجود سخت انقلاب کے کس شان سے پورا ہو رہا ہے۔

"ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔" (الوصیت) وما توفیقی الّا باللہ۔

(رسالہ درویشانِ قادیان دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ: ۱۴)

بزمِ درویشان نے چند دستور اساسی بھی مقرر کئے تھے جو درج ذیل ہیں:

۱- اراکینِ بزم کو اسلامی طریق پر فنِ تقریر سکھانا۔

۲- اراکینِ بزم کی دینی اور علمی قابلیّت میں اضافہ کرنا۔

۳- اراکینِ بزم کو آدابِ مجلس کی تعلیم دینا۔

دستورِ اساسی کے علاوہ بزم نے اپنے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت سے قواعد وضوابط مرتب کئے جن پر باقاعدہ عمل ہوتا رہا۔ پھر اراکین بزم کو یہ احساس پیدا ہوا کہ تقسیم ملک سے قبل قادیان سے جماعت کے بہت سے اخبار اور رسائل نکلا کرتے تھے۔ لیکن تقسیم ملک کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اس لئے بزم نے ایک ماہانہ رسالہ درویش کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے بزمِ درویشان نے نمونہ کے طور پر 'درویشانِ قادیان' کے نام سے ایک مجلہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد ۴ر جنوری ۱۹۵۱ء کو

ماہنامہ جاری کرنے کا فیصلہ کرلیا اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رسالہ کے لئے ''درویش'' نام کو پسند فرمایا۔ اس رسالہ کا اوّل شمارہ ماہ ستمبر 1951ء میں زیر نگرانی نظارت دعوت وتبلیغ قادیان شائع ہوا۔

بزم درویشان کے صدر مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے آنرز مرحوم ہوا کرتے تھے۔ اور مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب مرحوم نائب صدر کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ جبکہ معتمد مکرم عطاء اللہ صاحب تھے۔ اس بزم کے اراکین شروع میں تو کم ہی تھے بعد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوا ستمبر 1951ء میں اس بزم کے اراکین کے اسماء حسبِ ذیل تھے۔

''چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے۔ آنرز، چوہدری مبارک علی صاحب، محمود احمد صاحب عارف، ملک بشیر احمد صاحب ناصر، یونس احمد صاحب اسلم، شریف احمد صاحب، بشیر احمد صاحب حافظ آبادی، میر رفیع احمد صاحب، مستری غلام قادر صاحب، منظور احمد صاحب سیالکوٹی، عبد الغفور صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر، عبد القدیر صاحب، عطاء اللہ صاحب آف پھیروچیچی، محمد احمد صاحب گجراتی، محمود احمد صاحب مبشر، منشی عبد الرحیم صاحب فانی، خواجہ عبد الکریم صاحب خالد۔''

(بحوالہ رسالہ ''درویش'' قادیان ستمبر 1951ء صفحہ:46)

مکرم عبد الغفور صاحب عبدل درویش رکن بزم درویشان اپنی کتاب ''احمدیت کا نور ہمارے گھر میں'' صفحہ میں بزم درویشان کے حوالہ سے درج کرتے ہیں کہ:

بزم درویشان قادیان

''درویشان قادیان میں علمی اور ادبی ذوق پیدا کرنے کے لئے ایک ادبی سوسائیٹی قائم کی گئی جس کا نام ''بزم درویشان'' رکھا گیا جس کے ابتدائی ممبران چوہدری سعید احمد، یونس احمد صاحب اسلم، چوہدری مبارک احمد صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، شریف احمد صاحب شیخوپوری، خاکسار عبد الغفور، مولوی عبد القادر صاحب دہلوی، محمود احمد عارف اور دیگر بہت سے دوست تھے۔ تمام دوست بڑے اخلاص اور شوق سے بزم درویشاں کی میٹنگوں میں شامل ہوتے۔ جلد ہی بزم درویشاں نے اپنا ایک رسالہ ''درویش'' شائع کرنا شروع کر دیا جو حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش اور منظوری سے جاری کیا گیا تھا۔ بزم درویشاں کا قیام بھی دراصل حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے مطابق عمل میں آیا تھا۔ اس کے کچھ اخراجات تو جماعت کی امداد سے اور کچھ چندہ جمع کرکے پورے کئے جاتے تھے۔ بزم درویشاں کے باقاعدہ انتخاب ہوتے تھے اور جو آدمی جس عہدہ اور ذمہ داری کیلئے منتخب ہوتا۔ نہایت ذمہ داری اور لگن سے کام کرتا تھا۔ سب ہی لوگ باری باری صدر، سیکرٹری، فنانشل سیکرٹری، منیجر، اسسٹنٹ منیجر، پبلشر کے عہدوں کیلئے منتخب ہوتے اور ایک دوسرے سے مخلصانہ تعاون کرتے، گویا کہ یہ ایک قسم کا ٹریننگ سنٹر تھا خاکسار نے بھی کچھ عرصہ کیلئے اسسٹنٹ منیجر رسالہ ''درویش'' کے طور پر مکرم یونس احمد صاحب اسلم کے ساتھ کام کیا اور مجھے بھی لکھنے کی تحریک ہوئی۔ چنانچہ میرے بھی ایک دو مضامین اور غالباً ایک نظم رسالہ ''درویش'' میں شائع ہوئے رسالہ درویش میں ہمارے چیدہ چیدہ علماء کرام کے بیش قیمت مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ اس طرح رسالہ درویش نہ صرف قادیان میں بلکہ سارے ہندوستان میں اور پاکستان کی احمدی جماعتوں میں بھی روشناس ہوا۔ جب جلسہ سالانہ پر پاکستان ربوہ اور ہندوستان کی جماعتوں کے لوگ آتے تھے بڑے شوق سے رسالہ درویش خرید کرلے جاتے۔''

رسالہ درویش

اس رسالہ کو بزم درویشان نے جاری کیا تھا۔ اس کی ایک نمونہ کی کاپی جو درویشانِ قادیان کے نام سے شائع ہوئی تھی اس میں ہی اس بزم کے اراکین نے ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تھا جس کی تکمیل بعد میں ہوئی۔ بزم درویشان کے تحت جو نمونہ کی کاپی'' درویشانِ قادیان'' کے نام سے شائع ہوئی تھی اس میں مربی بزم محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی نے بزم کے قیام کی غرض و غایت اور آئندہ اس بزم کے ارادوں کو ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''بزمِ درویشاں جس کے زیر اہتمام نظم ونثر کا یہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔ اواخر ۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں قادیان میں قائم کی گئی۔ اسکی غرض جیسا کہ معتمد صاحب کے نوٹ سے ظاہر ہے۔ درویشانِ قادیان میں علمی، ادبی اور تقریری شوق پیدا کرنا اور انکے اوقات کو عمدہ اور اعلیٰ مصرف میں لانا ہے۔ تین سال کے عرصہ میں اس بزم پر قبض و بسط اور مدوجزر کے کئی دور آئے لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ عہدیداران اور اراکینِ بزم نے اس کے پروگرام کو لگاتار جاری رکھا۔

بزم کا موجودہ دور ایک ترقی اور بیداری کا دور سمجھا جاتا ہے۔ جسمیں نہ صرف یہ کہ تقریری اعتبار سے پہلے کی نسبت ترقی ہوئی ہے اور کئی ایک انعامی مقابلے بھی کرائے گئے ہیں۔ بلکہ تحریری کام کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ احباب کے سامنے ہے۔

اس مجموعہ نظم ونثر میں جو بزم کی اس رنگ کی پہلی کوشش ہے درویشانِ قادیان ان کے مقام اور ذمہ داریوں کے متعلق کافی مفید باتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ جو امید ہے کہ نہ صرف قادیان میں مقیم احباب کے لئے باعث، ازدیادِ ایمان ہونگی بلکہ بیرونی احباب کے لئے بھی فائدہ بخش اور معلومات میں اضافہ کرنے والی ثابت ہونگی۔

اراکینِ بزم نے اپنا یہ ارادہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ آئندہ قادیان کے حالات کے متعلق ایک پندرہ روزہ یا ماہوار رسالہ بھی شائع کرینگے جس میں تبلیغی و تربیتی مضامین بھی ہونگے۔ خدا تعالیٰ ان کو اس ارادے کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انکی کوششوں میں برکت دے۔ اور اس مجموعہ میں انہوں نے جو ارشادات سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور دوسرے بزرگوں کے درج کئے ہیں۔ انکے مطابق اراکین کو اور دوسرے سب درویشوں کو اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن جلد لائے جب ہمارا مقدس آقا اپنے قدّوسیوں کے ساتھ اس تخت گاہ رسول میں جلوہ افروز ہو۔ اور ''مرکز احمدیت'' ایک دفعہ پھر زندہ اور فعّال مرکز کے طور پر تمام دنیا میں اپنی روشنی اور نور کو پھیلانے کا باعث بنے۔ آمین۔''

(رسالہ درویشان قادیان دسمبر ۱۹۵۰ء، صفحہ:۲)

بزمِ درویشان کے فیصلہ پر جب رسالہ ''درویش'' جاری ہونے لگا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں درخواست کی گئی کہ اس رسالہ کے لئے ازراہِ شفقت کوئی پیغام ارسال فرمائیں۔ اس پر بذریعہ تار آپ نے درج ذیل پیغام ارسال فرمایا:

Bazm Darweshan C/o. Mobarak Ali

Darul Masih, Qadian.

Whatever service you do to yours God or is your faith and country, be earnest, be honest, be straightforward. And don't look upon people to help you. If your work is for God, God will help you, if not, nobody will help you.

Khalifatul Massih

Rabwah 26-7-51

ترجمہ:- آپ جو بھی اپنے خدا یا مذہب اور ملک کے لئے کریں۔ اس میں پوری سنجیدگی، دیانتداری، اور راستبازی سے کام لیں۔ انسانوں کی امداد پر انحصار نہ رکھیں۔ تمہارا کام خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ خود تمہاری نصرت وتائید فرمائے گا۔ ورنہ کوئی فرد آپ کی مدد نہیں کرسکتا۔

خلیفۃ المسیح

۲۶/جولائی ۱۹۵۱ء

اس رسالہ کے ایڈیٹر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مقرر ہوئے تھے اور نائب ایڈیٹران کے طور پر مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر و چوہدری عبد القدیر صاحب مرحوم کام کرتے رہے۔ جبکہ پرنٹر و پبلشر مکرم یونس احمد صاحب اسلم مرحوم مقرر تھے۔ کچھ عرصہ مکرم محمد صادق صاحب ناقد بھی اس کے ایڈیٹر رہے یہ رسالہ زیادہ وقت تک نہ چل سکا اس کا آخری شمارہ اکتوبر 1952ء میں شائع ہوا یہ رسالہ امرتسر سے چھپتا اور قادیان سے جاری ہوا کرتا تھا۔

......☆☆☆......

......☆☆......

......☆......

درویشان قادیان کا ہمسفر اخبار بدر قادیان

محترم محمد ایوب ساجد صاحب
مینجر ہفت روزہ بدر قادیان

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فلاح و بہبود کیلئے کرّہ ارض میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کو مبعوث فرمایا تا بنی نوع انسان کو انسانیت کا لبادہ پہنائیں اور الٰہی احکامات کی چادر میں لپیٹ کر ان کو خطرات دنیا سے محفوظ کریں اور خدائی رنگ میں ان کو رنگ دیں۔

خدائی احکامات جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیا پر نازل ہوئے ان احکامات کو عالم انسانیت تک پہنچانے کے لئے ان مقدس سینوں میں ایک سوزش برپا ہوتی رہی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان انبیا علیھم السلام کو نہ آگ اس کام سے روک سکی نہ سمندر کی گہرائی نہ صلیب کا خوف اور نہ ہی طائف کا پتھراؤ۔ اس زمانہ میں جب کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کو مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا، آپ نے بھی احیائے دین کے لئے خدائی احکامات کو عالم انسانیت تک پہنچانے کا علم بلند فرمایا۔ چونکہ اس دور میں تلوار کی جگہ قلم نے لے لی تھی آپ نے جہاں 80 سے زائد کتب اور بیسیوں اشتہارات و پیغامات کے ذریعہ پیغام حق دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ اسی تسلسل میں قادیان سے آپ کے عہد مبارک میں دو اخبار الحکم اور البدر جاری ہوئے جو کام پہلے ادوار میں تلوار کرتی تھی اب وہی کام ان اخبارات نے شروع کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں اخباروں کو اپنا بازو قرار دیا۔ ان دونوں اخبارات نے خدائی پہلوان کی یلغار سے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اخبار البدر کا اجرا 31/اکتوبر 1902ء کو قادیان دارالامان سے ہوا۔ یہ وہ مقدس دور تھا جبکہ قادیان تخت گاہ رسول کی ضیاء پاشیوں سے روشن ہو رہا تھا اور اطراف عالم میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ذریعہ رشد و ہدایت کے مینار بلند ہو رہے تھے۔

مرکز احمدیت قادیان سے صرف ایک اخبار ''الحکم'' شائع ہو رہا تھا۔ مکرم بابو محمد افضل صاحب آف مشرقی افریقہ اور مکرم ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب کی کوشش سے ایک اور اخبار ''البدر'' کے نام سے جاری ہوا، جس کا پہلا نمونہ ''القادیان'' کے نام سے چھپا اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا نام ''البدر'' تجویز فرمایا اور ہفت روزہ ''البدر'' کے اجرا کی اجازت دیتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

''ہماری طرف سے اجازت ہے خواہ آپ ایک سو پرچہ جاری کریں شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہی برکت دے دے''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

اس ''البدر'' کے پہلے مدیر حضرت محمد افضل صاحبؓ ۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو انتقال کر گئے۔ اس کے بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو اخبار ''البدر'' کا ایڈیٹر مقرر فرمایا اور ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو ایک خاص اعلان کے ذریعہ جماعت کو اطلاع دی اور فرمایا:

''میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائمقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔ میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اُٹھی ہے۔......''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

چونکہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''اس اخبار کی قسمت جاگ اُٹھی ہے'' اس نے بہت ترقی کی اور دو پرچوں کے بعد تفاؤل کے طور پر اس کا نام ''بدر'' رکھا گیا۔

اس اخبار بدر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں آپ علیہ السلام کے الہامات و ملفوظات اور اسی طرح اکابرین سلسلہ کے مضامین اور مرکزی خبروں کی اشاعت بروقت ہوتی رہی اور خلافت اولیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا درس قرآن اور درس حدیث (بخاری) اور آپؓ کی ڈائری بھی ''کلام امیر'' کے نام سے الگ الگ ضمیمہ کی شکل میں شائع ہوتی تھی۔

''بدر'' نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں اُن خدمات کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ دو اخبار'' الحکم اور البدر ہمارے دو بازو ہیں۔ الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے ہیں اور گواہ بنتے ہیں''

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

تقسیم ملک کے بعد جہاں جماعت کی کثیر تعداد اور خلیفہ وقت کو ہجرت کر کے پاکستان جانا پڑا اور مرکز احمدیت بالکل الگ تھلگ رہ گیا جہاں صرف 313 درویشان قادیان مقیم رہ گئے بیرون قادیان کی جماعتیں بھی اپنے مرکز سے بالکل کٹ گئیں اور کوئی ایسا ذریعہ باقی نہ رہا جس سے ایک دوسرے کے حالات و واقعات جانے جا سکیں۔ اس کمی اور ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بزم درویشان نے ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا اور قادیان میں گزرنے والے شب و روز کو کسی طرح محفوظ کرنے کی کوشش کی دوسری طرف بیرون قادیان ہندوستان کی دیگر جماعتوں کو بھی مرکزی حالات و پروگرام سے جلد از جلد آگاہ کرنے کیلئے ایک اخبار کی فوری ضرورت تھی۔ چنانچہ 1950ء کے جلسہ سالانہ میں ہونے والی مجلس مشاورت میں قادیان سے ایک ہفتہ وار اخبار کے اجرا کا پروگرام بنایا گیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اخبار کے اجرا کی منظوری دیتے ہوئے اخبار کا نام بدر تجویز فرمایا۔ چنانچہ 20 دسمبر 1951ء کو نمونہ کا پرچہ اور پھر حکومت کی طرف سے ڈکلاریشن ملنے کے بعد اللہ کے فضلوں پر بھروسہ کرتے ہوئے نہایت کم مائیگی اور بے سروسامانی کے عالم میں 7 مارچ 1952ء سے بارہ صفحات پر مشتمل باقاعدہ اخبار بدر کی اشاعت شروع ہوئی جس کی قیمت 6 روپے سالانہ مقرر کی گئی۔ حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بدر کے اجرا کے موقع پر پیغام بھجواتے ہوئے جو نمونہ کے پرچہ میں شائع ہوا تھا فرمایا:

''میں بدر کے اجرا پر خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ درحقیقت اس بدر کامل کا نیا ظہور ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں افق قادیان پر طلوع کیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے اس طور پر برکت دے کہ یہ اخبار اس جرم سماوی کا سا رنگ اختیار کرے کہ جس کے نام کا حامل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے چار دانگ عالم میں آسمانی نور پہنچانے کا موجب بنائے۔''

ایک اور پیغام میں آپ نے فرمایا:

''دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحیح معنوں میں بدر کو بدر بنائے اور اندھیرے میں گھومنے والوں کیلئے روشنی کا ایک مینار ثابت ہو۔ بس یہی میرا پیغام ہے۔'' (بدر 3 اکتوبر 1957ء)

خلیفۂ وقت کے ہجرت کر جانے سے ہندوستان کی جماعتیں بے نور سی ہونے لگیں بدر کے اجرا کے ساتھ ہی گویا چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر جاری ہونے والے بدر نے ان تاریکیوں کو دور کرنا شروع کیا۔

درویشانِ قادیان کیلئے اصل ڈیوٹیوں کے ساتھ ساتھ بدر کو ان حالات و مشکلات میں جاری رکھنا سوائے اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے ممکن نہ تھا۔ مسودات کی تیاری بدر کی کتابت پروف ریڈنگ اور فائینل کاپی تیار کر کے امرتسر یا جالندھر لے جا کر چھپوانا اور اس کے مالی وسائل کا مہیا کرنا واقعی سخت محنت اور مستقل مزاجی اور صبر و ہمت کا متقاضی تھا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان بزرگان کو جنہوں نے اس نہر خوشگوار کو جاری رکھنے کیلئے کسی بھی رنگ میں حصہ ڈالا کیونکہ یہ وہ آب حیات ہے جس کو قیامت تک آنے والی نسلیں پی کر حیات ابدی حاصل کرتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔ اب تک مدیر، نائب مدیر اور مینجر کی خدمت اصل ڈیوٹی کے علاوہ زائد وقت میں کی جاتی رہی۔

بدر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے توحید باری تعالیٰ و آنحضرت ﷺ کی اسلام و انسانیت کی خدمات کے متعلق اعلیٰ مضامین، قرآن مجید واحادیث کی تفاسیر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت ملفوظات کے علاوہ خلفاء کرام کے خطبات اور خطابات و مجالس عرفان اور پیغامات بھی بالخصوص شائع ہوتے ہیں۔ بدر ان سے ہی اکتساب نور کر کے ضوءفشانی کرتا ہے اور قارئین کی اخلاقی روحانی اور جسمانی نشوونما کا باعث بنتا ہے۔ بدر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ایسے خطبات بھی شائع کئے جو پہلے اس سے کسی جماعتی اخبار یا کسی رسالہ میں شائع نہیں ہوئے تھے۔ انہی میں جلسہ سالانہ نمبر 1960ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اہم غیر مطبوعہ خطاب جو حضور نے 4 اپریل 1947 کو قادیان میں ارشاد فرمایا تھا شائع ہوا۔

بدر کے اجراء کے وقت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش ناظر دعوۃ وتبلیغ تھے آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی منظوری سے حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ درویش کو بدر کا پہلا پرنٹر اور پبلشر مقرر فرمایا۔ 14.12.54 سے 6.8.87 تک محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش پرنٹر و پبلشر رہے۔ اس کے بعد سے اب تک مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش نے ایک لمبا عرصہ بدر بورڈ کے صدر کی حیثیت سے خدمت سرانجام دی۔ اس کے بعد محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی درویش مرحوم ناظر دعوۃ وتبلیغ نے وفات تک اور اس کے بعد استاذی المحترم مولانا محمد انعام صاحب غوری صدر نگران بدر بورڈ کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اسکے بعد مکرم مولانا برہان احمد ظفر درّانی صاحب صدر نگران بورڈ مقرر ہوئے۔ بعد ازاں مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب نگران بدر بورڈ متعین ہوئے۔ موجودہ ممبران درج ذیل ہیں۔

محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہدؔ۔ مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی۔ مکرم سید تنویر احمد صاحب ایڈووکیٹ۔ خاکسار محمد ایوب صاحب ساجد۔ محترم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب۔

☆...... بدر کے پہلے ایڈیٹر مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی درویش 7 مارچ 1952ء کو مقرر ہوئے۔ بعدہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش 7 فروری 1954ء کو ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ استاذی المکرم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش 8 ستمبر 1956ء کو ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ محترم خورشید احمد صاحب انور 13 دسمبر 1979ء کو ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مکرم عبد الحق صاحب فضل درویش 23 جون 1988 کو ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہدؔ 19 ستمبر 1991ء سے قائم مقام ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ 23 اپریل 1992ء سے 2010ء تک مکرم مولانا منیر احمد صاحب خادم یہ خدمت بجالاتے رہے۔ مورخہ 12 جنوری 2011ء سے مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب اس خدمت پر مقرر ہوئے۔

قبل ازیں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش، محترم محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش، مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مکرم خورشید احمد انور صاحب کے ساتھ ساتھ مکرم جاوید اقبال اختر صاحب، مکرم محمد انعام غوری صاحب، مکرم شکیل احمد طاہر صاحب، مکرم سید وسیم احمد تیماپوری صاحب، مکرم بشارت احمد حیدر صاحب، مکرم محمد نسیم خان صاحب، مکرم منصور احمد صاحب۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب سرور بطور نائب ایڈیٹر بدر خدمت کرتے رہے ہیں اور اب مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب۔ مکرم تنویر احمد ناصر صاحب بطور نائب ایڈیٹر خدمت کررہے ہیں۔

مکرم مرزا عبد اللطیف صاحب درویش مرحوم اخبار کے پہلے منیجر مقرر ہوئے آپ اشاعت سے ایک روز قبل اخبار کی کاپیاں لیکر امرتسر جاتے شام کو چھپوا کر لاتے بعض دیگر درویشان کے تعاون سے اگلے روز پرچہ پوسٹ کردیا جاتا۔ مرزا صاحب کی تبدیلی کے بعد جب تک امرتسر و جالندھر میں اخبار چھپتا رہا۔ مکرم بشیر احمد صاحب کالا افغاناں درویش اور بعد میں مکرم مولوی جاوید اقبال صاحب نہایت مستعدی سے اخبار چھپوا کر لاتے رہے۔ مرزا صاحب کے بعد مکرم قریشی یونس احمد صاحب اسلم درویش، مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب درویش ناظر بیت المال خرچ۔ مکرم خلیل الرحمٰن صاحب فانی، مکرم خورشید احمد صاحب انور، مکرم مظفر اقبال صاحب انچارج احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان، مکرم رفیق احمد صاحب مالاباری بحیثیت منیجر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ایک لمبا عرصہ آنریری طور پر خدمت کرتے رہے۔ اب خاکسار محمد ایوب ساجد کو 12 جون 2011ء سے دفتر بدر میں بطور منیجر بدر خدمت بجالانے کی سعادت مل رہی ہے۔

بدر کے سب سے پہلے کاتب مکرم قاضی عبدالحمید صاحب خوش نویس درویش مقرر ہوئے اس کے علاوہ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب درویش، مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد، مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب، مکرم مولانا منیر احمد خادم صاحب، مکرم سید وسیم احمد تیماپوری صاحب، مکرم بشارت احمد حیدر صاحب، مکرم بشیر الدین ننگلی صاحب اور مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب بدر کی کتابت کرتے رہے۔

اخبار بدر کی اشاعت امرتسر راما آرٹ لیتھو پریس میں شروع ہوئی اور لمبے عرصہ تک اخبار وہاں چھپتا رہا۔ جنوری 1975ء میں امرتسر پریس کی خرابی کی وجہ سے اخبار کی طباعت جے ہند پرنٹنگ پریس جالندھر سے ہونے لگی۔ 26 جنوری 1975ء کو قادیان میں پرنٹنگ پریس کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ پرنٹنگ پریس کی لیتھو مشین جے ہند پرنٹنگ پریس جالندھر سے خریدی گئی۔ فضل عمر پرنٹنگ پریس کی تنصیب کے بعد 14 اکتوبر 1976ء کو پہلی بار بدر قادیان سے شائع ہوا اور اب تک شائع ہو رہا ہے۔

مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب درویش پریس کے پہلے منیجر مقرر ہوئے 1979ء میں آپ کو سخت حادثہ پیش آیا اور آپ کا بایاں بازو پریس میں آکر کٹ گیا۔ موصوف نہایت محنت سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ 1977ء میں پریس میں کام کرتے ہوئے ایک حادثہ میں مکرم محبوب احمد امروہی صاحب کا دایاں ہاتھ کچلا گیا اور ان کی دو چھوٹی انگلیاں کاٹنی پڑیں۔

مکرم چوہدری عبد السلام صاحب درویش کی ریٹائرمنٹ کے بعد مکرم بدر الدین صاحب مہتاب پریس کے منیجر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

جدید پریس اور کمپیوٹرائز نظام سے بدر کا جڑنا:

1991ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تو آپ نے قادیان میں آفسیٹ پریس کی تنصیب کی طرف خصوصی توجہ فرمائی محترم سید عبدالحیٔ صاحب ناظر اشاعت ربوہ کو اس سلسلہ میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے جائزہ لیکر حضور انور کی خدمت میں منصوبہ پیش فرمایا۔ چنانچہ احمد آباد سے ہری کرشنا انجینئرنگ ورکس والوں سے آفسیٹ ہینڈ فیڈ مشین منگوائی گئی اسی طرح کیمرہ یونٹ، پلیٹ میکنگ، کٹنگ اور سٹیچنگ مشین منگوائی گئی۔ کیمرہ وپلیٹ میکنگ کا کام مکرم نورالدین چراغ صاحب نے شروع کیا۔ اس وقت یہ کام مکرم سید اعجاز احمد صاحب کررہے ہیں۔

نظارت دعوۃ وتبلیغ قادیان کے زیر اہتمام مکرم عبد الباسط خان صاحب سابق صوبائی امیر اڑیسہ وسابق پرنسپل انجینئرنگ کالج کٹک (اڑیسہ) کے سپرد کمپیوٹر سیکشن برائے بدر کی نگرانی دی گئی۔ چنانچہ مکرم کرشن احمد صاحب جو پہلے ہند سماچار میں کمپیوٹر پر کام کرتے تھے۔ مکرم مصباح الدین صاحب نیر جو ممبئی میں کمپیوٹر پر کام کرتے تھے جماعت کی خدمت کیلئے قادیان آگئے۔ اس کے بعد مکرم سید اعجاز احمد صاحب بھی اس خدمت پر مامور ہوئے۔

انہوں نے کمپیوٹر سیکشن میں ہندی، پنجابی، انگریزی، میں کمپوزنگ کا کام شروع کردیا۔ 23 جنوری 1997 سے بدر کی کمپوزنگ اسی سیکشن سے شروع ہوگئی اور کتابت کا دور ختم ہوگیا۔ مکرم کرشن احمد صاحب قادیان کو ایک لمبے عرصہ سے بدر کی کمپوزنگ وغیرہ کی سعادت مل رہی ہے۔

اور اب تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور شفقت سے فضل عمر پرنٹنگ پریس کی جدید مشینیں آگئی ہیں اور CTP یونٹ چکا ہے اور کیمرہ سے نیگیٹو بنانے اور پلیٹیں بنانے کا سلسلہ ختم ہوکر اب ڈائریکٹ CTP یونٹ سے پلیٹ بن جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کی طباعت ہو رہی ہے۔ الحمدللہ۔

مضامین ونظمیں لکھنے والوں کی فہرست بہت لمبی ہے جنہوں نے بدر میں مستقل کالم لکھے اور ادارہ کو قلمی تعاون دیا اللہ تعالیٰ سب

کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بدر کا مالی تعاون کرنے والے بھی دعاؤں کے مستحق ہیں۔

بدر کے متعلق گرانقدر تاثرات:

بدر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دو بازوؤں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بدر کے متعلق فرمایا

☆...... ”شکر ہے کہ اخبار بدر چھپنے لگ گیا ہے اس طرح قادیان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اس طرح اخبار ملتا رہے گا تو قادیان کی محبت احمدیوں کے دلوں میں تازہ ہوتی رہے گی“۔

”اس زمانہ میں اخبار بھی بڑا اہم کام کرتے ہیں اگر آپ ایسے اخباروں کی اشاعت کریں جو اسلام کی روشنی پھیلانے کی خدمت کر رہے ہیں تو یقینا ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے اور آپ کے خیالات بھی لوگوں تک پہنچیں گے اور آپ کا ایک اپنا اخبار بھی لوگوں میں مقبول ہو جائے گا۔ اور آپ کی اندرونی اصلاح کا کام بھی ترقی کرے گا۔
(بدر 28/11/55)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے پیغام میں فرمایا:

”مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہفت روزہ اخبار ”بدر“ قادیان اپنی اشاعت کے چھبیس سال پورے کر چکا ہے اور اب ستائیسواں سال شروع ہونے والا ہے۔ اپنے دور ثانی میں بھی یہ اخبار نہایت مفید کام کرتا رہا ہے اور اب بھی مرکز کے حالات اور مرکزی ہدایات و تحریکات کو احباب جماعت تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اس کی اشاعت کو بڑھانا اور سلسلہ کے لئے اور نوع انسان کیلئے اسے زیادہ سے زیادہ مفید بنانا جماعت کی ذمہ داری ہے ذی استطاعت احباب کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔
(بدر 22 ستمبر 1977)

☆...... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے 24/10/82 کے خط میں فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے بدر کا معیار بہت اچھا ہے اور نظر آتا ہے کہ کسی نے اسے دلچسپ بنانے کیلئے محنت کی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء“ (بدر 6.1.83)

☆...... حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ربوہ نے اپنے مکتوب 21.9.69 میں فرمایا:

”پرسوں حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے پیغام صلح کے اخبار بدر کے مؤاخذات سے تنگ آ کر چیخ اٹھنے کا ذکر آیا تھا حضور نے اس سلسلہ میں فرمایا ”میں بدر سارا پڑھتا ہوں اور میں اس سے بہت خوش ہوں“۔

☆...... حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ ربوہ نے فرمایا:

فروری کا آخری دن سن چھیاسٹھ جبکہ تھا
چھ مہینے بعد آیا ہے نظر بدر ہدیٰ
آنکھیں روشن ہوگئیں اللہ حفیظ اپنا ہوا
شاد ہے اکمل کہ فیض احمد کا جاری ہوگیا

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے بدر کی سلور جوبلی کی اشاعت کے موقعہ پر اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

بدر کا ہفتہ وار پرچہ باقاعدگی سے میسر آ جاتا ہے اور خاکسار اسے بڑے شوق سے مطالعہ کرتا ہے...... بدر نے شروع سے لیکر تمام عرصہ میں ہر لحاظ سے بلند معیار قائم رکھا ہوا ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت قابل قدر خدمت کی ہے“۔

☆...... حضرت چوہدری صاحبؓ نے 3.7.74 کے گرامی نامہ میں فرمایا:

”بدر اس نازک مرحلے پر بڑی قابل قدر خدمت کر رہا ہے خاکسار اوّل سے آخر تک بڑے شوق اور توجہ سے پڑھتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے یوں بھی مضامین کا درجہ بہت بلند ہے“۔

☆...... محترم سابق امام صاحب مسجد فضل لندن جناب بشیر احمد رفیق لکھتے ہیں۔

”اخبار بدر مل رہا ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کا معیار بہت اونچا ہے ایک ایک لفظ پڑھتا ہوں اور لطف اٹھاتا ہوں“

☆...... محترمہ رشیدہ شیخ صاحبہ نے برمنگھم برطانیہ سے لکھا:

بدر مجھے باقاعدگی سے ملتا رہا آپ کی خصوصی توجہ کا شکریہ کہ قارئین کو عین وقت پر روحانی غذا ملتی رہی۔۔۔

☆...... لدھیانہ سے جناب سردار گردیال سنگھ صاحب پرنسپل گریوال کالج لدھیانہ نے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا :

”خاص کر ان لوگوں کو جن کو یہ حقیقت تسلیم ہے کہ خدا کے ملاپ اور دیدار کے لئے پیر، مرشد، گورو، رہبر، رسول کی خوشنودی لازمی ہے جس کے بغیر حصول مدعا ناممکن ہے یہ اخبار (بدر) بہت مددگار ہے۔ اسلام کی جتنی حقیقی خدمت یہ اخبار کر رہا ہے مجھے امید نہیں نہ ہی میں نے دیکھا ہے کہ کوئی اور اخبار جماعت یا ادارہ کر رہا ہو اس اخبار کو اخبار احمدیہ کی بجائے اگر اخبار اہل اسلام کہا جائے تو درست ہوگا۔ ہر مسلمان کے لئے جو تمام پیغمبران اسلام و حضرت محمدؐ صاحب اور قرآن شریف میں یقین رکھتے ہیں ”بدر“ مشعل راہ ہے۔
(بدر 5 فروری 1976)

☆...... مایۂ ناز سکالر ہیرا لعل چوپڑہ (ایم اے ڈی لٹ) ریٹائرڈ پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی نے لکھا:۔

بدر کا صد سالہ جشن تشکر نمبر دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی...... آپ نے اس نمبر میں احمدیت کی تاریخ کے ساتھ اسلام کے قابل تقلید عنوانات کی بھی وضاحت فرمائی ہے تا کہ قارئین کو پتہ چل سکے کہ اسلام کیا ہے...... مضامین کے مطالعے سے اسلام کی ہمہ گیریت اور روشن پہلو اجاگر ہو جاتے ہیں اور لطف اس بات کا ہے کہ اگر چہ پاکستان یا کسی اور جگہ اس فرقے کی شدید مخالفت ہے لیکن اس مجلّے میں کسی کے خلاف کچھ نہیں لکھا گیا اور دین اسلام کے بہت سے مسائل کی وضاحت ملتی ہے جس کیلئے ناشرین مجلہ مبارک باد کے بجا طور پر مستحق ہیں...... (بدر 13 اپریل 89)

☆...... ہوشیار پور پنجاب سے پریتم سنگھ جی کانگو نے لکھا:۔

”مولیٰ کی محبت بنے پیشانی کا جھومر“
بدر جس رنگ میں مخلوق خدا کی خدمت کر رہا ہے قابل تحسین ہے“۔

یہاں چیز کمیاب کی قدر ہے
ستارے بہت ہیں اور اک بدر ہے

(بدر 29.5.97)

☆...... اوم پرکاش سونی سب ایڈیٹر ہند سماچار گروپ آف اخبارات لکھتے ہیں:

”بدر میں اداریہ بعنوان ”دیوبندی چالوں سے بچئے خوب تر ہے مدلل و مسکت جواب ہے حقیقت یہ ہے کہ احمدی مسلمانوں نے اسلام کی جتنی خدمت کی ہے اتنی شائد کسی فرقے نے نہ کی ہو...... مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی کے واقعات بڑے دلسوز اور سبق آموز ہیں کاش یہ لوگ اعتراض کرنے سے پہلے حضرت مرزا صاحب کی تعلیمات کا مطالعہ تو کر لیا کریں۔ (بدر 11 جولائی 96)

☆...... اخبار بدر کی غیر معمولی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مکرم محمد صدیق فانی صاحب ناظر ڈی سی آفس پونچھ کشمیر نے لکھا:

”اخبار بدر سلسلہ عالیہ احمدیہ کا قدیمی آرگن ہے جس کے صفحات سلسلہ کے قابل احترام بزرگان کے بلند پایہ مضامین اور مرکزی نظارتوں کی تحریکات سے مزین ہو کر احباب کو علمی ادبی تربیتی امور میں مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔ اس جریدہ کو اس بات کا بھی فخر حاصل ہے کہ اسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد خوشتر میں ہی خدمت سلسلہ بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی اور اب بھی باوجود گونا گوں مشکلات کے یہ اخبار حسب حالات اپنی خدمات بدستور جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہندوستان میں مرکز کی آواز اس کی جملہ بیرونی شاخوں تک پہنچانے کا بھی واحد ذریعہ ہے۔
(بدر 27.11.58)

درویشان قادیان اور بدر

پارٹیشن کے وقت البدر بند ہوگیا اور اسے دوبارہ جاری رکھنے کیلئے درویشان کرام کا اہم رول رہا ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بدر سے درویش اور درویشوں سے بدر زندہ رہے۔ آج درویشان قادیان کا خصوصی نمبر بدر کے پرانے شمارہ کے مرہون منّت ہے۔ اور یہ ان درویشوں کی کاوشوں کا پھل ہے جنہوں نے اپنے وقت میں بدر کو زندہ رکھا۔

جماعت احمدیہ کی مساعی کو پھیلانے کیلئے بدر کا اجراء دوبارہ ہونا بہت ضروری تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے مطابق بدر کو دوبارہ قادیان سے جاری کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس میں درویشان کرام کا اہم رول رہا۔ درویشان نے بدر کی کتابت، پروف ریڈنگ، مضامین کی ترسیل اور مواد کو شائع کرنے کے ساتھ ساتھ اسے پوری دنیا میں پہنچانے کی اہم خدمت کیلئے دن رات ایک کیا۔ اس وقت قادیان میں کوئی پرنٹنگ پریس بھی نہ تھی اس لئے درویشان کی باقاعدہ ڈیوٹی اس کی اشاعت کے سلسلہ میں لگی اور انہیں امرتسر، جالندھر جا کر حالات اور کڑی مشکلات کے دور سے گزرنا پڑا۔ مالی وسائل بھی کم تھے۔ اس لئے درویش خود تمام کام کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام درویشان کرام کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

درویشان قادیان کو نذرانۂ عقیدت

(قریشی محمد فضل اللہ نائب ناظر نشر و اشاعت قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہشتی مقبرہ کے متعلق بہت سی بشارات دیں اور بتایا کہ یہ برگزیدہ لوگوں کی آخری قیام گاہ ہوگی ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک پاکیزہ جماعت کے عطا ہونے کی خوشخبری بھی عطا فرمائی تھی جو آپ کے جان نثار صحابہ اور جماعت کی صورت میں پوری ہوئی جنہوں نے آپ کی زندگی میں بھی ساتھ دیا اور بہت سے ایسے خوش نصیب بھی ہیں جن کو مر کر بھی آپ کے قدموں میں اور آپ کے قائم کردہ ''بہشتی مقبرہ'' میں جگہ ملی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو ''داغ ہجرت'' کے الہام کے ساتھ قادیان سے ہجرت کی پیش خبری بھی دی گئی نیز ایک رؤیا میں ایک نان دکھا کر بتایا گیا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں ''یہ اُس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی۔ مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل دے کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا انہی کے حق میں براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں یہ الہام ہے

اصحاب الصفة وما ادراک ما اصحاب الصفة ترى اعينهم تفيض من الدمع يصلون عليک ربنا اننا سمعنا مناديا ينادى للايمان وداعيا الى الله وسراجا منيرا ربنا امنا فاكتبنا مع الشاهدين املوا براہین احمدیہ

۲۴۲ ترجمہ کامل مخلص وہ ہیں جو تیرے مکان کے صُفّوں میں رہنے والے ہیں یعنی اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صُفّوں کے رہنے والے تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے اے ہمارے خدا تو ان لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے مامور اور تیرے بھیجے ہوئے کی سچائی پر گواہی دی۔ غرض خدا تعالیٰ نے انہی اصحاب الصفہ کو تمام جماعت میں سے پسند کیا ہے اور جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ یہ تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے اور یہ ایک پیشگوئی عظیم الشان ہے اور ان لوگوں کی عظمت ظاہر کرتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھے کہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں اور املاک کو چھوڑیں گے اور میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں آکر بود و باش کریں گے۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۲۶۳۔۲۶۱)

سیدنا حضور اقدس علیہ السلام کی یہ پیشگوئی صحابہ کرام کی قادیان آمد سے تو پوری ہوتی ہی رہی لیکن اجتماعی طور پر عظیم الشان رنگ میں اس کا ظہور تقسیم ملک کے وقت ہوا جبکہ قادیان احمدی آبادی سے خالی کرنا پڑا۔ اس وقت دور دور سے اپنے گھروں، وطنوں اور عزیز رشتہ داروں کو چھوڑ کر ایسے افراد قادیان میں آکر قیام پذیر ہوئے جن پر حضور علیہ السلام کی مذکورہ پیشگوئی کا لفظ لفظ صادق آتا ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں بدر کا یہ شمارہ انہیں واقعات و شہادتوں سے بھرا پڑا ہے۔

اگرچہ درویشان کرام اپنے گھر بار مال دولت زمین جائدادیں بیوی بچے ۔ دوست احباب وطن سب کچھ چھوڑ کر دیارِ حبیب میں خالی ہاتھ آگئے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ مرنے کے بعد وہ اپنے حبیب کے قرب سے دور رہیں۔ چنانچہ سب ہی وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہو گئے۔ اور یہ سب مرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیتے تھے کہ کہیں ہمارے مالی حساب میں کمی تو نہیں جس کی وجہ سے ہم بہشتی مقبرہ میں دفن نہ ہو سکیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے تمام درویشان ہی اس مقصد میں سرخرو ہوئے الشاذ کالمعدوم ان درویشان کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ آنے والے لکھتے رہیں گے۔ ہر درویش اپنی جگہ امام مہدی کی صداقت کا نشان تھا اور اس پیشگوئی کا مورد۔ ہر گل را خوشبو دیگر است کے تحت ہر درویش اپنا ایک الگ مقام بھی رکھتا ہے۔ اگر ہر ایک کی صفات ان کی خدمتوں اور قربانیوں کا ذکر کیا جائے تو بلا شبہ ہر ایک کی ایک ضخیم کتاب بن جائے ۔ یہ گوہر بہشتی مقبرہ کی مقدس سرزمین میں متفرق جگہوں میں مدفون ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی قادیان آمد کے بعد آپ کے ارشاد پر قطعہ درویشان کے نام سے ایک قطعہ مخصوص کیا گیا ۔ جس میں باقی ماندہ درویشان مدفون کئے جاتے ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ درویشان بہت سی خوبیوں کے مالک تھے جن سے ان کی زندگی کے لمحات پر تھے اور ان کے کتبات سے بھی ظاہر ہے۔ یہ نہ صرف صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے بلکہ یہ تو تہجد گذار تھے کثرت سے نوافل پڑھتے تھے نہ صرف فرضی روزے رکھتے تھے بلکہ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے۔ اپنے محدود مال میں سے بھی خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے تھے ہر درویش کو خلیفہ وقت سے محبت تھی نظام جماعت کا احترام تھا اطاعت ان کی سرشت میں تھی ۔ آپس میں پیار و محبت تھی ہر ایک کی خیر خواہی تھی ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے تھے اور دوسروں کے بچوں کو اپنے بچے سمجھتے۔

کئی بار اس قطعہ میں جا کر دعائیں کرنے کا موقعہ ملا ایسے ہی ایک سہانی شام کو خاکسار اس قطعہ میں گیا اور اس میں ابدی نیند سونے والوں کی صفات اور ان کی خدمات اور ان کی خوبیوں کی لمبی داستان میرے ذہن پر فلم کی طرح چلنے لگی پھر تیز ہوتے ہوتے میری سوچ کے دھاروں کو بہت پیچھے چھوڑ گئی اور میں ان حسین یادوں میں کھو گیا آنکھوں میں آنسو تھے اور دل میں دعائیں......اسی کیفیت میں تھا کہ منارۃ المسیح سے اذان کی آواز سنائی دی اور میں نماز کے لئے چل پڑا۔ یہی تو وہ کام تھا جو یہ ساری زندگی بجالاتے رہے اور اپنے قول و فعل سے اس کی تلقین کرتے رہے۔ اے اللہ تو ان پر اور ان کے اہل و عیال پر برکات نازل فرما ان کی توقعات سے بہت بڑھ کر ان سے رحم کا سلوک فرما۔

ہر ایک درویش کے دل میں درد تھا اپنے لئے نہیں اپنے اہل و عیال کے لئے نہیں بلکہ اپنے آقا کے لئے۔ خلیفہ وقت کی آمد کا انتظار کرتے کرتے اکثر اس دنیا سے چلے گئے۔

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب درویش مرحوم اپنے ایک مضمون میں اپنی اس محرومی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔......''کون اندازہ لگا سکے گا اس درد محرومی کا ! شاید آئندہ کا کوئی مورخ اس تالّم کی تصویر کھینچ سکے۔ لیکن ہم اپنے پیارے امام سے دور بیٹھے ہوئے درویش آئندہ کے اس مورخ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری قبروں کے سرہانے کھڑا ہو کر ہمارے دلوں میں اس سلگتی ہوئی آگ کی تپش کو اپنا لے اور پھر تصویر کھینچے

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیر خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا۔

اپنا عہد درویشی خوش اسلوبی سے نبھا کر خدا کے حضور حاضر ہونے والے قابل احترام درویشو! ہم آپ کی قبروں کے سرہانے کھڑے ہو کر نہیں آپ کے قدموں میں کھڑے ہو کر اظہار عقیدت و احترام سے محبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے عہد وفا کو ایسا نبھایا کہ آپ تاریخ احمدیت میں روشن ستاروں کی طرح جگمگاتے رہیں گے اور احمدیت کی تاریخ آپ کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں ہو سکے گی۔ اور آنے والی نسلیں ہمیشہ آپ کے لئے دعائیں کرتی رہیں گی کیونکہ آپ کے دلوں میں محبت کی سلگتی ہوئی آگ ہمیشہ دوسروں کو بھی حرارت، توانائی اور روشنی عطا کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے راضی ہو اور ہم سب کو بھی آپ کے نیک نمونوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

درویشان قادیان کی 1983ء میں لی گئی ایک یادگار تصویر

(نیچے بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں مکرمیان) قریشی فضل حق صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، حافظ الہ دین صاحب، محمد الدین صاحب، فتح محمد گجراتی صاحب، عبداللہ نانبائی صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب، عبدالواحد صاحب، مرزا عبداللطیف صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، ابراہیم غالب صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، حاجی خدا بخش صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مکرمیان) چوہدری عبدالسلام صاحب، منظور احمد گھنوکے صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، عبدالحق فضل صاحب، چودھری سکندر خان صاحب، محمد احمد صاحب، عبدالقادر دانش صاحب، محمد حفیظ بقاپوری صاحب، بدرالدین عامل صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، شریف احمد امینی صاحب، چودھری عبدالقدیر صاحب، چودھری محمود احمد عارف صاحب، چودھری سعید احمد صاحب، محمد عبداللہ صاحب، ممتاز احمد ہاشمی صاحب، فضل الٰہی خان صاحب

(تیسری قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) امیر احمد صاحب، طیب علی صاحب، یوسف احمد صاحب، مرزا اسحاق صاحب، بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں، محمد شریف گجراتی صاحب، احمد حسین صاحب، مرزا ظہیر الدین منور صاحب، ملک بشیر احمد ناصر صاحب، میاں عبدالعظیم صاحب، غلام قادر صاحب، چودھری ظہور احمد گجراتی صاحب، میاں محمد حسین صاحب، چودھری مبارک علی صاحب، حاجی افتخار احمد اشرف صاحب، عطاء اللہ خان صاحب،

(چوتھی قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) نذیر احمد ننگلی صاحب، محمد اسماعیل ننگلی صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، دین محمد صاحب، شریف احمد شیخوپوری صاحب، فیض احمد صاحب، بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، محمد سلیمان صاحب، مرزا محمد زمان صاحب، بشیر احمد بانگروی صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، عمر علی صاحب، محمد دین بدر صاحب، قریشی سعید احمد صاحب، صوفی غلام احمد صاحب، محمد صادق ننگلی صاحب، محمد یوسف گجراتی صاحب

(آخری قطار میں مکرمیان) بشیر احمد مہار صاحب، بشیر احمد حافظ آبادی صاحب، عمر دین صاحب، محمد خضر باجوہ صاحب، محمد اسماعیل صاحب، نذیر احمد صاحب، عزیز احمد منصوری صاحب، مرزا محمد اقبال صاحب، محمد صادق عارف صاحب، غلام حسین صاحب، ولی محمد گجراتی صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب، غلام نبی صاحب، محمد موسیٰ صاحب، شریف احمد ڈوگر صاحب، عبدالکریم صاحب

درویشان قادیان ضلع گجرات بتاریخ 2جون 1948ء

جناب ٹی این رائنا صاحب کے استقبال کا ایک منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دسمبر 2005ء میں
قادیان تشریف آوری پر درویشان قادیان اپنے آقا کی آمد کے انتظار میں

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت 2008ء کے موقع پر درویشان قادیان کا گروپ فوٹو

رسالہ ''درویش'' کا ٹائٹل صفحہ

رسالہ ''درویش'' کا اندرونی صفحہ

دفتر زائرین کے درویشان کارکنان

بدر بورڈ

مکرم محمد کریم الدین شاہد صاحب (ممبر)، مکرم سید تنویر احمد صاحب (ممبر)، مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب (صدر)،
مکرم محمد ایوب ساجد صاحب (منیجر)، مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب (ایڈیٹر)
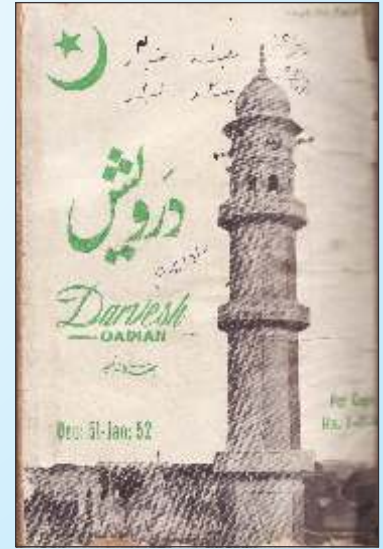
ممبران بدر بورڈ کے ساتھ پیچھے کھڑے عملہ دفتر بدر

(دائیں سے بائیں) مکرم شمس الدین صاحب، مکرم کلیم احمد شاہد صاحب، مکرم تنویر احمد ناصر صاحب (نائب ایڈیٹر)،
مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب (نائب ایڈیٹر)، مکرم قریشی محمد رحمت اللہ صاحب، مکرم حمید الدین صاحب، مکرم ناصر محمود صاحب، مکرم کرشن احمد صاحب

درویشانِ قادیان کا ذکر خیر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوش نصیب درویش صحابہ کرام

(مکرم تنویر احمد ناصر صاحب۔ نائب ایڈیٹر بدر قادیان)

آج سے چودہ سو سال قبل جزیرہ نمائے عرب میں آنحضور ﷺ کی بعثت مبارکہ سے اسلام کا ظہور ہوا اور خشکی و تری کا فساد امن میں تبدیل ہوا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے ذریعہ اسلام جہاں جزیرہ نمائے عرب پر غالب آیا وہیں اس کے عالمی غلبہ کیلئے آپؐ کی بروزی رنگ میں بعثت ثانیہ ازل سے مقدر تھی۔ قدیم الٰہی نوشتوں میں خاص طور پر اس کا ذکر تھا اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا کچھ یوں ذکر فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

(سورۃ الصف۔آیت10)

یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر مبعوث کیا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر کے دکھائے۔ چنانچہ امت کے بزرگان اور معتزین کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ہے۔ یعنی اس میں مذکور غلبۂ اسلام امام مہدی کے زمانے میں ہوگا۔ امام مہدی علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ جہاں غلبہ اسلام برادیان باطلہ، کسر صلیب، قتل دجال، جنگ اور جزیہ کے موقوف ہونے کا ذکر تھا وہیں یہ بھی ذکر تھا کہ اس کی بعثت کے ساتھ ایک پاک جماعت کا قیام عمل میں آئے گا۔ ایسی پاک جماعت جو اپنی قوت ایمانی میں ایسی بڑھی ہوئی ہوگی کہ باوجود آخرین میں ہونے کے وہ اولین سے ملی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(سورۃ الجمعۃ۔آیت 3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

چنانچہ عین الٰہی بشارتوں کے ماتحت چودھویں صدی کے سر پر جب حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہوا تو اس کے ساتھ ہی آپ نے خدا تعالیٰ کے اذن سے مخلصین کی ایک پاک جماعت کا قیام فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ مہدی موعودؑ کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اس حدیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس اُمت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اُس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئی میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو 840ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔’’ دراربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لھا کدعہ و یصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصیٰ البلاد اوعلی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیھا عدداصحابہ باسمائھم وبلادھم وخلالھم یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی 313 ہوں گے اور اُن کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اُس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے تین سو تیرہ نام ذیل میں کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۱۱۔ انجام آتھم ضمیمہ صفحہ 325-324)۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ان ۳۱۳ خوش نصیب اصحاب کے اسماء درج فرمائے۔

قارئین کرام ان 313 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کو عطر مجموعہ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، عطر مجموعہ کئی عطروں کے امتزاج سے تیار کیا جاتا ہے۔ جیسے گلاب کا عطر، چنبیلی کا عطر، عطر حنا وغیرہ وغیرہ۔ ہر پھول میں ایک الگ رنگ و بو اور کیف ہوتا ہے۔ گلاب کے پھول کی ایک الگ خوشبو ہے، چنبیلی کا پھول ایک الگ رنگ و بو رکھتا ہے اور یہی حال عطر حنا کا ہے۔ یہ تمام پھول باوجود مختلف رنگ و بو رکھنے کے اپنے اندر ایک کیف مشترک رکھتے ہیں جو دل و دماغ کو لذت بخشتا ہے۔ اور انہی تمام پھولوں کو جب ملا کر عطر بنایا جائے تو اُس سے حاصل ہونے والے سرور و کیف کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں۔ لیکن جس عطر مجموعہ کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کے سامنے اس ظاہری پھولوں کے عطر کی کیا حیثیت ہے! یہ عطر مجموعہ ایک ایسے باغ کے پھولوں سے تیار کیا گیا ہے جسے مالک دو جہاں نے اس دور کے عظیم مالی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں قادیان کی اس پاک بستی میں سجایا اور اپنے ہاتھ سے اس کی آبیاری کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس باغ میں سے 313 خوشنما پھولوں کو چن کر اپنی کتاب انجام آتھم میں سجایا۔ اس جگہ ان 313 پھولوں کا ذکر مقصود نہیں بلکہ اُسی باغ کے دیگر 26 پھولوں کا ذکر خیر کرنا مقصود ہے جو باوجود داغ ہجرت کی آندھیوں کے اپنی ٹہنیوں سے نہیں گرے۔ ان برگزیدہ خزاں دیدہ پھولوں نے تقسیم ملک کے پرآشوب دور میں بھی اور پھر دور درویشی میں بھی اپنی مہک سے اردگرد کے متعفن ماحول کو خوشگوار بنائے رکھا اور تقسیم ملک 1947ء کے بعد قادیان دارالامان میں حفاظت مرکز کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا کر درویش بن کر قادیان میں رہے۔

چنانچہ 16 نومبر 1947 کو آخری قافلے کے چلے جانے کے بعد ۱۲ مقدس صحابہ درویشی کا جامہ پہن کر قادیان کی مقدس سرزمین میں بطور درویش رہے۔

ان بزرگ صحابہ کرام کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل صحابیؓ ناظر اعلیٰ قادیان ولد مکرم برکت علی صاحب (۲) حضرت محمد احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم غلام حسین صاحب۔(۳) حضرت مولیٰ بخش صاحب باورچی صحابیؓ ۔ولد مکرم خیرات اللہ صاحب۔(۴) حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب صحابیؓ ولد مکرم خواجہ غلام رسول صاحب امرتسری۔(۵) حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں احمد جان صاحب پشاوری (۶) حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابیؓ ولد مکرم محکم دین صاحب ہرچوال (۷) حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم میراں بخش صاحب (۸) حضرت میاں صدر الدین صاحب صحابیؓ ولد مکرم رحیم بخش صاحب (۹) حضرت بابا بھاگ صاحب صحابیؓ امرتسری صحابی ولد مکرم جیوا صاحب (۱۰) حضرت شیخ احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم غلام حسن صاحب (۱۱) حضرت میر عبد السبحان صاحب صحابیؓ ولد مکرم رحمٰن میر صاحب۔(۱۲) حضرت میاں محمد عبد اللہ صاحب صحابیؓ ولد عبد الغفار صاحب۔

۵/ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان سے ۱۵ عشاقِ احمدیت کا ایک قافلہ درویشی کی سعادت حاصل کرنے کیلئے قادیان دارالامان تشریف لایا۔ان میں ایک صحابی حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔جن کا نام ہے۔(۱۳) حضرت حاجی ممتاز علی صاحب صحابیؓ ولد حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب صحابیؓ۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاقِ احمدیت قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کیلئے اپنے تئیں پیش کریں۔حضور کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کا ایک خوش نصیب قافلہ شروع ماہ ہجرت/مئی ۱۹۴۸ء میں صبح ۸ بجے لاہور سے روانہ ہوا۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین المصلح الموعودؓ نے افراد قافلہ کو شرف مصافحہ بخشا اور اجتماعی دُعا کے ساتھ الوداع کہا۔

(الفضل ۲ ہجرت/مئی ۱۹۴۸)

اس قافلہ میں بارہ (اصل تعداد ۱۳۔ناقل) صحابہ بھی تھے جن میں حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب (امیر قافلہ) اور حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی جیسے قدیم اور ممتاز صحابہ بھی شامل تھے۔

(الفضل ۱۸ مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس قافلہ کی آمد کے موقعہ پر ۵ مئی ۱۹۴۸ کو مولانا عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ کے نام ایک خصوصی مکتوب لکھا جس میں نصیحت فرمائی کہ:۔

’’جملہ درویشوں کو میری طرف سے بعد سلام یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ ان بزرگوں کی آمد کو ایک خدائی نعمت سمجھتے ہوئے ان کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور ان کے علم وعمل کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں ۔صحابہ کا مقدس گروہ دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔ باوجود اس کے ہم انہیں اپنے آپ کو ان کی صحبت سے محروم کرتے ہوئے آپ کے پاس بھجوائے جارہے ہیں ۔ پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں اور باہم اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ قائم کریں جو اسلام آپ سے چاہتا ہے ۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔مگر جب تک ہمیں وہ واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے مخلص اور جانثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کیلئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور پاک جذبہ ٔخدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہریں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے اس نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی‘‘۔

(الفضل ۱۸ ہجرت ۱۹۴۸)

اس قافلہ کے ساتھ تشریف لانے والے اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کے اسماء اس طرح ہیں۔

(۱۴) حضرت میاں محمد دین صاحب واصلباقی صحابیؓ ولد مکرم نور الدین صاحب (۱۵) حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب صحابیؓ ولد مکرم چندر سنگھ صاحب (۱۶) حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب صحابیؓ قادیانی، ولد مکرم مہتہ گوراندتہ مل صاحب (۱۷) حضرت بابا شیر محمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم دتے خان صاحب (۱۸) حضرت چودھری سلطان احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم چودھری نور علی صاحب (۱۹) حضرت حسن دین صاحب صحابیؓ ولد مکرم چودھری فضل دین صاحب صحابیؓ (۲۰) حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں بھولا صاحب (۲۱) حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالوی صحابیؓ ولد مکرم نور احمد صاحب (۲۲) حضرت حافظ صدر الدین صاحب صحابیؓ ولد مکرم محمد دین صاحب (۲۳) حضرت مولوی غلام محمد صاحب صحابیؓ ولد فوجدار صاحب۔(۲۴) حضرت بابا اللہ دتہ صاحب صحابیؓ دوالمیال ولد مکرم شہباز خان صاحب (۲۵) حضرت بابا کرم الٰہی صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں عیدا صاحب (۲۶) حضرت مولوی الٰہ دین صاحب صحابیؓ ولد حضرت احمد دین صاحب صحابیؓ۔

ان مقدس صحابہ کرام کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔صحابہ کے واقعات میں بعض مقامات پر تکرار بھی ہے۔لیکن چونکہ صحابہ کے یہ واقعات تقریباً نایاب ہیں اور سلسلہ کے قدیم اخبارات میں درج ہیں جو سب کی دسترس میں نہیں ہیں۔اس لئے بطور ریکارڈ ان کو اسی طرح درج کر دیا گیا ہے۔

حضرت الحاج مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل صحابیؓ درویش

ولد شیخ برکت علی صاحب

(پیدائش:1893 زیارت و بیعت 1903ء
وفات:21/20 جنوری 1977
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)

حضرت مولانا صاحبؓ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپؓ کے والدین قادیان ہی کے قریب واقع موضع فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔ آپؓ کے ماموں اور (خسر) حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم اور صحابی تھے۔ جنہیں حضورؑ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہونے کا شرف حاصل رہا۔حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ کی ہدایت پر ہی حضرت مولوی صاحب مرحوم نوعمری میں قادیان بغرض حصول تعلیم آئے اور تحصیل علم کے بعد اسی مقدس مقام کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنالیا۔

آپؓ کو سلسلہ کی بے شمار خدمات کا موقع ملا۔ملکی تقسیم سے قبل آپ مدرسہ احمدیہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرنے کے ساتھ ساتھ قاضی سلسلہ ناظم دارالقضاء ۔ جنرل پریذیڈنٹ لوکل انجمن احمدیہ اور ناظم سپلائی اجناس جلسہ سالانہ کے اہم فرائض سرانجام دیتے رہے۔ملکی تقسیم کے وقت آپؓ نے قادیان میں ہی ٹھہرے رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو قادیان میں امیر مقامی اور پھر ناظر اعلیٰ کے اہم عہدوں پر فائز کیا جن کو آپؓ نے آخری وقت تک نہایت درجہ خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ سرانجام دیا۔ آپؓ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ پرانے بزرگ عالم ہونے کے سبب سلسلہ کے سبھی علماء اور مبلغین کے آپؓ اُستاد تھے ۔علم فقہ اور میراث میں مستند عالم مانے جاتے تھے۔ انتظامی اُمور میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔علاقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ آپؓ کے گہرے ذاتی مراسم تھے۔قادیان کی میونسپل کمیٹی کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ملکی تقسیم کے بعد آپ ایک عرصہ تک بطور پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی بھی کام کرتے رہے۔ تمام غیر مسلم ممبران کمیٹی آپؓ کی قیادت پر ہمیشہ ہی مطمئن رہے۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل صحابی درویش اخبار بدر قادیان کی 28 اپریل 1952 کی اشاعت میں اپنے خود نوشت حالات میں فرماتے ہیں۔

’’میں 1903 یا 1904 میں بچپن میں اپنے گاؤں فیض اللہ چک سے قادیان آیا۔ مجھے میرے ماموں حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ ساتھ لائے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا تھا۔ میرے والد صاحب گول کمرہ میں ہی فوت ہوئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین علیہا السلام بخوبی جانتے تھے۔ حضرت

اقدس علیہ السلام نے میرے پیش ہونے پر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے لئے وظیفہ کی سفارش فرمائی۔ اس وقت تین روپیہ ماہوار سے زیادہ کسی شخص کا بھی وظیفہ نہ تھا۔ لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کی شفقت خاص سے اس عاجز کا وظیفہ پانچ روپیہ ماہوار مقرر ہوا۔ میری ممانی (حضرت حافظ حامد علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ) حضرت اماں جان کی خدمت میں رہتیں۔ ان کا وہیں کھانا پینا اور رہائش تھی۔ میں بھی ابتداء میں ان کی وجہ سے اکثر وہیں رہتا تھا۔ میں نے حضرت اماں جان کا سلوک اور احسان جو اپنے متعلق دیکھا اور جو دوسروں کے متعلق مشاہدہ کیا وہ ایک نا بھولنے والی داستان ہے۔ جس کی یاد میرے ذہن وقلب پر منقوش ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہر وقت میرے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے اور آپ کی سب اولاد کیلئے دُعائیں نکلتی رہتی ہیں۔ جب بھی حضرت اماں جان اپنے کسی صاحبزادہ یا صاحبزادی کو کوئی مٹھائی یا کھانے پینے کی کوئی چیز دیتیں تو اس خادم غلام زادے کو بھی کبھی فراموش نہ کرتیں۔ گو میں بورڈنگ میں رہتا تھا لیکن کثرت سے بار بار الدار میں آنے اور رہنے کی سعادت ملتی رہتی تھی۔ اور بہت ہی کثرت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کے کھانے کا بھی موقع ملتا تھا۔ میری والدہ جس نے مجھے جنا اُس کا دودھ شائد میں نے پیا ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ اس کی پرورش کا مجھے علم نہیں۔ حضرت اماں جانؓ ہی تھیں جنہوں نے مجھے جب میں اپنی ممانی کے ساتھ الدار میں بودوباش رکھتا تھا میری پرورش اور ہر طرح خبر گیری کی۔ یہ احسانات حضرت اماں جان کے صرف مجھ پر ہی نہ تھے بلکہ مجھ جیسے بیسیوں غلاموں کی زندگی کا ہر لمحہ حضرت ممدوحہ کے احسانات کا رہین تھا......

میرے دل و دماغ میں اس زمانہ کی پرسرور یاد ابھی تک تازہ ہے۔ جب حضرت اماں جان کے صحن میں...... میں اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور کبھی صاحبزادگان میں سے کوئی کبڈی کھیلا یا کشتی کیا کرتے تھے اور میری ممانی اس شور وشغب کی وجہ سے مجھے کبھی ڈانٹ بھی دیا کرتیں۔ لیکن حضرت اماں جان ہماری بچپن کی اٹھ کھیلیوں پر باز پرس نہ فرماتیں۔ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب ہمارے آقا اور خدا کے پیارے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت امّ المومنین علیہا السلام کے، باغ میں تشریف لے جاتے ہم بچے بھی ساتھ ہوتے دونوں آقاؤں کے سامنے ہم درختوں سے شہتوت اور لوکاٹ وغیرہ کے پھل توڑتے اور کھاتے۔ لیکن ہمارے یہ محسن ومہربان اس پر کبھی گرفت نہ کرتے بلکہ ہماری خوشی سے حقیقی خوشی اور راحت محسوس کرتے اور ہم حقیقت میں یہی سمجھتے کہ یہ باغ اور اس کے پھل ہماری ہی ملکیت ہیں۔ حضرت اماں جان کی شفقت اور احسان کا سلوک صرف میرے بچپن تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ جب میں قابل شادی ہوا تو میری شادی کے جملہ انتظامات بھی حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ اور میرے آرام وسہولت کا ہر طرح خیال فرماتے رہے۔ جو ناز اور اعتماد کسی چہیتے بیٹے کو اپنے حقیقی والدین پر ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر ہمیں حضرت اماں جان پر تھا۔ ایک دفعہ کسی تقریب پر حضرت اماں جان نے میری بیوی یا اس کی بہن کو نہ بلایا جس پر وہ روٹھ گئی تو حضرت اماں جان نے از راہ شفقت خاص طور پر ان کو بلوایا اور دلداری کی۔

میں اس بات کو تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ بسا اوقات کئی ایک کام جو حضرت اماں جان اپنے دوسرے خدام سے زیادہ عمدگی سے کرواسکتی تھیں اس خادم اور غلام کے سپرد فرماتیں۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ اہل موجود ہوتے اس کی وجہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت ممدوحہ پرانے تعلق کو مدنظر فرماتیں۔"

آپ کی وفات پر اخبار بدر نے اپنی 3 فروری 1977 کی اشاعت میں درج ذیل مضمون شائع کیا۔

"حضرت امیر صاحب کے صفاتی الفاظ کثرت استعمال اور آپؓ کے محسنانہ تعلق کے سبب نہ صرف مقامی طور پر قادیان میں بلکہ بیرونجات میں بھی اسم علم بن گئے تھے۔ کسی بھی شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلتے، آپؓ کی پروقار بزرگ شخصیت آنکھوں کے سامنے آجاتی۔ آپ کی ساری زندگی ہی خدمت دین اور خدمت انسانیت سے معمور رہی اور زندگی بھی ایسی جو پبلک زندگی تھی۔ نوعمری ہی میں آپ کے ماموں حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ جو بعد میں آپ کے خسر بھی ہوئے آپ کو قادیان میں لے آئے۔ اور آپ وہ دوسرے خوش نصیب طالب علم ہیں جو مدرسہ احمدیہ کی سب سے پہلی جماعت میں داخل ہوئے اور اسی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہوکر اس قدر طویل عرصہ درس و تدریس کی خدمت اسی درس گاہ میں بجالانے کی توفیق پائی جو کسی دوسرے کے حصہ میں شاید نہ آئی ہو۔ نہ جانے کتنی نسلوں کے آپ استاد اور معلم بنے اور بیشمار مبلغین سلسلہ کو آپ کے تلمیذ کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آپ کا یہ صدقہ جاریہ آپ کی ذات کو ہمیشہ ہی زندہ جاوید رکھے گا۔

نہایت درجہ عالی ہمت جفاکش، بلند حوصلہ، معاملہ فہم، ذہین، بارعب، عالم باعمل بزرگ تھے۔ آپؓ کے ان اوصاف حمیدہ میں سے ایک ایک وصف نے آپ کو دین کی خدمت میں نمایاں حصہ ڈالنے کا موقعہ دیا۔ اور ایسی ہی خوبیوں کے سبب انسانیت کی حقیقی خدمت بجا لانے کی توفیق پائی۔ ملکی تقسیم سے قبل جب تک مدرسہ احمدیہ میں تعلیم وتدریس کے خصوصی کام پر مامور رہے۔ پوری لگن اور محنت کے ساتھ اس خدمت کو بجالاتے رہے۔ اس فرض منصبی کے سوا جماعت کی اور بہت سی نفلی خدمات فرض سے بڑھ کر ذمہ داری کے احساس سے ادا کرتے رہے۔ آپ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بار ہا خوشنودی ان نفلی کاموں کی بجا آوری کے سلسلہ میں آپ کو حاصل ہوئی۔ چونکہ راقم الحروف (محمد حفیظ بقاپوری...... ناقل) کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس عرصہ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک شفیق استاد کی طرح اپنے شاگردوں سے پیش آتے رہے۔ ہر سبق پوری تیاری اور قبل از وقت مطالعہ کے بعد پڑھایا۔ ادب عربی، فقہ اور انشا کے مضامین میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔

عرصہ دراز تک مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں بطور ٹیوٹر خدمت بجا لاتے رہے۔ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ سے دور واقع اپنی رہائش گاہ سے صبح سویرے فجر کی نماز کیلئے طلبہ کو جگا کر وقت پر نماز کیلئے لے جانا اور صرف ایک دو دن یا ایک دو ماہ کیلئے نہیں بلکہ سالہا سال یہ خدمت بحسن وخوبی بجالاتے رہنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس طرح جو رنگ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام سے براہ راست سایہ میں رہ کر آپ نے اپنے اندر جذب کیا جماعت کے ہونے والے مبلغین اور علماء کو بھی اسی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی اور ہمہ وقت دوسروں کو خدمت دین اور خدمت انسانیت کیلئے آمادہ و تیار کرتے رہنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ اس کام میں خود بھی برابر کا حصہ لیتے ہوئے دوسروں کو عملی ترغیب دی۔ ایک ہی وقت میں کئی کئی ڈیوٹیاں سرانجام دینے میں آپ کی عالی ہمتی، محنت اور جفاکشی نے ہمیشہ ہی آپ کو سربلند رکھا۔ کسی کام کو نہ حقیر جانا اور نہ ہی کسی کام کو ادھورا چھوڑا بلکہ اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا اور مشکل سے مشکل کام کو سرانجام دیتے وقت کبھی نہیں گھبرائے بلکہ پوری ثبات قدمی اور دلجمعی کے ساتھ پورا کیا اور ہمیشہ ہی دربار خلافت سے خوشنودی حاصل کی۔

ملکی تقسیم سے سالہا سال قبل ہی مسجد اقصیٰ میں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے۔ پر جب امیر مقامی بنائے گئے تو قادیان کی دونوں مرکزی مساجد میں باری باری امامت فرماتے رہے۔ نماز باجماعت کی پابندی اور اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی میں ایسی باقاعدگی کہ اپنی مثال آپ تھے۔ یہ جو حدیث نبویؐ میں مروی ہے کہ سات آدمیوں کو قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے خاص سایہ میں جگہ ملے گی اُن میں حضور ﷺ نے اُس آدمی کو بھی شمار کیا ہے جس کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے کہ ایک نماز سے فارغ ہوکر دوسری نماز کیلئے جانے کو اُس کے دل میں اشتیاق کے جذبات اُبھرتے رہتے ہوں۔ ہمارے نزدیک حضرت مولوی صاحب مرحوم بھی انہی خوش نصیب افراد میں سے تھے جن کے دل کو مساجد میں نماز باجماعت کیلئے حاضر ہونے کا غیر معمولی تعلق تھا۔

ملکی تقسیم کے بعد آپ مقامی جماعت احمدیہ کے امیر بنائے گئے۔ ساڑھے 29 سال کا لمبا عرصہ نہایت کامیابی کے ساتھ اُن سب ذمہ داریوں کو ادا کیا جو اس عہدہ جلیلہ سے وابستہ ہیں۔ آپؓ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ کسی کو بھی اپنی شکایت اور ضرورت آپ کے سامنے بیان کرنے میں کسی طرح کی روک نہ

تھی۔ آپ ہر شخص کی بات بڑے صبر وتحمل اور بردباری سے سنتے اور اس پر بہت جلد کارروائی فرماتے اور ہر تکلیف رسیدہ کی تکلیف کو جلد از جلد دور کرنے کی پوری سعی فرماتے۔

ملکی تقسیم کے وقت قادیان کی کثیر آبادی کو جن حالات میں سے گزرنا پڑا اور بالخصوص مغربی پنجاب سے زخم خوردگی کے بعد مشرقی پنجاب میں آنے والے غیر مسلموں کی دلداری اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ساتھ کے ساتھ اُن کے دلوں سے کدورت کو دور کرنا جو حالات کی نزاکت کے سبب مسلمانوں کی نسبت پیدا ہو چکی تھی، یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ حضرت امیر صاحب مقامی کی ہی شخصیت تھی جس نے آنے والوں کے دلوں میں ایسا مقام پیدا کر لیا کہ وہ سب کے سب آپ کو اپنا ہی بزرگ یقین کرنے لگے جس طرح محلّہ احمدیہ کے درویشان کرام سمجھتے اور یقین کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سن کر ان سب دوستوں کو بھی اسی طرح صدمہ ہوا جس طرح درویشان کرام اور احمدی دُنیا کو۔ چنانچہ ان میں سے ایک خاصی تعداد آپؓ کے جنازہ اور تدفین کے وقت موجود رہی اور آپ کی قبر پر جہاں احمدی احباب نے مٹی ڈالی وہاں ان دوستوں نے بھی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کام میں برابر کا حصہ لیا۔

حضرت امیر صاحبؓ طبعی طور پر جہیر الصوت واقع ہوئے تھے۔ اور اپنی اس خوبصورت بلند آواز میں جب قرآن کریم کی نمازوں میں قرأت فرماتے یا اپنے گھر میں صبح کی نماز کے بعد تلاوت فرماتے تو دور تک ہر لفظ بہت عمدگی سے سنا جاتا تا اور ہر سننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔

ہر چند کہ آپ کو مدرسہ میں تعلیم و تعلم کا اور جماعت کے دوسرے انتظامی امور کی سرانجام دہی سے ہی واسطہ پڑتا رہا۔ اس لئے آپ پبلک میں بطور مقرر اور خطیب کے کبھی نہیں آئے تھے بلکہ درویشی کا ابتدائی زمانہ بھی اسی طرح گذرا۔ لیکن جب کچھ عرصہ بعد حضرت مصلح موعودؓ عنہ نے آپ کو اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو باری باری جمعہ پڑھانے کا خصوصی ارشاد فرمایا تو اس وقت کے بعد سے آپ کا یہ وصف بھی خوب چمک کر سامنے آیا...... جمعہ کے خطبات ہوں یا جماعتی جلسوں میں تقاریر اور صدارت کے فرائض سرانجام دینے کے مواقع ہوں سب کو بڑی عمدگی اور خوبی سے پورا کیا۔ نہ صرف احباب جماعت کے سامنے بلکہ قومی اور ملکی تقریبات کے بہت سے پبلک جلسوں میں بھی آپ کو خطاب کرنے کا بارہا موقع ملا۔ آپ بڑے ہی مؤثر طریق پر اور بڑی سادہ زبان میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتے اور ہمیشہ ہی مفید امور کی طرف اپنے مخاطبین کو متوجہ کرتے۔

ہر ایسے موقعہ پر آپ نے ہمیشہ ہی اس امر کی تلقین کی کہ جو ہم کہتے ہیں اُس پر عمل بھی کریں۔ تا ہمارا عمل ہمارے قول کے ساتھ مطابق ہو کر ہم عملی آدمی بن سکیں۔ نہ کہ صرف باتیں بنانے والے ہوں۔ آپ ہمیشہ احباب جماعت کو بالعموم اور درویشان کرام کو بالخصوص سورۃ صف کی آیت کریمہ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کی روشنی میں تاکید فرمایا کرتے کہ انسان کا عمل اس کے قول کے ساتھ مطابق ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا باعث ہے۔

عمر کے آخری سالوں میں جب گرمی کا موسم آتا تو آپ کا یہ معمول رہا کہ مغرب کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے کے بعد امام کے مصلّی پر ہی لیٹ جاتے اور نماز عشاء تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اس دوران کوئی ملاقاتی بھی اگر آجاتا تو آپ اس سے ملاقات بھی اسی جگہ فرما لیتے اور پھر بہت سی روحانی باتوں کا سلسلہ چل پڑتا جن میں بالعموم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پاک اور اپنے بعض چشم دید واقعات سنا کر حاضرین کے ایمانوں میں تازگی پیدا کرتے۔ خود بھی نظام سلسلہ کی نہایت درجہ پابندی کرنے والے اور خلافت حقہ سے دلی عقیدت اور فدائیت رکھنے والے تھے۔ موقعہ ملنے پر جماعت کے ہر فرد کو بھی اس رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین فرماتے۔۔۔‘‘

آپ کی وفات 20-21 جنوری 1977 کی درمیانی شب کو دل کا شدید دورہ پڑنے کے نتیجہ میں ہوئی۔ آخری بار جب آپ کو جلسہ سالانہ ربوہ جانے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو ربوہ میں فلو کا عارضہ ہوگیا۔ اور بتایا کہ اُس وقت مجھے خیال گزرا ساری عمر تو قادیان میں رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ آخری وقت قادیان سے باہر آجائے اس لئے جلسہ ربوہ کے بعد جلد قادیان آگیا۔ اس سے حضرت مولوی صاحب کی قادیان سے دلی محبت اور تعلق پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی اس خواہش کو پورا کیا اور آپ کی زندگی کے آخری لمحات بھی قادیان میں ہی اپنے مقدس آقا سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مولد و مدفن میں گزرے۔ اور اپنی آخری آرام گاہ بھی اسی جگہ پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وجعل الجنۃ مثوٰہ۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

’’ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔
وعلی عبدہ المسیح الموعود۔

مزار

حضرت الحاج مولوی عبد الرحمٰن فاضل المعروف بہ جٹ۔ ابن ’’حجی فی اللہ شیخ برکت علی صاحب‘‘۔ (ازالہ اوہام حصہ دوئم صفحہ 820)

قوم ککے زئی ساکن فیض اللہ چک، گورداسپور۔ ہمشیرزاد حضرت حافظ حامد علی صاحب خادم خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ سن زیارت 1903 من جملہ اولین دو طلباء شاخ دینیات مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ انجمن ترقی اسلام کے تحت خلافت ثانیہ کے آغاز میں تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مصروف رہے۔ 63 سال تک مرکز میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ بطور ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ، پروفیسر جامعہ احمدیہ، ناظر سپلائی جلسہ سالانہ، جنرل پریذیڈنٹ، بوقت تقسیم رُکن امن کمیٹی، ناظم دار القضاء، رکن بورڈ قضاء، وقف جدید، صدر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ، ممبر میونسپلٹی، اُس کے نائب صدر، صدر، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) اور کثیر تعداد مبشرین اسلام کے اُستاد ہونے کا آپ کو شرف ملا۔ سلسلہ کی خاطر قید بھی ہوئے اتنا طویل عرصہ ناظر اعلیٰ، وکیل الاعلیٰ اور امیر مقامی رہنے میں آپ منفرد تھے۔ غیر مسلم طبقہ سے جماعتی تعلقات استوار کئے۔ آپ جو ایک انجمن کا حکم رکھتے تھے شفقت، اخلاقِ عالیہ، علوہمت، انتظامی و قضائی صلاحیتوں، اسلامی تعلیم پر وسعت نظر، جدید فقہی عالم، خلافت سے والہانہ محبت اور دُعاؤں سے تقویت سلسلہ کا باعث بنے۔ خاکسار

مرزا وسیم احمد
ناظر اعلیٰ وکیل الاعلیٰ امیر مقامی قادیان
تاریخ وفات: 77-1-21
عمر 84 سال وصیت نمبر 2337

حضرت بابا محمد احمد خان صاحب صحابیؓ درویش

ولد غلام حسین صاحب سڑوعہ ضلع ہوشیار پور المعروف بھبو خان
تاریخ بیعت وزیارت حضرت مسیح موعودؑ 1905 وفات 20.7.50
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کے متعلق چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان یکم نومبر 1962 کے اخبار بدر کی اشاعت میں لکھتے ہیں:۔

ہر کسے راہ بہر کارے ساختند

حضرت بابا محمد احمد خان صاحب عرف بھبو خاں صاحب ولد غلام حسین صاحب سڑوعہ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے اور تقسیم ملک سے قبل دار المسیحؑ کے اندر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھروں میں ایک ڈیوڑھی کے دربان تھے۔ بوڑھے مخلص اور غریب طبع درویش تھے۔ لیکن اس غربت پر ہزاروں امارتیں قربان ہوں جسے اس مقدس ڈیوڑھی کی دربانی نصیب ہوئی اور شاید یہی خدمت تھی جس نے حضرت بابا صاحب کو صحابیت کے شرف کے ساتھ ہی درویشی کی سعادت بھی عطا فرمائی اور آپ تقسیم ملک کے بعد بھی یہیں کے ہوگئے۔ چونکہ پرانے بزرگ تھے اور پرانے لوگوں کا یہ وطیرہ ہمیشہ رہا ہے کہ وہ نچلے نہیں بیٹھتے تھے۔ چنانچہ باباجی نے مسجد مبارک کے گیٹ کے سامنے درزی خانے والی دکان میں بیسن کی مٹھائیاں بنا کر بیچنا شروع کیا اور اسی پر گزارہ تھا۔ بہت دُعا گو بزرگ تھے۔ 20 جولائی 1950ء کو 87 سال کی طویل عمر پاکر داعی اجل کو لبیک کہا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔

(بدر یکم نومبر 1962ء)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد احمد خان صاحب سابق بھمبو خان صاحب درویش سڑوعہ ضلع ہوشیار پور حال قادیان عمر 87 سال تاریخ وفات 20.7.1950 وصیت 3225۔

حضرت شیخ میاں مولیٰ بخش صاحب باورچی صحابیؓ درویش

ولد مکرم خیرات اللہ صاحب قادیان

وفات 24.7.54 مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم درویش اخبار بدر 11 اکتوبر 1962 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

"یہ دیکھئے ایک اور خوشنما رنگ کا پھول میاں مولا بخش صاحب باورچی تقسیم ملک کے بعد ہر قسم کے ہنر مند درویش مقیم رہے جو خدا کے فضل سے اپنے اپنے پیشوں کے ماہر تھے چنانچہ میاں مولا بخش صاحب ولد خیرات اللہ صاحب باورچی جو یوپی کے رہنے والے تھے ایک لمبی مدت سے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں باورچی تھے اور اپنے فن کے اُستاد تھے، بھی یہیں رہ گئے تھے۔ ان کا اپنا مکان احمدیہ محلّہ میں لنگر خانہ سے قریب ڈھاب کے کنارے پر تھا۔ اسی میں رہتے تھے۔ انگریزی اور دیسی ہر قسم کے کھانے بڑی مہارت اور چابکدستی سے تیار کرتے تھے اور چونکہ اپنے فن سے محبت رکھتے تھے اور اسی فن میں اُن کی ساری عمر گزری تھی اس لئے اپنے فن کے مختلف واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب والی کوٹھی میں جو علاقہ مجسٹریٹ قیام فرما تھے، اُن کے ہاں اکثر جاتے تھے۔ اور اُن کے بچوں کیلئے کیک بسکٹ وغیرہ تیار کر کے دیا کرتے تھے۔ مجسٹریٹ سردار امولک سنگھ صاحب بھی ان کی قدر کرتے تھے اور ان کے بڑھاپے کی وجہ سے انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

نماز روزہ کے بڑے پابند تھے، بالخصوص سحر خیزی تو ان کا غیر منقطع معمول تھا اور تہجد کیلئے نہ صرف خود اُٹھتے تھے بلکہ مسجد مبارک جانے سے قبل سارے احمدیہ محلّہ کا ایک چکر لگاتے تھے اور درویشوں کو تہجد کیلئے بیدار کرتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بلند آواز اور اپنی مخصوص لے میں پڑھتے جاتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے تین یا ساڑھے تین فٹ لمبا بانس کا موٹا عصا ہاتھ میں رکھتے تھے اور تہجد کے وقت محلے کا چکر لگاتے ہوئے اپنا عصا معمول سے ذرا سختی کے ساتھ زمین پر مارتے جاتے تھے اور اس وقت اُن کے شعر پڑھنے کی لے میں ایک کیف اور سوز ہوتا تھا۔ اور یہ ایک دو روز کی بات نہ تھی بلکہ پورے سات سال اُن کا یہی معمول رہا اور مرض الموت میں جا کر ختم ہوا جبکہ وہ چارپائی کے حلیف ہو کر رہ گئے تھے۔

تقسیم مُلک کے وقت اُن کی عمر ۷۳ سال کی تھی لیکن ابھی تک صدر انجمن احمدیہ کے کارکن تھے اور نوجوانوں کی طرح لنگر خانہ میں خدمات انجام دیتے تھے مگر جب کمزوری زیادہ ہوگئی تو اُنہیں پنشن مل گئی۔ آخر 80 سال کی ایک لمبی عمر طبعی پا کر 54-7-24 کو وفات پا گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔"

(بدر 11/ اکتوبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میاں مولا بخش صاحب درویش ولد میاں خیرات اللہ صاحب نجیب آبادی مہاجر۔ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بطور باورچی خصوصاً عرصہ درویشی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ عرصہ درویشی میں نماز تہجد کے وقت اشعار حضرت اقدس پڑھ کر بیدار کرتے تھے۔ بیعت تابعی 1908 وصیت نمبر 1981 عمر 80۔

حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب صحابیؓ درویش

ولد خواجہ غلام رسول صاحب امرتسری صحابی

تاریخ بیعت 1904ء

آپ کچھ عرصہ کے بعد قادیان سے بعض مجبوریوں کی بنا پر پاکستان چلے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب صحابیؓ درویش

ولد مکرم میاں احمد جان صاحب پیشاوری صحابی

پیدائشی احمدی۔ ولادت 1899

تاریخ زیارت 1907ء تاریخ وفات 15.12.74

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 13 مارچ 1975 کی اشاعت میں لکھا:

محترم حافظ عبد الرحمٰن صاحب پشاوری درویش قادیان کے پرانے باشندے تھے۔ اُن کے والد محترم احمد جان صاحب پشاوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان آگئے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی کمزوریٔ بینائی کی وجہ سے حصول تعلیم سے محروم رہے۔ لیکن قرآن مجید کے کچھ حصے یاد تھے۔ علم تجوید سے کچھ واقف تھے اور قدرت کی طرف سے لحن داؤدی عطا ہوا تھا۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت مرکزی جلسوں میں بہت عمدہ طریق سے کرنے کی سعادت پایا کرتے تھے۔ اور نظمیں بھی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔

چنانچہ 1927ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شملہ تشریف لے گئے تو حافظ عبد الرحمٰن صاحب بھی ساتھ تھے۔ شملہ میں ایک کل ہند مشاعرہ منعقد ہوا جس میں بڑے بڑے رؤسا اور نواب شامل ہوئے۔ اس مشاعرے میں حافظ صاحب نے حضورؓ کی نظم۔

"ساغرِ حُسن تو پُر ہے کوئی مے خوار بھی ہو"

سنائی جو بہت پسند کی گئی اور سامعین کی فرمائش پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نظم۔

"از نورِ پاک قرآں صُبح صفا دمیدہ" بھی حافظ صاحب نے سنائی۔ ابتدائے زمانہ درویشی سے ہی نظر کی کمزوری کے باوجود اپنی کفالت کا ذمہ لیا اور صدر انجمن احمدیہ پر بار بننا پسند نہ کیا۔ لہٰذا چائے کی دکان کھول لی اور درویشی کے قریباً بیس سال اسی طرح گزارے۔ نظر کی کمزوری کے ساتھ جب جسمانی کمزوری نے محنت کا کام کرنے سے روک دیا تو دکان بند کردی اور انجمن کے وظیفہ پر گزارہ رہا۔

دارالمسیح کے اندر قیام تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی ہمسائیگی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو یہ توفیق دی کہ وہ اس خاندان کی خدمت کرتے رہے ہیں اور کئی سال تک یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی سے بجا لاتے رہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی کمال شفقت سے حافظ صاحب کے طعام و آرام کا خیال رکھا اور علاج میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ لیکن مرض نے بڑھاپے اور نقاہت کے ساتھ مل کر مرض الموت کی شکل اختیار کر لی اور آخر 15 دسمبر 1974ء کو محفلوں اور جلسوں میں اپنے لحن داؤدی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت اور نظمیں اور نعتیں پڑھ کر تجوید و ترنم کی داد پانے والا یہ پھول مرجھا گیا۔

اور اب جبکہ درویشوں کی بیشتر تعداد گلشن احمدؑ کی شاخوں میں اپنے آخری دنوں تک چہچہانے کے بعد سرخروئی کے ساتھ اپنے آقا کے حضور حاضر ہوگئی ہے۔ اور وقت کی بادِ صرصر باقی پھولوں پر اثر انداز ہے تو ہم دُعا کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی خلوص و وفا کے ساتھ سلسلہ عالیہ کی خدمت بجالانے کی توفیق کے ساتھ زندہ رکھے اور انجام بخیر کرے۔ اللھم آمین۔

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 26 دسمبر 1974 کی اشاعت میں لکھا"

حافظ عبد الرحمٰن صاحب 1889 میں پیدا ہوئے۔ پشاور آپ کا آبائی وطن تھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت احمد جان صاحب پشاوریؓ اپنے اہل خانہ سمیت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان تشریف لائے۔ مرحوم کی ولادت بھی قادیان ہی میں ہوئی۔ حضرت حافظ صاحب بتایا کرتے تھے کہ میری ولادت کے موقع پر حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس سے میرے لئے کرتہ عطا فرمایا جو ولادت کے بعد سب سے پہلے مجھے پہنایا گیا۔ والدین کی وفات پر بچپن کا زمانہ حضرت اُمّ المومنینؓ ہی کے کنار عاطفت میں گذرا۔ خدا تعالیٰ نے حافظ صاحب کو لحن

داؤدی عطا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے تقسیم ملک سے قبل بیرونجات میں منعقد ہونے والے بیشتر جلسوں میں آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور کلام محمود سے دینی نظمیں بڑی اثر انگیز طریق پر پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ ایسے جلسوں میں اکثر آپ سے مسیح موعود علیہ السلام کا کلام سنانے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے دوسرے اوقات میں بھی بڑی خواہش سے آپ سے حضورؑ کا منظوم کلام سنا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے بھی درویشانہ زندگی کو ترجیح دی اور آخری وقت تک مقامات مقدسہ کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کو خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بیحد محبت تھی۔“

بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ نمبر 8 میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب پشاوری صحابی درویش پسر احمد جان صاحب صحابی پشاوری۔ 1899ء میں قادیان میں ولادت ہوئی۔ والدہ صاحبہ کی وفات ہونے پر خود حضرت اُم المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) تعزیت کرنے آئیں اور ان کے والد صاحب سے اجازت لے کر خورد سال بچوں کو پرورش کے لئے اپنے ہاں لے آئیں۔ جلسہ سالانہ قادیان میں اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے سفروں پر ہمراہ رہ کر پبلک جلسوں میں خوش الحانی سے نظمیں پڑھنے کی سعادت پاتے۔ بہت جذبہ سے درویشی کے آغاز میں قادیان ٹھہرے اور سالہا سال تک ٹی اسٹال چلا کر گزارہ کیا اور سلسلہ پر بوجھ نہ بنے۔ ضعف بصارت حد درجہ بڑھنے پر گزارہ قبول کیا۔ معاملات میں بہت صاف تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضور کے ذیل کے شعر مرحوم کی خواہش کے مطابق درج ہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

تاریخ وفات 15.12 1974
وصیت نمبر 10759
(مرزا وسیم احمد قادیان)

حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابیؓ درویش

ولد مکرم محکم دین صاحب ہرچووال
تاریخ بیعت وزیارت 03-1904
تاریخ وفات 31.7.64
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 29 جولائی 1965 کی اشاعت میں محترم چودھری فیض احمد صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون شائع کیا۔

”حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابیؓ۔

وہ خوش قسمت انسان یقیناً قابل صد رشک ہے جسے مسیح دوراں کے در پر کافی عرصہ تک دربانی کا شرف حاصل رہا۔ حضرت مسیح الزمان کی صحبت اور پھر آپ کے در کی دربانی سبحان اللہ! وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے براہ راست فیض حاصل کیا ان سب کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ بھی ہیں اور قابل رشک بھی اور انہیں یہ شان حاصل ہے کہ وہ زندگی کی تیرہ وتار راتوں میں جھلملاتے ہوئے روشن ستارے اور جو ہر گم کردہ راہ کو اپنے عمل وکردار اور خاموشی وگفتار سے رہنمائیاں بخشتے ہیں۔ انہی قابل احترام ہستیوں میں سے ہمارے ایک بزرگ درویش حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابیؓ تھے، جنہوں نے تقسیم ملک کے بعد اپنی بڑھاپے کی زندگی کے 17 طویل سال نہایت خاموشی اور صبر وسکون کے ساتھ گزارے۔ 17 سال کا زمانہ کسی کے اخلاق وعادات کو ناپنے اور جانچنے کا ایک طویل زمانہ ہے اور ان طویل 17 سال کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ حضرت بابا صاحب نہایت شریف النفس کم گو اور عابد وزاہد بزرگ تھے اپنی جوانی کے ایام میں حضرت بابا جی کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی میں دربانی کا شرف کئی سال تک حاصل رہا اور اس کے بعد بابا جی حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے خانگی ملازموں میں شامل ہوگئے۔ یہ سونے پر سُہاگہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے قابل صد احترام داماد اور حضورؑ کی عالی مرتبت صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خدمت کا شرف جسے حاصل ہوا ہو اُس کی قسمت پر جتنا ناز اور رشک کیا جائے کم ہے۔

حضرت بابا جی نہایت متوکل، سادہ طبع اور عبادت گزار انسان تھے اور انہیں دیکھ کر عبودیت کا مفہوم ذہن نشین کرنا آسان ہوجاتا تھا۔ بابا جی چونکہ خاکسار کے دفتر میں دفتری کی خدمت بجالاتے تھے۔ اس لئے خاکسار جب کبھی سفر یا دورہ پر قادیان سے باہر جاتا تو اُن سے درخواست کرتا تھا کہ وہ میرے گھر میں سویا کریں۔ میرے گھر والوں کا بیان ہے کہ بابا جی نصف شب کے بعد کبھی نہ سوتے تھے اور آدھی رات ہوتے ہی وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوجاتے اور نوافل اور دُعاؤں میں مشغول رہتے۔ لوٹا، وضو اور نوافل گویا اُن کی زندگی کے اجزاء تھے۔ حضرت بابا جی کے اکلوتے فرزند میاں علم الدین صاحب احمد نگر (نزد ربوہ) میں رہتے ہیں۔ بابا جی جب گذشتہ سال بیمار ہوئے تو اُن کی انتہائی خواہش تھی کہ آخری وقت میں بیٹے سے ملاقات ہوجائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمادی اور میاں علم الدین صاحب پاسپورٹ لیکر قادیان پہنچ گئے اور اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کا شرف پاتے رہے۔

حضرت بابا جی قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں ہرچووال کے رہنے والے تھے اور پیشہ کے لحاظ سے جفت سازی کرتے تھے۔“

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 6 اگست 1964 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

قادیان 21 جولائی۔ حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابی درویش وفات پاگئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قادیان 31 جولائی آج صبح دو بجے حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابی درویش قریباً ڈیڑھ ماہ بیمار رہنے کے بعد وفات پاگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت بابا صاحب قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں ہرچووال کے رہنے والے تھے۔ آپ نے 1905ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ تقسیم ملک سے قبل آپ نواب محمد علی خان صاحبؓ کے گھر ملازم کے طور پر اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے گھر میں دربان کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو درویشی کی سعادت سے نوازا اور پونے سترہ سال درویشی کے گزار کر آج ہم سے جدا ہوگئے۔ مرحوم بے حد شریف النفس، عبادت گزار اور کم گو تھے۔

مرحوم کے اکلوتے فرزند میاں علم دین صاحب جو احمد نگر متصل ربوہ میں مقیم ہیں اپنے والد کی بیماری کی اطلاع پاکر پاسپورٹ پر یہاں آگئے۔ اور 26 روز تک اپنے بوڑھے اور بیمار باپ کی تیمارداری اور خدمت کرتے رہے اور اپنے بزرگ باپ کی دعائیں لیتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں اور مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار

حضرت بابا اللہ بخش صاحب درویش صحابی ولد محکم دین صاحب قادیان
تاریخ وفات 31.7.1964
عمر 82 سال وصیت نمبر 6173“

حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابیؓ دکاندار

ولد مکرم میراں بخش صاحب
دھرم کوٹ رندھاوا
تاریخ بیعت وزیارت غالباً 1906ء
وفات 24-11-1974
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی وفات پر محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش نے جو مضمون بدر 13 مارچ 1975 کی اشاعت میں تحریر کیا وہ درج ذیل ہے۔

”زمانہ درویشی میں احمدیہ چوک میں ایک چھوٹی سی منیاری کی دُوکان پر ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے رہتے تھے۔ سیاہ چشمہ لگائے، ایک کان پر ہاتھ رکھ اپنے کمسن گاہکوں کیساتھ بہت بلند آواز میں باتیں کرتے تھے۔ یہ کمسن گاہک اسکول کے بچے بچیاں ہوتے۔ کاغذ، کاپی، قلم دوات، پنسل وغیرہ کی گاہکی ہوتی۔ ایک مقدس سا بڑھاپا دن بھر میں

درجنوں مرتبہ دُکان کے اندر چکر لگاتا۔ ایک معمرسی کمر جھکی جھکی دکان کے اندر گھومتی اور یہ شغل صبح سے شام تک جاری رہتا۔ اور 21 سال جاری رہا تا آنکہ اعصاب نے عزم کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔

یہ ہمارے بزرگ درویش بھائی شیر محمد صاحب تھے۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ کرامؓ میں سے ایک تھے۔ آپ قادیان کے قریب دھرم کوٹ رندھاوا کے رہنے والے تھے۔ زمانہ طفولیت میں ہی قادیان آکر اپنے آقا کے قدموں میں بیٹھ گئے تھے۔ بڑی ہمت اور پامردی کے ساتھ قادیان کی سکونت اختیار کئے رکھی۔ بہت خود دار اور باہمت تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مدرسہ احمدیہ کے گیٹ کے سامنے منیاری کی دکان تھی۔ جہاں ہر وقت گاہکوں کا ہجوم رہتا۔ بچوں کو تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ مُلک تقسیم ہوگیا تو باقی خاندان کو بہ تقاضائے حالات پاکستان بھجوا دیا اور خود اپنے آقا کے در کی دربانی چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جذبہ وفاداری نے کہا ہوگا کہ اے محمدؐ کے شیر! بچپن اور جوانی اپنے آقا کے دروازے پر گزار کر اب کہاں جائے گا؟ چنانچہ درویشی اختیار کی اور اس شان سے اختیار کی کہ صدر انجمن احمدیہ سے کوئی خرچ لینا گوارا نہ کیا۔ احمدیہ چوک میں ایک چھوٹی سی دکان لے کر منیاری کا سامان رکھ لیا اور اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود اپنا گزارہ خود چلاتے رہے۔ چندوں اور نمازوں میں باقاعدگی ،کم گوئی ، خدا سے تعلق یا خود اپنے کام سے تعلق ساری عمر رہا۔ نہ کسی کو ستایا نہ ستائے گئے۔

75-80 سال کی عمر میں مسجد مبارک کی چھت پر سیڑھیاں طے کر کے جب نماز کو جاتے تو اس بوڑھی جوانی پر رشک آجاتا اور اپنی سستیوں پر شرم وندامت کا احساس بیدار ہوجاتا۔

حضرت بھائی جی نے واقعی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق زندگی گزاری کہ اس دنیا میں یوں زندہ رہو کہ اپنے آپ کو راہِ ملک عدم کا مسافر سمجھتے رہو۔ وہ ایسا جینا جئے جس کو ایک قابل تقلید نمونہ سمجھا جاسکتا ہے۔

زندگی کے آخری چند سالوں میں جب بڑھاپے کے ناقابل برداشت بوجھ نے چارپائی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور کردیا تو حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے ہم زُلفی کی لاج رکھتے ہوئے اُن کی خدمت اپنے ذمہ لے لی اور متواتر چار سال تک یہ خدمت بجالاتے رہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

85 سال کی عمر میں معمولی سی بیماری نے اتنی نقاہت پیدا کردی کہ حضرت عزرائیل کا ہاتھ تھامے 24 نومبر 1974 کو اپنے مولائے حقیقی کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ یوں تو پسماندگان میں ان کے بہت سے عزیز موجود ہیں۔ لیکن خوش قسمت ہے وہ انسان جو اپنے تقویٰ ، بلند اخلاق اور اچھی یادوں کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور اس اعتبار سے حضرت بھائی جیؓ واقعی ایسے خوش بخت انسان تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ موصی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ 8 میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔“

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 28 نومبر 1974 کی اشاعت میں لکھا۔

”قادیان ۲۴ نبوت (نومبر) مقامی طور پر قادیان کی رونق ایک بزرگ صحابی درویش حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ آج دوپہر کے وقت بعمر تقریباً 88 سال انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بعد نماز مغرب حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ امیر مقامی نے احاطہ لنگرخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں احباب کی ایک کثیر تعداد کی معیت میں نماز جنازہ پڑھی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آنے پر محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے دُعا کروائی۔

آپؓ ضلع گورداسپور کے موضع دھرمکوٹ رندھاوا کے رہنے والے تھے ، 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و بیعت سے آپؓ مشرف ہوئے تھے اور خلافتِ ثانیہ کے وقت کے فتنہ اور بعد کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ محفوظ رہے۔ خلافت اولیٰ میں آپ مستقل طور پر قادیان ہجرت کر آئے جہاں آپؓ نے مدرسہ احمدیہ کے مغربی گیٹ کے سامنے ایک اسٹیشنری وغیرہ کی دکان کھول لی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد آپؓ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر 1948 میں آپ اہل وعیال کی محبت پر قادیان کے قیام اور آبادی کو ترجیح دے کر قادیان آگئے۔

(نوٹ: تاریخ احمدیت نے آپ کا شمار 1326/1947 کے اولین درویشوں میں کیا ہے بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 11 مولفہ دوست محمد شاہد صفحہ 377 ایڈیشن 2007۔ ناقل)

آپؓ نے چوک نزد قصر خلافت میں ایک دکان کھولی جو باوجود آپؓ کے بڑھاپے اور ضعف بصر کے آپؓ کام ترک نہ کرنا چاہتے تھے۔ تا آپؓ اخراجات کے لئے کسی طرح سلسلہ احمدیہ پر بوجھ نہ بنیں۔ لیکن پھر شنوائی میں بھی زیادہ بھاری پن آگیا اور دکانداری میں بہت دقت پیش آنے لگی۔ تب قریباً دس سال پہلے آپؓ نے یہ کام بند کردیا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے آپ کا وظیفہ مقرر ہوگیا۔

1967ء میں آپؓ کی اہلیہ محترمہ اور آپؓ کی بچی محترمہ نسیمہ اختر صاحبہ آپ کی شدید علالت کے باعث پاکستان سے آئیں اور تین ماہ تک ان کو خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ اُن کی واپسی کے قریب محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے خطبہ جمعہ میں احباب کو خصوصی دُعائے صحت کی تلقین کی کہ ایسی علالت کی حالت میں آپ کو چھوڑ کر واپس جاتے ہوئے آپؓ کے خاندان کو شدید قلبی اذیت ہوگی۔ سو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان کی واپسی سے پہلے ہی آپؓ نے صحت یاب ہوکر اب تک زندگی پائی ڈیڑھ سال پہلے تک آپؓ باقاعدگی سے باجماعت نماز مساجد میں حاضر ہوکر بلکہ نہایت کوشش اور ہمت کر کے کھڑے ہوکر ادا کرتے تھے۔ اب آٹھ دس ماہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ضعف پیری طاری رہا۔ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ نے سات سال سے اپنے گھر میں آپ کو رکھا ہوا تھا اور سارے گھرانے نے پوری طرح آپؓ کی خدمت کی سعادت پائی۔

آپؓ نہایت درجہ دُعاگو ، سنجیدہ طبع ، منکسر المزاج نرم خو اور سیمھم فی وجوھھم من اثر السجود کے مصداق تھے۔ احباب قادیان آپ کی طرف دعاؤں کیلئے رجوع کرتے تھے۔ بلا امتیاز مذہب و ملت خدمت خلق اور رفاہ عام کے کام کرتے تھے۔ چنانچہ احاطہ لنگرخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اور ویدکور آریہ ہائی سکول قادیان کے پاس آپ نے ایک ایک پانی کا نلکہ لگوایا تھا۔ احباب قادیان سے مشفقانہ سلوک کرتے تھے ایک دوست کو زائد کام کرنے اور ہر ماہ پس انداز کرنے کی تلقین کی اس پر عمل کرنے پر کچھ روپیہ جمع ہوا تو شادی کرنے کی تحریک فرمائی چنانچہ اس نے شادی کرلی۔ جب دکان کرتے تھے تو سیکرٹری مال ہر ماہ کی یکم کو چندہ لینے جاتے تو دیکھتے کہ آپ نے تو پہلے ہی چندہ الگ باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ آپ 1/3 کے موصی تھے ۔مجاہد تحریک جدید اور وقف جدید وغیرہ تھے۔

آپؓ کی مرحومہ اہلیہ محترمہ فاطمہ صاحبہ دختر حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ مختار عام قادیان کے 1918ء میں وفات پانے پر آپ کی شادی حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل کی نسبتی ہمشیرہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ خادم خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ موصوفہ کا قیام ساہیوال پاکستان میں ہے۔ جہاں آپ کے بیٹے حاجی حمید احمد صاحب مقیم ہیں۔ آپ کے بیٹے سعید احمد صاحب لاہور میں اور مجید احمد صاحب لندن میں اور محترمہ نسیمہ اختر صاحبہ راولپنڈی اور مرحومہ اہلیہ کی اکلوتی نشانی محترمہ زینب صاحبہ ربوہ میں قیام رکھتی ہیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کی قبر پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ نحمدہ ونصلی۔

مزار

حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابی درویش ولد شیخ میراں بخش ۔ قوم ککے زئی ساکن دھرمکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت اور بیعت 1907 میں کی۔ خلافت اولیٰ میں قادیان ہجرت کر آئے۔ 1948 میں پاکستان سے آکر سعادت درویشی پائی۔ ضعف صحت کے باوجود اپنا گذارہ پیدا کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات سے دس سال پہلے اس سے معذور ہوگئے۔ ایک تہائی کے موصی تھے۔ اموال تحریک جدید ، وقف جدید دیگر تحریکات سلسلہ اور مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر رفاہ عام پر صرف کرتے تھے۔ اپنے خرچ پر علاقہ ملکانہ میں تبلیغی جہاد کیا۔ باجماعت نماز اور ادائیگی چندہ جات میں باقاعدہ تھے۔ تہجد گذار دعا گو، سنجیدہ ، منکسر المزاج تھے۔ اپنی اہلیہ اول دختر حضرت شیخ نور احمد صاحب مختار عام خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر حضور

کے خادم خاص حضرت حافظ حامد علی صاحب کی دختر سے شادی ہوئی۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹی اور دوسری سے تین لڑکے اور ایک لڑکی حین حیات ہیں۔ تاریخ وفات 24 نبوت 1353ہش (نومبر 1974)

بعمر 86 سال وصیت نمبر 2150۔

مولوی عبدالرحمٰن فاضل

حضرت میاں صدرالدین صاحب صحابیؓ درویش

ولد میاں رحیم بخش صاحب

زیارت و بیعت قبل از 1894 وفات

4 دسمبر 1960ء بعمر قریباً 91 سال

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

"حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر لکھا" قادیان کی مقامی آبادی میں سے احمدی ہونے والوں میں وہ ابتدائی مخلصین میں شامل تھے غالباً وفات کے وقت عمر 90 اور 100 سال کے درمیان ہوگی باوجود ناخواندہ ہونے کے بہت نیک اور متقی بزرگ تھے۔ میاں صدر الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ سے بہت اخلاص وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ تقسیم ملک کے بعد دیارِ حبیب میں ہی دھونی رما کر بیٹھ گئے اور پیرانہ سالی کے باوجود کمال محبت و وفا سے اپنا عہدِ درویشی نبھایا۔ آپ امانت و دیانت میں قادیان اور اس کے ماحول میں بہت مشہور تھے اور اپنے اور غیر سبھی آپ کے مداح تھے" آپ کے متعلق چودھری فیض احمد صاحب گجراتی رقمطراز ہیں۔

چمنستان عالم کی زمین بھی کیسے کیسے عمدہ اور خوش رنگ پھول کھلاتی ہے جن کی خوش رنگی اور خوشبو عرصہ دراز تک دماغ میں بسی رہتی ہے۔ اور جن پر خود بہار بھی فخر کرتی ہے۔ اگر ہم کسی موقع پر کوئی خاص قسم کی خوشبو سونگھ لیں جس سے ہمارے دِل کو فرحت اور دماغ کو تازگی پہنچے تو ایک عرصہ بعد تک جب کبھی کہیں خوشبویات کا ذکر چھڑ جائے تو وہ فرحت و تازگی بخشنے والی خوشبو ہمیں ضرور یاد آجاتی ہے۔

حضرت بابا صدر الدین صاحبؓ قادیانی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ نہایت مخلص، سادہ طبع اور نیک سیرت بزرگ تھے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت میاں صدر الدین صاحبؓ کا ذکر آئے تو ساتھ ہی ہمیں اُن کی دیانت وامانت کا خیال نہ آجائے جو اُن کا طرۂ امتیاز تھا۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہر ایک ایمان و اخلاص کے اعلیٰ مقام پر ہے لیکن بابا صدر الدین صاحبؓ اور امانت و دیانت تو گویا ہم معنیٰ الفاظ ہوگئے تھے ۔ یہ اُن معمارانِ احمدیت میں سے تھے جنہوں نے احمدیت کی بنیادوں میں اپنا خون پسینہ لگایا۔ اور اس زمانہ میں ایمان لائے تھے جب ایمان لانے اور مصلوب ہونے کا ایک سا تصور ہوتا تھا۔ اور پھر ایمان لانے کے بعد اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کیا جیسا کہ آسمان چاہتا تھا۔

حضرت باباصاحبؓ قادیان کے قدیمی باشندے تھے اور قوم کے گھمار تھے لیکن گھمار تو ایک پیشہ ہے۔ خدا جانے اسے قوم یا ذات کیوں کہا جانے لگا تھا اور پھر خدا کے حضور تو امتیازی شرف کا معیار ہی دوسرا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ وہاں تو باریابی صرف اور صرف تقویٰ کو حاصل ہے اور قومیں تو میزان کے پلڑے پر کھڑی منہ دیکھتی رہ جائیں گی۔

حضرت بابا صاحب شروع ایام میں تو اپنے پیشے کا کام ہی کرتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے ریتی چھلہ میں ایک دُکان آٹے اور دالوں کی کھول لی تھی اور اُن کی امانت و دیانت کی وجہ سے یہ کاروبار خوب چلا۔ چنانچہ تقسیم ملک سے کچھ قبل کاروبار میں نقصان ہو گیا تھا بابا جی نے کوئی جنس خریدی، بھاؤ اچانک گر گئے۔ ابھی اس جنس کی قیمت ادا کرنی تھی چنانچہ مقروض ہوگئے۔ اسی اثناء میں ملک تقسیم ہو گیا اور کاروبار جاتا رہا اور بابا جی محض درویشی وظیفہ پر گذارہ کرنے لگے۔ لیکن آفرین ہے اس اسی سالہ بوڑھے کی جواں ہمتی پر کہ اس نے زمانہ درویشی ہی میں وہ قرض بے باق کیا۔ اس طرح کہ انہوں نے لنگر خانہ کو آٹے اور دالوں کی سپلائی شروع کردی۔ ساری اجناس وہ اپنے بوڑھے کمزور ہاتھوں سے صاف کرتے اور خود چکی چلا کر دالیں بناتے اور یوں اس اسی سالہ پیرفرتوت نے اپنی جھریوں والی کمزور بانہوں کے بل پر سارا قرض اُتار دیا۔ بعض قرض خواہ کہتے تھے کہ آپ کے حالات تبدیل ہوگئے ہیں اس لئے قرض معاف کیا جاسکتا ہے لیکن مرحوم کی غیرت نے اُسے گوارا نہ کیا اور سب کو یہی جواب دیا کہ میں قرض کا بوجھ سر پر لئے قبر میں نہیں جانا چاہتا چنانچہ یہی عزم تھا جو قرض سے سبکدوشی کا باعث ہوا۔

ایک صحابی کا ذکر ہو رہا ہو تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ نماز روزے کا پابند تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک عام احمدی کے ذکر میں بھی ایسا کہنے کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ ایک خاص بات درمیان میں آگئی ہے اس لئے ذکر کردیتا ہوں کہ وفات سے چار پانچ سال قبل مرحوم بابا جیؓ کی بینائی جاتی رہی تھی لیکن وہ نورِ ایمان کا ہاتھ تھامے مسجد میں برابر پہنچتے تھے تا آنکہ ضعفِ پیری نے منزل کے قریب پہنچ جانے کے باعث قدم بالکل ڈھیلے اور ماؤف کر دیئے۔

مرض الموت کوئی خاص تو لاحق نہیں ہوا۔ بس موت خود ہی مرض بن گئی تھی معمولی سا ضعف ہوا۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر مقامی کو بلوایا۔ وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ حضرت امیر صاحب بھی خوب سمجھتے تھے کہ اب سانس آمد و شد کے مرحلہ میں ہے تاہم تسلی دیتے رہے۔ اس کے چند گھنٹوں بعد صبح سویرے موت کی ایک ہی ہچکی نے جسم و جاں کا ناطہ توڑ دیا اور ایک نجم احمدیت ہم میں سے اُٹھ گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بابا صاحبؓ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ اُن کے ایک بیٹے میاں محمد عبداللہ صاحب نے بھی درویشی کی سعادت پائی جو آج کل لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نان پز کا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں بھی اپنے خوش نصیب باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آپ کی وفات ہوچکی ہے۔ ناقل) مرحوم بابا صاحب کے دوسرے بیٹے میاں عبدالرحمٰن صاحب دارالہجرت ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔

بابا صاحب مرحوم دراز قد اور خوبصورت خدوخال رکھتے تھے کسی مستقل بیماری کے باعث موسم گرما میں بھی روئی دار واسکٹ پہنتے اور پنڈلیوں پر گرم اُونی پٹیاں باندھتے تھے۔

قریباً 91 سال کی عمر میں 4 دسمبر 1960 کو وفات پائی اور 1901ء سے پہلے کی بیعت کی وجہ سے صحابہ خاص کے قطعہ نمبر 4 میں سپرد خاک کئے گئے۔

اے خدا برتُربتِ اوبارش رحمت ببار

(بدر 6 دسمبر 1962ء)

منارۃ المسیح قادیان کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ کا بیان:

محترم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر درویش فرماتے ہیں۔

"جناب محمد عبداللہ درویش نانبائی کے والد محترم صدرالدینؓ صحابی زمانہ درویشی میں قادیان آئے آپ 80 برس کے ہوں گے اور قادیان کے قدیم ساکنین میں سے تھے وہ ایک روز منارۃ المسیح کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے اُن سے منارۃ المسیح کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔ ان کا اپنا تعارف، حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے حالات وغیرہ زیرِ گفتگو آئے انہوں نے منارۃ المسیح کے ضمن میں تفصیل سے بتایا کہ:۔

"ان ایام میں قادیان کی آبادی ڈھاب کے اندر ہی بہت تھوڑی تھی۔ منار بڑی مسجد (مسجد اقصیٰ) کے باہر روڑیوں (گوبر کی کھاد) والی جگہ پر بنانے کی تجویز تھی۔ چونکہ ہم شروع سے ہی اپنے جانور خچر، گدھے، ٹٹو، وغیرہ کے ساتھ محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ لہٰذا 1900ء میں منار کے سلسلہ میں کام مل گیا ہمیں ایک جانور سمیت روزانہ چھ آنے (37 نئے پیسے) مزدوری ملا کرتی تھی جو معقول آمدنی تھی گھر کا گزارہ بخوبی چل جایا کرتا تھا۔ **منار کی تعمیر کا آغاز** سن 1900ء کے شروع میں منار کی بنیاد رکھنے کے سلسلہ میں ہم نے ایک بڑا دور بنایا۔ دور کے اندر کچی سیڑھیاں بنائیں جن کے ذریعہ مٹی سے لدے ہوئے جانور نیچے سے اُوپر باہر مٹی لایا کرتے تھے اور باہر روڑیوں والی جگہ ڈال دیتے تھے حتیٰ کہ کافی گہرائی تک پانی کی سطح سے کافی اُوپر تک مٹی نکالی گئی۔ مٹی نکالنے کے دوران دور کی ایک بانک (سیڑھی کا ایک حصہ) گر گئی۔ ہمارا ایک گدھا اس بانک کی مٹی کے نیچے آکر مر گیا تھا۔ جب مٹی نکالنے کا کام مکمل ہوا تو دور کے عین درمیان چک رکھا گیا اور اس چک پر منار کی

بنیادی اینٹ رکھی گئی۔ ہمارا کام صرف مٹی سے متعلق تھا سو ہم نے یہ کام خدا تعالیٰ کے فضل سے پورا کیا''۔(مکرم مولوی خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش کی اکتوبر 2011 کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے ماخوذ)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 8 دسمبر 1960 کی اشاعت میں لکھا:۔

قادیان 4 دسمبر یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم صحابی اور بزرگ درویش حضرت میاں صدر الدین صاحب قادیانیؓ گزشتہ رات ساڑھے آٹھ بجے بعمر قریباً 91 سال وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور گیارہ بجے کے قریب محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی قادیان نے درویشان کی جماعت سمیت جنارہ گاہ واقع بڑا باغ میں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ صحابہ خاص بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی اور محترم مولوی صاحب موصوف نے قبر تیار ہونے پر دُعا کروائی۔ باوجود پیرانہ سالی کے ایک عرصہ سے مرحوم کی صحت زیادہ خراب ہوچکی تھی تاہم آخر وقت تک ان کے ہوش وحواس قائم رہے۔ بلکہ وفات سے چند گھنٹے پہلے عصر کی نماز کے بعد آپ نے محترم امیر مقامی سے ملاقات کی خواہش کی۔ جب موصوف آپ کے پاس پہنچے اور بتایا گیا کہ محترم مولوی صاحب تشریف لے آئے ہیں تو بڑی محبت کے ساتھ مصافحہ کیا اور کہا کہ اب میرا آخری وقت ہے میرا دل چاہتا تھا آپ سے ملاقات کرلوں مرحوم کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ کے تعلیمی ادارے اور دفاتر بند رہے۔

آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابہ میں سے تھے۔ آپ کی بیعت چاند سورج گرہن 1894ء سے ایک دو سال قبل کی تھی۔ آپ اپنی کاروباری امانت و دیانت میں بہت مشہور تھے۔ اس بارہ میں اپنے اور غیر سبھی ان کے مداح تھے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ سے بہت اخلاص اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی اولاد میاں عبد الرحمٰن صاحب ربوہ میں اور میاں عبد اللہ صاحب مع بچی کے قادیان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں اونچے مقام پر فائز فرمائے۔ آمین''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار

حضرت میاں صدر الدین صاحب صحابی درویش۔ ولد رحیم بخش صاحب قادیان تاریخ وفات 4.12.1960 وصیت نمبر 674۔

حضرت بابا بھاگ صاحب امرتسری صحابی درویش

ولد مکرم جیوا صاحب

تاریخ بیعت وزیارت 1904

تاریخ وفات 18.6.56

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ راجپوت جنڈیال قوم سے تعلق رکھتے تھے اصل وطن موضع بگڑوی ڈاکخانہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور تھا 1921 میں وصیت کی تھی۔ آپ نہایت خاموش طبع تھے، تنہائی میں رہنے والے اور دُعاگو بزرگ تھے۔ محترم چودھری فیض احمد صاحب اخبار بدر 6 ستمبر 1962 کی اشاعت میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''حضرت بابا بھاگ صاحبؓ امرتسری ولد جیوا صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور لمبے عرصہ سے قادیان میں رہتے تھے۔ یہاں وہ کڑھائی اور زردوزی کا کام کرتے تھے اور یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔ اُن کی دو بیٹیوں کی شادیاں بھی قادیان میں ہوئی تھیں۔ ایک داماد میاں عبداللہ صاحب مالی تھے۔ آپ تقسیم ملک کے وقت ہی کافی معمر تھے اور تقسیم کے بعد تو پیر فرتوت ہوگئے تھے۔ خاموشی تنہائی اور دُعاؤں سے ہی درویشانہ خدمت بجالاتے رہے۔ عمر کے آخری ایام میں چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تھے اور حواس بھی بجا نہ رہے تھے آخر 18 جون 1956 کو موت کا پیغام آگیا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں بلندی بخشے۔ آمین۔''

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 21 مئی 1956 کی اشاعت میں لکھا:

ایک صحابی درویش کی وفات

یہ خبر رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ مکرم بابا بھاگ صاحب امرتسری ولد میاں جیوا صاحب بعمر قریباً ایک سو سال 18 جون کو قادیان میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد عصر جنازہ گاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واقع بڑا باغ میں مکرم ومحترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے کثیر تعداد سمیت ان کے جنازہ کی نماز ادا کی اور بوجہ موصی ہونے کے مرحوم کو بہشتی مقبرہ میں دیگر درویشوں کی قبور کے قریب دفن کیا گیا۔

میرے دریافت کرنے پر آپ نے مجھے 1948 میں بتایا تھا کہ مرحوم راجپوت جنڈیال قوم سے تعلق رکھتے تھے اصل باشندہ موضع بگڑوئی ڈاکخانہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور کے تھے 1921ء میں جب آپ نے وصیت کی تھی تو آپ اس وقت ہجرت کرکے قادیان آچکے تھے۔ کرم الدین سکنہ بھیں کے مقدمہ سے قبل آپ نے بذریعہ خط بیعت کی تھی اور 1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے جارہے تھے تو مرحوم کو امرتسر اسٹیشن پر دستی بیعت کرنے کا موقعہ ملا۔

مرحوم تقسیم ملک کے وقت سے ہی قادیان میں بطور درویش مقیم تھے۔ صحت بڑھاپے کے باعث بہت کمزور تھی اور ہمیشہ ایک نہ ایک درویش ان کو کھانا پہنچانے اور دیگر ضروریات کے بہم پہنچانے کیلئے مقرر رہتے تھے۔ مجھے جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا ہمیشہ اس امر کا متمنی پایا کہ احباب دُعا کریں کہ آپ کا خاتمہ بالخیر ہو۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش اپنے فضل سے پوری کردی۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ مرحوم کا ایک لڑکا غیر احمدی ہے جس سے احمدیت کی وجہ سے مرحوم کا تقسیم ملک سے ہی کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔ مرحوم کی لڑکی محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ (بیوہ عبداللہ صاحب مالی بہشتی مقبرہ ربوہ) محلّہ الف۔ میں قیام رکھتی ہیں۔''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم میاں بھاگ صاحب امرتسری صحابی درویش ولد جیوا قادیان 1947 کے روح فرسا حالات میں قادیان کو نہیں چھوڑا اور درویشان قادیان میں شامل ہوئے اور مورخہ 18-6-56 کو فوت ہوئے۔ عمر تقریباً 100 سال وصیت 1902۔

حضرت بابا شیخ احمد صاحب صحابیؓ درویش

ولد چودھری غلام حم صاحب

سب انسپکٹر پولیس۔ تاریخ بیعت وزیارت

1905 تاریخ وفات 10.2.58

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی سیرت اور اخلاق فاضلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم اخبار بدر 13 دسمبر 1962 میں رقمطراز ہیں۔

''حضرت بابا شیخ احمد صاحب ولد قاری غلام حم صاحب قوم موہیال دت محلّہ مسجد مبارک قادیان کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل معمولی دکانداری کا کام کرتے تھے تقسیم کے بعد خدمت قادیان کے جذبہ سے یہیں ٹھہر گئے۔ اور اپنے مکان میں ہی سکونت پذیر رہے۔ کم گو بھی تھے اور کم آمیز بھی تھے۔ تنہائی پسندی کی وجہ سے مجالس میں جانا پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی ساری درویشی کا زمانہ اسی طرح تنہائی میں گزار دیا چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے درویش اُن کا احترام کرتے تھے۔ سفید ریش اور کوتاہ قامت تھے درویشی کے گیارہ سال عزلت نشینی میں گزار کر 10 فروری 1958 کو وفات پائی۔ اور قطعہ صحابہ نمبر 8 بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 13/20 فروری 1958 کی اشاعت میں مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا۔

محترم شیخ احمد صاحب درویش کا انتقال

قادیان 10 فروری۔ یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ آج صبح ساڑھے گیارہ بجے محترم شیخ احمد صاحب درویش قریباً تین ہفتہ معدی سرطان کے باعث بیمار رہ کر وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صحابی تھے۔ آپ نے 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ بوقت وفات آپ کی عمر 70 سال کے

قریب تھی۔ محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے بڑے باغ میں جنازہ گاہ میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہؓ میں دفن کیا گیا۔

جملہ احباب قادیان مرحوم کے اقارب سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں اور مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔"

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم میاں شیخ احمد صاحب درویش صحابی قادیان 1.5.48 کو حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر واپس قادیان آئے اور درویشان میں شامل ہوئے۔ بعمر 75 سال مورخہ 10.2.58 کو فوت ہوئے۔ وصیت نمبر 10901۔ حضرت شیخ احمد صاحب کا نام تاریخ احمدیت میں 1947 کے اولین درویشوں میں درج کیا گیا ہے۔

حضرت میر (مستری) عبد السبحان صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم رحمٰن میر صاحب

ساکن لاہور تاریخ بیعت و تاریخ زیارت 1903 تاریخ وفات 23.4.61

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی سیرت، عادات و اخلاق کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم نے اخبار بدر قادیان کی 13 ستمبر 1962 کی اشاعت میں لکھا:۔

"ہمارے ایک اور بزرگ اور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت بابا عبد السبحان صاحبؓ تھے۔ بڑھاپا تقسیم ملک سے قبل ہی جن کا پیچھا کر رہا تھا اور جن پر بڑھاپے کے آثار اتنے ہویدا اور کمر اتنی خمیدہ تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چلتے چلتے اس مقدس بستی کی سرزمین میں اپنی قبر کی جگہ تلاش فرما رہے ہیں۔ عمر کا ہر سال چہرے پر اپنی منزلوں کا نشان چھوڑ گیا تھا۔ مگر آفرین ہے اس بزرگ پر کہ وہ نہ صرف پورا وقت محنت کا کام کرتے تھے بلکہ بازار سے اپنا سودا سلف بھی خود ہی جا کر لاتے تھے چونکہ کشمیری النسل تھے اس لئے ایک مخصوص طرز کا لمبا سا چوغہ پہنتے تھے۔ جب تک چلتے پھرتے رہے وسمہ اور مہندی بھی لگاتے رہے۔ اپنی عمر کے آخری تین سال وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ اور ہر وقت بیٹھے رہتے تھے لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مامورِ زمانہ کی صحبت اُٹھائی ہو اور اس کے آثار معذوری کے باوجود نظر نہ آئیں۔ ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے شنوائی بہت کم تھی اس لئے لکھ کر بات سمجھانا پڑتی تھی اور زبانی جواب دیتے تھے جہیر الصوت تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار اور شرح القصیدہ اکثر اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ آپ معمولی معماری کا کام اور چونا قلعی کا کام جانتے تھے۔ آپ کا قد درمیانہ، رنگ سفید، اور نقوش باریک تھے۔ متواتر تین سال تک بیٹھے رہنے کی وجہ سے ٹانگیں جڑ گئی تھیں جو وفات کے بعد بھی کھل نہ سکیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کی وجہ سے اس گلدستہ کا ایک خوش رنگ پھول تھا جسے وقت کی آندھی نے توڑ کر ہم سے جدا کر دیا اور وہ اپنے آقا کے قرب میں بہشتی مقبرہ میں پہنچ گیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں قدم رکھتے ہی جس نے یقیناً کہا ہوگا۔ فزت واللہ! مرحوم موصی تھے اور تحریک جدید کے دورِ دوم کے مجاہد تھے۔

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 27 اپریل 1961 کی اشاعت میں مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا جناب مستری عبد السبحان صاحبؓ درویش وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قادیان 25 اپریل۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی اور بزرگ درویش جناب مستری عبدالسبحان صاحب پرسوں مورخہ 23 اپریل کو بوقت شب 76 سال کی عمر میں وفات پا گئے اور بوجہ موصی ہونے کے کل آپ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعۂ صحابہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مستری صاحب مرحوم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ 1904ء میں جب حضرت اقدسؑ مولوی کرم دین جہلمی والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر موصوف کو حضرت اقدس کی دستی بیعت کے علاوہ حضور کے پاؤں دبانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے قادیان میں مقیم صحابہ کرام میں سے آپ بھی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ نے قادیان میں مقیم رہ کر مقاماتِ مقدسہ کی خدمت بجا لانے کی غرض سے درویشانہ زندگی کو ترجیح دی۔ آپ کو معماری کے کام سے خاص شغف تھا اور باوجود پیرانہ سالی کے اپنے اخلاص اور محبت کے سبب ابتدائی زمانہ درویشی میں ایسی ہی خدمات بجالاتے رہے۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد آپ کی صحت نے اس کی اجازت نہ دی تاہم اپنے رہائشی کمرہ میں تلاوت قرآن کریم، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ آخری عمر میں قوت شنوائی میں بے حد کمی آ گئی مگر آنکھوں کی بینائی آخری وقت تک اچھی رہی چنانچہ بغیر عینک کی مدد کے بآسانی لکھ پڑھ سکتے تھے۔

کل مورخہ 24 مارچ کو نو بجے مہمان خانہ کے صحن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے درویشان قادیان کی ایک بڑی تعداد کے سمیت مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قطعہ صحابہ میں دفن کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ احبابِ جماعت مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار

حضرت بابا عبد السبحان صاحب صحابیؓ قادیان تاریخ وفات 61-4-23 عمر 74 سال وصیت نمبر 7552۔

حضرت میاں محمد عبد اللہ صاحب افغان صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم عبد الغفار خان صاحب

ساکن خوست علاقہ کابل

تاریخ بیعت 1903ء تاریخ زیارت 1905

تاریخ وفات 17-18/4/1952

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

آپ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مکتوب حضرت مولوی عبد الرحمٰن فاضل جٹ صاحبؓ کے نام موصول ہوا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مکرمی محترمی مولوی صاحب امیر قادیان السلام علیکم۔ میاں عبداللہ خان صاحب پٹھان کی وفات کی خبر پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت مخلص احمدی اور صحابی ابن صحابی تھا۔ پہلے خوست سے قادیان ہجرت کر کے مہاجر بنا اور پھر قادیان میں ملکی تقسیم کے بعد مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے ٹھہر کر اور ہجرت سے رک کر انصار بھی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں جگہ دیوے۔ مرحوم کے چچا مولوی عبدالستار صاحب بہت نیک اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے اور بزرگ صاحب کہلاتے تھے"۔ (اخبار بدر 7 مئی 1952)

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

"افغانستان کی سنگلاخ سرزمین نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں بہت تھوڑا حصہ ڈالا۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ تھوڑا ہو کر بھی بڑا عظیم الشان تھا۔ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی ہی اتنی بڑی تھی کہ اپنے خون سے تاریخ احمدیت کو سرخرو اور مزیّن کر گئی۔

اسی زمانے میں جو پروانے شمعِ احمدیت پر نثار ہو کر یہاں پہنچے انہی میں حضرت میاں محمد عبد اللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔ آپؓ کا علم تو کم تھا لیکن نورِ ایمان سے وافر حصہ پایا تھا۔ اور نورِ نبوت سے براہِ راست اکتساب نے اس نور ایمان کو اور بھی جلا بخش دی تھی۔ آپؓ نے اپنی ساری زندگی بڑے صدق و خلوص سے گزاری۔ پہلے آپ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہرہ دار کے طور پر خدمات بجا لاتے رہے اور پھر خزانہ صدر انجمن احمدیہ کے پہرہ دار رہے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت بھی آپ خزانہ کے پہرہ دار ہی تھے اور زمانہ درویشی میں بھی اسی خدمت پر مامور رہے۔

نہایت مخلص، خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ حضرت مولوی اسماعیل صاحب (عبد الستار صاحب

اصل نام ہے۔ناقل) عرف ''بزرگ صاحب'' کے بھتیجے تھے۔آپ کے والد صاحب کا نام عبد الغفار تھا اور وطن خوست علاقہ کابل تھا۔

ابتدائے 1952 میں بیمار ہوگئے اور بیماری طول پکڑ گئی۔کافی علاج معالجہ قادیان میں بھی ہوتا رہا اور پھر دھاریوال کے ہسپتال میں بھی داخل کروایا گیا۔بعض درویش بھائیوں نے اپنا خون بھی دیا لیکن وقت پورا ہو چکا تھا اس لئے 16 اپریل 1954 (اصل تاریخ 17-18/4-1952 ہے۔ناقل) کو آپؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(بدر 6 دسمبر 1962)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 21 اپریل 1952 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

''افسوسناک وفات: قادیان مورخہ 52-4-17/18 محترمی عبد اللہ خان صاحب افغان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور سلسلہ کے قدیمی خادم تھے آج رات 12 بجے کے قریب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم ایک عرصہ سے پیٹ کے کینسر کے عارضہ سے بیمار تھے۔دھاریوال اور امرتسر کے سرکاری ہاسپٹل میں بھی کافی عرصہ زیر علاج رہے۔مورخہ 18.4.52 کو بوقت دس بجے نماز جنازہ مکرمی امیر صاحب مقامی نے جنازہ گاہ میں پڑھائی اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

احباب خان صاحب رضی اللہ عنہ کی بلندی درجات کیلئے نیز ان کے لواحقین اور پسماندگان جو پاکستان میں ہیں کو صبر عطا کئے جانے کیلئے دعا فرمائیں۔''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم میاں عبد اللہ خان صاحب درویش صحابی ولد میاں عبدالغفار خان صاحب صحابی ساکن قریہ صاحبزادگان علاقہ خوست افغانستان۔

بیعت بذریعہ خط 1903ء زیارت حضرت اقدس 1905ء جب قادیان کو ترجیح دے کر انصار میں شامل ہوئے۔متقی، تہجد گزار، دوسروں کو شہادت کی ترجیح دینے والے اور سلسلہ کے خیر خواہ تھے۔

17/18-4-1952 کو قادیان میں بعمر 60 سال وفات پائی۔وصیت نمبر 192

حضرت حاجی ممتاز علی خان صاحب صدیقی صحابیؓ درویش قادیان

ولد حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحبؓ گوہر۔

ریاست رامپور۔ولادت قریباً 1889ء تاریخ بیعت وزیارت 1904۔تاریخ وفات 19.7.54۔

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان نے آپ کی وفات پر درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا:۔

محترم حاجی ممتاز علی خان صاحب صدیقی (خلف حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحبؓ رامپوری) قریباً بیس سالہ سل کی طویل علالت کے بعد 19 جولائی کو قادیان میں فوت ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی صاحب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اور آپ کے ایک بھائی ہادی علی خان صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں 1906 یا 1907ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم کیلئے داخل کرادیا تھا۔آپ ان خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک کیلئے حضور کی کتب میں محفوظ ہوگیا ہے۔ایک نشان کے تعلق میں آپ گواہوں کے زمرہ میں شمار ہوئے چنانچہ اس نشان کے گواہوں میں حضرت مولوی نورالدین (خلیفہ اوّلؓ) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ، حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ، حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ، بزرگ صاحب مولوی عبد الستار خان صاحب کابلیؓ اور حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کے اسماء بھی مرقوم ہیں۔بعض طلباء کے نام بھی ہیں۔ان میں ممتاز علی آپ ہی کا نام درج ہے۔حضور حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۷) ساتواں نشان۔

28 فروری 1907ء کی صبح کو یہ الہام ہوا۔سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔خوش آمدی نیک آمدی۔چنانچہ یہ پیشگوئی صبح کو ہی قبل از وقوع تمام جماعت کو سنائی گئی اور جب یہ پیشگوئی سنائی گئی بارش کا نام و نشان نہ تھا اور آسمان پر ایک ناخن کے برابر بھی بادل نہ تھا اور آفتاب اپنی تیزی دکھلا رہا تھا۔اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج بارش بھی ہوگی۔اور پھر بارش کے بعد زلزلہ کی خبر دی گئی تھی۔پھر ظہر کی نماز کے بعد یک دفعہ بادل آیا اور بارش ہوئی اور رات کو بھی کچھ برسا اور اس رات کو جس کی صبح میں 3 مارچ 1907 کی تاریخ تھی زلزلہ آیا جس کی خبریں عام طور پر مجھے پہنچ گئیں۔پس اس پیشگوئی کے دونوں پہلو تین دن میں پورے ہوگئے'' (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 55)

مرحوم کو تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔چنانچہ نور ہسپتال میں جہاں آپ اپنی علالت کی وجہ سے مستقل طور پر ابتدا میں بطور کارکن اور جنوری 1941ء سے بطور مریض قیام رکھتے تھے اپنے کمرے میں علاوہ تبلیغی چارٹوں کے نہایت احتیاط کے ساتھ قریباً دو درجن مختلف تبرکات رکھے ہوئے تھے۔لیکن آپ افسوس سے ذکر کرتے تھے کہ تقسیم ملک کے وقت کسی کے سپرد کئے کہ وہ مغربی پنجاب لے جائیں لیکن وہ ضائع ہوگئے۔

حاجی صاحب مرحوم ابتدائے زندگی میں بطور ڈسپنسر وغیرہ کام کرتے رہے ہیں۔بیمار ہونے کے بعد نہایت عسر کی حالت میں ان کا گذارہ ہوتا تھا۔آپ نہایت تشکرانہ انداز میں حضرت مصلح موعودؓ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب (انچارج نور ہسپتال) اور محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب (انچارج نور ہسپتال) کی عنایات مشفقانہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔یہ تنگی عرصہ درویشی میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی لیکن پھر بھی مالی خدمات سلسلہ میں گویا کہ اپنا پیٹ نہایت بُری طرح کاٹ کر کرتے تھے۔پہلے آپ نے 1/10 کی وصیت کی ہوئی تھی۔لیکن مئی 1952ء سے اسے بڑھا کر 1/8 کردیا تھا۔اس کے علاوہ تحریک جدید میں بھی حصہ لیتے تھے۔اس وقت آپ کو صرف انتیس روپے ماہوار ملتے تھے۔جس میں سے حصہ وصیت اور چندہ تحریک وضع کرکے اندازاً صرف 23 روپے کھانے پارچات اور دُودھ، نائی، دھوبی وغیرہ کیلئے بچتے تھے۔اس سے ان کی مالی قربانی کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس مریض کو اپنی مرض کی نوعیت کے باعث اعلیٰ غذا کی ضرورت ہے لیکن اس کے پاس معمولی اخراجات ہی کیلئے بمشکل رقم ہوتی ہے جب وہ قربانی کرتا ہے تو وہ دوسرے ہزاروں روپیہ چندہ دینے والوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر قربانی کررہا ہوتا ہے۔ ہزاروں روپیہ دینے والے اپنی بچت میں سے چندہ دیتے ہیں ان کی رہائش پوشاک، غذا، اہل وعیال کی آسودگی غرضیکہ بالعموم کسی چیز پر بھی ان چندوں کا اثر نہیں پڑتا لیکن ایک شخص کے پاس 23 روپے ہوتے ہیں کھانے کیلئے پندرہ روپے درکار ہیں اور نائی دھوبی صابن کیلئے تین روپے، بقیہ پانچ روپے میں سے ہی اس نے پارچات بنوانے ہیں۔اپنی غذا دُودھ وغیرہ کا بھی خیال رکھنا ہے جو بالکل ناممکن ہے۔ظاہر ہے کہ جو بھی مالی خدمت سلسلہ کی وہ ایسی حالت میں کرتا ہے دراصل بھوکا ننگا رہ کر اور فاقوں مرکر اور موت سہیڑ کر کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ چندروزہ زندگی تو گذر جائے گی، دائمی زندگی کیلئے زاد راہ بنانا ضروری ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تکلیف سہیڑ کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اُحد کے برابر کی ہوئی قربانی کا وہ ثواب نہ ہوگا جو آج نہایت ہی قلیل قربانی کا ہے اور حضور کے اس ارشاد کی وجہ ایک طرف اس وقت اسلام کی بے انتہا بے چارگی اور دوسری طرف قربانی کرنے والوں کی انتہائی غربت تھی اور وہ گویا بُری طرح فاقہ اختیار کرکے خدمت اسلام کرتے تھے۔اس لئے ان کی قربانی کا مقام نہایت ہی اعلیٰ وارفع اور قابل صد رشک تھا۔

حاجی ممتاز علی خاں صاحب کی قربانی کا بھی یہی رنگ تھا۔الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو قبول فرمایا اور انجام بخیر ہوا اور بہشتی مقبرہ ان کا مدفن ہوا۔اس قربانی کی اور بھی زیادہ اہمیت ہوجاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نہایت اعلیٰ خاندان کے فرد تھے آپ کے والد بزرگوار ہندوستان کے مایۂ ناز لیڈروں مولانا محمد علی صاحب اور مولانا شوکت

علی صاحب کے برادر اکبر تھے۔ ان سب کی ذاتی وجاہت کے علاوہ بھی یہ خاندان رامپور میں ممتاز حیثیت کا ایک مالک تھا۔

آپ کو بھی 1947ء میں مجبوراً ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن پھر (5مارچ۔ ناقل) 1948ء میں واپس قادیان اس نیت کے ساتھ آگئے تھے کہ قادیان ہی میں ان کو موت نصیب ہو آپ کی وفات 19 جولائی 1954ء کو ہوئی۔ اس روز تقریباً بارہ گھنٹے متواتر موسلادھار بارش ہوئی اور پھر اگلے روز بھی قریباً پانچ گھنٹے بارش ہوئی۔ 1947ء اور 1950ء کی بارشوں سے بھی یہ بارش بڑھ گئی۔ اب تو نہ صرف ریل کی پٹری کی روک بھی تھی کہ اسے کاٹا نہیں گیا تھا اور بوہڑی صاحب کی طرف نہر بھی بن چکی ہے۔ باوجود اس کے شہر قادیان نہ صرف مفصلات سے بلکہ باہر کے محلوں سے بھی منقطع ہوگیا تھا۔ ریتی چھلہ سے ریلوے اسٹیشن اور نصرت گرلز اسکول تک پانی ہی پانی تھا اسی طرح بڑے باغ اور بہشتی مقبرہ میں بھی قادیان میں بہت سے مکانات گر پڑے۔ موضع رسول پور متصل قادیان کے باشندگان کو کوٹھوں پر پناہ لینی پڑی وہ چاہتے تھے کہ ریلوے لائن کے نیچے سے پانی گذرنے کیلئے زمین کاٹ دیں لیکن پولیس کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ ایسی حالت میں کہ بہشتی مقبرہ کی قبروں کا ایک حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا قبر بنانا بہت مشکل تھا چند جوان ہمت دوستوں نے بند باندھ کر قطعہ میں سے پانی باہر نکالا۔ اور بصد دقت قبر کھودی۔ لحد بن نہیں سکتی تھی اس لئے...... پھٹے رکھ کر اسے بند کیا گیا۔ 20 جولائی کو گیارہ بجے قبل دوپہر محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر بعد تدفین محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دُعا کرائی۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 28 جولائی 1954)

آپ کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم اخبار بدر 6دسمبر 1962 کی اشاعت میں رقمطراز ہیں۔

''حضرت حاجی ممتاز علی صاحبؓ درویش صحابی ابن صحابی تھے ریاست رام پور (یوپی) کا مشہور خاندان جو علی برادران کے نام سے معروف ہے۔ آپ انہی میں سے ایک کے فرزند اکبر تھے۔ مولانا محمد علی شوکت علی جنہیں بھارت کی سیاست اور جنگ آزادی میں ایک امتیازی مقام حاصل ہوا۔ اُن کے بڑے بھائی مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر سیاسی لائن میں پڑنے کی بجائے علم و دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامورِ زمانہ کی شناخت کی توفیق بخشی۔ اور آپ نے دینی اور دنیوی نعمتوں سے وافر حصہ پایا حاجی ممتاز علی صاحب انہی کے فرزند تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے تعلیم یافتہ تھے اور بیرونی ممالک میں کچھ عرصہ بطور مبلغ بھی کام کرتے رہے لیکن چونکہ دمہ کا مستقل عارضہ لاحق تھا اور صحت کمزور تھی اس لئے تبلیغی خدمات جاری نہ رکھ سکے اور اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق خدمات بجالاتے رہے۔ بڑے سنجیدہ، خاموش طبع اور تعاون کرنے والے آدمی تھے۔ کوئی کام اُن کے سپرد کیا جاتا وہ اسے خوشی اور خلوص سے سرانجام دیتے تھے۔

آخری ایام میں دمہ کے علاوہ انہیں دِق کا مہلک عارضہ بھی لاحق ہوگیا تھا۔ صحت پہلے ہی کمزور تھی اس لئے جسم میں قوت مدافعت نہ رہی اور 19 جولائی 1954ء کو قریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' (بدر 6دسمبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حاجی ممتاز علی خان صاحب درویش
قادیان۔ عمر تاریخ وفات 19-7-1954
وصیت نمبر 1869

حضرت میاں محمد الدین صاحب واصلباقی نویس

بلانی ضلع گجرات صحابیؓ درویش قادیان

یکے از 313 صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ولادت 1872 بیعت 1894
زیارت 5 جون 1895ء
وفات یکم نومبر 1951
بمقام قادیان۔

آپ کی وفات پر اخبار الفضل نے اپنی یکم دسمبر 1951ء کی اشاعت میں لکھا۔

''ابتدائی حالات:

موضع حقیقہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے 5 مارچ 1885ء کو پرائمری کا امتحان کھاریاں سے اور جنوری 1888ء میں مڈل کا امتحان ڈنگہ سے پاس کیا 19 جولائی 1890ء کو حلقہ بلانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات (پنجاب) میں بطور پٹواری تعینات ہوئے جہاں 1905ء تک رہے۔ بعد میں گرداور قانونگو بن گئے 1910ء سے لیکر 1929ء تک تحصیل کھاریاں میں واصل باقی نویس رہے پھر چار ماہ ضلع دفتر میں تبدیل ہو کر پنشن حاصل کی۔

براہین احمدیہ سے رُوحانی انقلاب:

اُن ایام میں جبکہ آپ نے ملازمت شروع کی آپ کی دینی اور عملی حالت سخت ابتر تھی حتیٰ کہ آپ بالکل دہریہ ہوگئے تھے۔ اسی دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابی حضرت مرزا جلال الدین صاحبؓ نے اپنے بیٹوں کو اسلامی لٹریچر بھجوایا جس میں براہین احمدیہ بھی تھی۔ آپ کو ان کے بڑے صاحبزادہ مرزا محمد قسیم صاحب کے ذریعہ یہ عظیم الشان کتاب دیکھنے کا موقعہ ملا اور اس کے ابتدائی مطالعہ سے آپ کے سب ظلماتی پردے اُٹھ گئے اور ایک ہی رات میں کایا پلٹ گئی خود فرماتے ہیں:۔

''آریہ برہمو، دہریہ لیکچروں کے بداثر نے مجھے اور مجھ جیسے اور اکثروں کو ہلاک کردیا تھا اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کررہا تھا کہ براہین پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوں معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہوجاتا ہے۔ سردی کا موسم جنوری 1893ء کی 19 تاریخ تھی آدھی رات کا وقت تھا کہ جب میں ہونا چاہیئے اور ''ہے'' کے مقام پر پہنچا۔ پڑھتے ہی معاً توبہ کی ......عین جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ایمان جو ثریا سے شاید اُوپر ہی گیا ہوا تھا اتار کر میرے دل میں داخل کیا اور مسلماں را مسلمان باز کردند کا مصداق بنایا۔ جس رات میں مَیں بحالتِ کفر داخل ہوا تھا اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔ اس مسلمانی پر میری صبح ہوئی تو میں وہ محمد الدین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔ فطرتاً مجھ میں حیا کی خصلت تھی اور وہ اوباشوں کی صحبت بس عنقا ہوچکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے وہی خصلت حیا واپس دی۔ میں اس وقت اس آیت کے پرتو کے تحت مزے لے رہا تھا۔ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَo

ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہ میں ایمان کو پیارا بنایا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کو خوبصورت کر کے دکھایا ہے اور تمہاری نگاہ میں کفر اور اطاعت سے نکل جانے اور نافرمانی کرنے کو ناپسند کر کے دکھایا ہے وہی لوگ سیدھے راستہ پر ہیں یہ محض اللہ کے فضل اور نعمت سے ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے

واقعہ بیعت:

میاں محمد دین صاحب اپنے واقعہ بیعت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن کی عظمت اور محبت نے میرے دل میں ڈیرہ لگایا گویا علمِ شریعت جو ایمان کی شرط ہے اس کے حاصل کرنے کا شوق اور فکر دامن گیر ہوا۔ ازاں بعد سال 1893.94ء میں براہین احمدیہ کا ایک دور ختم کیا جو نماز تہجد کے بعد کیا کرتا تھا۔ اور پھر آئینہ کمالات اسلام پڑھا جو توضیح المرام کی تفسیر ہے۔

حضرت قبلہ منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رسالہ نمبر 12 ساکن بلانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات دو ماہ کی رخصت لے کر سیالکوٹ چھاونی سے بلانی تشریف لائے اور بلانی میں ہی میں پٹواری تھا۔ ان سے پتہ پوچھ کر بیعت کا خط لکھ دیا جس کا جواب مجھے اکتوبر 1894ء میں ملا جس میں لکھا تھا کہ ظاہری بیعت بھی ضروری ہے۔ جو میں نے 5 جون 1895ء میں مسجد مبارک کی چھت پر بالاخانہ کے دروازہ کی چوکھٹ کے مشرقی بازو کے ساتھ حضرت صاحب سے کی''

''مسجد مبارک میں ظہر کی نماز مولوی عبد الکریم صاحب کی اقتدا میں ادا کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ان دنوں نماز ظہر اور عصر کے درمیان اور نماز مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حضرت صاحب شمالی دیوار کے ساتھ کھڑکی (دریچہ) کے جانب غرب بیٹھے تو میں

نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا اور چہرہ اور پیشانی سے نور کی شعائیں سفید رنگ کی اٹھتی دیکھیں جو بڑی لمبی تھیں اور چھت کو پھاڑ کر آسمان کی طرف جارہی تھیں میں اس نظارہ سے مسرور اور تصویرِ حیرت ہوگیا''

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ قرآن شریف کس طرح آئے؟ آپ نے فرمایا واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ (البقرہ 283) ترجمہ اور تم تقویٰ کرو خود تمہارا خدا استاد ہوجائے گا۔''

پھر میرے دل میں گذرا کہ میں علم دین سے ناواقف ہوں اور مولوی لوگ مجھے تنگ کریں گے میں کیا کروں گا اور پوچھنے سے بھی شرم کررہا تھا جو آپ نے بغیر میرے سوال...... ایسے بلند لہجہ میں رُعب ناک انداز سے فرمایا کہ میں کانپ گیا۔ فرمایا ہماری کتابوں کو پڑھنے والا کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 7 صفحہ 48-49)

کتب حضرت مسیح موعودؑ میں ذکر:

جنوری 1897ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 313 اصحاب کی فہرست مشمولہ انجام آتھم میں آپ کا نام تیسرے نمبر پر درج فرمایا۔ اسی سال ''سراجِ منیر'' شائع ہوئی جس میں مہمان خانہ قادیان کے چندہ دہندگان میں بھی آپ کا نام شامل تھا۔ ازاں بعد 24 فروری 1898ء کے اشتہار (مشمولہ کتاب البریّہ) میں آپ کا نام 10 نمبر پر شائع ہوا۔

آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں دو مرتبہ قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور اس پاک اور پرانوار اور برکتوں سے معمور بستی میں ایک ماہ تک قیام فرمایا اور حضرت امام الزمان کی بابرکت مجالس سے اکتسابِ فیض کیا اور حضورؑ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کی تازہ بہ تازہ وحی سنی۔ (آپ کی روایات تذکرہ ایڈیشن پنجم 2004ء کے صفحہ 662، 663 اور 666 پر درج ہیں۔ ناقل)

خدماتِ سلسلہ:

یکم جولائی 1900 کو حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے چندۂ منارۃ المسیح کی تحریک ہوئی جس میں آپ نے ایک سو روپیہ دیا۔ 23 اکتوبر 1906ء کو آپ نے اپنی جائداد کے پانچویں حصہ کی وصیت کی اور 1909ء میں اپنا حصہ جائداد ادا بھی کردیا۔ بعد میں جو جائداد پیدا کی اس کا اندراج بھی صدر انجمن احمدیہ میں کرادیا۔ ازاں بعد اپنی آمد کی بھی وصیت کردی اور آخر دم تک اس کی ادائیگی کرتے رہے۔

1929ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو اپنی زندگی خدمتِ دین کیلئے وقف کردی۔ کشمیر فنڈ جمع کیا ضلع گجرات کی جماعتوں کا بجٹ تیار کیا۔ کچھ عرصہ پہلے سندھ کی اراضیات میں پھر دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں سرگرم عمل رہے۔

دورِ درویشی اور وفات:

12 ستمبر 1947ء کو ہجرت کرکے پاکستان آگئے مگر اگلے سال 11 مئی میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہہ کر مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے۔

درویش آپ سے دینی مسائل سیکھتے اور ناظرہ قرآن پڑھتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی ذی ہمت تھے۔ مسجد مبارک سے اُترتے اگر کوئی درویش سہارا دینے کی کوشش کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ میں بوڑھا نہیں ہوں۔ آپ درویشوں کو اکثر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی باتیں سناتے رہتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ جب آپ لنگر خانہ میں کھانا لینے کیلئے جاتے اُس مقدس دور کی کوئی ایک بات ضرور سنا دیتے تھے۔ آپ نے عہدِ درویشی کمال صدق و صفا کے ساتھ نبھایا اور وفات کے بعد بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔''

محترم چودھری بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش مرحوم قادیان اپنی کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ دوئم کے صفحہ 217-218 میں آپ کی نیکی، تقویٰ و طہارت کے متعلق فرماتے ہیں۔

''آپ کی پیدائش 1874ء میں اسی گاؤں کھاریاں میں ہوئی۔ قرآن کریم پڑھ چکنے کے بعد کھاریاں پرائمری سکول سے پرائمری تک تعلیم مکمل کرکے ورینکلر مڈل سکول ڈنگہ میں داخلہ لیا۔ اور وہاں سے ورنیکلر مڈل پاس کیا۔ 1888ء میں پٹوار کی تعلیم حاصل کی اور 1889ء میں موضع ملانی میں تعینات ہوئے۔ یہ گاؤں بھی تحصیل کھاریاں میں واقع ہے۔ اور اس کی حد کشمیر ریاست کی حد سے ملتی ہے۔ بعد میں ترقی کرتے ہوئے آپ گرداور قانونگو اور مزید ترقی کرتے ہوئے آپ تحصیل کھاریاں میں واصلباقی کے عہدہ پر متعین ہوئے۔ (واصلباقی سے مراد یہ ہے کہ اس دفتر میں تحصیل کے تمام تر مالیہ لگان اور قرضہ جات کی وصولیابی اور بقایاجات کا حساب رہتا ہے) اور پھر ضلع ہیڈ کوارٹر میں واصلباقی کے عہدہ پر تبدیل ہوکر 1929ء میں ضلع گجرات سے ریٹائر ہوئے۔

ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے زندگی وقف کردی۔ حضرت المصلح الموعودؓ نے آپ کا وقف منظور فرما کر آپ کو سندھ کی زمینوں پر مقرر کیا اور پھر بعد میں دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں خدمات کی توفیق پائی۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ پڑھ کر آپ پر حق آشکار ہوگیا اور آپ نے 1894 میں بذریعہ خط بیعت کرلی اور 1895ء میں قادیان حاضر ہوکر بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ زیارت کے وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تیسرے نمبر پر پاس ہوئے ہو۔ اس خواب کے چند روز بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ضمیمہ انجامِ آتھم'' شائع ہوئی تو اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 313 صحابہ کے نام شائع فرمائے اس میں آپ کا نام (۳۔ میاں محمد الدین صاحب پٹواری ملانی ضلع گجرات) تیسرے نمبر پر درج تھا۔

تقسیم ملک کے وقت آپ ستمبر 1947 میں ہجرت کرکے پاکستان چلے گئے تھے۔ پھر گیارہ مئی 1948ء میں جو تیسرا قافلہ قادیان میں آباد رہنے والوں کا آیا تو آپ اس میں شامل تھے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا قادیان میں ان بزرگوں کے بھجوانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ قادیان میں مقیم افراد کی اعلیٰ تربیت کی جائے سو یہ عمل ان بزرگوں کے آنے سے شروع ہوگیا۔ مساجد میں ترجمۃ القرآن کی کلاسیں جاری ہوئیں اور فجر کی نماز کے بعد صحابہ کرام نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی روایات بیان کرنا شروع کیں۔ اس میں حضرت منشی صاحب نے بہت گراں قدر حصہ ڈالا اور کئی مہینوں تک آپ فجر کی نماز کے بعد روایات سناتے رہے۔ آپ نے ایک مرتبہ یہ بتایا کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور بہت سے صحابہ کرام حاضر تھے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ بڑے بڑے عالم فاضل صحابہ حضور کی صحبت میں ہیں۔ میں کم علم ہوں میں کیا حاصل کرسکوں گا۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضور نے میری طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا''

میاں محمد الدین اِتَّقُوْا اللّٰہَ وَیُعَلِمُکُمُ اللّٰہُ میں نے حضور کی اس بات کو پلے باندھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن کو روشن کردیا اور مجھے بہت سی باتیں یاد رہنے لگیں حتی کہ عین بڑھاپے میں میں نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے چالیس حدیثیں مع جملہ راویوں کی سند کے یاد کرلیں۔ ظاہر ہے یہ ایک معجزہ کا حکم رکھتی ہوئی بات ہے۔ ایک حدیث 30 واسطوں سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی ہے۔

آپ ہمیشہ باوضوء رہتے تھے میں نے خود دیکھا آپ صاف پاک مٹی کا ایک ڈھیلہ اپنی جیب میں رکھتے تھے جونہی وضو ٹوٹتا فوراً مٹی کا ڈھیلہ نکال کر تیمّم کرلیتے اور جب پانی میسر آتا وضو فرمالیتے۔ آپ مسجد مبارک میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر جارہے تھے۔ مہمان خانہ سے گزرتے ہوئے کسی فرش کی اینٹ سے ٹھوکر کھاکر گر پڑے کولہے پر چوٹ آئی غالباً ہڈی میں فریکچر ہوا۔ درویشان اٹھا کر گھر لے گئے۔ احمدیہ شفاخانہ سے مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب علاج کرتے رہے۔ دو روز کی مختصر علالت کے بعد مورخہ یکم نومبر 1951ء کو آپ کی روح الرفیق الاعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواری درویش صحابی ولد محترم نورالدین صاحب ساکن پنڈی رام پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ بیعت بذریعہ خط 1894ء دستی بیعت 5 جون 1895ء فہرست ضمیمہ انجام آتھم میں تیسرے نمبر پر آپ کا نام ہے۔ آپ نے ایک سو روپیہ منارۃ المسیح کے لئے اور ایک سو روپیہ ریویو آف ریلیجنز کیلئے چندہ دیا۔ پہلے مہاجر بن کر قادیان آئے تھے۔ پھر 11 مئی 1948ء کو

دوبارہ قادیان آکر درویش بن کر انصار میں شامل ہوئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند شب زندہ دار، علم دوست، قرآن مجید سے محبت رکھنے والے، تقویٰ میں دوسروں کیلئے نمونہ تھے۔ ان کی اکثر اولاد سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف ہے۔ بحالت درویشی بعمر 82 سال قادیان میں 1-11-51 کو وفات پائی۔ وصیت نمبر 158

حضرت چودھری بھائی عبدالرحیم صاحب صحابیؓ درویش (سابق جگت سنگھ)

ولد سردار چندر سنگھ صاحب یکے از 313 صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

ولادت 1873ء بیعت وزیارت 1894ء وفات 9 جولائی 1957ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ۔

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کا پہلا نام جگت سنگھ تھا۔ والد سردار چندر سنگھ صاحب (ساکن سرسنگھ ضلع لاہور) تھے جن کا تعلق زمینداروں کے ڈھلوں خاندان سے تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" حضرت بھائی صاحب کو ابتدا ہی میں ایک ایسے مذہب کی تلاش تھی جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکے۔ آپ کی سچی تڑپ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے سردار فضل حق کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا علم دیا۔ سردار فضل حق صاحب (سابق سردار سندر سنگھ بیعت 1898 ناقل) بھائی صاحب کی اس تڑپ سے واقف تھے اس لئے انہوں نے اُن کے سامنے مذہب اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ جس سے اسلام کو تفوق دوسرے مذاہب پر ظاہر ہو۔ اس موضوع پر اکثر دونوں میں تبادلہ خیالات ہوا کرتا تھا اور کئی کئی گھنٹے گزر جایا کرتے تھے۔ بالآخر ایک دن حضرت بھائی صاحب نے سردار صاحب کے سامنے ایک معیار رکھا اور بطور آخری فیصلہ کے رکھا اور کہا چونکہ مذاہب تو بے شمار ہیں اور ہر ایک انسان اپنے مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دیا کرتا ہے۔ باقی رہا روایات اور قصے کہانیوں کا تذکرہ سو وہ ہر مذہب میں اُس کے پیشواؤں کے متعلق بے شمار پائے جاتے ہیں اس میں کوئی کسی کے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ اس لئے میرے نزدیک فیصلہ کن تجویز یہ ہی ہوسکتی ہے کہ فی زمانہ جس مذہب میں کوئی بزرگ ایسا پایا جاتا ہو جو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہو اور اُس کی دعائیں سنی جاتی ہوں تو میں سمجھ لوں گا کہ یہی مذہب قابل پیروی ہے۔ اس پر سردار فضل حق خاں صاحب نے فوراً ہی حضرت مسیح موعود کا اسم مبارک لیا اور پورا پتہ بھی دیا یہ بات ایسی تھی جس نے حضرت بھائی صاحب کے دل کو تسکین دی اس نے اسلام کی عظمت اُن کے دل میں قائم کردی۔

حضرت بھائی صاحب ان دنوں فوج میں ملازم تھے۔ اس گفتگو کے دو ماہ بعد وہ رخصت لے کر اپنے گھر جا رہے تھے تو انہوں نے عزم کرلیا کہ وہ گھر جانے سے پہلے قادیان جائیں گے۔ چنانچہ وہ سیدھے قادیان میں آئے۔ آٹھ دن تک یہاں قیام کیا۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو کھول دیا اور آپ سکھ ہوتے ہوئے سلسلہ بیعت میں منسلک ہوگئے۔ ان گزشتہ ایام میں حضرت بھائی صاحب نے بہت دعائیں کیں اور رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور التجائیں کیں جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ الغرض بھائی صاحب بیعت کر کے اپنے گھر کو چلے گئے۔

(الحکم 21 فروری 1935ء صفحہ 3)

آپ نے دو مضامین میں اپنے حالات پر روشنی ڈالی ہے جن میں سے ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الحکم 7 ستمبر 1934 صفحہ 11 میں آپ فرماتے ہیں۔

" انسان کو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس کا جواب اور معقول جواب یہی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بظاہر سرگزشت اور واقعات میرے اسلام میں آنے کے یہ ہوئے جو پہلے ہی احمدیت یا یوں کہیں کہ احمد مرسل یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام لانے اور بیعت کرنے پر ایک وقت ہی دو لطف اپنے اندر لئے ہوئے تھے گو بیعت میں نے 1894ء میں جبکہ میں ابھی سکھوں کے لباس میں تھا اور بالکل قادیان آجانے کا موقعہ 8 مارچ 1895ء کو بفضلہٖ میسر آیا۔ لیکن 94ء میں بیعت کا شرف مجھے عطا ہوا۔ اسی وقت ہی اسلام لانے کی حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور فراست کی بھی ایک اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے کہ آپ مجھے اگر مسلمان خیال بلکہ یقین نہیں کر رہے تھے تو اس بیعت میں نہایت مزیدار لطف بجز اس کے اور کیا تھا۔ میں اپنے محسن مولیٰ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایسے آسمانی ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا موقع اس وقت دیا جس کیلئے آباؤ اجداد سے مسلمان کہلانے والے بہت کچھ متردد تھے اور شکوک وشبہات اور تعصّبات میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی وہ خاص یزدانی کشش تھی جو کام کرگئی۔ ورنہ میں اور یہ فضل اور ایسا بے مثل احسان لِـرَبِّـنَـا الْحَمْد لِرَبِّنَا الْحَمْد۔

جب میں چوتھی پرائمری میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت رسوم ہند بھی ہماری درسی کتاب تھی جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کچھ مختصراً یاد ہوا تھا۔ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کا حال جب میں نے پڑھا۔ تو میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ یہ لوگ بڑے اچھے تھے۔ میرے وقت میں اگر کوئی انسان ایسا ہو تو میں اس کو ضرور ہی مان لوں۔ جس منان آقا نے مجھے ایسا دل بچپن میں دیا تھا اس پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ بالآخر مجھے چھوڑ نہیں دے گا اور احمدیت پر جو حقیقی اسلام کا آئینہ ہے میرا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے جنت میں ایک گھر بھی مجھے ضرور ہی عطا فرمائے گا۔ رَبِّ عَـلَـیْـکَ تَـوَکَّـلْـتُ وَالَیْکَ اَنَبْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْر۔

اردو مڈل پاس ہوگیا۔ وظیفہ سرکاری چار روپے ماہوار ملا۔ اور سپیشل کلاس میں لاہور پڑھنے کے لئے ہم کو (مجھ کو اور میرے بھائی کو) بھیج دیا گیا۔ لاہور ان دنوں 1891ء میں ہر طرف سے مذہبی چرچا رہتا تھا۔ عیسائی بازاروں میں اس طرح آریہ اور سکھ الگ الگ اپنے پرچار کرتے ہوئے بکثرت دکھائی دیتے تھے۔ ان وعظوں نے مذہب کی طرف بالکل ملال پیدا کردیا اور طبیعت نے یہ فیصلہ کرلیا کہ جس مذہب میں ہیں وہی اچھا ہے لیکن مذکورہ سنہ ء کے آخر میں ہی میں رسالہ نمبر 13 میں ملتان بھرتی ہوگیا اور قریباً چھ ماہ کے بعد ہم سیالکوٹ میں آگئے۔ یہاں سردار سندر سنگھ صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ رفیق اور محرم راز بن گئے۔ آپ نے ہی مجھے اسلام کی موٹی موٹی خوبیاں بتائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ بھی آپ ہی سے مجھ کو ملا۔ ابتداء میں میں نے سردار صاحب کی مخالفت کی اور اس خیال پر کہ ہمارے مذہب میں بھی بزرگ گزرے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسرے مذہبوں کے خوشہ چین بنیں۔ ہاں اب اگر کوئی انسان اسلام میں خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہو کچھ اس کے معجزات کرامات ہوں تو بیشک قابلِ اتباع ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول یقینی ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا حال بھی بتایا اور قادیان کا راستہ وغیرہ بھی بتایا چنانچہ رسالہ میں جب میری رخصت کا وقت آیا تو میں پہلے سیدھا قادیان پہنچا۔ یہی 94ء کا زمانہ تھا میں یہاں چند ایام رہا۔ اور رو کر دعا مانگ کر بیعت کی نعمت سے بفضلہٖ تعالیٰ شرف حاصل کرلیا۔

بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنے گاؤں میں ۲ ماہ کے قریب ایام رخصت بسر کئے۔ ساری نماز یاد کی اور پڑھنے کا راز بھی معلوم کیا۔ آتھم کے نہ مرنے پر جبکہ میں گاؤں میں تھا، ہیڈ ماسٹر سکول نے مجھ پر اعتراض کئے مگر قادیان سے مجھ کو آتھم کے متعلق کافی اطلاع بذریعہ اشتہار بھیج دی گئی۔ جس سے میں ماسٹر صاحب سے گفتگو کرنے کے قابل ہوگیا۔ یہ نہیں معلوم کہ یہاں کے ہندوؤں نے یا کس نے وہاں اطلاع بھیج دی کہ یہ شخص مسلمان ہو رہا ہے۔ رسالہ میں جا کر قریباً نماز کا پابند رہا اور مولوی عبد الکریم صاحب کا پتہ قادیان سے دریافت کر کے سیالکوٹ شہر میں پھر پھرا کر نکال لیا۔ آپ سے درس قرآن کچھ دنوں سنا۔ مگر سکھوں کو جب پتہ لگ گیا تو انہوں نے سردار کو اکسا کر اس نعمت سے محروم کردیا۔ دوپہر کے وقت یعنی اس نعمت سے محروم ہونے کے چند روز پہلے میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں اندھا ہوگیا ہوں۔ گھبراہٹ کی حد نہ رہی۔ جب میں یہ خیال کر رہا تھا کہ اب ساری عمر دیواروں سے ٹکریں کھا کر گزرے گی۔ سخت اضطراب کے بعد جب آنکھ کھلی تو جوانی کی نیند بمشکل آنکھیں کھلیں اور کچھ دل کو ڈھارس ہوئی کہ پورا اندھا تو نہیں ہوا۔ پھر جب پورا تنبیہ ہوا تو اس کو

خواب سمجھ کر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تعبیر خط لکھ کر دریافت کی۔ کارڈ میں جواباً یوں تحریر تھا کہ تم کو دینی صدمہ پہنچے گا۔ توبہ استغفار خوب اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ وہ اندھا ہونا قرآن کریم کے درس سے گویا محروم ہونا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ رمضان کا مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ آیا۔ جس میں میں نے روزے رکھنے شروع کئے۔ مگر سکھوں میں اس سے ایسی کھلبلی پڑ گئی کہ انہوں نے سارا زور لگا کر مجھ کو مجبور کیا کہ میں استعفیٰ دیدوں۔ بحولہ تعالیٰ بخوشی استعفیٰ دے دیا اور سیدھا قادیان پہنچا۔ یہاں آ کر الحمدللہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے نہلا دھلا کر مسلمانوں سی ظاہری شکل بھی بنادی۔ رسالہ میں منشی جلال الدین صاحب کی سنجیدہ اور خداترس متین طبیعت نے مجھ پر بہت ہی اثر کیا۔ فتح اسلام میں نے اپنے ہاتھوں سے سارا نقل کیا۔ کیونکہ یہ اس وقت چھپا ہوا نہیں ملتا تھا۔ الغرض احمدیت اور اسلام کی نعمت بزور اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا کی۔ ورنہ سکھ ہونا اور جوانی کی مستی اور نئی نئی ترقی اور حکام کی نظر میں بار بار پھرتے رہنا میری اپنی کوشش سے ان بلاؤں سے نکلنا بہت ہی دور کے ممکنات سے تھا۔ نہیں بلکہ نہایت ہی ناممکن تھا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

8 مارچ 1895ء سے اب کہ 1934ء ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں قادیان میں میری پرورش کے بہت اچھی طرح سامان مہیا کئے میرا کچھ روپیہ جو مجھے رسالہ سے ملا تھا۔ جب نماز ظہر سے پہلے ختم ہوگیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے حساب کر کے مجھے اطلاع دی کہ آج آپ کا روپیہ ختم ہوگیا ہے تو مجھے ہیرا سنگھ کا مقولہ یاد آ کر سخت ہی قلق اور اضطراب پیدا ہوا۔ وہ یوں کہا کرتا تھا کہ ”دیکھو چھی ماتا کو دلتیاں چلاتے ہو۔ تین سال کے بعد تم نہ مانگتے پھرو تو مجھے کہنا اور جو چاہے کہنا“ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ نائی، دھوبی، کپڑا دیگر ضروریات کیا ان سب کیلئے میں دستِ سوال دراز کرتا پھروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ عربی کی تعلیم اور طب کی تکمیل کیلئے مجھے باپ سے زیادہ شفقت کرتے ہوئے اپنے اوقات سے اکثر حصہ دے رہے تھے۔ مگر ابھی صحاحِ ستہ سے بخاری کا کچھ حصہ رہتا تھا۔ ہاں اسی پریشانی میں میں نے وضو کر کے اذان کے بعد سنتوں میں خوب رو رو کر دعا کی اور اس وقت ہیرا سنگھ کے الفاظ نے اور بے سروسامانی کی بھیانک شکل نے دل کھول کر میری خوب ہی مساعدت کی۔ قدرتِ حق نے محض اپنے ہی وجود سے نماز ظہر کے بعد دو روپے ماہوار کا مجھے ٹیوٹر مقرر کروادیا جو میری ازحد خوشی اور دعا کی قبولیت کا بین نشان بنا“۔

آپ کی سیرت وسوانح کے متعلق آپ کا خود نوشت دوسرا مضمون اخبار بدر قادیان 31 اکتوبر 1957 کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

1895ء سے 1899ء تک آپ کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کی بابرکت صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ ازاں بعد آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ٹیوٹر اور پھر مدرس مقرر ہوئے آپ 1934ء تک تعلیمی خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے دوران آپ کو حضرت مصلح موعودؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد صاحبزادگان کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ عرصہ تک حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے بچوں کے اتالیق بھی رہے۔

آپ 313 اصحاب کبار میں سے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 41 میں آپ کا نام 37 پر درج فرمایا ہے۔ آپ کی بعض خودنوشت روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مسجد مبارک میں موجود نہ ہوتے تو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام حافظ معین الدین صاحب یا آپ کو امام الصلوٰۃ بنا لیتے اور بعض اوقات خود امامت کے فرائض انجام دیتے اور آپ کو حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کے سعادت نصیب ہوجاتی۔

ایک بار کسی شخص کو آپ نے اور نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے محض سرزنش کے طور پر خفیف سی بدنی سزا دی جس پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے باہمی محبت اور ہمدردی کے متعلق ایسی اثر انگیز تقریر فرمائی کہ ان دونوں بزرگوں نے اس شخص سے فوراً معافی مانگ لی اور خلق عظیم کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا:۔

حضرت اقدس کے عہد مبارک میں آپ کے قلم سے بعض علمی مضامین بعض اخبارات سلسلہ میں شائع ہوئے اس سلسلہ میں الحکم 10 جولائی 1905ء کا مضمون خاص طور پر قابل ذکر ہے جو ضرورت امام کے موضوع پر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی سفر کیلئے تشریف لے جاتے تو حضور کی حرم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رتھ میں سوار ہوتیں تو دوسرے خدام کے علاوہ آپ کو بھی ساتھ جانے کا حکم ملتا۔ آپ رتھ کے ساتھ ساتھ بطور محافظ بٹالہ اور پھر واپسی تک ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”26 مئی 1908ء کو میں لاہور نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر تھا جو جیل روڈ پر تھی۔ صبح کو جب ذرا دن چڑھا تو میں حضور کی آخری زیارت اور عیادت کیلئے گیا اس وقت حضور نے قلم دوات منگوائی اور کاغذ پر کچھ لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اس وقت میں نے دل میں کہا۔ الحمدللہ کیونکہ میں حضور کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر بہت گھبرایا ہوا تھا۔ مگر حضور جب بیٹھ کر لکھنے لگے تو کاغذ پر بے قاعدہ قلم چلا سکے اور وہ ٹیڑھی سی کشش تھی۔ اس وقت مجھے یقین ہوا کہ حالت خطرناک ہے مگر حضور نے مجھے پہچان لیا اور زور سے دبانے کیلئے ارشاد فرمایا یہ بالکل آخری وقت تھا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر میری آنکھوں کے سامنے آپ کی روح ارجعی الی ربک رَاضِیَۃً مرضیۃ کے ذوق سے ہمیشہ کیلئے بہرہ اندوز ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم صَلِّ وسلم کما تحبُ وترضی۔

(الحکم 21 فروری 1935 صفحہ 6-7)

حضرت بھائی جی 1895 سے 1947 تک قادیان دارالامان میں قیام پذیر رہے اس کے بعد فسادات کے دوران پاکستان چلے گئے۔ مگر مئی 1948ء میں پھر دیار محبوب میں تشریف لے آئے۔ اور ناظر تعلیم وتربیت کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ قادیان میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آپ سے کتب احادیث، طب اور فارسی پڑھی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ فاضل امیر جماعت قادیان کی رخصت یا غیر موجودگی میں قائمقام ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بھی آپ ہی ہوتے تھے۔ جولائی 1953ء میں آپ قادیان سے پاکستان چلے گئے اور تا وفات ربوہ میں مقیم رہے۔

حضرت بھائی جی سلسلہ کی ہر قسم کی تحریکات میں پرجوش حصہ لیتے اور چندہ جات باقاعدہ اور باشرح ادا فرماتے آپ کی وصیت 1/4 کی تھی۔ صاحب رؤیا وکشوف والہام تھے اور مستجاب الدعوات تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ادھر آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی اُدھر وہ بات پوری ہوگئی بعض اوقات آپ کی قبولیت دعا کا فوری اثر نمایاں ہوتا اور دعا ختم کرتے ہی اس کی مقبولیت کے آثار پیدا ہوجاتے عبادت نہایت خشوع وخضوع اور حضور قلب سے کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ غرباء اور مساکین کا خاص خیال رکھتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حساب دیا اور آپ نے بھی اسے خدا کی راہ میں اس کی خوشنودی کیلئے بے دریغ خرچ کیا۔ آپ نہایت منکسر المزاج اور بے نفس اور یک رنگ بزرگ تھے۔ ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھتے۔ گوشۂ تنہائی کو بہت پسند فرماتے اور دربار شہرت سے کوسوں دور بھاگتے سالانہ جلسہ پر آپ کو سٹیج ٹکٹ دیا جاتا مگر آپ بالعموم دوسرے حاضرین میں بیٹھے رہتے۔

خاندان حضرت مسیح موعود کے جملہ افراد کا ازحد احترام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم سب پر اتنے احسانات ہیں کہ ہم ساری عمر اس خاندان کی خدمت کرتے رہیں تو خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

آپ توکل کے بلند مقام پر تھے۔ آپکی ضروریات کا انتظام معجزانہ طور پر خدا تعالیٰ فرما دیتا تھا۔ آپ نے دھرم سالہ، قادیان اور ربوہ میں مکانات تعمیر کرائے جو آپ کے مقام توکل کی واضح مثال ہے۔

(الفضل 25 جولائی 1957 صفحہ 5)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

”حضرت بھائی صاحب مرحوم کو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھ مذہب سے نکال کر اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے یہ کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرنے اور احمدیت قبول کرنے کی سعادت بھی پائی۔ تیسرے یہ کہ نہ صرف اسلام اور احمدیت کو قبول

کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی لمبی صحبت کا موقعہ میسر آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب نصیب ہوا۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اور عمل کی نعمت سے بھی نوازا۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے نوجوانوں نے دینی علم حاصل کرنے اور تقویٰ پر قائم ہونے کی سعادت پائی۔ پانچویں یہ کہ حضرت بھائی صاحب صاحب الہام وکشوف بھی تھے اور دعا کی تحریک پر ان پر عموماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا تھا پھر یہ کہ خلافت ثانیہ کا بھی لمبا دور پایا اور بالآخر قادیان میں کئی سال تک درویشی کی زندگی بھی نصیب ہوئی اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں وفات کے قریب ربوہ لے آیا اور ایسا اتفاق ہوا کہ جنازہ کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں موجود تھے اور حضور نے ہی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت بھائی صاحب مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں دفن کئے گئے۔ یہ سب خصوصیات غیر معمولی رنگ رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ نعمت اور خاص ذرہ نوازی کی دلیل ہے کہ سکھ مذہب سے نکال کر کہاں کہاں تک پہنچا دیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بھائی صاحب مرحوم 1894 میں مسلمان ہوکر قادیان آئے تھے اور اس وقت ان کی عمر غالباً 21 سال کی تھی جب خدا تعالیٰ نے دل میں اسلام کی چنگاری پیدا کی تو فوجی ملازمت چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے انہیں اپنی شاگردی سے نوازا۔

گزشتہ ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے رفیق خاص اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاص کارکن بڑی سرعت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں اس کے نتیجہ میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی جگہ لینے کیلئے احمدیت کا نوجوان طبقہ آگے آنے کے لئے کیا کوشش کر رہا ہے۔ اور ترقی کرنے والی قوموں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ صف اوّل کے ساتھ ساتھ صف دوم کا بھی انتظام رکھا کرتی ہیں تا کہ صف اوّل کے بزرگوں کے گزرنے پر صف دوم کے نوجوان ان کی جگہ لے سکیں اور جماعت کی ترقی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پس میں اس موقعہ پر بڑے دردمند دل کے ساتھ اپنے نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صف اوّل کے خلا کو پر کرنے کیلئے اپنے اندوہ اوصاف پیدا کریں جو زندہ الٰہی جماعتوں کا طرۂ امتیاز ہیں ۔ یعنی فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں شغف پیدا کریں اور اپنے دلوں میں تقویٰ کا درخت لگا کر اپنے قلوب کے دامن کو خدا کی رحمت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ حتیٰ کہ الٰہی رحمت جوش میں آکر انہیں اپنے انوار کا مہبط بنالے مجھے خوشی ہے کہ کچھ عرصہ سے کافی احمدی نوجوانوں میں اس طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے مگر ابھی تک احمدیت کی صف دوم اتنی بیدار نہیں ہوئی کہ وہ صف اوّل کی جگہ لے سکے اور ان کا وجود بھٹکتی روحوں کیلئے شمع ہدایت اور سہارے کا کام دے۔ پس نوجوانوں کو چاہیئے کہ ضرور اس طرف خاص توجہ دیں کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کا ہر پچھلا قدم ہر پہلے قدم سے آگے نہ بڑھے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

مرزا بشیر احمد ربوہ 10.7.57

(روزنامہ الفضل 13 جولائی 1957 صفحہ 3)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 11 جولائی 1957 کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر درج ذیل اعلان شائع کیا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب رضی اللہ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ربوہ 9 جولائی نہایت افسوس کے ساتھ احباب جماعت تک یہ خبر پہنچائی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابی حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ) ربوہ میں رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبار بدر کی کاپی پریس میں جا رہی تھی کہ ربوہ سے خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب کی حسب ذیل تار بنام امیر جماعت احمدیہ قادیان موصول ہوئی۔

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب پر مورخہ 10.4.51 کو قادیان میں فالج کا حملہ ہوا اور اسی عارضہ سے بالآخر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ مئی 48ء میں درویشانہ زندگی گزارنے کیلئے دارالامان تشریف لے آئے مگر فالج کے حملہ کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی اجازت سے آپ جولائی 52ء میں قادیان سے ربوہ تشریف لے گئے۔ آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ آپ نے ابتدائی عمر میں ہی قادیان میں اسلامی علوم کی تحصیل کی اور روحانیت میں غیر معمولی ترقی کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ صاحب کشف و الہام تھے اور اسلام کی حقیقی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کی وفات جماعت کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے اس موقعہ پر ادارہ بدر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے نہایت ادب سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ ایسے بزرگان کے انتقال فرما جانے سے جو عظیم خلا پیدا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پُر فرمائے۔ اور جماعت کے نوجوانوں کو اپنے پیشرو بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ نیز ادارہ بدر آپ کے لواحقین کے ساتھ گہرے رنج کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور انہیں حضرت بھائی جی کے نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔"

اسی طرح اخبار بدر قادیان نے اپنی 18 جولائی 1957 کی اشاعت میں محترم چودھری عبد القدیر صاحب درویش قادیانی کا مضمون حضرت بھائی چودھری عبد الرحیم صاحب کے متعلق شائع کیا۔

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی صحابیؓ درویش

ولد مہتہ گورانداتہ مل صاحب
گنجروڑ دتاں تحصیل شکر گڑھ۔
تاریخ بیعت وزیارت 1895
وفات 6.1.61 یکے از 313 صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرج انجام آتھم (ضمیمہ) مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔

حضرت بھائی جیؓ اخبار بدر قادیان 28 اپریل 1952 کی اشاعت میں اپنے خود نوشت حالات میں فرماتے ہیں۔ "میں بچہ تھا جب قادیان میں اللہ تعالیٰ مجھے لایا اور اب پچھتر سالہ بوڑھا ہوں۔ میری قریباً ساٹھ سالہ زندگی "الدار" کی ڈیوڑھی کی دربانی میں اور سیدۃ النساء حضرت ام المومنین اعلی اللہ درجاتھا فی الجنۃ کے قدموں میں گذری۔ میں ملک کے طول وعرض میں مختلف اسفار میں حضرت ممدوحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہم رکاب رہا۔ اس عرصہ میں جو کچھ حسن سلوک عطایا اور انعامات مجھ غلام پر سیدہ اطہرہؓ کی طرف سے ہوئے وہ میرے لئے احاطہ تحریر میں لانے ناممکن ہیں۔

خدا تعالیٰ نے مجھے غلامی اور یتیم کی حالت میں قادیان کی بستی میں پہنچایا۔ لیکن حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی توجہات کریمانہ اور احسانات بے پایاں نے مجھے سب غم بھلا دیئے اور وہ اطمینان وسکون اور سہولت و آرام بخشا جو ایک بچہ کو حقیقی ماں کی گود میں بھی میسر نہیں آسکتا۔

میں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں جو حضرت ممدوحہ کے قدموں میں گذاری۔ آپ کو بہترین شفیقہ، اعلیٰ ترین اخلاق کی مالکہ ہمدرد و تقویٰ شعار اور خدا تعالیٰ کی راہ میں راستباز پایا اور آج جبکہ دنیا کی یہ محسنہ ہم سے جدا ہوگئی ہیں اپنے لمبے تجربہ کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا نقشہ کان خلقہ القرآن کے الفاظ میں کھینچا تھا اسی طرح میں حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخلاق کا نقشہ کان خلقھا خلق المسیح الموعود کے الفاظ میں کھینچتا ہوں ۔ یعنی حضرت اُمّ المومنین نصرت جہاں بیگم کے اخلاق وہی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق تھے۔ اور آپ کی عادات واطوار اور سیرت وکردار وہی تھے جو مسیح پاک علیہ الف الف السلام کے تھے۔"

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کے متعلق اخبار بدر قادیان نے اپنی 12 جنوری 1961 کی اشاعت میں لکھا۔

"آپ آسمانِ احمدیت کے ایک درخشندہ ستارے تھے اور ان چنیدہ ہستیوں میں

سے تھے جو احمدیت کے لئے قابل فخر ہیں۔ اگرچہ آپ ایک مشرک ہندو قوم میں سے آئے لیکن دین اسلام کی محبت آپ کے رگ و پے میں اس طرح رچ گئی اور آپ کا قلب صافی اسلام کے نور سے ایسا منور ہوا کہ روحانیت میں لاکھوں کروڑوں پیدائشی مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گئے۔

باوجود بڑی بلند پایہ روحانی شخصیت کا مالک ہونے کے اور جماعت میں بڑا ہی معزز و مکرم اور قابل صد احترام گردانا جانے کے ہمیشہ ہی انکسار خاکساری اور فروتنی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور کسی جہت سے کسی وقت بھی اپنی برتری اور فضیلت کا اظہار نہ کیا۔ نہ قولاً نہ عملاً نہ اشارۃً نہ کنایۃً۔ اگر کسی ضرورت کے پیش نظر کچھ اپنی ذات پر انعاماتِ الٰہیہ کا ذکر کیا یا کسی یتیم نے آپ کے سامنے آپ کی ان خدمات جلیلہ اور سعادتِ عظمٰی کا تذکرہ کیا تو قرآنی الفاظ میں اپنے دلی جذباتِ شکر و امتنان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله۔

آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ سولہ سال کی عمر میں آ گے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو کتابیں ''انوار الاسلام'' اور نشان آسمانی مطالعہ فرمائیں اور 1895ء میں قادیان آئے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہے آپ کے والد صاحب کو (جو گنجروڑ دتاں تحصیل شکر گڑھ کے رہنے والے اور دت موہیال کے مشہور و معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے) اس کا علم ہوا۔ آپ کو لینے کے لئے قادیان آئے چونکہ آپ سچے دل سے مسلمان ہو چکے تھے اور اب قادیان کے روحانی ماحول کو چھوڑ کر اپنے والد صاحب کے ساتھ جانا نہیں چاہتے تھے۔ ادھر اندیشہ تھا کہ واپس لے جا کر کہیں آپ کو جسمانی اذیت نہ پہنچائیں پہلے تو حضورؑ نے لے جانے کی اجازت نہ دی مگر جب انہوں نے تحریری وعدہ کیا تو حضورؑ نے اجازت دے دی۔ اور باوجود عدم رضامندی کے محض تعمیل حکم کی خاطر حضرت بھائی جی بھی واپس جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حضورؑ کے بعض صحابہ نے آپ کے متعلق ایسے ہی اندیشے کا اظہار کیا تو حضور نے فرمایا:

''ہمارا ہے تو آ جائے گا''

چنانچہ واپس لے جانے کے بعد جب آپ کے والدین نے اپنی طرف سے قادیان سے ہٹانے کیلئے ہر قسم کا زور لگا لیا اور بخوبی اس بات کا مشاہدہ کر لیا کہ ان کی جمیع تدابیر آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش پیدا نہیں کر سکیں تو انہوں نے آپ کا رستہ چھوڑ دیا اور آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں دوبارہ بہ ہزار دقت پہنچ گئے اور ایسے آئے کہ تیرہ سال حضورؑ کی صحبت میں رہ کر خدمت بجالانے کا شرف حاصل کیا۔

حضورؑ کے وصال کے بعد بھی قادیان ہی کو اپنا وطن بنایا حتیٰ کہ ملک تقسیم ہوا تو اس وقت بھی نہ چاہا کہ اس مقدس بستی کو چھوڑیں۔ مگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہجرت کی۔ لیکن جلد بعد حضور ہی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے صرف چند ماہ بعد مئی 1948ء میں اپنی محبوب بستی میں واپس آئے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوار میں بطور درویش رہنے کی سعادت حاصل کی۔ گویا یہ دوسرا موقعہ تھا کہ آپ حالات سے مجبور ہو کر قادیان سے گئے لیکن آپ کے حق میں مسیح پاکؑ کی وہ بات پوری ہوئی کہ:

''ہمارا ہے تو آ جائے گا''

زمانہ قبول اسلام سے وصال حبیبؑ تک جس طرح آپ کو تیرہ سال کا لمبا عرصہ اپنے محبوب کے قدموں میں گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی اسی طرح ''داغ ہجرت'' کے بعد بصورت درویشی جوار حبیب میں رہنے کا موقعہ میسر آیا تو اس پر بھی جب تیرہ ہی سال کا زمانہ تمام ہوا تو پاکستان کا حالیہ آخری سفر پیش آیا۔ اس غریب الوطنی میں وہ آخری پیغام حق بھی آ گیا جس نے ظاہری حالات کے رُو سے خادم کو آقا سے کوسوں دور دکھایا مگر جس طور پر غیر معمولی حالات میں آپ کا جنازہ پہلے دار الہجرت ربوہ پھر لاہور سے ہوتا ہوا براستہ امرتسر و بٹالہ قادیان پہنچا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرقدِ مبارک سے صرف چند گز کے فاصلہ پر عین پہلو میں ہمیشہ کی خوابگاہ پائی۔ تب تیسری بار خدا تعالیٰ نے حضرت بھائی جی رضی اللہ عنہ کو قادیان پہنچا کر آپؓ کی حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے سچی اور دلی محبت کا معجزانہ ثبوت بہم پہنچایا اور خدا کے مسیح کی آپ کے حق میں توقعات کو ایک اور ہی شان سے پورا کیا کہ:

''ہمارا ہے تو آ جائے گا''

فانی دنیا عشق و محبت کی باتیں سناتی ہے۔ ہوتی ہوں گی ان کی محبتیں اور ہوتا ہوگا ان کا عشق۔ مگر وہ آئے اور دیکھے کہ عشق حقیقی اور سچی محبت کے یہ کرشمے ہیں جو اپنے اندر وہ قوت و شوکت رکھتے ہیں جن کے سامنے اس کے عشق مجازی کے قصے کہانیاں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا حضرت بھائی جی کو تیرہ سال کا لمبا عرصہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ 1908ء میں حضورؑ کے آخری سفر لاہور کے موقعہ پر بھی آپ کو نہ صرف رفاقت و خدمت کا شرف حاصل ہوا بلکہ حضورؑ کے وصال کے بعد جب حضورؑ کا جسدِ اطہر لاہور سے قادیان لایا گیا تو حضرت بھائی جی اس رتھ کے ساتھ ساتھ تھے جس میں حضرت ام المومنین (نور اللہ مرقدھا) سوار تھیں۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح آج سے 53 سال پہلے آقا کا جنازہ کفن میں لپیٹ کر لایا گیا اسی طرح لاہور ہی سے ہوتا ہوا اس خادم المسیح کا جنازہ بھی کفن ہی میں لپیٹ کر لایا گیا اور اسی مقام پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا تھا عاشق مسیح کے تابوت کو بھی نماز جنازہ کیلئے رکھا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم ترین صحابی ہونے کی وجہ سے حضرت بھائی جی گویا تاریخ احمدیت کی مجسم کتاب تھے۔ آپ کے سینہ میں بیسیوں روایات اور تاریخی واقعات کی مستند تفاصیل محفوظ تھیں۔ جنہیں آخر وقت تک خوب اچھی طرح بیان فرماتے رہے اور اس امانت کو جماعت تک پہنچانے میں روحانی لذت محسوس فرماتے رہے۔ (اخبار بدر 12 جنوری 1961)

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان نے آپ کے متعلق اپنے قلبی تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

''حضرت بھائی جیؓ اس گلدستہ کا ایک پھول ہی نہ تھے بلکہ بجائے خود ایک گلدستہ تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک گلستان تھے۔ ایسا گلستان جو خزاں نا آشنا ہو جو سدا بہار ہو۔ اور جس میں سے ہزار پھول چن کر سینکڑوں گلدستے تیار کئے جاتے ہوں۔ ایسے گلدستے جو اپنے رنگ و بو سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہوں۔

میں کوئی سوانح نگاری نہیں کر رہا اور نہ ہی میرا موضوع سیرۃ ہے۔ بلکہ میرا قلم تو درویش برادری کے ان محترم اراکین کی یاد میں چند آنسو حوالہ قرطاس کر رہا ہے جو اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اور جن کے ہیولے حافظے کے پردے پر کبھی کبھی اچانک آ کر یادوں میں ایک المناک ارتعاش پیدا کر جاتے ہیں اور ہم منهم من قضى نحبه کی خوش بختی پر رشک کرنے لگتے ہیں اور منهم من ينتظر کی کشتی کے بسلامت کنارے پر لگنے کے لئے دُعائیں کرتے ہیں۔

حضرت بھائی جیؓ اپنی ذات میں ایک شگفتہ چمن تھے اور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مقدس یادگار تھے۔ مامورِ زمانہ کا صحابی ہونا ایک بہت بڑا شرف ہے جو رُوحانی دُنیا میں ہمیشہ عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا گیا اور دیکھا جاتا رہے گا۔ لیکن آپؓ کو ایک اور بہت بڑا شرف حاصل تھا کہ آپؓ نے ایک لمبا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رہ کر گزارا اور سفر و حضر میں حضورؑ کی معیت میں رہ کر بیشمار برکتیں حاصل کیں اور اس بابرکت صحبت کے مصقل سے اپنی روحانیت کو اس طرح صیقل کیا کہ آخری دم تک اس کی چمک و دمک نہ صرف قائم رہی بلکہ ہم جیسے کمزوروں کیلئے مشعلِ راہ رہی۔

اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے اور اپنی اپنی نظر۔ مجھے حضرت بھائی جی کی زندگی کے مطالعہ میں جو چیز سب سے زیادہ عجیب نظر آئی اور جس چیز نے مجھے ایک روحانی اہتزاز بخشا وہ یہ ہے کہ آپؓ جس وقت پہلی بار قادیان تشریف لائے آپ کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی۔ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب انسان طبعاً گرمجوش ہوتا ہے۔ جوانی کی اُمنگیں اپنے شباب پر ہوتی ہیں اور مستقبل کیلئے خواہشات و عزائم کا ایک لامتناہی سلسلہ خیالات و جذبات کے سمندر میں موجزن ہوتا ہے اور انسان گویا خیالی پر لگا کر فضاؤں میں پرواز کرتا ہے یہ وہ عمر ہوتی ہے کہ توسن شباب بے لگام ہوتا ہے اور مختلف قسم کی بیشمار لغزشیں اس کی مخمور آنکھوں کے سامنے ہم رنگ

زمین دام بچھاتی ہیں۔

پھر اگر کوئی نوجوان ایسا ہو جس نے اسلامی ماحول میں پرورش پائی ہو اور اس کے تمام متعلقین مذہب کے سختی سے پابند ہوں اور وہ نیکی کی طرف مائل ہو جائے تو جائے تعجب نہیں۔ لیکن یہاں معاملہ بڑا ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک ایسا نوجوان جس کا کنبہ غیر مسلم ہے۔ اسلام کی شمع سینے میں روشن کئے گھر سے نکلتا ہے۔ مہر پدری کی سلاسل کو توڑ کر مامتائے مادری کی مقناطیسی کشش سے دامن بچا کر اپنے بھائیوں و بہنوں کی محبت کو قربان گاہ عشق حقیقی پر قربان کر کے اپنوں اور بیگانوں کی نظروں سے بچتا ہوا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا رواں دواں ہے۔ کوہ سینا بر رنگ قادیان اس کی منزل گاہ ہے اور وہ افتاں و خیزاں وہاں پہنچتا ہے۔ جہاں دُور سے لمعاتِ نور آسمانی کی لرزاں جھلک اس کی فکر و نظر کو خیرہ کر رہی تھی۔

مسیں بھیگتی ہوئی شباب کی ڈیوڑھی میں قدم رکھتی ہوئی لیکن شباب کی مادی اُمنگوں سے یکسر تہی۔ ایک سعید رُوح اپنے تمام دنیوی رشتوں سے منہ موڑ کر آستانہ اُلوہیت پر جبیہ سائی کیلئے قادیان پہنچتی ہے۔ اور بس یہیں کی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے اُس مقامِ ارفع پر جا پہنچتی ہے جو قابل رشک بھی ہے اور ایمان افروز بھی اور یوں مہتہ ہریشچندر اپنی فطری سعادت سے فضل خداوندی کو جذب کر کے حضرت بھائی عبد الرحمٰن قادیانی بنتا ہے۔ اور مامورِ زمانہ کا جلیل القدر صحابی ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور اس انعام الٰہی کا بڑے عجز وانکسار کے ساتھ یوں اعتراف کرتا ہے۔

"مجھے بچپنے ہی میں اللہ کریم نے کفر سے نکال کر دولت ایمان عطا فرمائی اور میری خوش بختی کو اپنے فضل سے یوں چار چاند لگا دیئے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو میں نے حضور پر نور ہی کی صحبت میں سیکھا اور یہ اللہ کریم کا فضل تھا کہ اس طرح مجھے اسمی و رسمی اسلام کی بجائے حقیقی اور صحیح اسلام کی نعمت میسر آئی"۔

(مسل وصیت حضرت بھائی جیؓ صفحہ ۷۰)

ایسی سعید رُوح ہو اور دل کی گہرائیوں میں آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہونے کی تڑپ لے کر مامورِ زمانہ کے قدموں میں پہنچی ہو تو اس کے عبد حقیقی ہونے میں کیا کلام ہے چنانچہ اس کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک لفظ پر اس کی تصویر کھینچ دی۔ یعنی "عبد الرحمٰن" اور اس طرح رحمٰن کا یہ عبد مسیحائے زمان کے دروازے پر خادم بن کر بیٹھ گیا اور اسی خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ ملا کہ وہ خود مخدوم بن گیا وہ جس راہ سے گزرتا تھا عقیدت مند آنکھیں بچھاتے تھے۔

آپؓ اپنے نام کے متعلق فرماتے ہیں۔

"عبد الرحمٰن میرا اسلامی نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زبانِ مبارک سے رکھا ہوا نام ہے جو حضور پر نور نے مسجد مبارک کے وسطی حصہ میں بیٹھے ہوئے 12-1311 ہجری المقدس کو تجویز فرمایا تھا جبکہ اللہ کریم نے مجھے حضور کے دستِ مبارک پر خلعتِ اسلام اور سعادت بیعت سے نوازا اور سرفراز فرمایا تھا۔"

اللہ تعالیٰ ہمیشہ جو ہر قابل کو نوازتا ہے اور خاک نشینوں کو ساکنانِ عرش کی نشینی بخشتا ہے۔ چنانچہ حضرت بھائی جی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر نوازا کہ آپؓ کا نام 313 صحابہ کرام کی فہرست میں ہے اور ضمیمہ انجام آتھم میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؓ کا نام درج فرمایا ہے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"ضمیمہ انجام آتھم میں حضور پر نور نے جو فہرست 313 خدام کی شائع فرمائی اس کے 101 نمبر پر مجھ ناکارہ کا نام درج ہے"

(بحوالہ مذکور)

حضرت بھائی جیؓ کو یہ شرف اور امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپؓ تیرہ سال کا لمبا عرصہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں اور حضورؑ کے سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ چنانچہ حضورؑ کے آخری سفر لاہور میں بھی ساتھ تھے اور حضورؑ کے وصال پر غسل اور کفن و دفن میں بھی حصہ لیا اور اس کے بعد اپنی ساری عمر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گزاری۔

حضرت بھائی جیؓ کی ذاتِ گرامی میں ایک بڑی پیاری، بڑی قابل رشک اور بڑی قابل تقلید بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ کو خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام مقدس افراد کے ساتھ بلا لحاظ عمر بیحد محبت اور عقیدت تھی۔ یوں تو تقسیم ملک سے قبل بھی ہمیں اس چیز کا علم تھا لیکن زمانہ درویشی میں جب ہم نے بہت ہی قریب سے یہ نظارے دیکھے تو حقیقت یہ ہے کہ خاندان مقدس کے افراد سے محبت کرنا ہمیں بھی آ گیا عجیب نظارہ ہوتا تھا وہ جب حضرت بھائی جیؓ کو حضرت مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کا سامنا ہو جاتا۔ پس دیکھتے ہی چہرے پر ایک سنجیدگی ایک احترام، ایک عقیدت نمایاں ہو جاتی اور مجسم عجز وانکسار بن کر کھڑے ہو جاتے اور جھک کر دست بوسی کرتے اور جب سر اُٹھاتے تو آنکھوں میں نمی کی ایک چمک ہوتی غالباً ان کی غمناک نگاہیں قابل احترام پوتے کے چہرے میں اس کے مقدس داداؑ کا تصور لئے ہوتی تھیں۔

مسیحائے زماں کے در کی دربانی کا ذکر جب وہ بڑی رقت کے ساتھ گلوگیر آواز میں کرتے تو آنسو پپوٹوں کی چلمنوں میں سے جھانکتے رہتے۔ اور سننے والے اور سمجھنے والے سمجھ جاتے کہ آپ کا جسم تو اس وقت ہماری مجلس میں ہے لیکن رُوح ماضی کی طرف پرواز کناں ہے۔ اور مسیحائے زماں کی مجلس وصحبت کو تلاش کر رہی ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنی چٹھی بنام سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ (پہلی بار قادیان آنے سے قبل)

"اُن دنوں میں اس خیال میں تھا کہ قادیان جا کر اظہار اسلام کروں۔ اور اُن فقیر و بزاگ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) کے سامنے نذر و نیاز پیش کر کے واپس چلا آؤں گا۔ مگر جب اللہ کریم نے اس نورانی چہرہ اور صاحب نورِ نبوت و رسالت کے قدموں میں لا ڈالا، صبح کی سیر، شام کا دربار اور ظہر و عصر کی مجلس وصحبت میسر آئی تو وہ پہلا خیال دِل سے دُھل گیا اور میں دُنیا جہان سے بے نیاز ہو کر اسی در کا ہو گیا۔ دُھونی رما کر بیٹھا اور خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ اس در کی گدائی دُنیا جہان کی دولت وثروت سے ہزار گنا بہتر نظر آئی اور خدا کا فضل ہوا کہ آخر میں اسی در کا ہو گیا۔ یہیں پرورش پائی اور اسی دروازہ سے اسلام سیکھا اور دولتِ ایمان پائی۔ فالحمد للہ"۔

بہرحال حضرت بھائی جیؓ نے اپنی عمر عزیز کے 65 سال حقیقتاً اسی در کی دربانی میں گزار دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو نوازا اور دین و دُنیا میں سرفراز کر دیا۔ اولاد بھی دی اور جائیداد بھی۔ اور پھر ایک سعادت یہ بھی بخشی کہ زمانۂ درویشی میں بھی قادیان میں رہ کر خدماتِ سلسلہ بجا لانے کی توفیق آپ کو ملی۔ آپ صدر انجمن احمدیہ، صدر انجمن تحریک جدید اور مجلس کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ کے ممبر کی حیثیت سے اپنے مفید اور بزرگانہ مشوروں سے ان مجالس کو مستفید فرماتے رہے۔

حضرت بھائی جیؓ کی ذاتِ گرامی سے ہم تمام درویشوں کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ذِکر حبیبؑ کی مجلسیں جمی رہتی تھیں اور ذِکر حبیبؑ ہو اور ذاکر حضرت بھائی جیؓ ہوں تو وہ تذکرہ کتنا روحانیت افروز ہوتا ہوگا اس کی کیفیت وہی لوگ جانتے ہیں جنہوں نے ایسے تذکرے سُنے ہیں اور پھر عجیب بات ہے کہ حضرت بھائی جی بتقاضائے عمر ماضی قریب کی بعض باتیں تو بھول جاتے تھے لیکن زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں آپ کو خوب یاد ہوتی تھیں گویا یہ چیز اُن کا جزو زندگی بن گئی تھی۔

ایسے تذکروں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ مثلاً حضرت بھائی جی مسجد مبارک کے اندر بیٹھے کوئی ذکر فرما رہے ہیں اور ذکر بیت الدعا یا کمرہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے تعلق رکھتا ہے تو وہ بے اختیار اُٹھ کھڑے ہوتے اور سننے والوں کو اپنے ساتھ لے جا کر وہ مقام دکھاتے۔ یہی وہ وقت ہوتا تھا کہ حضرت بھائی جیؓ کا چہرہ ایک خاص کیفیت کا حامل ہوتا تھا۔ رندھا ہوا گلا، رقیق آواز اور آنسوؤں کو روکتے ہوئے جب آپ رک رُک کر فرماتے "بس یہی جگہ تھی"، تو سامعین بھی ایک لمحہ بھر کے لئے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سجی ہوئی محفل دیکھ لیتے۔

لیکن اس پر بس نہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں قادیان کا شاید ہی کوئی درویش ایسا ہوگا جسے آپ نے تمام مقاماتِ مقدسہ ساتھ جا کر اُن کی پوری کیفیت کے ساتھ نہ دکھائے ہوں زمانہ درویشی میں ایک لمبے عرصہ تک آپؓ کا قیام حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کمرہ متصل بیت الدعاء میں رہا اور ہم سب درویش وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکر حبیب سنتے یا دُعا کیلئے عرض کرتے۔

ایک اور بات جو آپؓ سے خاص تھی وہ یہ تھی کہ تقسیم ملک سے قبل بھی اور بعد میں زمانہ درویشی میں بھی آپ نے نمازیں بیشتر و اکثر

طور پر مسجد مبارک میں ادا کیں اور وہ خاص بات یہ تھی کہ آپ مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں بیٹھتے اور وہیں نماز ادا فرماتے۔ گویا آپ تقاضائے عشق و محبت کے تحت مسجد مبارک کا وہ حصہ بیٹھنے اور نماز پڑھنے کے لئے منتخب کرتے جہاں مسیحائے زماں نے نمازیں ادا فرمائیں اور مقدس مجالس جمتی رہیں۔

محبت بھی عجیب چیز ہے جو نئے نئے راستوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور اپنے معمول کو سکھاتی ہے کہ یہ بھی ایک طریق ہے۔ عشق مجازی میں بھی یہ چیز عام ہے کہ محبوب جن راستوں پر سے کبھی گزرا ہو محبّ وہاں نقش قدم تلاش کرتے پھرتے ہیں اور خاک راہ کو سُرمہ چشم بناتے ہیں۔ لیکن یہاں تو عشق حقیقی کارفرما تھا اور عشق بھی اللہ تعالیٰ سے اور مسیحائے زماں سے۔ زمانہ درویشی میں جب داغِ ہجرت نے دلوں پر چرکے لگائے اور خاندانِ مقدس کے افراد ہجرت فرما گئے تو رمز کی بات جاننے والے جان سکتے ہیں کہ حضرت بھائی جیؓ نے ایک طرف یہ غم غلط کرنے کیلئے اور دوسری طرف اپنے محبوب مطاع کے سفر آخرت کے نقوشِ قدم تلاش کرنے کیلئے جنازہ گاہ کا رُخ کیا۔

''جنازہ گاہ'' کیا ہے محبت و عمل کی ایک یادگار ہے۔ محبت کا ایک سبق اور عمل کی ایک دعوت۔ اس کا نقشہ کس طرح کھینچوں کہ دامانِ علم تہی ہے۔ ایک ستر سالہ سفید ریش جو عزم جوانانہ ہر صبح کچھ ہتھیاروں سے لیس ہو کر دارالمسیح سے نکلتا ہے اور لمبا عصا ٹیکتے ہوئے دھیمے دھیمے قدم اُٹھاتا باغ بہشتی مقبرہ میں پہنچتا اور گھنٹوں کام میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ہتھیار کیا تھے۔ ایک بالٹی، ایک کھرپا، ایک جھاڑو، ایک پیری اور عزم جواں۔ ستر بہتر سال عمر ہو اور پیری کا بوجھ کمر کو متاثر کر رہا ہو تو آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے جو عزم کو جوانی اور توانائی بخشتی ہے؟ وہ صرف عشق ہے اور عشق ہی وہ ناقابل شکست جذبہ ہے جو ایسے کام کرا جاتا ہے کہ عقل کی قوتِ رسائی کے وہاں پر جل جاتے ہیں۔ حضرت بھائی جیؓ اُس وقت پورے ستر سال کے تھے جب انہوں نے جنازہ گاہ کو تشکیل دینی شروع کی۔ اپنے بوڑھے اور کمزور ہاتھوں سے کھرپا چلا چلا کر صفائی کرتے جھاڑو دیتے اور بالٹی میں مٹی دُور سے لاکر بھرتی ڈالتے اور علی الصبح کام شروع کر کے ظہر کے وقت ختم کرتے اور اس طرح اپنے تصورِ محبت کو اس جنازہ گاہ میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضورؑ کا جسدِ اطہر لاہور سے لاکر رکھا گیا تھا تھپکیاں دے دے کر بہلاتے۔ یہ وہ جذبہ عشق تھا۔ ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ آپ کے دِل میں ایک تڑپ تھی ایک کسک تھی اور ایک ٹیس رہ رہ کر اُٹھتی تھی کہ کب وہ وقت آئے کہ وہ بھی اسی راہ سے گزریں جس سے آپ کا محبوب، لاکھوں انسانوں کا محبوب امام اور آنے والے زمانے کے اربوں انسانوں کا محبوب پیشوا اپنے وصال کے بعد گزرا تھا اور ایک غلام کی حیثیت سے اپنے آقا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمع لاکھوں دلوں میں پھر سے روشن کر گیا تھا۔

بہرحال بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کے اندر ایک گول دائرہ کی شکل میں بنی ہوئی جنازہ گاہ حضرت بھائی جیؓ کے عزم جواں ہمتی اور محبت و عمل کی ایک یادگار ہے جو اب مستقل صورت میں موجود ہے اور انشاء اللہ تاریخ احمدیت میں اسے ایک اہمیت حاصل رہے گی۔ کیونکہ یہ صرف جنازہ گاہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشان ہے اس کٹھن منزل کا جسے خلافت کی رہبری میں قطع کیا جا سکتا ہے۔ اسی گول دائرے کے اندر جہاں یہ نشاندہی حضرت بھائی جیؓ نے کردی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر فلاں جگہ رکھا گیا تھا وہاں آم کے چھ درختوں پر نشانات لگا کر یہ نشاندہی بھی کردی ہے کہ خلافت اولیٰ کی بیعت فلاں جگہ ہوئی تھی گویا اسی دائرہ کے اندر وہ مقام ہے جہاں نبوت، خلافت سے معانقہ کر کے اور جماعت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے کر رخصت ہو رہی ہے۔

نبوت اور خلافت کی یہ یکجائی بھی بڑا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ کاش! یہ منظر ہمارے ان احمدی کہلانے والے بھائیوں کو بھی یاد ہو جو بعض غلط فہمیوں کا شکار ہو کر ہم سے بچھڑ گئے اور ہم سے بچھڑ جاتے تو کوئی بات نہ تھی وہ اپنے مرکز سے دور ہو گئے۔ اے کاش! وہ لوٹ آئیں کہ ابھی شام نہیں ہوئی۔ وہ ہمیں کچھ بھی کہیں لیکن ہم ایک محبت کے ساتھ ان کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ

آخر کنند دعوئے حبِ پیمبرم

ہمارے واجب الاحترام بزرگ حضرت بھائی جیؓ دسمبر 60 میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے پاکستان تشریف لے گئے اور جلسہ ربوہ کے بعد کراچی جاتے ہوئے بحالتِ سفر ٹرین میں ہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کی وفات اور آپ کی نعش کے قادیان لائے جانے کے ایمان افروز حالات بدر 12.1.61 میں بڑی تفصیل کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں لیکن یہاں میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا جذبہ عشق و وفا ہی تھا جو نہایت غیر معمولی اور مایوس کن حالات میں آپ کی نعش کو قادیان پہنچانے کا باعث ہوا۔ اور پھر عشق کی کامرانی دیکھئے کہ وہ نعش لاہور سے ہوتی ہوئی قریباً انہی راستوں سے گزر کر قادیان پہنچی۔ (بالخصوص بٹالہ سے قادیان تک) جن راستوں سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر لایا گیا تھا۔ 6 جنوری 61 کو جب آپ کی وفات کی افسوس ناک اطلاع تار کے ذریعہ سے قادیان پہنچی تو یہاں کا ہر شخص ایک طرف افسوس اور غم میں ڈوب گیا اور دوسری طرف یہ صدمہ بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارے بھائی جی اپنی ساری عمر قادیان کی خدمت میں گزار ا ایک دوسرے ملک میں فوت ہوئے جہاں سے اب نعش کے لائے جانے کا بظاہر جلد کوئی امکان نہیں۔

لیکن جب اگلے روز یہ اطلاع پہنچی کہ بھائی جیؓ کی نعش لائی جارہی ہے تو ہمارا صدمہ کم ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ نعش ٹرک کے ذریعہ رات کے قریباً نو بجے قادیان پہنچ گئی اور اگلے روز اسی جنازہ گاہ میں نمازِ جنازہ ادا کر کے حضرت بھائی جی کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر ۲ میں (جو مزار مبارک کی چار دیواری سے متصل جانب غرب ہے) اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا۔

جب آپؓ کا تابوت قبر میں اتارا جا رہا تھا تو وہ منظر بھی بڑا عجیب تھا ہر درویش ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا اور آپ کی بلندی درجات کیلئے دُعائیں کر رہا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ قادیان کے تمام درویشوں کا کوئی نہایت قریبی عزیز فوت ہو گیا ہے۔ اور یہ بات تھی بھی ٹھیک کیونکہ آپ تمام درویشوں کے بزرگ ہی نہ تھے بلکہ سب کے خیرخواہ اور ہمدرد بھی تھے۔ یہی وہ الوداعی منظر تھا، یہی وہ آنسوؤں کی لڑیاں تھیں، یہی وہ عقیدت و محبت کے پھول تھے جنہیں دیکھ کر حضرت بھائی جیؓ کے بڑے فرزند محترم مہتہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا تھا کہ

''آج درویشوں نے ہمارے اباجی کی تدفین کے موقعہ پر محبت کا جو اظہار آنسوؤں کی زبان میں کیا ہے اس سے ہمارا صدمہ بہت کم ہو گیا ہے اور ہم بڑے تعجب کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ درویش برادری ایک انوکھی برادری ہے''

اللہ تعالیٰ حضرت بھائی جیؓ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(بدر 4 اکتوبر 1962)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صحابی درویش ایک باکمال مصنف بھی تھے آپ کے تین مضامین، ا۔ جلسہ اعظم مذاہب لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی 1896، ۲۔ عید قربان 1900ء خطبہ الہامیہ، ۳۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا آخری سفر لاہور اور حضور پرنور کا وصال، سیرت المہدی جلد دوئم ایڈیشن 2008ء میں آخر پر درج کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اخبار بدر میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ آخر الذکر مضمون کا وہ حصہ جس میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی مبشر اولاد سے اپنی محبت اور وفا کا اظہار فرمایا قارئین کیلئے پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''خدا کے نبی اور رسول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری ہی اولاد موعود و محمود، بشیر و شریف اور خدا کی بشارتوں کے ماتحت یقیناً یقیناً ذریت طیبہ، مظاہر الٰہی اور شعائر اللہ ہیں۔ ایک کو موعود بنا کر مظہر الحق والعلی کا خطاب دیا تو دوسرے کو قمر الانبیاء بنا کر دُنیا جہاں کی راہ نمائی کا موجب بنایا اور تیسرے کو بادشاہ کے لقب سے ملقب فرما کر عزت و عظمت اور جاہ و حشمت کے وعدے دیئے۔ اَلَاوَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ پس

مقام او مبیں از راہِ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

اگر شومی قسمت اور شامت اعمال کسی کو ان کاملین کی غلامی کی سعادت سے محروم رکھتی ہے، اگر نہاں در نہاں بداعمالیاں اور معاصی کسی کو ان مقدسین پر عقیدت و نیاز مندی کے

پھول نچھاور کرنے سے روکتے ہیں اوران سے محبت واخلاص کیلئے انشراح نہیں ہونے دیتے تو بے ادبی وگستاخی کی لعنت میں مبتلا ہونے سے تو پرہیز کرو اور بدگمانی وبدظنی اوراعتراض و طعن کی عادت سے تو بچو، ورنہ یادرکھو کہ اگر اس قسم کی آگ اپنے اندر جمع کروگے، زبان پر لاؤگے تو آخر" آپ کھائے انگار لگے" کے مصداق بننا پڑے گا۔ خدا کے غضب کی آگ اوراس کی غیرت کی نار بھڑ کے گی جس سے بچ جانا پھر آسان نہ ہوگا"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم ایڈیشن 2008 صفحہ 427) بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مزار

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ
وصیت نمبر 1491 تاریخ وفات 6.1.61
عمر 85 سال

حضرت بھائی صاحب نے 1895ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ نہایت مخلص اورمحبت کرنے والے فدائی بزرگ تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آخری سفر لاہور میں حضور کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام کے غسل وکفن وتدفین میں حصہ لینے کی سعادت پائی۔ اور عمر کا آخری حصہ قادیان کی درویشی زندگی میں گذرا ۔ بتاریخ چھ جنوری 1961 سفر کی حالت میں قریباً 85 سال کی عمر میں وفات پائی اور جنازہ ربوہ سے قادیان پہنچایا گیا۔ حضرت بھائی صاحبؓ کی خواہش تھی کہ ان کی قبر پر یہ الفاظ لکھے جائیں کہ:

"غلام وخادم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وخاندان اقدس۔"

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ۔

حضرت باباشیر محمد صاحب صحابیؓ درویش

ولد مکرم دتہ خان صاحب
ساکن خان فتح ضلع گورداسپور تاریخ وفات 17.8.49
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔

محترم چودھری فیض احمد صاحب آپ کے متعلق اخبار بدر 6 دسمبر 1962 میں لکھتے ہیں۔

"حضرت بابا شیر محمد صاحب ولد دتہ خان صاحب بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور قادیان کے محلّہ دارالعلوم میں اُن کا اپنا مکان تھا۔ تقسیم ملک کے وقت پاکستان چلے گئے تھے لیکن حضور انور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مئی 1948 میں قادیان تشریف لائے...... کافی معمر ہونے کے باوجود نمازوں کیلئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے۔ قد لمبا اور دیہاتی سادگی کا مجسمہ تھے۔ سو سال کی عمر میں 17 اگست 1949ء کو وفات پائی اور قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔" (بدر 6 دسمبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم بابا شیر محمد صاحب صحابی درویش ولد دتے خان صاحب قادیان۔ تاریخ وفات 17.8.49 عمر 110 وصیت نمبر 3271۔

حضرت باباسلطان احمد صاحب صحابیؓ درویش

ولد چودھری نورعلی صاحب
ساکن بہادر نواں پنڈ متصل گورداسپور۔
تاریخ بیعت 1893 وزیارت
اندازاً 1905-1906 تاریخ وفات
12.3.58 مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم نے آپ کے متعلق اخبار بدر 6 دسمبر 1962 کی اشاعت میں لکھا۔

"ایک اور دیوانہ دیکھئے، جس نے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دیوانگی کا درس لیا تھا۔ وہ دیوانگی جس پر لاکھوں فرزانگیاں قربان ہوں۔ یہ حضرت بابا سلطان احمد صاحبؓ ہیں جنہیں حضورؑ کا صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ کیسے گراں قدر لوگ تھے یہ جو اپنوں اور بیگانوں کی بھڑکائی ہوئی مخالفت کی آگ میں کود گئے۔ رشتہ دار چھوڑے، گھربار چھوڑے، جائدادیں تج دیں اور مستانہ وار اسلام کی سربلندی کا ناقابل شکست عزم دلوں میں لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھ پر جمع ہوگئے اور اپنے خون سے، اپنے جذبات کے خون سے، اپنی اولادوں اور رشتہ داروں کی محبت کے خون سے احمدیت کی بنیادیں استوار کیں اور اپنے اپنے رنگ میں قربانی، ایثار اور ثباتِ قدم کا وہ نمونہ دکھایا کہ اسی کی روشنی میں آج بھی ہم خدا کے فضل سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں، وہ دُور آگے، بہت آگے ہمیں کچھ روشنیاں نظر آرہی ہیں۔ وہ ایک قافلہ بڑھے چلا جارہا ہے نشانِ منزل چھوڑتا، کانٹوں کو راستے سے ہٹاتا، یہ صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قافلہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک نشانِ راہ ہے۔ ہر ایک سنگ میل ہے اوران میں سے ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں ایک روشن چراغ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے احمدیت اور اسلام کی بقا اور احیا کیلئے بڑے بڑے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور نہایت تلخ جرعات حلق سے اُتار کر بھی انہیں عسل مصفی کے گھونٹ سمجھا۔

1948ء میں جب مسجد مبارک میں درویش صحابہ کرام کی مجالس ذکر منعقد ہونے لگیں اور ذکر حبیب کا محبوب ومنتخب موضوع ہم خامکاروں کے ایمانوں کو جلائیں بخشنے لگا تو صحابہ کرام اپنے اپنے قبول احمدیت کے واقعات یاجری اللہ فی حلل الانبیاء کی پاک صحبتوں کے حالات سنایا کرتے تھے اور خاکسار وہ کارروائی نوٹ کیا کرتا تھا۔ آخر باری ایک سادہ لوح بزرگ کی آئی۔ یعنی حضرت بابا سلطان احمد صاحب جو ایک معمولی خواندہ تہ بند پوش دیہاتی وضع کے بزرگ تھے۔ جب وہ ذِکر حبیب پر بولنے کیلئے اُٹھے تو میں سوچنے لگا کہ بابا جیؓ جو کم تعلیم یافتہ بھی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت بھی کم عرصہ اُٹھائی ہے کس قسم کے واقعات سنائیں گے۔ حضرت بابا جیؓ نے اپنے قبول احمدیت کا واقعہ سُنایا جو اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں۔ لیکن دوسری بات اپنے انوکھے پن کی وجہ سے یادرہ گئی۔ یہ انوکھی بات اُن کی ایک لطیف اُپج تھی اور نرالا طریقہ تبلیغ تھا۔ کسی اور صحابی کے متعلق ذکر آتا ہے کہ وہ بالکل ان پڑھ تھے اور تانگہ بان تھے وہ مرکز سے اخبار باقاعدہ منگایا کرتے تھے اوران کے تانگہ میں جو لوگ سوار ہوا کرتے تھے اُن سے پڑھوا کر سنتے تھے جس سے تبلیغ کا فرض بھی ادا ہوجاتا تھا۔ اوران کا اپنا علم بھی بڑھتا تھا۔ بہرحال ایک جذبہ عشق وصدق وخلوص نے اُن سے یہ ایجاد کروائی تھی۔ مگر

ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر است

میں جس پھول کا ذکر کر رہا ہوں اُس نے بھی اپنی خوشبو پھیلانے کیلئے عجیب طریق اختیار کیا تھا۔ حیرت آتی ہے کہ یہ کس قسم کے عشق ومحبت کے قلزم میں ڈوبے ہوئے لوگ تھے۔ انہوں نے ایک جلوہ طور دیکھا اور پھر لوگوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر انہیں سرطور لے گئے۔ آج تو احمدیت قبول کرنا گویا بالکل "کھیر" ہے آج تو خدا کے فضل سے بڑی آسانیاں ہیں لیکن اُس زمانہ میں یہ کام کوہ کندن تھا اور پھر احمدیت کی تبلیغ کرنا تو بڑے ہی دِل گردے کا کام تھا۔ لیکن عشق تو ہر دور میں بے دھڑک آتشِ نمرود میں کود جایا کرتا ہے چنانچہ حضرت بابا سلطان احمد صاحب نے سُنایا کہ میں جن ایام میں احمدیت میں داخل ہوا تھا مخالفتوں کے طوفان شباب پر تھے میں بہت معمولی پڑھا لکھا تھا اور ایسی شخصیت اور حیثیت بھی نہ رکھتا تھا کہ کوئی مجلس منعقد کرکے تقریر کرسکتا۔ لیکن میرے دل میں ایک تڑپ تھی کہ وہ شعلہ طُور جو میں نے قادیان کے فرازوں پر دیکھا ہے وہ دوسروں کو بھی دکھاؤں۔ لیکن یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ کیسے؟ اور کس طرح اپنی نگاہوں میں بسے ہوئے ان لمعاتِ نور کو دوسروں کی نگاہوں میں منتقل کروں۔ میں سوچتا رہتا اور سوچتا رہتا۔

آخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آہی گئی۔ میں نے آواز اچھی پائی تھی اور "ہیر وارث شاہ" بڑی خوش الحانی سے پڑھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ مختلف دیہات میں چلا جاتا اور کسی بارونق مقام پر کھڑے ہوکر اکیلے ہی ہیر پڑھنا شروع کردیتا۔ میری آواز سن کر لوگ جمع ہونے لگتے۔ اور جب کافی مجمع جمع ہوجاتا تو میں ہیر پڑھنا بند کردیتا۔ اور لوگوں سے کہتا دیکھو بھائیو! وہ مہدی جس کا مدت سے انتظار تھا قادیان میں نازل ہوچکا ہے جاؤ اور جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ چنانچہ یہ طریق بڑا کامیاب رہا۔ اور خدا کے فضل سے میں نے بہت لوگوں تک پیغام حق پہنچایا۔

آپؓ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور بات کرنے کا ڈھنگ بھی آتا تھا اس بڑھاپے میں

بھی جبکہ آپؓ کی عمر 80 سال کی ہوچکی تھی اور آپؓ اکثر بیمار بھی رہتے تھے، اپنی خدمات آنریری طور پر نظارت دعوۃ تبلیغ کے سپرد کیں اور کچھ عرصہ تک گورداسپور اور جالندھر وغیرہ اضلاع میں جاکر تبلیغ کرتے رہے۔

آپؓ نواں پنڈ بہادر ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد درویشی کی سعادت پائی۔ صحابی تو پہلے ہی تھے نور علی نور ہوگئے۔ قد میانہ تھا، باریک نقوش تھے، بات چیت کا اسلوب زور دار اور دلپذیر ہوتا تھا۔ 84 سال کی عمر میں 12 مارچ 1958ء کو وفات پاکر بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے ایک فرزند مکرم چودھری عزیز احمد صاحب ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کے کارکن ہیں۔''

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 20/27 مارچ 1958 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابہ کی وفات

قادیان 13 مارچ۔ آج شام قریباً چھ بجے مکرم چودھری سلطان احمد صاحب درویش بعمر قریباً 83 سال قادیان میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ آپ کو تقسیم ملک کے بعد بمجبوری حالات ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن آپ جلد بعد ہی مئی 1948 میں دیارِ محبوب میں ڈیرہ لگانے کیلئے واپس تشریف لے آئے اور درِ جاناں پر ہی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ بڑھاپے میں ہر ایک شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اولاد کے پاس رہ کر ان کی خدمت سے فائدہ اُٹھائے۔ اس عمر میں دو تین سال سے آپ بہت کمزور چلے آتے تھے اور اکثر بیمار ہی رہتے تھے۔ باوجود توجہ دلانے کے کہ اپنے بچوں کے پاس پاکستان کچھ عرصہ گذار آئیں ہمیشہ انکار کرتے تھے۔ ایک دوبار آپ کے بیٹے مکرم منغی عزیز احمد صاحب (کارکن امانت ربوہ) خود لینے کیلئے آئے اور اصرار کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔ ایسے سن رسیدہ اصحاب کی بہت بڑی قربانی ہے کہ اس عمر میں جذبۂ آبادی قادیان کی خاطر تمام تکالیف صبر و رضا سے برداشت کرتے ہیں۔ مرحوم کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا اور تبلیغ کے لئے علاقہ میں چلے جاتے تھے۔

آپ بیان کرتے تھے 1893 میں آپ نے بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کے نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔''

نوٹ: اس اعلان میں دوسرے صحابی حضرت شیخ محمد حسین صاحب قانون گو پینشنر (والد مکرم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب درویش مرحوم) تھے چونکہ آپ درویش نہیں تھے اس لئے آپ کا سوانحی خاکہ پیش نہیں کیا جارہا۔ ناقل)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم میاں سلطان احمد صاحب صحابیؓ درویش نواں پنڈ بہادر خادم مسجد دار الانوار قادیان۔ 11 مئی 1948ء کو حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ ناقل) کی تحریک پر واپس قادیان آئے اور درویشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہوئے۔

(تاریخ وفات 12.3.58) عمر 84 سال۔ وصیت 3048۔

حضرت چودھری حسن دین صاحب باجوہ صحابیؓ درویش

ولد چودھری فضل دین صاحب صحابیؓ
کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ۔
زیارت 1907، وفات 4.6.75
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر قادیان 21 اگست 1975 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

''قریباً ساڑھے ستائیس سال قبل 11 مئی 1948ء کو جو قافلہ احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کی خدمت کا عزمِ استوار لے کر رتن باغ لاہور سے یہاں پہنچا تھا اس میں چند معمر صحابہؓ بھی تھے جو اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں دار الامان میں پہنچے تھے۔ انہی میں سے ایک چودھری حسن دین صاحب صحابی بھی تھے جو درویشی کی سعادت پانے کیلئے محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر یہاں آگئے تھے۔ منحنی سا قد وقامت نحیف جسم اور سانولی رنگت۔ خاموش طبع، دُعا گو، اور تنہائی پسند۔ انہی اوصاف کے ساتھ وہ طویل عرصہ تک درویشانہ خدمات بجا لاتے رہے۔ تا آنکہ اُن کے ایک پاؤں میں پھوڑا نکلا جو مزمن ہوتا چلا گیا۔ اور آخر جب ناسُور کی شکل اختیار کرگیا تو ڈاکٹروں نے اسے ناقابل علاج قرار دے کر ٹانگ کٹوا دینے کا مشورہ دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ مشورہ قبول کرنے کا تصور ہی بہت اذیت ناک تھا۔ چنانچہ وہ ناسور کا درد برداشت کرتے رہے۔ لیکن کٹوانے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ پھر شاید ٹانگ کٹوانے کے کربناک تصور نے ان کے دِل میں وہ درد پیدا کیا کہ ان کے عمق قلب سے درِ قبول تک پہنچ جانے والی دعائیں نکلیں جو اُس کہنہ ناسور کے لئے مرہم بن گئیں اور وہ ناقابل علاج زخم معمولی علاج سے ہی اچھا ہوگیا۔ لیکن ٹانگ میں مستقلاً لنگڑا پن پیدا ہوگیا۔

ایک عرصہ تک چارپائی کے حلیف رہنے کے بعد وہ پھر بیساکھیوں کے سہارے محلّہ احمدیہ کے بازاروں میں نظر آنے لگے۔ اور بڑی ہمت کے ساتھ بغرض دُعا مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچنے لگے۔ جب ٹانگ میں ذرا توانائی آئی تو بیساکھیوں سے نجات مل گئی اور ایک چھڑی کے سہارے چلتے پھرتے رہے۔

چودھری صاحب بڑے صابر و شاکر، قانع اور سادہ طبع انسان تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے شہر والے مکان کے ایک کمرہ میں قریباً بارہ سال تک اپنی تنہائی کی صحبت میں مقیم رہے۔ جب تک جسمانی توانائی نے ساتھ دیا باجماعت نمازیں مسجد میں ادا کرتے رہے لیکن آخری ایام میں ضعف مانع ہوگیا۔

وفات سے چند روز قبل بیمار ہوئے۔ جسمانی ضعف پہلے ہی تھا بیماری مستزاد ہوئی اور موت کا بہانہ بن گیا۔ چنانچہ 4.6.75 کو بعمر 72 سال فوت ہوگئے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے جنازہ پڑھایا اور موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اُن کی اہلیہ اور بچے پاکستان میں ہیں۔ آپ کا اصل وطن موضع بن باجوہ ضلع سیالکوٹ تھا۔'' (بدر 21 اگست 1975ء)

آپ کی وفات پر اخبار بدر نے اپنی 12 جون 1975 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

''حضرت چودھری حسن دین صاحب باجوہ درویش وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

قادیان 4 جون۔ افسوس! چودھری حسن دین صاحب باجوہ درویش آج بعد دوپہر ایک بجے وفات پاگئے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے صحابی تھے۔ اور کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مقاماتِ مقدسہ قادیان کی خدمت کیلئے مئی 1948ء میں قادیان آئے تھے اور 27 سال تک اپنا عہدِ وفا نبھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ مرحوم بہت سادگی پسند اور خاموش طبع انسان تھے۔ چند سال قبل مرحوم کے دائیں پاؤں میں ٹخنے کے قریب ایک زخم ہوا جو خطرناک صورت اختیار کرگیا تھا۔ کافی علاج کے بعد زخم تو مندمل ہوگیا لیکن ٹانگ پر مستقل اثر چھوڑ گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں بیساکھیوں کے سہارے چلنا پڑتا تھا۔ ٹانگ کی اس کمزوری کے ساتھ جب بڑھاپے کی کمزوری شامل ہوگئی تو زیادہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تھے۔ جب تک ہمت رہی نمازوں کے لئے مسجد میں آتے رہے۔ لیکن کمزوری بڑھنے پر دار المسیح کے اندر حضرت نواب صاحب والے مکان کے نچلے حصہ کے ایک کمرہ میں گوشہ تنہائی میں رہے۔

بعد نماز مغرب لنگر خانہ کے صحن میں درویشوں کی کثیر تعداد سمیت حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم کو موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن کردیا گیا۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مزار۔ چودھری حسن دین صحابی درویش ولد چودھری فضل دین صاحب صحابی وطن کھیوہ باجوہ سیالکوٹ تاریخ وفات 4 احسان/جون 1354 ہش/1975ء عمر 72 سال۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت

کی سعادت 1907ء میں حاصل ہوئی تقسیم ملک کے بعد 11 مئی 1948 کو قادیان آکر بطور درویش مقیم ہوئے۔ شدید علالت کے باوجود جس میں معذور ہوکر بیساکھیوں کا استعمال کرنا پڑا۔کبھی قادیان سے اہل وعیال کے پاس پاکستان چلا جانے کی خواہش نہیں کی۔ خاموش طبع اور صوم صلوۃ کے پابند تھے۔وصیت نمبر 11631/26-10-68

حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم میاں بھولا صاحب

ساکن چھال تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور

اولین زیارت 1898

بیعت بذریعہ خط 1890 دستی بیعت 1900

وفات 14 دسمبر 1974

اخبار بدرقادیان میں 13 مارچ 1975 کی اشاعت میں محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم نے آپ کے متعلق درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا۔

’’جلسہ سالانہ قادیان 74ء کے دوسرے روز یعنی 14 دسمبر کو درویشی کی 47 سالہ تاریخ کا ایک بڑا دردانگیز حادثہ رونما ہوا۔ کیونکہ اس روز ہمارے دو بزرگ صحابی درویش چند گھنٹوں کے وقفہ سے وفات پاگئے اور دو جنازے اکٹھے بہشتی مقبرہ روڈ پر سفر آخرت پر جاتے دیکھے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحاج حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی۔ 11 مئی 1948 کو ایک قافلہ میں درویشوں کے زمرہ میں شامل ہونے کیلئے قادیان پہنچے تھے اور ساڑھے چھبیس سال تک اپنا عہدِ درویشی خوش اسلوبی سے نبھا کر فوت ہوگئے۔ قد چھوٹا تھا مگر جسم کی بنیاد بچپن ہی سے مضبوطی کے ساتھ استوار ہوئی تھی۔ اس لئے صحت بڑھاپے میں بھی اچھی رہی۔ نوجوانی کی عمر میں جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں زیر تعلیم تھے، فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے۔ قادیان میں حصول تعلیم کے بعد وٹرنری اسسٹنٹ سرجن کا امتحان پاس کرکے سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ بمبئی میں ایک لمبے عرصہ تک مقیم رہے۔ اور وہاں کی جماعت کے صدر بھی رہے۔

1969ء میں اُن کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ اُن کے فرزند سعید مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب بخاری نے اُن کیلئے اخراجات کا انتظام فرمایا جس سے وہ عظیم الشان سعادت سے بہرہ ور ہوئے گویا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی برکات سے وافر حصہ دیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حج بیت اللہ شریف کی سعادت اور درویشی کی سعادت اور کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جس میں یہ تمام سعادتیں جمع ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام، رنگ برنگ اور متنوع خوشبوؤں والے پھول درویشی کے اس گلدستہ میں کہاں کہاں سے جمع کرکے سجائے تھے لیکن خدائی قانون کے تحت ہی حوادث ومرورِ زمانہ سے یہ پھول آہستہ آہستہ مُرجھاتے چلے گئے۔ اور اب یہ احساس شدید تر ہوتا چلا جارہا ہے کہ درویشوں کی اکثریت اپنا فرض اور سفر طے کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باقی ماندہ درویشوں کو ثبات قدم کے ساتھ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے اور سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحومؓ کا جسم مضبوط تھا۔ گو بڑھاپے نے جسم پر اپنے اثرات وارد کئے تھے لیکن وہ لاٹھی کے ذریعہ ان اثرات کو بھگاتے رہتے تھے اور محلّہ احمدیہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ تا آنکہ زندگی کے آخری چند روز کمزوری غالب آگئی۔ 14 دسمبر 1974ء کو اجل کا پیغام آن پہنچا۔ جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے سینکڑوں احباب نے جنازہ میں شرکت کی۔ موصی تھے اور چونکہ قدیم صحابیت کا شرف حاصل تھا اس لئے بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بدر 13 مارچ 1975)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 26 دسمبر 1974 کی اشاعت میں لکھا:۔

’’قادیان 15 دسمبر آج جبکہ جلسہ سالانہ قادیان کا آخری دن تھا۔ 14/15 دسمبر کی درمیانی شب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی اور درویش حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ وفات پاگئے۔ اور صبح ساڑھے دس بجے کے قریب ایک دوسرے صحابی اور درویش حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب پشاوری کی وفات ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زمانہ درویشی کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک ہی روز قادیان میں دو درویشوں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابیوں کی وفات ہوئی۔ اور ہم لوگ ان کے قیمتی وجود سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگئے۔ دونوں بزرگان دیر سے بیمار چلے آتے تھے۔ بوجہ .... بے حد کمزور اور ناتواں ہوچکے تھے آپ جلسہ سالانہ کے پہلے اجلاس کے ختم ہونے پر اڑھائی بجے دوپہر دونوں بزرگان کی نماز جنازہ گلشنِ احمد کے وسیع صحن (بالمقابل دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ) میں حضرت الحاج مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے پڑھائی اور جلسہ سالانہ پر آنے والے کثیر التعداد مہمانوں نے بھی مقامی احباب کے ساتھ مل کر نماز جنازہ میں شرکت کی۔ دونوں بزرگان ہی موصی تھے اس لئے دونوں کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔

حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ بڑے ہی باہمت بزرگ تھے۔ آپؓ تحصیل شکرگڑھ اور ضلع گورداسپور کے قصبہ چھمال میں 1888 میں پیدا ہوئے۔ آپ کو 1898ء میں بمقام امرتسر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولین زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھتے ہی حضور کی محبت دِل میں راسخ ہوگئی۔ چنانچہ اگلے سال 1899 میں بارہ تیرہ سال کی عمر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ جسے حضورؑ نے ازراہ شفقت قبول فرمالیا پھر قادیان میں آکر تعلیم حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ 1906ء میں وٹرنری کالج لاہور میں داخل ہوئے جہاں سے 1910ء میں تکمیل تعلیم کی اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا عشق و محبت تھی کہ دوران ملازمت اپنے اس خانہ سے اکثر اس امر کا اظہار فرماتے کہ میری خواہش ہے کہ ملازمت ترک کرکے حضور کے قدموں میں ہمیشہ کیلئے آرہوں۔ حتیٰ کہ اپنی اس خواہش کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھی لکھ بھیجتے جس پر حضور مشورہ دیتے کہ ملازمت ترک نہ کریں چنانچہ ملازمت کے سلسلہ میں آپ بھیرہ راولپنڈی، کوہالہ، میانوالی۔ گجرات وغیرہ مقامات میں متعین رہے۔ 1912 سے 1920ء تک آپ نے فوج میں ہیڈ وٹرنری کے طور پر ملازمت کی۔ پہلے پونا پھر مسقط، بغداد، بصرہ اور برما میں متعین رہے۔ 1920ء میں آپ کو پنشن مل گئی۔ جو تا وفات جاری رہی۔ اس طرح آپ نے کم وبیش 54 سال بطور پنشنر گذارے۔

دوران ملازمت آپؓ نے تین سال تک بمبئی میں قیام کیا تو آپ وہاں صدر جماعت بھی رہے۔ اور جمعہ کی نماز آپ کے مکان پر ادا ہوتی تھی۔ بغداد کے جس کیمپ میں آپ مقیم تھے۔ اس میں صرف تین چار احمدی احباب تھے۔ جنھوں نے آپ کو امام الصلوٰۃ بنالیا تھا۔ اس طرح آپ کی ملازمت کا عرصہ بھی دینی ماحول میں گذرا۔

آپ تحریک جدید کے دورِ اوّل کے انیس سالہ پنج ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ جب ملک کی تقسیم ہوئی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر آپ اپنے محبوب آقا حضرت مسیح پاک کی مقدس بستی قادیان میں آخری عمر بطور درویش گذارنے کیلئے 11 مئی 1948ء کو قادیان پہنچے اور اس طرح آپ کی پرانی دلی خواہش بھی پوری ہوئی کہ قادیان میں آکر مستقل طور پر رہائش پذیر رہیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب نیّر اولین مبلغ افریقہ اور قدیم صحابی حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب رضی اللہ عنہما آپ کے ہمزلف تھے زمانہ درویشی میں آپ نے حج بھی کیا۔ جس کے جملہ اخراجات آپؓ کے لائق بیٹے مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب نے برداشت کئے اور اپنے والد بزرگوار کی اس طرح خدمت کی سعادت پائی۔

درویشی کے ستائیس سال حضرت ڈاکٹر صاحب نے نہایت درجہ اخلاص اور فدائیت سے گذارے آپ بڑے ہی باہمت تھے باوجود پیرانہ سالی کے اکثر چلتے پھرتے رہتے۔ وفات سے صرف چند روز قبل جبکہ طبیعت بہت ہی نڈھال ہوگئی چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے اور بہت ہی کم خدمت کرائی رضی اللہ عنہ و اعلی اللہ درجاتہ فی جنۃ

النعیم“ ۔بہشتی مقبرہ میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود

مزار

حضرت حاجی ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابی درویش وٹرنری اسسٹنٹ ولد مکرم بھولا صاحب شیخ ساکن چمہال تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور ۔ قبول احمدیت1899ء وصیت 7جولائی 1920ء عمر91سال وفات 14دسمبر1974ء وصیت نمبر 1817۔ 1899میں بذریعہ خط اور1900میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے ۔سادات میں شادی ہوئی بطور وٹرنری اسسٹنٹ بمبئی کے قیام کے دوران مرکز قادیان کے نمائندوں، مبلغین ، بزرگان اور خاندان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی مہمان نوازی کا شرف حاصل رہا۔خاموش طبع، منکسر المزاج، باہمت ، مہمان نواز پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ایمان و اخلاص کا بہتر نمونہ پیش کیا۔ تاوفات قادیان میں رہ کر درویش صفت بزرگ نے نہایت خلوص محبت فدائیت کے ساتھ عہد کو پورا کیا۔1969میں حج بیت اللہ کی توفیق پائی ۔ جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر سینکڑوں مخلصین نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔سب کی دعاؤں کے ساتھ قطعہ خاص صحابہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

طالب دُعا:

ڈاکٹر عبدالحمید بخاری ولد ڈاکٹر عطر دینؓ۔

نوٹ:اس مضمون میں مذکور دوسرے صحابی حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری درویش تھے۔جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی صحابیؓ درویش

ولد مکرم نور احمد صاحب

ساکن دھرم کوٹ رندھاوا، تاریخ بیعت و زیارت1903ءوفات19جون1965ء

مدفون: بہشتی مقبرہ، ربوہ

۔محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی

مرحوم نے آپ کے متعلق درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا:۔

”ہرکارہ میرے ہاتھ میں تار دے کر اور دستخط کرواکر چلا گیا تو میں نے لفافہ چاک کر کے تار کو پڑھا۔کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہاں بھی تار مجھے ہی پڑھنا ہے تار پڑھتے ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور سر چکرانے لگا۔ایک جوان اور ہونہار فرزند کی وفات کی رُوح فرسا خبر تھی اور تار عدؔن سے کسی نے مرحوم کے بوڑھے باپ کے نام دیا تھا۔ میں عجیب تذبذب کے عالم میں تھا کہ یہ تار کس طرح بوڑھے بزرگ کو پہنچاؤں اور یہ دردناک خبر کیسے سناؤں۔مگر تار تو بہرحال پہنچانا تھی۔ میں اپنے ذہن میں تسلی آمیز الفاظ کو ترتیب دیتا ہوا آہستہ آہستہ مسجد مبارک کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ مگر میرے قدم بوجھل ہوئے جارہے تھے۔ جونہی میں نے مسجد مبارک میں قدم رکھا وہ بزرگ مسجد میں ہی ٹہلتے ہوئے سامنے نظر آئے۔ میں جی کڑا کر کے اُن کے پاس پہنچا۔ مجھے دیکھ کر وہ دری پر بیٹھ گئے ۔انھوں نے سمجھا ہوگا کہ میں حسب عادت دُعا کی درخواست کرنے آیا ہوں۔

میں نے ایک مکرّر نگاہ تار پر ڈالی اور پھر اس پچھتر سالہ بزرگ کو دیکھا مجھے ترس آگیا اور میں اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ میں یہ خبر بدلے کر ان کے پاس کیوں پہنچا ہوں۔لیکن کسی نے تو یہ خبر پہنچانی ہی تھی۔ یہ خیال کر کے میں نے عرض کیا حاجی صاحب ! یہ تار آیا ہے۔ دریافت فرمایا! کہاں سے کس کا تار ہے؟ میں نے جھجکتے جھجکتے تار کے مضمون سے اطلاع دی کہ عدؔن سے تار آیا ہے کہ آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد احمد صاحب وفات پاگئے ہیں۔

صبر وثبات کا وہ مظاہرہ میں کبھی نہ بھول سکوں گا۔رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکا دینے کی ایسی مثال بہت ہی کمیاب ہے۔پچھتر سالہ بوڑھا باپ اپنے جوان ہونہار فرزند کی وفات کی خبر سن کر ایک بار تو کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس کرتا ہے۔ لیکن حضرت حاجی صاحبؓ نے جو الفاظ کہے وہ نہایت مختصر سا اور جامع جملہ تھا۔اور وہ وہی تھا جس کی خدا نے تلقین فرمائی ہے۔یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون۔پڑھنے کے بعد انہوں نے فرمایا:

”اچھا خدا کی مرضی“

اُن کے چہرے پر حُزن و ملال کی پرچھائیاں ضرور تھیں کیونکہ جگر کا ٹکڑا دائمی جدائی دے کر چل بسا تھا لیکن زبان نے وہی ادا کیا جس کا اُسے خدا کی طرف سے حکم تھا۔ میں اس وقت سخت حیرت کے عالم میں ان کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا میرا خیال تھا کہ پچھتر سالہ دور افتادہ بوڑھا اس المناک خبر کی تاب نہ لاکر چیخیں مار اُٹھے گا لیکن نہیں ۔ یہ میری نادانی تھی۔ کیونکہ یہ میرا ایک عامی تجزیہ تھا جو حقائق کی کسوٹی پر قطعی غلط اُترا تھا اور اس لئے غلط اُترا تھا کہ میرے سامنے وہ شخص بیٹھا تھا جس نے قادیان میں نازل ہونے والے آسمانی نور سے براہِ راست اکتسابِ نور کیا تھا۔ میں ایک گمراہ سا تصور لیکر اُس کے پاس پہنچا تھا لیکن اس کا وہ مختصر سا جملہ میری ہدایت کا باعث بن گیا۔اس لئے کہ وہ اس صف کا بزرگ تھا جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمُ اھتدیتُم یہ تھے ہمارے بہت ہی بزرگ حضرت حاجی محمد الدین صاحبؓ تہالوی درویش جو کچھ روز قبل ربوؔہ میں وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حاجی صاحب موضع تہال متصل کھاریاں ضلع گجرات (حال پاکستان) کے رہنے والے تھے اور اسی نسبت سے وہ تہالوی کہلاتے تھے۔ میں انہیں ۲۹،۲۸ء سے جانتا تھا جبکہ میں اپنے ماموں چودھری لعل خاں صاحب (مرحوم) جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کھاریاں کے گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کررہا تھا۔ حضرت حاجی صاحب میرے ماموں صاحب مرحوم کے ہاں اکثر آیا کرتے تھے۔لیکن اس زمانہ میں میں چونکہ احمدی بھی نہ تھا اور شعور بھی کم تھا اس لئے میں صرف یہی جانتا تھا کہ یہ تہال والے میاں محمد الدین صاحب ہیں۔ میرے ماموں صاحب اکثر اوقات حاجی صاحب کے اخلاص، تقویٰ اور نیکی کا ذکر کیا کرتے تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ایام میں مجھے ان الفاظ کا مفہوم بھی معلوم نہ تھا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا جو لباس ۲۹ء میں تھا وہی لباس اور وضع قطع ۶۵ء میں تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں احادیث میں جو پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ وہ خزانے تقسیم کریں گے۔اس کے کئی بطون اور مفاہیم ہیں لیکن اگر اسے ظاہری معنوں لے لیا جائے تب بھی یہ پیشگوئی روزِ روشن کی طرح پوری ہوچکی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر بھی سینکڑوں ہزاروں خاندانوں کو قصرِ گمنامی سے نکال کر مشاہیر کی صف میں کھڑا کردیا ہے۔اسی حقیقت کی طرف حضرت حاجی صاحب کے فرزند اکبر میجر سلطان احمد صاحب عدن نے اپنے ایک حالیہ خط میں اشارہ کیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے اس بزرگ درویش کے ذکر میں اس امر کو حیطہ تحریر میں لارہا ہوں ۔حضرت حاجی صاحبؓ اکثر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ان دونوں حالتوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور ”**نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمیں**“ کے مصداق اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوا کرتے تھے۔

حاجی صاحبؓ نے1903ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر جہلم کے موقع پر جہلم میں حضور انورؑ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ وہ اس واقعہ کو بڑے ہی والہانہ انداز میں سنایا کرتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ جہلم والی بیعت پگڑی والی بیعت کہلاتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے اس سفر میں اس قدر زیادہ لوگوں نے بیعت کی تھی کہ حضورؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا موقعہ تو کئی روز تک بھی ملنا ممکن نہ تھا۔ اسلئے بیعت کرنے والوں نے اپنی پگڑیاں اُتار کر اور ایک دوسری سے گانٹھ کر لمبی پھیلا دی تھیں۔ بیعت کرنے والے آتے جاتے اور پگڑیوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر کے ہٹتے جاتے۔ یہ واقعہ میرے قلم سے کہاں اس ڈھب کا بن سکتا ہے جس والہانہ اور بے ساختہ انداز میں حاجی صاحبؓ سنایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ سناتے وقت وہ ہاتھ سے اشارہ کر کے سادگی، خلوص اور رقت کے ساتھ بتایا کرتے تھے کہ ”اتھے حضرت صاحب بیٹھے ہوئے سی“ یعنی یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کیسے پروانہ صفت لوگ تھے جو اپنے محبوب کے تصور کو ساتھ ساتھ لئے پھرتے تھے۔ اور کتنے خوش بخت تھے کہ انہوں نے مامورِ زمانہ کے چہرہ مبارک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی زبانِ مبارک سے باتیں سنیں، اس کے قُرب

سے فیض حاصل کیا اور آسمانی نور سے اپنے ایمان کی شمعیں براہِ راست روشن کیں۔ مگر تصور کی گرفت میں اس زمانے کے حالات کس طرح آسکتے ہیں۔ جب مخالفتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک بیکراں سمندر موجزن تھا۔ جب احمدی کہلانا اپنی موت کے فتوے پر دستخط کرنے کے مترادف تھا اور پھر کسی ایسے غریب آدمی کا احمدی ہوجانا تو بے شمار آفتوں کو دعوت دینا تھا جو ظاہری اعتبار سے اپنے گاؤں میں کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؓ کا بیعت کرنا واقعی ایک بہت بڑی جرأت اور حوصلہ کا کام تھا۔ اور پھر اپنے گاؤں والوں کی اذیتیں برداشت کرکے ثابت قدم رہنا تو ایک کارنامہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ثبات واستقلال کو اس قدر نوازا کہ مال واولاد سے گھر بھر دیا۔

حضرت حاجی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحابی ہونے کا شرف تو حاصل ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ مدینہ منوّرہ کا شرف بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں درویشی کی نعمت عطا کی اور انہوں نے اپنی درویشی کے سترہ طویل سال قادیان کی مبارک بستی میں یوں گزارے کہ ان کی زندگی قابل صد رشک تھی اور وہ زندگی کیا تھی اِلَّا لِيَعْبُدُوْن کی تفسیر تھی۔ تہجد، اشراق اور پنجگانہ نمازوں میں اس قدر التزام تھا کہ جیسے اُن کا اوڑھنا بچھونا ہی یہی ہو۔

ایک سعادت انہیں یہ بھی حاصل تھی کہ مسجد مبارک میں ایک لمبے عرصہ تک روزانہ دو تین نمازوں میں امام الصلوٰۃ ہوتے رہے۔ اور پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر جو اجتماعی دُعائیں ہوا کرتی تھیں وہ اکثر طور پر آپؓ ہی کروایا کرتے تھے۔

آپ نے اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی آواز سُنی ہوگی۔ حضرت حاجی صاحبؓ روزانہ صبح کی نماز کے بعد مزار مبارک پر جاکر جب دُعا کرتے تھے اس وقت اُن کی وہی کیفیت ہوتی تھی۔ دُعا کی طوالت اور قلبی رقت کا ایک عجیب منظر ہوتا تھا۔ یوں تو درویش بھائی بھی اکثر ان کی خدمت میں دُعا کیلئے درخواست کرتے رہتے تھے لیکن حاجی صاحب کی بزرگی کی ایک بہت بڑی سند یہ تھی کہ سیدی حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ قادیان کے جن چند بزرگوں کو جماعتی ترقیات کیلئے دُعاؤں کے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک حضرت حاجی صاحبؓ بھی تھے۔

حاجی صاحب بڑے فروتن اور سادہ طبع بزرگ تھے۔ ان کا لباس سادہ اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔ سادگی، خود فراموشی اور تعلق باللہ میں گم رہنے کے باعث بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا کہ پاؤں میں مختلف قسم کے جوتے پہنے ہوتے تھے۔ یعنی دائیں پاؤں میں گرگابی اور بائیں پاؤں میں دیسی وضع کا جُوتا۔ سوٹی ہمیشہ ہاتھ میں رکھتے اور تیز تیز چلتے تھے اور نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔

آپ بڑے ہی التزام کے ساتھ سر اور داڑھی کے بالوں میں مہندی لگایا کرتے تھے۔ سردی ہو یا گرمی، یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ سفید بالوں کے کھونٹے نیچے سے نکل آئے ہوں۔ آپ کی صحت عام طور پر ہمیشہ اچھی رہی۔ لیکن اسی سال بندشِ پیشاب کے مرض نے ایسا غلبہ پایا کہ وہ فریش ہوکر رہ گئے۔ وہ اپنے بیوی بچوں سے ملاقات کے لئے پاسپورٹ پر ربوہ گئے ہوئے تھے۔ وہیں بیمار ہوگئے اور وہیں وفات پائی اور وہیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت حاجی صاحبؓ نے اپنی درویشی کا اکثر حصہ دارالمسیح کے اندر گزارا۔ ایک لمبے عرصے سے آپؓ کا قیام مسجد مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں سے ملحق حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں تھا۔ آپ دن رات کا بیشتر حصہ مسجد مبارک میں ہی گزارتے تھے اور نمازوں نوافل اور دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔

اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) حضرت اِمّ ناصرؓ والے مکان میں مقیم ہیں۔ وہ جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو اپنا جوتا یا چپل مسجد مبارک کے ساتھ والے مسقّف حصہ میں اتارتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؓ ہمیشہ تاک میں رہتے۔ جب صاحبزادہ صاحب جوتا اُتار کر مسجد میں تشریف لے آتے تو حاجی صاحب جوتے یا چپل کو جوڑ کر سیدھا کرکے پیچھے کی طرف موڑ کر رکھ دیتے یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے دلوں میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کیلئے احترام و عقیدت کے کتنے گہرے جذبات تھے۔ میں نے حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کو اکثر صاحبزادہ صاحب موصوف سے ملاقات کرتے دیکھا۔ ملاقات کے وقت ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ احترام سے قامت میں خم ڈال کر وہ نہایت ہی مؤدّب انداز میں دست بوسی کیا کرتے تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ انہوں نے احمدیت کی نعمت کو بڑی ہی محنت، تکلیف اور قربانیوں سے براہ راست حاصل کیا تھا۔ اور ان کے دلوں میں خاندانِ مقدس کے چھوٹے بڑے افراد کی بیحد عزت تھی۔ حضرت حاجی صاحبؓ کی اس کیفیت کا اندازہ اُوپر والے واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور معمر بزرگ تھے لیکن صاحبزادہ صاحب موصوف کے جوتے سیدھے کرکے رکھنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور اس سعادت میں شک بھی کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ درویش کی وفات کے بعد حضرت حاجی صاحبؓ کا وجود ہم درویشوں کیلئے بڑا ہی غنیمت تھا کیونکہ یہ لوگ دُعائیں کرتے نہیں تھے بلکہ دُعاؤں کی مشین تھے اور ظاہر ہے کہ اس دینی اور روحانی ماحول میں دُعاؤں کی کتنی بڑی قدر و قیمت ہے بہرحال ہمارا ایک بزرگ درویش ہم میں سے اُٹھ گیا۔ جو ایسے لوگوں میں سے تھا جن کی دُعاؤں کے ہاتھوں میں بجلیوں کی باگیں ہوتی ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؓ جیسا کہ اُوپر ذکر آچکا ہے پاسپورٹ پر ربوہ گئے ہوئے تھے۔ اور شدید بیماری کی حالت میں یا کم از کم وفات کے بعد ہی اُن کی نعش کو بڑی آسانی کے ساتھ قادیان پہنچایا جاسکتا تھا کیونکہ وہ قادیان کے تھے اور قادیان کی امانت تھے۔ خدا جانے اُن کے ورثاء نے اس طرف توجہ کیوں نہ کی۔ یا اُنہیں کیا مجبوری پیش آگئی۔ اس کا ہم سب درویشوں کو افسوس رہا۔

حضرت حاجی صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دینی اور دُنیوی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپؓ کی ساری اولاد خدا کے فضل سے احمدیت اور خلافت سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔...... اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضلوں اور نصرتوں سے نوازے اور حاجی صاحبؓ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

”اے خدا برتربتِ او بارشِ رحمت ببار“

(بدر ۲ ستمبر ۱۹۶۵ء)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 24 جون 1965 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

”حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی درویش وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ربوہ سے بذریعہ تار یہ سخت رنجیدہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حضرت حاجی محمد الدین صاحب درویش جو کئی ماہ سے پاسپورٹ پر ربوہ گئے تھے اور وہاں بندش پیشاب کے عارضہ سے فریش ہوکر فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ مورخہ ۱۹ جون کی رات کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حاجی صاحب مرحوم نے جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضور کے سفر جہلم کے موقعہ پر بیعت کی تھی جبکہ حضور کرم دین آف بھیں کے مشہور تاریخی مقدمہ کے موقعہ پر جون 1903 میں جہلم تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؓ حضورؑ کے جہلم میں درود مسعود کے ایمان افروز واقعات نہایت ہی ولولہ انگیز انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس موقعہ پر جہلم میں ایک ہزار سے زائد روحوں نے بیعت کی تھی۔ یہ بیعت عام طور پر پگڑیوں والی بیعت کہلاتی ہے کیونکہ بیک وقت سینکڑوں آدمیوں کا ہجوم نہایت بیتابی کے عالم میں شوق دیدار و شرف بیعت کیلئے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور اس قدر ازدہام تھا کہ لوگوں نے اپنی اپنی پگڑیاں کھول کر ایک دوسری کے ساتھ گانٹھ کر دور تک پھیلا دی تھیں اور لوگ ان پگڑیوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ پڑھتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کے صحابی ہونے کے علاوہ حج بیت اللہ شریف کا شرف بخشا تھا اس دوہرے شرف کے بعد آپ تہرے شرف سے بھی مشرف ہوئے اور وہ قادیان میں درویشانہ زندگی کا شرف تھا۔ آپؓ ابتدائے درویشی سے ۶۴ء کے آخر تک بطور درویش قادیان میں مقیم رہے اور اپنی درویشانہ زندگی اس خلوص محبت اور نیکی ریاضت کے ساتھ گذاری کہ درویشی آپؓ کی زندگی پر رشک کرے گی۔

حضرت حاجی صاحبؓ صحابی ہونے کے اعتبار سے بھی اور پھر اپنی زہد و ورع کی زندگی کے اعتبار سے بھی ہم سب درویشوں کے لئے سرمایۂ افتخار تھے۔ اور آپ کا وجود ہمارے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔

آپؓ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس کمرے میں سالہا سال سے مقیم تھے جو مسجد مبارک سے ملحق ہے۔ اپنے کمرے، مسجد مبارک، بہشتی مقبرہ، بیت الدعا اور مسجد اقصیٰ تک جانے اور نہایت رقت کے ساتھ دُعائیں کرنے اور پھر واپس اپنے گوشۂ تنہائی میں پہنچ کر تلاوت اور دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے آپؓ کی زندگی عبارت تھی۔ نہایت تیز آنچ پر اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح رقت قلبی سے دعاؤں کے اوقات میں آپؓ کی آواز بے اختیار صبر وضبط کے دائرے سے باہر ہو جاتی تھی اور سوز و گداز کی وہ کیفیت ہوتی تھی جو خاص الخاص مومنین کا خاصہ ہوتا ہے۔

یقیناً وہ شخص جس نے امام وقت کو شناخت کر کے صحابیت کا شرف پایا اپنی جوانی کے ایام میں بھی نیکی اور تقویٰ کی راہوں پر گامزن رہا ہوگا لیکن ہم نے تو صرف ان کا بڑھاپا دیکھا ہے۔ اس بڑھاپے میں نمازوں، تہجد اور دُعاؤں میں جو شغف آپؓ کو تھا یقیناً وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کے معانی ذہن نشین کروا دیتا تھا۔

داڑھی اور سر کے حنائی بالوں والا یہ بزرگ اپنی قریباً اسی سالہ عمر میں تہجد اور فجر کی نمازوں سے فارغ ہو کر سیدھا بہشتی مقبرہ پہنچ کر لمبی دعائیں کیا کرتا تھا۔ یہ التزام اور تعہد غیر منقطع طور پر ان کے قیام قادیان کے ایام میں جاری رہتا تھا آپؓ بڑی باقاعدگی کے ساتھ سحری کے وقت اُٹھ کر مسجد مبارک میں تہجد ادا کرتے اور پھر فجر کی نماز اور درس سے فارغ ہو کر بہشتی مقبرہ چلے جاتے۔ اکثر اوقات صبح کے وقت بہشتی مقبرہ میں دُعا کے لئے پہنچنے والے پہلے شخص آپ ہی ہوتے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر دفتر زائرین میں اپنی ڈیوٹی پر چلے جاتے۔"

قادیان میں مقیم صحابہ میں سے حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے بعد آپ کی بزرگ شخصیت ہم لوگوں کیلئے دعاؤں کا ایک خزانہ تھی۔

حضرت حافظ صدر الدین صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ساکن رائے پور قادر آباد ضلع سیالکوٹ۔
تاریخ بیعت وزیارت 9 ستمبر 1901
تاریخ وفات 3.4.58
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔

محترم جناب چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر قادیان کی 27 ستمبر 1962 کی اشاعت میں رقمطراز ہیں۔

"حضرت حافظ صدر الدین صاحبؓ جو علی چک ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے، سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر 11 مئی 1948 کو قادیان تشریف لائے اور صرف دس سال درویشی کی خدمت بجا لاکر 3.4.58 کو 92 سال کی عمر میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ کے قطعہ 8 میں دفن ہوئے۔

مرحوم قرآن کریم کے حافظ تھے اور درویشی کے ایام میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے رہے۔ چونکہ پیر فرتوت تھے اس لئے بعض گھروں میں اُن کا آنا جانا تھا۔ بزرگ اور دُعاگو آدمی تھے اور بعض درویش اُن کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ آپ کا قد چھوٹا تھا رنگ گورا اور نقوش باریک تھے۔ لمبی داڑھی تھی اور عام طور پر سبز رنگ کے کپڑے پہنتے۔ بالخصوص قمیص کہ وہ چولے کی قسم کی ہوتی تھی۔

مرحوم کے تعلقات راقم کے خاندان سے گہرے تھے۔ راقم کے والد حافظ غلام غوث صاحب اور مرحوم نے اکٹھے ایک ہی درس گاہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ اس تعلق سے ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ جس درس گاہ میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا وہ جنڈ شریف ضلع گجرات میں ہے اور راقم کے حقیقی پھوپھا حافظ علم الدین صاحب درس دیتے تھے اور یہ اتنی بڑی درس گاہ تھی کہ بیک وقت سینکڑوں لوگ قرآن کریم حفظ کرتے تھے۔ اور ہزاروں ہزار آدمیوں نے اس درس گاہ میں قرآن کریم حفظ کیا۔

للہ شریف ضلع جہلم کے ایک صاحب حافظ قاری غلام نبی صاحب تھے جو راقم کے دوست اور بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ بتایا...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے بعد جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہندوستان بھر میں پھر کر علماء، گدّی نشینوں اور دُوسرے مشاہیر سے کُفر کے فتویٰ پر دستخط حاصل کئے تو جنڈ شریف میں حافظ علم الدین صاحب کے پاس بھی پہنچے۔ اور فتویٰ پیش کر کے دستخط کرنے کیلئے کہا۔ حافظ علم الدین صاحب چونکہ درویش قسم کے بزرگ تھے اور ہر وقت چادر کے پلو میں اپنے چہرے کو یوں چھپائے رکھتے تھے کہ صرف ڈاڑھی نظر آتی تھی۔ انہوں نے جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا تیار کردہ فتویٰ سُنا تو کہا۔

"مولوی صاحب! مجھے تو اپنے ایمان اور انجام کا بھی علم نہیں ہے۔ میں کسی کو کافر قرار دینے کے فتویٰ پر دستخط کیوں کر کروں"

چنانچہ انہوں نے دستخط نہ کئے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی واپس چلے آئے۔ میں نے اُوپر جن لوگوں کا ذکر کیا ہے افسوس کہ اُن میں سے کسی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یعنی میرے پھوپھا حافظ قاری علم الدین صاحب، میرے والد صاحب حافظ غلام غوث صاحب اور حافظ قاری غلام نبی صاحب۔ لیکن میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ اس درس گاہ سے نکلے ہوئے اکثر لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہرگز نہ کرتے تھے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ صدر الدین صاحب درویش رائے پور ضلع سیالکوٹ حال قادیان عمر 92 سال۔ تاریخ وفات 3.4.58 وصیت نمبر 4414۔

حضرت بابا غلام محمد صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم فوجدار صاحب
موضع مانگا ڈاکخانہ پھلورا۔
تحصیل پسرور۔ ضلع سیالکوٹ
بیعت 1902ء وفات 20.4.67
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر 8 جون 1967 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

"باباجی موضع مانگا ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ لیکن ابتدائے درویشی سے ہی خدمت مرکز کے لئے یہاں مقیم تھے۔ پُرانی وضع کے سادہ طبع بزرگ تھے۔ منحنی سا قد و قامت تھا اور سرما ہو یا گرما سفید لباس میں ملبوس رہتے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ وغیرہ مقدس مقامات پر صرف بیٹھ کر پہرہ کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ مگر آخری چند سالوں میں جب ضعفِ پیری نے معذور کر دیا تو دُوسری تمام ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صرف بہشتی مقبرہ میں چارپائی بچھا کر پہرہ دیتے رہے۔ غیر مسلم زائرین اکثر بہشتی مقبرہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ انہیں بڑے شوق سے تبلیغ کیا کرتے تھے گو باباجی ان پڑھ تھے۔ مگر جماعتی مسائل سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کا عرف "باباحویلی" نام پڑ گیا تھا۔

آپ نے 1902ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ موصی بھی تھے 20.4.67 کو 87 سال کی عمر پاکر فوت ہوئے اور قطعہ صحابہ نمبر 8 میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔"

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 27 اپریل 1976ء کی اشاعت میں لکھا" قادیان 20 اپریل افسوس! آج ساڑھے تین بجے بعد دوپہر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور مخلص درویش بزرگ حضرت بابا غلام محمد صاحب سیالکوٹی بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ گاہ میں درویشان کرام کی بھاری تعداد سمیت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ چونکہ آپ موصی تھے اس لئے آپ کو مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ صاحب نے دُعا کرائی۔ مرحوم بابا غلام محمد صاحب بہت نیک، جوشیلے مخلص بزرگ تھے۔ دُعاگو، تہجد گذار اور صوم وصلوٰۃ نیز سنت نبوی کے بڑے ہی پابند تھے۔ سلسلہ کی ہر مالی تحریک پر خلوص اور محبت کے ساتھ لبیک کہتے۔ اور اپنی توفیق

کے مطابق حصہ لیتے۔ درویشی کا زمانہ بڑے ہی صبر اور سکون اور اخلاص سے گزارا۔ مرحوم کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولوی غلام نبی صاحب بھی قادیان میں بطور درویش مع اہل وعیال قیام پذیر ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

نوٹ: مکرم مولوی غلام نبی صاحب درویش سن 2004 میں وفات پاچکے ہیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ (ناقل)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بابا غلام محمد صاحب درویش عرف حویلی ولد فوجدار قوم جٹ ساکن مانگا حال قادیان عمر 87 سال تاریخ وفات 20.4.1967 وصیت نمبر 6173۔

محترم میاں اللہ دتہ صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم شہباز خان صاحب
دوالمیال جہلم
تاریخ بیعت وزیارت اندازاً 1901
تاریخ وفات 10.2.50
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش مرحوم نے آپ کے متعلق اخبار بدر 18 اکتوبر 1963 کی اشاعت میں لکھا:۔

"47ء کے آخر سے 50ء کے اوائل تک ایک ساٹھ سالہ بوڑھا دن کے تمام اوقات بہشتی مقبرہ میں چار دیواری کے اندر اور سڑک پر جھاڑو دیتے اور صفائی کرتے نظر آیا کرتا تھا۔ گرد وغبار سے بال، چہرہ اور کپڑے اٹے ہوئے اور زبان ولب مسلسل اوراد و تلاوت قرآن کریم میں مصروفِ جنبش۔ یہ میاں اللہ دتہ صاحب ولد میاں شہباز خان صاحب تھے۔ جو دُوالمیال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور خدمت مرکز کی سعادت پانے کیلئے یہاں آئے تھے۔ وہ اپنے سارے ماحول سے منقطع رہ کر نہایت خاموشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اپنی درویشی کا زمانہ گزار کر وفات پاگئے۔ نماز، روزہ اور تہجد کے پابند تھے۔ اپنی جائے رہائش سے نکل کر مسجد اور مقبرہ بہشتی کے علاوہ کبھی کہیں نہیں جاتے تھے۔ صبح کی نماز پڑھ کر جھاڑو ٹوکری لئے بہشتی مقبرہ میں پہنچ جاتے اور غروبِ آفتاب تک اکثر اُنہیں وہیں مصروف کار دیکھا جاتا۔ اتنے خلوص اور محبت سے صفائی کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بہشتی مقبرہ میں کسی کی آمد آمد ہے اور وہ راستہ صاف کررہے ہیں۔

مگر کسے معلوم تھا کہ وہ اپنے لئے ہی راستہ صاف کرتے تھے۔ اور جب 10.2.50 کو اُن کی وفات ہوئی اور ان کی نعش ان راستوں سے گزری تو مرحوم کی اس خدمت کو یاد کرکے ہمارے دلوں سے دُعائیں نکل نکل گئیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے ۔مرحوم بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔" (بدر 63-10-18)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم میاں اللہ دتا صاحب درویش صحابی ولد شہباز خان صاحب اعوان ساکن دوالمیال ضلع جہلم ۔ بیعت 1901 بمطابق اندراج وصیت فارم 1948 کو قادیان آکر انصار میں شامل ہوگئے۔ تلاوت قرآن مجید اور بہشتی مقبرہ میں سارا دن صفائی کرنے کا وقار عمل آپ کی روح رواں تھا۔ جو مرض الموت تک جاری رہا۔ بے شر اور مخلص بزرگ تھے 10.2.50 کو قادیان میں ہی بحالت درویشی وفات پائی۔ عمر 65 سال وصیت نمبر 9164۔

حضرت بابا کرم الٰہی صاحب صحابیؓ درویش قادیان

ولد مکرم میاں عیدا صاحب
ساکن بھڈیار ضلع امرتسر، تاریخ بیعت وزیارت 1908ء تاریخ وفات بعمر 94 سال 25/24 ستمبر 1959۔
مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے بدر 15 اکتوبر 1959 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

"مرحوم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر اپریل 1948ء (مئی 1948 بمطابق تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 81 ایڈیشن 2007۔ ناقل) میں قادیان کی آبادی کی خاطر پاکستان سے آئے تھے۔ آپ نے راقم کو بتایا تھا کہ آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت مئی 1908ء میں بمقام لاہور حضور کے وصال سے ایک دو روز قبل کی تھی۔

چھ سات سال قبل آپ کا نور ہسپتال میں موتیا بند کا آپریشن ہوا۔ لیکن آپ بینائی سے محروم ہوگئے۔ جس صبر و رضا کے ساتھ آپ نے یہ سارا عرصہ گزارا قابل رشک تھا۔ انکی شدید خواہش ہوتی تھی کہ حسب سابق وہ مسجد مبارک میں امام کے قریب کھڑے ہوکر باجماعت نماز ادا کریں اور اپنے بعض رفقا کو ساتھ لے جانے کی تاکید کرتے تھے۔ نماز ظہر کیلئے بالعموم بہت پہلے آجاتے اور ظہر و مغرب کے بعد دیر تک نوافل ادا کرتے اور مغرب کے وقت آکر عشاء پڑھ کر ہی اپنی قیام گاہ کو جاتے اور جو شخص انکا ہاتھ پکڑ کر انکو سیڑھیوں تک لے جاتا ایسے شخص کی رفاقت تک اس کے لئے ہی دعائیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک نیت بنائے وغیرہ۔ اور اگر کوئی ان کو قیام گاہ تک پہنچاتا تو دریافت کرتے کہ کون ہو کس مکان میں قیام ہے؟ اور اس کی خدمت کے باعث دعائیں دیتے۔ غرض ان کی زندگی کا طرہ امتیاز دعائیں کرنا ہی تھا۔ کئی سال سے شنوائی میں بھی بھاری پن آگیا تھا اور ایک سال سے تو بہت مشکل سے بات سن سکتے تھے۔ اور بالعموم اپنی چارپائی پر نوافل ادا کرتے ہی دیکھے جاتے تھے۔ غریب طبع اور صابر و شاکر تھے۔ معذوری سے قبل بھی کم گو ہی پائے گئے۔ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہہ کے دیارِ محبوب کی آبادی کے لئے آجانا اور بڑھاپے میں عزیز و اقارب میں آرام وسکون سے رہنے پر ترجیح دینا بہت بڑی قربانی ہے۔

مرحوم سالہا سال سے دار المسیح میں اس کمرہ میں قیام رکھتے تھے جو ڈیوڑھی اور گول کمرہ کے درمیان ہے اور حافظ صدر الدین صاحبؓ کی وفات کے بعد ڈیوڑھی کے ملحق شمالی جانب والے کمرہ میں منتقل کردیئے گئے تھے۔ اور اسی کمرہ میں اس مقدس دار میں ہی انہوں نے اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کردی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ فی الجنۃ۔ آمین۔"

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر 6 دسمبر 1962 میں تحریر فرماتے ہیں۔

"رُوحانی جماعتوں میں جہاں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، وہاں مخلصین کا ایک طبقہ بھی ہوتا ہے جو گو اپنے اخلاص وایثار کے اعتبار سے بہت ارفع مقام پر فائز ہوتا ہے لیکن اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ مالی یا جانی قربانی پیش کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ تاہم اُسے ایک اہمیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے طریق سے جماعت کی خدمت کرتا ہے جو روحانی اعتبار سے مالی اور جانی قربانیوں سے بھی زیادہ کارگر اور تیر بہدف ہوتا ہے اور وہ طریق ہے دُعا۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (المصلح الموعودؓ) نے تحریک جدید کے مطالبات میں ایک مطالبہ دُعا کا بھی فرمایا ہے جو ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

ایسے ہی دُعا گو مخلصین میں ہمارے ایک بزرگ صحابی درویش حضرت بابا کرم الٰہی صاحبؓ تھے جو ان پڑھ بھی تھے اور معمر بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی تھی کہ وہ نمازوں کے علاوہ تہجد کے بھی پابند تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ سب سے پہلے مسجد میں پہنچتے اور سب سے آخر میں واپس آتے اور مسجد کی فضا کو دُعاؤں سے معمور کردیتے۔

وفات سے قریباً پانچ سال قبل آپ کو موتیا بند ہوگیا تھا جو باوجود علاج اور آپریشن کے دُور نہ ہوا۔ اور آپ کی بینائی جاتی رہی۔ تاہم وہ ایک اندازے اور دیواروں کے سہارے سے باقاعدہ مسجد میں پہنچتے رہے اور کسی دوست کو ساتھ لے کر دُعا کیلئے بہشتی مقبرہ بھی چلے جاتے تا آنکہ کمزوری نے معذور بنا دیا۔ آخر 92 سال کی طویل طبعی عمر پاکر 25 ستمبر 1959ء کو وفات پاکر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ کو قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کیا گیا۔

آپ کا اصل وطن بھڈیار ضلع سیالکوٹ تھا۔ اور 1948ء میں خدمت مرکز کیلئے قادیان تشریف لائے تھے۔ نہایت حلیم اور غریب الطبع

اور سادہ دیہاتی وضع قطع کے بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا قرب بخشے۔ آمین۔‘‘

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی یکم اکتوبر 1959ء کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

’’مکرم بابا کرم الٰہی صاحب درویش قادیان کی وفات۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قادیان25 ستمبر کل رات یعنی 24/25 کی درمیانی شب گیارہ بجے مقامی درویش مکرم بابا کرم الٰہی صاحب وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج بعد نماز جمعہ محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے درویشوں کی کثیر تعداد کے ساتھ مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں بارش کا پانی جمع ہوجانے کیوجہ سے مرحوم کو مسجد اقصیٰ کے قریب امانتاً دفن کیا گیا مکرم بابا صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور ایک عرصہ سے بوجہ پیرانہ سالی چلنے پھرنے سے معذور ہوچکے تھے اور آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ مرحوم بڑے دُعا گو اور نیک سیرت بزرگ تھے۔ احباب مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔‘‘

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بابا کرم الٰہی صاحب صحابی درویش ولد عیدا صاحب قادیان۔ تاریخ وفات 25.9.59 عمر 94 سال وصیت 9222۔

طالب دُعا: امۃ الرشید نبیلہ پوتی بابا کرم الٰہی صاحب۔

حضرت بھائی الٰہ دین صاحب صحابیؓ درویش

ولد حضرت احمد دین صاحب صحابیؓ

ساکن شاہدرہ متصل لاہور، پیدائش 1897ء

پیدائشی احمدی تاریخ زیارت 1907ء

وفات 28.12.1982

مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

محترم چودھری بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش نے اپنی کتاب ’’وہ پھول جو مرجھا گئے‘‘ حصہ دوئم میں حضرت بھائی الٰہ دین صاحب صحابیؓ درویش کے متعلق لکھا:۔

’’آپ کے والد بھی صحابی تھے۔ آپ کے والد حضرت احمد دین صاحب نیاریا حضرت حکیم احمد دین صاحب کی تبلیغ سے 1897ء میں احمدی ہوئے تھے اس وقت تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ بعد میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کی برکت سے ......اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا اس کا نام الٰہ دین رکھا گیا۔ نیز مکرم حضرت احمد دین صاحب نیار نے اپنا آبائی کام نیارے کا چھوڑ دیا کہ اب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی غلامی میں آگیا ہوں۔ اب میں کوڑے اور نالیوں کی گندگی سے رزق تلاش نہیں کروں گا بلکہ باعزت طریق سے روزی کماؤں گا آپ نے نیارئے کا کام چھوڑ کر منیاری کا سامان پھیری لگا کر بیچنے کا دھندہ شروع کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے برکت دی آسودگی سے گزارا ہونے لگا۔

مولوی الٰہ دین صاحب (چونکہ آپ ہوش سنبھالتے ہی نماز روزہ اور عبادات میں باقاعدہ اور اپنا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزارتے تھے اس وجہ سے انہیں مولوی الٰہ دین کہہ کر پکارا جاتا تھا) کی تعلیم مڈل تک شاہدرہ میں ہوئی۔ اس سے آگے انہیں تعلیم دلائی ہی نہیں گئی۔ قرآن کریم مع ترجمہ پڑھا اور چند دینی کتب پڑھنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے انہیں درزی کا کام سیکھنے کیلئے ایک تجربہ کار خیاط کے پاس لگا دیا۔ جہاں آپ نے تین سال تک شاگردی کر کے اس کام میں مہارت حاصل کرلی۔ درزی کا کام سیکھ لینے کے بعد آپ کی شادی برادری میں ہی ایک خاتون رابعہ بیگم سے کردی گئی اور آپ کو (میاں بیوی کو) شاہدرہ میں چھوڑ کر آپ کے والد صاحب بقیہ زندگی گزارنے کیلئے ہجرت کرکے آگئے۔ یہاں محلّہ دارالفتوح میں اپنا مکان بنالیا اور باقی زندگی قادیان میں ہی گزاردی۔

مولوی الٰہ دین صاحب شاہدرہ موڑ پر درزی کا کام ایک دکان پر کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح ناشتہ کرکے اپنی سلائی کی مشین کندھے پر رکھ کر شاہدرہ موڑ جاتے اور مغرب سے تھوڑی دیر قبل دکان بند کرکے مشین اور باقی بچے ہوئے کپڑے کندھے پر اٹھا کر گھر آجاتے۔ یاد رہے کہ شاہدرہ ٹاؤن اور شاہدرہ موڑ کا درمیانی فاصلہ دو کلومیٹر ہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت مسجد احمدیہ شاہدرہ میں اور فجر کی نماز بھی اور درس بھی شاہدرہ میں مسجد احمدیہ میں ہی ادا کرتے۔ جب کبھی حضرت حکیم صاحب کسی وجہ سے مسجد میں نہ آتے تو مسجد میں امامت اور درس بھی مولوی الٰہ دین صاحب کے ذمہ ہوتا۔ 1941ء کی بات ہے ایک روز دوپہر کو مولوی الٰہ دین صاحب بھاگتے ہوئے آئے۔ یہ مئی کا آخری عشرہ تھا اور ظہر کی نماز میں یہ خوشخبری سنائی کہ آج بارہ دری میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب چند خدام کے ساتھ دریائے راوی پر پکنک منانے آئے ہوئے ہیں۔ پھر کیا تھا جماعت احمدیہ شاہدرہ کا ہر ایک رکن جو بھی اس کو میسر آیا لے کر دریا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

بارہ دری دریائے راوی میں پل کے پاس ایک جزیرہ کی طرح کا مقام ہے۔ جہاں نہایت خوبصورت درخت پودے اور گھاس ہے ۔ بارہ دری بھی پرانی بادشاہوں کے وقت کی بنی ہوئی موجود ہے۔ اب بھی ہے۔ حضرت حکیم احمد دین صاحب رضی اللہ عنہ 38ء میں وفات پاچکے تھے۔ حضرت حکیم مختار احمد صاحب اس وقت شاہدرہ جماعت کے صدر جماعت تھے۔ انہوں نے اپنے کھجوروں سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں اتروائیں اور وہ بھی بارہ دری جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ خاکسار بدرالدین عامل بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو جب اطلاع ہوئی کہ جماعت احمدیہ شاہدرہ ملاقات کیلئے آئی ہے تو آپ بڑے خوش ہوئے اور نہایت خندہ پیشانی سے سب احباب سے ملے اور ان کے تحائف قبول کئے اور وہاں کھانا تیار تھا۔ سب کو کھانے میں بھی شریک کیا اور مغرب کی نماز بارہ دری میں باجماعت ادا کرکے سب واپس آئے بڑا ہی پرلطف روحانی پروگرام تھا۔ خدام نے تلاوت اور نظمیں سنائیں اور بعض اطفال نے چھوٹی چھوٹی تقاریر بھی کیں۔ کشتیوں پر سیر بھی ہوئی۔ بارہ دری میں کرایہ پر کشتیاں مل جاتی ہیں۔

مولوی الٰہ دین صاحب کم وبیش 20 سال تک شاہدرہ موڑ پر درزی کا کام کرتے رہے۔ ایک موقعہ پر ایک بدبخت نے آپ کو گلا گھونٹ کر ماردینے کی کوشش کی۔ چند شریف طبع لوگ جو وہاں موجود تھے، نے آپ کی جان بچائی۔ اس واقعہ کا علم ہونے پر حضرت حکیم مختار احمد صاحب نے آپ کو شاہدرہ ٹاؤن میں رہ کر کام کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ شاہدرہ ٹاؤن میں ہمارے خاندان کا اتنا اثر ورسوخ ہے کہ یہاں کوئی کسی احمدی پر اس طرح حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس پر مولوی الٰہ دین صاحب نے شاہدرہ ٹاؤن میں ہی کام کرنا شروع کردیا۔

یہ ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ مولوی الٰہ دین صاحب کے والد صاحب نے 1897ء میں بیعت کی تھی۔ اور مولوی الٰہ دین صاحب کی پیدائش دسمبر 1900 میں (رسالہ الفرقان 1963 درویش نمبر کے مطابق 1897۔ ناقل) ہوئی تھی مولوی صاحب نے چھ سات سال کی عمر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی تھی۔ آپ کے والد صاحب جو کہ خود بھی صحابی تھے اور والدہ بھی صحابیہ تھیں ہر سال جلسہ سالانہ پر قادیان آتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب یہ گود میں تھے تب ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بچے کو پیش کر کے عرض کرتے تھے کہ حضور یہ ایک ہی ہمارا بیٹا ہے اور یہ پیدائشی احمدی ہے۔ حضرت اقدس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے۔ جب یہ سات سال کا ہوا تو ہم نے اس کو سمجھایا کہ حضور کی خدمت میں جب ہم ملاقات کیلئے جائیں گے تو تم بھی حضرت صاحب کی خدمت میں السلام علیکم کہنا۔ جب ہم 1907ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان آئے تو مولوی الٰہ دین صاحب نے جس طرح ہم نے سمجھایا تھا حضرت صاحب کی خدمت میں السلام علیکم کہا اور حضور نے پھر آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ مکرم مولوی الٰہ دین صاحب کو بھی صرف اتنی ہی بات یاد تھی۔

مکرم حضرت بھائی مولوی الٰہ دین صاحب کا بھی ایک ہی بیٹا ہے جس کا نام نور الدین ہے اور ابھی خدا تعالیٰ کے فضل سے حین حیات ہے۔ ان کے آگے کئی بچے لڑکیاں اور لڑکے موجود ہیں۔ اپنے بیٹے کی شادی اور دیگر گھریلو مصروفیات سے فارغ ہوکر آپ 11 مئی 1948ء کو قادیان آنے والے قافلہ میں قادیان آکر درویشوں میں شامل ہوگئے اور یہاں بھی آپ نے پورا درویشی دور نہایت صبر و قناعت سے گزارا۔ آپ کی اہلیہ بھی متعدد مرتبہ قادیان آکر کئی کئی ماہ تک قیام کرکے جاتی رہی ہیں اور آپ خود بھی ویزا پر پاکستان جاکر بچوں سے مل آتے رہے ہیں۔ قادیان میں بھی مسجد مبارک میں امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی عدم موجودگی میں مسجد مبارک میں نمازیں

پڑھانے میں آپ امامت کرتے رہے ہیں۔

1970ء میں ہی انڈو پاک کی فضاء پر جنگ کے بادل منڈلانے شروع ہو گئے تھے۔ جو 1971ء میں بنگلہ دیش کی آزادی پر ختم ہوئے اور اس مرتبہ دونوں ملکوں میں آمد و رفت کی سہولتیں بحال ہونے میں قریباً آٹھ سال لگ گئے۔ 1978ء میں قادیان سے اچھا بڑا قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ پر گیا۔ اس قافلہ میں حضرت مولوی الٰہ دین صاحب بھی تھے۔ قافلہ کو دارالضیافت میں ٹھہرایا گیا تھا۔ میں خود اپنے ہم زلف کے ہاں محلّہ دارالرحمت وسطی میں قیام پذیر تھا۔ جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو اندر داخل ہوتے ہی ایک نسوانی آواز نے مجھے مخاطب کیا بھائی جی السلام علیکم میں نے آواز پہچانی یہ آواز حضرت مولوی الٰہ دین صاحبؓ کی اہلیہ صاحبہ کی تھی۔ میں اسی وقت واپس دارالضیافت کی طرف لوٹا۔ جب میں دارالضیافت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو رہا تھا اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جو اس وقت نائب افسر جلسہ سالانہ ربوہ تھے گیٹ سے باہر نکل رہے تھے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ آپ اب پھر کس لئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ایک مشکل آن پڑی ہے اس کا کوئی حل تلاش کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا مجھے بتائیں میں نے بتایا کہ قادیان سے آنے والے درویشان میں ایک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام آٹھ سال کے بعد آئے ہیں ان کا قیام دیگر درویشان کے ساتھ دارالضیافت کے ہال کمرہ میں ہے۔ ان کی اہلیہ جو انہیں ملنے کیلئے آئیں ہیں وہ میری قیام گاہ محلّہ دارالرحمت وسطی میں بیٹھی ہیں۔ میں ابھی ابھی وہاں گیا تو یہ معلوم ہوا اور میں فوراً واپس آیا کہ ان بزرگوں کیلئے کوئی انتظام ہو سکے تو کروں آپ نے سن کر فرمایا یہ تو بڑا اہم معاملہ ہے۔ پھر کچھ دیر گہری سوچ میں خاموش رہ کر پھر گویا ہوئے کہ آپ ایک بار پھر جائیں اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لے کر دارالضیافت سے حضرت مولوی الٰہ دین صاحب کو بھی ساتھ لے کر میرے مکان پر آئیں۔ میں جا کر انتظام کرتا ہوں میں واپس گیا اور حضرت مولوی الٰہ دین صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لیا اور ان کا سامان بھی اٹھایا اور دارالضیافت پہنچ کر حضرت مولوی الٰہ دین صاحب کو اٹھایا ان کا بستر اور سامان ساتھ لیا۔ دو اور درویش بھائی بھی میرے ساتھ ہو گئے ہم تینوں ان دونوں بزرگوں کا سامان لئے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (بعد ازاں خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کی کوٹھی پر حاضر ہوئے اندر جا کر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے سٹور سے سارا سامان نکال کر باہر رکھ دیا ہے۔ اور سٹور خالی کر دیا ہے۔ آپ خود بہ نفس نفیس یہ کام اپنے ہاتھوں سے کر رہے تھے۔ ہمیں حاضر پا کر فرمایا کہ میں نے سوچا اس سامان کی ایک صحابی کے آرام کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔ بیشک خراب بھی ہو جائے۔ میں نے یہ باہر نکال کر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود اپنے سامنے مکرم حضرت مولوی الٰہ دین صاحب اور آپ کی اہلیہ صاحبہ کے بستر اندر لگوائے اور شکریہ کے ساتھ ہم درویشوں کو رخصت کیا۔ اللہ اللہ کیا ہی جذبہ محبت وشفقت تھا۔ اس واقعہ پر ستائیس سال گزر چکے ہیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہو۔

مکرم حضرت مولوی الٰہ دین صاحب جب قادیان آئے تو آپ کی ڈیوٹی دفتر زائرین (قادیان میں غیر مسلم دوست اکثر منارۃ المسیح اور مساجد دیکھنے آتے تھے اس غرض سے ایک دفتر قائم کیا گیا تھا جس کا نام دفتر زائرین تھا) میں لگائی گئی تھی۔ مکرم سید محمد شریف شاہ صاحب حضرت حاجی محمد دین صاحب اور اسی عمر اور مرتبہ کے مزید آٹھ دس بزرگ باری باری ڈیوٹی دیتے تھے آنے والے افراد کو پہلے جماعت احمدیہ کا تعارف کرایا جاتا اور ازاں بعد ساتھ جا کر منارۃ المسیح اور مساجد دکھائی جاتیں۔ عوام الناس سے تعلقات نارمل بنانے میں اس دفتر نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور آج تک یہ ادارہ قائم ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں شاہدرہ میں مکرم حضرت مولوی الٰہ دین ہی کے لقب سے آپ کو پکارا جاتا تھا۔ قادیان میں دفتر زائرین میں ڈیوٹی دینے والے دیگر بزرگ مولوی الٰہ دین صاحب کو بھائی الٰہ دین صاحب کہنے لگ گئے۔ (دیگر صحابہ میں سے ابتدائی دو بزرگ صحابی حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب اور حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب کو بھی بھائی کے لقب سے پکارا جاتا تھا)۔ تیسرے نمبر پر مولوی الٰہ دین صاحب کو بھی بھائی کے لقب سے پکارا جانے لگا اور یہی قادیان میں رواج پا گیا۔

قادیان میں 25 (اصل تعداد 26 ناقل) صحابہ تھے جو آہستہ آہستہ اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جنتوں میں جا بسے۔ اب ایک صحابی درویشوں کے باغیچہ میں باقی رہ گیا تھا یعنی حضرت بھائی الٰہ دین صاحب جب تک آپ کی ڈیوٹی دفتر زائرین میں رہی آپ کا قیام دفتر تحریک جدید کی اوپر والی منزل میں ایک کمرہ میں رہا۔ جب آپ عمر کے تقاضا سے کمزور ہو گئے اور سیڑھیاں چڑھنا اترنا مشکل ہو گیا تو آپ کو دفتر زائرین کی ڈیوٹی سے بھی سبکدوش کر دیا گیا اور رہائش کیلئے الدار میں جس کمرہ میں سے ہو کر مسجد مبارک میں جانے کا رستہ ہے اس میں آپ کو قیام کی اجازت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مرحمت فرمائی اور اسی کمرہ میں آپ تادم واپسی قیام پذیر رہے۔

آپ کی طبیعت جوانی سے ہی عبادات کی طرف میلان رکھتی تھی۔ الدار میں رہائش کی سہولت مل جانے پر آپ کا وقت چوبیس گھنٹہ ہی عبادت میں گزرتا۔ 1980ء کے بعد سے نقاہت غالب آنا شروع ہو گئی تھی کبھی کھانسی زور پکڑ جاتی کبھی کوئی اور عارضہ آ دباتا۔ اکثر وقت بستر پر ہی گزرتا۔ تاہم فرض نمازوں میں ہمت کر کے مسجد مبارک میں آ جاتے۔ 1981ء میں طبیعت زیادہ ہی خراب رہنے لگی امرتسر لے جا کر مکمل چیک کرایا گیا کوئی مہلک عارضہ لاحق نہیں پایا گیا مگر کمزوری تھی کہ بڑھتی ہی چلی جاتی تھی بعض اوقات نمازوں میں آنا بھی مشکل ہو رہا تھا کہ لنگر خانہ سے پکا ہوا معمول کا کھانا آپ ہضم کر سکنے کی حالت میں نہیں تھے۔ تینوں ٹائم ناشتہ دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا پکا ہوا محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اپنے گھر سے بڑے اہتمام سے بھجواتے تھے اور جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتا وہی تیار کرایا جاتا۔ 1982ء کا سارا سال ہی اسی حالت میں گزرا۔ درویشی دور میں یہ ہمارے پاس آخری صحابی تھے ہر ممکن کوشش اور دعائیں تھیں کہ یہ نعمت تادیر ہم میں شامل رہ کر ماحول کو برکتوں سے معمور کرتی رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر جس طرح کوئی فیصلہ کر چکتی ہے ممکن نہیں کہ وہ بات ٹل جائے۔

آخر 28 دسمبر 1982 کو جلسہ سالانہ قادیان کے آخری روز حضرت بھائی الٰہ دین صاحب کی طبیعت 27 اور 28 دسمبر کی درمیانی شب کو ہی نہایت کمزور ہو گئی تھی اور بوقت نصف شب نزع کی حالت طاری تھی۔ آپ کی وفات رات کو قریباً دو بجے ہوئی اور آپ تمام درویشان کو غمگین و افسردہ چھوڑ کر اپنے پیارے غفور ورحیم آقا کی جنتوں میں جا بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مورخہ 28 دسمبر 1982 کو آپ کو بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک کے سپرد کر دیا گیا۔ اے جانے والے تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قرب خاص میں جگہ دے۔ آمین اور ہمیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منشا مبارک کے مطابق خالص اسلامی طریق پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزارنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بھائی الٰہ دین صاحب صحابیؓ قادیان ولد محترم میاں احمد دین صاحب ۔ وصیت نمبر 8265 تاریخ وصیت 16.2.1945 عمر 86 سال۔ تاریخ وفات 28.12.1982۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بزرگ صحابہ کرام کے پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کی اس پاک جماعت پر اپنی رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش
مرحوم و مغفور (ادارہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت ام وسیم محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے فرزند ارجمند، سابق ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان، دارالمسیح کے مکین و امین حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب گلدستہ درویشان کے ان خوش نما پھولوں میں سے تھے جنہیں تقسیم ملک کے پر آشوب موقع پر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے 21 سال کی عمر میں درویشانہ زندگی کا آغاز کیا۔ مورخہ 5 مارچ 1948ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کے مطابق آپ شام ساڑھے سات بجے پاکستان سے 14 افراد کے ساتھ قادیان پہنچے۔ درویشان قادیان کے لئے وہ زمانہ انتہائی صبر آزما اور غایت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذرع میں بسادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب عین جوانی میں بطور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ، قادیان میں تشریف لائے اور تاوفات اپنے اس فرض کو خوش اسلوبی اور اولوالعزمی سے نبھایا۔

آپ کی قادیان آمد کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 6 مارچ 1948ء کو پاکستان تشریف لے گئے۔ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب پہلے ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے تھے۔ ان کے پاکستان جانے کے بعد 1948ء میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مقرر ہوئے اور آپ کی وفات (21 جنوری 1977ء) کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مقرر کئے گئے۔ درمیان میں کچھ عرصہ کیلئے (12 فروری 1986ء تا 28 جولائی 1986ء) محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ آپ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم دوبارہ ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تاوفات اسی عہدہ پر خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔

محترم حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ہمّت و حوصلہ اور وسیع القلبی بھی آپ کی صفاتِ حسنہ میں شامل تھی۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوۃ و تبلیغ ناظر تعلیم و تربیت، صدر مجلس خدام الاحمدیہ، صدر و ناظم انجمن وقف جدید، صدر انجمن تحریک جدید، صدر قضاء بورڈ، صدر مجلس کارپرداز۔ صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن و طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت، فراست اور اصابت رائے سے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔

آپ کی پیدائش یکم اگست 1927ء کو قادیان میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے بزرگ اساتذہ سے خاص انتظام کے ماتحت دینی علوم حاصل کئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی یادداشت عطا فرمائی تھی۔ بھارت کی احمدی جماعتوں میں شاذ ہی کوئی احمدی خاندان ہوگا جس کے تفصیلی حالات سے آپ واقف نہ تھے اور جن کے ساتھ آپ کا ذاتی تعلق نہ ہو۔ بھارت کے اکثر احمدی احباب بلکہ غیر مسلم بھی آپ سے ذاتی اور خاندانی امور میں مشورہ لیتے تھے اور آپ کے مشورہ اور دعا سے ان کو سکینت اور رہنمائی ملتی تھی۔ قادیان اور بیرون قادیان آپ کو غیروں کی طرف سے بھی بے انتہا عزت اور احترام حاصل تھا وہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی بزرگی اور حسن اخلاق کے مداح تھے۔

خلیفۂ وقت سے محبت اور اطاعت خلافت میں آپ ایک مثالی مقام رکھتے تھے۔ آپ بھارت میں دارالمسیح کے علاوہ خلافت احمدیہ کے بھی امین تھے۔ آپ نے افراد جماعت میں اتحاد اور یکجہتی کو قائم رکھنے اور ان کے خلافت سے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔

آپ نے 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا آپ کی قادیان آمد کے موقع پر احباب جماعت کے ساتھ فقید المثال استقبال کیا اور ان کی خدمت کے لئے سرگرم رہے۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کی چند خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے منجھلے داماد مکرم ماجد احمد خان صاحب ربوہ بیان کرتے ہے کہ جب "حضرت مصلح موعودؓ نے ماموں کو قادیان کے لئے رخصت کیا تو نصیحت فرمائی کہ جماعت سے خرچے کے لئے کبھی کچھ نہ لینا خدا تمہارا انتظام کرے گا۔ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ ایک لمبا عرصہ یہ انتظام خود فرماتے رہے۔ قادیان میں شروع کے دن بہت تنگ دستی کے تھے لیکن ماموں کو یہ نصیحت ہمیشہ کے لئے یاد ہو چکی تھی۔ ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے اور جماعت سے کوئی وظیفہ قبول نہیں کیا۔ اپنی آخری بیماری میں امرتسر علاج کے لئے روانہ ہونے لگے تو ممانی سے فرمایا کہ پیسے کچھ زیادہ رکھ لینا۔ ماموں کی وفات کے بعد جب ہسپتال کے بل ادا کرنے کا وقت آیا تو اُس لفافے میں اتنی ہی رقم تھی جتنا کہ ہسپتال کا بل۔ خدا تعالیٰ کو آپ کی اپنا خرچ خود ادا کرنے کی ادا کچھ ایسے بھا گئی کہ کسی اور کو حصہ ڈالنے کا موقع نہ ملا۔

بیواؤں اور یتیموں پر ہر وقت شفقت کی نگاہ رہتی تھی۔ بہانے کی تلاش میں رہتے کہ کوئی موقع ملے۔ ہر خوشی کے موقع پر دستور تھا کہ قادیان کی ہر بیوہ اور یتیم کے گھر جاتے اور چپکے سے لفافہ پکڑا دیتے۔ ماموں کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے گھر پر اس کا ذکر کیا۔ ایک خاتون روتے ہوئے کہنے لگیں مَیں تو اپنا بل میاں صاحب کے دفتر کی میز پر چھوڑ آتی تھی کبھی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ میاں صاحب کو ملا بھی کہ نہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بل کی ادائیگی نہ ہوئی ہو۔

وفات کے چندروز بعد ماموں کی ذاتی الماری کھولی گئی۔ ایک خانہ میں لاتعداد لفافے پڑے تھے۔ ہر لفافے پر امانت رکھوانے والے کا نام اور رقم درج تھی۔ حتیٰ کہ ایک لفافہ ایسا بھی تھا جس میں 10 روپے تھے اور امانت رکھوانے والے کا نام لکھا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اس قدر تھا کہ تمام زندگی اپنی جلسہ سالانہ کی تقریروں کا موضوع صرف سیرت النبیؐ اور ذکر حبیب رکھا۔ ماموں کی چھوٹی بیٹی نے اپنی پہلی تقریر کے لئے موضوع کے حوالہ سے استفسار کیا تو فرمانے لگے کہ تقریر صرف ذکرِ حبیب پر کرنا۔ اپنے بچوں کو حدیث پڑھاتے تھے بچے کہتے ہیں کہ ہمیں یاد نہیں کہ رسول اللہ کا ذکر آیا ہو اور ماموں کی آواز رندھ نہ گئی ہو۔

ہمسائیوں کے تعلق کے حوالہ سے ماموں کی چھوٹی بیٹی (امتہ الرؤف) ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ چھوٹا ہونے اور زیادہ عرصہ ساتھ ہونے کی نسبت سے یہ باقی اولاد سے کچھ زیادہ لاڈلی تھیں۔ کہتی ہیں ایک روز رات کو 10 بجے کے قریب مَیں اپنے کچن کی کھڑکی سے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی بیٹی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس وقت حضرت مولوی صاحب کے گھر سے کچھ کوٹنے کی آواز آئی۔ مَیں نے اپنی دوست سے کہا یہ کیا تمہارے گھر سے کوٹنے کی آواز آرہی ہے۔ دوسرے کمرے میں ماموں موجود تھے جنہوں نے یہ بات سن کر یکدم اتنی زور سے ڈانٹا کہ وہ تمہارے ہمسائے ہیں نہ جانے کس ضرورت کے تحت کچھ کوٹ رہے ہوں گے۔ امتہ الرؤف کہتی ہیں مَیں نے ابا کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔ یہ خود گھبرا کر نماز پڑھنے لگیں۔ اور رو رو کر اللہ سے معافی مانگی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ابا نے مجھے اتنا ڈانٹا ہو مجھ سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔

ممانی کہتی ہیں کہ دسمبر کے مہینہ میں پاکستان (سے جلسہ پر آنے والے) لوگوں کے ہاتھ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے بعض افراد کی جانب سے فرمائشیں موصول ہوتی تھیں۔ جلسے پر کام کا بھی بہت رش ہوتا تھا۔ کہنے لگیں ایک

دن میں نے کاموں سے گھبرا کر ماموں کو کہا کہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے اتنی مصروفیت ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ماموں نے میرے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آگے بات کرنے سے منع کر دیا۔ کہنے لگے آگے کچھ نہ کہنا، یہ نہ ہو کہ تمہارے کہے گئے کسی لفظ سے خدا مجھے خاندان مسیح موعودؑ کی خدمت سے محروم کر دے۔"

(بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل ۲۶ مارچ ۲۰۰۱)

آپ مورخہ 29 اپریل 2007ء بروز اتوار رات پونے نو بجے امرتسر ہسپتال میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 80 سال تھی۔ یکم مئی شام ٹھیک چھ بجے آپ کی نماز جنازہ مکرم و محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے پڑھائی۔

زمانہ درویشی میں آپ کی شادی محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ صاحب سے ہوئی۔ نکاح 26 دسمبر 1951ء کو ہوا۔ محترمہ سیدہ موصوفہ بفضلہ تعالیٰ ہم میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی سے نوازے۔

محترمہ بیگم صاحبہ کے علاوہ لواحقین میں آپ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆محترمہ صاحبزادی امۃ العلیم عصمت صاحبہ اہلیہ محترم نواب منصور احمد خان صاحب پاکستان۔

☆محترمہ صاحبزادی امۃ الکریم کوکب صاحبہ اہلیہ محترم کیپٹن (ر) ماجد احمد خان صاحب، پاکستان۔

☆محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر سید ابراہیم منیب احمد صاحب پاکستان۔

☆محترم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ورجینیا امریکہ۔ مع بیگم محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ و بچی۔

☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں

(محمود احمد مبشر درویش قادیان)

آج کیوں ہیں دل ہمارے اِس طرح سے بیقرار
بے بسی ہے ہر طرف اور آنکھ سب کی اشکبار

آہ نبی کے نافلے درویش تھے مرزا وسیم
ناظرِ اعلیٰ امیرِ قادیاں پدرِ کلیم

پھول وہ گلچیں نے توڑا کہ سناٹا چھا گیا
آہ درویشوں کا گلدستہ تھا جو مُرجھا گیا

وہ تو درویشوں کی ڈھارس تھے ہماری آن تھے
وہ بہارِ گلستاں تھے قادیاں کی شان تھے

کوئی بھی افسر منسٹر قادیاں آتے کبھی
آپ کی وہ عزت و تکریم کرتے تھے سبھی

وہ رئیسِ قادیاں تھے رونقِ دارالاماں
ہم سے رُخصت ہوگئے ہیں آہ وہ اگلے جہاں

ہم نے جوانی پچھلے سے پچھلے جمعہ مسجد میں مل آئے تھے ہم
آہ پھر نہ وہ ملے نہ ان سے مل پائے تھے ہم

وہم و گمان میں نہ تھا جلدی جُدا ہو جائیں گے
امرتسر سے جیتے جی وہ لوٹ کر نہ آئیں گے

کُلّ نفسٍ ذائقۃ الموت ہے قرآن میں
ہر بشر فانی مبشّر اِس جہانِ فان میں

"محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں"

دسمبر 1997ء میں تقسیم ملک کے پچاس سال مکمل ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور نے جو پیغام قارئین بدر کو ارسال فرمایا تھا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس پیغام کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

پیغام

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور

سابق ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان

تقسیم ملک سے قبل قادیان کے صوبہ پنجاب اور ساتھ کے صوبوں میں خدا کے فضل سے احمدیہ جماعتیں قائم تھیں لیکن تقسیم ملک کے بعد پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش، کے علاقوں سے لوگ ہجرت کر گئے اور سارا علاقہ احمدیہ جماعتوں سے خالی ہو گیا۔

تقسیم ملک کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ تک ہندوستان کی بیرونی جماعتوں کا مرکز قادیان سے رابطہ بالکل ٹوٹ گیا، یا کمزور ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پیغام جلسہ سالانہ 1948 کی روشنی میں نئے سرے سے مرکزی دفاتر نے کام کرنا شروع کیا اور دعوت تبلیغ کی طرف سے بھی حضور انور کی ہدایتوں کی روشنی میں ایک لحاظ سے نئے سرے سے کام شروع کیا گیا۔ ابتدا میں مبلغ اور مربی بھی بہت کم تھے۔ مالی وسائل کی کمی کے سبب باقاعدہ جماعتوں سے رابطہ بھی بہت کم رہا اور تقسیم ملک کے سانحہ کی وجہ سے جماعتوں کو سنبھلنے میں کافی وقت لگ گیا۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ الٰہی سلسلوں پر بڑے بڑے ابتلا آتے ہیں۔ اسی طرح بہت بڑے بڑے ابتلا میں جماعت گزری بڑے نامساعد حالات میں ابتدائی کاروائیاں کی جاتی رہیں۔

میری قارئین سے گذارش ہے کہ اب تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت دور خلافت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں شیریں پھل سینکڑوں بلکہ ہزاروں گنا عطا ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ تقسیم ملک کے بعد اپنے ان تمام بھائیوں کو جنہوں نے اس کیلئے اپنی قربانیاں پیش کیں چاہے وہ وفات شدہ ہوں یا ریٹائرڈ ہیں دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں مزید ترقیات عطا ہوں گی۔

(اخبار بدر کے خصوصی نمبر سے ماخوذ۔ بحوالہ اخبار بدر 18 دسمبر 1997ء)

خوش بخت جاں نثار

(حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے وصال پر)

(عطاء المجیب راشد لندن)

باغِ احمد کا گل عذار گیا
قوم کا ایک شہسوار گیا

ہر خلیفہ کا دستِ راست رہا
اور خلافت پہ جان وار گیا

کر کے الدّار کی نگہبانی
کامیاب ایک پہریدار گیا

قابلِ رشک اس کی درویشی
زندگی عجز سے گزار گیا

ہر کسی کو گلے لگاتا تھا
غم کے ماروں کا غمگسار گیا

جو بھی آیا مسیح کا مہماں
لطف سے اس کے زیر بار گیا

اس کی رحلت پہ ہر زباں پر تھا
کیسا خوش بخت جانثار گیا

برزبانِ حضور ذکر اس کا
ہے گواہی کہ کامگار گیا

آپ صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے

از افاضات سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز

مجاہدانہ شان سے درویشانہ زندگی گزارنے والے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (مرحوم) کا ذکر خیر۔

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم مغفور کی وفات کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا، اس کے بعض حصص قارئین بدر کے لئے پیش خدمت ہیں۔ ان میں ضمنی سرخیاں لگائی گئی ہیں تا کہ قارئین کو سہولت رہے۔ (مدیر)

درویشان کے جماعت اور خلافت سے محبت اور وفا کے غیر معمولی نمونے

حضور فرماتے ہیں۔

''ایک لمبا عرصہ ایسا بھی گزرا جس میں پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کے تعلقات کی وجہ سے براہ راست مرکز سے یا اس جگہ سے جہاں خلیفۂ وقت کی موجودگی تھی، تعلق نہ رہا۔ ایسے دَور بھی آتے رہے جب آج کی طرح ذرائع مواصلات نہیں تھے اور جو تھے وہ منقطع ہو جاتے رہے لیکن درویشان نے جماعت اور خلافت سے محبت اور وفا کے غیر معمولی نمونے دکھائے اور اس بات پر ان کو تسلّی ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا ان کے درمیان موجود ہے اور اس بیٹے نے بھی خلافت سے محبت اور اطاعت نظام اور اطاعت امیر کے نمونے عملاً دکھا کر جماعت کے احباب کو ہر وقت یہ احساس دلایا اور یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ جماعت اور خلافت ہی سب کچھ ہیں جس سے جڑے رہ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔''

یہ خیال نہیں آیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہوں

تقریباً 30 سال آپ نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی امارت کے دور میں نہایت عاجزی اور وفا کے ساتھ ایک عام کارکن کی حیثیت سے اپنے عہد وفا کو نبھایا اور پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو 1977ء میں ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بنایا تو اس اہم ذمہ داری کو بھی خوب خوب نبھایا۔ درویش بن کر گئے تھے تو درویشی میں زندگی گزاری، یہ خیال نہیں آیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہوں، حالانکہ آپ کے مقام کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر آپ کو فرمایا تھا جبکہ آپ پاکستان اپنی شادی کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے اور شادی کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے، اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانے کے لئے ان کے کاغذات کی تیاری کروا رہے تھے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ حالات میں کھچاوٹ پیدا ہو رہی ہے تو آپؓ نے میاں صاحب (اپنے بیٹے) کو کہا کہ بیوی کے کاغذات تو بنتے رہیں گے، اِن کو تم چھوڑو اور فوری طور پر واپس چلے جاؤ کیونکہ اگر تم بھی یہاں رہے تو تمہارے نہ جانے سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی فرد قادیان میں نہیں رہے گا۔ اس لئے فوری طور پر جہاز کی سیٹ بک کرواؤ (کیونکہ آپ اس وقت بائی روڈ بارڈر کراس کر کے نہیں آئے تھے بلکہ حالات ایسے تھے کہ جہاز سے آئے تھے) اور فوراً سیٹ بک کروا کے واپس چلے جاؤ اور اگر جہاز کی سیٹ نہیں بھی ہو تو چارٹر جہاز بھی کروانا پڑے تو کرواؤ اور فوراً چلے جاؤ۔ لیکن فوری جانا بہر حال ضروری ہے ورنہ لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہو جائے گا کہ گویا قادیان خالی ہو گیا۔ کیونکہ اگر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نمونہ پیش نہ کیا اور قربانی نہ دی تو لوگ پھر کس طرح قربانی دیں گے۔ تقریباً انہی الفاظ میں مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جب مَیں 2005ء میں قادیان گیا ہوں تو مجھے یہ سارا واقعہ سنایا تھا۔

تو وہ نوجوان جو 21 سال کی عمر میں دیارِ مسیح کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا تھا، جو دنیاوی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے قادیان کی موروثی جائیداد کا بھی مالک تھا، جس کا باپ خلیفۂ وقت تھا، جس نے اپنے بیٹے کو یہ باور کروایا تھا کہ تمہارا قادیان میں رہنا ہی درویشان قادیان کے حوصلے بلند کرنے کا باعث بنے گا اور تمہاری وہاں موجودگی ضروری ہے۔ ان سب باتوں نے میاں صاحب کو اطاعت امیر سے باہر رہنے کے خیال کو دل میں جگہ نہیں لینے دی۔ بلکہ یہ احساس اور شدت سے پیدا ہوا کہ مَیں نے اطاعت امیر کے بھی اعلیٰ نمونے دکھانے ہیں تا کہ ہر درویش مجھے دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اطاعت امیر کے نمونے دکھائے اور یہ یقیناً اُس اولوالعزم باپ کی نصیحتوں کا اثر تھا جو انہوں نے اپنے بچوں کو کی تھیں اور خاص طور پر شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے چھوڑے ہوئے اس درویش بچے کو کی تھیں جس میں ایک انتہائی اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ تم نے یہ خیال اپنے دل میں کبھی نہیں لانا کہ تم ناظر ہو، نوجوانی ہی میں آپ کو نظارت ملی تھی، بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہو اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنی ہے اور یہی اپنی اصل حیثیت سمجھنی ہے اور اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہونے کے بعد کیا احساس ابھرنا چاہیئے تھا؟ یقیناً یہی کہ تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں اور یقیناً یہ کہ جس مقصد کے دعوے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا اس کی تکمیل کرنی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور جماعت کا وقار قائم کرنا ہے اور قائم رکھنا ہے۔ پس یہ باتیں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے پلّے باندھیں اور عمل کیا اور نبھائیں اور خوب نبھائیں اور قادیان والوں، بھارت کی جماعتوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی۔ پس ہر مخلص احمدی کو چاہے وہ قادیان کے رہنے والے ہیں، ہندوستان کی دوسری جماعتوں کے رہنے والے ہیں یا کہیں کے بھی رہنے والے ہیں اور ہر عہدیدار کو اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کو ایسے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔

مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذی زرع میں بسا دیا ہے

حضور انور نے فرمایا کہ:

''حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذی زرعٍ میں بسا دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ اب بظاہر تو قادیان کا علاقہ آباد اور سر سبز تھا لیکن قادیان کے درویشوں کی زندگی ابتدا میں نہایت تنگی اور خوف کی حالت میں تھی۔ گو کہ مومن مشکلات میں خوف نہیں کھاتا لیکن اردگرد کی غیر مسلم آبادی نے جو صورتحال پیدا کی ہوئی تھی وہ بڑی فکر انگیز تھی۔ رہنے والوں کو بھی فکر تھی کہ جس مقصد کے لئے ہم یہاں چھوڑے گئے ہیں اس کا حق ادا کر سکیں گے یا نہیں اور دنیا کی جماعت کو بھی اور خلیفۂ وقت کو بھی یہ فکر تھی، جس کے لئے وہ دعائیں کرتے ہیں کہ کوئی خوف ان لوگوں کو جو عزم لے کے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اس عہد سے ہٹانے والا نہ ہو، اور وہ جو دیارِ مسیح میں شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے بھجوائے گئے ہیں اس کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ ان دنوں میں حالات اتنے کشیدہ تھے کہ قادیان میں رہنے والوں کو حکومتی ادارے بھی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھتے رہتے تھے اور پاکستان سے جو بعض ہندو سکھ وغیرہ ہندوستان آنے والے تھے، ان کی بھی دشمنی اس وجہ سے تھی کہ وہ پاکستان میں جو ظلم کا نشانہ بنے تھے یا جو بھی وجوہات تھیں، اس کی وجہ سے سخت مخالفت کی نظر سے ان لوگوں کو دیکھتے تھے اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ جب موقع ملے ان کو ختم کر دیں۔ ان حالات میں جبکہ باہر سے کھانے پینے کی اشیا کی آمد بھی بند تھی۔ کچھ خوراک کا جو

سٹاک رکھا ہوا تھا بس وہی استعمال ہوتا تھا۔ باقی کوئی آمد نہیں تھی۔ ماحول بھی انتہائی خوفناک تھا۔ قادیان کے ان درویشوں کے لئے جن کی تعداد چند سو تھی، یہ وقت واقعی وادی غیر ذی زرع کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم اور درویشوں کی کوششیں اور دعائیں اور خلیفۂ وقت کی دعائیں اور جماعت کی دعائیں اپنا اثر دکھانے لگیں اور ماحول سے تعلقات بھی پیدا ہونے شروع ہوئے، ان کے دل بھی نرم ہونے شروع ہوئے۔ اور پھر یہ لوگ، درویشان نسبتاً آزادی کا سانس لینے لگے۔ لیکن غربت اور مالی تنگی پھر بھی بڑے عرصہ تک قائم رہی۔ اس زمانے میں درویشان کے لئے جماعتی فنڈ سے بہت معمولی سا گزارہ الاؤنس مقرر تھا، اس میں مشکل سے کھانا پینا ہوتا ہوگا لیکن حضرت میاں صاحب کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت تھی کہ گزارہ تو اتنا ہی ملے گا لیکن اُس فنڈ سے نہیں ملے گا جو جماعت کا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ذاتی امانت میں سے اُن کو یہ دیا کرتے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ حالات بہتر ہوئے تو ان لوگوں کی آمدنیاں بھی شروع ہوئیں، میاں صاحب کی آمد بھی زرعی زمین سے شروع ہوئی۔ بہرحال انتہائی تنگی اور ہر وقت دھڑکے کے دن تھے جوان لوگوں نے، ابتدائی درویشوں نے گزارے اور یہ ان کی غیر معمولی قربانی ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اس بات میں بھی اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے درویشی اور قربانی کا اس شخص کو موقع دیا جس کا ننھیال عرب سے تعلق رکھتا تھا اور اس علاقے کے قریب تھا جہاں اسماعیلی قربانی کی مثال قائم کی گئی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا جو خواب مَیں نے ابھی سنایا ہے اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کہ مَیں نے یہی چاہا کہ عزیزہ سے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود آنا اور بشارت دینا، یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اس بیٹے سے اللہ تعالیٰ نے کوئی غیر معمولی کام لینا تھا اور وہ کام قربانی کا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے۔

اس قربانی کی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب میں کتنی تڑپ تھی اس کا اندازہ اُن کی اس بات سے ہوتا ہے کہ مَیں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہیں رہنے دے۔ کیونکہ پہلے یہ اصول تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد باری باری قادیان آ کر رہیں اور چند مہینے رہا کریں تا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہے۔ لیکن پھر حالات ایسے ہوئے کہ یہ آنا جانا بند ہوگیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو پاکستان میں ہیں وہ پاکستان میں رہیں گے، جو قادیان میں رہ گئے وہ بس وہیں رہ سکتے ہیں اور مزید کوئی نہیں آئے گا۔

تو اپنی اس خواہش کا ذکر کرتے ہوئے میاں وسیم احمد صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ میری یہ دلی خواہش اور دعا تھی کہ مَیں قادیان میں ہی رہ کر خدمت بجالاؤں۔ چنانچہ اس کے لئے ایک دن مَیں نے اپنا جائے نماز لیا اور قصر خلافت قادیان کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر مَیں نے نفل شروع کر دیئے اور جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ دعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سامان پیدا کرتا ہے، مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقع ملا کہ لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمالے گا اور مَیں نے دعا کی اور خدا تعالیٰ سے کہا کہ مَیں نے قادیان سے نہیں جانا تُو کوئی ایسے سامان کر دے اور پھر کہتے ہیں کہ قادیان کے غیر مسلموں نے حکومت کو شکایت کی کہ یہ قافلے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہاں آتے ہیں تو یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں، اور پاکستان جاتے ہیں تو پاکستان کے یہ لوگ وفادار بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ یہی کہتے ہیں اس لئے اس سلسلے کو بند کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی شکایت پر حکومت نے یہ پابندی لگا دی کہ کوئی آ جا نہیں سکتا اور اس طرح میاں صاحب پھر مستقل قادیان کے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وہاں رہنے کا انتظام کر دیا۔

اب کچھ اور قربانیوں کا ذکر ہے۔ وہاں کے حالات میں کس طرح رہے اور جب بھی موقع آئے اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو صبر اور حوصلے سے تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق دی۔ مثلاً 1952ء میں جب حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ پاکستان نہیں جاسکتے تھے اور یہ صدمہ آپ نے ہندوستان میں تنہائی میں ہی برداشت کیا۔ میرا خیال ہے ان دنوں آپ تعلیم کے سلسلے میں لکھنؤ میں تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے تفسیر کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو لکھنؤ بھجوایا تھا اور وہیں آپ نے حکمت بھی پڑھی تھی۔"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس مجاہد درویش بیٹے سے ان کی قربانی کی وجہ سے بہت تعلق تھا

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس مجاہد درویش بیٹے سے ان کی قربانی کی وجہ سے بہت تعلق تھا اور یہ جو مَیں نے واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو، جب آپ شادی کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے تھے، بعض وجوہات کی وجہ سے یہ کہا کہ فوری واپس چلے جاؤ، تو اُس وقت جب ان کو جہاز کی سیٹ مل گئی لیکن جہاز نے دو دن بعد روانہ ہونا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جب پتہ لگا تو آپ خود بھی لاہور تشریف لے آئے۔ یہ نہیں کہا کہ دو دن رہتے ہیں تو ربوہ آ جاؤ بلکہ میاں صاحب کو کہا وہیں ٹھہرو، مَیں آ رہا ہوں اور خود لاہور تشریف لائے، مختلف ہدایات اور نصائح فرمائیں، دعائیں دیں اور اپنے سامنے ان کو رخصت کیا۔ آپ یہ دعائیں کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے قادیان پہنچائے اور ان کو موقع ملے کہ دیار مسیح کی حفاظت کی ذمہ داری کو نبھا سکیں۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بعد میں میاں صاحب کو بتایا، میاں صاحب نے اس کا خود ہی ذکر کیا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب والٹن ائر پورٹ (اس زمانے میں لاہور میں والٹن ائر پورٹ ہوتا تھا) میں جہاز پر چڑھانے کے لئے آئے تو جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا مسلسل جہاز کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کے اس تعلق کو حضرت بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بیان کرتی ہیں کہ جب کاغذات مکمل ہو گئے اور شادی کے ایک سال کے بعد میں قادیان جانے لگی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ اُمّ ناصر کے مکان میں رہنا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور اس کے صحن میں حضور نے درس بھی دیا ہوا ہے (غالباً حضرت مصلح موعودؓ کا درس ہی مراد ہوگا، واضح نہیں ہے)

حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمات صدر انجمن کی جائیدادوں کو واگزار کرانے کے لئے بھی بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا ہونے کی وجہ سے، آپ کا پوتا ہونے کی وجہ سے، حکومت نے اس بات کو بھی کنسیڈر (Consider) کیا اور انجمن کی جائیداد واپس ملی ورنہ کئی بہانے ہو سکتے تھے۔ اِس کے لئے آپ نے بڑے بڑے افسران سے رابطے کئے، بلکہ اس زمانے میں وزیر اعظم ہندوستان جواہر لعل نہرو تک سے رابطے کئے اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، اس کے مثبت نتائج نکلے۔

اپنوں کی وفات پر صبر کے بے نظیر نمونے

1963ء میں آپ کی والدہ محترمہ سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی اور بڑی مشکل سے آپ کو پاکستان آنے کی اجازت ملی اور آپ تدفین کے وقت پہنچ سکے۔

پھر 1965ء میں پاکستان بھارت کی جو جنگ ہوئی اس میں رابطے بالکل ختم ہو گئے تھے، ڈاک اور ٹیلیفون وغیرہ کے انڈیا اور قادیان سے سب رابطے ختم تھے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان کی خبروں سے پتہ لگی تھی اور پھر وفات کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان سے ہوئی۔ پھر انہوں نے جماعت سے رابطے کئے اور پھر سری لنکا سے کنفرمیشن ہو گئی۔ تو بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت بھی یہ قادیان میں تھے۔

اسکے بارہ میں لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود کی وفات ہوئی تو انہوں نے تمام درویشان کو مسجد مبارک قادیان میں اکٹھا کیا اور وہاں تقریر کی اور درویشان قادیان کو شدید صدمہ کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی اور پھر فرمایا کہ میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی ہے کہ اے خدا جب بھی حضرت ابّا جان یعنی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آئے تو مَیں ان کے پاس موجود رہوں۔ مگر ایسے حالات میں حضور کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی ان کے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کرو جیسا کہ وہ کررہے ہیں اور تمہارا قادیان رہنا ان کے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہوگا۔

قادیان سے عشق و محبت

پھر 1971ء میں دونوں ملکوں کے حالات خراب ہوئے اور بعض افسران نے قادیان کی احمدی آبادی کو زبردستی قادیان سے نکالنے کی کوشش کی اور چھوٹے افسران نے حکم جاری کیا کہ یہ نکل جائیں اور بہانہ یہ کیا کہ ہم آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، قادیان میں رہ کر ہم حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے محلّہ احمدیہ اور دارالمسیح سب چیزیں خالی کرو تا کہ ایک جگہ ہم تم لوگوں کو جمع کر دیں اور وہاں تمہاری حفاظت کرسکیں۔

اصل میں تو حفاظت مقصد نہیں تھا۔ میرا خیال ہے شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا، بلکہ خیال کیا، بڑا واضح ہے کہ ان لوگوں کو شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ تو اس موقع پر بھی حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک بڑی پرسوز تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ اُن کی نیت تو یہ تھی کہ اس طرح یہ خالی کریں گے اس کے بعد ہم جگہوں پر قبضہ کرلیں گے۔ اس تقریر میں آپ نے کہا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے اس کو ہم قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے، اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں۔ اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں کہ مَیں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے لے جائیں اور یہ کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو۔ وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں۔ آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہیئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ تو لکھنے والے کہتے ہیں کہ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اس رات جس طرح خدا تعالیٰ سے آدمی لپٹ جاتا ہے، لپٹا ہوا تھا۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ اور مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ، بہشتی مقبرے میں ہر جگہ دعائیں ہو رہی تھیں اور کہتے ہیں ہر گھر کی دیواریں اس بات کی گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے یہ نکلی ہوئی آہیں اور چیخیں آستانہ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ اُن کی سجدہ گاہیں تر ہو گئیں، اُن کی جبینیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا تعالیٰ کے حضور اٹھے رہے اور رات اور دن انہوں نے اسی طرح گزار دیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا اور اگلے دن پھر کچھ وفود ملنے گئے، فوجی افسران خود قادیان آئے اور مقامات مقدسہ کا معائنہ کیا، احمدیہ محلّہ کا معائنہ کیا اور پھر D.C صاحب وغیرہ کی سفارش پر یہ فیصلہ منسوخ ہوگیا۔

آپ کی دعاؤں کے بارے میں وہاں رہنے والے ہمارے ایک مبلغ نے مجھے لکھا کہ مجھے کچھ عرصہ دارالمسیح میں رہنے کا موقع ملا تو مَیں نے اکثر دیکھا کہ میاں وسیم احمد صاحب رات کو بیت الدعا میں یا اور جگہوں پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کرتے رہے ہیں وہاں دعاؤں میں مشغول ہیں۔

1977ء میں جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ نے اس لحاظ سے انتظامی خدمات بھی انجام دیں۔

خلافت سے اخلاص ووفا کا تعلق

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جا سکتے تھے۔ آپ کی دو بڑی بیٹیوں کی تو شادیاں ہو چکی تھیں۔ چھوٹی بیٹی اور بیٹا شاید آپ کے ساتھ تھے تو آپ کی بیٹی امتہ الرؤف کا بیان ہے کہ ابّا کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر امّی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو۔ یعنی اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے پاس لائے کہ دستخط کر دو۔ اس میں بغیر نام کے خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع لکھ کر بیعت تھی کہ یہ مَیں ابھی بھجوا رہا ہوں تو یہ بیٹی کہتی ہیں کہ مَیں نے اس پر کہا کہ ابّا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا، ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بنائے اس کی مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ خط لکھ دیا ہے اور مَیں اس کو روانہ کر رہا ہوں تا کہ خلافت کا انتخاب ہو تو میری بیعت کا خط وہاں پہنچ چکا ہو۔ تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔ اللہ کرے ہر ایک کو حاصل ہو۔

مخالفین کی طرف سے آپ پر بعض جھوٹے مقدمے بھی بنائے گئے۔ بعض اپنوں نے بھی آپ کو بعض پریشانیوں میں مبتلا کیا لیکن بڑے حوصلے اور صبر سے آپ نے ہر چیز برداشت کی بلکہ ان مخالفین میں سے سنا ہے، اب ان کی وفات پر تعزیت کے لئے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔

جشن تشکر کے وقت آپ نے سارے بھارت کا دورہ کیا، جماعتوں کو آرگنائز کیا، ان کو بتایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ہوا۔ اس وقت آپ نے ساری انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ پھر جب 2005ء میں میرا دورہ ہوا ہے اس وقت آپ کی طبیعت بھی کافی خراب تھی، کمزوری ہو جاتی تھی، بڑی شدید انفیکشن ہوگئی۔ جلسہ پہ پہلے اجلاس کی انہوں نے صدارت کرنی تھی اور بیمار تھے، بخار بھی تھا لیکن چونکہ میرے سے منظوری ہو چکی تھی، تو اتفاق سے جب مَیں نے گھر آ کے ایم ٹی اے دیکھا تو صدارت کر رہے تھے، مَیں نے پیغام بھجوایا کہ آپ بیمار ہیں چھوڑ کے آ جائیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بخار ہے، مَیں بیمار ہوں، بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ سخت کمزوری کی حالت تھی لیکن اس لئے کہ اجلاس کی صدارت کے لئے میری خلیفہ وقت سے منظوری ہو چکی ہے، اس لئے کرنی ہے۔ خیر اس پیغام کے بعد وہ اٹھ کر آ گئے۔ اس حالت میں ہی نہیں تھے کہ بیٹھ سکتے۔ تو انتہائی وفا سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے والے تھے اور پھر مَیں نے دیکھا کہ جہاں ہماری رہائش تھی، وہاں گھر میں بعض چھوٹے چھوٹے کام ہونے والے تھے تو مستریوں کو لا کر کھڑے ہو کر اپنی نگرانی میں کام کرواتے تھے، حالانکہ اُس وقت ان کو کمزوری کافی تھی۔ خلافت سے عشق کی مَیں نے کچھ باتیں بتائی ہیں، کچھ آگے بتاؤں گا۔ پھر ان میں توکّل بڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑا محبت کا تعلق تھا، توکّل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت عشق تھا اور وہی عشق آگے خلافت سے چل رہا تھا اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت بہت زیادہ تھی۔ پھر لوگوں سے بے لوث محبت تھی۔ خدمت کا جذبہ تھا۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے انتہا احترام کیا کرتے تھے، درویشان سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ بلکہ ایک دفعہ کسی نے درویشان کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے جو آپ کو پسند نہیں آئے تو اس پر آپ نے بڑی ناپسندیدگی کا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حالانکہ طبیعت ان کی ایسی تھی کہ لگتا نہیں تھا کہ کبھی ناراضگی کا اظہار کر سکیں گے۔ لیکن درویشان کی غیرت ایسی تھی کہ اس کو برداشت نہیں کر سکے۔

مہمان نوازی آپ کا اہم خاصہ تھی:

مہمان نوازی آپ کا بڑا خاصہ تھی۔ رات کے وقت آپ کو کوئی ملنے آ جاتا تو بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ عیدین کے موقع پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور انہیں تحفہ پیش کرنے کے لئے بھجواتے تھے۔ اگر کوئی عورت، مرد بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے جاتے اور اگر کوئی زیادہ بیمار ہوتا تو اس کو امرتسر ہسپتال بھجوانے کا انتظام کرتے تھے۔

130

انہوں نے درویشوں کو بالکل بچوں کی طرح پالا ہے۔ مہمان نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم تین مہینے باہر رہ کر آئے اور گھر آئے ہیں تو کوئی مہمان آ گیا۔ تو انہوں نے کہا مہمان آیا ہے کچھ کھانے پینے کو بھجواؤ تو مَیں نے کہا ابھی تو ہم اترے ہیں۔ پتہ نہیں گھر میں کوئی چیز ہے بھی کہ نہیں، کیا بھیجوں؟ تو میاں صاحب نے کہا اس قسم کے جواب نہیں دینے چاہئیں۔ تلاش کرو، کچھ نہ کچھ مل جائے گا، خیر بسکٹوں کا ایک ڈبہ مل گیا، وہ بھجوایا۔ تو ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھنے والے تھے۔

غیروں سے تعلقات کے پہلے تو یہ حالات تھے پھر یہ تعلقات بھی اتنے وسیع ہوئے کہ ہر کوئی گرویدہ تھا۔ اب جب مَیں 2005ء میں دورے پر گیا ہوں، ہوشیار پور بھی ہم گئے ہیں۔ وہاں رہنے والی بعض اہم شخصیتوں نے آپ کی وجہ سے مجھے بھی اپنے گھروں میں بلوایا اور بڑا محبت کا اظہار کیا۔ سکھوں میں سے، ہندوؤں میں سے، جو بھی غیر ملتے تھے آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور آپ کے اخلاق کے معترف تھے۔

اب بھی آپ کی وفات پہ بہت سارے پڑھے لکھے سکھ، ہندو آئے، ممبر آف پارلیمنٹ، کاروباری لوگ، وکلاء، غریب آدمی، بلکہ ایک اسمبلی کے سابق سپیکر بھی آئے، سب کی آوازیں مَیں ویڈیو میں سن رہا تھا انتہائی تعریف کر رہے تھے کہ ایسا شخص ہے جنہوں نے مذہب سے بالا ہو کر ہمارے سے تعلق رکھا اور ہمیں بھی یہی سکھایا کہ انسانیت کے ناطوں کو مضبوط کرنا چاہیئے، انسانیت کے رشتوں کو مضبوط کرنا چاہیئے۔ ہر ایک ان کا گرویدہ تھا۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں جو لوگوں نے مجھے تعزیت کے خطوط میں لکھے ہیں۔ مَیں ان کا ذکر کروں تو بہت لمبا قصہ ہو جائے گا۔

پھر حضرت میاں صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بڑے نپے تلے انداز میں، بڑے سوچ سمجھ کے بات کیا کرتے تھے، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو جماعتی روایات سے ہٹ کر ہو۔ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت ﷺ کے مقام کو نہ سمجھتے ہوئے ہو، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے بڑائی کی بُو آتی ہو، جس میں درویشانہ عاجزی کا فقدان ہو اور پھر اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو میری بات دور کر دے۔

ایک دفعہ کینیڈا میں کسی نے آپ سے درویشوں کی قربانیوں اور حفاظت مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ کی بڑی تعریف کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو امر واقعہ یہ ہے کہ ہم درویشوں نے قادیان کی حفاظت نہیں کی بلکہ قادیان کے مقامات مقدسہ اور وہاں کی جانے والی دعاؤں نے نہ صرف قادیان کی بلکہ اس کے رہنے والوں کی بھی حفاظت کی ہے۔

تو یہ ہے ایک مومن کی سوچ اور ادراک کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دعا کے مواقع مہیا فرمائے اور اپنے پیارے مسیح کی مقدس بستی کو ہر شر سے محض اپنے فضل سے بچایا۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے مقامات مقدسہ کے ساتھ ہماری بھی حفاظت فرمائی۔ کسی نے ایک تعزیت کا خط لکھا اس میں یہ فقرہ مجھے بڑا اچھا لگا، آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے مجاہدانہ شان سے درویشانہ زندگی گزاری اور حقیقت یہی ہے۔

پھر مالی تحریکات میں بھی حسب استطاعت خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ہر تحریک جو خلیفہ وقت کی طرف سے ہوتی تھی پہلے خود حصہ لیتے، پھر جماعت کو توجہ دلاتے تھے۔ ابھی وفات سے چند دن پہلے مجھے لکھا کہ مَیں نے خلافت جوبلی کے لئے ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا تھا اور میرے ذہن سے اتر گیا کہ اس کی ادائیگی کرنی ہے۔ بڑا معذرت خواہانہ خط تھا اور لکھا کہ الحمدللہ مجھے وقت پہ یاد آ گیا اور مَیں نے آج اس کی ادائیگی کر دی ہے اور یہ بھی حساب وفات سے چند دن پہلے صاف کر کے گئے۔ وصیت کا حساب ساتھ ساتھ صاف ہوتا تھا۔ زندگی میں جائیداد کا حساب بھی اپنی زندگی میں صاف کر دیا۔ اور 1/9 کی وصیت تھی۔ درویشوں کی خودداری کا واقعہ تو مَیں بیان کر چکا ہوں۔

خلافت سے تعلق کے بارہ میں دوبارہ بتاتا ہوں۔ کوئی حکم جاتا تھا، کوئی ہدایت جاتی تھی تو من وعن انہی الفاظ میں اس کی فوری تعمیل ہوتی تھی۔ یہ نہیں ہوتا تھا، جس طرح بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ اگر کوئی فقرہ زیادہ واضح نہیں ہے تو اس کی توجیہات نکالنا شروع کر دیں گے۔ جس کے دو مطلب نکلتے ہوں تو اپنی مرضی کا مطلب نکال لیں۔ بلکہ فوری سمجھتے تھے کہ خلیفۂ وقت کا منشا کیا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا ہے باوجود بیماری کے خلیفۂ وقت کی طرف سے آمدہ ہدایت پر اگر ضرورت ہوتی تو خود جا کے تعمیل کرواتے۔ گزشتہ دنوں ڈیڑھ سال پہلے جو زلزلہ آیا، اس کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا۔ تو مسجد کی مرمتیں ہو رہی تھیں یہاں سے انجینئر جاتے رہے ہیں۔ وہاں کی زمین کی ٹسٹنگ (Testing) کے لئے کہ مزید کیا جائزہ لینا ہے، کھدائی کر کے دیکھنی تھی۔ یہ کام میاں صاحب کے بغیر بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن خود وہاں موقع پر پہنچے اور اپنی نگرانی میں یہ کروایا اور جو انجینئر یہاں سے گئے، بڑا ہنس کے پھر ان انجینئر صاحب کو میرے متعلق کہا کہ انہیں یہ بتا دینا کہ مَیں وہاں موجود تھا۔

یہ بتا دینا کہ مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا لیکن اس کے باوجود مَیں یہاں آ کے کھڑا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کوئی اظہار تھا کہ دیکھو مَیں بیماری کے باوجود یہاں آ گیا ہوں۔ احسان کے رنگ میں نہیں بلکہ اس لئے کہ خلیفۂ وقت کی دعائیں میرے ساتھ ہو جائیں گی۔ تو یہ تھا ان کا خلافت سے تعلق۔

گزشتہ دنوں چند ماہ پہلے باوجود بیماری کے کشمیر کا بڑا تفصیلی دورہ کیا اور ہر جگہ خلافت سے تعلق کے بارے میں لوگوں کو تلقین کی۔

پھر یہ ہے کہ لوگ آپ کو دعا کے لئے جو خطوط لکھتے تھے، آپ کے نام سے خطوط لکھے جاتے تھے لیکن اگر یہ سمجھتے تھے کہ ایسے خطوط خلیفہ وقت کے پاس جانے چاہئیں تو یہاں بھجوا دیا کرتے تھے تاکہ ان لوگوں کے لئے دعا ہو جائے اور یہاں سے بھی جواب چلا جائے۔ مجھے انہوں نے لکھا کہ پچھلے دنوں میں بیماری کچھ زیادہ ہو گئی تھی، صحیح کام نہیں ہو رہا اس لئے کچھ عرصہ کے لئے کسی کو مقرر کر دیں، ایک ذمہ داری سپرد کر دیں۔ اس پر مَیں نے ان کو لکھا تھا کہ کسی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض کام ہیں جس سے چاہے لے لیا کریں، ناظر اعلیٰ آپ ہی رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کہ اس کے بعد اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی یہ کام کرتے رہے ہیں اور ایک معاملے کی رپورٹ ابھی چند دن پہلے مجھے ان کی وفات کے بعد آئی، اس پر ان کے دستخط تھے اور 25 اپریل کی تاریخ تھی۔ یعنی اس وقت بھی جس دن یہ ہسپتال داخل ہوئے ہیں اور شدید انفیکشن تھی، بخار 05-104 تک پہنچا ہوا تھا۔ لیکن وہ ساری رپورٹ دیکھی اور اس پر دستخط کئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرزند اور آپؓ کی نشانی کے درجات بلند فرمائے جس نے اپنے درویشی کے عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ قدرتی طور پر ان کی وفات کے ساتھ مجھے فکرمندی بھی ہوئی کہ ایک کام کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے،

اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔

تو فکرمندی تو بہر حال ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے سلوک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو دیکھ کر تسلّی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی طرح اپنے فضل سے یہ خلا بھی پُر فرمائے گا اور انشاء اللہ پہلے سے بڑھ کر قربانی کرنے والے سلطان نصیر عطا فرمائے گا اور فرماتا ہے۔

(اقتباسات از خطبہ جمعہ از سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، فرمودہ 4 رمئی 2007ء بمطابق 4 رہجرت 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن، برطانیہ) ☆☆☆

میری یادیں

(حضرت سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ مدظلہا العالی،
بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور)

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْــہُ رَبِّکَ ذُو الْـجَـلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝ یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والا ہے تیرا رب! جو جلال اور عزت والا ہے۔

لیکن جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی میں نمایاں قربانیاں کرے، جو دین اور دنیا کو فائدہ پہنچانے والی ہوں تو ایسی ہستیاں مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور اُنکی قربانیوں کو دیکھ کر اگلی نسل اُنکے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے آپ یکم اگست 1927 کو پیدا ہوئے اور اپنی زندگی وقف کر کے قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے 29 اپریل 2007 کو اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

14/اکتوبر 1952 کو انکی شادی خاکسارہ سے ہوئی یہ رشتہ بھی عجیب طرح طے ہوا کہ ابّا جان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی وفات سے چند ماہ قبل حضرت اماں جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے رشتہ لیکر آئیں۔ ابا جانؓ نے سنکر صرف یہ کہا کہ میری بیٹیاں حضرت خلیفۃ المسیح کے سپرد ہیں جو ان کا منشا ہو میں راضی ہوں۔ اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا۔

پارٹیشن کے بعد حضور کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر ۱۹۵۲ میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی۔ شادی کے دس دن بعد میرے کچھ کاغذات شیخوپورہ سے حاصل کرنے تھے جسکے لئے ہم شیخوپورہ گئے واپسی پر نصف رستہ میں حضور کی دوسری گاڑی ملی جس میں ان کی والدہ اور بھائی بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا خط ان کو دیا جس میں تحریر تھا کہ جہاں تمہیں یہ خط ملے واپس لاہور چلے جانا کیونکہ یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں یہاں روک لیا جائے گا اس لئے فوراً لاہور پہنچ کر جہاز کی سیٹ کراؤ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کرا کر بھی جانا پڑے تو چلے جانا کیونکہ اگر تم یہاں رہ گئے تو مجھے ڈر ہے کہ قادیان خالی نہ ہو جائے۔ حضور کی چٹھی پڑھ کر اطاعت کے ساتھ فوراً گاڑی مڑوالی اور لاہور کی طرف روانہ ہو گئے ایک غم تھا کہ جاتے ہوئے ابّا جان سے نہ مل سکوں گی یہ اُس بیٹے کی محبت تھی جو قربانی کر کے قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا اور چند دن کے لئے آیا تھا صبح ہوئی ابھی دس نہیں بجے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا لاہور پہنچ گئے۔ حضورؓ نے فوری طور پر میاں مظفر احمد صاحب کو بلایا جب معلوم ہوا کہ یہ صرف افواہ ہے۔ میاں مظفر احمد صاحب نے حضور کو تسلی دلائی کہ پانچ دن رہ گئے ہیں اپنے وقت پر قادیان جائیں۔ چنانچہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۲ کو یہ واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ حضورؓ خود ایئرپورٹ پر چھوڑنے گئے اور جب تک جہاز جاتا نظر آتا رہا دیکھتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو سکون مل گیا کہ قربانی کرنے والا بیٹا منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

خاکسار پاسپورٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد آپ کے ساتھ مارچ ۱۹۵۳ میں قادیان آئی۔ اُس وقت قادیان میں تھوڑی سی عورتیں تھیں آپ نے مجھے پہلی نصیحت یہی کی کہ دیکھو تم سب کو چھوڑ کر آئی ہو اب یہاں کے لوگ سب تمہارے بہن بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ محبت سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شامل ہونا الحمد للہ ان کی اس نصیحت پر عمل کیا اور کر رہی ہوں۔ آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور یہی سادگی اور خاکساری آپ مجھ سے بھی چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار۔ اُس کی عبادت میں شروع سے میں نے ان کو بہت با قاعدہ پایا۔ نماز با جماعت میں بہت با قاعدہ تھے۔ بہت لمبا عرصہ خود نماز با جماعت پڑھاتے رہے۔ رمضان المبارک میں نمازوں کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ ہر وقت با وضو رہنے کی عادت تھی۔ میرے سامنے ابتدا میں کئی بار مشکلات کے دن آئے لیکن آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ ایک موقع پر جب حکومت کا خیال تھا کہ درویشوں کو کالج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا جائے۔ مردوں اور عورتوں کو نصیحت کی پھر گھر آ کر کہنے لگے دیکھو ہو سکتا ہے یہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں لیکن تم نے ثابت قدم رہنا ہے دعائیں کرنی ہیں رونا دھونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کی اور درویشوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مشکلات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نظارے میں نے دیکھے۔

نماز با جماعت کے بعد ہمیشہ سنتیں اور وتر گھر آ کر پڑھتے سوائے وفات سے چند سال پہلے کے۔ تلاوت قرآن کریم اور نماز میں قرأت بڑی پیاری آواز سے کرتے۔ آخری بیماری میں بھی نماز با جماعت نہیں چھوڑی۔ بعض وقت تو مسجد سے آتے تو اتنا تھکے ہوتے کہ نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اب تم کھانا کھلاؤ مجھ میں طاقت نہیں۔ سفر میں ہمیشہ میں ساتھ رہی۔ مجھے ساتھ بٹھا کر نماز با جماعت پڑھتے۔ جس دن ہسپتال دکھانے لیکر گئے مغرب عشاء کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی۔ آپ کا طریق تھا کبھی زیادہ بیمار ہوں اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی ہو مجھے پاس بٹھا لیتے کہ تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اللہ اکبر کہتی رہنا کہیں میں سو نہ جاؤں۔ آخری نماز مغرب عشاء کی اسی طرح ادا کی۔ شادی کے بعد میرا ہر وقت بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتے تھے تمہیں نیشنیلٹی مل جائے تو سارے ہندوستان کی سیر کراؤنگا۔ پانچ سال کے بعد جب مجھے نیشنیلٹی مل گئی تو اپنے وعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ سارے انڈیا کی سیر کرائی۔ میرے علاوہ تینوں بچیوں کو ان کی شادی سے قبل سارے ملک کی سیر کرا کر ان کو بھجوایا۔ کہتے تھے ان کو یاد رہے کہ ہم کس ملک میں پیدا ہوئے کہاں رہے۔

آپ اپنے سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور تینوں بیٹیاں شادی ہو کر دوسرے ملک چلی گئیں۔ جب آتیں تو ان کا پیار دیکھنے والا ہوتا۔ پھر بیٹا بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔ آخری عمر میں ہمیشہ مجھے بار بار دعا کے لئے کہتے کہ دعا کرو جب میرا آخری وقت آئے میرے چاروں بچے میرے پاس ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ عزیزہ کوکب اسی دن پہنچی جب ہسپتال گئے ہیں۔ ساری دوپہر اُس سے باتیں کیں سب کا حال پوچھا۔ باقی بچے بھی دوسرے دن زندگی میں ہی پہنچ گئے اگر چہ ان کو ہوش نہیں تھا۔ میرے بارے ہمیشہ فکر کا اظہار کرتے الگ الگ بچوں کو نصیحت کی کہ میرے بعد امی کو کوئی تکلیف نہ ہو وغیرہ۔ مجھے بھی یہی نصیحت کی کہ قادیان نہیں چھوڑنا عہد کر لو یہیں رہنا ہے جیسے میرے ساتھ رہی ہو۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ بے ہوش ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حضور کا فون آیا۔ خود بات کی حضور نے دوائیاں بتائیں وہ لکھوائیں اس قدر خوش تھے حضور سے بات کر کے۔ پھر مجھے کہنے لگے تمہارے لئے بھی حضور نے دوائی بتائی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ حضور نے خود بات کی ہے۔ خوشی سے کہنے لگے ہاں حضور کا اپنا فون تھا۔

جب جون 1954 میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان اور بھارت کی لجنات کا کام خاکسار کے سپرد کیا اور پھر ایسے حالات میں جبکہ پارٹیشن کے بعد تمام جگہوں کا کام بالکل بند ہو چکا تھا۔ میں بہت گھبرائی کہ اتنا بڑا کام کس طرح کروں گی۔ لیکن آپ نے مجھے ہمت دلائی پھر کام کے طریقے آہستہ آہستہ سکھائے۔ یہ احساس نہ ہونے دیا کہ مجھے دفتری کام نہیں آتا قدم قدم پر مجھے کام سمجھا کر میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ان کے حوصلہ دلانے سے مجھے بھارت کا کام ۴۴ سال کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔

اب جب بیٹی عزیزہ علیم کے سپرد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پاکستان کی لجنات کا کام کیا تو آپ نے بہت دعائیں کیں مجھے بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ کہنے لگے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے لئے مانگتا تھا۔ اب بیٹی کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اچھے رنگ میں کام سنبھالنے کی توفیق دے۔

مہمان نوازی کا جذبہ بہت تھا۔ مجھے پہلے دن سے ہی تاکید کی کہ جب کوئی مہمان ملنے آئے خواہ مرد ہو یا عورت جو چیز گھر میں ہو بھجوا دیا کرو۔ گرمیوں میں خاص طور پر شربت بنواتے۔ خود شوگر کی وجہ سے نہیں پیتے تھے۔ مگر میرا بنا ہوا شربت پلانے کا شوق تھا۔ شادی کے بعد ابتدا میں پاکستان کا تو رستہ بند تھا غیر ملک سے جو بھی آتا دعوت پر بلاتے تھے اور کہتے کہ کھانا تم نے پکانا ہے۔ جلسہ سالانہ پر بھی غیر ملکی

احباب کو کھانے پر مدعو کرتے۔ جب ۱۹۹۲ میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو کہنے لگے باہر سے فلاں فیملی آئی ہے تمہیں ڈاکٹر نے چولہے کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا کرو کچھ پکوا کر مہمانوں کو بھجوادو۔ الحمد للہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سالہا سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامگاہ دارالمسیح کا کام کرنے کی خاکسار کو توفیق ملی۔ جلسہ سے قبل جب نیچے دارالمسیح کا بند حصہ کھول کر صبح سے رات تک صفائی کرتی۔ مہمانوں کے لئے بستر رکھتی تو بہت زیادہ کام کرتے دیکھ کر کہتے کہ جلسہ آتا ہے تو تمہیں اتنا کام کرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ طبیعت بیحد سادہ تھی۔ اکثر کہتے میرا کھانا میز پر رکھ دو میں دفتر سے آکر کھالوں گا۔ تم جلسہ کا کام کرو لیکن جب کھانا کھانے بیٹھتے تو مجھے بھی کھانے کے لئے اصرار سے بلاتے۔ چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ خصوصیت سے وصیت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ تھی۔ ہمیشہ خلیفۃ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی فوراً چندہ ادا کر کے کہتے دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کرے۔ صدقات کثرت سے دیتے۔ تین چار سال سے روزہ نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن رمضان شروع ہوتے ہی اپنا اور میرا فدیہ ادا کر دیتے میں کہتی میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزے رکھ رہی ہوں، کہتے فدیہ دینے سے اللہ تعالیٰ روزوں کی توفیق دیتا ہے۔

1991 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔ میں دہلی نہیں جاسکتی تھی۔ حضورؒ کا کھانا میں نے تیار کیا۔ جسے حضور نے بہت پسند کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حضور کے لئے کچھ کھانا ہر روز تیار کرنے کی ہدایت کی۔ حضور میرا پکا ہوا کھانا نہایت شوق سے تناول فرماتے۔

2005 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اور ماشاء اللہ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے افراد بھی کثرت سے تشریف لائے کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔ حضور کا باورچی آیا ہوا تھا لیکن حضور بھی یہاں سے گیا ہوا ڈش بہت پسند کرتے تھے۔ حضور جب واپس گئے تو ہم دونوں دہلی تک اور ایئرپورٹ تک چھوڑنے گئے۔

سفر پر جب بھی ہم جانے لگتے ان کا طریق تھا گھر میں جو بھی ہوتا سب کو بلا کر دعا کراتے صدقہ دیکر گھر سے نکلتے پھر کار میں بیٹھ کر دعا کراتے۔ اپنے کام کی ذمہ داری کو سب سے اہم سمجھتے۔ وقت پر دفتر جاتے۔ اگر کام ختم نہ ہو تو بعض اوقات تین چار بجے گھر آتے۔ ہاتھ میں فائلیں پکڑی ہوتیں اور رات کو بیٹھ کر اپنا کام مکمل کرتے۔ شادی کے بعد اپنے پرسنل خطوط حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ، حضرت چھوٹی آپا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو لکھنے کے لئے مجھے دیتے اب جبکہ آنکھ کے آپریشن کے بعد میرے لئے لکھنا مشکل ہوگیا تو ہمیشہ کہتے تھے تم میرا نصف کام بٹاتی تھیں۔ لیکن اب مجبوری ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تمہاری بینائی جلد ٹھیک ہو۔

لوگ اپنی امانتیں رکھ جاتے آکر مجھے کہتے میں بھی گواہ ہوں تم بھی گواہ رہنا فلاں کی یہ امانت ہے تم سنبھالو۔ اپنے خاندان والوں کی بیشمار امانتیں رقم کی صورت میں آپ کے پاس تھیں جو کوئی کچھ منگواتا اس کے لفافے میں حساب لکھ کر رکھ دیتے۔ وفات کے بعد الحمد للہ ساری واپس کی گئیں۔ حساب میں بہت پختہ تھے۔ ایک ایک پائی کا حساب لکھ کر رکھتے۔ بیوگان اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔ عید پر ان کے گھروں میں ملنے جاتے ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔

شکار کا بیحد شوق تھا۔ شادی کے بعد مختلف جگہوں پر جہاں شکار کو جاتے مجھے لیکر جاتے۔ بندوق بھی چلواتے۔ جب بچیاں ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتے۔ بچوں کو سائیکل چلانا، تیرنا، کار چلانی سب کچھ سکھایا۔ خود والی بال کے کھلاڑی تھے۔ ابتداء درویشی میں ان کی ٹیم نے کئی جگہ جا کر میچ جیتے۔ آخری عمر میں جب خود نہیں کھیلتے تھے نماز عصر کے بعد سیر کو نکل جاتے وہاں سے گراؤنڈ میں بیٹھ کر کھیل دیکھتے جس دن لڑکوں کا میچ ہوتا تو بہت شوق سے دیکھنے جاتے۔

جلسہ سالانہ ۲۰۰۶ کے بعد مجھے ٹھنڈ لگ جانے سے نمونیا ہوگیا۔ مجھے جالندھر ہسپتال میں داخل کیا۔ میرے پاس عزیزہ کوکب رہی۔ لیکن روزانہ صبح دفتر کا کام ختم کر کے مجھے دیکھنے آجاتے تھے اور شام کو واپس قادیان جاتے تھے۔ میری بیماری کے دوران خود بھی بہت سخت بیمار ہوگئے لیکن بار بار مجھے ہی کہتے تم اچھی ہو جاؤ لیکن اس بیماری کے بعد آپ کی صحت بہت کمزور ہوگئی لیکن باوجود اس کے 2008 کے کاموں کا آپ کو بہت احساس رہتا تھا۔

وفات سے آٹھ دن قبل پہلے دن کو تیز بخار چڑھا۔ پھر رات کو دوبارہ چڑھ گیا۔ صبح ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر ہسپتال لیکر گئے۔ صبح سے شام تک ٹیسٹ ہوتے رہے ڈاکٹر نے کہا کہ سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔ صرف ایک ٹیسٹ رہ گیا ہے۔ جو کل ہوگا لیکن رات آنے سے قبل شدید گھبراہٹ شروع ہوگئی۔ اُسی میں کھانا کھلانے کی کوشش کی لیکن دو لقمے میرے ہاتھ سے بہت مشکل سے کھائے۔ اس کے بعد یکدم شدید ہارٹ کا اٹیک ہوا اور کومہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ہوش نہیں آئی اور ۲۹ اپریل ساڑھے آٹھ بجے شام کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ مجھے پتہ چلا تو بے اختیار میرے منہ سے حضرت اماں جان کے سنے ہوئے الفاظ نکلے کہ میرے مولیٰ یہ تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن تو نہ چھوڑیو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے بہت صبر کیا۔ صبح ہی میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا بہت پیارا تسلی دینے والا فیکس ملا جس سے دل کو بہت سکون ملا اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے جو ہر دم ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں جو آپ کی وفات کے موقع پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے آپ کے اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ:

"وہ میرے دستِ راست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطانِ نصیر بنایا ہوا تھا۔"

اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وادخلہٗ الجنۃ وارفع درجاتہٗ فی اعلی علیین۔ آمین۔ ☆☆☆

(بشکریہ: رسالہ النصرت، لجنہ اماء اللہ بھارت)

محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب درویش

(ادارہ)

محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حرم ثانی حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کے بطن سے دسمبر 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ 1964ء میں آپ کی شادی حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ بھاگلپوری کے بھتیجے اور محترم میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے چچا زاد بھائی محترم مولوی عبد الباقی صاحب مرحوم کی صاحبزادی محترمہ طاہرہ صاحبہ سے ہوئی۔ 1969ء میں آپ کو پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی۔ اس وقت سے طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ گو درمیان میں آرام آجاتا رہا۔ لیکن بیماری گئی نہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عمر پانے والی اولاد میں سے آپ رحلت فرمانے والے پہلے فرزند ہیں۔

تقسیم ملک سے قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قریباً ہم عمر صاحبزادوں مرزا خلیل احمد صاحب۔ مرزا رفیع احمد صاحب۔ مرزا حفیظ احمد صاحب اور مرزا وسیم احمد صاحب کو مدرسہ احمدیہ میں دینی تعلیم کیلئے داخل کرایا اور چاروں ایک ہی کلاس کے طالب علم رہے اور زمانہ طالب علمی میں نمایاں علمی قابلیت رکھتے تھے۔

محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم تقسیم برصغیر کے معاً بعد کچھ عرصہ قادیان میں بطور درویش مقیم رہے۔ اور یہاں بطور ناظر دعوۃ و تبلیغ خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح ربوہ میں آپ کچھ عرصہ نائب ناظر خدمتِ درویشان رہے۔ 1971 میں مکہ معظّمہ کی زیارت کرنے اور عمرہ کرنے کی سعادت پائی۔ آپ کی وفات مورخہ 4 امان 1354 ہجری شمسی بمطابق 4 مارچ 1975 بروز منگل ساڑھے چھ بجے شام غروب آفتاب کے وقت جبکہ مغرب کی اذان ہو رہی تھی بعمر پچاس سال ربوہ میں ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆

ایک محبوب شخصیت حضرت میاں صاحب

(محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور واقعی ایک درویش صفت انسان تھے۔ باوجود یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اور دینی و دنیاوی لحاظ سے پُر وجاہت خاندان کے چشم و چراغ تھے اور حضور علیہ السلام کے پوتے اور حضرت المصلح الموعودؓ کے فرزند ارجمند تھے اور جہاں عظیم المرتبت باپ دادا کی طرف سے فارسی النسل تھے وہاں سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے ہونے کے باعث ننھیال کی طرف سے عرب خون آپ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔

اس قدر ذی وجاہت حسب ونسب کے علی الرغم سادگی کا یہ عالم تھا کہ جہاں آپ کو بٹھایا جاتا وہاں بیٹھ جاتے بلکہ بعض اوقات مسند کو ایک طرف رکھ کر عام فرش پر ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ نظارہ خاکسار کو آج تک یاد ہے جب وادی کشمیر کے ایک سفر میں بانڈی پورہ والوں نے ایک بڑے کمرے میں جیسا کہ وہاں رواج ہے قالین وغیرہ سے فرش کو مزین کر کے دیوار کے ساتھ ساتھ تکیے لگا رکھے تھے۔ اور درمیان میں گدیلہ اور تکیوں سے خوبصورت مزین مسند حضرت میاں صاحب کے لئے تیار کر رکھی تھی۔ آپ جب تشریف لائے تو مسند چھوڑ کر دیوار کے ساتھ لگے تکیہ سے ٹیک لگا کر سب ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے کچھ دیر بعد ہمارے ایک سینئیر مولانا تشریف لائے جو بے شک حضرت میاں صاحب سے عمر میں بڑے تھے اور بے تکلف تھے السلام علیکم کہہ کر کمرے میں داخل ہوئے اور سیدھے مسند پر جا بیٹھے۔ بہر حال ان کی بے تکلفی کا بھی ایک رنگ تھا لیکن حضرت میاں صاحب کی کمال سادگی کا بھی ایک رنگ تھا۔ نوعمر خدام بھی سفر یا کسی پکنک وغیرہ کے دوران آپ کی شخصیت سے مرعوب ہوکر دور جا کر بیٹھے چھپتے نہ پھرتے تھے بلکہ آپ کی نرم خو طبیعت اور مزاح سے محظوظ ہو نے کے لئے قریب سے قریب تر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

خاکسار 1962ء میں حیدر آباد سے مدرسہ احمدیہ میں حصول تعلیم کی غرض سے قادیان آیا جبکہ اس وقت حضرت میاں صاحب ناظر تعلیم تھے اور اپریل 2007ء میں آپ کی وفات تک جب کہ آپ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے منصب پر فائز تھے گویا کہ 45 سال تک آپ کی رہنمائی دعاوں اور الطاف کریمانہ کا مورد بننے کا موقع ملتا رہا۔

تعلیمی دور میں گرمی کے دن تھے مسجد مبارک کی چھت پر مغرب کی نماز کے انتظار میں حضرت میاں صاحب چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ خاکسار پنکھا جھل رہا تھا۔ ان دنوں میری صحت کچھ زیادہ ہی کمزور ہوگئی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی کمزور لگ رہے ہو۔ پھر گھر بلایا تفصیل پوچھی احتیاطی تدابیر بتائیں ادویات گھر سے لاکر دیں کچھ عرصہ بعد ایک اور دوائی دے کر فرمایا یہ انتڑیوں کی تکلیف کے لئے مفید ہے میں نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت میں ایک 20/21 سال کا ادنیٰ طالب علم تھا۔ پھر جب آپ ناظر دعوت تبلیغ مقرر ہوئے تو بطور نائب صدر اور پھر جب آپ ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے تو بطور ناظر دعوۃ تبلیغ اور متعدد مرتبہ بغور قایم مقام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی خدمت کے دوران مختلف حیثیتوں سے آپ کے رابطہ میں رہا۔ اور آپ کے اخلاق کریمانہ وسعت حوصلہ، عالی ظرفی اور ستاری وچشم پوشی سے فیضیاب ہو نے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ۔

کئی سفروں میں آپ کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملتا رہا۔ قادیان کی حدود سے باہر نکلتے ہی کسی نہ کسی بہانے سب سے پہلا کام یہ کرتے کہ تکلف اور حجاب کو بڑی حکمت سے دور فرما دیتے جس کے نتیجہ میں سفر کے تمام ساتھی بعض دفعہ اس قدر بے تکلف ہو جاتے کہ آپ کے عالی منصب کا بھی خیال نہ رہتا۔ اور جب سفر سے واپس آجاتے تو پھر وہی ادب و احترام کا خیال غالب آجاتا۔ ستاری اور چشم پوشی کا وصف تو بہت ہی غیر معمولی تھا توجہ بھی دلاتے تو بڑی نرمی اور آہستگی کے ساتھ۔ تاکہ کام کرنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس نتائج سے ہو نہ کہ زور زبردستی سے۔ اور یہ وصف کمزور کارکنوں کی ٹریننگ اور تربیت میں ممد و معاون ثابت ہو۔ کیونکہ نہایت حوصلہ کے ساتھ عہدہ داروں کو اپنے کام کو کرنے کا موقعہ دیا کرتے اور بار بار ٹوکنے کی عادت نہ تھی اور یوں لگتا تھا کہ بغیر ڈوری کے تالاب میں پھینک دیا ہے۔ تاکہ خود ہی اپنے زور بازو سے تیرنا سیکھیں اور جب کوئی ڈوبتا نظر آتا تو ڈوری کھنچتے تب پتہ چلتا کے ڈوری کا سرا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

خلافت سے وابستگی اور اطاعت کا بھی مثالی رنگ تھا حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ کے والد ماجد تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ آپ کے بڑے بھائی تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بھی آپ کے بھائی تھے لیکن عمر میں کچھ چھوٹے تھے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رشتہ میں آپ کے بھانجے ہیں اور حضور انور بھی ذاتی خطوط میں ''پیارے ماموں'' سے یاد فرماتے ۔۔۔ لیکن کیا مجال کہ دربار خلافت میں غائبانہ یا حاضری میں بے ادبی تو دور کی بات ہے بے تکلفی کا بھی رنگ پایا جاتا ہو۔

1991 کی بات ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ قادیان تشریف لائے تو اس وقت اطاعت اور خلافت کے رعب سے آپ کی کمر دہری ہوئی جا رہی تھی آپ اس وقت ناظر اعلیٰ کے ساتھ ناظر دعوۃ وتبلیغ بھی تھے۔ جلسہ گاہ میں حضورؒ کے خطاب کے وقت بجلی چلی گئی اور جرنیٹر چلانے میں ذرہ سی دیر ہوگئی۔ خاکسار نائب ناظر دعوت تبلیغ بھاگا پھر رہا تھا لیکن ساتھ دیکھا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم بھی میرے ساتھ ہی نہایت متفکر اور دعا گو کھڑے ہیں الحمد للہ کہ تھوڑی دیر میں یہ پریشانی دور ہوگئی۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تب بھی آپ کی حالت قابل دید تھی 1991ء میں تو آپ کی صحت اچھی تھی لیکن 2005ء میں عمر کے لحاظ سے ضعف آچکا تھا۔ چلنے پھرنے میں دقت تھی لیکن حضور انور جہاں بھی تشریف لے جاتے پیچھے پیچھے آپ بھی اپنے آپ کو گھسیٹے ہوئے لئے چلے جاتے اور جہاں کوئی استفسار حضور انور فرماتے تو فوراً وضاحت کے لئے آگے تشریف لے آتے۔

حضور انور اس موقعہ پر مکان حضرت اُم طاہر کے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے اور حضرت میاں صاحب کی رہائش مشرقی جانب مکان حضرت اُم ناصر میں تھی درمیان میں بس ایک ڈیوڑھی اور صحن تھا۔ خاکسار نے ایک معاملہ میں فوری رہنمائی کے لئے عرض کی کہ آپ ذرہ حضور انور سے پتہ کر کے بتادیں۔ آپ نے بتایا کہ میں تو اس حصہ میں بلا اجازت نہیں جاتا، البتہ پیغام بھجوا دوں گا۔ اس قدر حد ادب کا لحاظ تھا۔

حضور انور جب خطاب کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو آپ کو بخار تھا اس کے باوجود استقبال کے لئے صف بستہ کھڑے رہے۔ حضور انور کے دست مبارک کو جھک کر بوسہ دیا تو حضور انور نے خلافت کی مشفقانہ شان اور ساتھ ہی محبت سے آپ کے کوٹ کے بٹن کو بند کرتے ہوئے فرمایا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کو نہیں آنا چاہیے تھا۔۔۔ پھر اس جلسہ میں آپ باوجود بخار کے تقریر کیلئے آمادہ و تیار تھے۔ حضور انور نے حکماً روک کر تقریر دوسرے کے سپرد فرمائی۔ گویا خلافت کے ہاتھوں میں آپ مٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض کہ بہت خوبیوں کے جامع وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں آپ کے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آپ کی روح مبارک ہماری طرف سے شاد ماں رہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ☆

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں......!

سوئے جنت چل دیا محمود کا لختِ جگر
دین کا سچا مجاہد وہ ولی درویش تھا
جان و دل سے وہ خلافت پر فدا تھا ہر گھڑی
مونس وغم خوار تھا وہ سب غریبوں کے لئے
قادیاں کے باسیوں کے واسطے اِک ڈھال تھا

عاشقِ دینِ محمدؐ احمدیت کا گُہر
دارِ مہدی میں گزارے جس نے سب شام وسحر
وہ خلافت کی حمایت میں رہا سینہ سپر
ہر کسی کے واسطے اُس کا کھلا رہتا تھا دَر
باپ کی مانند شفقت کی تھی ہر اِک پر نظر

(خواجہ عبدالمومن اوسلو۔ ناروے)

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش

(مکرمہ طیبہ صدیقہ ملک صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ قادیان)

خاکسار کے والد محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ مرحوم درویش قادیان مؤلف اصحابِ احمدؑ مورخہ 11 جنوری 1913ء کو منٹگمری (موجودہ ساہیوال پاکستان) میں حضرت ملک نیاز محمد صاحب صحابیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئے۔آپ اپنے سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔آپ 1922ء میں تقریباً نو سال کی عمر میں حصولِ تعلیم کیلئے قادیان آئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔آپ نے مولوی فاضل، منشی فاضل اور ایم۔اے کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران 1936ء میں آپ نے ایم اے عربی میں گولڈ میڈل بھی حاصل کیا۔آپ واقفِ زندگی تھے۔

آپ نے تمام عمر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں گزاری اور کئی اہم جماعتی عہدوں پر خدمت بجا لاتے رہے اور بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ،لیکچرار جامعہ احمدیہ، ناظم جائیداد، لائبریرین، ایڈیٹر بدر، وکیل المال تحریک جدید، وکیل اعلیٰ تحریک جدید، ناظر تعلیم۔،ناظر ضیافت، ناظر امور عامہ،سیکرٹری بہشتی مقبرہ، مختار عام صدر انجمن احمدیہ، انچارج وقفِ جدید، متعدد بار قائمقام ناظر اعلیٰ وامیر مقامی اور ناظر اعلیٰ وامیر مقامی کی حیثیت سے خدمت کی سعادت پائی۔ آپ ممبر صدر انجمن احمدیہ وانجمن تحریک جدید و انجمن وقفِ جدید بھی رہے۔اورتحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں بھی آپ شامل تھے۔

مکرم والد صاحب نے فروری 1938ء سے 15 اپریل 1941ء تک حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمت سرانجام دی۔گویا سال جوبلی اور جلسہ جوبلی کے وقت میں اس خدمت پر مامور تھے اور جلسہ سالانہ پر آمدورفت کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ آمدورفت اور اسٹیج پر پاس حاضر رہنے کی سعادت ملی۔ الحمدللہ۔تاریخ احمدیت کی جلدوں میں اور صدسالہ جوبلی کے ایک دو سووینئرز میں حضرت مصلح موعودؓ کی جلسہ گاہ سے نکلتے ہوئے ساتھیوں سمیت تصویر شائع ہوچکی ہے جس میں مکرم والد صاحب مرحوم پیچھے پگڑی پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ اُن دنوں والد صاحب پگڑی پہنا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1938ء میں حیدرآباد دکن کا سفر اختیار کیا تھا۔حضور کا یہ مبارک سفر ایک رؤیا کی بنا پر تھا اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ریاست حیدرآباد جو مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد مسلمانانِ ہند کی تہذیب و تمدن اور علم وفن کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا جائے اور عام مسلمانوں کی بہبود اور جماعت احمدیہ دکن کی تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ کی عملی تدابیر سوچی جائیں۔اس سفر کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ حیدرآباد دکن اور آگرہ کی قدیم تاریخی یاد گاروں اور عمارتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد جب حضورؓ نے دِلی میں غیاث الدین تغلق کا تعمیر کردہ قلعہ ملاحظہ فرمایا تو حضور پر عالمِ روحانی کے انکشاف کی ایسی زبردست تجلی ہوئی کہ آپ کی زبان پر بے ساختہ جاری ہوگیا۔’’میں نے پالیا۔میں نے پالیا‘‘۔

اِس مبارک سفر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہمراہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ، حضرت سیدہ اُم متین صاحبہ اور صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ تھیں۔مکرم والد صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے شامل سفر تھے۔اس سفر کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ قادیان سے یکم اکتوبر 1938ء کو روانہ ہوئے۔3/اکتوبر کو سندھ پہنچے پھر کراچی سے ہوتے ہوئے اسی روز بحری جہاز سے بمبئی پہنچے۔ بندرگاہ پر جماعت احمدیہ بمبئی نے حضورؓ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مکرم والد صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ’’ بمبئی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بار خود ہی ایک ہوائی جہاز کے پانچ ٹکٹ خریدے چار اپنے خاندان کیلئے اور ایک میرے لئے۔ وہاں جو مختصر وقت میں بمبئی کی سیر کرانی تھی۔ صرف پانچ ہی سیٹیں تھیں۔ میں ہوا باز کے پاس سیٹ پر تھا۔اور حضور اقدس اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ پیچھے تشریف فرما تھے۔تیرہ صد پچاس فٹ تک جہاز نے اڑان کی تھی۔اور نصف گھنٹہ کے قریب صرف ہوا تھا‘‘۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت حیدرآباد دکن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ چند دن تک بمبئی میں فروکش رہنے کے بعد بذریعہ ریل 19 اکتوبر 1938ء کو روانہ ہوکر 20 اکتوبر صبح ساڑھے آٹھ بجے حیدرآباد کے مضافاتی ریوے اسٹیشن بیگم پیٹھ پر رونق افروز ہوئے۔ مکرم والد صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ’’ الٰہ دین بلڈنگ میں پہنچنے کے بعد حضور نے دو کاروں میں حیدرآباد شہر کا چکر لگایا۔حضور کی کار میں حضرت سید بشارت احمد صاحب وکیل، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب اور حضرت سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین صاحب اور سیٹھ محمد اعظم صاحب تھے۔خاکسار اور دیگر احباب دوسری کار میں تھے۔حضورؓ نے ایک دفعہ ایک رؤیا دیکھی تھی کہ حضورؓ نے اس شہر کا چکر لگایا ہے اور معائنہ کیا ہے۔اس بنا پر حضور نے یہ چکر لگایا تھا‘‘

(ماخوذ از تاریخ احمدیت حیدرآباد، دکن)

حیدرآباد سے رخصت ہوکر حضرت امیر المؤمنینؓ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔مکرم والد صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ آگرہ سے ایک دو اسٹیشن قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ چونکہ تاج محل کو چاندنی میں دیکھنا ہی اصل دیکھنا ہوتا ہے۔اس لئے بہت جلد ٹیکسی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہاں اُترتے ہی خاکسار نے انتظام کردیا۔حضور مع خاندان کے تاج محل کو تشریف لے گئے اور خاکسار ایک ہوٹل میں سامان لے گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق کھانے کا آرڈر دیا اور پھر تاج پہنچ گیا۔پھر وہاں سے حضور قلعہ دیکھنے تشریف لے گئے پھر ہوٹل سے کھانا لیا اور تمام لوگ مع حضور فتح پور سیکری ٹیکسیوں میں گئے اور ایک آدمی بھی ساتھ لیا جو اس دوران ان لوگوں کے معمول کے مطابق ہر طرح کے قصے بیان کرتا رہا۔وہاں دیوانِ خاص وغیرہ کی عمارت کے اُوپر ہی کھانا کھایا گیا۔

حضور نے حضرت سلیم چشتیؒ کے مزار پر دعا فرمائی اور مزار سے باہر نکل کر حضور کے فرمان پر اُن مجاوروں کو چند روپے خاکسار نے دیئے۔ وہاں سے فارغ ہوکر حضور ہوٹل میں تشریف لائے ظہر وعصر نمازیں پڑھائیں جن میں مقامی احباب بھی شامل ہوئے اور ایک یا دو احباب نے بیعتیں بھی کیں۔مجھے ارشاد فرمایا کہ پہلے جاکر حضور اور حضور کے خاندان کیلئے سیکنڈ کلاس میں سیٹیں دہلی کیلئے ریزرو کروالوں۔حضور کے حسبِ منشاء انتظام کردیا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت حیدرآباد دکن)

آپ کو حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ ام طاہرؓ کو بھی قریب سے دیکھنے سننے کا موقعہ ملا اور اسی طرح آپؓ کی سوانح حیات کو کتابی شکل میں تابعین اصحاب احمد جلد سوم میں قلمبند کرنے کا اعزاز ملا۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ خاکسار قریباً ساڑھے تین سال پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمات سرانجام دیتا رہا ہے۔سفر وحضر میں سیدہ موصوفہ (والدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) سے واسطہ پڑتا تھا۔ دھرمشالہ میں 1939ء میں کئی ماہ قیام رہا۔ ہمارے کسی ساتھی نے جو بوجہ یتیم ہونے کے بچپن سے حضورؓ اور سیدہ موصوفہ کے الطاف کا مورد تھا اور کھل کر بات کر لیتا تھا بغیر میرے علم ومنشا کے یہ بات پہنچائی کہ مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد کئی روز سے ہمارے لئے سالن باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ صلاح الدین اتنے دن سے پیاز کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے۔ سیدہ موصوفہ شفقت کے باعث سخت ناراض ہوئیں کہ مجھے اتنے دنوں سے کیوں اطلاع نہیں دی تا میں انتظام کرتی جو لوگ دماغی کام کرتے ہیں۔ان کو کھانا بھی اچھا نہ ملے تو کام کیوں کرسکیں گے؟۔

خاکسار نے جب ہوش سنبھالی تو والد صاحب مرحوم کو سلسلہ کے کاموں اور تصانیف کے کاموں میں ہمہ تن مصروف ہی پایا اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ واقعی آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت دین کیلئے وقف تھا کیونکہ آپ نے اپنی تمام عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کے مطابق خدمتِ دین میں صرف کردی اور درویش کا لقب پایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔چند کا ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ والد صاحب مرحوم نمازوں کو باقاعدگی سے بروقت ادا کرتے اور اسی طرح تہجد اور نوافل کے بھی پابند تھے۔ بلکہ اذان ہوتے ہی گھر میں موجود ہر چھوٹے بڑے افراد کو نماز ادا

کرنے کا کہتے اور مسجد چلے جاتے اور مسجد سے آکر ضرور دریافت کرتے کہ نماز ادا کی یا نہیں۔ اگر نہیں کی ہوتی تو اپنے سامنے پڑھواتے یہ طریق آپ کا آخر عمر تک رہا۔

دُعاؤں پر آپ کو کامل یقین تھا ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے کام کیلئے بھی خود دُعا کرتے اور گھر والوں کو بھی دُعا کیلئے ضرور کہتے۔ کبھی بھی کسی مشکل اور پریشانی سے فکرمند ہوتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی مایوس ہوتے۔ جہاں مشکل آئی فوراً دُعا میں مصروف ہوگئے۔ اکثر لوگ آپ کو دعا کے لئے کہتے اور خطوط بھی آتے۔ آپ ان سب کے لئے یاد دہانی سے دعا کرتے اور ہمیں بھی کہتے کہ فلاں کو یہ پریشانی ہے دعا کرو۔ اگر کسی کا کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ہوتا تو کہتے کہ فلاں مشکل میں ہے ان کے لئے دُعا کرو۔ بچپن میں ہی دُعا کی اہمیت دل میں پیدا کردی ایک بار میں نے والد صاحب سے پوچھ لیا کہ آپ سب دعا کے لئے کہنے اور لکھنے والوں کو کیسے یاد رکھتے ہیں آپ نے مجھے ناموں کی فہرست دکھائی جو کہ آپ گدے کے نیچے رکھتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ میں نفل سے قبل دیکھ لیتا ہوں اور پھر یاد بھی ہوجاتا ہے کیوں کہ آپ بہت ذہین دماغ کے مالک تھے۔ یہی نہیں کہ دُعا کرلی بلکہ جن کے لئے دعا کی ان کی اطلاع بھی لیتے کہ انکی مشکل دور ہوئی یا نہیں۔

قرآن مجید سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ آپ دن میں کئی بار قرآن مجید تفسیر سے پڑھتے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی قرآن مجید پڑھنے میں ناغہ نہیں کرتے اور ہمیں بھی باقاعدگی سے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید کرتے۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ کوئی بھی نیکی کرتے تو ساتھ ہم کو بھی اس کے کرنے کی تلقین کرتے۔ نظامِ خلافت سے دِل و جان سے وابستگی تھی کوئی بھی بات نظام جماعت کے خلاف نہ کرتے اور نہ ہی سننا پسند کرتے جہاں کسی نے کسی کے خلاف بات شروع کی وہیں ٹوک دیتے۔ دفتری امور ہوں یا کسی کی کوئی غیر مناسب بات ہو اس کا ذکر تک گھر میں نہ کرتے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کے ساتھ حد درجہ محبت اور عزت تھی۔ اکثر کے ساتھ آپ کی خط وکتابت تھی اور آپکی دعا کیلئے بھی لکھتے۔

خلیفہ وقت کے لئے بہت دعا کرنے والے اور کثرت سے خلیفہ وقت کی خدمت میں دعائیہ خطوط تحریر کرتے۔ غریبوں کی مدد اور بیماروں کی عیادت کا وصف آپ میں نمایاں تھا۔ وقت نکال کر ضرور عیادت کے لئے جاتے۔ بچپن میں اکثر آپ کے ساتھ بازار جانے کا موقعہ ملا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ہر بڑے چھوٹے کو سلام کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔

آپ بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ کھانے پینے، رہنے سہنے گویا کہ زندگی کے ہر پہلو میں آپ کی سادگی نظر آتی تھی۔ بچپن میں اکثر والدہ مرحومہ بیمار ہوا کرتی تھیں۔ تو آپ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ میں نے دیکھا کئی بار آپ بغیر سالن کے روٹی کھالیتے یا پھر پانی میں بھگو کر کھالیا کرتے۔ کھانے پینے یا گھریلو معاملات میں غصہ یا ناپسندیدگی کا اظہار کبھی نہیں کیا جو بھی چیز کھانے کو دی جاتی ضرور اس کی تعریف کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔ اپنے اہل وعیال سے بہت حسن سلوک کیا کرتے۔

اپنا ہو یا بیگانہ ہر ایک سے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ اسی طرح ہر چھوٹے بڑے امیر غریب سے یکساں طور سے عزت اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سے چھوٹوں کو بھی صرف نام لیکر نہیں بلکہ نام کے آگے صاحب لگا کر بلاتے۔ کسی کا گھر میں آنا انہیں بہت اچھا لگتا آنے والے کا بڑے جوش سے خیر مقدم کرتے۔ اُن کا اور ان کے رشتہ داروں کا بھی حال پوچھتے اور سلام کہتے، ہمیشہ ملاقاتیوں سے حال معلوم کرنے کے بعد اِدھر اُدھر کی فضول باتوں کی بجائے دینی وتربیتی امور کے متعلق ہی باتیں ہوتیں۔ چغلی، غیبت، تجسس سے پرہیز کرتے اور ہمیں بھی روکتے۔

آپ بہت مہمان نواز تھے۔ جلسہ سالانہ پر کثرت سے مہمانوں کو ٹھہراتے۔ تہجد میں اٹھکر والدہ صاحبہ کے ساتھ کام میں مدد کراتے۔ مکرم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان کا بیان ہے کہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ غریبوں کے ہمدرد، ہر ایک کی عزت، عاجزی و انکساری کے علاوہ بہت مہمان نواز تھے۔ ہر جلسہ سالانہ پر ضرور اپنے دوست احباب کو جو کافی تعداد میں ہوتے تھے چائے کی دعوت میں مدعو کرتے اور چائے کی میز پر صحابہ کرامؓ و بزرگان سلسلہ کے متعلق باتیں اور واقعات بتاتے اور ہم سے بھی پوچھتے۔

آپ نے کبھی اپنی تعلیم یا جماعتی عہدہ پر فخر نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ عاجزی و انکساری کے دامن کو تھامے رکھا۔ جب آپ ناظر اعلیٰ قادیان کے عہدہ پر خدمت کیلئے فائز ہوئے تو ہم نے مشاہدہ کیا کہ آپ نے کبھی اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ جتنی دیر اس عہدہ پر خدمت کی بہت زیادہ دعا کرتے ہوئے اور خدا کا خوف رکھتے ہوئے وقت گزارا اور گھر والوں کو بھی دعا کرنے کیلئے کہتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح رنگ میں اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق دے اور خلیفہ وقت کی توقعات پر پورا اُترنے کی توفیق دے۔

والد صاحب کو میں نے ایک لمحہ بھی بیکار بیٹھے نہیں دیکھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی دینی کام میں مصروف ہی پایا۔ وقت کی آپ بہت قدر کرتے اور ہمیں بھی وقت کی قدر کرنے کی نصیحت کرتے۔ بیماری میں بھی تصنیف کا کام کرتے جب تھوڑا آرام کرنے کو کہتے تو ہمیں کہتے کہ مرکر تو میں نے کام کرنے نہیں آنا۔ وقت کے پابند بھی بہت تھے۔ کہیں جانے کا پروگرام ہوتو آدھ گھنٹہ پہلے ہی تیار ہوجاتے۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی جہاں وقت ملتا کاغذ پین لیکر لکھنا شروع کردیتے۔

آپ بہت ذہین تھے یادداشت بہت تیز تھی۔ پارٹیشن اور پرانے واقعات یاد تھے اور اکثر سبق آموز واقعات سناتے رہتے تھے۔ دفتر کے امور کے بعد تصانیف کے علاوہ کثرت سے کتب سلسلہ، اخبار الفضل، اخبار بدر، اخبار الحکم، مشکوٰۃ، تاریخ، جنرل نالج اور ہر قسم کے اچھے رسالہ جات کا مطالعہ کرتے اور ان میں سے اچھی باتیں اور واقعات ضرور سناتے تاکہ ہمیں بھی مطالعہ کا شوق ہو۔ آپ خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ اچھا لطیفہ پڑھتے تو سناتے۔ بچوں سے بھی بہت خوش ہوتے۔ ایک بار ہماری بچیوں نے گڑیا گڑیا کھیلتے ہوئے اینٹوں کا چولھا بنا کر کاغذ جلا کر چائے بنائی جو نہایت کالی دھواں لگی تھی اور لاکر آپ کو دی اور آپ نے وہ چائے پی لی جس پر بچیاں بہت خوش ہوئیں۔ میں نے ہمیشہ نوٹ کیا کہ آپ اپنے بیگانے ہر ایک کے بچے کیلئے ایک ہی احساس رکھتے تھے۔ کسی غیر کے بچے کو بھی غلط بات یا کام کرتے دیکھتے تو فوراً روکتے۔

ہمارے بچپن کے وقت آپ اکثر جماعتی کاموں سے کئی کئی ماہ ہندوستان کے دورے پر رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز خیریت کا کارڈ تحریر کرتے اور آنے پر وہاں کے کلچر اور ایمان افروز واقعات سناتے۔

پڑوسیوں سے بھی آپ بہت حسنِ سلوک کرتے اور ان کے حقوق کا خیال رکھتے۔

آپ نے ہومیو پیتھک دوائیوں کا بہت ذخیرہ اپنے پاس رکھا تھا اور ہر کوئی آپ سے دوائی لینے آتا۔ آپ کسی کو انکار نہیں کرتے تھے۔ اکثر بچے بھی آپ سے دوائی لینے آتے۔ آپ بڑے پیار سے انہیں دوائی دیتے۔

اب خاکسار آپ کے ایک اہم کام کا ذکر کرتی ہے۔ جس کے بغیر یہ ذکر خیر تشنہ رہے گا۔ آپ کا یہ کام آپ کے اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار برکات سے نوازا یعنی ''اصحاب احمدؑ'' کی تصانیف کا سلسلہ۔ خاکسار اس اہم کام کا پس منظر بیان کرتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ اس اہم کام کیطرف پھیری۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جولائی 1949ء میں بمقام کوئٹہ فرمایا۔ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔اذکروا موتاکم بالخیر۔

عام طور پر اس کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ مُردوں کی برائی بیان نہیں کرنی چاہیئے وہ فوت ہوگئے ہیں اور ان کا معاملہ اب خدا تعالیٰ سے ہے۔ یہ معنی اپنی جگہ درست ہیں لیکن درحقیقت اس میں قومی نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے اذکروا موتیٰ بالخیر نہیں فرمایا بلکہ آپ نے موتاکم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی اپنے مردوں کا ذکر نیکی کے ساتھ کرو۔ جس کے معنی ہیں کہ آپ نے یہ صحابہ کرامؓ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں والد صاحب مرحوم نے 1952ء میں اصحاب احمد کے نام سے ایک رسالہ شائع کرنا شروع کیا۔ جس میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختصر حالات شائع کئے جاتے تھے اور رسالہ کا نام حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قمر الانبیاءؑ نے تجویز فرمایا تھا۔ بعد ازاں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰنؓ صاحب

قادیانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور سلسلہ کے بزرگان اور صحابہ کرامؓ نے ان سوانح کو مفصل اور کتابی شکل میں شائع کرنے کی تجویز اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ نے اصحاب احمدؑ۔ تابعین اصحاب احمدؑ۔ مکتوبات احمدیہ مکتوبات اصحابِ احمدؑ کے نام سے متعدد کتابیں تصانیف کیں۔

چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1955ء کے جلسہ سالانہ میں آپ کی اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"صحابہ فوت ہو رہے ہیں پچھلے لوگوں کو دیکھو باوجود یہ کہ ان لوگوں میں اتنا علم نہیں تھا۔ انہوں نے اس چیز کی بڑی قدر کی اور صحابہؓ کے حالات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں دس دس جلدوں میں لکھیں۔ ہمارے ہاں بھی صحابہ کے حالات محفوظ ہونے چاہئیں۔ ملک صلاح الدین صاحب لکھ رہے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں مقروض ہو گیا ہوں لیکن کم سے کم احمدیوں کو چاہیئے تھا کہ اپنے آبا کے نام یاد رکھتے۔ آپ لوگ تو قدر نہیں کرتے۔ جس وقت یورپ اور امریکہ احمدی ہوا تو انہوں نے آپ کو برا بھلا کہنا ہے کہ حضرت صاحب کے صحابہ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کے حالات بھی معلوم نہیں۔ وہ بڑی بڑی کتابیں لکھیں گے۔ جیسے یورپ میں بعض کتابوں کی بیس بیس چالیس چالیس پونڈ قیمت ہوتی ہے۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر لوگ ان کو خریدیں گے۔ مگر ان کا مصالحہ ان کو نہیں ملے گا۔ اور وہ غصہ میں آ کر تم کو بددُعائیں دیں گے کہ ایسے قریبی لوگوں نے کتنی قیمتی چیز ضائع کردی۔ بہر حال سوانح محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس جس کو کوئی روایت پتہ لگے اس کو چاہیئے کہ لکھ کر اخباروں میں چھپوائے کتابوں میں چھپوائے۔ اور جن کو شوق ہے ان کو دے تا کہ وہ جمع کریں اور پھر وہ جو کتابیں چھپوائیں انکو ضرور خرید لے اور اپنے بچوں کو پڑھائے"۔

(الفضل 16 فروری 1956ء)

حضرت مولانا شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اولین مورخِ احمدیت وبانی ایڈیٹر الحکم تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے یہ معلوم کر کے ازبس مسرت ہوئی ہے کہ عزیزم مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مولوی فاضل نے حالات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اشاعت کا آغاز کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میری ہمیشہ سے خواہش رہی ہے کہ حالاتِ صحابہ قلمبند ہوں۔ میں اس کی تحریک 1898ء سے کرتا آیا ہوں اور یہ اسلئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ چاہتے تھے اور میں جب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو پڑھتا اور ان کے محفوظ رکھنے میں ہمارے اسلاف نے جو کوشش کی ہے اس کو دیکھتا ہوں تو میں شرمندہ ہوتا کہ اُس زمانہ میں جب کہ پریس اور اشاعت کی سہولت نہ تھی انہوں نے کس محنت اور کوشش سے حالات کو جمع کیا اور محفوظ کر دیا۔ اس زمانہ میں جبکہ ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں ہم اس کام کو نہ کر سکے۔ اگرچہ میں اپنے قلب میں گونہ مسرت و اطمینان پاتا ہوں کہ الحکم کے ذریعہ اور الفضل میں بھی میرے قلم سے جلیل القدر صحابہ کے حالات شائع ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ بطور مواد کے ہیں اور میں چاہتا تھا اور چاہتا ہوں کہ بعض اکابر صحابہ کے تفصیلی حالات لکھوں اس لئے میں ہر اس کوشش کا احترام کرتا ہوں جو اس راہ میں کی جاوے میں عزیزم مکرم ملک صلاح الدین میں اس کی اہلیت کو محسوس کرتا ہوں۔ اور ان میں اس جذبہ اور جوش کو پاتا ہوں ۔ علاوہ ازیں وہ نوجوان ہیں فاضل اجل ہیں۔ ریسرچ کا شوق ہے وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ صلاح الدین صاحب اپنی ہمت بلند کریں اور اس کام کو اس نیت سے کریں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خواہش کو پورا کرتا ہے میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس خصوص میں میرا دماغی بوجھ مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے کم کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدینا والاخرہ۔

سلسلہ عالیہ کا قدیم خادم شیخ یعقوب علی موسس الحکم۔ (از اصحاب احمد جلد اوّل)

جماعت کی تاریخ کی تدوین، حفاظت اور اشاعت میں جن بزرگ ہستیوں کے نام تاریخ میں زندہ رہیں گے خوش قسمتی سے والد صاحب مرحوم کا نام بھی ان میں مذکور ہے "صدسالہ تاریخ احمدیت" بطرز سوال و جواب میں مندرجہ بالا ذکر صفحہ 357 میں چسپاں ہے۔ والدِ مرحوم نے تا عمر اصحابِ احمدؑ کے کام کو جاری رکھا۔ ماہ جنوری 2003ء میں علیل ہوئے اور مورخہ 2 فروری 2003ء کو بعمر 90 سال اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے غیر از جماعت لوگوں سے بھی بہت تعلقات تھے جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں غیر مسلم لوگ بھی جنازہ میں شامل ہوئے۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے تعزیتی مکتوب 3 فروری 2003ء میں تحریر فرمایا کہ:۔

"میں جانتا ہوں واقعی بزرگ سیرت، درویش صفت انسان تھے۔ علم و عرفان سے آراستہ تھے اور بڑے طویل عرصہ جماعت کی بے لوث خدمت کی سعادت پائی ہے"۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ ☆☆☆

محترم مولانا ابوالوفاء صاحب درویش

(ادارہ)

محترم مولانا ابو الوفاء صاحب 10 جنوری 1918ء کو کیرلہ کے ایک معروف سنی عالم موسی مسلیار کے گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا جان حسن حاجی مسلیار بھی اُس وقت کے مشہور عالم دین تھے۔ بچپن سے ہی آپ نے نہایت دیندار ماحول میں پرورش پائی۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں گہری واقفیت کے نتیجہ میں آپ کی نیک شہرت چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ جب آپ کی عمر 24 سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول حق سے نوازا۔ انتہائی متواضع، منکسر المزاج، صاف گو اور وسیع الظرف انسان تھے۔ مذہبی رواداری، غیرت دینی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہمیشہ جماعتی مفادات کو مقدم رکھتے تھے۔ تبلیغ دعوت الی اللہ میں اس قدر لگن کے ساتھ آپ نے محنت کی کہ آپ کے ذریعہ درجنوں جماعتیں قائم ہوئیں۔ مقرر، مباحث، مناظر، مباہل، مترجم، مضمون نگار، صحافی، قاضی سلسلہ کی حیثیت سے آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

1989ء میں کوڈیاتھور میں ہوئے مباہلہ کی حضور انور کی اجازت سے آپ کو قیادت کی توفیق ملی۔ آپ دعا گو، نہایت پابندی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے والے بزرگ تھے۔ درس قرآن اور حدیث میں خاص دلچسپی تھی۔ آپ کی شادی محترم مولانا عبد اللہ صاحب مرحوم کی بیٹی زبیدہ سے ہوئی تھی۔ جس سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ تینوں بیٹے مکرم رفیق احمد صاحب، مکرم شفیق احمد صاحب، اور مکرم وسیم احمد صاحب بیرون ملک برسر روزگار ہیں۔ اور جماعتی خدمات بھی بجا لا رہے ہیں۔ آپ زیر تبلیغ دوستوں کی مکمل رہنمائی کرتے تھے اور نبض شناس تھے۔

مکرم زین الدین حامد صاحب ناظم دارلقضاء بھارت آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"خاکسار کی مولانا ابوالفاء صاحب سے پہلی ملاقت 1980ء میں ہوئی تھی۔ اس وقت میں احمدی نہیں تھا۔ میں آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ آپ میرے تمام سوالات کا نہایت محبت کے ساتھ دلنشیں انداز میں جواب دیتے تھے۔ بالآخر وہ مبارک جمعہ بھی آ گیا جب میں نے بفضلہٖ تعالی مولانا صاحب کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل پایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔"

آپ مزید لکھتے ہیں کہ "بیعت کے بعد کم وبیش ایک مہینہ تک میں مولوی صاحب مرحوم کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ آپ نے اپنے خاندان کے ایک فرد کی طرح میرے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا سلوک فرمایا۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں کالیکٹ مسجد میں تھا دوپہر کے کھانے کے لئے مولوی صاحب مجھے لیکر قریب کے ممبئی ہوٹل لے گئے۔ اکٹھے کھانا تناول کیا۔ مولوی صاحب کی میرے سے اس قدر پدرانہ شفقت اور محبت کو دیکھ کر ہوٹل کے مالک نے استفسار کیا کہ مولوی صاحب! یہ آپ کے بیٹے ہیں؟ مولوی صاحب نے بڑے اطمینان سے جواب دیا "بیٹا تو نہیں مگر میں ان سے بیٹوں جیسی ہی محبت کرتا ہوں۔" دیکھئے کس قدر حقائق پر مبنی جواب تھا۔ یہ واقعہ دراصل نومبائین کے لئے آپ کے دل میں جو محبت کے جذبات موجزن تھے، اُس کا آئینہ دار تھا۔"

آپ 1/9 حصہ کے موصی تھے۔ آپ کی وفات 12 اکتوبر 2002ء کو کالیکٹ میں بعمر 84 سال ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا تابوت 15 اکتوبر 2002 کو قادیان میں لایا گیا اور محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ درویشان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

(مشکوۃ دسمبر 2003ء سے ماخوذ)

محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی درویش

(ادارہ)

آپ 4 دسمبر 1906ء کو محترم میاں مہر الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے ۔ آپ کا خاندانی گھر مسجد مبارک کے قریب تھا۔ یعنی مسجد فضل کے متصل ۔ مسجد فضل آپ کے والد صاحب نے بنوائی تھی۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلفہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے صفحہ 172.173 پر درج ہے کہ

’’مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں سے پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اور اب تک اس کا خاندان خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہے۔۔۔ حضرت مسیح موعودؑ متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اسکی عیادت کو تشریف لے گئے۔۔۔ آپ نے خود ان کا نماز جنازہ پڑھا اور اس کے اخلاص اور وفادارنہ سلوک کے تعلق کا ذکر کرتے رہے۔ اس کا خاندان احمدی تھا اس کے بڑے بیٹے میاں مہر الدین مرحوم کے ساتھ اسی محبت اور پیار سے پیش آتے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے سے‘‘

مولوی صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مَیں اپنے بچپن میں دارالمسیح میں جاتا تھا۔ لیکن اس وقت حضور کو دیکھا ہو یہ مجھے یاد نہیں (حضورؑ کی وفات کے وقت مولوی صاحب کی عمر اڑھائی سال کی تھی)

مولوی صاحب نے تمام مضامین میں میٹرک پاس کیا پھر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پھر محنتِ شاقہ سے کمال حاصل کیا۔ مختلف کاموں میں آپ کو خدمتِ سلسلہ کی توفیق ملی۔ نومبر 1929ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے مدرس متعین ہوئے 1937 یا 1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے آپ کے سپرد یہ کام کیا کہ حضورؓ کا درس القرآن صاف کر کے پیش کیا کریں۔ چنانچہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل یہ درس نہایت محنت اور عرقریزی سے تیار کر کے پیش کرنے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی اور حضورؓ نے پہلی بار اس مسوّدہ کے بارے وصولی کے دستخط کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا ۔ 1940ء یا 1941ء میں مدرسہ احمدیہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے چار فرزندان کو تعلیم دینے والے اساتذہ میں سے ایک آپ بھی تھے اور حضور رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر مرحوم نے ان صاحبزادگان کو مسجد مبارک میں زائد وقت پڑھانے کی سعادت بھی پائی تھی۔ جن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی تھے۔

تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے دوراندیشی سے قادیان کی مرکزی حیثیت کی فعالیت کے لئے ایک ہدایت یہ جاری فرمائی کہ سلسلہ تعلیم دین کے جاری رکھنے کیلئے فلاں فلاں چند علماء قادیان میں قیام رکھیں گے ان میں مولوی صاحب کا نام اپنے علمی کمال کے باعث گل سرسبز کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ 1956ء میں آپ انچارج مبشرین کلاس مدرسہ احمدیہ مقرر ہوئے اور چند دن میں ہی آپ کا عہدہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ و مدرسہ تعلیم الاسلام متعین ہوا۔ ہندوستان کی نئ پود میں سے مبلغین آپ سے شرف تلمذ رکھتے تھے بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ بھی آپ ہی تھے اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کی چند ابتدائی جماعتیں شروع ہوئی تھیں ۔ ایک دو سال بعد مدرسہ تعلیم الاسلام کا کام بڑھ جانے پر اس کا انتظام الگ کر کے کسی اور کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ آپ کی ممتاز قابلیت کے باعث آپ کو مئی 1965ء سے سلیکشن گریڈ دیا گیا 4 دسمبر 1966ء کو ساٹھ سال کی عمر پورا ہونے پر آپ نے پنشن حاصل کی اور ہیڈ ماسٹری کی بجائے آپ کے علم سے اور رنگ میں استفادہ کی خاطر دوسرے روز سے آپ کو نائب ناظر تصنیف کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا اس منصب پر آپ نے بکثرت عالمانہ مضامین بدر کیلئے لکھے اور اعتراضات پر مشتمل دعوۃ وتبلیغ میں موصولہ خطوط کے جوابات بھی آپ ہی کی طرف سے دئے جاتے تھے۔ اس منصب پر قریباً سوا نو سال آپ نے اواخر اپریل 76 تک کام کیا چونکہ آپ کی صحت مزید دماغی کاوش کی متحمل نہ تھی اس لئے آپ کو بامرِ مجبوری اس کام سے سبکدوش کیا گیا۔

آپ کی نمایاں علمی شخصیت کی وجہ سے تقسیم ملک کے بعد آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر 1947 تا 1955 اور 1966 تا 1976 گویا اٹھارہ سال تک رہے 1977ء میں آپ نے اپنی ضعفِ صحت اور ضعفِ بصر کی وجہ سے رکنیت سے معذرت کر دی تھی ۔ آخر عمر میں جب نظر نے جواب دے دیا تو بعض چیزیں اہلیہ کو کہتے کہ پڑھ کر سناؤ۔ آخر عمر میں قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بہت دہراتے تھے اور قصیدہ اتنا یاد تھا کہ ایک مرتبہ سیدھا پڑھتے تھے پھر دوسری مرتبہ الٹی طرف سے یعنی 70 ویں اشعار سے شروع کرتے اور 1 پر ختم کرتے تھے۔

آپ کو تفسیر قرآن ، علم حدیث، احمدیہ لٹریچر اور مذہب عیسائیت اور عقائد غیر مبائعین کے بارہ میں کامل عبور حاصل تھا ۔ آپ کے مضامین بدر میں بکثرت شائع ہوئے ہیں جو آپ کے نکتہ رس ، دقیق الفہم طبع ، وسعتِ علم ، بادلیل تحریر، مدعا پیش کرنے اور مد مقابل کے دلائل کے کامل ابطال کے شاہکار ہیں۔ مد مقابل کے لئے آپ کوئی راہِ فرار نہ چھوڑتے تھے آپ کے مضامین جامع و مانع ہوتے تھے۔

آپ کے ایک تبلیغی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے محترم بدرالدین صاحب عامل درویش مرحوم اپنی کتاب ’’وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ دوئم‘‘ صفحہ 73 میں لکھتے ہیں۔

’’1977 میں عیدالفطر پڑھنے مسجد اقصیٰ گئے ۔ بعد نماز عید وہاں پر دو پادری صاحبان آ گئے ۔ پھر کیا تھا۔ مولوی صاحب کو تو گویا شکار ہاتھ آ گیا ان سے گفتگو شروع ہوئی بیسیوں درویشوں کیلئے مباحثہ ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے کچھ کھانے کی حاجت نہیں۔ میں بس مسجد میں ہی عصر کی نماز تک رہوں گا۔ گھر میں اطلاع کر دیں۔ مولوی صاحب کا گھر میرے گھر کے عین سامنے ہے۔ چنانچہ آپ نماز عید ادا کرنے کے بعد سے نماز عصر تک ان پادری صاحبان سے گفتگو فرماتے رہے۔ اور احباب سنتے رہے۔‘‘

آپ کی بڑی بیٹی محترمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ اہلیہ مکرم محترم ناظر اعلیٰ صاحب قادیان اپنے والد محترم کے بارہ میں تحریر کرتی ہیں کہ:

والد محترم بتایا کرتے تھے کہ جب ان کے والد صاحب نے مجھے اسکول داخل کروانا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ بڑے بیٹے کو اسکول میں داخل کروایا تھا لیکن اس نے نہیں پڑھا ۔ اب اسے داخل کروانا ہے حضور اس کے لئے دعا کریں کہ یہ پڑھے۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضور نے اسی وقت موجود تمام احباب کے ساتھ دعا کروائی اور دعا کر کے فرمایا داخل کروا دیں پڑھ جائے گا۔ چنانچہ آپ نے دینی علم میں کمال حاصل کیا بتاتے تھے کہ جب میں ساتویں جماعت میں تھا تو اس وقت والد صاحب کی وفات ہوگئی بڑے بھائی نے کہا کہ پڑھائی چھوڑ کر میرے ساتھ کھیتی باڑی کے کام میں مدد دو میں اکیلا ہو گیا ہوں مگر میں نے ان کے اصرار کے باوجود انکار کر دیا اور پڑھائی کرتا رہا۔

آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ 1947ء میں حالات خراب ہونے پر سارے خاندان نے پاکستان ہجرت کر لی۔ صرف آپ اور آپ کی والدہ صاحبہ قادیان میں رہ گئے ۔ والدہ صاحبہ قادیان سے جانے پر کسی طرح راضی نہ ہوتی تھیں۔ آخر جب حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تمام عورتوں کے چلے جانے کا حکم ہوا تو آپ والدہ صاحبہ کو تیار کر کے اس جگہ پہنچے جہاں سے ٹرک روانہ ہوا کرتے تھے۔ ٹرکوں کا انتظام اور لوگوں کو بھجوانے کا انتظام کرنے والوں میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہوتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ میں وہاں کھڑا تھا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ الثالث نے مجھے پوچھا کہ مولوی صاحب جا رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جو حکم ہو۔ تب آپ نے لسٹ دکھائی کہ یہ دیکھیں قادیان میں رہنے والوں میں آپ کا نام ہے۔ بتاتے تھے کہ پھر میں نے والدہ محترمہ کو محترم جلال الدین صاحب شمس کے حوالے کر کے بھجوا دیا اور خود واپس آ گیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے درویشی نصیب فرمائی۔

آپ غرباء کی بہت خاموشی سے مدد فرمایا کرتے تھے اگر کسی کی خرابئ حالت کا علم ہوتا تو اکثر امی کو اس کے گھر بھیج دیتے ۔ میری بچیوں کو گود میں بٹھا کر بڑی دیر تک پیار کرتے اور دعائیں پھونکتے رہتے۔ بچیوں کی تربیت کا انتہائی خیال رکھتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے کہ میری بچی بہت رو رہی تھی اور ضد کر رہی

تھی میں نے کہا کہ یہ بہت ضدی ہوگئی ہے۔ کہنے لگے ضدی نہیں اولوالعزم ہے۔

میں نے بچپن سے والد صاحب کو رات دن مضامین لکھتے دیکھا یا تبلیغ کرتے دیکھا اگر کہیں سفر پر جا رہے ہیں تو تبلیغ کر رہے ہیں اگر ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں تو وہاں تبلیغ شروع ہے غرض کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ عیسائیوں کے لئے تو کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز اپنے بیوی بچوں اور ماں کے ساتھ قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ دیکھ رہا تھا جیسے ہی میری نظر پڑی میں ان کے پاس گیا اور تبلیغ شروع کر دی اور بتایا کہ مسیح موعودؑ یہاں مبعوث ہو چکے ہیں یہ بات سن کر اس شخص کی ماں نے مذاق اڑاتے ہوئے قہقہہ مارا اور کہا کہ مسیح کا نزول؟ اور یہاں؟ (انگلش میں بات ہو رہی تھی) اس پر میں نے جواباً کہا کہ

Jews laughed at first Masseh and you laughed at second Masseh what is the difference between you and Jews

اس بات کا اس پر ایسا رعب پڑا کہ کوئی جواب نہ دے سکی۔

خلافت سے والہانہ تعلق تھا۔ خلیفہ وقت کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے ان کی حفاظت کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے۔ 1974ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالث پاکستان اسمبلی میں 16 دن پیش ہو کر سوالات کے جوابات دے رہے تھے آپ زار و قطار رو رو کر حضور کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ پوچھنے پر کہ کیوں اس قدر پریشان ہیں جواب دیا کہ وہاں پر کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ جب تک صحت رہی اور سفر کے قابل رہے جلسہ سالانہ پر پاکستان جاتے رہے۔ پھر جب صحت کمزور ہوگئی اور سفر نہیں کر سکتے تھے تو جلسہ سالانہ ربوہ کے دنوں میں بے چین رہا کرتے تھے اور اکثر ربوہ کی اذان کو یاد کر کے ذکر کرتے تھے کہ کس طرح پہاڑوں سے اذان کی آواز ٹکرا کر دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کو دین کی خدمت کے لئے نصائح فرماتے تھے۔

آپ کے داماد محترم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"مولانا صاحب مرحوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید عالم تھے۔ خدمت دین کا بے پناہ جذبہ تھا۔ اپنی عمر عزیز کے بہترین سالوں میں قرآن و حدیث کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام پر عبور حاصل کیا۔ ہر کتاب کا مطالعہ اتنا گہرا تھا کہ ضروری حوالجات کے صفحے اور سطریں از بر تھیں۔

موازنہ مذاہب کے مضمون میں بھی خاصی مہارت حاصل تھی۔ بائیبل تو گویا یوں معلوم ہوتا تھا حفظ ہی کر لی ہے قادیان ہی میں رہا پادری صاحبان سے گفتگو کرتے دیکھا ایک مرتبہ ایک پادری صاحب کہنے لگے آپ کو اپنی کتاب کے حوالے نکالنے میں دیر لگتی ہے لیکن بائیبل کے حوالے فوراً نکال لیتے ہیں جب تک بینائی نے ساتھ دیا اشہب قلم کو دوڑاتے رہے اور خاص طور پر اخبار بدر کے کالموں اور انفرادی خط و کتابت کے ذریعہ عیسائیت کا مقابلہ کرتے رہے دوسری طرف پیغامیوں کے پاس بھی اب تک کئی لاجواب خطوط موجود ہیں۔

آپکے مضامین بہت علمی ٹھوس مواد پر مشتمل ہوتے مسائل کا استنباط۔ طرز استدلال بہت مضبوط اور مؤثر ہوتا جناب طالب شاہ آبادی ایڈیٹر رسالہ ھُما سے اکثر خط و کتابت رہتی وفات سے چند روز قبل بیماری کے ایام میں موصوف کا عیادت کے سلسلہ میں خط آیا تھا۔ پڑھ کر سنایا گیا تو فرمایا فوراً شکریہ کا خط لکھو۔

جب نائب ناظر تالیف و تصنیف کے عہدے پر فائز ہوئے تو پوری یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی مطالعہ اور مضامین تیار کرنے میں گزارتے رہے حتیٰ کہ جب نظر بہت کمزور ہوگئی تو ایک عدسی شیشہ محض اس غرض کیلئے کہ بعض حوالے تلاش کرنے یا نئے حوالے نوٹ کرنے ہوتے ہیں اپنے استعمال میں رکھتے رہے۔

1977 کی بات ہے جب جلسہ سالانہ کی تقاریر سنیں تو بعض نئے حوالے سننے میں آئے مجھے تاکید کی کہ فلاں تقریر میں فلاں حوالہ تھا وہ لکھ کر لاؤ اور میری نوٹ بک میں درج کر دو۔ ہمارے جیسے عاقبت نااندیش سوچتے کہ اب اس عمر میں حوالے جمع کر کے کیا کرنا ہے۔ لیکن جنہوں نے زندگی کی آخری سانس تک اسلام احمدیت کی خدمت پر کمر بستہ رہنے کی قسم کھائی ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ میری صحت کام کے قابل نہیں رہی۔ یا میری نظر کمزور ہوگئی ہے۔ اب حوالے جمع کر کے کیا فائدہ ہے۔

جولائی 1978 کی بات ہے موسمی تعطیلات میں پہلے میں نے تبلیغی و تربیتی وفد کے ساتھ کشمیر جانے کا پروگرام بنایا تھا اور یاری پورہ میرا حلقہ تجویز کیا گیا تھا۔ مولانا صاحب مرحوم نے جب یہ سنا تو فرمایا وہاں دو ایک غیر مبائعین رہتے ہیں ان سے پوچھنا میری اتنے صفحوں کی ایک چٹھی اور اتنے صفحوں کی دوسری چٹھی ابھی تک آپ کے پاس لاجواب پڑی ہے اور پھر فرمایا نوٹ بک اور قلم اور دفتر سے کتابچہ "ایک غلطی کا ازالہ" لیکر آجاؤ۔ خود چلنے پھرنے کے قابل نہیں اور نظر بھی پوری طرح کام نہیں کرتی اور میرے آنے تک اپنی اہلیہ محترمہ سے چند ایک کتابیں نکلوائیں اور تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ میں آ کر پاس بیٹھ گیا آپ ایک ایک کتاب پکڑاتے اور کہتے نکالو فلاں صفحہ اور خط کشیدہ سطریں پڑھو۔ نکالو فلاں صفحہ اور حاشیہ کی عبارت پڑھو۔ وغیرہ وغیرہ اس طرح آپ نے کئی کتابوں کے ضروری حوالہ جات نوٹ کروا دیئے۔

تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اگرچہ آپ کو باہر نکلنے کے مواقع بہت ہی کم میسر آئے لیکن جب بھی کہیں باہر جانا ہوتا "تذکرہ" "پیغام صلح" اور دیگر ضروری لٹریچر ساتھ رکھتے اور دھڑلے سے تبلیغ کرتے۔ اور پھر منوا کر ہی چھوڑتے۔ دینی مسئلہ پر گفتگو کرتے وقت ایک خاص جوش کی حالت ہوتی اور مضمون یوں آپ کے منہ سے نکلتا گویا اندر ایک مؤاج دریا موجزن ہے جس کی لہریں ایک کے پیچھے ایک آتی چلی جاتی ہیں۔ اور یہ سب آپ کی شبانہ روز محنت اور کثرت مطالعہ کا نتیجہ تھا۔

گھر میں بھی دنیوی باتوں سے زیادہ دینی باتیں ہوتی رہتیں۔ قرآن و حدیث کی باتیں ہوتی رہتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی عام فہم باتیں اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی سناتے اور سمجھاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی تاکید کرتے رہتے میری بیٹیوں کو پاس بٹھا کر سبق آموز کہانیاں اور چھوٹی چھوٹی دُعائیں یاد کراتے رہتے۔ کچھ عرصہ سے اپنی اہلیہ محترمہ کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ روزانہ حدیث کی کتاب "حدیقۃ الصالحین" کا کچھ حصہ سنایا کریں جس پر عمل ہو رہا تھا۔

آپ ذیابطیس کے مریض تھے۔ آخری بیماری کاربنکل کا پھوڑا تھا جو سر پر نکلا تھا۔ 16 دن زیادہ بیمار رہے۔ آپ کی وفات 28 ستمبر 1978 صبح سوا تین بجے ہوئی۔

وفات سے کچھ دن قبل آپ نے اپنی خواب بتائی کہ حضرت مصلح موعودؓ مجھے بلا رہے ہیں۔ اور میں تیزی سے اپنی چھڑی لیکر اور جوتی اور پگڑی پہنتے ہوئے کہتا ہوں حاضر ہوں۔ آپ کی اہلیہ اول سے دو بیٹے پاکستان میں تھے۔ بڑے بیٹے جوانی میں وفات پا گئے تھے۔ دوسرے بیٹے مظفر احمد 28 مئی 2010ء کے سانحہ لاہور میں مسجد دارالذکر میں شہید ہوئے۔ دوسری اہلیہ مونگھیر بہار کی باشندہ تھیں۔ جن سے دو بیٹیاں بشریٰ طیبہ اور مبارکہ طیبہ ہیں۔

(تلخیص ضمیمہ ہفت روزہ بدر قادیان 28 ستمبر 1978) ☆☆☆

محترم چودھری ظہور احمد صاحب گجراتی درویش

محترم چودھری ظہور احمد صاحب گجراتی محترم چوہدری فتح دین صاحب کے فرزند تھے۔ آپ شیخ پور وڑائچاں ضلع گجرات پاکستان میں پیدا ہوئے۔ 1939ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے برطانوی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ 1947ء میں حضور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنی چھ سالہ سروس کے اختتام پر قادیان دارالامان حاضر ہوئے اور ابتدائی درویشان میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ دوران درویشی آپ سلسلہ کی مختلف ڈیوٹیوں پر خدمت بجا لاتے رہے۔ آپ کی ایک بیٹی اور پانچ بیٹے ہیں۔ آپ کی وفات 28 اگست 2004ء کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز درویش قادیان

(بقلم خود)

خاکسار کی پیدائش فروری 1920ء میں موضع دھرکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ خاکسار کے والد محترم شیخ محمد حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔

خاکسار کے والد صاحب محکمہ مال میں قانون گو تھے اور 1933ء میں بٹالہ تبدیل ہوکر آئے تھے۔ خاکسار نے بٹالہ بیرنگ ہائی سکول سے 1935ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور 1939 میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے پاس کیا۔ لاہور میں تعلیم کے دوران خاکسار کی رہائش احمدیہ ہوسٹل میں تھی جہاں اُن دنوں محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب مرحوم میڈیکل میں پڑھتے تھے۔ مکرم چوہدری حسین صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ لاء میں تھے اور مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم درویش خاکسار سے ایک سال پیچھے تھے۔ 1940 میں خاکسار نے ملٹری اکاؤنٹس کے محکمہ میں ملازمت اختیار کرلی اور خاکسار کی تقرری فیروزپور آرسنل میں ہوئی۔

خاکسار کا تبادلہ جولائی 1943 میں لاہور کے ہیڈ آفس میں ہوگیا اور نظارت تعلیم کی خصوصی اجازت سے مئی 1945 تک خاکسار احمدیہ ہوسٹل میں مقیم رہا۔ خاکسار کی شادی مئی 1945 میں مکرم محمد طفیل صاحب مرحوم ٹمبر مرچنٹ لاہور کی دوسری صاحبزادی سلیمہ بیگم صاحبہ سے ہوئی اور خاکسار نے فضل پورہ گنج میں رہائش اختیار کی۔

خاکسار نے ابتداء 1944 میں زندگی وقف کردی تھی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ آپ ابھی اپنی سروس جاری رکھیں جب ضرورت پڑے گی بلالیا جائے گا۔ چنانچہ خاکسار کو جلد ہی Sup of Audit Office کے طور پر -/50 روپے ماہوار زائد الاؤنس پر کام کرنے کا موقعہ مل گیا۔ نومبر 1946 میں خاکسار نے دوسری مرتبہ اپنے آپ کو پیش کیا جس پر حضور نے قادیان پہنچنے کا ارشاد فرمایا اور خاکسار جنوری 1947 کو بطور واقف زندگی حاضر ہوگیا اور حضور نے بطور نائب ناظر بیت المال خدمت کرنے کا ارشاد فرمایا۔

مقامات مقدسہ کی آبادی:

خدمت اور حفاظت کیلئے تین سو تیرہ افراد بحیثیت درویش قادیان میں مقیم رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل ان مقامات مقدسہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی۔ ان پر آشوب اور دردانگیز حالات کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کو ان سے گذرنا پڑا۔ ان حالات میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نگرانی میں ڈیوٹی انجام دی۔

دورِ درویشی کے ابتداء میں نماز تہجد کا باجماعت انتظام تھا جس کیلئے بابا مولا بخش صاحب باورچی مرحوم اور اس کے بعد سید شریف شاہ صاحب سیالکوٹی مرحوم التزام کے ساتھ تہجد کے وقت اُٹھایا کرتے تھے۔

شروع درویشی دور میں پاکستان سے زخم خوردہ آنے والے غیر مسلم مہاجرین جماعت کے مخالف تھے غیر مسلم طبقہ نے قریباً ایک ماہ ہمارے ساتھ سوشل بائیکاٹ رکھا مگر وقت کے ساتھ ساتھ ہماری طرف سے ہمدردی اور تعاون کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم شرفاء اور عوام نے قدرتی طور پر اچھا اثر لیا اور برملا ہمارے حق میں خیالات کا اظہار کیا۔

قادیان سے پہلی مرتبہ بٹالہ آمد و رفت اپریل 1949ء میں ہوئی جبکہ ضلع کے D.C اور S.P کی منظوری سے مقامی پولیس کی چوکی کے انچارج اور دو سپاہی ہمارے ساتھ بطور حفاظتی ایسکورٹ کے گئے۔ خاکسار کے ساتھ مکرم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم اور مکرم فضل الٰہی خان صاحب مرحوم اور محترم ملک صلاح الدین صاحب تھے۔ شروع 1950ء سے جب بھی ہم کو بٹالہ، امرتسر یا گورداسپور جانا ہوتا تو ہم کو پولیس چوکی کی طرف سے ایک سپاہی مل جاتا۔ بعد ازاں ہماری آزادانہ آمد و رفت شروع ہوگئی۔ 1950ء میں ہی خاکسار اور مولوی شریف احمد صاحب مرحوم نے شاہ جہاں پور کا سفر کیا جہاں ملکی جائیداد مکرم فدا حسین صاحب کا جائزہ لیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے ماتحت قادیان کی آبادی کو نارمل بنانے کے لئے درویشان کی گیارہ فیملیز جو 26 افراد پر مشتمل تھیں، پرمٹ سسٹم پر قادیان آسکیں۔ اس غرض کے لئے حکومت ہند سے اجازت کے لئے خاکسار اور مکرم بشیر احمد صاحب فاضل مرحوم کو شروع جون میں جناب رفیع احمد قدوائی اور محکمہ بحالیات کے وزیر اجیت پرشاد جین سے ملنا پڑا۔ فیملیز کے اسی گروپ میں خاکسار کی اہلیہ اا ور ایک بچی بھی تھی بعد ازاں پاکستان سے درویشان کے اہل وعیال LONG TERM VISA پر قادیان آتے رہے۔ اور یہاں پر ان کی شہریت کی کاروائی بھی ہوتی رہی۔ نیز حضور کے ارشاد پر بعض غیر شادی شدہ درویشان کی شادیاں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہونے لگیں اور کچھ مہاجر فیملیز یہاں آکر آباد ہوئیں۔

مقدمہ کسٹوڈین

1950 میں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیدادوں کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے نوٹس ملا کہ کیوں نہ اُن کو Evacuated Property تصور کیا جائے نیز بنکوں میں صدر انجمن احمدیہ کی رقوم تا آئندہ فیصلہ Freeze کردی گئیں۔ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تمام صورت حال حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرکے دعا اور راہنمائی کے لئے عرض کیا گیا۔ حضورؓ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ مقدمہ کی پیروی کیلئے رانچی بہار کے احمدی وکیل سید محی الدین احمد کے پاس جائیں چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے مطابق خاکسار نے رانچی جاکر جب اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو محترم سید صاحب نے فرمایا کہ you are God sent اس کے بعد انہوں نے اپنی ایک خواب سنائی کہ چند روز قبل انہوں نے خواب میں حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بڑے جلسہ میں دیکھا کہ حضورؓ نے ان کو بلا کر ایک فائل سپرد کی ہے۔

سید صاحب نے بڑے جذبہ سے فرمایا کہ آپ وہ فائل لیکر آئے ہیں جو اُن کو خواب میں دکھائی گئی ہے۔ اس لئے بغیر کسی معاوضہ کے وہ اس کیس کو ہر دوسرے کام پر مقدم رکھتے ہوئے سرانجام دیں گے۔ چنانچہ سید صاحب نے کمال قانونی لیاقت سے گورنمنٹ کے نوٹس پر ایک بنیادی اور اصولی اعتراض اُٹھایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ صدر انجمن احمدیہ ایک رجسٹرڈ مذہبی اور خیراتی ادارہ ہے جو 1906 سے رجسٹرڈ ہے اور لگاتار 1947 اور اس کے بعد بھی کام کررہا ہے۔ ممبران کی تبدیلی سے انجمن Evacuate قرار نہیں دی جاسکتی۔ اس کے ممبران کی فہرست رجسٹرار پنجاب کے پاس لگاتار ہر سال 1947,48,49,50 میں بھجوائی جاتی رہی ہے۔ صدر انجمن By Law اور رجسٹریز رویشن موجود ہیں۔ اس لئے اسے تخلیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ 1953 میں آخری بحث کے بعد کسٹوڈین کی عدالت نے انجمن کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے بنکوں کی رقم پر قانونی پابندی اُٹھادی اور فیصلہ کیا کہ انجمن اپنی جائیدادوں کا حق ملکیت کا ثبوت پیش کرکے واپس لے سکتی ہے۔ مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جانے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کی ملکیت کی دستاویزات تلاش اور مہیا کرنے میں کافی عرصہ لگا۔ کاغذات مال کی نقول تلاش کرنا۔ رجسٹروں کی نقول اور میونسپل ریکارڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں محترم ملک صلاح الدین صاحب نے مکرم فضل الٰہی خان صاحب مرحوم، مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب پٹواری مرحوم اور بعض دیگر کارکنان کے تعاون سے کافی کاوش کی۔ 1953 سے 1956ء تک جب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کے ثبوت محکمہ کسٹوڈین میں داخل کروادیئے گئے تو چونکہ کالج، سکول ہسپتال، کوٹھی دارالسلام اور دیگر متعدد جائیدادوں کے ناجائز قابض متاثر ہوتے تھے اس بناء پر جماعت کے خلاف ایک نئی سازش کے ماتحت احمدیہ ایریا اور دارالمسیح میں واقع جملہ مکانوں کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے ایک نیا نوٹس جاری کیا گیا کہ ان جائیدادوں کا دس سالوں کا کرایہ ادا کیا جائے اور ان مکانوں کو کیوں نہ بذریعہ عام نیلامی فروخت کردیا جائے۔ اس نوٹس کے پس پردہ یہ بات کارفرما نظر آتی تھی کہ جماعت احمدیہ، احمدیہ ایریا کے تحفظ کیلئے اپنی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے گی ہمارا مؤقف یہ تھا کہ یہ ایریا مساجد، مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ سے ملحق ہونے کی وجہ سے 1947 سے ہی مقدس ایریا کے طور پر ہمیں الاٹ کیا گیا تھا اور ہم مالک ہونے کی حیثیت سے ان کا میونسپل ٹیکس ادا کرتے چلے آرہے ہیں اور ہزارہا روپے ان کی مرمت پر خرچ کئے ہیں لہٰذا ان کو Evacuee Act سے مستثنٰی رکھا جائے۔ حکومت کے ان نوٹس کا علم جب ہندوستان اور بیرون ہند کی جماعتوں کو ہوا تو حکومت کے نام

(باقی صفحہ 140 پر ملاحظہ فرمائیں)

محترم مولوی محمد عمر علی صاحب درویش

(ادارہ)

محترم مولانا مولوی عمر علی صاحب گلستان درویشان کے ایک مہکتے ہوئے پھول تھے۔ آپ نے اپنے حالات زندگی 2003 میں ایڈیٹر صاحب مشکوٰۃ مکرم مولانا زین الدین حامد صاحب کو ایک ہی صفحہ لکھ کر بھجوائے تھے اُس میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ:۔

’’ میرا نام محمد عمر علی درویش ولد مکرم بشیرالدین مرحوم ابن عبدالقادر مرحوم ہے خاکسار بمقام کھاٹوا نزد براھمن بڑیہ ضلع کوملہ حال بنگلہ دیش میں پیدا ہوا‘‘ محترم مولانا صاحب کی اہلیہ صاحبہ اپنی چٹھی محررہ 25.3.2011 میں تحریر کرتی ہیں کہ 1947ء میں آپ کی عمر 16 سال تھی۔ گویا اس لحاظ سے آپ کی پیدائش 1931 کی بنتی ہے۔ استاذی المحترم اپنے علاقہ میں احمدیت کے پھیلنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ’’ ہمارا گاؤں جوشہر برہمن بڑیہ سے دومیل کے فاصلہ پر تھا اس میں مکرم مولانا عبدالواحد صاحب مشہور بزرگ کے ذریعہ احمدیت پھیلی میری نانی صاحبہ اور والدہ صاحبہ نے سب سے پہلے بیعت کی اور کچھ عرصہ بعد میرے والد صاحب اور بھائیوں نے بیعت کی۔ میرے والد صاحب نے گاؤں کی احمدیہ مسجد کے لئے ایک مکان دیا اس میں باجماعت نمازیں ہوا کرتی تھیں۔ اسکول میں احمدی اُستاد بھی تھے۔ اسی طرح میری تعلیم وتربیت بچپن میں ہوگئی۔ مکرم مولوی سید اعجاز احمد صاحب مربی سلسلہ اکثر ہمارے گھر آتے تھے۔ وہ (جامعہ احمدیہ قادیان) سے فارغ التحصیل تھے۔ وہ والدہ صاحبہ سے مجھے قادیان بھجوانے کا ذکر کرتے تھے۔ حالانکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ گھر والے نہیں مانتے تھے کہ چھوٹا بچہ ہے۔ میرے بڑے بھائی محمد سلیم احمد صاحب سے مجھے اچھی تربیت ملی۔ موسمی تعطیلات میں ہی کچھ لڑکوں کے ساتھ قادیان آ گیا‘‘

محترم محمد عمر علی صاحب کے قادیان آنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ محترمہ اپنی چٹھی 25.3.11 میں لکھتی ہیں۔

1945 میں حصول تعلیم کی غرض سے بنگلہ دیش سے چار طلباء قادیان آگئے جن میں مولوی صاحب مرحوم کے بھائی سلیم احمد صاحب نے لڑکوں کے ساتھ قادیان جانے والی گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔ 1947ء میں 16 سال کی عمر کے تھے‘‘۔

تقسیم ہند کے پرآشوب موقع پر آپ کو مرکز احمدیت میں رہ کر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو تقسیم ہند کے بعد دوبارہ مدرسہ احمدیہ شروع ہونے پر مدرس کے فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ 101 میں’’ زمانہ درویشی میں احباب کی علمی ترقی‘‘ کے موضوع کے تحت جن احباب کو مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ میں درس کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُن میں آپ کا نام بھی درج ہے۔

آپ نے اپنے ذاتی مطالعہ اور محنت سے فقہ کے مضمون پر کافی عبور حاصل کیا اور ایک لمبا عرصہ مدرسہ احمدیہ میں بطور اُستاد خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ ہندوستان کے اکثر سینئر مبلغین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے مضامین اخبار بدر کی زینت بنتے رہے ہیں۔ مثلاً بدر میں 8 ستمبر 1977 میں آپ کا مضمون’’ اسلام میں وراثت کی مختصر تفصیل‘‘ شائع ہوا ہے۔ آپ کو آخری عمر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدر انجمن احمدیہ میں عالم کی حیثیت سے ممبر کی منظوری عنایت فرمائی تھی۔ آپ فقہی مسائل کے متعلق ہمیشہ طالب علم اور جستجو میں لگے رہتے تھے۔ آپ کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک چٹھی سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے حضور رحمہ اللہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

لندن: 20.6.94

پیارے مکرم محمد عمر علی صاحب قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ ترکہ کی تقسیم کے مسئلہ پر قرآن کریم کی آیت کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے کہ اس میں پہلے قرضہ اور پھر وصیت کا ذکر ہے۔ مگر غیر احمدی اس میں تقدیم وتاخیر مانتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کو تقدیم وتاخیر کہنا درست نہیں ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ’’اَوْ دَیْن‘‘ میں گویا دونوں کا امکان ہے جہاں’’او‘‘ آئے وہاں دونوں کا بیلنس ہوجاتا ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ یا یہ یا وہ۔ اصل میں تو اس ترکیب کی جو حکمت ہے اس کا پتہ کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک تو اوّل یہ ترکیب صوتی اعتبار سے بہت خوبصورت ہے۔ اگر اسے اس کے برعکس پڑھا جائے تو زبان پر بوجھل لگتا ہے اور ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ قرض تو بہرحال تقسیم ورثہ سے پہلے ہوگا اور اسی طرح وصیت بھی پہلے ہوگی۔ دونوں نے ورثہ کی تقسیم سے پہلے نکل جانا ہے جو بچتا ہے اس نے بطور ورثہ تقسیم ہونا ہے اس لئے قرضہ پہلے ادا ہو یا وصیت پہلے ہو فرق کیا پڑتا ہے ان کو نکالے بغیر تو ورثہ تقسیم ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم کو بڑھائے۔ اپنے فضلوں سے نوازے۔

فقط والسلام خاکسار

دستخط: مرزا طاہر احمد۔ خلیفۃ المسیح الرابع

آپ کی ایک نمایاں خصوصیت طلباء سے شفقت ومحبت تھی۔ عموماً آپ کا ہر شاگرد گواہی دے گا، آپ امتحانات میں عموماً آسان سوال ڈالا کرتے تھے اور اس طرح نمبر دیتے وقت بھی نرمی کا پہلو اختیار کرتے تھے۔ عموماً اپنے شاگردوں میں علم کا شوق دلانے کیلئے بار بار کہا کرتے تھے کہ پڑھو پڑھو! یہی آئے گا امتحان میں!۔ آپ سادہ مزاج اور نمازوں کی بہت پابندی کرنے والے تھے۔ آخری عمر میں کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے یادداشت پر اثر پڑا تھا مگر عموماً یاد کرانے سے ہر بات یاد آجاتی تھی۔ آپ کی وفات 26/12/2007 کو ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ☆☆

بقیہ: شیخ عبدالحمید صاحب از صفحہ 139

تشویش کی چٹھیاں اور میمورنڈم آنے شروع ہوگئے اور ہم نے وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے مرکزی وفد کی ملاقات کا وقت لینے کیلئے لکھا چنانچہ مورخہ 30.4.56 کو ہمارے وفد کو ملاقات کا وقت ملا۔ رانچی کے محترم سید محی الدین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم وفد کے چیف Spokesman تھے۔ دیگر ممبران محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، محترم سید محمد اعظم صاحب آف حیدرآباد مرحوم، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب سابق مبلغ دہلی اور خاکسار تھے۔

محترم سید صاحب مرحوم نے جماعت احمدیہ کے موقف کی اچھی طرح وضاحت کی۔ پنڈت جی نے ہمیں یقین دلایا کہ احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کو بذریعہ نیلامی فروخت نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ہمیں مشورہ دیا کہ چونکہ ان جائیدادوں کے مالکان چھوڑ چکے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ کو مستقل طور پر مالکانہ حقوق حاصل کرنے کیلئے اس ایریا کے مکانوں کی برائے نام ریزرو قیمت ادا کر دینی چاہیئے۔ اس موقعہ پر خاکسار نے عرض کیا کہ جن جائیدادوں کے متعلق نوٹس دیا گیا ہے وہ نہ صرف ہندوستان کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے مقدس ہیں اور تقسیم ملک کے بعد ہمارے ذرائع آمد محدود ہوچکے ہیں اس لئے حکومت کو ریزرو قیمت ادا کرنے کیلئے ہمیں خصوصی چندہ کی تحریک کرنی پڑے گی اور جوں جوں رقم آتی چلی جائے گی۔ ہم ادائیگی کرتے جائیں گے۔ طے شدہ قیمت کی ادائیگی کیلئے ہمیں لمبے عرصہ کی مہلت دی جانی مناسب ہوگی۔ اس پر پنڈت جی نے وزیر بحالیات شری مہتر چند کھنہ سے تفصیلات طے کرنے کے لئے کہا۔ اگلے روز ہمارے وفد کی ان سے ملاقات ہوئی۔ حکومت کا ابتدائی مطالبہ مکانات احمدیہ ایریا گیارہ لاکھ روپیہ کا تھا مگر کافی نشیب وفراز کے بعد احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کی قیمت مبلغ دو لاکھ چوبیس ہزار سات سو روپے طے پائی جو 1963 سے 1968 تک پانچ سالانہ مساوی اقساط میں ادا کرکے تمام جائیدادیں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام باقاعدہ رجسٹری کروالی گئیں۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس اہم پیچیدہ معاملہ کو بخیر وخوبی حل کرنے کی توفیق دی۔

خاکسار کی والدہ صاحبہ 21.2.53 کو شیخوپورہ میں فوت ہوئیں اور خاکسار بوجہ پاسپورٹ نہ ہونے کے وہاں نہ جاسکا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خاکسار کے والد صاحب صحابی اور موصی تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری سال قادیان میں میرے پاس گذاریں خاکسار اُن کو دومرتبہ قادیان بھی اپنے ہمراہ لایا مگر توسیع ویزا کی مشکلات کے باعث ان کو واپس لوٹنا پڑا اور وہ بھی شیخوپورہ میں مورخہ 18.3.58 کو وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ اور والد صاحب ہردو موصی تھے اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ اس قسم کے حادثات سے قادیان کے اکثر درویشان کو گذرنا پڑا مگر بفضلہ تعالیٰ سب نے صبر کا نمونہ پیش کیا۔ (مشکوٰۃ جنوری 2003ء میں چھپے آپ کے خودنوشتہ مضمون سے تلخیص)

تقسیم ملک کے بعد جماعتوں کی بیداری اور چندہ کی تشخیص کا کام کیا۔ اسی طرح آپ کوئی اہم جماعتی خدمات کا موقعہ ملا۔ آپ کو 4 بار یوکے جانے کا موقعہ ملا۔ جب بھی قادیان سے جاتے جلد واپس آنے کا فکر دامنگیر رہتا تھا۔

جماعتی خدمات کے علاوہ آپ ایک اچھے نثر نگار اور نظم کہنے والے بھی تھے۔ آپ کی کتاب’’ کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں‘‘ قابل مطالعہ ہے۔

مورخہ 28-08-2005 کو آپ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ☆☆☆

141

محترم محمد الدین صاحب درویش

(مکرم وحید الدین شمس صاحب۔ نگران دار المسیح قادیان)

محترم والد صاحب کی پیدائش 1920ء میں قادیان سے آٹھ کلومیٹر دور سیکھواں گاؤں میں ہوئی۔ آپ کے دادا میاں فتح الدین صاحب والد مکرم میاں عمر الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے مبارک زمرے میں شریک تھے۔ ہر دو کی وصیت نمبر 515 اور 725 ہے گویا پیدائشی احمدی تھے۔ آپ تین بھائی اور ایک بہن تھے۔ بہن عمر میں کافی بڑی تھیں آپ بھائیوں میں بڑے تھے۔ آپ کی عمر 15 سال تھی کہ والدین وفات پاگئے چھوٹے بھائیوں کو آپ نے ہی پالا۔ 1936ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کیلئے ارشاد فرمایا تو آپ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ آپ راجپوت رجیمنٹ میں آرمور تھے۔ 1942 میں آپ نے وصیت کی۔

1946ء میں بدلتے ہوئے ملکی حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت حضرت مصلح موعود ؓ کو باخبر کردیا تھا۔ اس وقت جماعتی اخبارات میں حفاظتِ مرکز کیلئے نوجوانوں کو خاص طور پر فوج سے تعلق رکھنے والوں کی حفاظت مرکز کیلئے ضرورت کے متعلق اعلان شائع ہوا۔ اس وقت آپ کی یونٹ میں 30 کے قریب احمدی نوجوان تھے۔ چونکہ والد صاحب جماعتی اخبارات اپنے نام سے منگواتے تھے، اخبار لیکر سبھی کو کہا کہ اس وقت جماعت کو ہمارے جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں قادیان چلنا چاہئیے۔ والد صاحب نے ملازمت ترک کی اور قادیان آگئے اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں حاضر ہوکر مدعا بیان کیا۔ دفتر سے پانچ روپے ماہوار وظیفہ لگا دیا گیا اور کہا کہ جب ضرورت ہوگی بلا لیں گے۔ اپنا کام کریں۔ فوجی ملازمت چھوڑتے وقت آپ کو پانچ صد روپے P.F ملا۔ اس رقم سے آپ نے نئی سائیکلوں کی دکان ریلوے روڈ پر کھولی۔ ابھی دکان شروع ہی کی تھی تقسیم ہند کا اعلان ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے دفتر میں حاضر ہوکر اپنا نام حفاظتِ مرکز کیلئے پیش کیا اور درویشان کی فہرست میں نام آگیا جو کہ منظور ہوا۔ ان پر آشوب حالات میں انتظامیہ نے جو بھی ڈیوٹی لگائی اس کو کما حقہ نبھایا۔

آپ کی شادی 1945ء میں مکرم مستری ناظر دین صاحب آف بگول نزد قادیان کی دختر مکرمہ رشیدہ بیگم سے ہوئی اپریل 1947ء میں پہلا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حمید الدین شمس تھا۔ آپ کی اہلیہ پارٹیشن کے وقت بیٹے کو لیکر پاکستان چلی گئیں اور 1952ء میں قادیان واپس آئیں باقی پانچ بچے قادیان میں پیدا ہوئے۔

آپ کے ۴ بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے حمید الدین شمس مرحوم بہترین مبلغ اور مناظر تھے۔ آپ کی خواہش بڑے بیٹے کو مبلغ بنانے کی تھی۔ زمانہ طالب علمی (پرائمری) سے ہی آپ نے ان کے لئے جماعتی کتب خریدنی شروع کردیں اور اوپر نام لکھ دیتے مولوی حمید الدین۔ یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو کس طرح سلسلہ کی خدمت کی تڑپ تھی۔ اور چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بھی سلسلہ کی خادم ہو، بڑے بیٹے مولانا حمید الدین شمس مرحوم کی وفات 47 سال کی عمر میں دسمبر 1995 کو ہوئی۔ ان کی وفات کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کی وفات کے سوا سال کے بعد ہی آپ وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ایک بیٹے نصیر الدین قمر سلسلہ کی خدمت سے ریٹائر ہیں۔ مکرم رشید الدین صاحب پاشا ایک لمبا عرصہ قادیان کے صدر عمومی رہے۔ اور جوانی سے ہی تنظیموں کے مختلف عہدوں پر رہے۔ اور خاکسار وحید الدین شمس نگران دار المسیح کے طور پر جماعت کی خدمت کی توفیق پارہا ہے۔ آپ کے بڑے داماد مکرم سید عبد النقی صاحب زونل امیر بہار ہیں جبکہ چھوٹے داماد نظارت امور عامہ میں خدمت کررہے ہیں۔

آپ نے زمانہ درویشی بڑے صبر وہمت کے ساتھ گزارا۔ ساری عمر نظارت تعمیرات میں کام کیا خود اچھے مستری تھے۔ لہٰذا جماعت نے ان سے ایک طویل عرصہ جماعتی تعمیرات کی نگرانی کی خدمت لی۔ تعمیراتی کاموں میں آپ کو بڑا تجربہ تھا۔ بڑے بڑے انجینئر بھی آپ سے مشورہ کرتے۔ آپ قادیان اور ارد گرد کے ماحول میں بڑے مستری صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ قادیان میں کئی پرانی عمارتیں جو آپ کی نگرانی میں بنیں آپ کی یادگار ہیں۔ ایوانِ انصار کی تعمیر کا کام بھی آپ کروا رہے تھے کہ اسی دوران وفات ہوگئی۔

زمانہ درویشی میں مالی حالات تو سبھی کے اچھے نہیں تھے دفتری کام کے بعد غیر مسلم علاقوں میں اوور ٹائم لگا کر گھریلو اخراجات کو پورا کرتے اوور ٹائم میں ملی رقم پر چندہ حصہ آمد دینا نہ بھولتے۔ ایک زمانہ میں شٹرنگ کا سامان کرایہ پر رکھا تھا۔ ایک ایک دو دو روپے کرایہ آتا اسی مناسبت سے ایک تھیلی میں حصہ آمد نکالتے رہتے۔ پندرہ یوم کے بعد جب پانچ دس روپے ہوجاتے تو سیکرٹری مال کے پاس جمع کرواتے۔ بڑے صابر شاکر خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھتے کبھی دکانوں پر یا بازار میں کھڑے نہ ہوتے۔ تعمیراتی کاموں میں سلسلہ کے اموال کو بڑی ایمانداری سے خرچ کرتے آج بھی غیر مسلم تاجر آپ کی ایمانداری کی گواہی دیتے ہیں اور ان کی شخصیت پر رشک کرتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند۔ ہمیشہ نظریں جھکی رہتی۔ کبھی اُونچی آواز میں بات نہ کرتے۔

بچوں کو ہمیشہ تلقین کرتے کہ نظام جماعت اور خلیفہ وقت کے وفادار رہو۔ سلسلہ کے اموال ایمانداری سے خرچ کرو۔ کوئی پیسہ آپ کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔ نظامِ جماعت کے خلاف اگر کوئی بات کرتا تو اس کو جھڑک دیتے اور خاموش کروا دیتے۔ بچوں کو یہی تلقین کرتے کہ ایسی مجالس میں نہ بیٹھو جہاں نظام کے خلاف باتیں ہوں۔ ایسے دوستوں کو چھوڑ دو جو نظام کے وفادار نہیں۔ آپ کی زندگی نہایت صاف حق پر مبنی زندگی تھی۔

آپ کی وفات 31 مارچ 1997ء کو ہوئی آپ کے جنازہ میں کثرت سے غیر مسلم احباب بھی شریک ہوئے۔

آپ کو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ آپ کو استھمہ کی تکلیف تھی۔ جب کبھی اس مرض کا دورہ پڑتا بچوں کو کہتے حضور کو خط لکھو۔ جب بھی ایسی تکلیف ہوتی ابّا جان حضور کو خط لکھنے کیلئے کہتے بڑے بیٹے حمید الدین شمس پوسٹ کارڈ لکھ کر پوسٹ بکس میں ڈالنے جاتے خط پوسٹ باکس میں ڈالکر گھر واپس آتے تو ابّا ٹھیک ہوتے۔ گویا اس قدر یقین تھا۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خادمانہ تعلقات تھے اور اب تک ان کی اولاد در اولاد بھی خاندان کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ اس کو قائم رکھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور یا بیگم صاحبہ جب بھی کسی کام کیلئے بلاتے سارے کام چھوڑ کر فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور جو کام ہوتا وہ کرتے یا کرواتے۔ آج بھی حضرت بیگم صاحبہ (اللہ ان کو صحت والی فعال زندگی عطا کرے) یاد کرتی ہیں۔

آپ کے دونوں شاگرد غیر مسلم و مسلم تھے۔ غیر مسلم شاگرد جو بہت زیادہ غریب ہوتے۔ آپ نے ان کو کام سکھایا بلکہ تعلقات کی بنا پر ان کے مکان تک بنوا دئے اور جو ماہوار ان شاگردوں کو ملتا تھا اس میں سے تھوڑی تھوڑی رقم کاٹ کر ساہوکاروں کو دیتے۔ آج بھی آپ کے شاگرد اس احسان کو یاد کرتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو آجاتے ہیں۔ ٹھیکہ پر زمین بھی لیتے تھے۔ فصل کے موقعہ پر جب جنس گھر آتی تو اس میں سے گھر کی خاکروبہ اور غریب مزدوروں اور شاگردوں کو بھی گندم اور چاول دیتے تھے۔ انجمن کی سروس سے ریٹائرمنٹ کے بعد وفات تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔

چونکہ جسم جفاکش اور مضبوط تھا جوانی میں کبڈی کشتی اور بین (کلائی) پکڑنے کے ماہر تھے۔ زمانہ درویشی میں کئی غیر مسلموں کے ساتھ درویشوں کے کبڈی کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کی اولاد در اولاد کو آپ کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین ☆☆☆

محترم قاضی عبد الحمید صاحب درویش

(قاضی شاہد احمد۔ کارکن دفتر آڈیٹر قادیان)

خاکسار کے والد مکرم قاضی عبد الحمید صاحب درویش نمبر 44 قادیان کی پیدائش گجرانوالہ حال پاکستان میں مورخہ 17.12.1919 کو مکرم قاضی عبد العزیز صاحب کے گھر میں ہوئی۔ آپ پیدائشی احمدی تھے والد صاحب بتاتے تھے کہ دادا جان کو اپنی بیعت کی معین تاریخ یاد نہیں رہی البتہ اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ان دنوں خاکسار اپنے سسرال میں ہی رہا کرتا تھا۔ ایک دن اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ امام مہدیؑ آگیا ہے اور فلاں گاؤں میں ہے چونکہ ہم نے اکثر سنا ہوا تھا کہ امام مہدی کا ظہورؑ ہونے والا ہے لہٰذا یہ خبر سنتے ہی بغیر کسی تردّد کے اس گاؤں کی طرف چل پڑا جب وہاں جاکر دیکھا تو وہ ڈھکونسلا ہی نکلا۔ جس سے بڑی مایوسی ہوئی اور دل میں ایک خلش رہی کہ کاش یہ حقیقی مہدی ہوتا تو بیعت کرنے کا شرف حاصل ہو جاتا۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم نہیں تھا) کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کو اپنے ہم زلف مکرم قاضی عطاء الٰہی صاحب قانونگو گجرانوالہ جو بندوبست کے سلسلہ میں اِن دنوں روہتک ہریانہ میں متعین تھے کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ وہ اپنے کام کے سلسلہ میں روزانہ صبح گھر سے چلے جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ والد صاحب کہتے تھے کہ اُن کے گھر میں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب ضرورۃ الامام مل گئی جسے پڑھنے کا مجھے موقعہ ملا۔ جس سے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ امام مہدی کا علم ہوا اور میں نے دعویٰ کو قرآن وحدیث کے مطابق صداقت پر مبنی پایا۔ شام کو جب بھائی صاحب کام سے واپس آئے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کتاب آپ کے پاس کہاں سے آئی۔ کیا آپ احمدی تو نہیں۔ بھائی صاحب نے کہا ہاں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور یہ کتاب حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی ہے جنہوں نے مسیح موعود و امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے بھی یہ کتاب پڑھ لی ہے اور دعویٰ کو قرآن وحدیث کے مطابق صداقت پر مبنی پایا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی بیعت کا خط قادیان بھجوادیا۔ اور میں احمدی ہوگیا۔ ہمارے خاندان میں احمدیت ہمارے نانا مکرم قاضی عطاء الٰہی صاحب قانونگو کے پھوپھا مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب قریشی ولد مکرم محمد حسین صاحب آف چبہ سندھواں گجرانوالہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آئی آپ کا وصیت نمبر 6 ہے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

والد صاحب کہتے ہیں کہ جب ان کے والد روہتک سے اپنے گاؤں واپس آئے تو انہوں نے گاؤں والوں سے اس امر کا اظہار کیا کہ میں بیعت کر کے احمدیہ جماعت میں داخل ہوگیا ہوں۔ جس پر میری شدید مخالفت شروع ہوگئی اور میرا حقہ پانی بند کردیا گیا۔ ان ہی پریشانیوں میں چند دن گذرے تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ہے اور میں اس دریا کو پار کرنا چاہتا ہوں اور لوگ مجھے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ عزیز تم اس دریا میں قدم نہ رکھنا ورنہ تم ڈوب جاؤ گے مگر میں ان سب کی پرواہ کئے بغیر اس دریا میں کود پڑتا ہوں اور دیکھتے دیکھتے دریا پار کرلیا۔ جس سے میرے ایمان اور یقین کو تقویت ملی اور میں راسخ العقیدہ ہوگیا۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اور سب مجموعی لحاظ سے پڑھے لکھے تھے جن میں سے بعض مسجدوں کے امام، بعض حکیم، بعض خوشنویس اور چھاپہ خانوں میں کام کرنے والے تھے لیکن اپنے خاندان میں سے صرف خاکسار کے والد مکرم قاضی عبد العزیز صاحب ہی اکیلے احمدی ہوئے اور آج تک مزید کسی نے احمدیت قبول نہیں کی۔ والد صاحب بھی جب موقعہ ملتا اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو تبلیغ کرتے۔ یہاں تک کہ والد صاحب نے اپنی وفات سے چند دن قبل ہی ایک تفصیلی تبلیغی خط لکھ کر اپنے چچا زاد بھائی کو پاکستان بھیجا تھا۔

والد صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ ڈرائیوری کی۔ کتابت سیکھی اور لاہور کے مفید عام پریس میں بطور سنگ ساز کام کیا۔ ۱۹۴۲ء میں برٹش فوج میں بھرتی ہوگئے اور بطور موٹر مکینک کام کیا۔ ۱۹۴۶ میں دادا جان کی وفات ہوجانے کی وجہ سے فوج کی سروس چھوڑ کر واپس آگئے۔ چونکہ ان دنوں دادا جان قادیان میں رہائش پذیر تھے۔ اسلئے آپ بھی قادیان میں ہی رہنے لگے۔ ۱۹۴۶ء میں والد صاحب کی شادی ہوئی۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ کا نام مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم قاضی عطاء الٰہی صاحب قانونگو آف گجرانوالہ حال پاکستان ہے۔ والدہ صاحبہ شادی کے کچھ عرصہ بعد تقسیم ملک کی وجہ سے قادیان کے مخدوش حالات کے پیش نظر فیملی کے ساتھ لاہور پاکستان چلی گئیں۔ وہاں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر بطور خادمہ خدمت کرتی رہیں۔ اور جب حضرت اُمّ المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حرم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئٹہ تشریف لے گئیں تو آپ بھی بطور خادمہ ان کے ساتھ گئیں۔

والد صاحب کے دو بھائی تھے تقسیم ملک کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حفاظت مرکز کی تحریک پر دونوں بھائیوں نے اپنے آپ کو پیش کردیا تھا۔ لیکن چھوٹے بھائی مکرم قاضی مبارک احمد صاحب واقف زندگی ہونے کی وجہ سے فیملی کے ساتھ پاکستان چلے گئے اور والد صاحب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد حفاظت مقامات مقدسہ کیلئے مختلف ڈیوٹیاں انجام دیں۔ جب نظام کی طرف سے مالی تنگی کی وجہ سے درویشوں کو ذاتی کاروبار کرنے کیلئے کہا گیا تو والد صاحب نے بورڈ وغیرہ لکھنے کا کام شروع کردیا اور جب تقسیم ملک کے بعد اخبار بدر کا دوبارہ اجراء کیا جانا تھا تو آپ اس کے سب سے پہلے کاتب تھے۔ اور کافی عرصہ تک اکیلے کتابت کرتے رہے اور بہت سے نوجوانوں کو فن کتابت سکھایا۔ اس کے بعد مختلف دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ 1979ء میں ملازمت سے ریٹائر ہونے پر اپنا ذاتی کام شروع کیا۔

والدہ صاحبہ 28 فروری ۱۹۹۱ء کو برین ہیمرج سے وفات پاگئیں۔ اس صدمہ کو والد صاحب نے بڑے صبر وحوصلہ سے برداشت کیا۔

مورخہ ۱۱ رجون 1995ء کو اپنی فیملی کے ساتھ ہرچوال نہر پر پکنک منانے گئے مغرب کے وقت واپس آکر کھانا کھایا نماز مغرب وعشاء گھر پر باجماعت پڑھائی اور سوگئے۔ تقریباً ڈیڑھ بجے رات مجھے آواز دی کہ میرا سانس ٹھیک سے نہیں آرہا فوری طور پر ڈاکٹر صاحب کو بلوایا انہوں نے ایک دو ٹیکے لگائے جس سے تھوڑا افاقہ محسوس ہوا لیکن پھر غنودگی ہوگئی۔ ادھر منارۃ المسیح کی گھڑی نے تین بجائے اور تہجد کا وقت ہوا تو والد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والد صاحب 1/9 حصہ کے موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ درویشان میں تدفین ہوئی۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بطور یادگار چھوڑیں۔ جو سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ والد صاحب صوم وصلوۃ کے پابند تہجد گذار۔ منکسر المزاج۔ نیک صابر وشاکر اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

والد صاحب کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا ”مکرم قاضی عبد الحمید صاحب درویش کی وفات کی خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے آپ سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ میں انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ سب عزیزوں کو میرا محبت بھرا اسلام اور پیغام تعزیت پہنچادیں“۔

اللہ تعالیٰ مرحوم والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیوں اور خوبیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

محترم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی درویش

(منیر احمد حافظ آبادی۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید۔ قادیان)

محترم والد صاحب کی پیدائش 1925ء میں محترم میاں محمد مراد صاحب آف پنڈی بھٹیاں ضلع گجرانوالہ (پنجاب) کے گھر میں ہوئی والدہ صاحبہ کا نام حسین بی بی تھا۔ محترم میاں محمد مراد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ تبلیغ عطا کیا ہوا تھا آپ کی تبلیغ سے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کے والد احمدی ہوئے تھے اسی طرح محترم شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل مصنف 'حیات طیبہ' احمدی ہوئے تھے الحمدللہ۔

خاکسار کے والد محترم بشیر احمد حافظ آبادی اپنے والد صاحب کے بزازی کے کاروبار کے سلسلہ میں پنڈی بھٹیاں سے حافظ آباد منتقل ہو گئے اور سالہا سال وہاں رہنے کی وجہ سے حافظ آبادی کہلائے۔

محترم والد صاحب مرحوم پہلے فوج میں ملازم ہوئے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے جب قادیان میں تقسیم ملک کے وقت خطرناک حالات کے پیش نظر 313 افراد کو قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے تعینات فرمایا تو ان خوش قسمت درویشان میں سے محترم ابا جان بھی تھے۔ محترم والد صاحب اکثر گھر میں یہ بیان فرماتے تھے کہ بیٹا ہم نے ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کی تو محض سعادت پائی ہے دراصل ان عظیم الشان بابرکت مقامات کی حفاظت کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہوا تھا اور اسی وجہ سے یہاں رہ کر ہماری حفاظت بھی ہوئی۔

تقسیم ملک کے کشت وخون کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے والد صاحب فرماتے تھے کہ جب بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک کے پہرہ کیلئے جانا ہوتا تو یہی سمجھتے کہ وہاں شہادت ہو جائے گی اسی طرح نہایت پُر خطر حالات میں مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح اور دیگر شعائر اللہ میں ڈیوٹی دینے کیلئے مواقع ملتے رہے کھانے کیلئے اُبلی ہوئی گندم ساتھ ہوتی تھی

آہستہ آہستہ حالات خوف سے امن میں بدلنے شروع ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ولولہ انگیز قیادت اور اللہ تعالیٰ کے آپ کے ساتھ خصوصی وعدہ جو پیشگوئی مصلح موعودؓ کے ذریعہ کیا گیا تھا اُس کی برکت سے 313 درویشان قادیان کی ایسی تربیت کی گئی کہ انہوں نے اپنے اردگرد کے ماحول کو جو کہ جان لیوا تھا خدمت خلق سے آپسی محبت و بھائی چارے والے ماحول میں بدلنا شروع کیا۔

مجھے یاد ہے کہ بچپن میں ابا جی راستے میں چلتے وقت اچانک کسی سکھ ہندو بھائی کو روک لیتے اور اسکا ٹوٹا ہوا بٹن ٹانکتے یا پھٹی قمیض پر ٹانکے سوئی دھاگے سے لگاتے۔ ابا جی درزی کا کام بخوبی جانتے تھے اسلئے سوئی دھاگہ بٹن وغیرہ اپنے ساتھ لیکر ان دنوں باہر نکلتے تھے ویسے ابا جی مرحوم سلسلہ کی خدمت میں رہے اور ریٹائر ہونے پر لجنہ کے دفتر میں کارکن مقرر کئے گئے۔

والدہ محترمہ یوپی سے تعلق رکھتی ہیں ماشاءاللہ اس وقت 80 سال کی ہیں انکے ساتھ والد صاحب کا پنجابی میں بات کرنا اور انکا لکھنوی اُردو میں ہم بچوں (تین بہنوں اور دو بھائیوں کو) گھر میں بہت محظوظ کرتا تھا جس کا ذکر محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم سابق ناظر بیت المال آمد نے اپنی کتاب 'وہ پھول جو مرجھا گئے' میں کیا ہے کہ خاوند کو بازار سودا لینے جاتے وقت بیوی نے کہا ''کرم کلا لیتے آیئے گا'' واپس آکر خاوند نے کہا بس سارا بازار گھوم کر آ گیا ہوں کرم کلا تو ملا نہیں البتہ یہ بند گوبھی لے آیا ہوں (بند گوبھی کو ہی کرم کلا کہتے ہیں)

بہر حال محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں' جو جماعت احمدیہ کا منفرد و ممتاز ماٹو ہے اسکے تحت قادیان میں حالات بدلے اور ہندو، سکھ، مسلم ملکر بھائی بھائی کی طرح رہنے لگے ہیں۔ قادیان میں کبھی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا جو کہ قادیان دارالامان کی سچائی کا ثبوت ہے۔

ابا جی ہمیشہ خلیفہ وقت سے سچی وابستگی اور اطاعت کی تلقین ہمیں کرتے رہتے تھے۔ خوش مزاج تھے اور دکھ درد بانٹنے والے انسان تھے۔

سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے درویشان قادیان کیلئے فرمایا ہے کہ:-

فرشتے ناز کریں جسکی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور تم اس مکان میں رہتے ہو

محترم والد صاحب نے بڑے صبر وشکیب کے ساتھ وقت گزارا۔ ہم بھائی بہنوں کو معمولی گزارہ میں پڑھایا آپ کی اور دادا جان مرحوم کی وصیت کے مطابق خاکسار نے اپنے آپ کو خدمت سلسلہ کیلئے وقف کیا جسکے نبھانے کیلئے پیارے حضور انور ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت و رہنمائی سے اب تک توفیق مِل رہی ہے تینوں بہنیں پاکستان میں بیاہی ہیں چھوٹے بھائی اپنی میڈیکل پریکٹس یہاں قادیان میں کرتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو حرز جاں بنانا چاہیئے کہ درویشان کی اولاد کو درویشان کی اقدار قائم رکھنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق دے۔ آمین

کچھ سال قبل محترم والد صاحب اچانک بیمار ہوئے پُرانے احمدیہ شفاء خانہ کی بالائی منزل میں داخل کئے گئے رات کے وقت پیشاب کی حاجت کیلئے اُٹھے مگر ساتھ سو رہے اپنے پوتے کو نہیں جگایا اور پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے بالائی منزل سے نیچے گر گئے شدید زخمی ہو گئے اور چند گھنٹوں میں ہمارے سامنے بقضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ آپ کی وفات 13 اپریل 2004ء کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ آمین ☆☆☆

محترم ولی محمد صاحب گجراتی درویش

(ادارہ)

موصوف کے والد مکرم شاہ محمد صاحب شادی حال گجرات تھے۔ آپ حلقہ ناصر آباد کے خدام میں سے تھے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران فوج میں بھرتی ہو گئے تھے اور جنگ ختم ہونے پر فوج سے فارغ ہو کر گھر واپس آ گئے تھے اور جب قادیان میں خدام کی ضرورت پڑی تو آپ بھی قادیان آکر خدام حلقہ ناصر آباد میں شامل ہو گئے تھے۔ جماعت کی اکثریت کے قادیان سے ہجرت کر جانے پر جب قادیان میں 313 افراد رکھے جانے کا فیصلہ ہوا تو آپ کو بھی اس فہرست میں سلیکٹ کر لیا گیا۔

دیہاتی وضع داری کا ٹھیٹھ نمونہ تھے ہمیشہ تہہ بند اور ڈھیلی ڈھالی قمیض زیب تن کی سر پر پگڑی یا پٹکا رکھتے تھے۔ درویشی میں انہیں پتلون پاجامہ یا پتلون پہنے ہوئے کبھی نہیں دیکھا چونکہ پڑھے ہوئے نہیں تھے بعض دفاتر میں بطور مددگار کارکن اخلاص و وفا سے خدمت کی توفیق ملی۔ پہرہ وغیرہ پر 65 سال عمر ہونے تک ڈیوٹیاں دیتے رہے بعد ازاں انجمن نے انہیں فیملی سکیل گذارہ دیکر بطور پنشنر فارغ کر دیا۔ بھینس پالنے کا شوق آپ کو دیہاتی زندگی سے ہی تھا درویشی میں بھی بھینس پالتے رہے اور بھینسوں کے چارہ کیلئے زمین ٹھیکہ پر لے کر چارا اور کچھ غلہ بھی کاشت کر لیا کرتے تھے۔

جب درویشان کی فیملیاں پاکستان سے آئیں تو آپ کی اہلیہ بھی مع دو بچیوں کے آ گئی تھیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار لڑکے اور ایک لڑکی عطا فرمائی۔ آپ کی اہلیہ بھی آپ کی طرح دیہاتی وضع داری کا نمونہ تھیں۔ ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتیں۔

مکرم ولی محمد صاحب کو دمہ تھا اور گاہ بگاہ اس کا حملہ ہوتا رہتا تھا اسی بیماری کے ایک جان لیوا حملہ میں آپ مورخہ 27 فروری 1994 کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی اولاد میں سے ایک بیٹی پاکستان میں ہے ایک امریکہ میں ایک بیٹا پاکستان میں ہے ایک وفات پا چکا ہے اور باقی ایک بیٹی اور دو بیٹے قادیان میں ہیں۔ ☆☆☆

محترم بہادر خان صاحب درویش

(مکرم دلاور خانص صاحب۔ کارکن دفتر رشتہ ناطہ۔ قادیان)

خاکسار کے والد محترم پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''ادرحمہ'' میں 1907ء میں پیدا ہوئے۔ جو کہ اب پاکستان میں ہے۔ یہ گاؤں تحصیل بھلوال ضلع سرگودہا میں واقع ہے۔

محترم والد صاحب ابھی پانچ برس کے تھے کہ محترم دادا جان میاں شادی خان صاحب ولد محترم میاں محمد خان صاحب نماز تہجد کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادرحمہ سے جو پیدل قافلہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان آیا تھا اور بیعت کی تھی اس میں ہمارے دادا جان بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ بٹالہ پہنچا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف باتیں شروع کردیں تو ہمارے دادا جان نے کہا کہ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے والد محترم نظام الدین صاحب نے مسجد احمدیہ ادرحمہ میں قرآن مجید لیکر قسم کھائی تھی کہ امام مہدی علیہ السلام قادیان میں آگئے ہیں اور اعلان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام وقت کے امام الزمان کو مان لیا ہے اور خدا کی قسم یہ وہ ہی امام مہدی ہیں جس کے متعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی (مولوی صاحب موصوف اپنے گاؤں میں عالم دین اور بااثر شخصیت کے مالک تھے) نیز دادا جان نے کہا کہ اس کی باتوں میں نہ آئیں یہ تو شیطان معلوم ہوتا ہے اور اب تو قادیان قریب ہے اور پھر گاؤں جا کر کیا بتائیں گے کہ ہم نے امام مہدی علیہ السلام سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قافلہ نے بیعت کی اور پھر اس طرح ادرحمہ گاؤں سارا کا سارا احمدی ہوگیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

محترم والد صاحب کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں ایک بھائی تو عرصہ دراز سے لا پتہ ہوگئے تھے اور باقی بھائی بہن وفات پا چکے ہیں۔

محترم والد صاحب نے گاؤں میں ہی تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت عمدگی سے کرتے تھے اور پھر اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ ہمیشہ نماز عشاء کے بعد قرآن کریم کی تفسیر اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس دیکر ہمیں بہت سے واقعات سناتے تھے۔

حُلیہ اور لباس:

آپ درمیانے قد، گندمی رنگ، سیاہ آنکھیں اور چہرہ خوبصورت نورانی تھا۔ سادہ اور صاف ستھرا لباس استعمال کرتے تھے۔ رومال بڑے سائز کا رکھنا پسند کرتے تھے۔ ہمسایوں اور مہمانوں سے بہت محبت رکھتے ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے۔ غرباء اور ضرورت مند اور مسافروں کا خاص خیال رکھتے۔ واقف اور ناواقف شخص کی مدد کر دیا کرتے تھے۔ اپنے اور غیر مسلم احباب کی بیماری کی عیادت اور ان کی تیمارداری میں ضرور حصہ لیتے۔

خدا تعالیٰ سے محبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے کرام اور خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دلی محبت تھی۔ ہمیشہ حضور کے اشعار پڑھتے۔ دعائیں پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ غرضیکہ جماعتی مصروفیت کے بعد اپنا اکثر وقت ایسے ہی خدا کی یاد میں گذارتے تھے۔ بڑے پیارے انداز میں ہمیں اکثر نصیحت کرتے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کو چُن لیا ہے جس طرح پہلے بنی اسرائیل کو چنا تھا۔ اس لئے ان سے دلی محبت اور عقیدت رکھنا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کے متعلق بعض افراد مخالفت کریں گے ہمیں تاکیدی نصیحت کی کہ ایسے مخالف افراد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد

ایک مرتبہ محترم والد صاحب کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بہت یاد آئی اور دل میں خیال آیا کہ کاش ہم بھی وہ زمانہ دیکھتے۔ مجھے بتلایا یاد نہیں خواب تھا یا کشف صحیح یاد نہیں۔ دیکھتے ہیں کہ گاؤں ادرحمہ میں نہر کے کنارے ایک چبوترے پر حضرت مصلح موعودؓ ساتھ ہیں۔ پھر حضور نے شاید نہر کے پانی سے وضوء کیا اور نماز کے لئے چل پڑے اور والد صاحب کو بھی وضو کر کے آنے کے لئے حضور نے حکم دیا تو آپ بھی وضو کر کے نماز کے لئے چل پڑے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اتنی خلقت نماز کے لئے آئی ہے جس کا شمار ہی نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے کبھی بھی اتنی خلقت نہیں دیکھی تھی۔ جب نماز ختم ہوگئی تو نمازیوں سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی والد صاحب بڑی مشکل سے امام کی جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے نماز پڑھائی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے والد صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تو آپ کے پاس ہی رہتا ہوں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ یہ بھی وہ بابرکت زمانہ ہے یعنی اولین آخرین سے ملا دیئے جائیں گے۔

قادیان میں آمد:

حضرت المصلح الموعودؓ نے تحریک کی کہ نوجوان قادیان آئیں یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی پارٹیشن نہیں ہوئی تھی ملک میں ہنگامی حالات زوروں پر تھے اور انگریزی حکومت تھی۔ قادیان آنے کی تحریک تو اس وقت حضور انور کی پہنچ چکی تھی لیکن قادیان آنے کا کوئی پروگرام نہیں بن رہا تھا۔ انہی دنوں میں محترم والد صاحب نے کشف میں دیکھا کہ:

حضرت المصلح الموعودؓ سفید گھوڑے پر آئے ہیں۔ والد صاحب غالباً گاؤں میں نہر کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضور نے نام لیکر آواز دی کہ آپ یہاں سوئے ہیں فوراً قادیان پہنچو۔

کچھ دنوں بعد یہ بات بھول گئے اور فوج میں کام میں مشغول ہوگئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضور انور کشفی حالت میں دوبارہ نظر آئے اور سفید گھوڑا تھا اور والد صاحب کو آواز دی غالباً پکڑ کر اٹھایا اور ھدایت دی کہ قادیان پہنچو۔

فوج میں ایک احمدی کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ آپ نے یہ کشف انہیں بتایا۔ موصوف نے کہا کہ ہم دونوں قادیان چلتے ہیں تب فوج سے ریلیز ہو کر دونوں قادیان آگئے۔ محترم کیپٹن صاحب افسر حفاظت اور انجمن کے ممبر بنے والد صاحب ان کے معاون کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔

قادیان میں جب حالات نارمل ہوگئے اور ہندوستان اور پاکستان کی حدیں مقرر ہو گئیں تو کیپٹن شیر ولی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اپنے وطن جانے کی اجازت طلب کی تو حضور انور نے منظوری دے دی۔ محترم کیپٹن صاحب کا والد صاحب سے بہت پیار تھا فوج میں بھی پھر قادیان میں بھی اس لئے موصوف نے اپنے ساتھ پاکستان جانے کے لئے بہت اصرار کیا لیکن والد صاحب نے کہا کہ میں نے حضرت المصلح الموعودؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا ہے کہ ہر حال میں یہاں رہوں گا خواہ انجمن مدد کرے یا نہ کرے۔ پھر اس وعدہ کو آخری سانس تک نبھایا۔ ہر حال میں وفاداری اور صبر وشکر کے ساتھ وقت گزارا۔

ایک وقت ایسا آیا کہ صدر انجمن احمدیہ نے اپنے محدود بجٹ اور وسائل کے پیش نظر بعض درویشوں کو فارغ ہو کر اپنا کاروبار کرنے کی تحریک کی اور کچھ کام بھی سکھلائے۔ والد صاحب کو بھی توجہ دلائی تو آپ بھی لبیک کہتے ہوئے کام کرنے لگے۔ اسی دوران قادیان میں سیلاب آیا اور بہت سا سامان وگندم پانی میں خراب ہونے لگی والد صاحب کو ان دنوں شدید بخار تھا۔ سب درویش سیلاب میں خدمت خلق کا کام کر رہے تھے۔ والد صاحب کو شدید بخار کی وجہ سے آرام کرنے کے لئے آپ کے سب ساتھی درویشان کرام نے توجہ دلائی۔ والد صاحب نے کہا کہ میں ایسے کس طرح بیٹھ سکتا ہوں۔ آپ بھی سیلاب میں پانی میں جا جا کر خدمت خلق کے کاموں میں جٹ گئے۔ لیکن شدید بخار میں آرام نہ کرنے کی وجہ سے شدید فالج کا حملہ ہوگیا جسم کا ایک حصہ خاص کر ایک ٹانگ بہت متاثر ہوگئی پھر کافی عرصہ کے بعد علاج معالجہ سے چلنے پھرنے لگ گئے اور پھر چھڑی کا استعمال سہارا کے لئے شروع کر دیا لیکن ہر کام مستعدی سے کرنے

کے قابل ہوگئے۔ دفتر سے فارغ تھے اور کام بھی نہیں مل رہا تھا اور بیماری کے باعث کافی عرصہ بڑی تکلیف سے گزارا۔ والد صاحب کے ساتھ والدہ صاحبہ کے بزرگ والدین۔ والدہ صاحبہ کی دادی جان۔ والدہ صاحبہ کی چھوٹی بہن جو اس وقت چھ سات برس کی تھی یعنی ہماری چھوٹی خالہ جان اور خاکسار اس وقت شیر خوار تھے۔ ایسے حالات میں بہت تنگی سے گزارہ کیا۔

تقسیم ملک کے فوراً بعد بہشتی مقبرہ کی کچی دیوار کی تعمیر حفاظتی نقطۂ نگاہ سے کی گئی۔ درویشی دور میں سب درویشان کرام بہشتی مقبرہ میں خاص طور پر صفائی اور چار دیواری کی مرمت کرتے رہتے تھے۔ اس کی تعمیر اور مرمت کے کام میں محترم والد صاحب کو بھی خدمت کا موقعہ ملا۔

دور درویشی کے شروع میں ایک صدمہ :

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے والد صاحب کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کے فرزند ارجمند محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ کے طور پر خدمت بجا لا رہے تھے۔ جملہ درویشان کرام کا آپس میں بھائیوں جیسا سلوک اور محبت تھی اس لئے ہم سب بچے سب درویشان کرام کو چچا اور اسی طرح درویشان کرام کی بیویاں جو آپس میں بہنیں بنی ہوئی تھیں ہم سب انہیں خالہ جان کہتے تھے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے ایک دوسرے کی خوشی غمی میں بہت ساتھ دیتے تھے اسکا مزہ وہی جانتے ہیں جو اس دور میں رہے ہیں۔

محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی کی وفات اچانک ہوگئی اس پر جملہ درویشان کرام کو بہت دکھ ہوا ہمارے والد صاحب کو ان سے خاص محبت کی وجہ سے بہت دکھ ہوا۔ بہت دعائیں کیں تو رات کو والد صاحب خواب میں مولوی برکات احمد صاحب کو جنت میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے خواب میں دریافت کیا کہ مولوی صاحب کس طرح جنت میں آئے کون کون سی نیکیاں کام آئیں۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ کچھ دکھی اور ضرورت مند احباب کی خدمت کا موقعہ ملا آج اللہ نے خوش ہو کر یہ جنت دی ہے۔ یعنی حقوق العباد کی جزاء میں آج یہاں ہوں۔

خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے محبت:

محترم والد صاحب شروع سے ہی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی محبت رکھتے تھے۔ درویشی دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ حضرت میاں خلیل احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت میاں ظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی قربت نصیب ہوئی۔ ان کے ساتھ رہنے اور ملکر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ان بزرگان کو بھی والد صاحب سے دلی محبت تھی۔ بعض اوقات کھانے کے وقت والد صاحب کا انتظار کرتے۔ ایک دن رات کو حضرت میاں خلیل احمد صاحب کو کسی دوائی کی ضرورت پڑی۔ بیت الدعا کے ساتھ والے کمروں کی چابیاں والد صاحب کے پاس تھیں۔ اس لئے آپ نے کمرے کھولنے کے لئے کہا لیکن یہ دیکھ کر حیران ہوگئے کہ والد صاحب اپنے کمبل میں شدید سردی میں پڑے ہیں۔ فرمایا کہ اتنی رضائیاں یہاں ہیں لے لیں۔ والد صاحب نے کہا کہ میاں صاحب میں کسی غیر کی رضائی کیسے لے سکتا ہوں۔ اس پر میاں صاحب نے اپنی رضائی بطور تحفہ دیدی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک بنیان بھی تبرک کے طور پر دی۔

حضرت میاں ظفر احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گرم پاجامے کا ٹکڑا والد صاحب اور بہت سے درویشان کرام کو عنایت فرمایا۔

محترم والد صاحب نے خاندان کے افراد کے ساتھ رہ کر یہ محبت دیکھی اور پائی ہے۔ حضرت میاں ظفر احمد صاحب نے قادیان سے جاتے وقت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کو خاص والد صاحب کا خیال رکھنے کی سفارش کی اور تحفۃً ایک بھینس بھی دی جس کا دودھ محترم والد صاحب اپنے کچھ درویش بھائیوں کے ساتھ ملکر استعمال کرتے رہے۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظر خدمت درویشان بھی قادیان اور درویشان کرام سے دلی محبت رکھتے تھے اور حضور انور نے جو ذمہ داری درویشان کرام کو دی آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے درویشان کرام سے سچی ہمدردی دلداری اور دلی محبت کا ثبوت دیا اور درویشان کرام کے متعلق پل پل کی خبر اپنے اور ہم سب کے روحانی آقا کے سامنے پیش کرتے رہے اور حضور انور نے خاص درویشان کرام اور قادیان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو خوش رکھے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

نکاح و شادی:

مورخہ 16 رمئی 1952ء کو محترم والد صاحب کا نکاح محترم حکیم مولوی واجد حسین صاحب مونگھیری کی بڑی بیٹی یعنی ہماری والدہ صاحبہ محترمہ عظیم النساء صاحبہ کے ساتھ ہوا۔ نکاح کا اعلان حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں کیا۔ محترم والد صاحب شادی کے لئے لمبا سفر اختیار کر کے مونگھیر گئے۔ امرتسر سے مونگھیر تک لمبے سفر میں کھانے پینے کی اشیاء کا صحیح انتظام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے والد صاحب کو شدید بھوک لگتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کشف میں والد صاحب کو بہترین کھانا کھلا دیا۔ اس کا ذائقہ مونگھیر تک رہا۔ جب مونگھیر پہنچے تو ویسا ہی کھانا اور ذائقہ تھا جو کشفی حالت میں کھانا کھایا تھا اور سیر ہوئے تھے۔

دوبارہ فالج کا حملہ:

11 دسمبر 1973ء کو والد صاحب ایک معمولی سی اونچائی سے نیچے گر پڑے۔ بتدریج فالج کے دوسرے حملے نے اثر کرنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ صحت گرتی گئی۔ 6 جولائی 1977ء کو فالج کا حملہ شدید ہوا۔ بہت کمزوری واقع ہوگئی۔ دسمبر 1979ء کو بہت نقاہت ہوگئی کئی بار Coma کی حالت بھی آئی پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اپنی بیماری کی حالت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کی اور اُسی غرض سے میرے ساتھ پاکستان گئے۔ لیکن لاہور کا ویزا تھا۔ ربوہ کا ویزا بہت کوشش کے باوجود نہیں ملا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ اسی طرح ایک دن ملاقات کے لئے چلے جائیں۔ مگر والد صاحب نے بالکل پسند نہیں کیا۔ حضور سے ملنے کی تڑپ بہت تھی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت مصلح الموعودؓ آئے ہیں اور خود ہی اپنے ساتھ قادیان دارالامان کی مسجد مبارک میں لیکر گئے ہیں اور فرمایا کہ آپ یہاں رہیں۔

مالی قربانی کا جذبہ:

آپ نے جہاں دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ دینی خدمت اور خدمت خلق کے کام کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مالی قربانی خود بھی کرتے اور ہمیں بھی اس کی تلقین کرتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں محترمہ والدہ صاحبہ کا کچھ چندہ بقایا نکلا۔ گھریلو گذارے کی حالت بھی درست نہیں تھی۔ محترمہ والدہ صاحبہ نے اپنے خاوند سے اپنا زیور فروخت کر کے چندہ ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ نے فوراً دیدی جس پر والدہ نے ساری رقم چندہ میں ادا کردی۔

آپ نے مورخہ 3رجنوری 1943ء کو وصیت کی تھی بمطابق ریزولیوشن نمبر 235/21-4-1943 صدر انجمن احمدیہ اور 1/8 حصہ کی شرح سے حصہ آمد ادا کرتے رہے۔ لازمی چندہ جات کی ادائیگی کے علاوہ دیگر چندہ جات اور تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

وفات اور اولاد :

والد صاحب کو آخری عمر میں شدید بخار ہوا۔ بخار کی کیفیت تقریباً ایک ماہ رہی۔ کبھی بخار بڑھ جاتا اور کبھی کم ہوجاتا۔ بہت سے ڈاکٹروں کو دکھلایا گیا۔ مورخہ 15/ اکتوبر 1982ء کا دن ہم سب بھائی بہنوں کے لئے بہت افسوس اور صدمہ کا دن تھا جبکہ ہمارے پیارے ابو جان محترم بہادر خان صاحب درویش صبح پونے دس بجے 75 سال کی عمر میں ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار کو ملا کر ہم تین بھائی اور پانچ بہنیں والد صاحب کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والد صاحب کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش

(مکرم مامون الرشید تبریز صاحب۔ مربّی سلسلہ شعبہ تدوین تاریخ احمدیت بھارت)

میرے دادا جان محترم میاں عبد العظیم صاحب درویش ولد رحمت اللہ صاحب پنڈی بھٹیاں اپنی پیدائش کے سال کے بارہ میں خاکسار کو بچپن میں یہ بتایا کرتے تھے کہ میری پیدائش حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے سال (یعنی 1914ء) میں ہوئی تھی۔ آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں۔آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

قبولیت احمدیت:

محترم حضرت میاں محمد مراد صاحب حافظ آبادی جو صاحب کشف بزرگ تھے،ان کی تبلیغ سے دادا جان کو احمدیت جیسی پیاری نعمت حاصل ہوئی محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش نے اپنی کتاب "تابعین اصحاب احمد جلد اوّل" میں دادا جان کی ایک روایت درج کی ہے جس سے آپ کے قبول احمدیت کے بارہ میں معلوم ہوتا ہے۔

"حضرت میاں محمد مراد صاحب کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ تھا۔ذاتی نقصانات جھیلتے لیکن قطعاً پروا نہ کرتے۔کاروبار تباہ ہوگیا۔مکرم شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگرمل) کے مسلمان ہونے کے باعث ہندو برافروختہ ہوگئے اور بالآخر میاں صاحب کو بیرانوالہ سے بھاگ کر پنڈی بھٹیاں جانا پڑا۔آپ کی اہلیہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ دختر یار محمد صاحب سکنہ پنڈی بھٹیاں کھاتے پیتے گھرانے کی تھیں۔ وہاں موصوفہ کے حصے کا مکان بھی تھا۔میں تیرہ چودہ سال کا نوجوان تھا۔مخالفین کے اعتراض لیکر آیا۔آپ نے مجھے الفضل پڑھنے کو دیا۔اور جب بھی آتا الفضل پڑھنے یا سنانے کو کہتے اور میری تعریف کرتے۔کہ تمہارا علم میرے بچّوں سے زیادہ ہے۔اس طرح مجھ پر اثر ہونے لگا۔پھر آپ نے مجھے حضرت حافظ روشن علی صاحب کی تقریر جلسہ سالانہ 1927ء اور پھر تحفۃ الملوک کتاب دی۔جن کے مطالعہ سے مسائل حل ہوگئے اور 1928ء کے اوائل میں میں نے بیعت کرلی۔میں اپنے خاندان میں سب سے پہلا احمدی تھا۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 21-20)

دادا جان کا نام اخبار الفضل 17 مئی 1929ء کی فہرست نومبایعین میں 981 نمبر پر درج ہے۔

غرض یہ کہ بہت چھوٹی عمر میں دادا جان کو قبولیت حق کی توفیق ملی۔یہ وہ عمر تھی جس میں انسان لہو ولعب کی طرف مائل ہوتا ہے۔لیکن دادا جان چونکہ شروع سے ہی مذہبی معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے،آپ کا مذہب کے لئے جوش اور ذوق استفہام یہ رنگ لایا کہ آپ احمدیت کے رنگ میں رنگین ہوگئے اور یہاں سے ہمارے خاندان میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

قبول احمدیت کے بعد مصائب:

دادا جان کہا کرتے تھے کہ میری بیعت کا علم جب والد صاحب کو ہوا تو انہوں نے مجھے بہت زدوکوب کیا تھا۔دادا جان اکثر اپنے سر پر زخم کا ایک بڑا نشان دکھایا کرتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ میری قبولیت احمدیت کے بعد والد صاحب اس قدر برہم تھے کہ ایک موقعہ پر میرے سر پر غصّہ میں شیشے کی بوتل دے ماری۔جس سے سر پھٹنے پر لہولہان ہوگیا تھا۔غرض دادا جان کو قبول حق کے بعد خاندان کے کسی اور فرد سے تو اتنی تکلیف نہیں پہنچی مگر اپنے والد صاحب کے ہی ظلم کا شکار ہونا پڑا۔اور گھربار بھی چھوڑنا پڑا۔چنانچہ دادا جان ان مظالم کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"مجھے والد صاحب نے عاق کردیا۔میں قادیان آیا اور ایک سال بعد دو اڈھائی صد روپیہ کما کر واپس گیا۔تو بھی والد صاحب کے غصّہ میں کسی قسم کی کمی نہ تھی۔فوراً انہوں نے میرے کپڑے اتروا کر ایک معمولی لنگوٹی بندھوائی۔روپیہ اور سامان چھین لیا اور نہایت بے رحمی سے زدوکوب کر کے بری طرح زخمی اور لہولہان کر کے کمرہ میں مقفل کر کے چلے گئے۔میں وہاں سے کسی طرح نکل کر بھاگا۔ان کی شدت مخالفت کے باعث ہر ایک احمدی بھی جس کے پاس گیا سخت خائف ہوا۔اور بمنّت کہا کہ وہ مجھے پناہ نہیں دے سکتا۔والد صاحب کے ایک مخالف دور کے رشتہ دار کے ہاں پناہ لی اور اگلے روز وہاں سے چلا گیا۔اور بالآخر سیّد والا میں میں نے دکان کھول لی۔کچھ عرصہ بعد وہاں شدید طور پر بیمار ہوا۔جماعت نے بہت خدمت کی۔بالآخر ڈاکٹری مشورہ پر مجھے وطن بھجوایا گیا۔میں کئی روز سے بے ہوش تھا۔والد صاحب آئے تو اس حالت میں بھی انہوں نے میری چارپائی گھر سے نکلوادی۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ پانچ سال بعد حضرت میاں محمد مراد صاحب کی تبلیغ سے میرے بھائی حافظ محمد عبد اللہ صاحب (والد ماجد مولوی دوست محمد صاحب شاہد مؤلف تاریخ احمدیت ربوہ) اور پھر میرے بھائی میاں اللہ بخش صاحب (ظہور احمد صاحب ناصر ڈرائینگ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ کے والد محترم) احمدی ہو گئے۔اس سے والد صاحب کے طیش میں کوئی انتہا نہ رہی۔انہوں نے میاں محمد مراد صاحب کو تین دفعہ زدوکوب کیا۔ایک دفعہ میاں صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھے تین دفعہ پیٹا۔اور آپ کے تین بیٹے جو عقلمند تھے وہ احمدی ہوگئے۔آپ تین دفعہ اور مار پیٹ کرلیں تابقیہ تین بھی احمدیت قبول کرلیں۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 21)

والد صاحب کے مقابل مباہلہ میں کھڑے ہونا:

دادا جان کی زندگی میں چھوٹی عمر میں ہی احمدیت کی خاطر قربانیوں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ وطن مالوف،مکان وجائیداد اور عزیز و اقارب سے جدائی،غرض کئی قسم کی قربانیاں انہیں دینی پڑیں۔پھر وہ وقت بھی آیا جس کا تصور کرنا محال تھا۔باپ کی طرف سے تینوں احمدی بیٹوں کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا گیا۔واقعہ کی تفصیل دادا جان نے یہ بیان کی:

"ایک دفعہ والد صاحب اور بعض غیر احمدیوں نے ہمیں مباہلہ کی دعوت دی۔میں نے قادیان آکر سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ (حضرت المصلح الموعودؓ) سے ملاقات کرکے عرض کیا۔حضور نے اجازت عنایت فرمائی۔اور فرمایا کہ باپ بیٹا کا تعلق درمیان میں ہے۔اس لئے آپ یہ شرط رکھ لیں کہ اگر احمدیوں کو نقصان نہ پہنچا تب بھی غیر احمدی ہی غیر صادق ثابت ہوں گے۔کیوں کہ مباہلہ کی دعوت ان کی طرف سے ہے۔اسے قبول نہ کیا گیا تو اسے فرار اور عدم صداقت احمدیت پر محمول کیا جائے گا۔چنانچہ یہ شرط بھی رکھی گئی کہ میاں محمد مراد صاحب اور ان کے دونوں بھائی اور ہم تینوں بھائی احمدیوں کی طرف سے اور غیر احمدیوں کی طرف سے والد صاحب اور پانچ دیگر افراد تھے۔اور مباہلہ ہوا۔ایک سال میں یہ نتیجہ نکلا کہ والدہ وفات پاگئیں جو والد صاحب کے لئے سہارا تھیں۔اس طرح وہ بکلی دوسروں کے محتاج ہوگئے۔غلام حیدر (غیر احمدی مباہل) نے داماد کے ساتھ جھگڑے کی وجہ سے نکاح چھڑوانے کے لئے اپنی لڑکی کو عیسائی بنایا۔جس کے نتیجہ میں وہ باوجود امیر ہونے کے نہایت ذلیل ہوکر روپوش ہوگیا۔اور بعد میں عدم پتہ ہونے کی حالت میں ہی مرکھپ گیا۔ایک اور غیر احمدی مباہل کی ہمشیرہ جس سے اسے شدید محبت تھی چھت سے گری اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور عمر بھر کے لئے لنگڑی ہوگئی۔اور اس وقت تک وہ احمدیت کا جیتا جاگتا زندہ نشان ہے۔اسی طرح بقیہ تین کو بھی نقصان پہنچا۔

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 23-22)

اس مباہلہ کی روئیداد تفصیل کے ساتھ اخبار الفضل 8 مئی 1935ء کے صفحہ 5 پر درج ہے۔دادا جان کہا کرتے تھے کہ ان کے والد کو اس بات کا بہت غم تھا کہ ان کے تین لڑکے جو عقلمند تھے وہ احمدی ہوگئے ہیں۔اور آخری عمر تک انہیں اس بات کا افسوس رہا۔دادا جان فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ والد صاحب قادیان آئے اور کہا کہ میں آپ کے حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔دریافت کرنے پر بتایا کہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ کام کے تینوں لڑکے جو سمجھدار تھے وہ آپ نے لے لئے۔دوسرے تینوں میرے پاس رہے۔میرے ساتھ تبادلہ کرلیں۔میں نے کہا کہ وہ کھوٹا مال نہیں لیتے۔اس پر رونے لگے اور واپس چلے گئے۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 23)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم مؤلف تاریخ احمدیت ربوہ کے تحریر کردہ ایک واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حربہ ہمارے پڑ دادا صاحب نے اُن کے ذریعہ بھی آزمانا چاہا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعودؓ جن دنوں نخلہ (خوشاب) میں تفسیر صغیر تالیف فرمارہے تھے خاکسار کو اچانک ربوہ خانقاہ ڈوگراں کے قریبی گاؤں کلسیاں جانا پڑا جہاں میرے ایک احمدی چچا اللہ بخش صاحب عرصہ سے مقیم تھے۔اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ان دنوں میں دادا صاحب بھی وہیں موجود تھے اور اگرچہ بڑھاپے نے انہیں بہت کمزور کردیا تھا مگر ان کی احمدیت دشمنی بدستور عالم شباب پر

147

تھی۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ تمہارے خلیفہ صاحب سے ملکر فریاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں واپسی پر سیدنا حضور ہی کی خدمت اقدس میں جارہا ہوں۔ مجھے اپنا پیغام دے دیں، جاتے ہی پہنچا دونگا۔ انہوں نے دردبھرے دل سے مجھے کہا کہ میرے چھ بیٹے ہیں جن میں سے تین بچوں کو جن میں ایک حافظ قرآن اور دوسرے دو بھی عقلمند اور صاحب علم ہیں تمہارے خلیفہ صاحب نے مجھ سے چھین لئے ہیں اور باقی تین جو ان پڑھ یا معذور تھے میرے حوالے کر دئے ہیں۔ انہیں میری طرف سے درخواست کریں کہ انہیں تو گنتی ہی پوری کرنی ہے وہ تبادلہ کر لیں میں قبر کے کنارے آ پہنچا ہوں۔ اس آخری وقت میں یہ تقسیم میرے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہے۔ میں ان سے ملاقات کے بعد ربوہ سے ہوتا ہوا سیدھا جابہ پہنچا۔ اس دن مکرم چوہدری احمد جان صاحب کی قیادت میں ضلع راولپنڈی کے مخلصین اپنے محبوب و مقدس آقا کی زیارت کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے انہی کو شرف ملاقات عطا ہوا۔ جس کے بعد خاکسار کو دربار خلافت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ تصرف الٰہی ملاحظہ ہو کہ حضور نے از خود میاں محمد مراد صاحب کے اخلاص و خدمات کا تذکرہ شروع فرما دیا جس پر میں نے عرض کیا کہ خاکسار اپنے دادا صاحب کا ایک خصوصی پیغام لے کر آیا ہے کہ آپ نے میرے حافظ قرآن اور پڑھے لکھے بیٹوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ میرے دوسرے ان پڑھ یا معذور بچوں سے تبادلہ کر کے اپنی گنتی پوری کر لیں اور جیسا کہ بعد میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکریٹری نے مجھے بتایا کہ اہل راولپنڈی کی ملاقات کے دوران حضور بالکل خاموش رہے اور مصافحہ کیا مگر جونہی حضور نے میرے دادا کا پیغام سنا حضور بہت مسکرائے اور حضور کا روئے مبارک خوشی سے تمتما اُٹھا اور پیار بھرے انداز میں فرمایا کہ اپنے دادا کو میرا پیغام پہنچا دیں کہ مجھے بیٹوں کا تبادلہ بخوشی منظور ہے۔ آپ اپنے غیر احمدی بیٹے میرے حوالے کر دیں اور آپ کے احمدی بیٹوں کو میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ احمدیت ترک کر کے آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام لئے میں اگلے دن واپس دادا صاحب کے پاس پہنچا اور انہیں مبارکباد دی کہ ہمارے امام عالی مقام نے بچوں کا تبادلہ منظور کر لیا ہے۔ لیکن جب میں نے پیغام کی تفصیل بتائی تو وہ زارو قطار بچوں کی طرح رونے لگے اور کہا تمہارے خلیفہ صاحب کتنے چالاک ہیں انہیں یقین ہے کہ میرے مرزائی بیٹے تو کبھی "مرزائیت" کو نہیں چھوڑیں گے اس لئے اب وہ میرے دوسرے تین بیٹوں پر بھی اپنا ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لوگ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے مگر دادا صاحب نے دوبارہ شور فغاں شروع کر دیا۔

دادا جان تھوڑے عرصہ بعد اپنے دل میں ہزاروں حسرتیں لئے چل بسے، ایک بیٹے نے جو پنڈی بھٹیاں کی ایک برلب سڑک مسجد کا امام تھا خودکشی کر لی، دوسرا جو پاؤں سے معذور تھا لاولد اس جہان سے اٹھ گیا۔ اس کے مقابل تینوں احمدی بیٹوں نے لمبے عرصے تک خدمت دین کی توفیق پائی اور عمر بھر مخالفتوں کے طوفانوں میں کوہ استقلال بنے رہے اور اب ان کی اولادیں پاکستان، انڈیا، ماریشس، کینیڈا، جرمنی میں پھل پھول رہی ہیں جو محض خدا کا فضل اور اس کے خلیفہ موعود سیدنا محمود نور اللہ مرقدہٗ کی مقبول دعاؤں کا کھلا اعجاز ہے۔

("اقلیم خلافت کے تاجدار" از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 11 تا 13۔ بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ستمبر 2010 صفحہ 32-31)

قادیان میں آمد:

غرض اپنے والد صاحب کی مخالفت کے پیش نظر دادا جان اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور 1929ء میں پہلے سیدوالا پھر دہلی دروازہ لاہور میں عارضی قیام کرتے ہوئے بالآخر مستقل طور پر قادیان دارالامان آ گئے۔ اور یہاں اپنا جلد سازی کا کام شروع کیا جسمیں اسقدر برکت ہوئی کہ قادیان میں اپنا گھر بھی بنالیا اور دکان بھی خرید لی۔ وہ بتاتے تھے کہ انہوں نے قادیان آ کر سب سے پہلے مسجد اقصےٰ کے نیچے والے بازار میں کچھ عرصہ آم فروخت کئے۔ جب اسقدر رقم جمع ہوگئی کہ سامان جلد سازی وغیرہ خریدا جا سکے تو سامان خرید کر جلد سازی کا کام شروع کیا۔

قادیان میں دادا جان نے محسوس کیا کہ دینی اور دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے یہ ایک بہترین جگہ تھی۔ اور پھر یہ کہ خلافت کا قرب بھی حاصل ہے۔ اور ہر لحاظ سے قادیان اور جگہوں کے مقابل ایک امتیازی شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ سوچ کر دادا جان نے اپنے بھتیجے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم و مغفور مؤلف تاریخ احمدیت کو انکی صغرسنی میں تعلیم کی غرض سے قادیان بلالیا۔ تقسیم ملک سے قبل دادا جان نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی حمیدہ خاتون صاحبہ سے اور دوسری شادی محترمہ رئیسہ بانو صاحبہ (والدہ ماجدہ محترم تایا جان مولانا خورشید احمد صاحب انور وکیل المال تحریک جدید قادیان) سے ہوئی۔ دور درویشی میں دادا جان نے تیسری شادی صوبہ اڑیسہ کی جماعت محی الدین پور (سونگھڑہ) میں محترمہ سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے 1953ء میں کی۔ دادا جان کے ہاں آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ اور اب توان کی بھی اولادیں ہندوستان ۔انگلستان، بیلجیم، امریکہ و ماریشس میں موجود ہیں۔

زمانہ درویشی میں تمام درویشان کے گھریلو حالات تو تقریباً ایک جیسے ہی تھے۔ ان تمام درویشان نے وہ آرام و آسائش جو تقسیم ملک سے قبل انہیں حاصل تھے ترک کر کے اپنے پیارے آقا سیدنا المصلح الموعودؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے دیار حبیب میں رہنا پسند کیا تھا۔

خاکسار کے دادا جان کے حالات بھی ان درویشوں سے جدا نہ تھے۔ دادی جان بیان کرتی ہیں کہ شروع شروع میں جب وہ شادی کے بعد قادیان آئیں تو دادا جان کے حالات باقی درویشوں کی طرح تنگ دستی میں گزر رہے تھے۔ گھر میں بچوں کی ولادت ہوئی تو اور تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے چلتے دادی جان نے گھر میں مرغیاں پال لیں، جن کے انڈے فروخت کر کے تھوڑی بہت آمد ہونے لگی۔ جلد سازی کا کام شروع شروع میں بالکل نہیں چلتا تھا، بعد میں جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو دادا جان نے صدر انجمن کا پرانا کتب خانہ" بک ڈپو تالیف و اشاعت" نیلامی میں خرید لیا۔ اور پھر آخری عمر تک اس کتب خانہ کو" احمدیہ بک ڈپو" کے نام سے چلاتے رہے۔ جو اب بھی آپ کے ایک فرزند مکرم چچا عبد الحمید صاحب قمر قادیان میں چلا رہے ہیں۔

مطالعہ کا شوق اور تصانیف:

دادا جان کو کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر اپنے کتب خانہ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک عام انسان ہونے کے باوجود ان کا دینی علم کسی عالم سے کم نہیں تھا۔ چنانچہ اسی مطالعہ کی بناء "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا۔ جس میں آپ نے سلسلہ کی اس وقت شائع ہو چکی تمام کتب کا اندراج کیا۔ اور ہر کتاب کے ساتھ اس کا مختصر تعارف بھی درج کیا۔ آپ کی دوسری تصنیف جو آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں قلمبند کی وہ "عجائبات و کمالات ختم نبوت" ہے۔

عجائبات و کمالات ختم نبوت کے تعلق سے یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت دادا جان کی بصارت بہت متاثر ہو چکی تھی۔ اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کے قریب ہوگی۔ مہمان خانہ میں دادا جان کے ایک نئے احمدی دوست رہا کرتے تھے جو غالباً کشمیر کے تھے۔ دادا جان نے انہیں ایک نوٹ بک خرید کر دی ہوئی تھی۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر مہمان خانہ تشریف لے جاتے اور عشاء کی آذان تک وہاں بیٹھ کر اپنے دوست کو فی البدیہہ کتاب مذکورہ کا مضمون لکھوایا کرتے تھے۔ کہاں کون سی آیت کا ذکر کرنا ہے اور کہاں کس حدیث کو لانا ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں کو کہاں کہاں مزین کرنا ہے سب زبانی لکھوایا کرتے تھے۔ اس بات سے دادا جان کی علمی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

تبلیغ کا شوق:

دادا جان کو تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اور ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ احمدیت کی نعمت جو ان کو حاصل ہوئی وہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی موقعہ دعوت الی اللہ کا آپ خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ اکثر میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے آنے والے غیر مسلموں کو منارۃ المسیح اور بہشتی مقبرہ وغیرہ دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور زیارت سے فارغ ہونے کے بعد انہیں پُرزور تبلیغ کرتے۔ اسی شوق تبلیغ میں آپ اکثر دار الضیافت بھی جایا کرتے۔ کیونکہ دار الضیافت میں غیر احمدی یا غیر مسلم احباب کی آمد و رفت رہتی تھی۔ اور اس طرح آپ کو تبلیغ کا موقعہ مل جاتا تھا۔ دادا جان کے دوستوں میں ایک کثیر تعداد ان غیر مسلموں کی تھی جنہیں آپ اکثر پیغام حق پہنچایا کرتے تھے۔ اور ان سے ملاقات کے لئے اکثر قادیان سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔ مکرم عطاء الرحمٰن صاحب خالد مربی سلسلہ اپنی قبول احمدیت کی داستان مطبوعہ ماہنامہ مشکوٰۃ مئی

2000ء میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ جب وہ پہلی مرتبہ قادیان آئے اور اس وقت انہوں نے بیعت نہیں کی تھی اور سناتن دھرم کے عقائد پر کاربند تھے، قادیان میں دارالضیافت میں روزانہ دادا جان ان سے ملنے آتے تھے۔

کتابوں سے محبت اور دلچسپی:

دادا جان کو کتابوں سے بہت محبت تھی۔ آپ کتاب سے جدا ہوئے اوراق کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ میرے پاس اُنکی بعض کتب ایسی موجود ہیں جن کا اگر چہ کوئی ایک صفحہ ضائع ہو چکا تھا، دادا جان ضائع ہو چکے صفحہ کی جگہ سادہ کاغذ لگا کر قلمی تحریر سے عبارت مکمل کرواتے اور کتاب کو ضائع ہونے سے بچا لیتے تھے۔ ایسا بھی دیکھا گیا کہ بعض قرآن کریم جو پرانے تھے، اور انکے شروع اور آخر کے سپاروں کے اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ دادا جان شروع اور آخر کا سپارہ نیا لگا کر قرآن کریم کو مکمل صورت دے دیا کرتے۔ ایسا وہ اس لئے ہرگز نہیں کرتے تھے کہ آپ کے بک ڈپو کی کوئی کتاب فروخت کے قابل ہو جائے، ایسی کتاب کون خریدے گا جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوں۔ یہ محض اس لئے کرتے کہ سلسلہ کی کتاب ضائع نہ ہو اور مطالعہ کے قابل رہے۔

دادا جان نہایت خوش مزاج وجود تھے۔ خود بھی خوش رہنا اور دوسروں کو بھی خوش کر دینا ان کا معمول تھا۔ جو بھی آپ سے ملا اس نے آپ کی خوش مزاجی کی تعریف کی۔ خاکسار کو ہندوستان کی جماعتوں میں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بہت سے ایسے احباب مجھے ملے ہیں جنہوں نے آپ کے اس وصف کی تعریف کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بہت سے احباب جو آپ کے دوست تھے اب بھی آپ کو یاد کرتے ہیں۔

مالی قربانیوں کا شوق:

دادا جان بہت شوق سے مالی قربانیوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو بھی اسکی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ خاکسار کے والد محترم عبدالعزیز صاحب اصغر بیان کرتے ہیں کہ وہ جب بھی کچھ کما کر گھر آتے، تو دادا جان ان سے دریافت کرتے کہ کیا تم نے اس آمد سے چندہ ادا کر دیا ہے؟

دادا جان اپنی بیعت کے چوتھے سال مورخہ 29/12/1932 کو نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ اور آخری دم تک اس پر کاربند رہے۔ آپ کا اعلان وصیت اخبار فاروق مورخہ 28 اگست 1933ء میں درج ہے۔ آپ اپنی اولاد کو ہمیشہ باشرح چندوں کی ادائیگی کی طرف تلقین کرتے، اور کہا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے تو چھپا سکتے ہو مگر اللہ سے ہرگز نہیں چھپا سکتے۔ وہ تم کو ہمیشہ دیکھتا ہے۔ آپ دیگر مالی تحریکوں میں بھی شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔

بچوں سے محبت اور انکی تربیت:

دادا جان کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ جب بھی کوئی بچہ آپ کے پاس سے روتا ہوا گزرتا تو آپ کسی نہ کسی ڈھب سے اُسے بہلا لیتے۔ بچوں کو خوش کرنے کے لئے آپ انہیں کاغذ کا مینار مسجد اور پھول وغیرہ بنا کر دے دیتے۔ کاغذ کی اشیاء بنانے کا یہ فن صرف بچوں کے لئے ہی ظاہر کرتے تھے۔ بچوں کی تربیت کا بھی آپ کو خاص خیال تھا۔ بچوں سے مار پیٹ کے آپ سخت مخالف تھے۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں وہ مجھے بہت سی نصیحت آموز کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات کہانی کے رنگ میں سناتے۔ یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ ہر بات عام فہم آسان الفاظ میں بیان کرتے جو ذہن پر نقش ہو جاتی تھی۔ دادا جان نماز اور جلسوں میں ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

توکل علی اللہ:

دادا جان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بھروسہ تھا۔ آپ کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں جنہوں نے آپ کے اس جذبہ کو اور زیادہ تقویت دی۔ میرے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موضع بھینی میاں خاں (قادیان سے جانب مشرق سولہ کلومیٹر دوری پر واقع ہے) کے کچھ سکھ احباب دادا جان کے پاس آئے اور کہا کہ جلد بندی کا کچھ کام ہے لیکن اسکے لئے آپ کو وہاں آنا ہوگا۔ کچھ دن بعد دادا جان والد صاحب کو لیکر جو اس وقت چھوٹے تھے، چلے گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دراصل گورو گرنتھ صاحب کی جلد بندی کی جانی ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ کام کیا۔ ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو آپ کو اُجرت پیش کی جانے لگی۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ گورو گرنتھ صرف آپ کی ہی کتاب نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کی بھی ہے۔ کیونکہ اس میں جگہ جگہ گورو نانک دیو جی نے مسلمانوں کو بھی نماز اور قرآن کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا میں اس کام کی اجرت نہیں لے سکتا۔ میں نے تو یہ سیوا (خدمت) کی ہے۔

اسکے بعد دادا جان والد صاحب کو لیکر واپس قادیان آ گئے، اور راستے میں والد صاحب کو سمجھاتے رہے کہ ہم آئے تو کمائی کی غرض سے تھے مگر واپس خدمت کر کے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اسکا اجر بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلے دن وہی سکھ احباب ایک تانگے میں آٹا، دال، چاول اور نہ جانے کیا کیا بوریوں میں بھر کر لائے۔ اس وقت دادا جان کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سارا سامان گھر میں رکھوا دیا اور جاتے وقت یہ کہہ گئے کہ کل آپ نے سیوا کی تھی آج ہمیں سیوا کا موقعہ دیں۔ والد صاحب کے مطابق ڈیڑھ ماہ تک وہ راشن گھر میں استعمال ہوتا رہا جو کہ اصل اُجرت سے بھی کئی گنا زیادہ تھا۔

ایسے بہت سے واقعات آپ کی زندگی میں گزرے ہیں کہ خدا تعالیٰ زندگی کے ہر موڑ پر خود آپ کا کفیل ہوا۔

خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت:

دادا جان کو خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی۔ والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں انہوں نے ہمیشہ خلافت سے وفا اور محبت کا سبق دیا ہے۔ دادا جان نے تقسیم ملک سے قبل ایک لمبا عرصہ خلافت کے زیر سایہ قادیان میں گزارا۔ آپ شمع خلافت کے پروانے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ اکثر فرماتے کہ ”ہم تو اس خاندان کی کفش برداری کے بھی لائق نہیں۔ اس خاندان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اسی خاندان کی بدولت ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ وگرنہ ہم تو ضلالت اور گمراہی میں مبتلاء تھے۔“

وفات:

دادا جان نے اپنی تمام زندگی نہایت سادگی کے ساتھ گزاری۔ کبھی دنیاوی خواہشات کی پیروی نہیں کی۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ مورخہ 14 جنوری 1991ء کی شام کو آپ حسب معمول مہمان خانہ گئے، جہاں آپ نئے آنے والے مہمانوں کی خبر گیری اور ان سے تبلیغی گفتگو کے لئے روزانہ جایا کرتے تھے۔ چونکہ نظر کمزور تھی اس لئے آپ ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر گئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی پر معمولی سی چوٹ آئی۔ لیکن اس کے بعد دن بدن آپ کی صحت مضمحل ہونے لگی۔ اس وقت احمدیہ شفاخانہ قادیان میں علاج معالجہ کی ایسی سہولیات میسر نہیں تھیں جیسی کہ اللہ کے فضل سے اب نور ہسپتال میں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ دادا جان کو گورو نانک ہسپتال امرتسر لے جانا پڑا۔ لیکن جب تقدیر الٰہی غالب ہو چکی ہو تو تمام تدبیریں رائیگاں جاتی ہیں۔ ہم دادا جان کو واپس قادیان لے آئے۔ اور چند روز کے بعد یکم اپریل 1991ء بمطابق 15 رمضان 1370ھ بوقت 9 بجے شب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعون

اس وقت آپ کی عمر 78 سال تھی۔ اگلے روز مدرسہ احمدیہ کے صحن میں بعد نماز عصر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد نماز جنازہ بمقام بہشتی مقبرہ تدفین عمل میں آئی۔ دادا جان ان خوش قسمت درویشوں میں سے ایک ہیں جن کی نماز جنازہ غائب خلیفۂ وقت حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی، اور جلسہ سالانہ قادیان 1991ء میں جب حضور قادیان تشریف لائے اور جن مرحوم درویشان کے مزار پر دعا کی، ان میں آپ بھی شامل ہیں۔

دادا جان کا شمار اُن خوش بختوں میں ہوتا ہے جنہوں نے دین کی خاطر اپنے گھربار اور رشتہ داروں کو خیر باد کہا۔ مصیبتوں اور تکالیف کو آرام و آسائش پر ترجیح دی۔ خدا کے نام کی بلندی اور اس کے دین کے غلبہ کے لئے اپنی ساری زندگی کوشاں رہے۔ حقیقت میں میرے دادا جان دورِ درویشی کا ایک درخشندہ باب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

محترم قریشی عطاء الرحمٰن اعوان صاحب درویش

(ادارہ)

محترم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب ولد محترم حافظ محمد امین صاحب کی پیدائش 2/ اگست 1912ء بروز جمعہ قادیان میں ہوئی۔ آپ نے قادیان میں ہی میٹرک پاس کیا آپ ایک نہایت ہی بے نفس، غریب المزاج، سادہ زندگی بسر کرنے والے صفِ اوّل کے خدامِ سلسلہ تھے۔ آپ حضرت حافظ محمد یامین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ ہی میں قادیان میں ہجرت کر کے رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ اور بعد میں محلّہ ناصر آباد میں مرحوم نے اپنا مکان تعمیر کرایا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد اوائلِ عمر میں ہی صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں آگئے اور ایک کلرک سے ذاتی محنت اور اخلاص و محبت کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرتے کرتے ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ کے جلیل القدر اور ذمہ داری کے اہم عہدہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی ذرہ نوازی اور قدر افزائی کے نتیجہ میں پہنچے اور اس عہدہ سے بعمر ساٹھ سال صدر انجمن احمدیہ کی باقاعدہ ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ لیکن حضور انور کے ارشاد کے تحت بعد از ریٹائرمنٹ بھی اسی عہدہ پر پورے انہماک اور خلوص کے ساتھ خدمت بجالاتے رہے۔

تقسیم ملک سے قبل آپ کا زیادہ عرصہ بطور کارکن نظارت بیت المال ہی میں گزرا۔ ملکی تقسیم کے بعد جب قادیان میں حالات معمول پر آگئے اور سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں مرکزی دفاتر کو پھر سے سیٹ کیا گیا تو اس کام کو نئے سرے سے چلانے کیلئے آپ نے نمایاں کام کیا۔ اپنے ہاتھ سے بیشتر دفاتر کو سیٹ کیا۔ نئے کارکنان کو ٹریننگ دیتے رہے۔ پرانے کارکن ہونے کی وجہ سے دفتری معاملات میں آپ ایک اتھارٹی سمجھے جاتے تھے زمانہ درویشی میں آپ کو بطور آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ۔ ناظم جائیداد و تعمیرات۔ اور نائب ناظر بیت المال کے مختلف فرائض نہایت درجہ خوش اسلوبی سے بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر کام۔ بڑی بشاشت اور توجہ سے سرانجام دیتے۔ اس کے بعد وہ وقت بھی آیا جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے نظارت بیت المال کے صیغہ کو آمد اور خرچ بنایا۔ جس پر مرحوم بڑی تندہی کے ساتھ اپنے مرض الموت تک کام کرتے رہے۔

آپ ایک مرنجانِ مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ سالہا سال سے سلسلہ کی ذیلی تنظیم مجلس انصاراللہ کے صدر مرکزی بھی رہے۔ ذمہ داری کا آپ کو اس قدر احساس رہتا کہ ہر ایسے وقت میں جب آپ نظارت کے کام سے ذرا فرصت پاتے تو ہندوستان کے انصار کو بیدار کرنے اور ان میں فعالیت کی رُوح پھونکنے کیلئے راقم الحروف سے اکثر تبادلہ خیالات کر کے عملی اقدام فرماتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے 1977ء میں ایک جیبی رسالہ ''الواح الہدیٰ'' کے نام سے مجلس انصار اللہ کی طرف سے شائع کیا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات۔ آپؑ کے ہر سہ خلفاء عظام کے خطبات و تقاریر کے چیدہ چیدہ ایسے اقتباسات جمع کئے جو جماعتی تربیت کیلئے نہایت ہی مفید ہیں۔ اس رسالہ کی تدوین میں ہمیشہ ہی خاکسار کے مشورہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی تیاری کیلئے خود بھی بڑی محنت کی۔ یہ رسالہ اور مجلس انصاراللہ سے متعلق دوسرا کام ہمیشہ ہی صدقہ جاریہ کے طور پر یاد رہے گا۔ آپ نے اصل ڈیوٹی کے علاوہ زائد وقت میں ایک عرصہ تک اخبار بدر کے مینیجر کے طور پر بھی خوش اسلوبی سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جس کا ذکر بدر کے جوبلی نمبر میں آچکا ہے۔ فجز اہ اللہ تعالیٰ۔

آخری عمر میں آپ کو ذیابطیس، شکری اور حبس البول کی موذی تکالیف ہوگئیں تھیں مگر ان کے باوجود سلسلہ کی خدمات میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ 2 فروری 1978ء کو آپ کی وفات امرتسر کے تیغ بہادر ہسپتال میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ محترم مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔

(تلخیص اخبار بدر 2 فروری 1978)

☆☆☆

محترم مولانا عبدالرحیم اوگامی صاحب درویش

(مکرم سید ناصر احمد ندیم صاحب۔ ماندوجن، کشمیر)

لمبا کتابی چہرہ، ستواں ناک، لمبی اور سفید برف جیسی داڑھی، سر پر سفید اور اونچے طرے والی پگڑی، ہاتھ میں عصا لئے، ہر موسم میں شیروانی زیب تن کئے ہوئے خراماں خراماں چلنے والے، دشمن ہو یا دوست، اپنا ہو یا پرایا، آپ پر اچانک نظر پڑتے ہی دل پلٹ کر پھر دیکھنے کیلئے مجبور ہو جاتا، یہ خوبصورت حلیہ والے اور مخصوص لباس میں ملبوس رہنے والے بزرگ تھے وادی کشمیر کے معروف واعظ خطیب، مبلغ محترم مولوی عبدالرحیم صاحب اوگامی جو مورخہ 22 فروری 2008ء کو قریب اسّی سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی پیدائش اندازاً 1928ء میں اوگام نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی جو ناصر آباد جماعت کے بالکل قریب مغربی جانب واقع ہے۔ والد صاحب کا نام عبدالعزیز ڈار تھا۔ آپ نے اپنے استاد حضرت مولوی قطب الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ 1944ء میں بیعت کی تھی اور 1946 میں حصول تعلیم کیلئے قادیان چلے گئے۔ مولوی صاحب مرحوم وادی بھر میں عمومی طور پر اور جنوبی کشمیر میں خصوصی طور پر ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ راہ چلتے تو لوگ رُک رُک کر آپ کی سحر انگیز اور متاثر شخصیت کو جی بھر کر دیکھا کرتے۔ جہاں بھی کھڑے ہوتے آپ کے آس پاس لوگوں کی بھیڑ جمع ہو جاتی۔ دعا کیلئے درخواستیں کی جاتیں، سوالات کئے جاتے، بازار میں چل رہے ہوتے یا دیہات میں، بس میں سوار ہوتے یا ٹانگہ پر، آپ اپنے مخصوص حُلیے کی بنا پر سب کی نظروں کا مرکز بنے رہتے۔

تبلیغ احمدیت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ بس میں ہوتے یا بازار میں گاؤں میں ہوتے یا گھر میں غرض جہاں اور جس جگہ ہوتے تبلیغ کا کام جاری رہتا، عربی زبان پر عبور تھا اور مقامات حریری ازبر تھے بعض اوقات علمی مجلس میں بوریت دُور کرنے کیلئے سبع معلقات میں سے منتخب اشعار سنا سنا کر محفل کو قہقہہ زار بناتے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر عرب احمدیوں اور زائرین کو پکڑتے۔ اُن سے عربی میں گفتگو کر کے اپنی تشنگی اور پیاس کو بجھاتے۔ عبادت گذار اور تہجد گذار اور صاحب کشف بزرگ تھے۔

کافی عرصہ تک بحیثیت دیہاتی مبلغ خدمات سلسلہ سرانجام دیتے رہے۔ ملازمت سے فراغت کے بعد بھی تبلیغی فریضہ کو اس رنگ میں ادا کرتے رہے کہ باقاعدہ اور بامشاہرہ مبلغین اور معلمین بھی بہت کم اس طرح تبلیغی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ کشمیری زبان میں کم از کم ہم نے جماعت میں اُن جیسا واعظ اور خطیب نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی سے نوازا تھا جس کا بھرپور استعمال کرتے تھے۔ ہر جماعت میں ان کا انتظار رہتا تھا اور افراد کو بھی ان سے ایک والہانہ محبت تھی۔

مستجاب الدعوات بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ احمدی غیر احمدی سب آپ سے فیض یاب ہوتے۔ آپ درویش تھے۔ اور تین سو تیرہ درویشان کی فہرست میں آپ کا نمبر 100 ہے (بحوالہ الفرقان ربوہ، درویشان قادیان نمبر، اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ء)

آپ نے تبلیغی فریضہ کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس عاشقانہ اور مخلصانہ ادا کو پسند فرمایا اور آپ کو مالی وسعت بھی عطا کی۔ چونکہ کافی عرصہ پہلے ہی سے موصی تھے۔ آخری عمر میں حصہ جائیداد کی ایک معقول رقم اپنی صحت مندی کے ایام میں ہی ادا کر دی اور وصیت کا حساب کلیئر کر دیا۔

بوقت وفات اگرچہ موسم انتہائی ناساز اور برف باری کا تھا لیکن اس کے باوجود وادی کشمیر کے کونے کونے سے احمدی احباب آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے اور آپ کے بڑے بیٹے مکرم امین صاحب تنویر نے آپ کی میت پہلے سے تیار شدہ تابوت میں رکھ کر بذریعہ وین قادیان پہنچائی اور یوں وادی گلپوشی کا یہ نامور خطیب بہشتی مقبرہ جیسی مقدس آرام گاہ میں ابدی نیند سو گیا۔

خدا رحمت کند، ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

150

محترم مولوی فیض احمد صاحب درویش

(مکرم شمس الدین مبارک۔ کارکن نور اسپتال قادیان)

والد محترم مولوی فیض احمد صاحب درویش 1928ء میں چک 5 گ سب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ماسٹر خان صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

مرحوم واقف زندگی تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی تحریک پر قادیان آگئے اور 1947ء کے پرآشوب زمانہ میں قادیان کی مقدس بستی میں شعائر اللہ میں مختلف ڈیوٹیاں دیتے ہوئے اپنا وقت گذارتے رہے۔ جب ملکی حالات اچھے ہوئے امن وامان بحال ہوا تو مرحوم کو دیہاتی مبلغ سلسلہ کے طور پر نندگڑھ مہاراشٹر کے علاقہ میں مقرر کیا گیا جہاں پر مرحوم تبلیغی وتربیتی کام کرتے رہے۔ 1960ء میں مرحوم کا تبادلہ تیماپور کرناٹک کی جماعت میں ہوا۔ یہ جماعت بھی پرانے احمدیوں کی جماعت تھی۔ گو یہاں پر عبد اللہ صاحب تیماپوری کے ماننے والے بھی موجود تھے اور غیر احمدیوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ یہاں پر آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں مکرم کے شفیق احمد صاحب اور کے رفیق احمد صاحب دونوں بھائی احمدی ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں مخلص احمدی ہیں مرحوم والد صاحب تبلیغ کیلئے بیجاپور بھی جایا کرتے تھے وہاں آپ کی تبلیغ سے ایک گھرانہ مکرم اسماعیل احمد صاحب ٹیلر اُن کی والدہ اور بھائی احمدی ہوئے۔

پھر مرحوم والد صاحب کا تیماپور سے 40 کلومیٹر دور یادگیر کی جماعت میں تبادلہ ہوا۔ جماعت احمدیہ یادگیر حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی اور سیٹھ صاحبؓ کے ذریعہ ہی تیماپور، دیودرگ، گلبرگہ اور یادگیر کے ارد گرد جماعتیں قائم ہوئی تھیں۔ یہاں کی جماعت میں ایک لمبا عرصہ والد صاحب بطور مبلغ خدمت بجا لاتے رہے۔ والد صاحب کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں یادگیر میں مکرم ماسٹر نورالدین صاحب ہیڈ ماسٹر پرائمری اسکول اور ایک مخلص عرب جو کہ یمنی تھے احمدی ہوئے اس کے نتیجہ میں یادگیر میں مخالفت مزید بڑھ گئی۔ یادگیر سے 100 کلومیٹر دور قصبہ ہنچال میں بھی آپ کے ذریعہ جماعت قائم ہوئی۔ مکرم چاند پٹیل صاحب اپنے بھائی اور بیوی بچوں کے ساتھ بیعت کرکے احمدیت میں داخل ہوئے۔ مکرم چاند پٹیل صاحب کے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی۔ والد صاحب مرحوم کے ساتھ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب بھی ایک دفعہ ہنچال گئے اور تین دن قیام کے دوران اولاد نرینہ کیلئے دُعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ جس کا نام فضل الٰہی ہے۔ آج کل یہ نوجوان معلم بن کر سلسلہ کی خدمت کر رہا ہے۔

والد صاحب مرحوم یادگیر میں قیام کے دوران ارد گرد کی جماعتوں تیماپور، دیودرگ، شاہ آباد، شاہ پور، گلبرگہ اور ہنچال وغیرہ دورے کرتے رہے اور جماعتی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ مرحوم والد صاحب کی ان مساعی کے نتیجہ میں غیر احمدیوں میں ایک کھلبلی مچ گئی جس کے نتیجہ میں یادگیر میں جماعت احمدیہ اور اہل سنت والجماعت کے درمیان 1963ء میں ایک زبردست مناظرہ ہوا تھا جو کتابی شکل میں ’’مناظرہ جماعت احمدیہ یادگیر‘‘ کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اِس کے بعد والد صاحب مرحوم شیموگہ، سورب، ساگر کی جماعتوں میں خدمت بجا لاتے رہے۔ پھر آپ کو مرکز قادیان میں واپس بلوا لیا گیا۔ یہاں پر ریٹائرمنٹ تک آپ کو جامعہ احمدیہ میں خدمت کا موقع ملا اور ساتھ آنریری طور پر دفتر انصار اللہ بھارت میں خدمت بجا لاتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وفات سے چند سال قبل تک دفتر انصار اللہ بھارت میں بطور قائد عمومی خدمت بجا لاتے رہے۔ ننگل میں مسجد کی تعمیر کیلئے آپ نے بہت کوشش کی۔ ننگل باغبانہ میں بحیثیت صدر لوکل جماعت کی خدمت کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔

مرحوم والد صاحب نہایت ہی سادہ طبیعت رکھتے تھے تہجد گذار اور دُعا گو تھے مرحوم کی اہلیہ اوّل سے خاکسار کے علاوہ چار بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹیاں پاکستان میں بیاہی ہیں اور ایک بیٹی عزیزہ بشریٰ بیگم اہلیہ مکرم چوہدری صلاح الدین صاحب قادیان میں رہتی ہیں۔ والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد مرحوم والد صاحب نے دوسری شادی سونگھڑہ اڑیسہ میں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام بشیر احمد ہے۔ مورخہ 31 جولائی 2010 رات کو آپ بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اگلے روز جنازہ گاہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد بہشتی مقبرہ میں قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو والد صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

☆☆☆

محترم ممتاز احمد ہاشمی صاحب درویش

(ادارہ)

آپ کی پیدائش ہوشیار پور کے قصبہ ماہل پور میں ہوئی تھی آپ کے چار بھائی اور چار بہنیں تھیں۔ ملک کی تقسیم سے قبل آپ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ پارٹیشن کے موقعہ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان کی حفاظت کے لئے تحریک فرمائی تو آپ نے بھی اپنا نام پیش کیا جو منظور کر لیا گیا۔ آپ ابتدائی ۳۱۳ درویشان میں سے تھے آپ کے والد حضرت قریشی شاہ دین صاحب ہاشمی صحابی نمبردار جاگیردار ماہلپور کے سابق امیر تھے۔ آپکی والدہ حضرت عصمت بیگم صاحبہ صحابیہ تھیں آپ کے نانا جان حضرت عبدالقادر صاحب لدھیانویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ خاص صحابہ میں سے تھے۔

آپ نے اپنی تمام عمر بہت ہی سادگی کے ساتھ گذاری۔ باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے آپکو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت یقین تھا اس وجہ سے کسی بھی حالت میں گھبرایا نہیں کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے کہ صرف خدا پر یقین کریں اور اسی سے مدد کے طلبگار رہا کریں۔ خلیفۂ وقت سے بیحد پیار کیا کرتے تھے جب 2005ء جلسہ سالانہ پر حضور انور قادیان تشریف لائے اور نصرت لائبریری کا معائنہ کرنے کے بعد حضور آپ کے گھر کے سامنے تشریف لائے تو حضور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آپ سخت سردی میں کرسی پر بیٹھے رہے۔ جب حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو آپ کو دیکھ کر آپکے پاس آگئے مصافحہ اور معانقہ کیا اور حضور انور خود سہارا دے کر آپکو آپکے گھر کے اندر لائے۔ حضور نے آپکے بیوی بچوں سے باتیں کیں اور فیملی کے ساتھ فوٹوز کھچوائے۔

مکرم ہاشمی صاحب چار بھائی تھے جن میں سے مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملازمت کرتے تھے اور ربوہ میں دفتر خدمت درویشان میں تھے۔ آپکے دو بھائی مکرم محمد منیر ہاشمی صاحب آف لاہور اور مکرم افتخار احمد صاحب ہاشمی آف کراچی گورنمنٹ ملازمت میں تھے۔

آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں کام کیا اور ذیلی تنظیموں میں بھی کام کیا ریٹائرمنٹ کے وقت آپ سیکرٹری بہشتی مقبرہ کے طور پر خدمت انجام دے رہے تھے۔

مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی 25-11-06 کو مختصر علالت کے بعد وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مورخہ 26-11-06 قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا مکرم سرفراز احمد ہاشمی اور تین بیٹیاں چھوڑے ہیں جو سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

☆☆☆

151

محترم چودھری محمد احمد خان صاحب درویش

(مکرم مجید احمد پرویز صاحب۔ ربوہ (پاکستان))

خاکسار کے والد چودھری محمد احمد خان صاحب مرحوم ضلع ہوشیار پور گاؤں سٹروعہ میں چوہدری نور احمد خان صاحب صحابیؓ کے گھر 1916ء میں پیدا ہوئے بعد میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ پوری فیملی کے ساتھ قادیان دارالامان محلّہ دارالفضل میں رہائش پذیر ہوئے آپ کی شادی اپنے ہی خاندان میں مکرم چوہدری حاکم علی خان صاحب مرحوم آف سٹروعہ کی صاحبزادی امتہ الرحمان صاحبہ سے 1943ء میں قادیان میں ہوئی اور وفات 73 سال کی عمر میں 1989 میں ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد تمام رشتے دار پاکستان چلے گئے لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور پرخلوص جذبہ کے ساتھ قادیان میں رہ گئے۔

محترم والد صاحب نہایت نرم خو تھے ہر مخاطب کے ساتھ محبت آمیز گفتگو کرتے تھے۔ آواز میں کبھی تیزی اور کرختگی نہ تھی۔ کفایت شعاری اور فراخدلی بظاہر دو متضاد صفات ہیں لیکن میرے پیارے والد صاحب کے اندر یہ دونوں صفات موجود تھیں وہ اپنی ذات کے لئے بہت کفایت شعار تھے لیکن جماعتی تحریکات میں حصہ لیتے وقت وہ غیر معمولی کشادہ دل کا مظاہرہ کرتے تھے لباس بہت سادہ مگر سفید اور صاف ستھرا پہنتے تھے۔

خاکسار نے اپنے والد صاحب کا بچپن سے لیکر بڑے ہونے تک بہت نزدیک سے غور سے مشاہدہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ وہ تنگدستی کی حالت میں بھی اپنے خدا کا شکر بجالاتے تھے بہشتی مقبرہ قادیان میں جماعت کا ٹیوب ویل ہوتا تھا جہاں سے لوگ اپنی زمینوں پر قیمتاً پانی لگایا کرتے تھے اور رات بے شک گرمیوں کی ہو یا سردیوں کی جب بھی کسی احمدی یا غیر مسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپکو پانی ٹیوب ویل چلانے کا کہا جہاں تک مجھکو یاد پڑتا ہے محترم والد صاحب نے کسی سائل کو انکار نہیں کیا فوراً جماعتی رسید بک اپنی بغل میں دبا کر اُسکے ساتھ چل پڑتے اور اپنے ہاتھوں سے خود ٹیوب ویل چلاتے اور بند کرتے اور اُسی وقت رسید کاٹ کر رقم لیتے اور صبح خزانہ میں جمع کروادیتے اور یہ ڈیوٹی آخری عمر تک ادا کرتے رہے۔ خاکسار نے بہت دفعہ اصرار کیا کہ ابو جان اب آپکی عمر زیادہ ہے تھک جاتے ہوں گے میں جا کر یہ ڈیوٹی سرانجام دے آتا ہوں لیکن آفرین ہے والد صاحب پر آپ اپنے چہرہ پر ہلکی سی مسکراہٹ لا کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خندہ پیشانی سے کہا کرتے تھے کہ مجید یہ میری ڈیوٹی ہے اور میری ذمہ داری ہے اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو طاقت دی ہمت دی اور جماعت نے مجھ پر اعتبار کیا ہے اور میں اپنا فرض احسن رنگ میں نبھا رہا ہوں اور محترم والد صاحب بڑی خوش اسلوبی سے اپنے آخری دنوں تک یہ ڈیوٹی نبھاتے رہے آپ نے نہایت اطاعت اور وفاداری کے ساتھ درویشی کے سال گذارے۔ آپ شعار اسلامی کے پابند تھے نظام جماعت سے تعاون آپکی گھٹی میں پڑا تھا

میرے والد صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اُن میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ بچوں کے ساتھ بچے بن جاتے تھے اور بڑوں کے ساتھ بڑے اور جہاں کہیں بھی قادیان میں خدام کی گیم ہوتی تھی خواہ کبڈی کی ہو یا والی بال یا فٹ بال کی ٹیم کے ساتھ جاتے اور لڑکوں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اپنی طاقت کے مطابق کھلاڑیوں کا خیال رکھتے تھے۔ سادہ کپڑے پہنتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنے والد صاحب کو کبھی پریشان ہوتے نہیں دیکھا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اپنی اولاد کو بھی یہی تلقین کیا کرتے تھے۔ جب بھی پاکستان اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو ملنے جاتے تو وہ پیار میں آکر حالات کا پوچھتے کہ بیٹا یا بھائی قادیان میں تنگ تو نہیں اپنے بچوں کا خرچہ اتنی کم تنخواہ میں کیسے کرتے ہو۔ ابو جان نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا ٹھیک ٹھاک گذارہ ہو رہا ہے اور کبھی اپنے والد صاحب یا اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا تقاضا نہیں کیا کچھ مانگا نہیں جب بھی والد صاحب نے مانگا اپنے خدا سے مانگا اور میری ضرورت پوری کی ہے۔ خاکسار کے والد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ میں خوش قسمت ہوں اور میری اولاد بھی خوش قسمت ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم چوہدری نور احمد خان صاحب ولد چوہدری بدر بخش صاحبؓ صحابی تھے جنہوں نے 1903ء میں بیعت کی اور 1905ء میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت دوبارہ کی اور زیارت کی اور پھر واپس اپنے گاؤں سٹروعہ واپس نہیں گئے اور محلّہ دارالفضل میں رہائش اختیار کر لی اور آپ پھر قادیان میں ہی صدر انجمن احمدیہ میں ملازم ہو گئے۔

آپ نے دفتر بہشتی مقبرہ میں کام کیا اسی طرح لنگر خانہ قادیان میں کام کیا آپ نے چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ (والد چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ) کے ساتھ بھی عرصہ دراز تک صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کام کیا۔ ان کے بارہ میں اصحاب احمد جلد نمبر 11 میں درج ہے میرے دادا جان کے بارہ میں چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ نے لکھا ہے ”میں تحریر کرتا ہوں مکرم چوہدری نور احمد صاحب نے میرے تحت دو سال کام کیا آپ نہایت متقی، پرہیز گار اور ولی اللہ تھے۔ بہت دعا گو تھے اور نہایت سادہ زندگی کو پسند کرتے تھے۔ دفتر بہشتی مقبرہ میں باقاعدہ بیٹھ کر کام کرتے تھے اور ساتھ ساتھ قرآن کریم بھی حفظ کرتے جاتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد میرے ذریعے بھُنے ہوئے چنے بازار سے منگوا کر بطور ناشتہ نوش فرماتے اور مجھے بھی ساتھ بٹھا لیتے تقریباً دو سال میرے ماتحت انہوں نے کام کیا“ میرے والد صاحب نے اپنے والد محترم سے اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام عمر درویشی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مختلف شعبوں میں خدمت کی اور آخری عمر تک حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے تمام اکاؤنٹ کا حساب والد صاحب کے پاس تھا اور امانت کے امین تھے۔ آپ پر حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کو پورا اعتماد تھا۔

آپ کی وفات پر روزنامہ الفضل نے لکھا:

”محمد احمد خان صاحب نے نہایت صبر سے قادیان میں درویشانہ زندگی گذاری پہلے پہلے قادیان میں درویشوں کو کافی تنگی رہی آپکی اہلیہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ نے بتایا کہ 1953ء میں جب میں اپنے دو بچوں (بشیر احمد ناصر، مجید احمد پرویز) کو قادیان لیکر گئی تو کھانا لنگر خانہ سے ملتا تھا اور ماہوار خرچ صرف 5/- روپے ملتا تھا جو بعد 30/- روپے ماہوار خرچہ ہو گیا۔ مورخہ 1989-05-05 کو بروز جمعۃ المبارک کا آخری جمعہ تھا مسجد اقصیٰ ربوہ میں محمد احمد خان صاحب درویش آف سٹروعہ قادیان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھایا گیا جو ناظر صاحب اصلاح وارشاد نے پڑھایا“

(روزنامہ الفضل مورخہ 30 اپریل 1989 میں آپکی وفات کی خبر شائع ہوئی)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اُن کی قربانیوں اور خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب اولاد کو اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

محترم چودھری عبدالقدیر چٹھہ صاحب درویش

(مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ، نیویارک، امریکہ)

گلشن احمدؑ کے 313 پھولوں میں سے ایک پھول میرے پیارے ابا جان محترم چوہدری عبد القدیر چٹھہ درویش ابن محترم چوہدری سردار خان صاحب چٹھہ مرحوم تھے۔ آپ 1927ء میں موہلنکہ چٹھہ ضلع گوجرانوالا میں پیدا ہوئے۔ میرے ابا جان نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی۔ بعد میں میرے دادا جان نے ان کو دینی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے قادیان بھجوا دیا جب آپ کی تعلیم مکمل ہوئی تو آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قائم کردہ دفتر ایم۔این سینڈیکیٹ میں بطور اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ خدمت بجالانے لگے۔

میرے ابا جان بتایا کرتے تھے کہ وہ ہر سال جولائی کے مہینہ میں گاؤں جاتے تا کہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب سے ملاقات ہو جائے ۔حسب معمول جولائی 1947ء میں بھی گاؤں گئے۔ اس وقت آپ کی عمر 20 سال کے قریب تھی ۔میری دادی جان کی بیماری کی وجہ سے آپ کی شادی محترمہ امۃ القیوم صاحبہ بنت مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب مرحوم نمبردار موضع چک نمبر 35 جنوبی ضلع سرگودہا سے اسی سال کر دی گئی۔ ابھی شادی کو کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ ملک کے حالات خراب ہونے شروع ہو گئے ۔ اور ہر طرح کی آمد و رفت کے ذرائع جو قادیان جانے کے تھے بند ہو گئے۔ میرے ابا کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا قادیان جانا ناممکن ہو گیا ہے تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ اور وہ پوری رات سو نہ سکے کیونکہ انہیں قادیان کی بستی سے عشق کی حد تک پیار تھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور ان کی دُعاؤں کو سنا اسی عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو اپنی زندگیاں وقف کر کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے تحریک فرمائی تو فوراً لبیک کہا اور قادیان جانے والے قافلوں میں سے ایک قافلہ میں قادیان پہنچ گئے۔ میری امی جان بتاتی تھیں کہ میری شادی کو ابھی بہت کم عرصہ گزرا تھا کہ تمہارے ابا جان مجھے چھوڑ کے قادیان چلے گئے۔ اس کے بعد سات سال میری امی جان نے اکیلے گزارے۔ قادیان کے حالات کچھ بہتر ہونے پر میری امی جان قادیان آئیں۔ ابا جان کی قادیان سے جو عشق کی کیفیت تھی وہ تا زندگی رہی۔ مجھے یاد ہے جب بھی ہم سفر پر جاتے تو ابا جان کو قادیان جانے کی جلدی ہوتی۔ قادیان پہنچ کر کہا کرتے تھے کہ "مجھے سکون آ گیا ہے"۔ آخری وقت جب Heart کی تکلیف ہوئی تو آپ ربوہ بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب تکلیف ہوئی تو سب سے پہلے یہ الفاظ کہے کہ "دعا کرو مجھے یہاں کچھ نہ ہو۔ اگر وقت آ بھی گیا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے قادیان لے جائے"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا بھی سنی اور بڑی عزت و احترام سے ان کا جنازہ قادیان پہنچ گیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

میرے ابا جان بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ حقیقت میں درویش صفت انسان تھے۔ ہر وقت ذکر الٰہی کرنے والے، تہجد گزار، پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے والے، کثرت سے درود شریف اور استغفار کرنے والے، خدا پر کامل توکل کرنے والے، کوشش کر کے تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے، قرآن کی تلاوت باقاعدہ کرنے والے، نیک فطرت بہت دعا گو، بہت سادہ اور حلیم اور صابر اور عاجز انسان تھے۔ انتہائی مہمان نواز اور بہت نرم دل، بہت محنتی بڑے صاف گو، بڑے ہنس مکھ، بڑے زندہ دل، بہت دیانتدار، امین، معتمد و رازدار، صائب الرائے، بہت سچے، ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کا بہت خیال رکھنے والے، بہت نفیس، خوش اخلاق ، چھوٹوں بڑوں کی عزت کرنے والے اور سب میں ہر دل عزیز تھے۔ آپ اپنے ان اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے غیروں میں بھی بہت مقبول تھے۔ اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس دن میرے ابا جان کا جنازہ قادیان میں پہنچا اس دن جہاں ہندو بازار سے کافی لوگ اپنے کام چھوڑ کر جنازہ میں کثیر تعداد میں شریک ہوئے، وہیں سابق وزیر مکرم سردار ستنام سنگھ باجوہ صاحب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ اب بھی جب بھی میں قادیان جاتی ہوں تو پرانے لوگ جو میرے ابا جان کو جانتے ہیں ان کی وجہ سے بڑے پیار سے پیش آتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کے علاوہ اکثر غیر مسلم بھی اپنی امانتیں ان کے پاس رکھواتے تھے۔ اس بارہ میں مکرم سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ سابق وزیر پنجاب کی بیگم آج بھی محترم والد صاحب مرحوم کا نام لیکر اکثر ذکر کرتی ہیں کہ انہوں نے ان کے پاس کچھ زیور وغیرہ بطور امانت رکھوائے تھے۔ پاکستان سفر پر جانے سے ایک روز قبل وہ امانت والد صاحب نے خود ان کے گھر جا کر واپس کی کہ میں کل پاکستان جا رہا ہوں اس لئے آپ اپنی امانت واپس لے لیں۔ باجوہ صاحب کی بیگم صاحبہ کے یہ کہنے پر کہ آپ واپس آ کر بھی امانت واپس دے سکتے تھے اتنی کیا جلدی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ "بہن جی زندگی کا کیا پتہ ہے۔ اس لئے واپس کرنے آیا ہوں"۔ اور پھر اس سفر پر جا کر والد صاحب زندہ واپس قادیان نہیں آئے۔

میرے ابا جان کی ایک بہت بڑی صفت ضرورت مندوں کا خیال رکھنا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ کبھی دروازے پر کوئی دستک دیتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے اور ہم کو بھی اس کی خاص تلقین کرتے۔ خلافت و نظام جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت میرے ابا جان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جماعت کا کوئی کام ہو رات ہو یا دن ہم نے ہمیشہ ان کو تیار دیکھا۔ مجھے یاد ہے کہ کئی دفعہ آدھی رات کو باہر دروازے پر دستک ہوتی اور کسی جماعتی کام کے لئے بلاوا ہوتا تو فوراً دروازے سے لبیک کہتے ہوئے چلے جاتے۔ اندر آ کر بتاتے بھی نہ تھے کہ کہیں مجھے دیر نہ ہو جائے اس بات پر کئی دفعہ میری امی جان ناراض بھی ہوتیں تو کہتے کہ "اس بات پر مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو۔ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے"۔ جو بھی کام جماعت کا سپرد ہوتا بڑی محنت اور جذبہ کے ساتھ اس کو کرتے۔

میرے ابا جان ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک مثالی شوہر اور نہایت ہی شفیق باپ بھی تھے۔ میری امی جان میرے ابا جان کی رشتہ میں cousin بھی تھیں تا زندگی ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا، بڑے پیار محبت سے ان سے پیش آتے دونوں کا آپس میں بہت محبت و پیار کا رشتہ تھا۔ ابا جان کی وفات کے بعد کئی دفعہ میری امی جان نے بڑے غم بھرے انداز میں میرے ابا جان کا ذکر اس طرح کیا کہ "اگر خدا مجھ کو تمہارے ابا جان سے پہلے لے جاتا تو اچھا تھا"۔ میرے ابا جان انتہائی شفیق باپ تھے۔ ہم سب بھائی بہنوں سے بہت پیار تھا۔ ہماری ہر چھوٹی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ تربیت کا بڑا خیال رہتا۔ ہر وقت نمازوں اور چندوں کی ادائیگی کی تلقین اٹھتے بیٹھتے کرتے رہتے اور کہتے خلافت و نظام جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور عقیدت تمہاری زندگی کا سب سے پہلا کامیابی کا ستون ہے۔ ہم تینوں بھائی بہنوں کی وصیت اپنی زندگی میں ہی کروا دی تھی۔ میرا ایک ہی چھوٹا بھائی چوہدری عبدالواسع چٹھہ ہے جس کو آجکل قادیان میں نائب ناظر امور عامہ اور جماعتی نمائندہ کے طور پر میونسپل کونسلر کے فرائض انجام دینے کی توفیق مل رہی ہے۔ جب میرا بھائی چھوٹا تھا تو اکثر میری امی جان کو کہا کرتے تھے کہ "دعا کیا کرو کہ خدا کرے عبدالواسع زندگی وقف کر دے"۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا اور خدا کے فضل سے وہ واقف زندگی ہے اور جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

زمانہ درویشی میں میرے ابا جان کو تا زندگی جماعت کے مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ جو آپ بڑے جذبہ، محنت اور احسن رنگ میں ادا کرتے رہے۔ افسر لنگر خانہ ناظر بیت المال خرچ، وکیل الاعلیٰ تحریک جدید اور مکرم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر صاحب مقامی کے باہر جانے کے وقت کئی مرتبہ قائم مقام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے طور پر خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی۔ اسی طرح قادیان کی مختلف جماعتی جائیدادوں کے حصول اور مختلف اہم امور کے سلسلہ میں مختلف سرکاری محکمہ جات اور وزراء وغیرہ سے جو جماعتی وفود ملتے رہے اس میں بھی والد صاحب کو شامل ہونے کی توفیق ملتی رہی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

میرے ابا جان آخری وقت میں بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان گئے ہوئے تھے۔ 13 اپریل 1987ء کو شادی کے بعد قادیان واپسی کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے آپ کو Heart Attack ہوا اور آپ اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ قادیان میں مؤرخہ 14 اپریل 1987ء کو محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد جنازہ ان کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تعزیتی تار میں فرمایا کہ "جماعت ایک شجاع اور مخلص خادم سے محروم ہو گئی"۔ خدا تعالیٰ آپ پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برسائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

محترم عطاء اللہ خان صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار 1909 میں گاؤں ''نوراں والی'' ضلع سرگودھا میں پیدا ہوا۔ خاکسار کے والد صاحب کا نام شیر محمد تھا اور خاکسار کی والدہ ماجدہ کا نام رحمت بی بی تھا خاکسار کی والدہ نے میرے قبول احمدیت کے بعد تحریری بیعت کر لی لیکن خاکسار کے والد صاحب نے بیعت نہیں کی۔ خاکسار کے والد صاحب کا پیشہ کاشت کاری تھا۔

درویشی سے قبل خاکسار اسکول میں عارضی ملازمت کرتا تھا۔ ایک احمدی مولوی عبد المجید صاحب کی تبلیغ اور ان کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر 1936ء میں پہلی مرتبہ قادیان آکر احمدی ماحول اور طریق کار دیکھا مجھے تسلی ہوئی کہ احمدیت سچا اسلام ہے تو بیعت کے موقعہ پر خاکسار نے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے میرا نام عطاء اللہ خان رکھ دیا۔

درویشی کی سعادت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیہاتی مبلغین کی ضرورت کے لئے تحریک فرمائی۔ خاکسار اس تحریک میں قادیان میں آکر شامل ہوا یہ دسمبر 1945ء کی بات ہے۔ جس کا کورس تین سال تھا۔ اسی دوران مارچ 1947ء میں خاکسار کی شادی ''بڈھ رانجھا'' ضلع سرگودھا میں امیر جماعت شیخ شمس الدین صاحب کی لڑکی سعیدہ بیگم سے ہوئی۔ اہلیہ کو اپنے ساتھ لیکر قادیان پہنچا۔ اسی سن 1947ء میں تقسیم ملک عمل میں آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد تھا کہ عورتیں، بچے اور ساٹھ سال اوپر کے بوڑھے آدمی پاکستان چلے جائیں اور نوجوان میری اجازت کے بغیر نہ جائیں۔ خاکسار نے اہلیہ سے کہا کہ آپ قافلہ میں چلی جائیں اور میں حضور کے ارشاد کے مطابق نہیں جاسکتا۔ مگر وہ بضد رہیں کہ آپ چلیں گے تو میں جاؤں گی۔ ورنہ نہیں۔ اہلیہ کے ایک رشتہ دار پاکستان جا رہے تھے ان سے میں نے کہا کہ آپ انہیں سمجھا کر ساتھ لے جائیں اور گھر پہنچائیں۔ مگر وہ پھر بھی نہ مانیں تو قافلہ روانہ ہونے والا تھا میں نے اپنا کچھ سامان اپنے ساتھ لیا اور چل پڑا تاکہ (اہلیہ) یہ سمجھ لیں کہ میں ان کے ساتھ چل رہا ہوں وہ راضی ہو جائیں۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا اور ٹرک اسٹارٹ ہو گئے یہ تمام قافلہ ''تتلہ'' کی نہر کی پٹڑی پر تھا حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؓ نے Whistle دی کہ جو قادیان واپس جانے والے ہیں وہ نہر کی پٹڑی کے نیچے درختوں کے سائے میں کھڑے ہو جائیں میں اس وقت ٹرک کے اوپر کی چھت پر تھا اور وہ اہلیہ کے رشتہ دار بھی وہیں موجود تھے۔ ان کو میں نے کہا کہ اب میں جا رہا ہوں آپ نے ان کو گھر پہنچانا ہے اور میں نے ٹرک کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور قادیان واپس جانے والوں کی لائن میں کھڑا ہو گیا۔ اس طرح وہ بھی بخیر عافیت پاکستان پہنچ گئیں اور خاکسار بھی اس ابتلا میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اہلیہ نے مطالبہ کیا کہ آپ پاکستان واپس آجائیں۔ ورنہ میں کوئی اور قدم اٹھاؤں گی۔ چنانچہ خاکسار نے اہلیہ کو جواباً لکھا کہ آپ پاکستان میں میرے آنے کیلئے کوشش کریں اور اپنے پاسپورٹ کی نقل بھجوا دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اب یہاں سے واپسی کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں سے کوئی کوشش نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے دوبارہ مرکز میں میرے پاکستان جانے کیلئے درخواست دے دی۔ چنانچہ خاکسار سے پوچھا گیا کہ کیا آپ واپس جانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ خاکسار نے جواب دیا کہ میں رہنا تو یہاں چاہتا ہوں مگر چونکہ میری بیوی بچوں کو سنبھالنا اور ان کی ساری ضروریات کا پورا کرنا بھی میرا فرض ہے اس معاملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ فرمائیں چنانچہ فیصلہ ہوا کہ آپ اپنے طور پر چلے جائیں سلسلہ اس معاملہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تو خاکسار نے پھر دوبارہ لکھا کہ بغیر مدد کے میں نہیں آسکتا۔ آپ وہاں پوری کوشش کریں اگر کامیاب ہو جائیں تو میں آجاؤں گا چنانچہ انہوں نے پوری کوشش کی مگر ناکام رہے اس طرح اس ابتلا میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔

خدائی تائید و نصرت:

اس کے بعد خاکسار کچھ سالوں بعد جب بیوی بچوں سے ملنے کیلئے پاکستان گیا ابھی گئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ اچانک رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں سفر کر رہا ہوں لیکن اکیلا ہوں اور یوں لگتا ہے کہ گویا ایک گیٹ ہے جہاں پر ایک آدمی کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گیٹ تمہارے لئے کھلا ہے اگر ابھی نہیں گئے تو پھر نہیں جا پاؤ گے اس لئے سوچ لو۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے اگلے دن ہی واپس آنے کا ارادہ کیا اور گھر والوں کے لاکھ اصرار پر بھی نہیں رُکا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ دے دیا ہے اس لئے میرا جانا ضروری ہے اور میں سخت دل ہو کر باڈر پہنچا۔ جب وہاں پہنچا تو اس وقت شام ہو چکی تھی اور گیٹ بند ہو رہے تھے۔ میں نے جب وہاں کے ایک حاکم سے درخواست کی تو اس نے سراسر انکار کر دیا کہ اب گیٹ نہیں کھولا جاسکتا کسی ایک کیلئے بھی۔ میں مایوس ہو کر وہیں بیٹھ گیا اور دُعا شروع کی کہ اللہ تعالیٰ میں تو تیرے خواب کی بناء پر آیا تھا اب اگر ایسا میرے ساتھ ہوا ہے تو میں کیا کروں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو کہاں سے آئے ہو غرض بہت سے سوالات کئے میں نے اس کو تمام باتیں بتا دیں یہ سن کر اس نے مجھے کہا کہ پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں گذر سکتے ہو تو گذر جاؤ پس میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوسری طرف آگیا اب دوسری طرف ہندوستان والوں نے بھی مجھے کئی سوالات کئے تو میں نے ان کو تمام باتیں بتا دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے قادیان جانے کی اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ پاسپورٹ بھی چیک نہیں کیا۔ وہاں سے آنے کے چند دن بعد ہی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

جماعتی خدمات:

جماعتی خدمات کے طور پر خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعزاز بخشا۔ دیہاتی مبلغین کلاس میں سے صرف پانچ مبلغین باہر جماعتوں میں بھیجنے کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ ان پانچ جانے والوں میں خاکسار کا نام بھی آیا۔ اور خاکسار کو ساندھن (یوپی) ضلع آگرہ بھیجا گیا۔ یہ 1948ء کا واقعہ ہے وہاں جب سلسلہ تبلیغ شروع کیا تو وہاں کے لوگ اردو نہیں بولتے تھے بلکہ ہندی بولتے تھے اور اس کی خاکسار کو پوری سمجھ نہ تھی۔ چنانچہ 1951ء میں یہاں (قادیان) میں پانچ مبلغین کو ہندی پڑھانے کا انتظام ہوا۔ ان پانچ میں سے ایک حاضر نہ ہوا۔ خاکسار نے ہندی سیکھنے کیلئے مرکز میں درخواست بھیجی۔ چنانچہ غیر حاضر کی جگہ خاکسار کو رکھ لیا گیا۔ تین سال کے کورس کے امتحان کے بعد 1954ء میں خاکسار کو بطور ہندی مدرس تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں متعین کیا گیا اور ساتھ ہی ٹیوٹر بھی مقرر ہوا۔ اس طرح خاکسار کو اسکول میں تیس سال سے بھی زائد عرصہ تدریس میں گزارنے کا موقعہ ملا پس بطور استاد ڈیوٹی سرانجام دینے کی خاطر خاکسار کو 1989ء میں لائن کلب کی جانب سے گورنر صاحب پنجاب نے ایک ٹرافی اور سرٹیفکیٹ عطا کیا۔

اولاد کا تذکرہ:

خاکسار کے ہاں اللہ کے فضل سے چار بچے ہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں بڑے بیٹے کا نام عزیزم اعجاز احمد ہے جو کہ جرمنی میں رہتے ہیں اور وہیں سروس کرتے ہیں دوسرے بیٹے کا نام امتیاز احمد ہے وہ بھی جرمنی میں ہی رہتے ہیں اسی طرح بڑی بیٹی امینہ مسرت بھی جرمنی میں ہی اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہیں اور چھوٹی بیٹی کشور شاہین پاکستان میں فیصل آباد میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے۔ اللہ کے فضل سے چاروں بچے شادی شدہ ہیں اور سب کی اولادیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان تمام کو اور انکی اولادوں کو نیک بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھے درویشی کی نعمت عطا فرمائی۔''

(ماخوذ از: مشکوٰۃ اپریل 2003ء)

قادیان میں قیام:

آپ کا قیام قادیان میں ایک لمبے عرصہ تک ''مکان حضرت ام متین دار المسیح میں رہا اور اس طرح آپ کو دار المسیح میں ایک لمبا عرصہ گزارنے اور دعاؤں کا موقعہ عطاء ہوا۔ اس دوران آپ کے ساتھ اور بھی درویشان کا دار المسیح میں قیام رہا۔ کچھ عرصہ کیلئے آپ کا قیام مسجد اقصیٰ کے پرانے حصہ میں بالائی منزل پر بھی رہا۔ اس کے بعد دار الضیافت لنگر خانہ میں وفات تک آپ کا قیام رہا۔

نوٹ: محترم مولوی صاحب بہت نرم دل خوش مزاج تھے اور تقسیم ملک کے بعد ابتدائی اساتذہ میں سے تھے بڑی محنت لگن اور پیار سے پڑھاتے آپ کو دار المسیح میں کئی سال رہنے کی سعادت ملی۔ سینکڑوں طلباء کو علم کے نور سے منور کیا۔ ایک عظیم اور شفیق استاد تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب افراد قادیان کو بہشتی مقبرہ کی صفائی رکھنے کا ارشاد فرمایا تو جو قطعہ آپ کے حصہ میں آیا اس کی اتنی صفائی کرتے کہ ایک تنکا بھی دیکھائی نہ دیتا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں قادیان تشریف لائے تو آپ کے قطعہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو ایک تبرک بھی عطا فرمایا۔ اکثر اوقات رات کو جب چہل پہل کم ہو جاتی تو لنگر خانہ کے سامنے والی سڑک پر جھاڑو لیکر دھول کو ایک کنارے کر دیتے۔ آپ کے بچوں نے کئی بار کوشش کی کہ آپ ان کے پاس چلے جائیں اور انہوں نے اپنی طرف سے تمام کاروائیاں بھی مکمل کروالیں لیکن ہر مرتبہ آپ نے ہر حالت میں قادیان میں رہنے کو ہی فوقیت دی اور سارا عرصہ تجرد میں گذارا۔ آپ 17.5.06 کو وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل کرے۔ (ادارہ)

محترم گیانی عبداللطیف صاحب درویش

(مکرم طاہر احمد حفیظ صاحب۔مبلغ سلسلہ اصلاح وارشاد قادیان)

خاکسار کے دادا محترم گیانی عبداللطیف صاحب کے والد کا نام محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب تھا اور آپ کے دادا کا نام حضرت مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلوی ؓ تھا آپ ؓ اُن جیّد علماء میں سے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ صرف مصدق ہوئے اور آپ ؑ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف پایا۔ بلکہ آپ کی تائید کی۔آپ ؓ کا نام 313 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اُس فہرست میں موجود ہے جسے سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب ’’انجام آتھم‘‘ میں رقم فرمایا ہے۔

محترم دادا جان فرماتے تھے کہ میرے دادا یعنی حضرت مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلوی ؓ کا زمانہ بہت عروج کا تھا۔ زمین و جائیداد کے مالک تھے اور پورے علاقہ میں خوب رُعب داب تھا۔ بہت نیک طبیعت اور سادہ لوح شخص تھے لیکن بعد میں یہ عروج زوال میں بدل گیا اور میرے چچا جان اور والد صاحب کو گاؤں ترک کر کے قادیان آنا پڑا۔

پیدائش :

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب 1927 میں مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔آپ کا آبائی گاؤں کپورتھلہ کی تحصیل سلطان پور لودھی میں شمال کی جانب 15 کلومیٹر کی دوری پر پرم جیت پور یعنی آلو پور کے نام سے واقع ہے۔آپ نے آزادی اور لاڈ پیار میں ابتدائی زندگی کی شروعات کی اور تنگی اور فکر و فاقہ سے دور ہی رہے۔لیکن وقت کب اپنی آزمائش کی چکّی میں ڈال دے کون جان سکتا ہے؟

دور درویشی :

محترم گیانی عبداللطیف صاحب کی دختر محترمہ گیانی شمیم اختر صاحبہ فرماتی ہیں کہ: محترم عطاء اللہ خان صاحب درویش مرحوم سُنا یا کرتے تھے کہ’’ جب 1947ء کے وقت مسلمانوں کو ٹرکوں پر بھر بھر کر قادیان سے پاکستان لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت ایک قافلہ نور ہسپتال (جدید) سے قریب ہی ایک مسجد سے روانہ ہونے والا تھا۔اس وقت محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش کی ڈیوٹی غالباً مسجد کے قریب ہی تھی۔ایک انگریز افسر نے محترم گیانی عبداللطیف صاحب کو پکڑا اور کہا کہ چلو ٹرک میں بیٹھ جاؤ بچ جاؤ گے ورنہ یہاں مارے جاؤ گے۔اُس وقت گیانی صاحب نے بڑی مسرّت کے ساتھ جواب دیا کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے ہم یہاں مرنے کے لئے ہی تو رُکے ہوئے ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں لگتا۔وہ انگریز افسر گیانی صاحب کی بات سُن کر دنگ رہ گیا اور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ایسی بھی مخلوق ہے کہ جو اپنی جانوں کا صدقہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔‘‘

ازدواجی زندگی

جلسہ سالانہ 1954ء پر بھدرواہ جموں کشمیر سٹیٹ سے چند احمدی احباب تشریف لائے۔محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کے ہونے والے خسر صاحب نے محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے سے اپنی بڑی بچی کے رشتہ کے لئے کہا تو بات ہوتے ہوتے محترم گیانی صاحب پر آ کر ٹھہر گئی۔اور آپ کا نکاح عمل میں آ گیا۔شادی انتہائی سادگی اور تنگی میں اس طرح ہوئی کہ آپ کے نزدیکی رشتہ میں آپ کے بھانجے مکرم قریشی محمد شفیع اسلم صاحب نے آپ کو اس پریشانی کے عالم میں حوصلہ دے کر شادی کے لئے تیار کیا۔نہ کوئی کپڑا، نہ زیور، نہ سامان، آپ نے جانا بھی اکیلے ہی تھا۔قریشی صاحب نے پرانے بکس کو پینٹ کیا اور اس میں ایک جوڑا کپڑا اور شاید کچھ زیور بھی ہوگا جانے کہاں سے لا کر آپ کے ساتھ کر دیا۔

جب آپ بھدرواہ پہنچے تو آپ حیران تھے کہ جاؤں تو کدھر جاؤں۔خیر اللہ تعالیٰ نے سب کام درست کر دئے برات وہاں سے بنی اور شادی ہوئی اور آپ اپنی بیوی کو لے کر قادیان پہنچ گئے۔آپ کی بیگم کا نام ثمینہ بیگم تھا۔بفضلہٖ تعالیٰ محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کی عائلی زندگی بہت ہی خوشگوار صبر و تحمل اور آپسی تعاون سے گزری۔اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔

میدانِ تبلیغ :

1948ء میں ہندوستان کی جماعتوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے معلمین اور مبلغین کا مطالبہ کیا گیا۔مبلغین تو ابھی تھے نہیں دیہاتی مبلغین کلاس میں جو درویش تعلیم حاصل کر رہے تھے ان میں سے پانچ کا انٹرویو لے کر ان کو مختلف جماعتوں میں متعین کیا گیا۔محترم گیانی عبداللطیف صاحب کا تقرر بیجو پورہ ضلع سہارن پور میں ہوا۔

اہم خدمات :

آپ نے ہر اس خدمت کو جو نظام سلسلہ کی طرف سے آپ کے سپرد کی گئی نہایت خوش اسلوبی اور پوری لگن سے سر انجام دیا بالخصوص۔

☆ مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کے ذریعہ کئے گئے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کی پروف ریڈنگ کا مکمل کام آپ نے بڑی محنت سے کیا اور اس کی اشاعت کا کام آپ کی نگرانی میں ہی پائیہ تکمیل کو پہنچا۔

☆ منتخب آیات، منتخب احادیث اور منتخب تحریرات سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے گورمکھی تراجم کئے۔

☆۔پوِتر جیونی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسے بڑی محنت سے محترم برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم ناظر امور عامہ نے محترم گیانی ترلوک سنگھ جی طوفان جو کہ گورمکھی ادب میں کافی مہارت رکھتے تھے اور جن کے کئی ایک سکھ دھارمک ناولوں کو کافی مان حاصل تھا سے لکھوایا۔ اس کام کی نگرانی، درستی اور پرنٹ کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔

☆۔قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ کے سلسلہ میں کئی کئی ماہ تک آپ امرتسر اور جالندھر میں رہے۔اس کے علاوہ محترم گیانی صاحب نے قادیان سے باہر تبلیغی میدان میں بھی خدمت کی۔بعدہ دفتر زائرین دفتر امور عامہ، نظارت بیت المال، نظارت تعلیم، دفتر امیر مقامی میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ کچھ عرصہ مینیجر ہفت روزہ بدر بھی رہے۔

حفاظت مرکز اور دلیری اور حوصلہ مندی کا ایک نمونہ :

آپ جس مکان میں رہتے تھے اس مکان میں آپ کا آنا حفاظتی نقطۂ نظر سے ایک اہم کام تھا اس کی تفصیل یوں ہے کہ:

’’1965ء کا واقعہ ہے کہ ہندوستان و پاکستان کی لڑائی شروع ہوئی تو پھر سے ابتلاء کی گھڑی شروع ہوگئی جس مکان میں آپ رہائش پذیر رہے دراصل وہ محلّہ احمدیہ کا آخری گھر تھا۔اس کے دوسری طرف غیر مسلم آبادی تھی تو جو درویش اُس مکان میں تھے وہ اُس مکان کو چھوڑ کر کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے۔ایسی حالت میں یہ مکان کچھ عرصہ تک بالکل خالی رہا کوئی یہاں آنے کو راضی نہ ہو رہا تھا۔ اس پر دفتر کی طرف سے محترم گیانی صاحب کو بھی بلایا گیا اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ فلاں مکان میں جانے کے لئے تیار ہیں اور ساری صورت حال بتا کر اُس مکان میں جانے کے بارہ دریافت کیا گیا کہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔چونکہ محترم گیانی صاحب بہت دلیر اور بلند حوصلہ کے مالک تھے اور اطاعت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا فوراً اطاعت و فرمابرداری اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے کہ:

’’ہاں ضرور جاؤں گا۔جنگ نے صرف میرا کیا بگاڑنا ہے میرے ساتھ کسی کو کیا ذاتی دشمنی ہو سکتی ہے جو صرف مجھے ہی کوئی مارنے آئے گا۔سب سے بڑا حفاظت کرنے والا تو اوپر بیٹھا ہے جو واحد و لاشریک خدا ہے۔‘‘

حکم ملتے ہی فوراً محترم گیانی صاحب اپنے گھر میں آئے اور سارا چھوٹا موٹا سامان باندھ لیا اور نئے گھر میں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس وقت سے لے کر اپنی آخری عمر تک اسی مکان میں رہائش پذیر رہے۔ وہ مکان جو محلّہ احمدیہ کا آخری مکان تھا آج محلّہ احمدیہ کا ایک حصہ بن گیا ہے اور محلّہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب نے ریٹائر منٹ کے بعد دفتر زائرین میں بھی تیرہ چودہ سال کام کیا۔آپ اتنی لگن سے کام کرتے تھے کہ نہ دن دیکھتے تھے اور نہ رات، نہ دھوپ کی فکر ہوتی تھی نہ چھاؤں کی اور نہ برسات کی اور اس شدّتِ فعل کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو چکے تھے ایک بار آپ کی کمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے گھر والوں نے کہا کہ

آپ مہمانوں کے ساتھ کبھی منارۃ المسیح اور کبھی دوسرے مقامات پر دن میں کئی کئی بار چکّر نہ لگایا کریں آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں اور کسی اور مددگار کارکن کو منارۃ المسیح پر بھیج دیا کریں اور خود نیچے رہا کریں کیوں کہ بار بار اوپر چڑھنا اُترنا آپ کی صحت کے لئے مضر ہے۔اس پر گیانی صاحب نے بڑی تسلی سے جواب دیا کہ مینارۃ المسیح اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے جتنی دفعہ کوئی مقامات مقدسہ کو دیکھنے آئے ہمیں اُس کے ساتھ اُوپر چڑھنا حفاظتی پہلو سے مقدم ہے نہ کہ اپنی جان اور ہمت۔

مالی تنگی اور افسران بالا کی شفقت کا ہاتھ:

درویشی دور کے شروع میں تو درویشوں کو بہت ہی مالی تنگی سے دوچار ہونا پڑا۔ پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا تھا۔نہ پہننے کو وافر کپڑا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ محترم گیانی صاحب کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا تھا وہ آپ کی بیگم صاحبہ نے رات کو دھوکر سوکھنے کے لئے ڈالا تھا۔صبح جب محترم گیانی صاحب کے دفتر جانے کا وقت ہوا تو دیکھا کہ جوڑا تو ابھی گیلا ہے اگر گیلا پہن کر جاتے ہیں تو بیمار ہونے کا ڈر ہے کریں تو کریں کیا۔دفتر جانا بھی ضروری ہے خیر لونگی (دھوتی) پُرانی سی جو گھر میں پہن کر گزارہ کرتے تھے وہ پہن کر دفتر کی طرف رُخ کر لیا۔چنانچہ اُس وقت حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ جٹ صحابی مرحوم جو ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ہوا کرتے تھے گیانی صاحب ان کے دفتر میں کام کیا کرتے تھے جب گیانی صاحب دفتر پہنچے تو مکرم مولوی صاحب مرحوم نے محترم گیانی صاحب کو اس لونگی والے حُلیہ میں دیکھا تو فوراً پاس بلوایا اور لونگی پکڑ کر کہنے لگے کہ: یہ کیا ہے؟ آگے سے محترم گیانی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت یہ دھوتی ہے۔مولوی صاحب فرمانے لگے کہ وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ یہ دھوتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ کیا یہ دفتر کا لباس ہے یہ پہن کر تم دفتر کیوں آئے ہو۔اس پر محترم گیانی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت کپڑے کا صرف ایک ہی جوڑا ہے بیوی نے رات کو دھوکر ڈال دیا تھا ابھی تک نہیں سوکھا۔اس لئے مجھے مجبوراً آج یہ دھوتی پہن کر دفتر آنا پڑا۔محترم گیانی صاحب کی یہ بات سُن کر شفیق مولوی صاحب کے چہرہ پر جو ناراضگی تھی وہ شفقت و محبت میں بدل گئی۔

بہشتی مقبرہ کے وقار عمل کا کام:

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب نے بہشتی مقبرہ میں قبرستان کے کئی ایک قطعہ کی صفائی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہوئی تھی۔اور اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔آپ کی بڑی بیٹی فرماتی ہیں کہ:

”صبح صبح کبھی ہمیں بہشتی مقبرہ جانے کا موقع ملتا تو کبھی کسی کونہ میں تو کبھی کسی کونہ میں مکرم والد صاحب کو دنیا سے بالکل بے خبر اپنے وقار عمل کے کام میں مست دیکھا۔کبھی جھاڑو دینے میں مصروف ہوتے تو کبھی کُھرپے سے گھاس صاف کر رہے ہوتے۔ کیونکہ یہ طبعی جذبہ ہے کہ جب ہم اپنے والد صاحب کو ضعیف العمری میں بھی اتنی محنت کرتے ہوئے دیکھتے تو آپ کی صحت کا خیال آجاتا تو آپ کو جب ہم اپنی صحت کا خیال رکھنے کو کہتے تو آپ آگے سے ناراض ہو جاتے اور کہتے کہ محنت کرنے سے صحت خراب نہیں ہوتی بلکہ صحت ٹھیک رہتی ہے اور اسی بہانے سے روزانہ مبارک مزار کے دیدار بھی ہو جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کا موقع بھی مل جاتا ہے۔“

درویشی دور میں پاکستان جانا:

درویشی دور میں درویش احباب قافلہ کی صورت میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے جایا کرتے تھے لیکن محترم گیانی صاحب کبھی جا نہ سکے۔ایک بار ایسا ہوا کہ نظارت امور عامہ میں محترم گیانی صاحب کے پاس رشتہ ناطہ کی ٹیبل تھی اور ایڈیشنل ناظر صاحب مکرم مولوی مبارک علی صاحب درویش تھے۔انہوں نے اپنے کارکنان سے کہا کہ دیکھو وہ کون درویش ہے جو ابھی تک ربوہ نہ جا پایا ہو انہوں نے کہا اب تو ایک ہی محترم گیانی عبد اللطیف صاحب رہ گئے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے محترم گیانی صاحب کو دفتر میں بلایا اور کہا کہ تم ربوہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔اس پر محترم گیانی صاحب نے کہا نہیں یہ میرے بس کی بات نہیں۔نہ پیسہ ہے نہ کپڑا، نہ جوتا نہ زادِ راہ۔لیکن پھر بھی مولوی صاحب نے کہا کہ ضرور جانا ہوگا۔

محترم گیانی صاحب نے جب یہ سارا واقعہ گھر آکر اپنی اہلیہ کو سنایا تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کہنے لگیں کہ میرے پاس تھوڑے سے کپڑے ہیں میں ایک جوڑا سی دیتی ہوں۔ محترم گیانی صاحب تیار ہو گئے اور آپ کی بیگم نے کپڑے سی دئے اور پلاسٹک کے لفافہ میں ڈال کر آپ کے ہاتھ میں رکھ دئے۔محترم گیانی صاحب نے یہ سوچا کہ کپڑے ربوہ کے نزدیک پہن لوں گا۔جب ربوہ کی پاک بستی قریب آتی دکھائی دی تو محترم گیانی صاحب نے پاجامہ نکال کر پہنا تو وہ شاید ململ یا خاسے کا تھا اور اُس میں سے ٹانگیں نظر آتی تھیں اور قمیص بھی عجیب ڈھنگ کی تھی آگا پیچھا عجیب، بازو عجیب تھے۔ خیر محترم گیانی صاحب نے یہ سوچ کر پہن لیا کہ بیوی نے ہمدردی تو کی لیکن یہ بات اور ہے کہ وہ درزن نہیں۔الحمد للہ ربوہ کی مقدس بستی آئی، ریلوے اسٹیشن کا پلیٹ فارم احباب سے بھرا پڑا تھا۔تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی، چاروں طرف درویشان قادیان زندہ باد، قادیان زندہ باد، نعرہ تکبیر کے فلک بوس نعرے اور ساتھ ہی خوشا نصیب کہ تم قادیان میں رہتے ہو کی سریلی نظموں کی آوازوں نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔ لوگ اپنے اپنے رشتہ داروں کی تلاش میں تھے آپ کے رشتہ دار بھی معلوم کر رہے تھے کہ محترم گیانی صاحب کا کسی کو اتہ پتہ ہے۔اُن کا نام لطیف ہے کسی نے اشارہ کیا وہ ہیں؟ محترم گیانی صاحب کے بھانجوں نے سر ہلایا نہیں یہ نہیں ہیں۔پھر کسی نے کہا یہ وہی ہیں۔انہوں نے پھر سر ہلا کر جواب دیا نہیں یہ نہیں ہیں۔جب ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے نے ان کو یقین دلایا کہ وہی ہیں تو اس وقت گیانی صاحب کی شکل قابل دید تھی۔ خیر آپ کے بھانجے چارو ناچار آپ کو گھر لے گئے۔جب آپ کی ملاقات اپنی بہن سے ہوئی تو آپ کی بہن نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اس پر آپ نے کہا کہ درویشی زمانہ میں ابتلاؤں سے جنگ کر رہا ہوں۔بہر حال آپ کی بہن نے راتوں رات دو جوڑے کپڑے سئے جن کو پہن کر آپ جلسہ گاہ میں گئے۔

لیکن پھر بھی آپ کی حالت دیکھ کر آپ کی بہن کو اطمینان نہ رہا اور آپ کو اپنے پاس رہنے کے لئے کہا۔اس پر آپ نے جواب دیا کہ میں نے درویشی کی خاطر سب کچھ قربان کیا اب کیا پاکستان رہنے کے لئے درویشی بھی قربان کر دوں۔بس تم میرے لئے دعا کیا کرو کیوں کہ دعائیں ایک دن رنگ لائیں گی۔

درویشی کی نعمت کے مقابل پر جائیدادوں کو ٹھکرانا:

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کے بزرگ کپورتھلہ کے گاؤں پرم جیت کور عُرف آلو پور کے رہنے والے تھے۔زمین و جائیداد کے مالک تھے اپنے علاقہ میں خوب رعب داب تھا۔مگر 1947ء کے پُر آشوب حالات کی وجہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پاکستان ہجرت کرنی پڑی اور محترم گیانی صاحب قادیان آگئے اور درویش بن گئے اور اس درویشی میں ایسے مست ہو گئے کہ ساری زندگی اپنی خاندانی جائیداد کا خیال تک نہ آیا اور ساری زندگی تنگی ترشی میں گزاری لیکن کبھی پچھلی جائیداد کا خیال تک نہ آیا اور نہ کبھی کپورتھلہ جا کر اپنے گاؤں کو دیکھنے کا شوق اُبھرا۔

دنیاوی خواہشات ساری ختم کر دیں۔اسی وجہ سے اپنے گاؤں کی مٹی بھی یاد نہ آئی اور اگر آئی تو اُس کو ظاہر نہ ہونے دیا اور صرف اس درویشی کی خاطر بھول گئے۔

آپ کی بڑی بیٹی مکرمہ گیانی شمیم اختر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت بتاتی ہیں کہ:

”1999ء کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے والد صاحب کے پیچھے پڑ گئے کہ ہمیں اپنا گاؤں دکھا کر لائیں۔بڑی ضد و منت کے بعد آپ تیار ہوئے۔پورے 52 سال کے بعد آپ اپنے گاؤں جا رہے تھے ایک بڑی گاڑی بُک کروالی گئی تھی۔اس وقت والد صاحب کے دل کی کیفیت کیا تھی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔52 سال کے بعد لازماً گاؤں کافی تبدیل ہو چکا تھا۔پتہ کرتے ہوئے جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو مکرم والد صاحب نے سب سے پہلے اجتماعی دعا کروائی اور خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کیا کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے 52 سال بعد اپنے گاؤں واپس لایا۔مکرم والد صاحب کے دل میں اپنی مٹی کی محبت جوش مارنے لگی اور آپ فوراً سب سے پہلے گاڑی سے نیچے اُترے گاؤں کے ایک غیر مسلم بزرگ گاڑی کے پاس

کھڑے تھے۔مکرم والد صاحب کو دیکھتے ہی وہ بزرگ بولے کہ:

”آپ لطیف تو نہیں ہو جو میرے ساتھ بچپن میں کبڈی کھیلتا تھا۔“

یہ سوال کرنے کی دیر تھی کہ دونوں دوست ایک دوسرے سے گلے ملے اور 52 سال کی طویل دوری ایک لمحہ میں ختم ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے والد صاحب ہمیں چھوڑ کر گاؤں کی طرف دوڑتے ہوئے چلے گئے۔ہم بھی پھر جلدی جلدی والد صاحب کا تعاقب کرنے لگے آگے چلے تو ایک بہت بڑا پرانے زمانے کا گیٹ لگا ہوا تھا۔اتنا بڑا گیٹ کہ بآسانی ہاتھی گزر جائے۔یہ وہی گیٹ تھا جہاں مکرم والد صاحب کے بزرگوں کا دیوان لگا کرتا تھا۔جب ہمارا چھوٹا سا قافلہ گیٹ کے اندر داخل ہوا تو اندر ایک کوٹھی بنی ہوئی تھی جس میں ایک سکھ زمیندار فیملی رہتی تھی۔جب ہم نے اُن کو والد صاحب کے حالات بتائے تو وہ بہت حیران رہ گئے اور انہوں نے ہماری خوب خاطر تواضع کی۔ہمارے والد صاحب وہ تھے جو پورا پورا دن گاؤں کی گلیوں، کھیتوں اور دوستوں میں گذار دیتے تھے لیکن کبھی بھی اپنی اس کمزوری کو درویشی میں روک نہ بننے دیا۔ اور اپنی جائیدادوں کو جو ایک بار خیر باد کہا تو بس کہہ دیا۔

انڈیا میں رہتے ہوئے بھی کبھی جائیداد حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔اور تنگی میں ہی زندگی گزار دی لیکن اگر کوشش کرتے اور اپنی جائیداد زمین وغیرہ کا کیس درج کرواتے تو آپ اپنے بزرگوں کی ساری جائیداد کے مالک ہوتے مگر آپ کے پاس وہ جائیداد تھی جس کی قیمت انمول ہے اور اسکے سامنے دنیا کی ساری جائیدادیں ہیچ اور بے کار اور بے معنی ہیں۔اور ساری زندگی آپ نے اپنے عمل سے اس کو ثابت بھی کیا کہ سب سے بڑی جائیداد ”درویشی کی جائیداد ہے۔“

خلیفہ وقت سے محبت اور خلافت سے وابستگی:

آپ کو خلیفہ وقت سے بہت محبت تھی۔1991ء میں جب خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کے بابرکت قدم 1947ء کے بعد پہلی مرتبہ قادیان کی مقدس بستی میں پڑے تو آپ یعنی محترم گیانی عبداللطیف صاحب کا خلیفہ وقت سے عشق ومحبت کا ایک واقعہ یوں ہے کہ:

”1991ء دسمبر کی بات تھی کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان کی مقدس بستی میں تشریف لائے ہوئے تھے اس وقت آپ کی بڑی بیٹی کا گھر رحمان ٹی اسٹال کے سامنے سڑک پر تھا اور اس وقت محترم گیانی صاحب کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالشکور تھا جو کہ معذور تھا اور بعمر 25 سال وفات پاگیا۔وہ گھر میں اپنی معذوری کی وجہ سے بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ وقت کے دیدار سے بھی دور ویرانے میں تھا اور اُس کی یہ بے چینی عبدالشکور کی بڑی بہن کو کھائے جارہی تھی کہ اُس کے بھائی کے دل میں کتنے ارمان آتے ہوں گے اور ساتھ ہی چکنا چور ہو جاتے ہوں گے۔اور اسی کشمکش میں آپ نے حضور انور کی خدمت میں گیانی صاحب کے گھر آنے کی درخواست کردی۔اور بڑی خوشی خوشی جب آپ نے یہ خبر اپنے والد صاحب کو بتائی اور دل میں سوچا کہ والد صاحب مجھے شاباشی دیں گے مجھے داد دیں گے اور کہیں گے کہ تو نے اتنی ہمت دکھائی اور ضرور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کرے کہ آپ کی درخواست خلیفہ وقت کے دربار میں ضرور قبول ہو اور ہمارا گھر برکتوں سے بھر جائے۔لیکن ہوا اس کا بالکل اُلٹ اور وہ اپنی بیٹی کی بات سُن کر خاموش ہوگئے اور کچھ دیر بعد جواب دیا:

”میں خوش نہیں ہوں مجھے خلیفہ وقت کا ہمارے گھر آنا زیادہ محبوب نہیں ہے مجھے خلیفہ وقت کی صحت محبوب اور مقدم ہے۔“

محترم گیانی صاحب کے ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے گھر کے سامنے سے ایک گندہ نالا جاتا ہے جس میں شہر کے پانی کا نکاس ہوتا ہے اور اس سے بڑی بدبو آتی ہے۔خلیفہ وقت کو اتنی گندی گلی میں لانا ایک درویش کو کیسے گوارہ ہوسکتا ہے وہ تو ہر وقت اپنی جانیں خلیفہ وقت پر نچھاور کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔لیکن خلیفہ وقت بھی شفقت سے بھرا ایک دریا ہوتا ہے اور یہی ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ محترم گیانی صاحب کے گھر تشریف لائے صبح صادق کے وقت اور ہر ایک چھوٹے بڑے سے ملے اور خاص طور پر محترم گیانی صاحب کے چھوٹے بیٹے سے ملے جو کہ معذور تھے اور ان کے ساتھ فوٹو بھی کھینچی۔

قادیان دار الامان سے محبت و عشق:

گیانی عبد اللطیف صاحب نے اپنی ساری زندگی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور قادیان دارالامان جیسی پاک و مقدس بستی کی محبت و عشق میں گزاری۔ اور یہی وجہ تھی کہ قادیان دارالامان کو ایک پل کے لئے بھی چھوڑ کر کہیں باہر جانا آپ کو گوارا نہ تھا۔ آپ نے اس پاک بستی کے نام اپنی ساری عمر وقف کردی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قادیان کی اس مقدس بستی کی حفاظت کے لئے اپنے آخری دم تک اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ جہاں آپ کو خود اپنے لئے قادیان کی مقدس بستی عزیز تھی وہیں آپ نے یہ بھی چاہا کہ آپ کی لڑکیوں کی شادی بھی قادیان میں ہی ہو اور آپ کی اس تڑپ کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانا اور اللہ کے فضل سے آپ کی تینوں بیٹیوں کی شادی قادیان میں ہی ہوئی۔

وفات:

مورخہ 20 نومبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش رات 11:45 منٹ پر اپنے حقیقی مولیٰ کریم سے جاملے (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔محترم موصوف کی اہلیہ صاحبہ دو سال قبل مورخہ 27 ستمبر 2007ء کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں وفات پا گئی تھیں۔حضور انور نے ازراہ شفقت آپ کا بھی نماز جنازہ غائب پڑھایا تھا۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 27 نومبر 2009ء میں محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش مرحوم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا۔

”وفات کا دوسرا اعلان جو کہ مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش ابن مکرم عبد الرحمٰن صاحب قادیان کا ہے جو 21-20 نومبر کی درمیانی رات کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے (انا للہ و انا الیہ راجعون) آپ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی محترم حضرت محمد حسین صاحبؓ کپورتھلوی کے پوتے تھے۔آپ نے گورمکھی کا امتحان گیانی پاس کیا تھا اس لئے گیانی کے نام سے مشہور تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر فوج سے ریلیز ہوکر قادیان آئے اور 313 درویشوں میں شامل ہوئے۔کچھ عرصہ دیہاتی مبلغین میں شامل ہو کر فیلڈ میں خدمات بجالاتے رہے۔پھر ریٹائر منٹ کے بعد ری امپلائی ہو کر دفتر زائرین میں لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ کی نظر ثانی اور پروف ریڈنگ بھی بڑی محنت سے آپ نے کی۔کچھ عرصہ مینیجر البدر بھی رہے۔اسی طرح بہشتی مقبرہ کا ایک قطعہ بھی اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔مسلسل وقار عمل کرتے رہتے تھے اُس کو ٹھیک رکھنے کے لئے۔خوش طبع اور زندہ دل انسان تھے۔مطالعہ کا شوق تھا۔معاشی تنگی کے باوجود ہمیشہ خوش باش نظر آتے تھے۔کہتے ہیں کہ کوئی افسردہ شخص بھی اُن سے بات کرتا تو خوش ہوئے بغیر نہ رہتا۔اُن کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔عبد الہادی صاحب نور ہسپتال کی لیب میں کام کر رہے ہیں اور ایک اُن کی بیٹی شمیم اختر نصرت گرلز اسکول میں ٹیچر ہیں اور صدر لجنہ بھارت بھی ہیں۔اُن کے ایک داماد صباح الدین صاحب نائب ناظر بیت المال ہیں۔بچے مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی اپنے والد کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

☆☆☆

محترم خواجہ عبدالستار صاحب درویش

محترم خواجہ عبدالستار صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت خواجہ محمد عبداللہ صاحبؓ عبدل کے بیٹے اور حضرت خواجہ میاں گلاب دین صاحبؓ کے پوتے تھے۔1947ء میں بطور درویش خدمت دین کا شرف حاصل ہوا مہمان نواز، کم گو، بے ضرر انسان تھے۔خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہرا تعلق تھا۔تبلیغ کا بہت شوق تھا دفتر زائرین میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔آپ کی وفات 14 مئی 2008ء کو ہوئی۔آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین (ادارہ)

محترم نواب خان صاحب درویش

(ادارہ)

محترم نواب خان صاحب ابتدائی درویشان میں سے تھے خاموش طبع درویش منش بے ضرر انسان اپنے کام سے کام رکھنے والے تقسیم ملک سے قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک تحریک پر مرحوم نے اپنے آپ کو دیہاتی مبلغین کلام کیلئے وقف کیا اور شروع زمانہ درویشی میں اس کلاس میں تعلیم پاتے رہے۔ چونکہ موصوف زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے اس لئے علمی طور پر تبلیغ کے میدان میں نہ بھیجے جاسکے البتہ مقامی طور پر مختلف قسم کی خدمات بجا لاتے رہے۔ آخری دنوں میں مرکزی لائبریری میں بطور مددگار کارکن کام کرتے تھے اور بڑی باقاعدگی کے ساتھ سالہا سال سے اس خدمت کو پوری فرمانبرداری سے بجالاتے ہوئے چلتے پھرتے اپنے مالک حقیقی کے آخری بلاوے پر لبیک کہ کر اس کے حضور حاضر ہوگئے اور بہشتی مقبرہ میں آخری آرامگاہ نصیب ہوئی اس طرح جس نیت سے مرحوم نے درویشی اختیار کی تھی آج اس مقصد کو پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب میں بلند مقام پر فائز کرے اور اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔ آمین۔

آپ کی نماز جنازہ بعد نماز عصر مہمان خانہ کے صحن میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے پڑھائی اور درویشان کرام کی بھاری اکثریت نے اس میں شرکت کی بعدہ موصی ہونے کی وجہ سے مرحوم کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔ قبر کے تیار ہوجانے پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دُعا کرائی۔

☆☆☆

محترم چودھری عبدالحق صاحب درویش

(ادارہ)

مکرم چودھری عبد الحق صاحب درویش موضع بھٹیاں ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ ابتداء میں نہری پٹواری کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ پھر جنگ عظیم دوم میں ملٹری میں بھرتی ہوئے اور جنگ کے دوران ہی قبولِ احمدیت کی توفیق پائی۔ ملٹری سے ریٹائرمنٹ کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر میں بطور ہیڈ کلرک نظارت امور عامہ کئی سال تک خدمت بجالاتے رہے پھر بطور معاون ناظر اعلیٰ بھی خدمت کی توفیق ملی۔ انجمن کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اچھی صحت اور خدمت کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے آخر تک دفتر وقف جدید میں کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ لوکل انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔

آپ کی پہلی بیوی زمانۂ درویشی سے کافی قبل فوت ہوچکی تھیں جن سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جو پاکستان میں مقیم ہیں۔ زمانہ درویشی میں مالا بار کی ایک بیوہ خاتون سے شادی کی جن کے پہلے خاوند سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ ان بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ ایک بیٹا نوجوانی کی عمر میں فوت ہوگیا اور دوسرے بیٹے مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیرؔ ناظر بیت المال آمد کے طور پر خدمت سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔ تینوں ربائب کی شادیاں کیں اور پھر چوہدری صاحب کی صلب سے بھی دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ ایک بیٹا عزیز نور الدین مغربی جرمنی میں مقیم ہے۔ بیٹی نوجوانی کی عمر میں گزشتہ سال پہلی زچگی میں وفات پا گئی۔ بڑھاپے کی عمر میں یہ صدمہ مرحوم چوہدری صاحب نے نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد طبیعت یکدم کمزور ہوتی گئی۔ پاسپورٹ پر اپنے عزیز واقارب سے ملنے پاکستان گئے وہاں جا کر یرقان ہوگیا۔ ربوہ میں علاج ہوا۔ پھر لاہور کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ 5 جون کو بارڈر کراس کرانے کا پروگرام تھا لیکن 4 جون 1980ء کو لاہور ہی میں آخری بلاوا آگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نیک، صوم وصلوٰۃ کے پابند خوش مزاج اور زندہ دل آدمی تھے۔ غیر مسلموں سے بھی وسیع تعلقات تھے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور جوار قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محترم چوہدری عبدالسلام صاحب درویش

(ادارہ)

آپ مکرم چوہدری عبدالحکیم صاحب کے ہاں درگانوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پائی پیدائشی احمدی تھے۔ والدہ بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔ بھائی بہن چھوٹے تھے انکی پرورش کے لئے آپ روزگار کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور پھر والد صاحب سے انکی زندگی میں دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی۔ تقسیم ملک کے وقت جب مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک فرمائی تو آپکے تایا چودھری اللہ دتا صاحب نے آپکی بہادری اور بعض خوبیوں کے پیش نظر فرمایا کہ ہمارے خاندان میں یہ لڑکا ہے جوان حالات میں کام آنے کے لائق ہے چنانچہ آپ نے خود کو پیش کیا اور ابتدائی 313 درویشان میں شامل ہونے کی سعادت پائی اور تادم وفات عہد درویشی کو نہایت صبر شکر اور وفا سے نبھایا۔ 7 جون 1948 کو 24 سال کی عمر میں آپ وصیت کے نظام میں شامل ہوگئے۔ 1950 میں آپکی شادی آپ کے ماموں زاد مکرمہ سلیمہ اختر صاحبہ سے ہوئی۔ آپ نہایت جری، جفاکش، بہادر اور نڈر انسان تھے۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے جو کام بھی سپرد ہوا اطاعت اخلاص اور محنت سے سرانجام دیا اور مختلف رنگوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ قادیان میں فضل عمر پریس لگائے جانے پر اسکے پہلے مینیجر مقرر ہوئے۔ ایک حادثہ میں آپکی بائیں باز و مشین میں آکر کچلی گئی تو آپنے بڑی ہمت اور حوصلہ وصبر سے اپنے آپ کو سنبھالا اور مشین میں پھنسی ہوئی اپنی باز و خود اپنے دوسرے ہاتھ سے کاٹ دی۔ اور نہ صرف خود برداشت کیا بلکہ دیکھنے اور علاج کرنے والوں کو بھی حوصلہ دیا اسکی وجہ سے آپکی صحت کمزور ہوگئی اسکے باوجود آپنے پریس اور بعد میں دفتر تعمیرات میں خدمات سر انجام دیں۔ آپکو نظام جماعت، خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام سے بہت محبت وعقیدت تھی۔ نہایت مخلص، دعا گو، صابر، شاکر، صوم وصلوۃ کے پابند قرآن مجید کی تلاوت باقاعدہ کرنے اور مخلوق خدا کی ہمدردی کرنے والے شریف النفس وجود تھے۔ آپ جلسہ سالانہ کے لئے جلسہ گاہ اور پنڈال تیار کرنے کے لئے سالہا سال تک ڈیوٹی دیتے رہے۔ دیوار بہشتی مقبرہ بنانے، منارۃ المسیح میں سنگ مرمر کی سلیب لگانے اور دیگر تعمیراتی کاموں میں انتھک محنت سے خدمت انجام دی۔ باوجود ایک ہاتھ نہ ہونے کے ہر طرح کا کام خود کر لیتے اور کسی قسم کی مجبوری کا اظہار نہیں کیا۔ ہر ایک سے محبت و پیار شفقت سے پیش آتے ہر ایک کو سلام کرتے۔ محلے میں بھی کوئی بیمار ہوجاتا تو بے چین ہوجاتے اسکی ہر طرح مدد کرتے اور دعا کرتے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے بہت محبت وعقیدت تھی ان کے بلانے پر کھانا پینا، سب کام کاج چھوڑ کر چلے جاتے اور ہر کام پر انکے حکم کو مقدم رکھتے۔ بار بار گھر والوں سے پوچھتے میرے گھر سے باہر جانے کے بعد میاں صاحب کا کوئی پیغام تو نہیں آیا۔ والی بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ اپنی اہلیہ کی کمزوری و بیماری میں بہت خدمت کی۔ کبھی کسی کو تنگی نہ دی۔ آپنے دو یتیم بچیوں کی پرورش کی اور انکی شادیاں کیں۔

تقسیم ملک سے قبل جب دہلی میں جلسہ ہوا آپ دہلی میں ملازم تھے۔ مخالفین نے حملہ کردیا اس موقعہ پر آپنے عورتوں کی حفاظت میں بہادری سے نمایاں کردار ادا کیا۔ تقسیم ملک کے وقت عورتوں کو مضافات سے مرکز پہنچانے کی انتہائی کوشش کی۔

18 ستمبر 2006ء کو حرکت قلب بند ہونے سے احمدیہ ہسپتال قادیان میں بعمر 83 سال وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ نے آپکو تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں جو سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم عبدالعزیز صاحب اختر قادیان میں حلقہ مبارک کے صدر، ہیں۔ آپکی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھائی اور قطعہ درویشان میں آپکی تدفین کے بعد دعا کرائی۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں آپ کے نیک اوصاف کا ذکر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ☆☆☆

محترم بشیر احمد مہار صاحب درویش

(مکرم چودھری رفیع احمد گجراتی صاحب۔ کارکن صدر انجمن احمدیہ قادیان)

خاکسار کے سسر محترم بشیر احمد صاحب مہار درویش ساکن قادیان ولد مکرم چودھری حاجی خدا بخش صاحب نے اپنے حالات زندگی رسالہ مشکوۃ قادیان جون 2004ء میں شائع کئے تھے۔ ان کی مدد سے خاکسار یہ مضمون مرتب کر رہا ہے۔ محترم سسر صاحب لکھتے ہیں

''میں نے اپنے گاؤں میں ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ بعدہ والد صاحب کے ساتھ کاشت کاری میں مدد دینے لگا۔ ہم دو بھائی تھے۔ اور 1942ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ہم دونوں فوج میں بھرتی ہو گئے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب افسر بھرتی تھے۔ انہوں نے ہمیں بھرتی کر لیا۔ ایک دوست نے آپ سے عرض کیا کہ یہ دو ہی بھائی ہیں دونوں کو بھرتی کر لیا تو گھر میں ان کے والد صاحب کے ساتھ زمیندارہ کا کام سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس پر حضرت میاں صاحب نے میرے بڑے بھائی کو مستثنیٰ کر دیا اور مجھے بھرتی کر دیا۔ 1942 تا 1946 میں نے ملٹری میں سروس کی۔ جنگ بندی ہونے پر جب میں فارغ ہو کر گھر آ گیا تو زمیندارا کا کام کرنے لگا۔

تقسیم ہند کے ساتھ ہی ہزاروں افراد پناہ کی غرض سے قادیان آ گئے تو حضور نے ایک بار پھر احمدی خدام کو خدمت کیلئے بلایا اور میں والد صاحب کی ہدایت پر قادیان آ گیا میرے ساتھ چھ سات نوجوان اور بھی آئے تھے جو چند دن بعد واپس چلے گئے جبکہ میں اور چودھری عطاء اللہ صاحب قادیان میں رہ گئے 1954 میں عطاء اللہ صاحب بھی اپنی خاندانی مجبوریوں کے باعث واپس چلے گئے اور میں اکیلا اللہ تعالیٰ کے باعث اپنے عہد وفا کو نبھا رہا ہوں۔''

محترم سسر صاحب لکھتے ہیں ''1949 میں میرے بڑے بھائی کی وفات پر بعض احباب نے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ اب آپ اکیلے رہ گئے ہیں بشیر احمد کو قادیان سے بلا لیں لیکن والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے سات لڑکے پیدا ہوئے ان میں سے صرف ایک ہی ہے جو مسیح پاک کی مقدس بستی میں خدمت کی توفیق پا رہا ہے میں اس کو ہرگز واپس نہیں بلاؤں گا۔''

''ابتداء میں میں نے نظارت علیا، پھر نظامت جائیداد اور بعد ازاں دفتر بیت المال میں ایک لمبا عرصہ بطور کلرک خدمت کی توفیق پائی تھوڑی تعلیم اور دیہاتی ماحول میں پرورش پانے کے باوجود دفاتر میں خدمت کی سعادت صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فضل تھا۔

1954 میں میں پاکستان گیا اور 10 مارچ کو میں بھی مسجد مبارک ربوہ میں عصر کی نماز میں محراب کے سامنے موجود تھا جب وہ دردناک سانحہ پیش آیا اور حضرت المصلح الموعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا مجرم پہلی صف میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا جوں ہی حضور نماز پڑھا کر واپس جانے لگے تو اُس نے بڑی پھرتی سے اُٹھ کر چاقو سے حملہ کر دیا۔ زخم حضور کی گردن میں لگا اور حضور کی پگڑی بھی گر گئی فوری طور پر کچھ دوست حضور کی طرف بڑھے اور کچھ حملہ آور کی طرف۔ حضور نے فرمایا۔ حملہ آور کو مارنا نہیں کوئی کچھ نہ کہے۔ حملہ آور کا نام محمد حنیف تھا۔ جسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ یہ خوفناک حادثہ میرے ذہن پر نقش ہے اور میں اسے کبھی نہیں بھولا۔''

آپ کی ۵ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بڑی دو بیٹیوں کی شادیاں سیالکوٹ میں ہوئیں۔ تیسری بیٹی کی شادی اپنے بھانجے چوہدری اعجاز احمد باجوہ ربوہ سے کی۔ چوتھی بیٹی کی شادی خاکسار رفیع احمد ابن چودھری سکندر خان صاحب درویش مرحوم قادیان سے ہوئی۔ پانچویں بیٹی کی شادی مکرم انس احمد صاحب ابن مکرم سکندر خان صاحب درویش مرحوم سے ہوئی۔ آپ کا بیٹا مشہود احمد ذہنی طور پر ٹھیک نہیں تھا جو گم ہو گیا۔ اب تک کوئی پتہ نہیں لگا ہے۔

آپ نے اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ مرحوم نے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ساری زندگی قادیان میں بسر کی۔ آپ تہجد گذار خاموش طبع اور پروقار شخصیت کے مالک تھے زمانہ درویشی نہایت صبر و استقامت و قناعت کے ساتھ گزارا۔ اپنی زندگی میں ہی آبائی جائیداد کی تشخیص کروا کے حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ بلند آواز اور خوش الحانی سے اذان دیا کرتے تھے۔ خلیفہ وقت کی

محترم مولوی برکت علی انعام صاحب درویش

(ادارہ)

مکرم مولوی برکت علی صاحب انعام درویش قادیان ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم نظام دین صاحب صحابیؓ کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قریباً ۱۷ سال کی عمر میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور صوبے دار کی پوسٹ پر کام کرتے ہوئے ریٹائرمنٹ لے لی اور لاہور میں پولیس انسپکٹر کی سروس کی آپ کو پیش کش ہوئی جسے قبول نہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر قادیان آئے اور درویشان میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ آرمی سروس کے دوران آپ نے سپورٹس کوچنگ کا کورس اٹلی میں کیا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت مرکز قادیان کی حفاظت کے لئے آپ کے چھوٹے بھائی مکرم محمد یوسف صاحب درویش مرحوم پہلے آ گئے پھر آپ بھی جب اپنے والدین سے ملکر آنے لگے تو آپ کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ دونوں بچے جا رہے ہیں اور گھر کو کوئی سنبھالنے والا نہیں تو آپ کے والد صاحب نے اپنی اہلیہ کو سمجھایا کہ اگر مرکز کی حفاظت کے لئے میری ضرورت پڑی تو میں بھی چلا جاؤں گا اور پیچھے بچوں کو تم سنبھالو گی۔ اس طرح آپ مرکز کی حفاظت کے جذبہ سے قادیان آ گئے اور چونکہ فوجی تجربہ کار اور بہادر نوجوان تھے تقسیم ملک کے مخدوش حالات میں نمایاں طور پر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ بعد میں بھی کبھی ضرورت پڑتی تو آپ سکیورٹی کے شعبہ میں خاص خدمت انجام دیتے۔

آپ کو مختلف دفاتر میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ نائب ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدے پر ریٹائر ہوئے۔ لمبا عرصہ افسر سپورٹس رہے۔ فٹ بال، والی بال، کبڈی، ہاکی کے بہترین کھلاڑی تھے۔ احمدی نوجوانوں کے ساتھ قادیان اور گردونواح کے غیروں کو بھی گیموں کی ٹریننگ دیتے رہے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں تقسیم ملک کے بعد وہ قادیان نہ آ سکے تو آپ نے حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کی اجازت سے دوسری شادی مدراس میں مکرم عبدالرحیم صاحب کی بیٹی مکرمہ شہناز بیگم صاحبہ سے ۱۹۵۳ء میں کی جن سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں سب بچے شادی شدہ ہیں۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، ہنس مکھ، ملنسار ہر ایک سے محبت پیار کرنے والے اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ تمام بھائی بہنوں سے بڑے تھے۔

آپ اپنے بیٹوں کے پاس امریکہ میں رہ رہے تھے اور مختلف عوارض سے بیمار تھے اور وہیں مورخہ ۳۰ مئی کو امریکہ میں بعمر ۸۸ سال وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہاں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ آپ کا تابوت آپ کے چھوٹے بیٹے ظفر احمد ندیم ۶ جون کو قادیان لائے۔ اسی روز بعد نماز عصر محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان میں تدفین ہوئی اس موقعہ پر کافی تعداد میں غیر مسلم افراد بھی تشریف لائے۔ آپ کی بہن مکرمہ فضل بیگم صاحبہ اور بھانجے داماد مکرم ملک طاہر احمد صاحب اور بیٹی طیبہ ناہید ربوہ پاکستان سے اور بڑی بیٹی مکرمہ منصورہ عصمت صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالمالک صاحب ملکانہ فرانس سے قادیان تشریف لائیں۔ بڑی بیٹی جرمن میں اور سب سے چھوٹی ربوہ میں ہیں جبکہ چاروں بیٹے امریکہ میں ہیں۔ ☆☆☆

ہر تحریک پر لبیک کہنے والے تھے۔ آپ کا شمار ابتدائی درویشوں میں سے تھا۔ آپ موصی تھے آپ کی تدفین قطعہ درویشان قادیان میں ہوئی۔ دفتر اوقات کے بعد آپ نے ذریعہ معاش کیلئے بھینسیں پالی ہوئی تھیں۔ آپ کی امانت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ علاقہ بھر میں آپ کا دودھ سب سے زیادہ خالص ہوا کرتا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص لحن عطا فرمایا تھا۔ اذان ایک خصوصی لے اور لحن سے ادا کیا کرتے تھے جسے سن کر نمازی خود بخود مسجد کی جانب گامزن ہو جاتے تھے۔ آپ بعمر 84 سال مورخہ 13 نومبر 2008ء کو قادیان میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ درویشان میں ہوئی۔ اور اسی طرح حضور انور نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ☆☆☆

محترم مولوی سراج الحق صاحب درویش

(مکرم قمر الحق صاحب۔حیدر آباد)

میرے والد مکرم مولوی سراج الحق صاحب درویش ولد محترم منشی حضرت عبدالحق صاحب صحابیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام 17 رمئی 2006ء کو بعمر 78 سال بقضائے الٰہی رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ 10 جون 1929 کو پیدا ہوئے تھے۔

اگست 1947ء کا پرآشوب اور تقسیم ملک کا وقت تھا۔ لاکھوں مسلمان اپنی جانوں کو بچانے کی خاطر خالی ہاتھ پاکستان کی طرف رواں دواں تھے۔ایسے خطرناک حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی آبادی کیلئے نوجوانوں کو ارشاد فرمایا انہی میں ایک خوبرو نوجوان مکرم سراج الحق صاحب جن کی عمر بمشکل 17-16 سال ہوگی اس حکم کی تعمیل میں چل پڑے۔آپ ان 313 درویشان کرام میں سے ہیں جنہوں نے پرخطر حالات میں قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت میں خدمات کیں۔

اپنی تعلیم قادیان میں مکمل کر کے بطور مبلغ اپنی خدمات کا آغاز کیا۔آپ کا پہلا تقرر مظفر پور بہار میں ہوا۔بعد ازاں شموگہ (کرناٹک) تیماپور ضلع گلبرگہ (کرناٹک) یادگیر اور حیدر آباد میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے سلسلہ میں متعین رہے۔جب آپ مبلغ تیماپور تھے یہ تاریخی فیصلہ ہوا کہ ایک ہی مسجد میں پہلے غیر احمدی اذان دیکر نمازیں پڑھیں اور اس کے بعد احمدی حضرات اسی مسجد میں اپنی نمازیں ادا کریں ۔ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا۔ جب ایک احمدی دوست مکرم مبشر احمد صاحب شہید کر دیئے گئے تو تیماپور میں احمدیوں کی علیحدہ مسجد تعمیر ہوئی۔

آپ تربیتی و تبلیغی اُمور انجام دینے کے بعد بطور انسپکٹر بیت المال جنوبی ہند کی جماعتوں میں دورہ کرتے رہے۔اور ریٹائر ہونے سے قبل لمبے عرصہ تک مختار عام جائداد صدر انجمن احمدیہ (حیدر آباد) کے طور پر خدمات بجالائیں۔

حیدر آباد کی جائدادیں بیت الارشاد اور انور منزل کے مقدمات میں کامیابی کیلئے آپ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔غیر احمدی وکیل جناب علی عادل صاحب ایڈوکیٹ جنہوں نے متذکرہ بالا عمارات کے مقدمہ میں جماعت کی طرف سے پیروی کی تھی ۔آپ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا کہ ایسے ایماندار، دیانتدار، محنتی شخص جس نے دن رات پیروی کر کے یہ عمارات مخالفوں سے واپس حاصل کرنے میں میرا بھرپور تعاون کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ میں احمدیہ جوبلی ہال کی دوبارہ تعمیر اور مدراس کے مشن ہاؤس کی تعمیر شامل ہیں علاوہ اس کے الحق بلڈنگ ممبئی کے مقدمہ میں کئی سال تک آپ نے پیروی کی۔

والد صاحب مرحوم ناظم انصاراللہ صوبہ آندھرا پردیش کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے اور اپنی محنت لگن اور کاوشوں سے جماعتوں میں ایک نئی رُوح پھونکی۔

آپ کی شادی 1955 میں حیدر آباد کے ایک معزز اور مخلص خاندان میں محترم میر احمد علی صاحب مرحوم کی صاجبزادی (محترم سیٹھ محمد غوث صاحب مرحوم کی نواسی) محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی ۔اللہ تعالیٰ نے تین لڑکیوں اور ایک لڑکے سے نوازا الحمدللہ۔آپ مکرم مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید عالم اور الشرکۃ الاسلامیہ کے چیرمین کے چھوٹے بھائی تھے۔

اپنی وفات سے چند سال قبل عزیز واقارب سے ملنے تنہا ہی پاکستان تشریف لے گئے تھے اور ربوہ ، لاہور کراچی میں ملاقات کر کے لوٹے 2000 میں ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ دوسرا حملہ جو حلق پر ہوا اس سے آپ بہت کمزور ہوگئے اور 17 مئی 2006ء کو بعمر 78 سال بقضائے الٰہی رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ موصی تھے خواہش کے مطابق جسد خاکی کو اسی دن بذریعہ طیارہ دہلی اور پھر قادیان لے جایا گیا۔ دوسرے دن حضرت صاجزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند تہجد گذار، مخلص تلاوت باقاعدہ کرنے والے، بہت ملنسار اور اپنوں و غیروں میں یکساں مقبول تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کثیر تعداد میں غیر احمدیوں نے بھی امیر صاحب جماعت احمدیہ حیدر آباد کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور آپ کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے رہے۔آپنے چار خلفائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ بالخصوص اپنی زندگی کی آخری بیماری میں باوجود شدید علالت و کمزوری کے اپنی اہلیہ ۔بہو۔ بیٹے اور دو پوتا پوتی کے ہمراہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دہلی میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

☆☆☆

محترم شیر احمد خان صاحب درویش

(بقلم خود)

محترم شیر احمد خان صاحب ولد محترم خان میر صاحب محافظ خاط حضرت مصلح موعودؓ تھے آپ سید احمد نور صاحب قابلی صحابی کے نواسے تھے آپ نے اپنے حالات زندگی تحریر کئے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

''میں افغانستان کا رہنے والا تھا۔میرے والد صاحب نے ہجرت کر کے حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی بعد میں میں قریباً چار سال کا تھا جبکہ میرے ماموں گُل نور صاحب اور میری والدہ صاحبہ وہاں سے ہجرت کر کے قادیان آگئے ۔اُس وقت میں بھی ساتھ ہی آ گیا۔ایک دوسال میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پرورش کی کیونکہ میری والدہ صاحبہ اُن کے ہاں خدمت کرتی تھیں بعد میں میں تعلیم حاصل کرنے لگا ، پرائمری پاس کی پھر مدرسہ احمدیہ میں تین سال پڑھتا رہا۔اس کے بعد مالی کمزوری کی وجہ سے پڑھنا چھوڑ دیا بعد میں سٹار ہوزری میں لگ گیا چار سال کے قریب وہاں کام کیا ۔افسوس بیمار ہوگیا اور دوسال کے بعد میرے والد صاحب نے چائے اور مٹھائی کی دکان کھولی جو قادیان مدرسہ احمدیہ کے سامنے ہے چار پانچ سال تو آرام سے دکان کی بعد میں قادیان کے محلوں میں چوروں کی مار دھاڑ شروع ہوگئی میں دن کو دکان پر رہتا تھا اور رات کو بحکم زعیم محلّہ ناصر آباد جو کہ ہمارا محلّہ تھا پہرہ دیتا تھا ۔بعد میں الیکشن کا کام شروع ہوگیا اسمیں حضور انورؓ کا حکم تھا کہ ہر ایک احمدی جو بھی ہے جس طرح بھی ہو کوئی نہ کوئی خدمت کرے۔مجھ میں اور تو توفیق نہ تھی صرف یہ کہ رات کو جب بھی ووٹر آتے تھے بحکم شاہ صاحب کے نیند سے اُٹھ کر چائے وغیرہ تیار کرتا رہا۔ابھی یہ کام یہ خدمت ختم نہ ہونے پائی تھی کہ گڑبڑ شروع ہوگئی پھر جب بھی کوئی پناہ گزین آتا تھا اُس کی خدمت ہر قسم کی حتیٰ کہ ہمارے ساتھ کے گاؤں میں حملہ شروع ہوا۔ قریباً رات کے دس بجے اس دوران میں تمام گاؤں کے لوگ کچھ تو خود بخود شہر میں آ گئے اور بہت سے ہمارے محلّہ میں آ گئے ۔ پھر بحکم زعیم صاحب بوڑھوں عورتوں اور بچوں کو بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں لاکر بٹھا دیا بلکہ سامان کو خود اپنے سر پر اُٹھا کر اُن کے ساتھ رہا اور عورتوں بچوں اور بوڑھے مردوں کو گنتی کے ساتھ لاتا رہا اور زعیم صاحب محلّہ کو لکھتا رہا باقی جو جوان مرد تھے اُن کو میں نے واپس گاؤں کی طرف بھیجتا رہا۔ اور بعض بعض چھپ رہے تھے ان کو بہت محنت سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر بھیج دیا ہے اور میں ان کو تسلی دیتا رہا کہ حملہ آور اب بھاگ گئے ہیں تم لوگ جا کر کم از کم سامان لے آؤ۔

جب حضرت صاحب کا اعلان ہوا کہ کون کون مرکز کیلئے نام دینا چاہتا ہے تو میں نے نام دے دیا اس طرح میں نے قادیان میں رہ کر درویشی حاصل کی۔ قادیان میں بہشتی مقبرہ کی دیوار اور مکانات تعمیر کرتا رہا اور سبزیوں کو پانی بھی دیتا رہا اس طرح میں پہلے نمازوں میں سست تھا اور تہجد تو میں نے کبھی بھی شائد ادا نہیں کی اور روزہ کی بھی عادت نہ تھی اب ماشاء اللہ تہجد اور روزہ اور نمازیں خوب ادا کرتا ہوں۔ روزہ کی عادت کافی ہوگئی ہے۔''

(شیر احمد خان درویش نمبر 97 تاریخ 30.6.47)

آپ کے دو لڑکے مکرم کلیم احمد خان ۔مکرم منور احمد خان صاحب اسی طرح دو لڑکیاں اختر مسرور صاحبہ اور کوثر منصور صاحبہ ہیں۔ یہ چاروں بچے اس وقت جرمنی میں مقیم ہیں۔آپ کی وفات 5 مارچ 1979 کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند فرمائے۔☆☆☆

محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش

(مکرم منیر احمد خادم صاحب۔ ناظر اصلاح وارشاد قادیان)

والد محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اپنے خاندان کے اور اپنے بعض حالات ایک ڈائری میں لکھے تھے۔ خاکسار انہیں سے فائدہ اٹھا کر یہ مضمون لکھ رہا ہے۔ اپنے خاندانی حالات لکھتے ہوئے محترم والد صاحب مرحوم و مغفور نے تحریر فرمایا کہ:

''خاکسار ناچیز بشیر احمد خادم کی پیدائش قریباً 1925ء کی ہے۔ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے میری دادی محترمہ حضرت مائی جیواں رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولوی جان محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئی تھیں۔ اس کے بعد والد محترم حضرت میاں اللہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت عمراں بی بی صاحبہؓ اور پھر چچا اللہ رکھا صاحب اور چچا محمد دین صاحب اور چچا احمد دین صاحب اور چچا محمد حسین صاحب بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ان تمام بزرگوں کی اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں انتہائی مخالفت ہوئی۔ مگر یہ سب بفضل خدا ثابت قدم رہے اور احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے۔

ڈسکہ میں ہمارے دو مکان تھے اور بھینسوں کے بیوپار وغیرہ کا اچھا کاروبار تھا۔ ہم لوگ نئے ڈسکہ میں رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ڈسکہ کی جائداد بیچ کر ہم لوگ حضرت مصلح موعودؓ کے دور بابرکت میں قریباً 1930ء میں قادیان ہجرت کر کے آگئے اور کچھ عرصہ کے بعد یہاں محلّہ دارالشکر میں زمین خرید کر مکان بنوایا۔ قادیان میں نہایت ہی پیارا اور مقدس ماحول تھا۔ ہر محلے کی الگ الگ تنظیم تھی۔ تمام مجالس بہت سرگرم اور فعال تھیں۔ نمازِ فجر سے پہلے خدام اور اطفال درود شریف بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو نماز کیلئے جگایا کرتے تھے۔ نمازوں کی حاضری ہوتی تھی۔ تعلیم و تربیت کا نہایت ہی اچھا انتظام تھا۔ قادیان کے اردگرد مضافات میں تبلیغی گروپ جا کر یوم التبلیغ کا پروگرام بڑے اخلاص اور جوش سے منایا کرتے تھے۔ مشترکہ اجلاس اور کھیلوں کے اجتماعی پروگرام ہوتے تھے۔ خاص طور پر جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک عجیب بہار ہوتی تھی۔

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کا خاندان جو کہ پرانا احمدی تھا ان کے اثر ورسوخ اور وجاہت کی وجہ سے مخالفین اکثر دب جاتے تھے مگر ہنگامہ آرائی اور بدخلقی اور غیر اسلامی طور طریق کا مظاہرہ ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ہوتا رہتا تھا۔ آتے جاتے ہوئے غنڈے اور بدخلق نوجوان جو اکثر اوباش قسم کے ہوتے تھے وہ گندی سے گندی گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر کمال ہے جوش و اخلاص احمدیوں کا کہ ہر موقعہ پر تبلیغی سرگرمی رہتی تھی اور مخالفین کو دندان شکن جوابات دیتے رہتے تھے چند مرتبہ پرانے ڈسکے میں غیر احمدیوں نے فساد بھی کردیا مگر آخر انہیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ اور خاموش ہو گئے۔

میری والدہ محترمہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ ان کی بہت معمولی پہچان ہے۔ ان کی وفات کے بعد والد محترم نے ہمیں بڑی محبت سے پالا اور تربیت کی۔ مجھے یاد ہے بچپن میں مجھے وہ اکثر اپنے ساتھ نماز کیلئے لے جایا کرتے تھے اور محض ہماری تربیت کیلئے وہ ڈسکہ سے قادیان ہجرت کر کے آبسے اور پھر ہمیشہ کیلئے ہم لوگ قادیان کے ہو گئے۔ ہم تین بھائی تھے۔ بڑے بھائی خدا بخش صاحب اور چھوٹے بھائی نذیر احمد صاحب جو بعد میں زندگی وقف کر کے تحریک جدید کی زمینوں پر سندھ میں بطور منشی مقرر ہوئے اور اب تک سندھ میں ہی مقیم ہیں۔ ان کے ۹ بچے ہیں اور بڑے بھائی صاحب کے ۱۱ بچے اور خاکسار کے بفضلہ تعالیٰ 12 بچے ہیں۔ خاکسار نے قادیان میں آکر چھ جماعت تک تعلیم پائی اور پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دی۔

1941ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر کہ نوجوان فوج میں بھرتی ہو جائیں خاکسار بھی جنگ عظیم ثانی کے موقع پر فوج میں بھرتی ہو گیا اور پھر عرصہ پانچ سال تک فوج میں رہا۔ مجھے خدا کے فضل سے بچپن سے ہی تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ فوج میں اکثر تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ آخر 1946ء میں فوج میں ہی یہ عہد کر کے فراغت حاصل کر لی کہ اب زندگی وقف کر دوں گا۔ چنانچہ فوج سے آتے ہی دیہاتی مبلغین میں اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

فوج میں مجھے ہندوستانیوں کے علاوہ جاپانیوں کو بھی تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔ فوج سے آنے کے بعد اپریل 1946ء میں میری شادی حضرت فضل الدین صاحب عبد اللہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی محترمہ عطیہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی اور پہلا بیٹا اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 1946 کو دیا جس کا نام اس کی نانی حضرت خیراں بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے رکھوایا حضور نے بچے کا نام نصیر احمد تجویز فرمایا اور دعائیں کی۔

اس بچے کی پیدائش سے پہلے ہی خدا تعالیٰ سے میں نے دعا کی کہ خدایا اگر تو مجھے بیٹا دے گا تو میں اس کو تیری راہ میں وقف کر دوں گا۔ چنانچہ عزیز نصیر احمد نے مولوی فاضل تک تعلیم حاصل کی اور بحیثیت معلم وقف جدید باقاعدہ سلسلے کی خدمت کر رہا ہے۔

تقسیم ملک کے وقت کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے محترم والد صاحب مرحوم نے لکھا کہ:

''1947ء میں تقسیم ملک ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ اور قتل و غارت بھی ہوئی۔ اُن ایام میں نہایت ہی خطرناک قسم کے فسادات ہوئے جس کی تفصیل تاریخ احمدیت میں موجود ہے اور آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی بنا پر اکثر احمدیوں کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑی اور سوائے حلقہ مسجد مبارک کے باقی تمام احمدی احباب حالات کی مجبوری کی وجہ سے قادیان سے ہجرت کر گئے۔ اُس وقت قادیان کی مجموعی آبادی قریباً پندرہ سولہ ہزار تھی۔ قادیان کی اکثریت کی ہجرت اور دیار مسیح یعنی حلقہ مسجد مبارک کا آباد رہنا اور محفوظ رہنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسے وقت میں اپنے تمام خاندان میں سے خاکسار کو قادیان میں قیام اور خدمت کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

خاکسار ابتدائی 313 درویشوں میں سے ہے جن کو ہجرت کے وقت یہاں قیام کی توفیق ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اور انتخاب کے مطابق ہم لوگ یہاں رہے۔ انشراح صدر اور محض خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے انتہائی خطرناک حالات میں خاکسار یہاں قیام پذیر ہو۔

''ہندوستان کے مختلف علاقوں، یوپی، پنجاب (مالیر کوٹلہ) مضافات پنجاب، بہار، آندھرا، اڑیسہ، بنگال، علاقہ بمبئی، ہبلی، نندگڑھ وغیرہ علاقوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجموعی لحاظ (سے) قریباً گیارہ سو غیر احمدی اور بعض ہندو خاکسار کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور جماعتوں کی تربیت کا اچھا موقع ملا۔ اسی عرصہ میں کافی تعداد میں احمدی احباب کی وصیتیں کروائیں اور رشتے ناطے میں تعاون کیا اور قریباً دو درجن احمدی اور بعض غیر احمدی بچے مرکز میں لاکر مدرسہ احمدیہ میں داخل کئے۔ بعض ان میں سے بفضلہ تعالیٰ کامیاب مبلغ ہیں اور میرے تمام لڑکے خدا کے فضل سے مولوی فاضل کے بعد سلسلہ کے کام میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر واستقلال سے خدمت کی توفیق دے''۔

دیہاتی مبلغین کی کلاس سے فراغت کے بعد محترم والد صاحب نے عرصہ چالیس سال تک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تبلیغ و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ بفضلہ تعالیٰ آپ کو یوپی کی مختلف جماعتوں میں پنجاب کے ملیر کوٹلہ میں اور مضافات قادیان میں اسی طرح بہار، آندھرا، آڑیسہ، بنگال، مہاراشٹر، کے کئی علاقوں میں تبلیغ و تربیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس دوران دو درجن سے زائد بچوں کو قادیان لاکر ابتدائی تربیت دیکر اور بعضوں کا خرچ خود برداشت کر کے مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ دلوانے کی توفیق ملی۔ میدان تبلیغ میں والد مرحوم کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ نظام وصیت میں لانے کی کوشش کرتے تھے اور رشتے احمدی خاندانوں میں کروانے کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ والد صاحب مرحوم و مغفور کو تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا ایک جنون تھا قادیان میں آنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم مہمانوں کو تبلیغ

کے لئے بہت دلچسپی سے وقت دیتے تھے۔ایک لمبا عرصہ آپ دفتر زائرین میں بھی خدمت بجا لاتے رہے اور بڑے پراثر انداز میں تبلیغ کرتے رہے۔تبلیغ اور دعوۃ الی اللہ کے لئے آپ کی ایک انفرادیت یہ بھی تھی کہ آپ گھر میں خاص طور پر نماز تہجد ادا کرتے تھے اور رورو کر دعا کرتے تھے۔تمام مبلغین اور معلمین اور خلیفہ وقت کے لئے دعائیں کرنا آپ کا معمول تھا۔نماز تہجد بہت رقت اور سوز کے ساتھ ادا کرتے تھے اور چلتے پھرتے بھی ذکر الٰہی کرتے۔گھر میں بھی بچوں کی تربیت کا بلکہ ماحول کی تربیت کا بھی خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

والد محترم کو بفضلہ تعالیٰ عرصہ آٹھ سال بحیثیت صدر مجلس انصار اللہ بھارت خدمت کی توفیق ملی آپ کے وقت میں مجلس انصار اللہ بھارت کو مجالس کے قیام اور تنظیم کی فعالیت کے علاوہ نیا دفتر تعمیر کرنے کی توفیق بھی ملی۔اسی طرح بھارت میں مجلس کے اجتماعات کا آغاز بھی آپ کے دور میں ہوا۔آپ نے اپنی تمام اولاد کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔خاکسار کو یاد ہے کہ بچپن میں جب ہم لوگ چار یا پانچ سال کی عمر سے بھی کم تھے تو خاکسار اور مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم کو اپنی ٹانگوں پر جھولا جھلاتے ہوئے ہم سے ہمارا نام پوچھتے اور یوں یاد دلاتے کہ ہم اپنا پورا نام یوں بولیں کہ منیر احمد خادم واقف زندگی، ظہیر احمد خادم واقف زندگی۔ والد صاحب مرحوم کی خاص کوششوں اور ذاتی توجہ کا نتیجہ تھا کہ ہم آٹھ بھائی واقف زندگی ہیں۔

خدمت خلق:

خدمت خلق والد صاحب کی زندگی کا خصوصی شعار تھا۔یتیم بچوں اور بچیوں کو گھر میں لاکر ان کی پرورش کرتے تھے۔کئی غریب اور یتیم بچیوں کی شادیاں ہمارے گھر میں ہوئیں۔ اس کے لئے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور والد صاحب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یوپی کے گاوں انجولی سے حکیم عبد القدوس صاحب جو لاوارث تھے، ان کو میرے چھوٹے بھائی مکرم ظہیر احمد خادم صاحب قادیان لائے۔ انکی ایک زمین تھی جو انہوں نے جماعت کے نام وقف کر دی تھی اور پھر وہ ہمارے گھر میں رہا کرتے تھے۔

آخری عمر میں والد صاحب ان کے معصوم بچوں کی طرح نگہداشت کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ گھر میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ آپ حکیم صاحب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کی وجہ سے جنت کی بشارت دی ہے۔آپ نہایت خاموش اور چھپ کر غربا کی مدد کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ جب کہ گھر میں گندم کی قلت تھی، فاقے چل رہے تھے۔محترم والد صاحب نے محترم حضرت مولانا عبد الرحمان جٹ صاحب امیر مقامی کو درخواست دی، جس پر آپ نے بیس کلو گندم جماعتی اسٹور سے مہیا کروا دی۔والد صاحب جب گندم لے کر گھر جا رہے تھے تو راستے میں قادیان میں ان دنوں رہائش کے لئے آنے والے ایک دوست نے محترم والد صاحب کو کہا کے آپ تو یہاں کے پرانے باشندے ہیں آپ کو تو اور گندم مل جائیگی۔میرے گھر میں گندم نہیں ہے۔اس پر والد صاحب نے یہ گندم ان کو اٹھوا دی اور خود خالی ہاتھ گھر آگئے۔اگرچہ بعد میں کسی نے امیر صاحب کو اس بات کی خبر دے دی کہ خادم صاحب نے گندم کسی کو بیچ دی ہے۔لیکن محترم والد صاحب نے اس بات کی وضاحت کر دی

ہماری والدہ مرحومہ عطیہ بیگم صاحبہ کی وفات 1970ء میں ہو گئی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے والد صاحب اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں

”پہلے دس بچے یعنی چھ بیٹے اور چار بیٹیاں میری پہلی بیوی محترمہ عطیہ بیگم صاحب جو کہ حضرت فضل الدین عبد اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ان سے ہیں اور حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و تربیت کا کافی اثر اُن پر تھا۔حضور رضی اللہ عنہ نے مستورات کی تربیت کا اہتمام کروا رکھا تھا یہ میری اہلیہ مرحومہ حضور پرنور رضی اللہ عنہ کے محلّہ میں ہی حلقہ مسجد مبارک میں رہتی تھیں۔ اس لئے حضور کے خطبات و تقاریر اور تربیتی امور سے خوب استفادہ کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کے اندر خدمت دین کی ایک عجیب لگن پیدا کی ہوئی تھی۔ میرے ساتھ باہر تبلیغی میدان میں جہاں بھی رہیں۔عورتوں میں تبلیغ اور تربیت و تنظیم لجنہ اماء اللہ کا بہترین کام کیا اور بچوں کو قرآن کریم اور بڑی عمر کی مستورات کو قرآن کریم مع ترجمہ پڑھانے کی کوشش کی اور یہ سلسلہ ان کی وفات کے ایک دن قبل تک چلتا رہا۔وفات سے ایک روز پہلے اپنے حلقہ کی مستورات کو قرآن پڑھایا اور اگلے روز وفات پا گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں جگہ دی۔اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں اُن پر نازل ہوں اور مولیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام اولاد کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق دے آمین۔اور میری یہ دلی تمنا اور دُعا ہے کہ مولیٰ کریم ان سب کو اور ان کی نسلوں کو ہمیشہ کیلئے اپنا بنا لے۔سب کے سب اعلیٰ درجہ کے نافع الدین اور نافع الناس وجود ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی خدمت میں زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

محترم والد صاحب نے اپنی ذاتی ڈائری میں اپنے بعض رویاً وکشوف لکھے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

رویاء، کشوف:

آج مورخہ 10.12.77 بروز ہفتہ بوقت شب تہجد کے ٹائم میں بے دار ہو رہا تھا تو نیم بیداری کی حالت میں خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ انسان کی شکل میں کھڑے ہیں اور میں ان سے لپٹ لپٹ کر پیار کر رہا ہوں اور پیار کے ساتھ جسم دبا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ اللہ میاں واقعی مخلوق پر آپ کے بڑے احسان ہیں آپ بہت ہی بہت مہربان ہیں۔ہمیں آپ کا بیحد شکر کرنا چاہیئے۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(دستخط بشیر احمد خادم درویش)

21.3.79 کو دو مہمان میاں بیوی تعلیم یافتہ ہندو قوم سے قادیان آئے اور تحقیق کی غرض سے مہمان خانہ میں ایک دن کیلئے ٹھہر گئے ان کو پیغام حق پہنچایا گیا اور کچھ لٹریچر دیا۔

22.3.79 بعد نماز فجر میں تلاوت کر کے لیٹ گیا اور مہمانوں کے پاس پہنچنے میں اور مزید تبادلہ خیالات کرنے میں کچھ سستی اور بے توجہی کر رہا تھا کروٹیں بدل رہا تھا کہ الہام ہوا ”وصل مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں سیر کرو“

اسی وقت فوراً اُٹھ کر گیا اور ان سے محبت الٰہی کے موضوع پر باتیں کیں جس کا ان پر خدا کے فضل سے بڑا اچھا اثر ہوا اور وہ دونوں خود کو احمدیت میں شامل کرنے کا اقرار کر کے دوبارہ آنے کی تمنا لیکر رخصت ہوئے۔

(بشیر احمد خادم درویش)

22.3.79

بشارت الٰھی:

آج مورخہ 17 رمضان المبارک غالباً جمعۃ المبارک کا روز تھا دُعاؤں اور تلاوت قرآن کریم کے بعد لیٹا تو خواب میں میں بڑے ترنم سے ذیل کا شعر پڑھ رہا ہوں۔

اب نہیں ہیں دوستو گھبرانے کے دن
اب تو ہیں اے دوستو فتح کے پانے کے دن

(الحمد للہ علیٰ ذالک)

17 رمضان 1994

24.9.78

آج بعد نماز فجر تلاوت کر کے لیٹ گیا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے ہیں کچھ تھکاوٹ محسوس فرما رہے ہیں۔اور میرے تمام بچے جن میں عزیز نصیر احمد بھی ہیں معلوم ہوتا ہے حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کو دبا رہے ہیں اور میں بھی پاس ہی بیٹھا نظارہ دیکھ رہا ہوں۔اس کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی حضور کا جسم مبارک دباؤں گا کہ حضور دُعا دیں۔چنانچہ میں نے بھی ٹانگوں کی طرف سے دبانا شروع کیا اور لڑکوں سے کہہ رہا ہوں کہ اچھے انداز سے دباؤ کہ حضور علیہ السلام کو زیادہ سے زیادہ آرام ملے۔اس کے بعد حضور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حضور خوش ہیں۔ پھر اُٹھ کر ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے جسم مبارک میں کسی حصہ میں درد تھا جو دبانے سے ٹھیک ہو گیا ہے۔الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ خدا ہم سب کو حضور کی خدمت کی توفیق دے۔

(بشیر احمد خادم درویش)

چند روز قبل خاکسار کو الہام ہوا کہ ” وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ “

23.10.77

قریباً ایک ماہ قبل (23.9.77 ناقل) خاکسار نے خواب دیکھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوں اور دائیں طرف کھڑا ہوں اور اپنے جسم کو حضور علیہ السلام کے جسم کے ساتھ مل رہا ہوں۔تا برکت حاصل کروں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام

نے مجھے ایک بہت بڑا پیالہ شربت کا بھر کر دیا ہے۔ میں اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر رقت بھرے لہجے میں عرض کرتا ہوں کہ حضور دعا فرماویں کہ یہ پیالہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کا ہو۔ حضور فرماتے ہیں آمین۔

اس کے بعد شربت تمام کا تمام میں پی گیا اور کچھ باقی بچا ہوا شربت ہے۔ وہ بھی حضور نے میرے پیالے میں ڈال دیا اور وہ بھی میں نے پی لیا۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ یہ دن کے وقت بعد ظہر آرام کیلئے لیٹا تو اس وقت کا خواب ہے۔

خدا اس کو میرے لئے دنیا و آخرت کے لحاظ سے مبارک کرے۔ اور میری اولاد کیلئے بھی۔ (آمین)

23.10.77

آج مورخہ 12.9.77 (۲۵ رمضان) مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں نماز فجر کے بعد تلاوت کر کے لیٹا تو نیم بیداری میں خواب دیکھا کہ ذیل کا شعر بڑے ترنم سے پڑھ رہا ہوں۔

میرا دل تجھے پکارے آواز دے کہاں ہے

یہ شعر پڑھ رہا ہوں اور سجدہ میں گر کر رو رہا ہوں اور روتے روتے بیدار ہو گیا۔

13.9.77

غالباً 12 یا 13 تاریخ نومبر 1977ء آج بیداری کی حالت میں نظارہ دیکھا کہ ایک کاغذ میرے سامنے آیا اس پر سرخ سیاہی سے ذیل کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

''آج 18 مارچ 1978'' اور اس کے بعد الہام ہوا۔ انـــا مـــن الـــمـــجـــرمـيـن منتقمون۔

ترجمہ: کہ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ چنانچہ مسٹر بھٹو کو پھانسی کا حکم 18 مارچ کو ہوا تھا۔

26.11.77

تہجد کے وقت میری طبیعت خراب تھی بیدار ہو چکا تھا مگر نماز کے لئے اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا کروٹیں بدل رہا تھا اور تسبیح کر رہا تھا کہ الہام ہوا۔ جس کے پورے الفاظ یاد نہیں مگر مفہوم یہ ہے کہ اے منعم علیہ گروہ والے! نبی کے نمونہ کو یاد رکھو۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بشیر احمد خادم۔

غالباً 1971ء کی بات ہے۔ بعض لوگ دولت کے لالچ اور بعض یہاں کی پابندیوں کی وجہ سے دینی ذوق کے کم ہونے کی وجہ سے باہر جا کر زندگی گزارنے اور مادی ترقی کرنے کی خاطر قادیان سے جا رہے تھے یا جانا چاہتے ہیں۔ تو مجھے الہام ہوا۔

ہم قادیان کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے

کوچہ میں اپنے یار کے دھونی رمائیں گے

29.7.76

پانچویں بار میں کشمیر کے وفد میں یاری پورہ اور چک ایمرچھ میں مقیم تھا۔ ایک دن ذرا سی پریشانی میں لیٹ گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک جھولے میں سوار ہوں وہ جھولا فضاء میں چل رہا ہے اور میری مرضی کے مطابق چلتا ہے۔ اور ساتھ ہی بڑے ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہا ہوں۔

کیوں اس قدر غمناک ہے

کیوں اس قدر پریشان ہے

یہ جہاں تیرے لئے ہے

اور جہاں تیرے لئے

الحمدللہ علیٰ ذالک

بشیر احمد خادم درویش

1968

خلافت ثالثہ کے ابتدائی دور میں خاکسار نے خواب دیکھا کہ حضرت مرزا طاہر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے آئے ہیں اور آواز آئی ہے کہ قادیان کی واپسی کا تعلق مرزا طاہر احمد کے ساتھ ہے۔

خاکسار اُسی وقت سمجھ گیا کہ چوتھے خلیفہ حضرت میاں طاہر احمد صاحب ہوں گے۔ اور قادیان کی واپسی کا عظیم نشان ان کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ۔ ہم درویش لوگ خاص طور پر قادیان کی واپسی اور عظیم فتح کے شائق اور متمنی ہیں کیونکہ عرصہ سے محدود اور گھٹن والی اور کم ذرائع معیشت والی زندگی گزار رہے ہیں۔ رشتہ داروں اور جائدادوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس لئے شروع سے ہی توجہ اور ابتہال کے ساتھ قادیان کی واپسی کی دُعائیں کرتے رہے ہیں۔ خلافت ثانیہ میں اُمید تھی مگر نہ پوری ہو سکی پھر خلافت ثالثہ میں اُمید بندھی کہ شائد اب مشکل کشائی ہو۔ لیکن مولیٰ کریم محسن منان آقا نے بتایا کہ ابھی مزید انتظار کرو۔ اور خلافت رابعہ جس کا تعلق مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ کے ساتھ ہے اس کے منتظر رہو۔ (بشیر احمد خادم)

مورخہ 21.8.86 بوقت دوپہر گھر پر لیٹا ہوا تھا۔

خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے دستخط کروا رہا ہے اس کی اپنی کوئی کتاب یا نوٹ بک ہے پہلے اپنا نام لکھا ہے پھر ساتھ اُس کے لکھا درویش، اور اس کے بعد یہ عبارت ملک الملوک۔

(بشیر احمد خادم درویش ملک الملوک)

یکم اگست بروز جمعۃ المبارک دوپہر کے وقت ایک خواب دیکھا۔ مسجد مبارک ہے۔ مکرم مولوی عبد الواحد صاحب دکاندار، عزیز وحید الدین نائب انچارج لنگر خانہ، اور کچھ دوست ہیں۔ وحید الدین کہتے ہیں مولوی عبد الواحد صاحب سے ان کی یہ خواب سن لیں مغرب کا وقت ہے میں دُعا کرتا ہوں کہ خدایا اگر یہ خواب شر کا موجب ہے تو دشمن کیلئے ہو۔ اور اگر خیر کا موجب ہے تو ہمارے لئے ہو۔ بعد علیک سلیک مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ خواب سنائیں۔ مگر وہ بجائے زبانی بیان کرنے کے ایک تحریر میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کافی لمبی ہے مگر میری نظر تحریر کے آخری حصہ پر پڑتی ہے آخری حصہ میں خوب غور سے میں نے دیکھا تو 12 دسمبر 1986 لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ 12 دسمبر کو یا 12 دسمبر تک احمدیت کے حق میں کوئی الٰہی تائید و نصرت کا شاندار مبارک واقعہ ظاہر ہونے والا ہے۔ الحمدللہ۔ انشاء اللہ۔ ومـا ذالـک علی الله بعزیز۔ وهو علی کل شئ قدیر۔

بھٹو کے متعلق اور اس کی ظالم حکومت کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ ناچیز کو قبل از وقت بتایا گیا تھا۔ ضیاء الحق کی حکومت اور تباہی کا پہلا واقعہ کراچی سے 12 دسمبر 1986 کو شروع ہوا اور 17 اگست 1988 کو سین ڈراپ ہوا۔

والد صاحب مرحوم کی وفات 26 جولائی 2001ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے مقام قرب سے نوازے۔ ☆☆☆

محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب درویش

(ادارہ)

محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب ولد سیٹھ محمد ابراہیم صاحب 19 نومبر 1917ء کو بمقام بنگہ ضلع جالندھر پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ 1934ء میں میٹرک پاس کر کے قادیان تشریف لے آئے تھے اور یہاں مولوی فاضل جامعہ احمدیہ کی درجہ رابعہ مبلغین کلاس 1938ء میں پاس کی اور 1942ء میں ایف اے انگریزی میں بھی پاس کیا۔ مولوی فاضل اور مبلغین کلاس پاس کرنے کے بعد دینی درس گاہ جامعہ احمدیہ میں بطور مدرس مقرر ہوئے اور اگست 1947ء تک دینی تعلیم پر مامور رہے۔

آپ انگریزی، عربی، اردو، پنجابی زبان میں بڑی عمدگی کے ساتھ تقاریر کیا کرتے تھے۔ مذاہب عالم پر بڑی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ اسلامیات کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ 1947ء سے ممبر صدر انجمن احمدیہ، نائب ناظر تعلیم، نائب ناظر اعلیٰ کی خدمات بجالاتے رہے۔ مبلغ کے جملہ اوصاف کی بنا پر آپ کو 1951ء میں مرکز کی طرف سے میدان تبلیغ میں بھجوایا گیا اور ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں حیدرآباد، ممبئی، کولکتہ، مدراس میں جنوری 1951 سے فروری 1977ء تک تبلیغی و تربیتی خدمات کی توفیق پائی۔ بعد ازاں مرکز قادیان میں آپ کو بطور نائب ناظر دعوت و تبلیغ اور بطور ناظر امور عامہ خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ نے بیرون ہند 1984ء سے 1986ء تک بطور المبشر الاسلامی کبابیر میں انجام دیں۔ وہاں سے تشریف لانے پر نظارت دعوت تبلیغ میں بطور ایڈیشنل ناظر خدمات بجالاتے رہے۔

آپ کی وفات 22 فروری 1990ء بروز جمعرات قریباً ساڑھے چار بجے شام ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مورخہ 23 فروری کو بعد نماز جمعہ جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ و تدفین عمل میں آئی۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے جید عالم بہت سی خوبیوں کے مالک اور خوش بیان مقرر تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ☆☆☆

محترم مولانا عبد الحق فضل صاحب درویش

(مکرم فاروق احمد فضل صاحب۔ مربی سلسلہ)

قبولیت احمدیت اور قادیان آمد:

خاکسار کے والد محترم مکرم عبد الحق صاحب فضل موضع گنج ضلع سیالکوٹ پاکستان کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش 4 اپریل 1924ء کو ہوئی۔ آپ کے پانچ بھائی اور ایک بہن تھی۔ نوجوانی کے وقت ایک احمدی دوست سے آپ کے مراسم ہوئے اور آپ نے جماعت کی کچھ کتب ان سے حاصل کیں۔ شروع سے مذہبی رجحان ہونے کی وجہ سے آپ پر احمدیت کی سچائی کھل گئی۔ 1946ء میں آپ باقاعدہ بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو گئے آپ کی بیعت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح تمام علاقہ میں پھیل گئی تمام علاقہ کے لوگ آپ کو احمدیت سے ہٹانے کیلئے کوششیں کرنے لگے مگر آپ کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ آپ تمام مخالفتوں کے بعد بھی احمدیت پر قائم رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مخالفین کو تبلیغ بھی کرتے رہے۔ کچھ عرصہ آپ مخالفین کا اکیلے مقابلہ کرتے رہے اور بعد میں خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے۔ حضور سے ملاقات کی اور کچھ عرصہ قادیان میں ہی دعا کی غرض سے رک گئے۔ قادیان کی پاک بستی میں آپ کا دل ایسا لگا کہ آپ کافی عرصہ تک قادیان میں ہی رک گئے۔ کہتے ہیں کہ دین کی خدمت کا موقعہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات آپ پر صد فیصد لاگو ہوتی ہے۔ آپ کے قادیان قیام کے دوران ہی ہندوستان اور پاکستان کا بٹوارہ ہوگیا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریک پر اپنے آپ کو حفاظت مرکز کے لئے پیش کر دیا۔ اور 313 خوش نصیب درویشان قادیان میں شامل ہوگئے۔

والد صاحب محترم شروع سے علم دوست آدمی تھے۔ جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو آپ نے جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اور میدان تبلیغ میں چلے گئے۔ محترم والد صاحب کو ایک لمبا عرصہ ہندوستان میں بطور مبلغ سلسلہ اور مبلغ انچارج خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ اس دوران بیشمار غیر احمدی احباب کے ساتھ مباحثوں اور مناظروں اور نشستوں کا موقع ملا۔ آپ میدان تبلیغ میں کبھی بھی گھبراتے نہ تھے بلکہ جس علاقہ میں رہے وہاں کے علاقہ میں تبلیغی مہم کو تیز تر کیا۔ اسی طرح جماعت کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ والد صاحب محترم بہترین تقریر اور تحریر کا ملکہ رکھتے تھے اور آپ نے ان دونوں ذرائع سے مخالفین کا منہ بند کیا۔

گھریلو حالات:

آپ نہایت ملنسار، خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ ہر حالت عزیز و اقارب کا خیال رکھنے والے تھے آپ باوجود مشکل حالات کے پاکستان میں اپنی والدہ محترمہ اور بہن بھائیوں سے ملنے جاتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی لے جایا کرتے تھے ان کو تبلیغ بھی کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آپ کی وفات سے ایک سال قبل تک جاری رہا۔

آپ کی شادی تقسیم ملک کے بعد حالات درست ہونے پر محترم قاضی ظہیر الدین صاحب عباسی ساکن یوپی سے ہوئی۔ آپ کی چھ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تمام اولاد قادیان میں ہے۔ اور دونوں بیٹے اور پانچوں داماد سلسلہ کے خادم ہیں۔ آپ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اولاد قادیان میں رہے اور سلسلہ کی خدمات بجا لائے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ آپ کو قادیان سے عشق تھا۔ جب بھی آپ پاکستان اپنے غیر احمدی بھائی بہنوں سے ملنے جاتے جو کہ انتہائی امیر و کبیر تھے، تو وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ قادیان سے ہمارے پاس آجائیں آپ کو قادیان میں کیا ملا۔ اس پر آپ ہمیشہ جواب دیا کرتے تھے کہ مجھے قادیان جاکر وہ نعمت مل گئی ہے جس کے آگے دنیا کی بڑی بڑی نعمتیں ہیچ ہیں۔

میدان تبلیغ سے واپسی:

قریباً 30 سال میدان تبلیغ میں بہترین خدمات بجالانے کے بعد 1982ء میں آپ کو سلسلہ نے دفتری ضرورت کے پیش نظر قادیان بلا لیا۔ یہاں آپ کو ایک لمبا عرصہ بطور استاد جامعہ احمدیہ، ایڈیٹر بدر، زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ خدمات کی توفیق ملی۔ بطور استاد بھی آپ کامیاب ثابت ہوئے آپ نہایت درجہ شفیق استاد تھے انتہائی محنت سے طلبا کو پڑھاتے اور میدان تبلیغ کے لئے تیار کرتے تھے۔ بطور ایڈیٹر بھی آپ نے بہترین خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو خلیفہ وقت کی طرف سے بھی خوشنودی کے خطوط موصول ہوتے رہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک خدمت دین میں لگے رہے۔ مورخہ 13 مئی 1993ء کو قادیان میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔

میدان تبلیغ کے واقعات:

محترم والد صاحب کو اللہ تعالیٰ پر بے انتہائی توکل تھا۔ آپ مخالفت سے کبھی نہ گھبراتے تھے۔ آپ کے میدان تبلیغ کے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں:

(1) محترم والد صاحب ایک مرتبہ مخالفین احمدیت پر حجت قائم کرنے اور انہیں سمجھانے کی غرض سے ایک احمدی دوست کے ساتھ اکیلے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں اعلان کر دیا کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں اور کافی دیر تک وہاں پر تبلیغ کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچا کر بڑے آرام سے واپس آئے۔

(2) ایک جماعت میں غیر احمدیوں کے ساتھ تبلیغی گفتگو کے دوران جب غیر احمدی مولوی لاجواب ہوگیا تو اس نے دوران گفتگو کہا کہ اگر مسیح موعودؑ کا دعویٰ سچا ہے تو یہ آم کا درخت ہے اسمیں کبھی میٹھے آم نہیں لگے آپ اس میں میٹھا آم لگا کر دکھائیں۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس درخت میں میٹھے آم لگائے گا۔ بعد میں جماعت کے احباب نے کہا کہ مولوی صاحب اس درخت میں تو آج تک کبھی میٹھے آم نہیں لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری عزت کی خاطر اس میں میٹھے پھل لگا دے گا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ اگلے سال جب آم کے پھل کا وقت آیا تو واقعی اس درخت میں میٹھا پھل آیا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مولوی مذکور کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

(3) بہار میں ایک احمدی کے گھر میں فسادات کے دوران کچھ لوگ حملہ کرنے کی نیت سے آگئے۔ آپ اس وقت ان کے گھر میں ہی موجود تھے۔ احمدی دوست حالات کے پیش نظر گھبرانے لگے۔ آپ نے انہیں تسلّی دیتے ہوئے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہا ہوں انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی، حملہ کرنے والے لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد وہ احمدی دوست گھبرا کر کسی دوسری جگہ مکان تبدیل کرنے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن آپ نے کہا کہ آپ یہیں رہیں انشاء اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا اور بہت برکت دیگا اور ایسا ہی ہوا۔

(۴) ایک مرتبہ بہار کے ایک شہر میں آپ قیام پذیر تھے وہاں کے جامع مسجد کے امام کو جب علم ہوا کہ مولانا عبد الحق صاحب فضل آئے ہوئے ہیں تو اس نے کچھ آدمیوں کے ساتھ پیغام بھجوایا کہ ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں چونکہ آپ پہلے کئی مرتبہ اس مولوی سے بات کر چکے تھے اور اسے لاجواب کر چکے تھے، اس لئے آپ نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ بات چیت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے میرے چند سوالات کے جواب دیں اس کہ بعد گفتگو ہوگی۔ چنانچہ مولوی صاحب مذکور کو دس سوالات بھجوائے گئے۔ ان پر مہر سکوت طاری ہوگیا۔ اور مولوی صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے اپنی رضا کی جنتوں میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ہمیں والد صاحب محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆☆☆☆☆

164

محترم غلام حسین صاحب درویش

(مکرم فیاض احمد صاحب کارکن دفتر آڈیٹر قادیان)

خاکسار کے والد محترم غلام حسین صاحب درویش ابن مکرم نظام دین صاحب کی پیدائش قادیان میں ہوئی تھی۔ آپ کا مکان محلّہ دارالبرکات کی مسجد کے عین مغرب کی طرف تھا۔ آپ کے والد یعنی ہمارے داد جان نے احمدیت قبول کی تھی۔ والد صاحب کو اپنا سن پیدائش یاد نہیں تھا مگر آپ اکثر یہ بتایا کرتے تھے کہ قادیان میں جب پہلی بار ٹرین آئے تھی تو وہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ والد صاحب اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کے دیگر تین بھائیوں میں سے دو مکرم غلام نبی صاحب اور مکرم محمد شفیع صاحب ساکن ربوہ ابھی حیات ہیں۔

مکرم و محترم والد صاحب کو اسکول جانے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ مگر آپ کو تعلیم کے حصول کی شدید خواہش تھی۔ آپ نے اپنے ذاتی شوق اور لگن سے قرآن مجید پڑھنا سیکھا اور قرآن مجید کی تلاوت سے آپ کو خاص عشق تھا۔ عموماً فرض نمازوں کے بعد مسجد میں تلاوت کیا کرتے تھے اور صبح نماز فجر کے بعد گھر میں آ کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے آپ نے خاص محنت کی اور اس کے لئے بہت زیادہ کوشاں رہتے تھے۔ الحمد للہ ہم سب بھائی بہن اعلیٰ تعلیم کے حصول میں کامیاب رہے۔ والد صاحب کا عموماً یہ طریق تھا کہ بچوں کو کہتے تھے کہ صبح ناشتہ سب سے پہلے اسی کو ملے گا جو قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرے گا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق درویشان قادیان میں آپ کو شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشمار فضل و احسان فرمایا کہ درویشان قادیان میں شمولیت کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ اکثر یہ واقعہ بتایا کرتے تھے کہ ابتدائی زمانہ درویشی میں جب حالات بہت زیادہ خراب تھے، محلّہ میں حفاظتی ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں، کرفیو کے دوران جب ڈھیل ملی، تو میں ایک مکان کی ڈیوڑھی میں تھا اس دوران ملٹری آگئی۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ اس وقت میں نے وہاں موجود گھاس پھوس کو اپنے اوپر ڈال لیا اور اس کے نیچے چھپ گیا۔ سوچا کہ اب آخری وقت آگیا ہے۔ اس دوران دعائیں کرتا رہا۔ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے معجزانہ حفاظت فرمائی۔

آپ کے اندر خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوا تھا۔ ہم بچوں نے ساری زندگی ابا جان کو خلیفہ وقت کو "حضرت صاحب" کے نام سے پکارتے ہوئے سنا۔ آپ ہر وقت خلیفہ وقت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہر حکم کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک واقعہ پیش ہے۔ قادیان میں درویشی کے ابتدائی دن اکثر دوستوں کے غربت کے تھے اکثر گھروں میں بمشکل کھانا نصیب ہوتا تھا۔ ایک بار جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں اعلان ہوا کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں وہ انجمن کے گھر خالی کر دیں اور اپنے گھر بنائیں نیز خود کفیل بنیں۔ گھر میں آ کر والد صاحب نے ہم سب بچوں کو بلایا۔ اور کہا کہ حضرت صاحب کا حکم آگیا ہے آپ لوگ اپنا انتظام کر لیں۔ میں نے عرض کی یہ اعلان تو صاحب حیثیت افراد کے لئے ہے۔ نہ ہمارے پاس پیسہ، نہ زمین نہ ہی ہم صاحب حیثیت ہم گھر کیسے بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کو والد صاحب کا اخلاص پسند آیا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں قادیان میں زمین خریدنے کی توفیق دی۔

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل تھا۔ آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی آپ نے ساری زندگی قناعت سے گزاری۔ آپ کو تبلیغ کا خاص شوق تھا باوجود اس کے کہ کم علم تھے مگر کوشش کرتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سلسلہ کی خدمت کی جائے۔ صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے باوجود 1983ء میں خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر دیا۔ اور قادیان کے اردگرد تبلیغی محاذ میں کام کرنے والے مجاہدین میں شامل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کی دولت سے نوازا تھا۔ 1989ء میں خاکسار کے بڑے بھائی ممتاز احمد صاحب کو دہشت گردوں نے شہید کر دیا تھا۔ نوجوان بیٹے کی وفات پر والد صاحب نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔

محترم والد صاحب کو اکثر سچی خوابیں آیا کرتی تھیں۔ جس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ خاکسار کے بڑے بھائی محترم مختار احمد صاحب جن دنوں پڑھائی کر رہے تھے والد صاحب نے خواب دیکھی کہ مختار احمد ایک اونچی پہاڑی پر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد بھائی صاحب کو فوج میں ملازمت ملی اور اس میں انہیں اعلیٰ درجہ کے رینک ملے اور خصوصاً صدر جمہوریہ ہند کے دستخط سے "آنرشپ ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔ یہ والد صاحب کے خواب کی تعبیر تھی۔

آخری عمر میں کمزوری کے سبب لاٹھی کا استعمال کرتے تھے۔ اور کوشش کر کے پنج وقتہ نمازیں مسجد میں ادا کرتے تھے۔ آپ کی وفات 14 مارچ 2004ء میں ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ درویشان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ہم سب بچوں کو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ کا خادم دین بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا تھا آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

☆☆☆

محترم مستری ہدایت اللہ صاحب درویش

(ادارہ)

مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب درویش ابتدائی مخلص درویشان میں سے تھے۔ آپ نے 33 سالہ دور درویشی نہایت صبر اور استقلال اور سلسلہ کی خدمات کرتے ہوئے گزاری۔ آپ صوم صلوٰۃ کے پابند، نیک مخلص اور محنتی تھے۔ آپ کی شادی استانی ربیعہ خانم صاحب آف گجرات سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی تھی جو چھوٹی عمر میں فوت ہوگئی۔ پہلی بیوی کے فوت ہونے پر آپ نے دوسری شادی خانپور ملکی بہار میں کی اور دوسری بیوی کے ساتھ دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ آپ نے ان بچوں کی تربیت بڑے پیار اور احسن طریق سے کی۔ آپ کو مورخہ 3.7.1981 دل کا دورہ پڑا علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن اگلے دن دوبارہ دورہ پڑا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(تلخیص اخبار بدر 16 اگست 1981ء)

محترم شیخ غلام جیلانی صاحب درویش

(ادارہ)

محترم شیخ غلام جیلانی صاحب موضع ساماں موضع کیمل پور پاکستان کے رہنے والے تھے۔ آپ ابتدائی درویشان میں سے تھے۔ نہایت صوفی منش بزرگ تھے۔ بہت ہی کم گو تھے۔ اور تنہائی پسند تھے۔ جب تک حرکت کے قابل تھے مسجد مبارک کا ایک کونہ ہمیشہ آباد رکھا۔ تمام نمازیوں سے پہلے اپنے اس گوشہ پر قبضہ کرتے۔ دعاوں اور وظائف میں بہت شغف تھا۔ قریباً دو سال قبل بیماری کی حالت میں پاکستان گئے لیکن وہاں جا کر زیادہ بیمار ہوگئے اور چند ماہ قبل واپس آگئے۔

آپ ایک لمبے عرصے سے بیمار چلے آ رہے تھے اور بڑھاپے اور بیماری نے ملکر بہت کمزور کر دیا تھا۔ آپ کی وفات مورخہ 16 مئی 1965ء کو بعمر 85 سال قادیان میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ محترم حضرت امیر صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(تلخیص اخبار بدر قادیان 20 مئی 1965ء)

محترم عبد المطلب صاحب درویش

(مکرم سلطان صلاح الدین کبیر صاحب۔استاد جامعۃ المبشرین)

خاکسار کے والد مکرم و محترم عبد المطلب صاحب نے بزبان بنگلہ اپنے خودنوشت حالات تحریر فرمائے تھے ان کی مدد سے اور کچھ آپ کے حالات سے واقف لوگوں سے معلوم کر کے آپ کے حالات مختصراً درج ہیں۔والد صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

’’میرے دادا کا نام منشی ریاض الدین ساکن ناو گھاٹ تھانہ و تحصیل برھمن بڑیہ پوسٹ تال ضلع تریپورہ (کملہّ) بنگلہ دیش ہے خاکسار کے والد صاحب کا نام منشی دائم اللہ اور والدہ محترمہ کا نام خاطب النساء ہے۔ والد صاحب مرحوم و مغفور نہایت نیک اور پانچ گاؤں کے سرپنچ تھے۔میرے خاندان کے تمام لوگ ایک پیر صاحب ماچھا اتار کے مرید تھے اور سب کے سب پیر صاحب کے قدموں کو چومتے تھے مگر میں نے کبھی ایسا نہ کیا۔ ایک میرے بھائیوں نے اس تعلق سے بہت کوشش کی مگر پھر بھی میں نے قدم نہیں چومے بعد میں پیر صاحب نے اس تعلق میں بھائیوں کو منع کر دیا کہ اس تعلق میں زور زبردستی نہ کریں پس آج میں سوچتا ہوں کہ کیا وجہ تھی کہ میں قدم چوم نہ سکا۔غیب کی کوئی طاقت تھی جس نے میرے قدم روک دیئے کچے دل و دماغ کو شرک سے بچالیا۔‘‘

احمدیت کو قبول کرنے کی سعادت:

محترم والد صاحب اپنے احمدیت قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

1936 میں جب خاکسار 12 یا 13 سال کا تھا خاکسار احمدیت یعنی سچے اسلام کو قبول کرنے کی سعادت سے مستفیض ہوا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔خاکسار نے مولوی عزیز الدین صاحب کے اخلاق عالیہ دیکھ کر احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی۔1937ء میں ہمارے گاؤں کے تمام سرکردہ لوگ جمع ہوئے اور میرے بڑے بھائی عبد العلیٰ کے پاس آئے اور اُنہیں کہا کہ اگر آپ ہمیں چاہتے ہیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو ترک کر دو اور اگر اپنے بھائی کو چاہتے ہیں تو ہمیں ترک کر دو۔ اس وقت والد صاحب وفات پا چکے تھے اور وہی میرے نگران اور علاقہ کے سرپنچ تھے۔وہ خاکسار کو بہت پیار کرتے تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ علاقہ کے لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں سو تم توبہ کرو کیوں کہ تم مجھ سے بڑھ کر عالم فاضل نہیں ہو اور تمہاری عمر بھی کم ہے۔اگر یہ چیز بہتر ہے تو ہم بھی اس کو قبول کریں گے اس کے بعد تم بھی قبول کر لینا۔ میں نے جواباً کہا کہ جس بات کو بہتر جان لیا ہے اسے حق قبول کر لیا ہے۔دین کے معاملہ میں چھوٹے اور بڑے کا سوال نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ جسے ہدایت فرمائے تو وہ چھوٹا بھی ہو تو اسے سمجھ لیتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ۔اس جواب سے وہ نہایت غصہ سے سمجھانے لگے۔آخر کار میری آخری بات یہی تھی کہ آپ علاقہ کے لوگوں کو لیکر رہیں اور مجھے ترک کر دیں یہ کہہ کر میں گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس وقت برہمن بڑیہ (حال بنگلہ دیش) میں انجمن احمدیہ کا علاقائی اجلاس ہو رہا تھا اس جلسہ میں جا کر میں نے اپنی مصیبت بتائی تو سلیٹ کے رہنے والے ماسٹر سکندر صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور باضابطہ پڑھائی کا انتظام کیا۔ جب میں اسکول میں زیر تعلیم تھا تو گاؤں والوں اور آس پاس کے لوگوں کو خوب تبلیغ کرتا تھا۔ خاکسار کی تبلیغ سے میرے دور کے رشتہ دار نے، جو رشتہ میں میرے نانا لگتے تھے اور عالم فاضل تھے احمدیت قبول کی، الحمد للہ۔ اس دوران تمام طلبا و اساتذہ کے علاوہ عیسائی پادریوں کو بھی تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ ایک روز پادریوں نے بہت عزت کے ساتھ دعوت دی جب میں دعوت پر گیا تو دیکھا کہ مشن کے ایک فادر صاحب قرآن مجید کا بنگلہ ترجمہ مع تفسیر کھولے بیٹھے ہیں اور ان کے ساتھ دو پادری انہیں حوالے نکال نکال کر دے رہے ہیں۔ فادر صاحب نے سب سے پہلے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن مجید نے لوگوں کو حوروں کا لالچ دیکر اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ میں نے جواباً کہا کہ یہ لالچ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اگر اگلے جہان میں جوڑا رکھنا اس قدر قابل نفرت بات ہے تو دنیا میں بیوی رکھنا کیا گناہ نہیں ہے۔ آپ لوگ میم صاحبوں کے پیچھے اس قدر کیوں دوڑتے پھرتے رہتے ہیں؟ رات کے بارہ بجے تک بحث چلتی رہی۔ پھر میم صاحب کافر کافر کہہ کر چلانے لگیں میرے دلائل کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر کار فادر نے اگلے دن آنے کا کہہ کر بحث کو ختم کیا اور پھر دوبارہ ملاقات نہ کی۔‘‘

قادیان آمد:

والد صاحب محترم اپنی قادیان آمد کے بارہ میں لکھتے ہیں:

’’1947ء میں جب میں نویں کلاس میں تھا اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر جو دیہاتی مبلغین کے لئے شائع ہوئی تھی میں نے اس تحریک کو جہادی تحریک سمجھ کر درخواست دے دی مگر چاروں طرف سے یہ دباؤ ڈالا گیا کہ کم سے کم بی۔اے پاس کر کے جاؤں۔ پریشان ہو کر استخارہ کیا تو دیکھا کہ مولوی علی انور صاحب نے قادیان کی طرف اشارہ کیا ہے اس خواب کے بعد تمام روکاوٹوں کو توڑ کر 17 مارچ 1947ء کو قادیان پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ تحریک جہادی نہیں بلکہ دیہاتی مبلغ کے لئے تھی۔ اس پر مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو کر پڑھنا لکھنا شروع کر دیا 15 اگست 1947ء میں ملک کی تقسیم کے بعد بہت ساری تبدیلیوں کے بعد فیصلہ ہوا کہ 313 درویش مرکز قادیان کی حفاظت کے لئے رہیں گے ہر دو ماہ کے بعد پہلا گروپ واپس چلا جائے گا اور ان کے بدلہ میں دوسرا گروپ آئے گا۔ یہ سن کر حضور کی خدمت میں ایک درخواست دی کہ اس خدمت کا موقع خاکسار کو بھی دیا جائے۔ حضورر نے خاکسار کی درخواست کو قبول فرمایا۔ خاکسار کا درویشی نمبر 38 ہے۔ انہیں دنوں معلوم ہوا کہ خاکسار کی شفیق والدہ اس دنیا سے رخصت فرما گئی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں قادیان کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو والدہ صاحبہ نے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہا تھا کہ یہ آخری دیدار ہے ہو سکتا ہے کہ دوبارہ دیدار نہ ہو۔ حقیقت میں وہی ہوا گھر سے نکلنے کے سات ماہ بعد ان کی کہی بات سچ ثابت ہوئی۔‘‘

میدان تبلیغ کو روانگی:

والد صاحب اپنے میدان تبلیغ میں جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’خاکسار کا تقرر مرکزی مبلغ کے طور پر 1950ء میں ہوا اور دسمبر 1950ء میں خاکسار قادیان سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں کے مشنری انچارج مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کی ہدایت کے مطابق ابراہیم پور بھرتپور ضلع مرشد آباد میں سب سے پہلے مرکزی مبلغ کے طور پر فرائض ادا کئے۔ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے مرحوم جناب اللہ رکھا صاحب کے یہاں قیام کیا۔ یہاں قیام کے دوران مرحوم یعقوب حسین صاحب کی بیٹی سے خاکسار کی شادی طے پائی۔ یہ شادی بھی قیام قادیان کے دوران دیکھے ہوئے ایک خواب کے پورا ہونے کا موجب ہوئی۔اس نظارہ میں آنحضرت ﷺ محبت بھرے کلام کے ساتھ دکھائی دیئے تھے۔اس کے بعد منتشر حال احمدیوں کو جمع اور متحد کرنے کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔جن تک رسائی نہیں تھی ان سے رابطہ کے لئے مساعی جاری رکھیں۔مکرم مرحوم آفتاب الدین صاحب ملاّ ساکن گورگرام اور مکرم عبد الرزاق صاحب ساکن کھرندی سے ملاقات کی اور جناب عبد الحفیظ صاحب ساکن سالارکو مرشد آباد شہر میں شراب کا کاروبار کرتے ہوئے پایا جب انہیں اس کاروبار کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی تو فوری طور پر انہوں نے اس کاروبار کو ترک کرنے کا عہد کیا اور چند دنوں میں ہی ترک کر دیا۔اور وہ میرے ساتھ مرشد آباد۔ بھگوان گولہ اور بردھمان کی مختلف جگہوں میں تبلیغی کاموں میں بڑے اخلاص کے ساتھ شامل رہے۔مکرم محمد حکمت اللہ صاحب ،مکرم یونس صاحب، مکرم آفتاب الدین صاحب ملاّ ،مکرم محمد چھاکے علی صاحب ،مکرم عبد الستار صاحب ،مکرم یعقوب حسین صاحب اور مکرم ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب وغیرہ احباب بیچ بیچ میں تبلیغی کاموں میں تعاون کرتے رہتے تھے۔ اس طرح پرانی جماعتوں سے بھی دھیرے دھیرے سینکڑوں لوگ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے جس سے جماعت کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ کچھ دن بعد جناب مولوی عبید الرحمٰن فانی صاحب بانسڑا(

24 پرگنہ بنگال،) سے ایک اور مولوی صاحب عثمان علی صاحب دھرمگھر (تریپورہ علاقہ) کے ساتھ بھر تپور میں آئے اور کافی دنوں تک یہ تین مبلغ اس علاقہ میں کام کرتے رہے بعد میں مولوی عثمان علی صاحب کسی وجہ سے پاکستان چلے گئے اور نارائن گنج میں ملازمت اختیار کی۔ ہمارے دوسرے ایک دوست جناب شمس الدین دانی صاحب کے ایک نوجوان دوست شیخ ابوبکر صاحب (مومنہ آباد) بعد میں بیعت کر کے مددگار ہوئے اور مختلف علاقوں میں کام کیا۔ مولوی محمد صاحب امیر مشرقی پاکستان انجمن احمدیہ (بنگلہ دیش) کے توسط سے اور دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ ضلع بردھمان کے دو موضع ماٹرڈانگہ اور باکوڑا ضلع کے چاندائی اور صدر ٹاؤن کے نزدیک کچھ احمدی احباب ہیں۔ کئی دفعہ سفر کر کے انہیں نظام کے تحت لانے کی کوشش کی لیکن چاندائی کے سوا اور کوئی علاقہ نظام کے تحت نہیں رہ سکا۔ ان دوروں کے دوران کبھی کبھار مختلف جماعتوں میں جلسے بھی منعقد کئے۔ خاص جلسوں میں مولانا محمد سلیم صاحب، مولانا بشیر احمد دہلوی صاحب منشی شمس الدین صاحب، مولوی فضل کریم صاحب وغیرہ کو بھی دعوت دی گئی۔ اس کے علاوہ غیر احمدی اور ہندوؤں کے جلسوں میں بھی کئی بار تقریر کر کے احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ کاندی شہر میں بھی ہندو دوستوں، وکلاء اور کالج اور اسکولوں کے اساتذہ اور طلبا کی مدد سے دو بار جلسے منعقد کئے۔ ہینکس ہال میں بھی جلسہ اور تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔''

تبلیغ کا شوق:

والد صاحب محترم کو تبلیغ کا بے حد شوق تھا آپ جنون کی حد تک رات دن اس میں لگے رہتے تھے۔ اور اس معاملہ میں آپ بے خوف تھے کبھی کسی مخالف کی مخالفت سے نہ گھبرائے۔ آپ اپنا ایک تبلیغی واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''1955 میں خاکسار اور مکرم شمس الدین دانی صاحب برہم پور ہوتے ہوئے عظیم گنج پانچ میل دور باجت پور کو تبلیغ کے لئے گئے۔ گاؤں کے کچھ لوگ ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ لوگوں کی ایک طرفہ بات سنکر ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اگر اجازت ہو تو ہم ایک مولوی لے کر آئیں گے۔ نہایت امن و سکون کی حالت میں بحث کرنے کا انتظام کر دیں گے۔ ہم نے کہا کہ دو دن کا وقت دیتے ہیں تیسرے دن کسی بھی حال میں پاسپورٹ آفس میں جانا ضروری ہے۔ دو یوم تک چاروں طرف لوگوں کو بھیجا گیا مگر کہیں مولوی نہ ملنے پر انہوں نے کہا کہ آئندہ وقت نکالنا ہوگا دوسرے دن اجازت لیکر ٹرین میں سوار ہوتے ہی دیکھا کہ کچھ لوگ ہڑ ہری کے نعمت اللہ قاری اور ان کے ایک ساتھی کو لے کر گاڑی سے اترے پھر کیا تھا چلتی گاڑی سے ہمیں اتار کر لے گئے اور شمس الدین دانی صاحب کو بھی کھیت سے واپس لایا گیا دو تین دنوں کی منادی پر قریباً 5 یا 6 ہزار لوگ جمع ہو گئے تھے۔ دونوں فریق نے بیٹھ کر وفات مسیح اور نبوت کے موضوع پر بحث شروع ہوئی۔ قاری صاحب جب دلائل اور ثبوتوں سے عاجز آ گئے تو غصہ کرنے لگے۔ اسی دوران کلکتہ سے شائع ہونے والے بنگلہ رسالے پیغام کی کاپی ڈاک والے نے لا کر دی اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ پاکستان کا یہ عام فتویٰ ہے کہ جو شخص کسی قادیانی کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگا وہ یقیناً جنت میں جائیگا۔ قاری صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا اس کو عمل میں لایا جا سکتا ہے؟ قاری صاحب کے سر مبارک کے ہلاتے ہی سبھی لوگ مارو مارو کہتے ہوئے اٹھ کھرے ہوئے۔ ان پانچ چھ ہزار آدمیوں کے درمیان ہم صرف دو آدمی تھے اور ہمارے سامنے ہمارا خدا جل جلالہ تھا جس کے حضور ہم دعا میں مشغول ہو گئے چند لمحوں میں ہی دیکھا کہ اُنہیں لوگوں میں سے کچھ لوگ ہماری حفاظت کرنے لگے ہیں ہمیں اپنے ساتھ مکان کی اوپر والی منزل میں لے جا کر محفوظ کیا اور بعد میں نہانے اور کھانے کا انتظام بھی کیا دوپہر میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہمیں اپنے ساتھ لے جا کر محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس کے بعد بھی مور گرام، مترا پور، شیر پور، لال گولہ، نلہٹی وغیرہ بہت سے علاقوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ یہاں آنے کے بعد جب رشتہ داری قائم ہوئی تو رشتہ دار کہنے لگے کہ سبھی جگہ جاؤ مگر دھلیان نہ جاؤ کیونکہ وہاں کے لوگ نہایت خونخوار ہیں لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں اور دریائے پدما ندی عبور کر کے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) چلے جاتے ہیں۔ اس پر میری جستجو بڑھ گئی۔ ایک روز اس علاقہ کے ایک شخص کا پتہ لے کر چل پڑا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک بڑے آم کے باغ میں تمام مکتبہ فکر کے عالموں کو لے کر ایک عظیم جلسہ ہو رہا ہے جس کے منتظم اس علاقہ کے کاکڑیہ مدرسہ کے عالم اور طلباء ہیں۔ وہاں جا کر کچھ اشتہار اور لٹریچر تقسیم کیا جسے طلبا اِدھر اُدھر لیکر پڑھنے لگے۔ اسی دوران جرجس صاحب نے مجھے کہا کہ آپ کتابیں ابھی تقسیم نہ کریں ورنہ جلسہ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جرجیس صاحب نے تقاریر کرنے والوں کی فہرست میں میرا نام بھی دوسرے نمبر پر درج کر دیا۔ مقررین تقریباً 50 یا 60 کی تعداد میں تھے۔ اس دوران اہل حدیث کے ایک پرانے عالم نے مجھے نصیحت کی کہ اس جگہ آپ اپنی جماعت کے بارہ میں نہ بتائیں ورنہ جھگڑا شروع ہو جائیگا۔ تب جرجس صاحب بولے کہ آپ جو چاہے بولیں کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ پس میں نے اپنا موضوع ''تمام عالم کے لئے اسوہ عالمگیر نبی ﷺ'' رکھا۔ تقریر کے اختتام پر احمدیت کا پیغام بھی دے دیا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو تمام طلبا جلسہ گاہ کو چھوڑ کر میری طرف دوڑ آئے۔ اور کہنے لگے کہ کتابیں دیں کتابیں دیں۔ تیسرے مقرر جو کہ اہل حدیث کے ایک بڑے عالم تھے کھڑے ہو گئے اور بانئ جماعت احمدیہ کے خلاف گندی گندی گالیاں دینے لگے۔ جب کہ ان کی تقریر کا اصل موضوع کچھ اور تھا۔ اور اپنی تقریر میں انہوں نے بانئ جماعت احمدیہ کی وفات نعوذ باللہ بیت الخلاء میں ہونے کا اعتراض کیا۔ مگر نتیجہ ان کی خواہش کے برخلاف نکلا کیونکہ تمام طلبا اور جرجیس صاحب میرے ساتھ جلسہ چھوڑ کر چلے آئے۔ باغ کے ایک طرف بہت ہی احترام کے ساتھ سوال کرنے لگے اور کتابیں بھی بہت غور اور دلچسپی سے پڑھنے لگے۔ مذکورہ مولوی نے جب گالی دینا بند کیا تو ہاتھ میں ایک لوٹا پکڑ کر میری طرف آیا اور لوگوں کو کہا کہ یہ کتابیں نہ پڑھو اس پر جرجیس صاحب نے کہا کہ کیوں نہ پڑھیں انہوں نے جو آنحضرت ﷺ کی شان بیان کی ہے وہ باتیں دوسروں میں کہاں؟ ہم اندھے نہیں ہیں ہر قسم کی کتابیں پڑھیں گے۔ وغیرہ۔ اس پر مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اعتراضات کئے۔ میں نے کہا کہ مولانا صاحب سنیں کیا مرزا صاحب بیت الخلاء میں فوت ہوئے تھے آپ اس جگہ موجود تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کیا ہے؟ جب انہوں نے عمر بتائی تو میں نے کہا کے آپ کی پیدائش تو ان کے چند سال قبل کی ہے۔ تب بولے کہ میں نے نہیں دیکھا بلکہ دیوبند میں حصول تعلیم کے دوران برے بڑے عالموں سے سنا ہے۔ جواب میں میں نے کہا کہ آپ نے مذکورہ مدرسہ میں بڑے بڑے مولویوں سے یہ حدیث بھی پڑھی ہے کہ لیس الخبر کالمعایَنۃِ یعنی سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی کی طرح نہیں ہے۔ مولوی صاحب آخر اس طرح سچ کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کب تک چلے گا۔؟''

خدائی تائید و نصرت:

والد صاحب اکثر نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ اور رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کئی افراد کو احمدیت میں شمولیت کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق تھا۔ آپ کے بارہ میں آپ کے بھائی مکرم محمد محسن صاحب بنگلہ دیش چند واقعات تحریر کرتے ہیں کہ:

''جس وقت میرے بھائی قادیان میں تھے اُن ہی دنوں ہماری والدہ محترمہ کی وفات ہو گئی ان کے ساتھ میرا خط و کتابت کا سلسلہ بند تھا لیکن عجیب بات ہے کہ والدہ محترمہ کی وفات کے چند دن بعد بھائی صاحب کا قادیان سے خط موصول ہوا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ ہم 313 درویش بھائیوں نے مل کر والدہ صاحبہ کا نماز جنازہ غائب ادا کیا ہے۔ اور وہ دن وہی تھا جس دن ہم نے بھی بنگلہ دیش میں والدہ محترمہ کا نماز جنازہ ادا کیا تھا۔''

(2) مرشد آباد، بنگال کے سفر کے دوران ایک بار بھائی صاحب کی چند احباب سے ٹرین میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مخالفین نے دلائل سے عاجز آ کر آپ کو جان سے مارنے کا پروگرام بنایا۔ اور انہوں نے بحث کے دوران ہی آپ کو زدوکوب کیا اور دھکا دیکر ٹرین سے باہر پھینک دیا۔ گاؤں کے ایک احمدی کو اطلاع ملی تو وہ دوڑ کر آئے تو دیکھا کہ بھائی صاحب بے ہوش پڑے ہیں۔ جب اس احمدی نے بھائی صاحب کے بدن پر ہاتھ لگایا تو بھائی

صاحب نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگے کہ مجھے ایسا لگا کہ میں نیند سے جاگا ہوں یعنی بھائی صاحب کو کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر گاؤں کے کئی لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے''

خدائی مہمانی:

اللہ تعالیٰ پر والد صاحب کو کامل توکل تھا۔ مکرم ومحترم ماسٹر مشرق علی صاحب ایک تبلیغی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک بار مولوی صاحب مجھے لے کر مرشد آباد کے دھولیاں گاؤں کی طرف چلے گئے وہاں جس کے گھر آپ جانا چاہتے تھے وہ گھر پر موجود نہیں تھا رات ہونے والی تھی ہم نے ایک انجان آدمی کے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت لی اور نماز ادا کی واپسی کا کوئی چارہ نہ تھا کیوں کہ ابراہیم پور وہاں سے بہت دور تھا خاکسار فکر کرنے لگا کہ کہاں رہیں گے اور کیا کھائیں گے؟ مگر مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ پر اس قدر توکل تھا کہ آپ بے فکر اور پُرسکون تھے اتنے میں وہ آدمی بولا کہ آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ میرے مہمان ہیں اور اس نے ایک ہتھیار لیکر بطخ جس کو بنگلہ میں ہنس کہا جاتا ہے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور اس طرح ہماری اس انجانے گاؤں میں اللہ تعالیٰ نے مکرم مولانا صاحب کی دعاوں کی برکت سے مہمان نوازی کا سامان کیا۔''

تعبیر الرویا کا ملکہ:

مکرم ومحترم والد صاحب مرحوم نہایت درجہ سادہ اور نیک و پاک فطرت اور درویشی زندگی گزارنے والے انسان تھے۔ اکثر اوقات ہم نے دیکھا کے آپ اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا رہے ہوتے تھے۔ لیکن غربت کے باوجود مصائب ومشکلات میں آپ اپنا قدم تقوی پر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو تعبیر الرویا کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی اکثر تعبیر درست ہوا کرتی تھی۔ والد صاحب تحقیق حق کے لئے آنے والوں کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا سلوک کیا کرتے تھے۔ مکرم ومحترم عطاء الرحمٰن صاحب نیشنل پریذیڈنٹ نیپال تحریر کرتے ہیں کہ

''جب وہ 1985 میں تحقیق حق کے لئے پہلی بار قادیان آئے تھے تو قادیان آنے کے دوسرے یا تیسرے دن ہی میری ملاقات مکرم عبد المطلب صاحب سے ہوئی۔ جب ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں اپنے والد یا کسی ایسے شخص سے مل رہا ہوں جو نہایت شفیق اور ہمدرد ہے اس کے بعد تقریباً ایک سال تک ملاقات ہوتی رہی اور آپ سے مل کر کبھی ایسا نہیں محسوس ہوا کہ میں اپنے گھر نیپال سے دور ہوں۔ جب مکرم عبد المطلب صاحب کی وفات ہوئی تو مجھے انتہائی صدمہ ہوا''

خلیفۂ وقت سے دلی محبت:

والد محترم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ وقت سے محبت انتہائی درجہ کی تھی اور یہ تعلق دلی تھا۔ چنانچہ محترم حکیم محمد دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے خاکسار کے بھتیجے عزیزم مبارک احمد ابن مکرم عبد اللہ جلال الدین کے نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ایک دفعہ ہم وفد کی صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ سے ملنے کے لئے ربوہ گئے۔ ہمیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ چونکہ حضور کی طبیعت ناساز ہے اس لئے قادیان کے بارہ میں زیادہ باتیں نہیں کرنی صرف ملاقات کر کے لوٹنا ہے۔ چنانچہ جب عبد المطلب صاحب دوریش کی باری آئی اور وہ حضور المصلح الموعودؓ کی طرف بڑھے تب حضور نے بڑے پیار سے ان کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا دیکھو یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بزرگ تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کے دل میں بھی آپ کی محبت رکھی ہوئی تھی۔''

وفات:

خاکسار کے والد محترم کو تبلیغی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی تھی۔ وہ زیر تبلیغ لوگوں کو خوب چٹھیاں لکھا کرتے تھے۔ اپنی وفات کا آپ کو قبل ازیں علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنی وفات سے چند روز قبل لفافوں پر صرف ایڈرس لکھ کر رکھ دیئے تھے اور انہیں ایڈرسوں کے مطابق بعد میں ہم نے آپ کی وفات کی اطلاع احباب کو دی۔ وفات کے چالیس روز قبل آپ کو لقوہ کی شکایت ہوگئی تھی۔ وفات سے چند روز قبل خاکسار کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی چچی جی نے ان کے ہاتھوں سے چوڑیاں نکال لی ہیں اس کے بعد پھر دو دو چوڑیاں پہنا دی ہیں۔ یہ خواب جب صبح والد صاحب کو سنایا گیا تو آپ نے بتایا کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے کچھ دن اور زندگی دے دی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب والد صاحب کی وفات قریب آئی تو اس دن قادیان کے تمام دوستوں اور احباب سے ملاقات کر کے آئے۔ رات آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہوئی اور صبح تہجد کے وقت آپ نے اپنی جان مالک حقیقی کو سونپ دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات 7 دسمبر 1985 کو ہوئی۔ ہم پانچ بھائی والد صاحب کی یادگار ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہم دو بھائی خاکسار مکرم سفیر احمد شمیم صاحب کو بطور مبلغ خدمت کی، اور باقی تین بھائیوں کو دیگر رنگ میں سلسلہ کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محترم چودھری عبد الرشید نیاز صاحب درویش

محترم بدر الدین عامل صاحب درویش

میرے چچازاد بھائی مکرم عبد الرشید نیاز درویش بھٹہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد محترم چوہدری عبد الحکیم صاحب تھے۔ جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد 1942ء میں گاؤں عارف والا سے آکر قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ محترم عبد الرشید صاحب کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی 1945ء کے آخر تک آپ نے میک ورکس قادیان میں کام کیا۔ اکتوبر 1945ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اور ابتداء 1946 میں آپ نے میک ورکس کی ملازمت چھوڑ کر ڈولین الیکٹرک ورکس قادیان میں بجلی کے روم ہیٹر وغیرہ بنانے کا کام شروع کیا۔

16 نومبر 1947ء کو ہم دونوں کے بزرگان پاکستان چلے گئے۔ ماہ فروری 1948ء ہم دونوں اسٹور کیپر کی خدمات بجا لاتے رہے۔ فروی 1950ء تک محترم عبد الرشید صاحب نیاز بطور نائب انچارج اسٹور کام کرتے رہے۔ آپ کو دفتر آڈیٹر میں بطور نائب آڈیٹر اور چند سالوں بعد آڈیٹر مقرر کر کے آپ کا درجہ نائب ناظر کر دیا گیا اور آپ نے تا حیات اس عہدہ پر نہایت کامیابی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔

1981 میں آپ کو دائیں بازو کی طرف استرخاء کا اٹیک ہوا تھا فوری طور پر طبی امداد میسر آگئی اور چند دن میں طبیعت بحال ہوگئی۔ آپ پھر اپنے فرائض انجام دینے لگے اس وقت آپ کو علم ہوا کہ آپ کو شوگر بھی تھی۔

14 اگست 1986ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیماری سے چند ماہ قبل آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکرم بھائی عبد الرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم اور مکرم شیر خان صاحب درویش مرحوم ومکرم مستری محمد حسین صاحب درویش مرحوم اور خود نیاز صاحب بہشتی مقبرہ میں فوارے کے پاس کھڑے ہیں۔ نیاز صاحب کے ہاتھ میں چند کاغذ ہیں شیر خان صاحب نے کہا کہ آو چلیں مستری محمد حسین صاحب ان دونوں مرحوم دروشان کے ساتھ کنویں والی طرف چل پڑے۔ نیاز صاحب نے کہا آپ چلیں میں یہ کاغذ دے کر آتا ہوں۔ یہ خواب اپنے اہل خانہ کو سنائی اور حسب توفیق صدقہ بھی دیا۔ محترم مستری محمد حسین صاحب کی وفات 25 جولائی 1986ء کو اور نیاز صاحب کی 14 اگست 1986ء کو گویا کل 20 روز بعد ہوئی۔

آپ کے میں خوش طبعی اور ملاحت لئے ہوئے لطیف مزاج موجود تھا۔ جس روز میاں بیوی کا شوگر کا ٹیسٹ ہوتا تو آپ کی شوگر زیادہ نکلتی تو مسکراتے ہوئے بتاتے کہ میں فسٹ آیا ہوں (شوگر کے امتحان میں)''

آپ کے تین بیٹے مکرم عبد الوکیل نیاز صاحب، مکرم عبد القدیم نیاز صاحب سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں جبکہ تیسرے بیٹے مکرم عبد القدوس نیاز صاحب طب کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک بیٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے

☆☆☆

محترم عبدالرحیم سندھی صاحب درویش

(مکرم لطیف احمد صاحب سندھی، قادیان)

میرے پیارے ابّا جی مکرم چودھری عبدالرحیم سندھی صاحب درویش ولد مکرم الٰہی بخش صاحب مرحوم گاؤں بھٹیاں ضلع گورداسپور پنجاب کے رہنے والے تھے۔ گاؤں کی اکثر زمین آپ کے نام تھی جو لوگوں کو کاشت کیلئے دی جاتی تھی۔ چنانچہ گاؤں والے اس لئے والد محترم کی بڑی عزت کرتے تھے اور آپ کو میاں جی کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ نے گاؤں میں دو مسجدیں بہت خوبصورت اور بڑی بڑی بنوائی تھیں آج کل وہ مسجدیں گُردواروں کے طور پر استعمال کی جارہی ہیں۔ بھٹیاں گاؤں میں ایک اسکول والد محترم نے بنوایا تھا اسکول کی ذمہ داری والد محترم کے بڑے بھائی محترم چودھری عبدالحق صاحب کے ذمہ تھی۔ وہ مشہور عالم تھے اور گاؤں کے تمام بچوں کو اس اسکول میں پڑھایا کرتے تھے۔ اسی طرح گاؤں کے ہی ایک اور بزرگ محترم چودھری عبدالحق صاحب پٹواری درویش قادیان ہوا کرتے تھے، یہ دونوں بزرگ احمدیہ جماعت کے علما کے ساتھ اکثر تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ جب وفات مسیح کا ذکر ہوتا تو بحث وہیں رُک جاتی کیونکہ ہمارے بزرگ بھی مسیح کے آنے کے انتظار میں تھے چنانچہ ہمارے ان بزرگوں نے اپنے کچھ علما کو بلوایا اور جماعت کے ساتھ مناظرے کا دور شروع ہوا۔ اور مناظرے دو تین یا اُس سے زیادہ دفعہ ہوئے۔ مناظروں میں ہمارے بزرگوں کے بلائے ہوئے مولوی جماعت احمدیہ کے علما کا جواب نہ دے پائے جس پر ہمارے خاندان نے اور محترم چودھری عبدالحق صاحب پٹواری نے ملکر بیعت کرلی **الحمدالله علی ذالک**۔ اُن کی وجہ سے آج ہم احمدیت میں داخل ہیں اور حقیقی اسلام پر قائم ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحابہ کا رتبہ نا پا سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کے بزرگوں میں سے ایک کو یعنی میرے والد صاحب مرحوم کو درویشی اور ایک بزرگ یعنی میرے تایا جان صاحب مرحوم کو شہادت کا مقام عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی شہادت کا ذکر بڑے ہی درد بھرے الفاظ میں فرمایا کہ بد بخت لوگ تین دن تک خدمت کروانے کے بعد فرضی بیعت کر لینے کے بعد بھی ان کے ہی باغ میں یعنی سندھ میں انکی گردن کاٹ کر لے جاتے ہوئے پکڑے گئے۔ اس وقت حکومت بھٹو کی تھی اور وہ لوگ بھی انہیں کے تھے؟

قادیان آمد:

1947 کے دور میں چاروں طرف قتل وغارت کا دور شروع ہوگیا ہمارے بزرگوں نے گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ لیا اور سارے افراد خانہ کو لیکر لاہور چلے گئے۔ لیکن دادا جان اور دادی جان نے جانے سے انکار کیا۔ لاہور جا کر اِنہوں نے اپنی زمینوں کے کاغذات داخل کئے۔ جس پر 1/3 حصّہ زمین دو جگہ سندھ اور ملّو کے علاقہ میں ملی۔ ابھی یہ نشان دہی ہو ہی رہی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مرکز احمدیہ قادیان کی حفاظت کیلئے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ اور آپکے چاروں بھائی بھی سندھ سے قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ اِس پر اِنکے بڑے بھائی مکرم عبدالحق صاحب نے کہا کہ ہم پانچوں بھائیوں میں قُرعہ اندازی کرتے ہیں ہم میں سے جس کا نام نکلے گا وہ ہی قادیان جائیگا اور دوسرے بھائی اُسکے بیوی بچوں کا خیال رکھیں گے۔ چنانچہ قُرعہ اندازی ہوئی اور خاکسار کے والد محترم کا نام نکل آیا۔ آپ اپنے بھائیوں اور اہل خانہ کو خُدا حافظ کہہ کر سندھ سے قادیان کے لئے روانہ ہو گئے اور قادیان کی حفاظت پر مامور 313 درویشوں میں شامل ہو گئے۔ **الحمد لله**۔

گھریلو حالات:

1947ء میں ملکی حالات کے بہتر ہونے پر جب درویشان کے عزیز و اقارب نے ایک دوسرے سے مِلنا شروع کیا تو مکرم والد صاحب کے بیوی بچوں کو آپ کے زندہ ہونے کا علم ہوا۔ عزیز و اقارب جب درویشوں سے ملنے جُلنے کیلئے آنے لگے تو پہلی ہی دفعہ میں ہماری والدہ صاحبہ کو قادیان آنے کا موقعہ ملا اور پھر ہم لوگ بھی ساتھ آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس طرح والد محترم کے اُوپر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی۔ لیکن یہاں آکر ہم نے یہ دیکھا کہ کھانے پینے کو تو کُچھ نہیں ہے لیکن آپس میں تمام درویش ایک دوسرے کا بہت خیال رکھ رہے ہیں۔ ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ اِس کے باوجود بھی آپس میں ایک دوسرے کو ملے بغیر نہ رہ پاتے تھے۔ اِس لئے ہم سب بچوں کو جو اُس وقت قافلہ میں آئے تھے ہر درویش بہت ہی پیار کرتا تھا اور ہم کو اِدھر سے اُدھر گود میں لیکر گھومتے ہی رہتے تھے۔ آج بھی ہمارے دلوں میں اُن بزرگوں کی بڑی عزت و احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اِس دوران والد صاحب کو مبلغ -/5 روپئے ماہوار وظیفہ ملا کرتا تھا جو کہ ایک کے لئے بھی کافی نہ تھا۔ اسی لئے والد صاحب نے بیوی بچوں کو پالنے کیلئے محنت مزدوری کرنی شروع کردی۔ اور ساتھ ہی گائے بھینسیں وغیرہ پالیں اور کھیتی باڑی شروع کردی۔ فصل وغیرہ تیار ہونے پر گاؤں میں جا کر بیچا کرتے تھے۔ کبھی سبزی کبھی اناج کی شکل میں گاؤں گاؤں گھوم کر بیچا کرتے تھے۔ اِس طرح گھر چلانے کیلئے محنت و مشقت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مٹی کے برتن بنانے کا کام سیکھ کر خود بھی بنانا شروع کیا اور برتن تیار کرکے گاؤں گاؤں گھوم گھوم کر بیچا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم آپ کی چھ اولادوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہیں آپ نے ہم سب بھائی بہنوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا ہم سب کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ہماری شادیاں بھی کروائیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سب بھائی بہن اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سب کی اولادیں جماعت کی خدمت بجا لا رہی ہیں۔

اولاد کو قادیان میں ہی رکھنا:

ایک مرتبہ میرے والد محترم اپنے ساتھی درویش بھائی کو کچھ رقم دینے کا وعدہ کر کے آئے کہ میں آپ کو اتنی رقم بطور قرض دے دونگا۔ اس درویش کے بچے نے باہر کسی دوسرے ملک جانا تھا۔ گھر میں آنے پر والدہ محترمہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا رقم تو گھر میں کوئی نہیں ہے اس پر ابا جان نے مجھے کہا؟ ان دنوں خاکسار ایک دو جگہ پر کام کرتا تھا۔ پیسے تو میرے پاس تھے لیکن میں نے ایسے ہی اپنے والد صاحب سے پوچھ لیا کہ یہ رقم آپ نے کیا کرنی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میرے ایک بھائی کا بیٹا باہر جرمنی جا رہا ہے اس کو دینی ہے۔ خاکسار ناراض ہوا کہ ابا جان مجھے تو آپ جانے نہیں دے رہے اور اس کو بھجوا رہے ہیں اس پر میرے والد محترم مجھ سے ناراض ہو گئے اور گھر میں گندم رکھی ہوئی تھی وہ بیچ کر اپنے درویش بھائی کو رقم دی اور میں والد محترم کو دو دن تک مناتا رہا اور پیسے دیتا رہا مگر والد محترم انکار کرتے رہے کہا کہ تم نے کیوں کہا کہ میں نے بھی جانا ہے۔ میں ان کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس قادیان میں ہی رکھنا چاہتے تھے۔

ایک منذر خواب:

والد صاحب محترم کی ڈیوٹی بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک کے ساتھ والے کمرہ میں ہوا کرتی تھی۔ ایک دن اچانک رات کو سوتے ہوئے آپ کے پیٹ میں درد پیدا ہوئی آپ نے ساری رات تڑپ تڑپ کر گزاری اچانک آپ کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے چاروں طرف ڈاکٹر کھڑے ہوئے ہیں اور آپس میں میرا آپریشن کرنے کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں اس پر گھبرا کر خواب میں اُٹھ کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ میں آپریشن نہیں کرواؤں گا میرا آپریشن کرنے کے لئے آپ کو ہمارے امیر حضرت میاں وسیم احمد صاحب سے اجازت لینی پڑے گی۔ اچانک میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا حضرت میاں وسیم احمد صاحب تشریف لا رہے ہیں اس پر میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضرت میاں صاحب وہ آرہے ہیں آپ ان سے دریافت کرلیں۔ جیسا وہ کہیں کرلیں اس پر قریب آ کر حضرت میاں صاحب نے سلام کیا اور میرا حال پوچھا میں نے کہا میرے پیٹ میں شدید درد ہورہی ہے اس پر وہ ڈاکٹر صاحبان کی طرف متوجہ ہوئے ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم ان کا آپریشن کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر حضرت میاں صاحب نے کہا کہ پیٹ درد تو دوائی سے بھی ٹھیک ہوسکتی ہے آپریشن تو ایک سال بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ میں یہ

محسوس کرنے لگا کہ مجھے ایک سال کی مزید مہلت ملی ہے

والد صاحب کی وفات اور درویشان کے پیار کا نشان:

محترم والد صاحب کی یہ خواب میں نے گھر میں اور اپنے کئی عزیز دوستوں کو بھی بتائی۔ اس طرح آٹھ نو ماہ گزر گئے لیکن پیٹ میں درد بدستور رہتی تھی۔ خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے امرتسر علاج کے لئے اجازت لی تین ماہ تک خاکسار نے والد صاحب کا امرتسر میں کئی ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ ہر ڈاکٹر چیک کرنے کے بعد دوسرے ڈاکٹر کی طرف بھجوا دیتے رہے آخر میں TB کے ہسپتال میں داخل تھے۔ 3 جون 1980 کا دن تھا۔ کہ رات سوتے ہوئے والد محترم زور زور سے رونے لگے جس پر اس واڈ کے تمام مریض جو سو رہے تھے اُٹھ گئے۔ میں نے والد محترم سے پوچھا کیا بات ہے آپ نے بتایا میرا بھائی فوت ہو گیا ہے میرا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔ بھائی سے آپ کی مراد مکرم چوہدری عبدالحق صاحب درویش سے تھی، جو آپ کے گاؤں کے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں وہ تو پاکستان میں اپنے عزیزوں کو ملنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ بیمار ہیں رونا ٹھیک نہیں۔ اس طرح ان کو چپ کرایا گیا۔ دن چڑھے ہوئے چند گھنٹے ہی ابھی گزرے تھے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر ابا جی کا حال پوچھنے کے لئے قایان سے امرتسر آئے۔ میں نے ان سے چودھری صاحب کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں باڈر پر جا رہا ہوں انکو لینے کے لئے اس پر خاکسار نے کہا آپ ابا جی کو نہ بتانا کہ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھ لیا ہے اور آج میں نے بہانے سے چپ کروایا ہے چنانچہ ان کو ملتے ہی ابا جی نے یہی سوال کیا کہ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ میں ان کو لینے کے لئے جا رہا ہوں وہ ٹھیک ہیں مکرم چوہدری صاحب کی میّت قادیان لائی گئی۔ چونکہ والد صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپریشن سے ان کی موت ہو جاتی ہے اسلئے مجھے بار بار آپریشن کرنے سے منع کرتے تھے اس روز تمام ڈاکٹر اکٹھے ہوئے اور والد صاحب کو آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ تقریباً دو تین گھنٹے تک تمام ڈاکٹر ان کی تمام رپوٹوں پر مشورہ وغیرہ کرتے رہے کافی دیر کے بعد ایک ڈاکٹر آیا اور مجھ سے کہا کہ ہم ان کا آپریشن کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو اس پر میں پریشان ہو گیا کیونکہ والد صاحب نے مجھے بار بار آپریشن کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا آپریشن سے میری وفات ہو جائے گی میں گھبرا گیا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا اس وقت تو خاکسار کے پاس کوئی رقم وغیرہ نہیں ہے کیونکہ آپریشن کے وقت دوائیوں اور خون وغیرہ کی ضرورت پڑے گی اور میرے پاس تو اس اخراجات کیلئے رقم موجود نہیں ہے لہٰذا آپ اگر مجھے اور میرے والد صاحب کو گھر جانے کی اجازت دیں تو میں ان کو بچوں سے ملا کر اور رقم لے کر آؤنگا۔ اس کے بعد آپ کسی اور دن بھی ان کا آپریشن کر سکتے ہیں اس پر ڈاکٹر نے مجھے دو دن کی مہلت دی اور کہا کہ دو دن بعد آجاؤ ہم آپریشن کریں گے۔ اس پر میرے والد محترم بہت خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ جلدی مجھے قادیان لے جاؤ میرا کوئی پتہ نہیں ہے۔ ٹرین سے خاکسار والد محترم کو قادیان لایا۔ جب میں اسٹیشن سے ٹانگے پر ان کو گھر لایا تو وہ مغرب کا وقت تھا، اس وقت اسکول کے صحن میں مکرم چودھری عبدالحق صاحب درویش کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی۔ چونکہ جنازہ کے بعد تمام درویشان کرام والد محترم سے ملنے کے لئے آئے بعد میں تدفین کو جاتے، ان کو دیکھ کر میں بھی چوہدری عبدالحق صاحب کی تدفین کیلئے چلا گیا۔ اس پر سب سے آخر میں مکرم چودھری محمد احمد صاحب درویش آئے۔ اسوقت مرحوم چودھری عبدالحق صاحب درویش کو قبر میں اُتارا جا رہا تھا، آپ نے خاکسار کا نام لے کر آواز لگائی کہ اگر یہاں پر لطیف ہے تو وہ گھر چلا جائے انکے والد کی اچانک طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ خاکسار جلدی سے گھر کی طرف روانہ ہوا گھر پہنچا تو دیکھا کہ والد محترم وفات پا چکے ہیں۔ والد صاحب کی وفات 7 جون 1980 کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تھا درویشوں کا آپس میں پیار اور محبت۔

والد صاحب مرحوم نے 59 سال عمر پائی اللہ تعالی میرے والد صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے ہزاروں ہزار رحمتیں آپ پر نازل ہوں آمین۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ پنجگانہ نمازوں کے پابند تھے اور خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر پیش پیش رہتے تھے اور اسکی عادت انہوں نے اپنے بچوں میں بھی ڈالی وہ اسطرح کہ جب مجھے تنخواہ ملتی تو محترم والد صاحب کا پہلا سوال ہوتا تھا کہ اپکو چندہ یا حصّہ آمد، چندہ آمد تو وضع ہو کر رقم ملتی ہوگی۔ لیکن دوسرے چندہ تحریک جدید اور جو خلیفہ وقت سے تحریک ہوتی ہے۔ اُسکی ادائیگی بھی اِسی تنخواہ سے کرنی ہوتی ہے۔ باقی رقم آپ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کریں۔ یہ ہر مہینہ مجھے سُننا پڑتا تھا اور مجھے اس پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ آپ مجاہد تحریک جدید صف اوّل میں تھے۔ حضور انور کے ارشاد کے مطابق کہ صف اوّل و دوم کے مجاہدوں کے نام روشن رکھنے کے لئے انکے بچوں کو انکا چندہ ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار اپنے والد اور والدہ محترمہ دونوں بزرگوں کے چندہ تحریک جدید اور چندہ وقف جدید جاری رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین اور ہمیں ان بزرگوں کی قُربانیوں کو سمجھتے ہوئے انکے نام کو روشن کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

☆☆☆

محترم شیخ محمد ابراھیم صاحب درویش

(ادارہ)

محترم بدرالدین عامل صاحب درویش آپ کے متعلق لکھتے ہیں:۔ آپ نہایت سادہ اور سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک تھے سادگی آپ کے قول وفعل سے نمایاں تھی ان پڑھ تھے مگر مسلسل قادیان کی رہائش اور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے خطبات سنتے رہنے کی وجہ سے دینی معلومات اچھی تھیں۔ قادیان سے جماعت احمدیہ کی اکثریت کے ہجرت کر جانے کے موقعہ پر آپ لنگر خانہ کی ملازمت میں ہی تھے پہلے آٹا گوندھنے پر تھے بعد میں بطور نائب نانبائی کے خدمت بجالاتے رہے ریٹائر ہونے تک اسی خدمت پر رہے۔ آپ نے لمبا عرصہ تجرد میں گزارا عمر خاصی بڑی ہو جانے پر آپ کی شادی مکرم فتح محمد صاحب اسلم دیہاتی مبلغ کی بیٹی سے ہوئی۔ اس میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی عطا فرمائی۔ لڑکا یہاں قادیان میں ہے اور لڑکی کی شادی ربوہ میں ہوئی۔ دونوں صاحب اولاد اور اپنے گھروں میں خوش وخرم ہیں بیٹا قادیان میں معماری کے کام میں ماہر ہے

صد سالہ جوبلی 1989ء کے جلسہ سالانہ پر لنگر خانہ میں روٹی نکالنے والے دو افراد یک دم بیمار ہو گئے اور اس طرح کھانے کی تیاری کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ میں نائب افسر جلسہ سالانہ تھا مجھے افسر صاحب جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہوئی کہ اس مشکل کا جلد کوئی حل نکالا جائے۔ مکرم شیخ محمد ابراھیم صاحب کئی سالوں سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ میں آپکے پاس گیا اور صورت حال بتائی مکرم شیخ صاحب اسی وقت میرے ساتھ چل پڑے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ کے نظام میں رکاوٹ پڑے جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور لنگر خانہ میں آکر کام سنبھال لیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رپورٹ گئی تو بڑی ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔

گیس والے تنوروں پر کام کرتے کرتے آپ کو دمہ کا عارضہ لاحق چکا ہوا تھا آخر عمر میں کمزور بھی بہت ہو چکے تھے دمہ کا گاہ بگاہ دورہ پڑتا رہتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہائی بلڈ پریشر بھی تھا مورخہ 2 جنوری 1994ء کو دمہ کا جو دورہ پڑا تو وہ جان لیکر ہی سکون پذیر ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ موصی تھے اگلے روز بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ ایک بیوہ اور دو بچے آپ کی یادگار ہیں بیٹی کی شادی ربوہ میں ہوئی تھی بیٹا مکرم نصیر احمد صاحب یحیٰی قادیان میں صاحب اولاد اور برسر روزگار ہیں۔

☆☆☆

محترم سید منظور احمد شاہ صاحب درویش

(از۔مکرم سید مبشر احمد عامل صاحب۔مربی سلسلہ)

خاکسار کے دادا جان محترم سید فضل احمد شاہ صاحب انتہائی نیک طبیعت انسان تھے اور آپ کی پوری کوشش اور خواہش تھی کہ ان کی اولاد کے اندر بھی خلافت سے وابستگی کا جذبہ قائم رہے۔ ہمارے دادا جان مرحوم کے بارے میں مکرم و محترم بشیر احمد صاحب خادم اکثر مجھے بتایا کرتے تھے کہ تم ایک بہت مخلص انسان کے پوتے ہو۔وہ مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پیچھے فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے اپنے گاوں بھینی بانگر سے ایک ہاتھ میں ڈنڈا اور ایک ہاتھ میں لالٹین لیکر چل پڑتے تھے۔اس وقت سڑک نہیں ہوتی تھی کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر چل کر آنا پڑتا تھا اتنی مشقت کے باوجود وہ ہر روز نماز فجر ادا کرنے مسجد مبارک ضرور آیا کرتے تھے۔ اسی طرح دادی جان بھی صوم صلوٰۃ کی پابند مخلص خاتون تھیں۔والد صاحب میں یہ جذبہ ورثہ میں آیا۔

آج سے تقریباً 250 سو سال قبل ہمارے خاندان کے بزرگ وفد کی صورت میں ترمذ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور ہوشیار پور ضلع کے ایک گاؤں موہاں مستی میں آکر آباد ہوئے۔ سادات کا یہ گھرانہ موہاں مستی میں اور اس کے اردگرد کافی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ہمارے بزگوں کے جو مزار اس علاقہ میں ہیں ان کو آج بھی لوگ انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سید پیروں کے مزار کہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور خلافت میں 1930 کے آس پاس ہمارے دادا جان مرحوم اور آپ کے ایک بھائی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ان دونوں بزرگان نے احمدیت قبول کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ہجرت کر کے قادیان چلے جائیں اور وہیں اپنی باقی زندگی مسیح الزمان کے در پر خلیفۃ المسیح کے سائے میں گزاریں۔ ہمارے دادا کے بڑے بھائی نے محلّہ سنت نگر میں بورڈنگ تحریک جدید موجودہ خالصہ کالج کے نزدیک سکونت اختیار کی اور دادا جان مکرم سید فضل شاہ صاحب نے قادیان سے دو کلومیٹر دور گاوں بھینی بانگر میں گھر بنا کر سکونت اختیار کی۔

زمانہ درویشی:

1947ء میں جب ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔تو اس کے نتیجہ میں پنجاب کے اکثر مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ قادیان اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے چند سرفروشوں کو یہاں رہنا ضروری تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر مرحوم والد صاحب نے اپنے آپ کو حفاظت مرکز کے لئے پیش کر دیا۔مرحوم والد صاحب جسمانی لحاظ سے بہت صحت مند نہیں تھے،لیکن ہمت اور دلیری بہت تھی۔آپ نے اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ پرواہ نہ کریں میں قربانی کے اس حسین موقعہ کو کھونا نہیں چاہتا۔ہماری دادی جان اپنے اس بیٹے کو بہت پیار کرتی تھیں اور یہاں چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں اس لئے انہوں نے والد صاحب کو بہت منایا لیکن والد صاحب نے ایک نہ سنی اور قادیان میں رہنے کو ترجیح دی۔

گھریلو حالات:

تقسیم ملک کے بعد شروع کے کئی سالوں تک حالات اچھے نہ تھے۔ غیروں کے دلوں میں نفرتیں اور کدورتیں تھیں۔ درویشوں کے پاس مال و دولت کچھ نہ تھا کہ اس سے اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔سلسلہ کی طرف سے جو معمولی وظیفہ ملتا تھا اس میں بمشکل گذر ہوتا تھا۔ ہم سات بھائی اور ایک بہن ہیں۔ میرے والد محترم اپنا گھر چلانے کے لئے بہت محنت کیا کرتے تھے۔آپ نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں چند سال مدرس کے طور پر خدمت کی تھی اس لئے دو بجے چھٹی ہونے کے بعد ٹیوشن پڑھاتے یا پھر فصل کی کٹائی کے وقت اپنے دوستوں کے کھیتوں میں فصل کٹواتے تاکہ تھوڑی آمدنی ہو جائے۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم والد صاحب گندم اور دھان کی کٹائی کے وقت بہت زیادہ محنت کیا کرتے تھے ساری ساری رات کھیتوں میں جاگ کر کام کرتے تھے۔اگر والد صاحب کو کبھی چوٹ لگ جاتی یا پھر آپ بیمار ہو جاتے،تو اس کے نتیجہ میں گھر میں اتنی مالی تنگی ہو جاتی تھی کہ کئی بار فاقہ کی نوبت آجاتی لیکن والد صاحب بہت زیادہ خود دار تھے انتہائی پریشانی میں بھی صبر اور حوصلہ سے کام لیتے تھے۔اکثر درویشان کے ایسے حالات تھے مگر ان کے مسکراتے چہروں سے ان کے فاقوں کا علم نہ ہوتا تھا۔تمام درویشان اپنا دکھ مولائے حقیقی کو ہی بتایا کرتے تھے اور اسی سے مدد طلب کرتے تھے۔

تعلیم:

والد صاحب نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جامعہ کے علاوہ آپ نے ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کی تھی۔اردو اور پنجابی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔کئی بچے ہمارے گھروں میں ٹیوشن پڑھنے آیا کرتے تھے۔آج بھی وہ تمام بچے والد صاحب کا ذکر عزت اور احترام سے کرتے ہیں

واقف زندگی ہونے کا اعزاز:

مرحوم والد صاحب کو ابتدائی 313 درویشان میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ واقف زندگی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔آپ ابتدائی دیہاتی مبلغین میں سے تھے۔آپ کو بطور مبلغ شدھی کے علاقہ ساندھن، صالح نگر، جموں کشمیر میں چار کوٹ ،کالابن ، بڈھانو، ہرتال وغیرہ میں کافی لمبا عرصہ خدمت بجا لانے کا موقعہ ملا۔آپ نے ساری زندگی بڑے خلوص اور محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔جن علاقوں میں والد صاحب محترم کو خدمت کا موقعہ ملا وہاں کے لوگ آج بھی والد صاحب کو یاد کرتے ہیں۔صالح نگر اور ساندھن کے بزرگوں سے میں نے کئی بار سنا ہے کہ آپ کی خاص کوشش ہوا کرتی تھی کہ ہر احمدی بچہ اور بچی قرآن کریم پڑھنا سیکھے۔اگر کوئی لڑکا کام کی وجہ سے پڑھنے نہیں آتا تھا تو اس سے آپ کہا کرتے تھے کہ اچھا میں کھیت میں آکر تمہارا کام کروں گا اور تم بیٹھ کر پڑھنا اور جو بات تم کو سمجھ نہ آئے وہ پوچھ لیا کرنا۔ وہاں کے بزرگان بتاتے ہیں کہ مولوی صاحب خود کولھو میں لگے رہتے بیلوں کو ہنکاتے اور ساتھ ساتھ طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔کئی بار آپ نے ان طلبا کو پڑھانے کی خاطر کھیتوں میں ہل بھی چلایا۔

تعلق باللہ:

والد صاحب مرحوم صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ جب آپ کھیت میں کام کر رہے ہوتے تھے تو نماز کا وقت آنے پر کھیت میں ہی نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔آپ باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ گھر میں آپ کا ایک مخصوص تخت ہوا کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی میں اپنی کسی ضرورت کے لئے رات کو اٹھتا تو والد صاحب کو اپنے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز پاتا۔قرآن مجید سے آپ کو خاص محبت تھی اکثر قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔آپ اپنی جیب میں ہمیشہ قرآن مجید رکھا کرتے تھے۔ جہاں موقعہ ملتا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ محترمہ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ جب بھی ہمارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو والد صاحب سب سے پہلے بیت الدعا جاتے اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے اور دعا کیا کرتے تھے اس کے بعد گھر آ کر بچہ کے کان میں اذان دیتے تھے۔

غریب پروری:

والد صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی کو پریشان دیکھ کر بہت زیادہ فکر مند ہوا کرتے تھے۔اور خود مفلس ہونے کے باوجود ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے آپ شام کو جب گھر آئے تو آپ کے بدن پر قمیض نہیں تھی۔صرف شلوار پہنی ہوئی تھی۔امی جان کے پوچھنے پر بتایا کہ ایک بہت غریب انسان ملا تھا اس کے پاس پہننے کو کچھ نہیں تھا۔ میں نے اپنی قمیض اتار کر اس کو دے دی تاکہ اس کا بھلا ہو جائے۔اکثر باہر سے کسی نہ کسی آدمی کو اپنے ساتھ لے آتے اور کہتے کہ آج کھانا ہمارے گھر پر کھاو۔ جبکہ اکثر اوقات ہمارے گھر پر بھی کھانا نہیں ہوا تا تھا۔

اپنوں کی یاد :

اللہ تعالی نے ہر انسان کو دل دیا ہے اور اس میں اپنوں کی محبت ڈالی ہوئی ہے۔ انسان چاہے اپنے عزیزوں کو جتنا بھلانے کی کوشش کرے مگر کسی خاص موقعہ پر ان کی یاد آہی جاتی ہے اور ایک لمحہ میں گزشتہ ساری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔والد صاحب اپنے پورے خاندان کو چھوڑ کر قادیان میں آگئے تھے۔کبھی کبھی آپ کو اپنی والدہ، بھائی، بہنوں کی یاد پریشان کرتی تھی اور آپ کا دل بھر جاتا تھا۔ ہماری دادی جان کا بھی یہ حال تھا کہ اپنے اس بیٹے کی یاد آپ کو بہت ستاتی تھی۔اپنے اس بیٹے کی صحت کے لئے چھ چھ ماہ روزے رکھا کرتی تھیں۔1965ء کی جنگ کے بعد ہندوستان

محترم چودھری محمد طفیل صاحب درویش

(ادارہ)

محترم چودھری محمد طفیل صاحب درویش ڈھری والہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے اپنی تمام درویشانہ زندگی انتہائی خلوص، محبت اور فدائیت سے گذاری۔ عبادت گزار، دیانت دار، سلسلہ حقہ اور خلافت احمدیہ سے والہانہ عقیدت رکھنے والے تھے۔ موثر طریق پر تبلیغ کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ سلسلہ کی جملہ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ ملکی تقسیم سے قبل ایک لمبا عرصہ پٹواری کے طور پر سرکاری ملازمت میں رہے۔ جہاں دیانت داری محنت و لگن سے کام کیا۔ قادیان اور مضافات کے غیر مسلم زمینداروں کے ساتھ آپ کے نہایت اچھے تعلقات تھے۔ سبھی آپ کا احترام کرتے اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ زمانہ درویشی میں اراضی کے متعلق قیمتی مشورہ جات ہمیشہ سلسلہ کے حق میں مفید ثابت ہوئے۔ آپ ہمیشہ نوجوانوں کو ذاتی محنت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی تحریک کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔ خود بھی سلسلہ سے بہت کم وظیفہ میں گزارہ لیا۔ بیشتر زمانہ اپنی محنت سے اپنے لئے اچھا گزارے کا اہتمام کیا۔ آپ عموماً سفید پگڑی پہنا کرتے تھے۔ آپ نہایت درجہ کے دیندار انسان تھے۔ اپنی جائیداد کا حصہ جائداد اپنی زندگی میں ادا کیا۔

آپ 26 مارچ 1978ء کو پاسپورٹ پر پاکستان سے اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کر کے واپس آئے۔ اچھے صحت مند تھے البتہ بوجہ پیرانہ سالی کسی قدر ضعیف ہوگئے تھے۔ پاکستان میں چند بار دل کا ہلکا دورہ ہوا۔ اس پر آپ نے اپنے محبوب مسکن قادیان کیلئے جلد رخصت سفر باندھا۔ آپ کی وفات مورخہ 28 مارچ 1978ء کو قادیان میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ محترم حضرت بھائی الہٰ دین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غیریق رحمت فرمائے۔ آمین۔

(تلخیص اخبار بدر 6 اپریل 1978ء)

بقیہ: سید منظور شاہ صاحب درویش

اور پاکستان کے حالات کشیدہ تھے۔ پاکستان جاکر اپنے پیاروں سے ملاقات کرنا انتہائی مشکل ہوگیا تھا اس لئے ایک لمبا عرصہ ملاقات نہ ہوسکی۔ ہمارے والد صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ لگتا ہے کہ اب والدہ محترمہ کے ساتھ مرنے کے بعد اوپر ملاقات ہوگی۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ کی آنکھو میں آنسوں آجایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔ مارچ 1975ء میں دادی جان کی وفات ہوئی اور ایک ماہ بعد ہمارے والد صاحب 7 اپریل 1975ء کو اپنے مولائے حقیقی کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے والد صاحب کی شدید خواہش تھی کی اُن کے سات بیٹوں میں سے ایک بیٹا ضرور واقف زندگی بنے اور دین کی خدمت کرے۔ خاکسار کو بطور واقف زندگی ابا جان کی خواہش کو پوارا کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل وکرم سے باقی بچوں کو بھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ ہماری بڑی بہن مکرمہ فہمیدہ آپا صاحبہ کو چھ سال تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ سکندر آباد اور مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ مجھ سے بڑے بھائی مکرم سید مظفر احمد عامل صاحب کو ایک لمبا عرصہ بطور نائب امیر یا قائم مقام امیر کویت میں خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے بھائی مکرم سید منصور احمد عامل صاحب کو 27 سال سے صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ محترم والد صاحب مرحوم کے پوتے پوتیوں میں سے 10 بچے تحریک وقف نو اور وقف زندگی میں شامل ہیں اللہ تعالی ان تمام کو خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سلسلہ کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے والد محترم کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے خاص قرب میں جگہ عطا فرمائے ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کے ہم اپنے والد مرحوم کی نیکیوں کو زندہ رکھنے والے ہوں۔ تا کہ اس رنگ میں ان کی یہ بات پوری ہو کہ ''میرا مستقبل روشن ہے۔'' آمین

☆☆☆

محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش

(ادارہ)

محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش درویشان میں اپنی بہادری اور مضبوط عزم کے لئے مشہور تھے۔ 1955ء میں قادیان اور مضافات میں جو شدید سیلاب آیا اس میں آپ نے بہادری اور جواں مردی کا ایک عظیم کام کیا۔ قادیان پوری طرح پانی میں گھرا ہوا تھا باہر جانے کے تمام راستے مسدود تھے اس موقعہ پر آپ کو یہ خیال آیا کہ اس تعلق سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ذاتی طور پر درخواست دُعا کی جائے۔ آپ اس طوفان عظیم کی پرواہ کئے بغیر قادیان سے روانہ ہو گئے۔ اس تعلق سے لکھا ہے کہ:

''5/اکتوبر تک قادیان میں بارش ہوتی رہی اور ذرائع آمدورفت بالکل مسدود ہوچکے تھے مگر یہ نوجوان 7/اکتوبر کو اس نیک جذبہ کو لے کر قادیان سے پیدل روانہ ہوگئے۔ یہ ایسا وقت تھا جبکہ قادیان سے واہگہ سرحد تک جس طرف نظر جاتی پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ رستہ میں گاؤں کے گاؤں زیرآب تھے خشکی کا نشان نہ ملتا تھا لوگ اونچی جگہوں پر پناہ لئے ہوئے تھے۔ متعدد مقامات سے ریلوے لائن ٹوٹ گئی۔ سڑکیں بہہ گئیں۔ چنانچہ بعض جگہ انہیں تیرنا بھی پڑا۔ اکثر راستہ میں گلے گلے تک پانی بہہ رہا تھا۔ بٹالہ تحصیل اور ذیل گھر کے آس پاس سات سات فٹ پانی بڑی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ الغرض صبح سات بجے چل کر ساڑھے پانچ بجے شام بڑی مشکل سے وہ امرتسر پہنچ گئے اگلی صبح واہگہ کی سرحد سے گزر کر لاہور آئے لیکن آگے راوی کے شدید سیلاب نے رستہ بالکل مسدود کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان کو ناچار 11/اکتوبر تک لاہور ہی میں ٹھہرنا پڑا۔ آخر 12/اکتوبر کو حالات قدرے سازگار ہوئے تو یہ لاہور سے کالاشاہ کاکو تک پانی میں پیدل چل کر پہنچے۔ یہ رستہ بھی سیلاب کے باعث حد درجہ خستہ اور خراب ہو چکا تھا۔ پھر گوجرانوالہ کے رستہ اسی روز بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔ اگلے روز 13/اکتوبر کو انہیں بعد نماز ظہر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور درخواستِ دُعا کا بھی موقعہ ملا۔ حضور نے ان کے حالاتِ سفر سُنکر اظہار خوشنودی فرمایا جس کی اطلاع پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے انہیں حسب ذیل الفاظ میں دی گئی:

آپ جس ہمت اور کوشش سے قادیان سے لاہور اور پھر ربوہ پہنچے ہیں ان حالات کی اطلاع حضور کی خدمت میں دی گئی۔ حضور نے آپ کو جزاکم اللہ احسن الجزاء فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ قادیان کے سب درویشوں کو تیرنا سیکھنا چاہئے کیونکہ خطرے کے وقت آتے ہی رہتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ایک نہیں آنا چاہئے بلکہ دو تین ہوں اور باہمی رسہ پکڑا ہوا ہو، سکھوں اور ہندوؤں کی مدد بھی کرنی چاہئے۔''

(ہفت روزہ بدر 28/اکتوبر 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ 38-39 جلد ۳)

''آپ کو محمود پہاڑی کے نام سے آپ کی پھرتی، تیزی اور جواں ہمتی کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ آپ کبڈی کے بہترین کھلاڑی تھے ہمت اس قدر تھی کہ کسی بھی کام میں بے دریغ ہاتھ ڈال دیتے۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے کنویں کی صفائی کررہے تھے سارا دن پانی میں رہنے کے باعث آپ کا جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عصر کے وقت رسہ پکڑ کر کنویں سے باہر آرہے تھے کہ اوپر آکر ہاتھ سے رسہ چھوٹ گیا اور آپ اوپر سے کنویں میں گر پڑے کنویں کے اندر منارۃ المسیح پر لگے مقناطیس سے لگی بڑی بڑی پلیٹیں تھیں جو کہ بجلی کے ارتھ کے لئے ڈالی گئی ہیں اُن میں سے ایک آپ کی ران میں لگی جس سے ران کے گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا کٹ کر لٹک گیا۔ آپ کے جسم سے خون بڑی تیزی سے جاری تھا کمزور دل والے کے لئے وہ خون دیکھ کر بیہوش ہو جانا لازمی تھا لیکن آپ بنا کسی کو آواز دیئے واپس اس رسہ کے سہارے کنویں سے باہر آئے۔ تب لوگوں کو اس حادثہ کا علم ہوا اور آپ کو فوراً ہسپتال لیجایا گیا۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر ڈاکٹر کیدارناتھ کے ہسپتال لیجارہے تھے خون سے لت پت تھے تو راستہ میں لوگ پوچھتے کیا ہوا تو آپ فوراً چارپائی پر جو کہ لوگوں نے اُٹھائی ہوئی تھی بیٹھ جاتے اور لوگوں کو کہتے کچھ نہیں ہوا کچھ نہیں ہوا ایسے ہی ذرا سی چوٹ لگ گئی ہے۔ (دور درویشی اور درویش صفحہ 255 مؤلفہ برہان احمد ظفر درانی قادیان)

آپ کی اولاد میں سے اس وقت قادیان میں مرزا مولود احمد صاحب اور مرزا مقبول احمد صاحب موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ ☆☆☆

محترم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش

(مکرم محمد یعقوب جاوید صاحب کارکن مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

میرے میرے دادا جان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مکرم میاں فضل کریم صاحب ہیں اور دادی جان مکرمہ چراغ بی بی صاحبہ ہیں۔ میرے دادا جان 1885ء میں گوجرانوالہ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ جب ذرا بڑے ہوئے تو درزی کا کام سیکھ کر کام کرنے لگے۔ آپ کی نیک شہرت کی وجہ سے اردگرد کے لوگوں کا بکثرت آپ کے پاس آنا جانا تھا۔ انہیں لوگوں میں سے زبانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی کا علم ہوا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بزرگوں دوستوں اور عزیزوں سے اس بارہ میں مشورہ کیا اور شرح صدر پر ہونے بیعت کا خط جلد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں غالباً 1904 یا 1905ء کے شروع میں بھجوا دیا۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف 20 سال کے قریب تھی۔

1905ء میں قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دستی بیعت بھی کی۔ آپ کے ہمراہ دستی بیعت کرنے والوں میں مکرم میاں فضل دین صاحب صحابی بھی تھے۔ جو ہماری دادی جان مکرمہ چراغ بی صاحبہ کے والد محترم تھے۔ اس طرح یہ مقدس جوڑا ایک صحابی کا بیٹا اور ایک صحابی کی بیٹی پر مشتمل تھا۔

1906 میں دوبارہ قادیان جانے پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے سینے کی توفیق ملی۔ کام کے اختتام پر واپس گجرانوالہ جانے کی اجازت طلب کرنے پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گھر میں بلایا اور کھڑے ہو کر دعا دی کُرتے کی مزدوری نہ لینے اور اس کے عوض کوئی نذرانہ دینے کی درخواست کی گئی اس پر حضور کا کرتہ نذرانہ کے طور پر ملا، جو آج بھی ہمارے خاندان میں محفوظ ہے۔

میرے والد صاحب چار بھائی (مکرم ماسٹر عبد السلام صاحب مرحوم، مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش مرحوم، مکرم مولانا اسمائیل منیر صاحب واقف زندگی، مکرم محمد اسحاق صاحب مرحوم) اور تین بہنیں (مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ، مکرمہ زینب بیگم صاحبہ، مکرمہ امتہ الرحیم صاحبہ) تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو غریق رحمت کرے۔ آمین

ابتدائی حالات:

محترم والد صاحب 1925ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا بچپن بہت سادہ تھا۔ گھر کا ماحول نیک اور قربانی کرنے والوں سے بھرپور تھا۔ اس لئے آپ کو بچپن سے نمازوں کی باقاعدگی کی عادت تھی۔

میرے دادا صاحب کو باوجود کم تعلیم ہونے کے قرآنی احکامات پر چلنے کی بہت زیادہ پابندی تھی۔ جو آپ نے اپنے بچوں میں شروع سے ڈالی۔ آپ خود بھی جمعہ کے روز سب کاروباری کام چھوڑ کر بچوں کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کرنے مسجد چلے جاتے تھے ایک موقعہ پر ایک غیر احمدی کاروباری شریک نے صرف اس وجہ سے دادا صاحب مرحوم سے ناطہ توڑ لیا کہ وہ نماز جمعہ کے وقت دُوکان کیوں بند کر دیتے ہیں لیکن آپ نے اس کو بھی قبول کر لیا اور خود بچوں کو نماز جمعہ میں شامل کرنے لے جاتے ایسے دینی ماحول میں والد صاحب نے پرورش پائی۔ تھوڑے بڑے ہوئے تو دادا جان مرحوم نے والد صاحب کو ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے اسکول میں بھجوانا شروع کر دیا۔ والد صاحب مرحوم صرف چار کلاسیں ہی پڑھ سکے۔ مخالفت سے تنگ آ کر دادا جان مرحوم نے والد صاحب کو ماسٹر محمد اسمائیل کے پاس ٹیلرنگ کا کام سیکھنے کے لئے بھجوا دیا۔ کام سیکھ کر آپ اپنے بڑے بھائی ماسٹر عبد الاسلام کے ہمراہ رانچی جھارکھنڈ چلے گئے۔ 11 نومبر 1939ء کو دادا جان محترم کی وفات گوجرانوالہ میں ہوئی اس وقت والد صاحب رانچی میں تھے۔ آپ نے والد صاحب کی وفات کا صدمہ صرف 14 سال کی عمر میں بڑے صبر اور حوصلہ سے برداشت کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ واپس گوگرانوالہ چلے گئے بعدہ آپ نے کراچی میں کام شروع کیا۔

ہندوستان کا جب بٹوارہ ہوا تو اس وقت آپ کراچی میں مقیم تھے۔ آپ کو 17 اگست کو عید الفطر کے دن مکرم مولانا عبد الرحیم صاحب درد۔ نمائندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے یہ پیغام سننے کو ملا کہ نوجوان اپنے آپ کو وقف کر کے دو ماہ کے لئے قادیان جائیں۔ آپ فوراً کراچی سے 22 نوجوانوں کے ساتھ 25 اگست کو بخیریت قادیان پہنچ گئے۔

آپ کے ساتھ ایک خادم مکرم یونس احمد اسلم صاحب درویش تھے۔ حسب وعدہ دو ماہ کا عرصہ گذار کر 20 خدام تو واپس چلے گئے مگر والد صاحب محترم اور مکرم یونس صاحب اسلم قادیان میں رہ گئے۔ اس پر والدہ محترمہ یعنی دادی جان نے اپنے بیٹے کو خط لکھا کہ اکثر نوجوان تو آ گئے ہیں اب تم بھی آ جاو۔ اس پر والد صاحب مرحوم نے اپنی والدہ کو لکھا کہ آج تک ہم جماعتی اجتماعات میں یہ عہد دہراتے ہیں کہ قوم اور ملی مفاد کی خاطر ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہیں گے۔ پہلے تو صرف زبانی عہد تھا اب عمل کرنے کا وقت ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس عہد کو پورا کئے بغیر واپس آ جاوں۔ چنانچہ اس کے بعد دادی جان مرحومہ نے کبھی آپ کو آنے کیلئے نہیں کہا بلکہ خود اپنے بیٹے کی دلداری کی خاطر قادیان آتی رہتیں۔ اس طرح آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مبارک تحریک پر لبیک کہتے ہوئے درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کے والد صاحب مرحوم کو ٹیلرنگ کا کام بخوبی آتا تھا۔ اس لئے جب سلسلہ کی طرف سے تحریک ہوئی کہ ایسے درویش جو کوئی ہنر جانتے ہیں سلسلہ پر بوجھ نہ بنیں اور اپنا کام کر کے گذارہ کریں والد صاحب محترم نے فوراً اس پر لبیک کہا اور انجمن سے تھوڑی سی رقم قرض لے کر اپنی دکان کھول لی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ ایک مشین اور ایک تخت لے کر میں بیٹھ گیا اور یہ عہد کیا کہ میں تا حیات ہاتھ سے محنت مزدوری کروں گا اور سلسلہ کا بوجھ نہ بن کر چندہ ادا کر کے بوجھ کم کروں گا۔ یہ اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت برکت ڈالی نہ صرف احمدی حضرات بلکہ بعض شریف النفس غیر احمدی حضرات بھی دوکان پر کپڑے سلوانے آنے لگے اور چند سالوں میں دکان کی اتنی مشہوری ہوگئی کہ کام زیادہ اور وقت کم ہونے لگا۔ آپ کی نیک نامی کی ساری قادیان اور اردگرد مشہوری ہوگئی۔

والد صاحب کی شادی:

محترم والد صاحب اور مکرم یونس احمد اسلم صاحب ایسے دو نوجوان تھے جو 1947 میں کراچی سے ایک ساتھ قادیان تشریف لائے تھے اور ساتھی خداموں کے واپس چلے جانے کے باوجود آپ دونوں درویشوں میں شامل ہوئے۔ بریلی (یوپی) کے ایک بزرگ نے ان دونوں کو ازدواجی زندگی میں بھی ایک ساتھ کر دیا۔ یعنی میرے نانا جان مرحوم نے اپنی دو بیٹیوں امتہ السلام صاحبہ اور میری والدہ امتہ القیوم صاحبہ مرحوم کی ان دونوں درویش بھائیوں سے شادی کرادی۔ اس طرح 1951ء میں والد صاحب مرحوم کی شادی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹی محترم امتہ القدیر صاحبہ کے علاوہ تمام بچے باحیات ہیں۔ الحمدللہ

کاروبار میں تبدیلی:

مکرم والد صاحب نے 1949ء سے 1966ء تک ٹیلرنگ کی دکان کی۔ اس دوران وقت نکال کر آپ والی بال بھی کھیلا کرتے تھے۔ کیونکہ ٹیلرنگ کا کام زیادہ بیٹھک والا ہوتا تھا اس لئے آپ کو پریشانی ہونے لگی۔ آپ کے دوستوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ ٹیلرنگ کا کام چھوڑ کر کوئی اور کام کر لیں۔ ٹیلرنگ کا کام اس قدر زیادہ ہوتا تھا کہ دکان پر کاریگر کام کرتے تھے۔ عید کے وقت ساری ساری رات کام کر کے بھی وقت دینا مشکل ہو جاتا تھا۔ ان سب حالات میں والد صاحب بٹالہ جا کر 1963ء میں ریڈیو مکینک کا کام سیکھنا شروع کیا۔ جو 1966ء تک جاری رہا۔ آپ نے مارچ 1966ء میں ریڈیو ریپئرنگ کام شروع کر دیا۔ الحمدللہ یہ کام بھی خوب چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کاروبار میں برکت ڈال دی۔ محترم والد صاحب اپنے کاروبار سے گھر کے اخراجات پورا کرتے اور غریبوں اور مسکینوں کی بھی دل کھول کر مدد کیا کرتے تھے۔

خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق:

محرم والد صاحب کو خلیفۂ وقت اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ 1965 میں جب حضور کی وفات ہوئی تو

آپ نے کہا کہ ہم درویشوں کا روحانی باپ فوت ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ ہمیں ہمیشہ خلافت کی اطاعت اور خلیفہ وقت کے ہر حکم کی پیروی کی تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر سیر روحانی اور تعلق باللہ کیسٹ میں بھروا کر رکھیں ہوئی تھیں اور جلسہ سالانہ پر آنے جانے والے لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ تا لوگ کثرت سے خلیفہ وقت کی آواز کو سنیں۔

محترم والد صاحب کو جماعتی کام کی بھی توفیق ملی۔ آپ کو انصار اللہ بھارت میں بطور قائد مرکزیہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ نیز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اور اجتماعات کے اوقات لاؤڈ اسپیکر میں بھی ڈیوٹی دینے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی خوبیوں سے نوازا تھا

آپ کی زندگی میں ہمیں صبر اور حوصلہ نظر آتا ہے۔ خاکسار کی دادی محترمہ جب 5 اپریل 1985ء کو وفات پاگئیں تو آپ نے اس خبر پر صرف اتنا کہا کہ میری بے بے بھی آج چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ اپنی بڑی بہن سے بے انتہا پیار تھا۔ ان کی وفات پر گھر میں آکر امی جان کو کہا کہ آج میری چھوٹی ماں فوت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری پھوپھی جان کو غریق رحمت کرے آپ کا ایک پوتا مولانا عبد الماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل المال التبشیر لنڈن ہیں۔

بعض ایمان افروز واقعات:

محترم والد صاحب مرحوم ایک قبولیت دعا کا واقعہ بار بار سنایا کرتے تھے کہ خاکسار اور چند خدام شیشوں والی کوٹھی سول لائن میں ڈیوٹی پر تھے چند شرارتی لوگ حملہ کرنے کے لئے آگئے۔ وہ اتنی تعداد میں تھے کہ ہمارا بچنا مشکل نظر آتا تھا۔

آواز سن کر تمام خدام دُعاؤں میں لگ گئے۔ باہر شور تھا اور اندر دُعاؤں پر زور تھا۔ اچانک کیا دیکھا کہ ایک شریف اور بزرگ آدمی سامنے آتا ہے اور باقی قافلہ پیچھے رک جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جلد یہاں سے چلے جاو ورنہ مار دیں گے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ خدائی طاقت نے مجھے ہمت دی اور میں نے اس بزرگ عمر رسیدہ آدمی کو کہا کہ آپ ایک شریف آدمی ہیں اور مذہبی بھی لگتے ہیں کیا آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ اس قدر قتل و غارت کا حکم کس مذہبی کتاب میں ملتا ہے۔ ہم تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حاضر ہیں آپ جو چاہے کریں لیکن اپنی مذہبی کتابوں سے اپنے فعل کو درست ثابت کر دکھائیں۔ وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور سارے قافلہ کو واپس جانے کا حکم دیا۔ خدائی طاقت نے حق کا رعب اس کے دل پر ڈالا اور وہ سب واپس چلے گئے۔

(۲) والد صاحب مرحوم کو بچپن سے نمازوں میں ایک لذت محسوس ہوتی تھی اور آپ نمازوں کے بہت زیادہ پابند تھے۔ اذان کی آواز آئی اور آپ نماز کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔

انتقال:

مورخہ 23 دسمبر 2003ء کو والد صاحب مختصر علالت کے بعد اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پیار کا سلوک فرمائے۔ آمین ۔

☆☆☆

محترم مرزا عبداللطیف صاحب درویش

مکرم مرزا عبداللطیف صاحب ولد محترم مرزا مہتاب بیگ صاحبؓ۔ آپ کی پیدائش 6/فروری 1906ء میں محلّہ کشمیریاں سیالکوٹ میں ہوئی اور 13/اپریل 1913ء کو والدین کے ساتھ قادیان ہجرت کر کے آگئے اور یہیں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ بعد فراغت تعلیم والد صاحب کے ہمراہ بزازی کا کام کرتے رہے۔ 47ء کے پرخطر ایام نہایت صبر اور جذبۂ خدمت سے گزارے۔ آپ سلسلہ کی طرف سے مفوضہ ڈیوٹیاں بجالاتے رہے۔ آپ نگران لنگر خانہ بھی رہے۔

آپ میں بے شمار خوبیاں تھیں خصوصاً اپنی ڈیوٹیوں کو بروقت سنجیدگی اور ذمہ داری سے ادا کرتے تھے۔ اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

محترم بھائی عبدالرحیم دیانت صاحب درویش

(ادارہ)

محترم بھائی عبد الرحیم دیانت صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں فضل محمد صاحب متوطن ہرسیاں ضلع گورداسپور بعدہ مہاجر قادیان کے فرزند تھے۔ ملکی تقسیم سے بہت عرصہ قبل مکرم بھائی جی مرحوم نے قادیان میں مٹھائی، سوڈاواٹر اور برف وغیرہ کی دکان کھولی اور پھر اپنی انتھک محنت، لگن اور تندہی کے باعث اس چھوٹے پیمانے کے کاروبار سے انہوں نے قادیان میں ایک معقول جائداد بنائی جو تقسیم ملک کے بعد قادیان میں بحیثیت درویش قیام رکھنے کے باوجود محکمہ کسٹوڈین نے اپنے قبضہ میں لے لی اور ہر ممکن چارہ جوئی کے باوجود واگذار نہیں ہوئی۔ آپ نے اس نقصان کو نہایت صبر و تحمل اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور حسب معمول اپنی ذمہ داریوں اور عہد درویشی کو انتہائی صبر اور صدق وصفا کے ساتھ نبھایا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین ذہن عطا فرمایا تھا اور آپ کے ساتھ خاص خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے واقعات نظر آتے ہیں۔ آپ نے جس کاروبار کو شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اس میں حد درجہ برکت ڈالی۔ آپ اپنے کاروبار کے فروغ کے سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے جملے بینرز کی شکل میں بنا کر لگاتے تھے اور یہ جملے اتنے جاذب نظر اور پر تاثیر ہوا کرتے تھے کہ ان کو صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اور دیگر بزرگان بھی بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو کتابوں کا حد درجہ شوق تھا اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ نادر و نایاب کتب جمع کریں اور اپنے احباب کو تحفۃً دیں۔ کتابوں سے محبت آپ نے اپنے بچوں میں بھی ڈالی۔

آپ نہایت درجہ نیک، متقی، پابند صوم صلوٰۃ، عبادت گزار اور دعا گو بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی دوسری خوبیوں کے مالک بھی تھے۔ طبیعت نہایت درجہ سادہ اور نرم خو واقع ہوئی تھی ۔ ہر فن مولیٰ ہوتے ہوئے بھی محنت مشقت سے کبھی عار محسوس نہ کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق بہت سی ایمان افروز روایات جو انہوں نے اپنے والد محترم اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے زبانی سن رکھی تھیں اکثر اپنے حلقہ احباب میں بڑے دلچسپ اور روح پرور انداز میں بیان کرتے تھے۔ بیشتر مذہبی اور متنازعہ فیہ مسائل پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے طبیعت میں تبلیغ کا جوش بھی بھرپور تھا جس کی بنا پر بارہا تحریک وقف عارضی کے تحت دور دور کے علاقوں میں تبلیغی سفر بھی اختیار کئے۔ زمانہ درویشی میں عرصہ تقریباً 9-10 ماہ تک لوکل انجمن احمدیہ میں بطور سیکرٹری تبلیغ خدمت بجالاتے رہے۔

اسی طرح آپ دفتر زائرین میں بھی خالی اوقات میں تشریف لاتے اور قادیان آنے والے نو واردوں کو مقامات مقدسہ کا تعارف اور احمدیت کی حقیقت سے متعارف کراتے۔

قریباً آٹھ نو ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد مورخہ 7.21980 کو بعمر 76 سال لاہور پاکستان میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ لاہور سے آپ کا جنازہ مورخہ 7.2.1980 کو براستہ واہگہ بارڈر قادیان لایا گیا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ اخلاص اور قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے قرب خاص میں بلند درجات عطا فرمائے۔

آپ نے اپنے پیچھے سلسلہ سے نہایت درجہ اخلاص و محبت رکھنے والی اولاد چھوڑی۔ آپ کے تین فرزند مکرم عبد المجید صاحب، مکرم مولوی عبد الباسط صاحب مربی سلسلہ، مکرم عبد السلام صاحب اور پانچ بیٹیاں محترمہ امتہ الطیف صاحبہ ایڈیٹر ماہنامہ مصباح، محترمہ امتہ الرشید صاحبہ، محترمہ امتہ الحمید صاحبہ، محترمہ امتہ الباری صاحبہ، محترمہ امتہ الشکور صاحبہ، یادگار چھوڑیں۔

آپ کی حالات زندگی آپ کی بیٹی امتہ الباری صاحبہ آف کراچی نے ''زندہ درخت'' کے نام سے شائع کی ہے۔

(تلخیص اخبار بدر 14 فروری 1980ء)

☆☆☆

محترم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم سی درویش

(محترمہ بشریٰ مظفر صاحبہ۔ لاہور)

گیارہ نومبر کا دن ہمیشہ اداسی لئے ہوئے آئے گا میرے پیارے ابا جی ہم سے اس روز جدا ہوئے۔ صبح تہجد کے بعد جب نماز پڑھانے مسجد الحمد گئے تو غیر معمولی طور پر لمبی نماز پڑھائی اپنے محلّہ کی مسجد الحمد کے امام الصلوٰۃ بھی تھے گھر آ کر تلاوت قرآن کریم کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ چھوٹی بہن امتہ الآخر اور امی کے ساتھ ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتہ کے بعد کرسی سے اٹھنے لگے تو سر دھڑام سے میز پر آ لگا ایک آدھا گھونٹ پانی پیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ محترم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب نے اسی وقت تشریف لا کر وفات کی تصدیق کر دی۔ ابا جی کی ہمیشہ یہی خواہش تھی کہ چلتے پھرتے کام کرتے ہوئے رخصت ہو جاوں کسی کا محتاج نہ بنوں۔ خدا نے ان کی یہ خواہش پوری کی۔

میرے پیارے ابا جی 27 جولائی 1906ء کو سیالکوٹ کے ایک چھوٹے سے گاؤں بوبک متراں میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ نے 21 سال کی عمر میں ڈاکٹری کا کورس پاس کر لیا تھا اور دوسری جنگ عظیم میں بطور ڈاکٹر بھرتی ہو گئے۔ پنجاب رجمنٹ 4/14 میں تقرری ہوئی۔ دوسرے سال میں ترقی کر کے کیپٹن بن گئے خدا کا فضل شامل حال تھا۔ تیسرے سال برما کے محاذ پر جاپانیوں کے خلاف لڑتے ہوئے بہادری کا انعام ایم سی یعنی ملٹری کراس حاصل کر لیا۔

ایم سی کے بدلہ میں ضلع لائلپور واقع دسوہہ میں ایک مربع زمین انعام میں ملی۔ 1946ء میں واپس آ گئے اور دوبارہ ملازمت کیلئے درخواست دی۔ میری امی جان بتاتی ہیں کہ جلسہ سالانہ 1946 جو کہ قادیان میں پاکستان بننے سے پہلے آخری جلسہ سالانہ تھا (امی جان اور ابا جان جلسہ سالانہ پر گئے) جلسہ کے آخری دن رات کے وقت ان کے دل میں ایک سکیم آئی اور لکھنا شروع کر دی۔ منٹوں میں اپنے خیالات صفحہ قرطاس پر بکھیر دیئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہمیں افریقہ میں ہسپتال کھولنے چاہئیں جو دعوت الی اللہ کے لحاظ سے سودمند ہوں گے اور عیسائیوں کی طبی مساعی کی مثالیں دیں اور آخر میں اپنے آپ کو اس کار خیر کیلئے پیش کر دیا۔ امی کو درخواست دکھائی۔ امی نے کہا کہ دعائیں کر لیں۔ دو بیویاں ڈھیروں بچے، چھوٹے بھائی کے بیوی بچے کیسے کام چلے گا۔ ہنس کر فرمانے لگے۔ دانے تو خدا نے دے دیئے اوپر کا خرچ بھی اللہ پورا کر دے گا۔ بہت دنیا کمالی ہے اب دین کی فکر کرنی چاہیئے۔ امی ابا جی کی عرضی لیکر حضور کے پاس گئیں۔ حضور پڑھ کر فرمانے لگے۔ ڈاکٹر کو کہنا وقف میں بہت تکلیفیں ہوتی ہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ امی نے جواب دیا۔ حضور کیا جاپانیوں کے مقابلے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرضی دیکر واپس اپنے گاؤں بوبک متراں آ گئے۔ جنوری کے آخر میں حضور کا جواب مل گیا۔ ڈاک لیکر گھر آئے۔ سب گھر والے صحن میں تھے۔ ابّا جی مسکراتے ہوئے اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے (اور ہم نے انہیں ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو مقام امن اور چشموں والی جگہ ہے)

’’کشمیر اور سرینگر جاؤ وہاں جا کر اپنا کلینک کھولو۔ اپنی گرہ سے روپیہ لگاؤ جو آمد ہو اس میں سے نصف اپنے خرچ کیلئے رکھو اور نصف جماعت احمدیہ کو بھیج دو نیز جو واقفین کا الاؤنس 125 روپے ہے وہ الگ ملتا رہے گا اور وہاں جا کر بہائیت کا مقابلہ کرو۔ ایک مہینہ کی ٹریننگ بہائی مذہب کیخلاف قادیان سے حاصل کر کے جاؤ‘‘۔

حسب حکم 31 مارچ 1947ء میں سرینگر کشمیر پہنچ گئے۔ ہری سنگھ ہائی سٹریٹ میں مکان لے لیا اور 10 ٹینکی کدل میں کلینک کھول لیا۔ پہلے مہینہ 900 روپے آمد ہوئی 450 روپے قادیان بھیج دیئے اور باقی گھر کے اخراجات کیلئے رکھ لئے خوش اور مطمئن بہت تھے۔ فرماتے اب مجھے فکر نہیں اللہ تعالیٰ روپیہ دے گا تو اٹھنی تو اس کی اپنی ہو گی حضور انور نے روپیہ وصول کرنے کے بعد فرمایا اب انجمن کو روپیہ نہ بھیجنا۔ جو انجمن کا حصہ ہے وہ بھی کلینک میں ڈالو اور کلینک پوری طرح سنبھالو۔ پانچویں ماہ پاکستان بن گیا۔ بیوی بچوں کو اپنے گاؤں بوبک (سیالکوٹ) چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کشمیر واپس چلے جاؤ ابا جی دوبارہ کشمیر چلے گئے......

18 دسمبر کی صبح کو لاہور پہنچ کر اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو مل آؤ میں تمہیں قادیان بھجوانا چاہتا ہوں اور 3 جنوری 1948ء کو ابا جی کو قادیان بھجوا دیا گیا ابا جی کا گھر اور کلینک سرینگر میں، بیوی بچے پاکستان میں اور آپ اپنے آقا کے حکم پر قادیان میں تھے سچ ہے جو آقا نے فرمایا تھا کہ وقف میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے خدا کا شکر ہے کہ آپ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابا جی کی چھ بیٹیاں تین بیٹے دو بیویاں ایک بوڑھی ماں ان کے زیر کفالت تھیں۔

حالات نہایت مخدوش تھے۔ ہر وقت جان کا خطرہ تھا درویش دنیا سے بے نیاز ہو کر شب و روز جان ہتھیلی پر رکھ کر پہرہ دیتے۔ ڈاکٹر احسان الحق صاحب کی دوکان میں کچھ ادویات تھیں کچھ دیگر مختلف گھروں سے نکلیں وہاں پر کلینک کا کام شروع کر دیا۔ غالباً چھ سات ماہ تو اسی طرح گذر گئے۔ درویش اپنے مخصوص حلقہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو سکھوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ ایک روز فضل الٰہی خانصاحب اور ابّا جی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مزار پر دعا کر رہے تھے ایک سکھ عورت بھی مزار پر آ کر دعا کرنے لگی۔ اس کا داماد تھا اس عورت نے ان دونوں احباب سے بھی التجا کی کہ میرے داماد کے لئے دعا کرو مکرم فضل الٰہی خان صاحب نے فرمایا۔ مائی جی ہم دُعا بھی کرتے ہیں اور یہ ڈاکٹر صاحب علاج بھی کریں گے وہ عورت ننگل سے آئی تھی کہنے لگی میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے کہا کہ خطرہ کے پیش نظر ہم نہیں جا سکتے۔ ادھر بہشتی مقبرہ کے دروازے پر لے آؤ۔ مریض دروازے پر لایا گیا مریض دیکھا اور اس بڑھیا کو ساتھ لیکر محلّہ احمدیہ میں آ گئے دوائی دی چند روز میں وہ صحت یاب ہو کر چل کر آ گیا چند دنوں میں مریضوں کا تانتا بندھ گیا۔ غیروں نے مریضوں کو روکا، بہت شور اٹھا جلسے جلوس ہوئے مگر مریضوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس طرح سے آزادی کا تھوڑا سا رستہ کھل گیا مریضوں کے ذریعے سے ضروری اشیاء خریدنے لگے۔ جو بھی ضرورت ہوتی دودھ سبزی دیگر اشیا سب معتقد لوگ لا دیتے۔ اس طرح سے پہرہ میں باہر جا کر بھی مریض دیکھنے لگے۔ انجمن سے مدد مانگی کہ اب باقاعدہ ہسپتال کھولنا چاہیئے کچھ احباب نے مخالفت بھی کی مگر ابا جی مصر رہے انجمن سے 80 روپے لیکر کام شروع کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے مکان کو ہسپتال بنا لیا اور قریب قریب کے تین مکانوں کو ان ڈور مریضوں کے لئے استعمال کرنے لگے۔ درویشوں کی طبی خدمات ہسپتال کی آمد سے ہوتی۔ یہاں تک کہ جب امرتسر بھی کسی کو بھیجنا ہوتا تو وہ بھی اسی فنڈ سے دیتے۔ ضعیف درویشوں کو دودھ اور مکھن اسی مد سے دیتے آخر وہ وقت آ گیا جب 1955ء میں حضرت فضل عمرؓ نے سوئزرلینڈ سے تار بھیجا کہ ابّا جی کو پاکستان بھیج دیا جائے چنانچہ حضور کے حکم سے جولائی 1955 کو کھوکھرا پار کے رستہ پاکستان میں داخل ہوئے اور 14 جولائی 1955 کو اپنے گھر دسوہہ ضلع لائل پور (جواب فیصل آباد ہے) پہنچ گئے

ابّا جی کی درازی عمر بھی سلسلہ کے بزرگوں کی دعاؤں اور خدا کے فضل اور احسان کا عجیب نمونہ تھی۔ جب ابّا جی پر فروری 1958ء میں دل کا پہلا حملہ ہوا تو پہلی والدہ کے بچے جوان تھے۔ تین کی شادی ہو چکی تھی۔ البتہ میری امی جان کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ امی گھبراہٹ میں مولوی غلام رسول صاحبؓ راجیکی کے پاس گئیں۔ اور عرض کیا کہ آپ اللہ میاں سے پوچھیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عمر کتنی ہے فرمانے لگے میں اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ مجھے ڈاکٹر کی عمر بتا دے اور درازی عمر کیلئے بھی دعا کر رہا ہوں۔ قبولیت دعا کا وقت آ گیا چند دنوں کے بعد امی جان پھر حاضر ہوئیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے عمر دیکھ لی ہے مجھے خدا نے بتا دیا ہے فرمانے لگے کہ میں ہاتھ اٹھا کر ڈاکٹر کے لئے دعا کر رہا تھا۔ دانے چھاننے کی آواز چھج سے نکل رہی تھی آواز آ رہی تھی 12x6=72 (بارہ چھ بہتر) بیٹی ڈاکٹر کی عمر 72 سال خدا نے بتائی ہے۔ امی جان بتاتی ہیں کہ میرے لئے ان دنوں 72 ہفتے بھی بہت بڑی خوشخبری ہے پھر بھی انسان حریص ہے میں نے کہا میری سب بچیاں تو اس عمر تک نہیں بیاہی جائیں گی۔ فرمانے لگے پتر اتنی عمر تو لے اور مانگ لیں گے اس دوران بڑی بیماریاں آئیں۔ کئی مرتبہ دل پر حملے ہوئے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا خدا نے دیا خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بچاتا رہا۔ آخر آپ کی عمر 70 برس ہو گئی امیؔ کو گھبراہٹ تھی چار بچے ابھی زیر تعلیم تھے۔ وقت آن پہنچا ہے صرف ایک سال رہ گیا ہے۔ امی جان حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کے پاس گئیں۔ حضرت مولوی راجیکی صاحبؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ سنایا اور ابا جی کی درازی عمر کی دعا کیلئے درخواست کی اگلے دن دوپہر کے وقت ابا جی اپنے کلینک سے واپس لوٹے تو ہنستے ہوئے امی کو مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری کا خط دیا اور کہنے لگے۔ مولوی صاحب نے عمر بھی مانگ لی۔ خدا تعالیٰ نے کیسے بزرگ عطا کئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کیسے قبول فرماتا ہے۔

وقت آ گیا خدا کی بات پوری ہونے کا جب اکیاسی سال میں قدم رکھا تو دل ڈرنے لگا۔ خدا کی رحمت کے امیدوار ہوئے اور دعائیں کرنے لگے کہ جوبلی کا جشن دیکھ لیں 1987 میں امی ابا جی دونوں جلسہ سالانہ پر لندن گئے حضرت اقدس سے ملاقات کی لندن سویڈن ناروے اپنی بیٹیوں کے پاس گئے ۱۸ اکتوبر کو واپس ربوہ پہنچ گئے۔ ۱۱ نومبر 1987 کو صبح ساڑھے آٹھ بجے وفات پائی وفات کے بعد حضرت مولوی صاحب کی تحریر پڑھی تو وہ نومبر کا مہینہ تھا اور خدا کا فرمان نومبر میں ہوا تھا۔

’’ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے‘‘

محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش

(محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور)

محترم چودھری فیض احمد صاحب محترم حافظ غلام غوث صاحب قوم گوجر کے ہاں بمقام کھاریاں ضلع گجرات 1 اپریل 1916ء کو پیدا ہوئے۔ مڈل تک آپ نے تعلیم پائی اور پھر ٹریننگ لے کر آپ پٹواری کے طور پر ملازم ہوگئے۔ آپ خوش خط تو تھے ہی آپ کی تحریر کیا تھی گویا موتی پروئے ہوئے ہوتے تھے لیکن آپ کی تحریری برق رفتاری کا جوہر اس محکمہ میں پہلی بار تب کھلا جبکہ ریکارڈ مال اندراج کرنے میں آپ اپنے ساتھیوں کو پوری طرح مات دے گئے۔

جنگ عظیم دوم میں آپ کو سنگاپور میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ جہاں جاپانیوں کے غلبہ کے بعد نظر بند ہونے والوں میں سے آپ بھی تھے۔ اس وقت کے حالات و واقعات آپ بیان کیا کرتے تھے۔۔۔ فوجی ملازمت سے فراغت کے بعد آپ قادیان آئے ہوئے تھے کہ شعبہ زودنویسی میں ایک کارکن کی آسامی کا اعلان ہوا۔ آپ نے بھی درخواست دے دی۔ گو یہ خیال بار بار آتا تھا کہ میں کم علم ہوں، اس کام کے قابل نہیں، اس لئے میری منظوری ناممکن ہے لیکن آپ کی خوشی کی حد نہ رہی جب آپ کو اس ملازمت میں لے لیا گیا۔ احباب کو یاد ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریروں اور خطابات میں تیز رفتاری ہوتی تھی اور سال میں بیسیوں موقع پر ضرورت سلسلہ کے پیش نظر لمبی لمبی تقریریں ہوتی تھیں۔ خود اُردو کی نوشت شارٹ ہینڈ کا رنگ رکھتی ہے۔ پہلے سے ہی شارٹ ہینڈ کو مزید شارٹ ہینڈ کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ اس وقت ٹیپ ریکارڈر کا موجودہ انتظام نہیں تھا اور چونکہ سو فیصد الفاظ یاد کرنا ناممکن تھا اس لئے ایک حصہ دماغ میں یاد رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ حضور پر 1944ء میں یہ بات واضح ہوئی کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں، حضور مغرب عشاء کے درمیان جماعت کو تربیتی، تعلیمی، اخلاقی امور کے متعلق عجیب وغریب رنگ میں مخاطب ہوا کرتے تھے اور روز روز اپنے نئے الہام ورؤیا کشوف اور ایمان افروز واقعات سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ مجلس علم وعرفان بہت طویل ہوا کرتی تھی اور موسم گرما میں مسجد مبارک کی چھت پر یا موسم سرما میں مسجد مبارک کے اندر ایک طبقہ عصر کے معاً بعد آ کر بیٹھ جاتا تھا تا کہ حضور کی زیارت کا شرف حاصل رہے۔ احباب قادیان نہایت شوق سے شرکت کرتے تھے۔ اور بسا اوقات بعد عشاء گھر پہنچتے تو رات کے گیارہ بج چکے ہوتے تھے۔ محترم چودھری فیض احمد صاحب کا یہ معمول تھا کہ اس مجلس سے واپس گھر پہنچ کر اس مسودہ کو صاف کرنے کیلئے اسی وقت مصروف ہو جاتے اور صبح ہونے تک اسے مکمل کر کے دفتر کھلنے پر حضور کی خدمت میں بھجوا دیتے جو حضور کی خوشنودی کا موجب ہوتا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان پہنچنے کی ہدایت فرمائی جو کہ مرکز ہذا کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اور اس دور کے ایک ابتدائی حصہ میں آپ مقامی انجمن کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ امیر مقامی کے لئے دست راست کا حکم رکھتا ہے۔ تمام احباب کی تعلیم وتربیت کی نگرانی اور اپنے محلّہ وغیرہ کی پہرہ کی بھاری ذمہ داری اور متنوع کام اس کے سپرد ہوتے تھے اور سیکٹریان تعلیم اور امور عامہ وغیرہ کا مرکز ہوتا تھا۔ آپ نے بہت چوکسی سے اس بارہ میں اپنے فرائض ادا کئے۔

آپ کا ممتاز وصف آپ کی ادیبانہ قادر الکلامی تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ 1974ء کے مخالف احمدیت فسادات جو پاکستان میں رونما ہوئے اس وقت دہلی کے ادبی ماہوار رسالہ شبستاں نے مرکز ہذا سے احمدیت کے عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں استفسارات کئے جن کے بارہ میں میں نے مشورہ کیا اور چوہدری صاحب محترم نے اس بارہ میں معمولی نوٹ لئے۔ اور بہترین فصیح و مربوط مسلسل اور مدلل جوابات جو مطبوعہ بہت سے صفحات پر مشتمل ہیں چند گھنٹے کے اندر تیار کر کے آپ لے آئے جس میں کوئی کانٹ چھانٹ نہیں تھی اور ان جوابات کو دنیا بھر میں سراہا گیا۔ آپ کے مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس موضوع پر آپ کا قلم اٹھتا، یہ موضوع پہلے سے دماغ میں مکمل ہوتا اور پھر بلا روک ٹوک آپ کے قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہو جاتا۔ آپ کچھ عرصہ بدر کی کتابت بھی کرتے رہے۔ بعض دفعہ آپ سے کسی مضمون کے لکھنے کے لئے کہا جاتا تو آپ کہتے کہ میں براہ راست بدر میں کتابت ہی کر دوں گا اور آپ ایسا ہی کرتے۔ سو آپ کا دماغ اس لحاظ سے نہایت صاف تھا، اور آپ کے مضامین جو سیرت احباب کے متعلق ایک فلم کا سا رنگ رکھتے ہیں، ان میں ایسی جاذبیت اور اثر ہے کہ کتاب کو ختم کئے بغیر قاری کو چین نہیں آتا۔ آپ نے مرحوم دریشان کی سیرت کے متعلق ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' بدر میں لکھے ہیں جو بعد میں کتابی شکل میں محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اور ینوی مرحوم جیسے شہیر و بلند پایہ ادیب کی پسندیدگی اور مشورہ پر دو کتابوں کی شکل میں (جن کے صفحات چھ صد کے قریب ہیں) شائع ہوئے اور دنیا بھر میں بے حد مقبول ہوئے۔۔۔ آپ اپنی طرز نگارش میں منفرد و وحید تھے۔ گویا صاحب طرز ادیب تھے اور قلیل وقت میں مضمون کو فاضلانہ اور مدلل رنگ میں احاطہ تحریر میں لے آنے میں بھی آپ منفرد نہیں تو نہایت قابل تھے اور اس خاص ملکہ سے بھی سلسلہ احمدیہ کو فائدہ پہنچایا۔

آپ درویشی دور میں نظارت ہائے علیا، تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ میں معاون رہے۔ اس زمانہ میں معاون ناظر کے فرائض وہی تھے جو بعد میں نائب ناظر کے ہوئے۔۔۔ جولائی 1970ء میں نائب ناظر اور ستمبر 1970ء میں قائم مقام بیت المال آمد کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ تحریک جدید بہشتی مقبرہ اور نظامت جائداد کا کام بہت اہم اور ہمہ وقت کی توجہ ان کے لئے مطلوب ہے۔ اور بیت المال کا کام اپنی وسعت اور ہر سال کی ضروریات سلسلہ میں اضافہ کی وجہ سے اور بھی زیادہ محنت وتوجہ کا طالب ہے۔ سالہا سال تک ان صیغہ جات کی تمام ضروری خط و کتابت آپ گھر میں بعد نماز عشاء ضبط تحریر میں لاتے آپ میں بے پناہ کام کرنیکی طاقت تھی آپ بعد نماز عشاء ایسے ضروری کاموں کی تکمیل کے لئے یوں سکون سے واطمینان سے بیٹھ جاتے گویا رات سونے کے لئے نہیں ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ کے طور پر آپ نے تزئین کا کام کیا وہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ بہشتی مقبرہ پہنچتے ہی جو سنگریزوں سے انگریزی کے حروف میں ''بہشتی مقبرہ'' مرقوم ہے وہ آپ کی جدت تھی۔ وہاں سے شمالاً جنوباً پندرہ فٹ کی سڑک جس کی سیدھ میں منارۃ المسیح نظر آتا ہے، آپ ہی نے اس کی تجویز حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر خدمت درویشان کی خدمت میں رکھ کر منظوری وہدایت لیکر تیار کروائی تھی اور سیمنٹ کے بینچ بھی تیار کروا کر وہاں رکھوائے تھے اور یہ سارے کام رضا کارانہ طور پر ہوئے۔

آپ نے اپنی علالت کو محسوس کرتے ہوئے یکم اپریل 1976ء کو ریٹائرڈ ہونے پر مزید کام سے معذرت کی لیکن باوجود حالات میں تجربہ کار افراد کی جن کو ایسی ذمہ داری کے کام تفویض کئے جاسکیں بے حد کمی ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ اور چودھری صاحب نے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے پر عمل کیا۔ آپ بہترین دوست، بہت مفید مُشیر، صائب الرائے، با حوصلہ، سلسلہ کے نہایت مخلص، اکرام ضیف کرنے والے، نظافت طبع، پُر مزاح طبیعت، دور بین بصیرت کے مالک، سنجیدہ طبع، ہمدرد، باوقار، بااثر اور باعلم اور اپنے صیغہ کے عملہ سے خصوصاً! بھائیوں کا سلوک کرنے والے اور نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔

آخری عمر میں آپ کو ہائی بلڈ پریشر کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ اندرونی طور پر بہت کمزور ہو چکے تھے مگر ظاہری طور پر صحت اچھی نظر آتی تھی۔ آپ کی وفات مورخہ 28 اگست 1978 کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

(تلخیص اردو ادب کا احمدیہ دبستان حصہ دوم)

آپ کی نماز جنازہ دفتر محاسب کے سامنے گلشن احمد کے صحن میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی قادیان نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ نمبر 9 میں ہوئی۔ اس وقت قادیان میں آپ کی بیٹی مکرمہ صادقہ پروین صاحبہ بیوہ مکرم مبرور احمد صاحب چیمہ مع بچگان موجود ہیں۔

☆☆☆

محترم چودھری محمود احمد عارف صاحب درویش

(مکرم نصیر احمد عارف ۔ کارکن نظارت اصلاح وارشاد قادیان)

میرے پیارے ابّا جان محترم سردار محمود احمد صاحب عارف درویش ولد مکرم سردار شیر محمد صاحب مرحوم مورخہ 16-12-1925 کو موضع نواں کوٹ ضلع شیخوپورہ (پاکستان) میں پیدا ہوئے ۔آپ کی ایک ہمشیرہ محترمہ نور آمنہ صاحبہ اور دو بھائی محترم سردار عبدالحق صاحب شاکر مرحوم واقف زندگی اور محترم سردار ماسٹر محمد انور صاحب مرحوم تھے۔محترم والد صاحب کی والدہ کا نام محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ تھا۔آپ کے والدین بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے ۔آپ کی پرورش آپ کے تایا جان مکرم سردار غلام احمد صاحب نے کی۔ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے تایا جان نے 1938ء میں آپ کو مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل کرا دیا۔ 1939ء میں جب دوسری عالمی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر آپ فوج میں بھرتی ہو گئے ۔بقول محترم والد صاحب آپ کی یونٹ کا نام 8/15 پنجاب رجمنٹ تھا۔جو عالمی جنگ عظیم کے آغاز میں قائم کی گئی تھی ۔اس رجمنٹ میں 3 کمپنیاں عیسائیوں کی اور ایک احمدی نوجوانوں کی احمدیہ کمپنی تھی۔ عیسائی کمپنیوں میں سے ایک کے کمپنی کمانڈر محترم صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب ابن محترم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ تھے ۔جبکہ احمدیہ کمپنی کا کمانڈر ایک سکھ تھا۔جس کا نام سرائن سنگھ آف جالندھر تھا۔وہ احمدی نوجوانوں کے تئیں بہت نرم گوشہ رکھتا تھا۔

فوج میں بھرتی ہونے کے بعد آپ پہلے انبالہ گئے اور وہاں چند ماہ کی ٹریننگ کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ جہاں آپ کی ٹریننگ مکمل ہوئی اور حلف برداری کے بعد واپس انبالہ آ گئے چند ماہ کے بعد آپ کی ڈیوٹی سندھ میں لگی۔ یہ مسلم علاقہ تھا اور وہاں کے مسلمانوں نے بغاوت کر رکھی تھی ۔آپ بتاتے تھے کہ ہم ان مسلمانوں کو پیار و محبت سے سمجھاتے اور ان پر کسی بھی قسم کا ظلم یا زیادتی نہ کرتے اور نہ ہی انہوں نے ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر ہماری یونٹ کے عیسائی فوجیوں نے ان مسلمانوں پر بہت ظلم کئے ۔ان کو گرفتار بھی کیا ۔اور کئی ایک کو جان سے بھی مارا ۔اس دوران آپ کی یونٹ صوبہ سرحد چلی گئی جو ایک آزاد علاقہ تھا ۔یہاں پٹھان رہتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ ہم کو تاکیدی ھدایت تھی کہ ان لوگوں سے کوئی ناروا سلوک نہیں کرنا۔ ہماری ڈیوٹی اس آزاد علاقہ میں عمومی نوعیت کی تھی ۔کمپنی کمانڈر محترم صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب تھے جو میجر کے عہدہ پر فائز تھے۔آپ جب قلعہ سے باہر نکلتے خاکسار بھی اکثر آپ کے ہمراہ ہوتا ۔خاکسار نے دیکھا کہ پٹھان محترم صاحبزادہ صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور اکثر پھل وغیرہ تحفے بھی لا کر دیا کرتے تھے ۔آپ بتاتے تھے کہ غالباً 1943,44ء میں جب ہماری یونٹ انبالہ میں تھی تو دہلی اور سندھ میں بغاوت کی شورش اٹھی ۔جس کے مدنظر محکمہ دفاع گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک پیراشوٹ بٹالین قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس میں مختلف بٹالینوں کے تعلیم یافتہ ، تجربہ کار اور صحت مند جوانوں کو شامل کیا۔ احمدیہ کمپنی سے بھی چند نوجوانوں کو اس پیراشوٹ بٹالین میں ٹرانسفر کر دیا گیا جس میں خاکسار بھی تھا ۔اس بٹالین میں غیر احمدی بھی تھے اور اس کا کمپنی کمانڈر ایک پٹھان تھا۔ غالباً عید الفطر کے موقع پر نماز عید کا باجماعت اہتمام کیا گیا۔ نماز دہلی کے ایک غیر احمدی امام نے پڑھانی تھی۔ احمدی جوانوں نے اپنی نماز الگ ادا کی جب کمپنی کمانڈر کو علم ہوا کہ یہ احمدی ہیں اور انہوں نے الگ نماز ادا کی ہے تو اس نے ہمیں سزا کے طور پر واپس ہماری بٹالین میں بھیج دیا ۔بعد میں علم ہوا کہ جو پیراشوٹ بٹالین سندھ بھجوائی گئی تھی اس کا وہاں کافی نقصان ہوا۔ پیراشوٹ بٹالین کے جوان سندھ کے غیر آباد، دور دراز علاقوں اور جنگلوں میں اتارے گئے ان میں سے کئی جوان مر گئے اور کئی لاپتہ ہو گئے ۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم احمدی نوجوانوں کو محفوظ رکھا اور انہیں کسی دوسرے جنگی محاذ پر بھی نہیں جانا پڑا۔

1944ء میں فوجی نوکری کے دوران ہی آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے خط لکھا جسے حضور انورؓ نے ازراہ شفقت منظور فرما لیا اور سروس جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ نیز فرمایا کہ جب ضرورت ہوگی بلا لیا جائے گا ۔1945ء میں جب عالمی جنگ ختم ہوگئی تو حضور انورؓ نے فوج چھوڑ کر قادیان آنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ 1946ء کے آخر میں قادیان حاضر ہو گئے۔ آپکے ساتھ ایک اور واقف زندگی احمدی جوان مکرم محمد شفیع سلیم صاحب آف گجرات بھی تھے۔ والد صاحب نے قادیان آ کر قصر خلافت قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کی ۔حضور انورؓ نے بڑی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کی شعبہ حفاظت مرکز میں تقرری کا ارشاد فرمایا اور مکرم محمد شفیع سلیم صاحب کی تقرری دفتر تجارت میں ہوئی

محترم والد صاحب مرحوم بتاتے تھے کہ افراد جماعت کو دار الہجرت بھجوانے کا انتظام شعبہ حفاظت مرکز کے سپرد تھا۔ خاکسار کی بھی اس میں ڈیوٹی تھی۔ خاکسار نے اپنے بھائی بہن ، اہلیہ اور دیگر عزیز و اقارب کے جانے کا انتظام کیا۔ مگر خود میرے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی قادیان کو چھوڑنے کا خیال تک نہ آیا۔ میں یہ عزم کر چکا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو اپنے پیارے مرکز کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا قادیان کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے ۔خواہ اس کے لئے مجھے جان بھی قربان کرنی پڑے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر طرح سے محفوظ رکھا اور مجھے درویشی کی زندگی اختیار کرنے کی توفیق دی۔

محترم والد صاحب کی شادی 1945ء میں اپنے تایا مکرم غلام احمد صاحب مرحوم کی بیٹی مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے ہوئی۔ 1947ء میں آپ کی اہلیہ بھی پاکستان چلی گئیں اور 1950ء میں حالات نارمل ہونے پر واپس قادیان آئیں ۔شادی کے سات سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے درویشانہ زندگی کی برکت سے جہاں بے شمار دیگر برکتیں عطا فرمائیں وہاں اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں جو اللہ کے فضل سے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں ۔آپ نے اپنی ساری اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت کی۔

آپکو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں اعلیٰ رنگ میں خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی ۔بطور نائب ناظر اعلیٰ، نائب ناظر تعلیم، نائب ناظر امور عامہ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ، ناظر بیت المال آمد و خرچ اور قائمقام ناظر اعلیٰ قادیان کے طور پر خدمات بجا لانے کی توفیق ملی ۔1985ء میں ناظر بیت المال خرچ کے عہدہ بیت المال سے ریٹائر ہوئے۔ بعدہ بطور نائب ناظم وقف جدید بیرون تقرر ہوا۔ اس عہدہ پر بھی آپ نے لمبا عرصہ خدمت سرانجام دی۔ آخر کمزوری اور عمر کے تقاضا کی بنا پر 2005ء میں اس خدمت سے سبکدوش ہوئے ۔آپ نے نہایت لگن اور جذبہ سے تمام دفاتر میں خدمات سرانجام دیں۔ ساری درویشانہ زندگی نہایت صبر و شکر سے گزاری اور ہمیشہ سلسلہ سے وفا کی ۔تنگی کے ادوار میں بھی کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ آبائی جائداد کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور آخری وقت تک در مسیح پر دھونی رمائے بیٹھے رہے۔

1982ء میں آپکو انتخاب خلافت رابعہ کے موقعہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی نمائندگی کی سعادت نصیب ہوئی ۔اسی طرح 1988ء میں بھی آپ کو جلسہ سالانہ UK میں بھی بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ قادیان شامل ہونے کی توفیق ملی۔

محترم ابا جان 25 فروری 2009ء بروز بدھ صبح 4 بجے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون ۔آپ موصی تھے۔ اگلے روز یعنی 26 فروری کو جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی ۔اسی روز قادیان میں شوریٰ کا اجلاس تھا۔ جس میں شمولیت کے لئے ہندوستان کے تمام صوبہ جات سے امرا و صدر صاحبان تشریف لائے تھے۔ اس طرح آپ کے جنازہ میں پورے ہندوستان کی نمائندگی ہوگئی ۔بعد جنازہ آپ کی تدفین قطعہ درویشان میں ہوئی اور بعد تدفین مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری نے دعا کروائی۔ مورخہ 27 فروری کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیت الفتوح لندن میں نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب ادا کی اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

”تیسرا جنازہ مکرم محمود احمد صاحب عارف درویش قادیان کا ہے۔ انہوں نے 25 فروری کو 84 سال کی عمر میں وفات پائی ۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ بھی نہایت نیک متقی نمازوں کے پابند صابر شاکر انسان تھے ۔نوجوانی میں شیخوپورہ سے قادیان ہجرت کر گئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور زندگی وقف کرنے کی توفیق پائی ۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر فوج میں بھرتی ہوئے اور پھر آپ کے حکم سے ہی فوج چھوڑ دی اور جماعت کی خدمت پر آ گئے۔ آپ نے ناظر بیت المال آمد و خرچ اور بعد میں نائب ناظم وقف جدید بیرون کے طور پر خدمت کی توفیق پائی ۔ان کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے نصیر احمد عارف صاحب کو نظارت اصلاح و ارشاد قادیان میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔“

اللہ تعالیٰ محترم ابّا جان مرحوم کے درجات بلند کرے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور انہیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے ۔آمین۔

☆☆☆

محترم حکیم بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش

(ادارہ)

محترم حکیم بدر الدین صاحب عامل درویش نے اپنے حالات زندگی مشکوٰۃ جون 2003ء میں شائع کئے ہیں ان کی مدد سے آپ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ’’میری پیدائش 15 جون 1927ء کو چک 438 جی بی لائلپور (حال فیصل آباد پاکستان) میں مکرم چودھری عبد الغنی صاحب بھٹہ کے ہاں ہوئی۔ ہمارا شجرہ نسب شاہ عبداللطیف بھٹائی سے جا ملتا ہے اس لئے یہ اپنے نام کے ساتھ بھٹہ لکھتے تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے اس خاندان کے بزرگ پیر کہلاتے تھے۔ لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے میرے والد صاحب کے چچا زاد بھائی چوہدری حکیم احمد دین صاحب صحابیؓ نے سنا کہ قادیان میں ایک شخص نے امام مہدی اور مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی اور اسی وقت بیعت کرلی۔ واپس لاہور شاہدرہ آکر اپنے خاندان میں اعلان کیا کہ میں نے امام مہدی کی بیعت کرلی ہے اور آپ سب بھی سوچ سمجھ لیں۔ آپ کی مسلسل تبلیغ کے نتیجہ میں خاندان کی چھ فیملیوں نے مل کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دورِ خلافت میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور پیری مریدی چھوڑ دی۔ خاکسار کے تایا حضرت حکیم احمد دین صاحب صحابیؓ طب جدید کے موجد تھے اس طرح پورا خاندان حکیموں کا خاندان مشہور ہوگیا۔ عامل صاحب نے اپنے بہنوئی حکیم مختار احمد صاحب سراج الاطبا سے حکمت کا علم حاصل کیا۔‘‘

آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر 313 درویشان میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ اس وقت کے ہنگاموں میں آپ نے اجناس اکٹھا کرنے کی ڈیوٹی انجام دی اور بہترین کارکردگی کی وجہ سے اس کام کے نگران مقرر کردیئے گئے۔ جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر خدمت بجا لائے اور 20 سال سے زائد عرصہ تک خدمت سرانجام دی۔ کئی سال تک قادیان کی میونسپلٹی میں کمشنر رہے۔ 1953ء میں آپ نے ادیب فاضل بھی کیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مضافات قادیان میں جب تبلیغی سلسلہ کی مہم شروع ہوئی تو آپ نے بہت حد تک ذاتی دلچسپی سے اس سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور متعدد مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور ہر طرح دلجوئی کی۔

مختلف جماعتی عہدوں پر آپ کو خدمت کی سعادت ملی اور تادم آخر آپ خدمت پر فائز رہے۔ افسر لنگر خانہ، نائب افسر جلسہ سالانہ، ممبر تحریک جدید، ممبر وقف جدید، ممبر الاٹمنٹ کمیٹی، ممبر آبادی کمیٹی، قاضی سلسلہ احمدیہ، نائب ناظم وقف جدید کے علاوہ قائمقام وکیل اعلیٰ، قائمقام صدر مجلس تحریک جدید کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

ماہر طبیب ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس بہت سے مریض آتے ان سے ہمدردی اور دلجوئی کرتے۔ غریبوں کو مفت ادویات دیتے۔ بلا شبہ آپ نافع الناس اور صائب الرائے وجود تھے احمدیہ چوک میں طب جدید کے نام سے مطب چلاتے تھے۔ علمی ذوق کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی قدرتی ملکہ آپ کو عطا ہوا تھا۔ نہایت ذہین انسان تھے۔ تاریخی واقعات کا آپ کو بہت علم تھا۔ آپ نے درویشان کے حالات پر مشتمل ’’وہ پھول جو مرجھا گئے‘‘ کا سلسلہ جاری رکھا 1944ء میں آپ کی شادی مکرمہ معراج سلطانہ صاحبہ سے ہوئی۔ تقسیم ملک کے وقت آپ پاکستان چلی گئیں اور سات سال بعد آپ قادیان واپس آئیں۔ لمبا عرصہ تک اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بھائی کی بیٹی بشریٰ شہزادی کو گود لیا۔ شادی کے 19 سال بعد آپ کے ہاں حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر ایک بیٹی طاہرہ شوکت پیدا ہوئیں جو آج کل امریکہ میں اپنے خاوند مکرم محمد انور جاوید صاحب کے ساتھ مقیم ہیں۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گذار اور غریب پرور انسان تھے۔ آپ ایک مختصر علالت کے بعد مورخہ 5 فروری 2006ء کو فورٹس ہسپتال امرتسر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں بعد نماز مغرب پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے اپنے مطبوعہ حالات زندگی میں بہت سے تاریخی اور تائید الٰہی کے واقعات بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند ایک قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

ابتدائی زمانہ میں درویشان کی طرف سے وقار عمل کے محاذ کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں کہ:

’’وقار عمل کے تین محاذ (ا) بہشتی مقبرہ کے ارد گرد ایک کچی اور مضبوط دیوار تعمیر کرنا۔ (2) 1947ء کے سال میں کثرت سے بارش ہوکر اکثر مکانات قابل مرمت ہو چکے تھے قابل مرمت مکانوں کی مرمت کرنا اور جو مکان بالکل خستہ ہو گئے تھے ان کے ملبہ میں سے کار آمد سامان نکال کر محفوظ کرنا (3) جو مکانات ہمارے قبضہ میں تھے ان میں پڑا سامان فرنیچر، برتن، کپڑے وغیرہ مکانوں سے اکٹھے کر ایک جگہ اسٹور میں فہرستیں بنا کر محفوظ رکھنا۔‘‘

جنرل سیکٹری کے طور پر آپ نے جو کام کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے دار المسیح میں پائپ بچھائے جانے کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

’’قادیان میں واٹر سپلائی کی سکیم کا اجرا ہوا تو سب سے پہلے احمدیہ ایریا میں پانی فراہم کیا گیا۔ جب دیار مسیح میں پانی کے لئے لائن بچھائی جانے لگی تو میں نے اس کام کو روک دیا اور کہا کہ زمین دوز لائن اس حصہ میں نہیں بچھائی جانی چاہیے کیونکہ گلیاں تنگ ہیں اور عمارتیں پرانی ہیں اور مقدس ہونے کی وجہ سے ان کی اہمیت نئی عمارتوں سے بھی زیادہ ہے۔ واٹر سپلائی کے مقررہ افسران نے کہا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس بارہ میں چنڈی گڑھ جا کر منسٹری سے اجازت حاصل کرنی ہوگی۔ اور سطح پر پائپ ڈالنے کیلئے جستی پائپ بھی درکار ہونگے زمیں دوز لائینوں میں کالے لوہے کی پائپ استعمال ہو رہی تھی کالے اور جستی پائپوں کی قیمت میں بھی نمایاں فرق تھا۔ اس پر میں نے میونسپل صدر اور ممبران کو چنڈی گڑھ جانے کے لئے تیار کیا اور جماعت کی طرف سے خاکسار اور مکرم ناظر صاحب امور عامہ چنڈی گڑھ گئے اور تین دن کی تگ و دو کے بعد منسٹری نے یہ بات مان لی کہ اندرونی مقدس ایریا میں جستی پائپوں سے سطح زمین کے اوپر وائرنگ کی جائے۔ اس غرض سے منسٹری نے اپنے خصوصی فنڈ سے جستی پائپ بھی فراہم کردئے اور اسی پر عمل درآمد ہوا۔‘‘

محترم عامل صاحب اپنی ناقابل فراموش یادوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’جن ایام میں جماعت احمدیہ کی جائدادوں کی واگذاری کا کیس چل رہا تھا ایک مرتبہ ایک مقدمہ کی پیشی پر محترم ملک صلاح الدین صاحب اور مکرم فیض احمد صاحب اور خاکسار گورداسپور جا رہے تھے۔ ہم خرچے میں بچت کے خیال سے احمدیہ محلّہ سے ریلوے اسٹیشن تک پیدل ہی جایا کرتے تھے۔ جلسہ گاہ (جہاں آجکل لنگر خانہ نمبر 2 ہے) کے مغربی کونہ سے گذر کر پرانے قبرستان کی پگڈنڈیوں پر سے گذر کر کھیتوں سے ہوتے ہوئے مکرم چودھری محمود مبشر صاحب درویش کے کھیتوں میں ہوکر ریلوے اسٹیشن جایا کرتے تھے۔ شارٹ کٹ ہونے کی وجہ سے اکثر اس راستہ کو اپنایا جاتا تھا۔ ہم اسی راستہ پر جا رہے تھے ابھی کچھ فاصلہ پر تھے کہ گاڑی چل پڑی اور ہم تینوں دوڑ کر گاڑی میں سوار ہونے کیلئے لپکے۔ محترم ملک صاحب اور چودھری صاحب پہلے سوار ہوگئے میں جب سوار ہونے لگا تو میرا ایک ہاتھ ہینڈل پر مضبوطی سے پڑ گیا اور دوسرے ہاتھ میں کاغذات کی فائل تھی۔ جب میں نے جمپ لے کر پاؤں پائے دان میں رکھنا چاہا تو پاؤں اوس سے گیلے ہونے کی وجہ سے پھسل گئے۔ آدھا دھڑ دونوں پائیدانوں کے اندر سے ریل کے اندر گھس گیا۔ اور میرے پاؤں ریل کے پہیے سے ٹکرا کر پھر واپس آگئے اور میں ایک ہاتھ سے زور لگا کر اوپر چڑھنے میں کامیاب ہوگیا۔ میرے ساتھیوں کو اس ساری واردات کا علم نہ ہوا مگر میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سوار ہوا تھا۔ میں ریل میں سارا وقت اس بات پر حیران رہا کہ میری ٹانگیں کٹنے کی بجائے واپس کیوں آگئیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا ہی فضل وکرم تھا کہ اس نے ابھی اور کام لینے کے لئے بچایا تھا۔‘‘

☆☆☆

محترم ماسٹر محمد اسماعیل گجراتی صاحب درویش

(ادارہ)

آپ اگرچہ تعلیم یافتہ نہ تھے سرکاری پنشن بھی انگوٹھا لگا کر وصول کرتے تھے لیکن اپنے فن کے ماہر تھے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ملٹری میں بطور دھوبی بھرتی ہوئے تھے اور جنگ ختم ہونے پر فارغ ہوکر واپس اپنے گاؤں آگئے تھے۔ جب قادیان میں خدمت کیلئے خدام کی ضرورت محسوس کی گئی تو اس وقت اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے چک سکندر ضلع گجرات سے چھ خدام آئے تھے جن میں سے ایک مکرم ماسٹر محمد اسماعیل صاحب تھے یہ چھ خدام 313 درویشان میں شامل کر لئے گئے تھے بعد میں 1955ء میں جن افراد کو گھریلو مجبوریاں تھیں وہ کھوکھرا پار پاکستان چلے گئے تھے مکرم محمد اسماعیل صاحب وفات تک عہد و فا کو پورا کرنے والوں میں سے ہیں۔ ابتدائی دو تین سالوں میں پہرہ کی ڈیوٹیوں میں خدمت کا موقع ملا بعد میں جب صدر انجمن احمدیہ نے تحریک کی کہ جو درویش اپنا کوئی کاروبار کر کے اپنا گزارہ چلا سکتے ہیں وہ فارغ ہوکر اپنے خرچ کا بوجھ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ سے ہلکا کردیں آپ بھی فارغ ہوگئے۔ آپ کا تعلق خدام حلقہ ناصر آباد سے تھا پہلے قادیان میں لانڈری کھولی اور کئی سال تک کام کیا ان ایام میں درویشان کی شادیاں ہو رہی تھیں اور یہ بھی مجرد قابل شادی تھے قادیان میں لانڈری کا کام اتنا نہیں تھا کہ اس میں سے شادی کے مصارف کی گنجائش نکل سکے شہر چھوٹا تھا اور لوگوں کی مالی حالت بھی تازہ تازہ ہجرت کی وجہ سے (جو غیر مسلم پاکستان سے مہاجر ہوکر آئے) کمزور تھی اسلئے ماسٹر صاحب اجازت لیکر پٹیالہ چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا کام خوب چل پڑا قریب دس سال آپ پٹیالہ میں رہے بعدازاں ہندوپاکستان جنگ 1971ء میں واپس قادیان آگئے اس وقت قادیان میں بھی کاروباری حالات اچھے ہو چکے تھے قادیان آکر پھر لانڈری اور ڈرائی کلینز کا کام شروع کردیا اور شادی کی بھی کوشش کی اور دفتر کی طرف سے آپکا رشتہ حیدرآباد دکن میں طے ہوگیا اور آپ اپنے دو دوستوں کے ساتھ جاکر شادی کر کے بیوی کو گھر لے آئے اور امن سکون سے زندگی گزارنے لگے۔

عمر 65 سال ہوجانے پر دیگر درویشان کی طرح انہیں بھی فیملی سکیل گزارہ دینا منظور ہوگیا۔ فوجی خدمت کی وجہ سے تھوڑی سی رقم بطور پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ملتی تھی۔ انجمن کی طرف سے فیملی سکیل گزارہ ملاکر گھر کا خرچ چل جاتا تھا۔ صحت بھی کمزور ہوچکی تھی اسلئے لانڈری کا کام چھوڑ دیا صرف کپڑے پریس کرنے کا کام کرتے تھے۔ کمزوری کی وجہ سے کمی خون کے بھی شکار ہوئے احمدیہ شفاخانہ سے علاج جاری رہا مگر روز بروز کمزوری بڑھتی چلی گئی اور آخر مورخہ 21 جنوری 1993ء کو دل نے زندگی کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ آپکی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

آپ کئی خوبیوں کے مالک تھے خصوصاً اپنے کاموں کو خود کیا کرتے تھے کسی کی محتاجی پسند نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

محترم نذیر احمد صاحب درویش

(مکرم بشارت احمد صاحب۔ کارکن احمدیہ مرکزیہ لائبریری)

خاکسار کے والد مکرم نذیر احمد صاحب درویش ابن مکرم نور احمد صاحب فوجی درویش، 30 نومبر 1923ء کو قادیان میں پیدا ہوئے پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی اور قادیان میں ہی تعلیم و تربیت کا زمانہ گذارا تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر درویشی کی سعادت حاصل کی اور مختلف دفاتر اور لنگر خانہ میں خدمت سرانجام دی۔ آپ کو قادیان کا مقامی باشندہ ہونے کی وجہ سے گردوپیش اور قادیان کی پرانی آبادی سے کافی واقفیت اور تعارف تھا اور باہر سے آنے والے مہمانوں کو ساتھ لے جاکر ان جگہوں سے واقف کراتے۔ آپ کے غیر مسلم احباب سے بھی دوستانہ تعلقات تھے جو آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی بات کی قدر کرتے۔

تقسیم ملک کے وقت اور بعد میں جو خدمات کیں اور ایثار و قربانی کا بہترین نمونہ دکھایا اس پر محترم نگران درویشان نے خوشنودی اور مبارک باد کے خط محررہ 1950ء میں لکھا۔

”خدا تعالیٰ کے انتہائی فضل و کرم اور اس کی بخشی ہوئی توفیق کے ساتھ آپ نے میرے قائمقام نگران اور نگران کے ایام میں میرے ساتھ مسلسل دو سال یکم اپریل 1948 تا 31 مارچ 1950 درویشانہ زندگی بسر کر کے جس تعاون اخوت اور اخلاص کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے اس کیلئے میں آپ کا شکرگذار ہوں اور میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور بارگاہ ایزدی میں ملتجی ہوں کہ رب العزت آپ کی اس قربانی کو قبول فرماوے اور آپ کو احمدیت کیلئے بیش از بیش خدمات کی توفیق بخشے“۔

آپ نے درویشی کا سارا عرصہ نہایت صبر و شکر اور سادگی سے گذارا اور جو کام بھی آپ کے سپرد ہوا خندہ پیشانی سے سرانجام دیا۔ فروری 1954 میں آپ کی شادی مکرمہ انیسہ خاتون صاحبہ بنت مکرم سلیم احمد صاحب آف امروہہ سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمت اولاد سے نوازا۔ آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے بچوں میں سے مکرم بشارت احمد صاحب احمدیہ مرکزیہ لائبریری میں خدمت بجالا رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے مکرم اشرف احمد صاحب دفتر نظامت جائداد میں خدمت بجالا رہے ہیں جبکہ بڑے بیٹے ذاتی کام کرتے ہیں۔

آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے آپ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور عموماً حضرت مصلح موعودؓ کی ”ہے دست قبلہ نما لا الہ الا اللہ“ نظم پڑھتے جس سے سامعین پر خاص اثر ہوتا۔ اسی طرح جس تقریب میں شامل ہوتے اھلاً و سھلاً و مرحبا بلند آواز سے کہہ کر کے حاضرین کو اطلاع دیتے۔ اسی طرح دعا شروع ہونے پر بلند آواز سے کہتے ”دعا شروع ہے۔“

خاکسار کی دادی جان محترمہ حسین بی بی صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی مکرمہ بی بی قیوم صاحبہ ہمشیرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی رضائی والدہ تھیں۔ محترم والد صاحب کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خصوصی عشق تھا۔

جولائی 2005ء میں قادیان کے درویشان کے نمائندگان کے طور پر جلسہ سالانہ برطانیہ میں شامل ہوئے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی طرح قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی سٹیج پر بیٹھ کر تینوں دن جلسہ سنا اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا حضور سے مل کر آپ کو نہایت خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔

جلسہ سالانہ 2005 کے بعد ایک مہمان کو ایک مکان دکھانے کیلئے اسٹیشن تک چل کر گئے واپسی پر گر کر گھٹنے پر چوٹ لگ گئی جس سے چلنا مشکل ہوگیا حضور انور سے ملاقات کے دوران اپنی اس تکلیف کا اظہار کیا تو حضور نے فرمایا انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے چنانچہ دوسرے دن آپ کی یہ تکلیف دور ہوگئی اور چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے لیکن سردی لگ جانے سے طبیعت نہ سنبھل سکی اور مختصر سی علالت کے بعد 19 جنوری 2006ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

20 جنوری کو صبح 10 بجے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ ☆☆☆

محترم ملک محمد بشیر صاحب درویش

(مکرم بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش)

نفیس طبیعت، نفیس لباس، بات چیت میں رکھ رکھاؤ گفتگو میں عمدگی ۔یہ تھے ملک محمد بشیر صاحب تعلیم مڈل تک تھی ہینڈ رائیٹنگ بہت اچھی تھی ملٹری میں بھی کلریکل سٹاف میں تھے اور ملٹری میں ہی رومن اردو میں میٹرک کے برابر کا امتحان پاس کیا ہوا تھا جنگ بند ہو جانے پر آپ بھی چھانٹی میں آکر فارغ کر دیئے گئے تھے اور 1946ء کے آخر میں گھر واپس آگئے تھے پھر یہ معلوم ہونے پر کہ قادیان میں خدام کی ضرورت ہے۔ قادیان آگئے اور قادیان میں حلقہ ناصر آباد کے خدام میں شامل ہو کر خدمات بجا لانے لگے۔1948ء میں جب چار حلقوں کی صورت میں خدام کا نظام مقرر ہوا تو آپ صدر حلقہ ناصر آباد کے دفتر میں بطور کلرک مقرر ہوئے ان دنوں حلقہ جات کے خدام کے ماہوار الاؤنس کے بل بنانا لنگر خانہ سے کھانا حاصل کرنے کی پرچیاں جاری کرنا اور پھر ان کے ماہانہ الاؤنس میں سے کھانے اور چندہ جات وضع کر کے داخل کرانا حلقہ جات کے نگران صاحبان کے ذمہ ہوتا تھا۔حلقہ ناصر آباد کے خدام کو کچھ گذارہ بھی ملتا تھا اور اس گزارہ میں سے ماہوار کچھ رقم ان کے بیوی بچوں کو بھی بھجوائی جاتی تھی اسلئے حلقہ ناصر آباد کے کلرک کیلئے کافی کام ہوتا تھا۔ملک صاحب کئی سال تک یہ کام کرتے رہے۔

جب صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی تنظیم نو ہوئی تو اس وقت مکرم ملک محمد بشیر صاحب کو دفتر بیت المال میں بطور کلرک خدمت کا موقع ملا۔ آپ کئی سال تک دفتر بیت المال میں بطور کلرک خدمت کرتے رہے۔جب صدر انجمن احمدیہ نے درویشان میں یہ تحریک کی کہ جو اپنا کاروبار کر کے اپنا بوجھ صدر انجمن کے بجٹ سے کم کر سکتے ہیں وہ فارغ ہو جائیں۔ملک صاحب بھی فارغ ہوگئے اور بٹالہ جا کر نکل پلیٹنگ کا کام سیکھا اور احمدیہ چوک میں نکل پلیٹنگ کی دکان کھولی۔

درویشی میں آنے سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی مگر یہ شادی کامیاب نہیں ہو سکی اور علیحدگی ہوگئی تھی۔آپ کی دوسری شادی بھدرواہ میں ہوئی اور یہ شادی کامیاب اور بابرکت ثابت ہوئی اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو لڑکیاں اور تین لڑکے عطا کئے یہ سب شادی شدہ اور برسر روزگار اور قادیان میں ہی ہیں۔

آپ کو شدید کھانسی کا عارضہ اکثر ہو جایا کرتا تھا ماہ جنوری 1994 میں جبکہ شدید سردی کا موسم تھا آپ پر کھانسی کا حملہ ہوا جس سے چھاتی میں جکڑن کا احساس شدید ہو گیا احمدیہ شفاخانہ کے علاج کے علاوہ بھاٹیہ ہسپتال میں بھی چند روز داخل کرایا گیا۔مگر فائدہ نہیں ہوا کمزوری بڑھتی چلی گئی اور اسی جان لیوا حملہ کے دوران مورخہ 26 جنوری 1994ء کو اس بیماری میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔آمین

آپ کے بچوں میں سے مکرم ملک منیر احمد صاحب اُستاد تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ہیں اور مکرم نصیر احمد صاحب دفتر جائداد میں خدمت بجالا رہے ہیں اور مکرم اکبر احمد صاحب اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں۔

☆☆☆

محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب درویش

محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب محترم چودھری فقیر محمد صاحب کے فرزند تھے۔آپ عبادت گزار نماز تہجد کے پابند، سادہ اور نہایت مضبوط جسم و ارادہ کے مالک تھے۔کسی کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ تحریک جدید کے مطالبات کے مطابق سادہ زندگی گزارنے میں ایک نمونہ تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی وفات 16 ستمبر 2002ء کو ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔ (ادارہ)

محترم سید محمد شریف شاہ صاحب درویش

(ادارہ)

محترم سید شریف شاہ صاحب نہایت درجہ شریف اور متقی انسان تھے۔ آپ کا زمانہ درویشی مثالی رنگ کے صدق وصفا کے ساتھ گذرا۔عبادت گذار دعا گو انسان تھے۔شروع زمانہ درویشی میں نماز تہجد کے لئے سارے محلّہ میں سحری کے وقت گھوم کر جگانے کا کام مرحوم استاد مولا بخش صاحب باورچی لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے شوق سے کرتے تھے ان کی وفات کے بعد یہ خدمت اپنے ذاتی شوق سے محترم شاہ صاحب نے اپنے ذمہ لی۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا برس ہا برس تک اس ذمہ داری کو بڑے استقلال کے ساتھ ادا کیا۔الدار کے ایک کمرہ میں درویشی کا بیشتر حصہ گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت حقہ سے غیر معمولی عشق تھا۔سلسلہ کی جملہ مالی تحریکات میں مقدور بھر حصہ لیتے تھے۔فرض روزوں کے ساتھ نفلی روزوں کے بھی پابند تھے۔نماز باجماعت اول وقت مسجد میں ادا کرنے کے پابند تھے۔مہمان نوازی اور اکرام ضیف کا وصف بھی نمایاں تھا۔خود بھی دعا کرتے اور دوسروں کو بھی دعائیں کرنے کی تحریک کرتے تھے۔نظام وصیت کے نہایت درجہ مطیع اور فرمانبردار تھے۔محترم حضرت امیر صاحب سے جس قدر پیار اور محبت تھا اتنا ہی آپ کے احکامات کے پابند بھی تھے۔حضرت امیر صاحب کا معمول تھا کہ بالعموم عصر کی نماز کے بعد مہمان خانہ کے گیٹ میں بیٹھ جایا کرتے تھے تا کہ دور دراز سے آنے والوں کو ملنے میں سہولت رہے۔اس موقعہ پر محترم شاہ صاحب بھی مولوی صاحب کے بے تکلف ہم نشینوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات بعمر 85 سال مورخہ 27 اکتوبر 1977ء کو شام پانچ بجے ہوئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون ۔محترم مولانا امینی صاحب نے درویشان کی بھاری تعداد سمیت آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔آمین۔

(تلخیص اخبار بدر 13 اکتوبر 1977ء)

☆☆☆

محترم محمد شفیع صاحب درویش

محترم محمد شفیع صاحب درویش ابتدائی درویشان میں سے تھے اور درویشی کا تمام زمانہ موصوف نے نہایت صبر وشکر وخلوص ومحبت کے ساتھ گذارا۔محلّہ احمدیہ کے چوک میں پرچون کی ایک دکان کیا کرتے تھے۔اور اپنا خرچ خود برداشت کرتے تھے البتہ ان کی آخری بیماری کے پیش نظر انہیں سلسلہ کی طرف سے کچھ وظیفہ بھی تین چار ماہ جاری کیا گیا۔موصوف خوش مزاج، ملنسار سادہ مزاج اور صاف گو شخصیت کے مالک تھے۔سب سے الفت سے پیش آتے تھے۔کاروباری دیانت اور معاملات میں صفائی آپ کا معمول تھا۔اپنی خوش اخلاقی اور ملنساری کی وجہ سے احمدیہ چوک کی رونق تھے۔آپ کے اعلیٰ اخلاق کا غیروں پر بھی ایک عمدہ اثر تھا۔آپ ایک عرصہ سے دل کے مریض چلے آرہے تھے چند بار پہلے بھی دل کا دورہ پڑ چکا تھا لیکن جلد طبی امداد مل جانے اور مناسب ادویات کے استعمال اور احتیاطی تدابیر عمل میں لانے پر چلنے پھرنے اور دکان کے کام کرنے کے قابل ہوگئے تاہم ہائی بلڈ پریشر رہتا تھا۔آپ کی وفات 26 جون 1978ء کو ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے ۔آمین (تلخیص اخبار بدر 29 جون 1978ء) آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار ہیں۔مکرم انور احمد صاحب دفتر نظارت علیا میں اور مکرم ارشد احمد صاحب دفتر محاسب میں اور مکرم اشرف احمد صاحب دفتر جلسہ سالانہ قادیان میں خدمت بجالا رہے ہیں جبکہ ایک بیٹی پاکستان میں ہے۔ (ادارہ)

محترم محمد سلیمان صاحب درویش

(مکرم محمد لقمان دہلوی صاحب کارکن نظارت بیت المال خرچ)

خاکسار کے والد محترم محمد سلیمان صاحب دہلوی درویش دہلی کے علاقہ سرسپور بادلی (نئی دہلی) کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش 1927 کو ہوئی۔ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب دہلوی کی تبلیغ کے نتیجہ میں آپ نے اپنے خاندان کے ساتھ 1938 کو دہلی کانفرنس کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد چودھری رسول بخش صاحب 54 گاؤں کے چودھری تھے، احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کے خاندان کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے بڑے بیٹے مولوی نور محمد صاحب ایڈوکیٹ ہائی کورٹ تقسیم ملک سے قبل قادیان میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ رحمت بی بی صاحبہ جو بہت ہی دُعا گو تہجد گزار تھیں، دہلی میں حضرت مصلح موعودؓ سے بیعت وملاقات کے بعد وہ آپ سے بہت متاثر تھیں۔ انہوں نے اپنا سب سے چھوٹا بیٹا جو انہیں بہت ہی عزیز تھا اسے تقسیم ملک سے 2 سال قبل قادیان میں خالص دینی ماحول میں رہنے کیلئے قادیان بھیج دیا تھا۔ محترم محمد سلیمان صاحب دہلوی اپنے ساتھ اپنے چچازاد بھائی محترم قمرالدین صاحب دہلوی کو بھی قادیان لے آئے۔ آپ زیادہ وقت حضرت مصلح موعود کی قربت میں گزارنے کی کوشش کرتے، ذریعہ معاش کیلئے محنت مزدوری کرتے۔ انکے قادیان آنے کے چند ماہ بعد ہی فسادات شدت اختیار کر گئے اور آمدورفت کا سلسلہ بھی مسدود ہو گیا۔ اسی عرصہ میں ملک تقسیم ہو گیا۔ آپ کو اپنے خاندان کے افراد کی خیریت کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی درویشی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا اور 313 درویشانِ قادیان میں شمار ہوئے۔

1948 کے جلسہ سالانہ پر ہندوستان سے 50 افراد کا قافلہ جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے پولیس کی نگرانی میں آیا، اس قافلہ میں قمرالدین صاحب کے والد صاحب بھی آئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ان کا تمام کنبہ تمام خاندانی جائداد چھوڑ کر دہلی سے ہجرت کر کے پاکستان جا چکا ہے۔

آپ نے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی تھی۔ 16 نومبر 1947 سے آپ کا 5 روپے ماہانہ الاؤنس وکھانا لنگر خانہ سے جاری ہوا۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے 1954 کو درویشان کو تحریک کی گئی کہ جو درویش اپنا خود کما کر گزارہ کر سکتے ہوں وہ انجمن پر بوجھ نہ بنیں۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ دہلی چلے گئے اور وہاں ماربل اور چپس کا کام سیکھا اور 8 سال تک اپنا خود کا گزارہ کیا اور باقاعدگی سے چندوں کی ادائیگی کرتے رہے۔ بہشتی مقبرہ میں آج بھی موجود خوبصورت رنگین فوارہ، بینچ گملے آپ کی یادگار ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ نے اپنی مالی حالت درست ہونے پر 8 سال بعد آپ کو قادیان بلا لیا۔ آپ دہلی میں تمام کام کاج چھوڑ کر 1962 کو قادیان آ گئے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں بطور محرر کام کرتے رہے۔ ملازمت کے بعد فارغ وقت میں کئی محنت کش کاموں کے علاوہ کاشت کا کام کرتے تھے۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کی کئی بنجر زمینیں ٹھیکہ پر لیکر انہیں کاشت کے قابل بنایا۔ بہت محنتی وسادہ، صاف گو، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوش مزاج، تبلیغ کا بے انتہا جوش رکھنے والے تھے۔ ہر کسی شخص سے ہمدردی انکی زندگی کا معمول تھا۔ ہمیشہ یہی نصیحت کرتے تھے کہ کسی بھی محنت کے کام کو چھوٹا نہ سمجھا جائے۔

آپ کی شادی صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے گھر میں رہ رہیں بشیر النسا صاحبہ دختر سیٹھ محمد علی صاحب آف حیدرآباد کے ساتھ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ مکرم محمد نعمان دہلوی اور خاکسار محمد لقمان دہلوی اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ آپ نے 68 سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات یکم اپریل 1994 کو ہوئی۔ آپ کا نمازِ جنازہ، جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھایا گیا اور بہشتی مقبرہ کی مقدس زمین میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ ☆

محترم فضل الرحمٰن صاحب درویش

(مکرم برہان احمد ظفر صاحب۔ ناظر تعلیم القرآن وقفِ عارضی قادیان)

خاکسار کے والد محترم فضل الرحمٰن صاحب درویش حضرت میاں روشن دین صاحب کے بیٹے تھے۔ خاکسار کے دادا کو 1904 میں بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کی قوم دُرانی سے ہے۔ آپ کا آبائی گاؤں منگولے ضلع سیالکوٹ تھا۔ مکرم فضل الدین صاحب درویش آپ کے بڑے بیٹے تھے جو 1902 میں پیدا ہوئے۔

خاکسار کے دادا نے منگولے سے ہجرت کر کے قادیان محلّہ دارالرحمت میں مکان تعمیر کیا۔ پیشہ کے لحاظ سے یہ تجارتی خاندان تھا۔

آپ کی شادی محترمہ ریشم بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ قدرت خداوندی کہ بچہ پیدا ہوتا تو فوت ہو جاتا۔ چار لڑکے یوں ہی وفات پا گئے۔ پانچویں بچے کی پیدائش پر اس کا نام عطاالرحمٰن رکھا گیا کہ شاید اس نام کی برکت ہی سے بچ جائے۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ ابھی بچہ دو ماہ کا ہی تھا کہ بچے کی والدہ وفات پا گئیں۔ تجہیز و تدفین کی تیاری ہو رہی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ سب حیران ہوئے ریشم بی بی (دادی صاحبہ) نے بتایا کہ فرشتے مجھے لیکر خدا کے حضور حاضر ہوئے تو میں نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا تو نے مجھے اولاد دی اور واپس لے لی میں نے کوئی شکوہ نہیں کیا اور اب بچہ چھوٹا ہے تو تو نے مجھے بلا لیا اتنی تو مہلت دے کہ بچہ بڑا ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری بات سن کر کہا ٹھیک ہے ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔ تو فرشتوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ ریشم بی بی نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی۔ صحت کے ساتھ ہی بیعت کر لی۔ جب ایک سال پورا ہوا تو ریشم بی بی صاحبہ اس جہاں سے رخصت ہو گئیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔

خاکسار کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن حساب کتاب کے بڑے پکے تھے۔ جب قادیان نے ترقی کی اور بہت سے کارخانے بھی کھل گئے تو اس میں ایک خارخانہ ہوزری کا بھی ہوا کرتا تھا آپ اس میں کام کرنے لگے اس دوران آپ کی دوسری شادی ہماری والدہ محترمہ اللہ رکھی صاحب سے ہوئی جن کی محترمہ بی بی قیوم صاحبہ مرحومہ دودھ بہن بھی تھیں جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سگی بہن اور حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقسیم ملک سے قبل قادیان میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اس وقت ہمارے چچا مکرم عبد الرحمٰن صاحب دیہاتی مبلغین کلاس میں پڑھا کرتے تھے۔ ہندوستان کے حالات بدل رہے تھے تو ایک مرتبہ قادیان سے ہجرت کرنے کا تذکرہ بھی ہوا۔ چچا نے گھر میں آکر اس بات کا ذکر کیا یہ تین بھائی تھے یہ طے پایا کہ جب مرکز کی حفاظت کا سوال پیدا ہو تو ہم تین بھائیوں میں سے ایک کو قادیان میں رہنا چاہیئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمارے والد صاحب کو اس کیلئے چن لیا۔ اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کے سب سے زیادہ افراد مرکز قادیان کی حفاظت کیلئے رُکے اور درویشی کی سعادت پائی۔ اس میں خاکسار کے نانا بابو نور احمد صاحب باورچی۔ ماموں مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر۔ خاکسار کی والدہ کے چچازاد بھائی محمد عبد اللہ صاحب نانبائی، مکرم محمد شریف صاحب درانی رشتہ میں میرے بھائی ہیں۔ ان پانچوں کو درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کے والد نہایت درجہ سادہ تھے ہم نے آپ کو کبھی فارغ نہیں دیکھا۔ آپ کسی کام میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ بھینسیں بھی پالیں، تجارت بھی کی، آم کے باغات لئے۔ مٹی کے برتن بنائے۔ جب آپ جماعتی خدمت سے ریٹائر ہوئے اس وقت آپ کو بہت پریشانی ہوئی آپ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس گئے اور رو کر کہنے لگے کہ مجھے آپ چاہے کچھ اُجرت نہ دیں لیکن جماعتی کام سے منع نہ کریں۔ اس پر آپ کی ڈیوٹی دوبارہ لجنہ کے دفتر کی ڈاک لانے میں لگا دی گئی اور اس ڈیوٹی کو آپ آخری سانس تک کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ جو سبھی سلسلہ کے خادم ہیں۔

چھوٹی بیٹی اس وقت صدر لجنہ دہلی اور بڑی بیٹی کو خصوصاً خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کی سعادت مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ ☆

محترم قریشی محمد شفیع عابد صاحب درویش

(مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب۔نائب ناظر نشر واشاعت قادیان)

میرے والد مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب میاں اللہ رکھا ومکرمہ ایمنہ بی بی کے ہاں 1925 میں کتھوننگل ضلع امرتسر پنجاب انڈیا میں پیدا ہوئے۔آپ کے نانا محترم منشی مہر دین صاحب پٹواری کولیاں ملتان حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔حضرت مسیح موعودؑ کی منارۃ المسیح کی تعمیر کے سلسلہ میں چندہ کی تحریک پر آپ نے 100 روپئے چندہ دیا اور حسب فرمان حضرت مسیح موعودؑ آپ کا نام منارۃ المسیح پر فہرست چندہ دہندگان کی فہرست میں 108 نمبر پر درج کیا گیا ہے۔آپ کا آبائی گاؤں دھرم کوٹ رندھاوا ہے آپ صدیقی قریشی ہیں ، آپ کے والد محترم کے والدین بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے خاندان کے تمام افراد غیر احمدی تھے۔

آپ کے والد صاحب کو ان کی پھوپھی محترمہ زینب بیگم اہلیہ حضرت منشی مہر دین رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بلا لیا۔والد صاحب کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کی والدہ وفات پا گئیں ۔اور خالہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے ہی آپ کی پرورش کی ۔بچپن نہایت غربت اور محنت میں گذرا اور نہم کلاس تک تعلیم حاصل کی۔آپ کی شادی 1945 میں آپ کے ماموں چوہدری عبید اللہ صاحب کی بیٹی مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوئی۔ستمبر 1945 میں مستقل طور پر آپ قادیان آگئے اور نائب محرر کے طور پر صدر انجمن احمدیہ میں ملازمت اختیار کرلی۔1946 میں آپ نظام وصیت میں شامل ہوئے اور حضرت مصلح موعودؓ کے ایک پیغام کی تعمیل میں یکم مئی 1961 سے وصیت کی شرح میں اضافہ کرکے 1\8 حصہ کی وصیت کردی ۔یہ بات آپ کی وفات کے بعد آپ کے وصیت کے کاغذات سے پتہ چلی۔آپ ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اول وقت میں اس کی ادائیگی کرتے ۔آپ صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرتے تھے۔یکم مئی 1947 میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر دیہاتی مبلغین کلاس ۳ میں داخلہ لے لیا اور زندگی وقف کردی۔اسی دوران تقسیم ملک کا سانحہ ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی تحریک فرمائی تو آپ نے بھی اس پر لبیک کہا اور ابتدائی درویشان میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔حالات کی خرابی کی وجہ سے اہلیہ کو پاکستان بھجوادیا جو حالات نارمل ہونے پر 1952 میں واپس تشریف لائیں ۔ابتدائے پارٹیشن میں پڑھائی کے ساتھ مختلف حفاظتی ڈیوٹیاں بھی سرانجام دیں۔ 1949 میں ہندوستان کے مختلف مقامات میں جماعتوں کے قیام اور استحکام کے لئے جو ۱۲ دیہاتی مبلغین کا قافلہ گیا اس میں آپ بھی شامل تھے ۔آپ کی ڈیوٹی امر گڑھ کرناٹک میں لگی۔تین سال یہ ڈیوٹی سر انجام دی 1952 میں آپ کو قادیان بلا لیا گیا اور ریٹائرمنٹ تک مختلف دفاتر میں نمایاں رنگ میں خدمت کا موقعہ ملا۔لمبا عرصہ انسپکٹر تحریک جدید ،آڈیٹر رہے۔محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ کی مصروفیات کے پیش نظر آپ کی شدید خواہش تھی کہ اگر موقعہ ملے تو ان کے ساتھ تعاون کروں ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش پوری فرمائی اور آپ نائب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے اور دس سال سے زیادہ عرصہ یہ خدمت انجام دینے کا موقعہ ملا۔آپ حسابات اور قواعد صدر انجمن احمدیہ کے ماہر تھے اور اس سلسلہ میں ہر ایک سے تعاون فرماتے اور دفتری اوقات کے علاوہ بھی بہت سا وقت دفتر میں ہی گزارتے اور سلسلہ کے کام کرتے رہتے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر یکم مارچ 1958 کو انجمن وقف جدید کا قیام ہندوستان میں کیا گیا اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب انچارج وقف جدید مقرر ہوئے تو دفتر کا ابتدائی کام چلانے کے لئے آپ کی نگرانی میں محترم والد صاحب اور مکرم قاضی شاد بخت صاحب نے کام شروع کیا۔

آپ کو خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی اور اس کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے۔نظام جماعت سے وفا اور فدائیت کا تعلق تھا۔آپ نے تحریک جدید کے مطالبات کے مطابق نہایت سادگی سے زندگی بسر کی اور یہ خوبی اپنے بچوں میں بھی پیدا کی ۔بچوں کی تعلیم اور خاص طور پر تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔جھوٹ کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے بچپن میں ہمیں نمازوں میں ساتھ لے جاتے اور اگر کسی وجہ سے خود نہ جاسکتے تو ہمیں بھجواتے اور نگرانی کرتے کہ ہم نے نماز پڑھی ہے کہ نہیں اسی طرح جماعتی اجلاسات اور تقاریب میں بھجوا کر بھی نگرانی کرتے بعض اوقات کاروائی کا خلاصہ بھی پوچھتے اور ہر طرح تربیت کا خیال رکھتے اور نگرانی کرتے ۔نماز تہجد اور صبح تلاوت کی پابندی کرتے تھے۔نمازوں کے اس قدر پابند تھے کہ ایک بار جب شدید بیماری کی وجہ سے قومہ میں چلے گئے اور ذرہ سی ہوش آئی تو آپ نے تیمّم کرکے نماز شروع کردی۔

مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔خادمین سلسلہ اور مبلغین کا بہت احترام کرتے ۔اپنے بچوں کو بھی خدمت سلسلہ کے لئے وقف کیا اور خدمت سلسلہ کرنے والوں سے ہی اپنی بچیوں کی شادیاں کیں۔

آپ اپنے بچوں کو بزرگان سلسلہ سے ملاتے اور ان کو دعا کے لئے کہتے۔جب حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان رضی اللہ عنہ قادیان تشریف لائے تو والد صاحب خاص طور پر خاکسار کو اپنے ساتھ مسجد مبارک میں نماز کے لئے لے کر گئے اور اس بزرگ شخصیت سے ملاقات کروائی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

آپ نہایت عالی ہمت اور حوصلہ کے مالک تھے ۔صبر اور توکل آپ کی اعلیٰ صفات تھیں۔وقف بعد ریٹائرمنٹ کے لئے بھی آپ نے وقف کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اسے منظور فرماتے ہوئے محترم ناظر اعلیٰ صاحب سے فرمایا کہ ”یہ صاحبِ تجربہ ہیں ان سے کام لیں“۔چنانچہ آپ کو نائب محاسب مقرر کیا گیا۔

ذیلی تنظیموں ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے ساتھ نہایت تعاون فرماتے ان کی طرف سے آپ کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ بھی ملے۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات ہوئی اور آپ کو بتایا گیا تو شدید غم کے باعث رو پڑے اسوقت ضعف پیری کے باعث آپ کی ذہنی حالت بھی کافی کمزور ہوچکی تھی اور جب آپ کو کھانا کھانے کے لئے کہا گیا تو انکار کرتے ہوئے بولے کہ حضور کی وفات ہوگئی ہے اور میں کھانا کھاؤں؟ بہر حال سمجھا کر کھانا کھلایا گیا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے بھی شدید محبت تھی ایم ۔ٹی۔اے اور حضور کی تصویر دیکھنے سے حضور کا نام یاد ہوگیا تھا۔جبکہ بیماری کی وجہ سے سب کچھ بھول چکے تھے۔حتی کہ اپنے بچوں کے نام بھی بھول چکے تھے۔

2005 میں حضور انور ایدہ اللہ جب قادیان تشریف لائے تو حضور سے ملاقات کی سعادت بھی ملی اور جب حضور ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ کی خوشی قابل دید تھی آپ کو چار خلفاء کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔اپنی اولاد کے دل میں بھی خلافت کی محبت اور احترام پیدا کیا۔دوسروں کی ہمدردی، سلسلہ احمدیہ سے وفا، اخلاص اور شکر گزاری آپ کا نمایاں وصف تھا۔ہمیشہ توکل ،صبر شکر کا نمونہ دکھایا اور اس کی تلقین کی۔طبیعت میں مزاح بھی بہت تھا اور ہر ایک سے مذاق کر لیتے۔کسی کام کو عار نہ سمجھتے ،نہایت تنگی کے دور بھی آئے جس میں آپ نے ہر قسم کی محنت ومشقت کی ۔تمام عزیز ورشتہ دار تقسیم ملک کے وقت پاکستان چلے گئے تھے ۔ان سے جدائی کا احساس تو بہت تھا لیکن ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہے۔

26 مئی 2006 کو رات ساڑھے گیارہ بجے کے بعد آپ پر نزع کی حالت طاری ہوئی اور ساڑھے بارہ بجے جبکہ 27 مئی کی تاریخ شروع ہوچکی تھی آپ کی روح پرواز کرگئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ آپ پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے قرب خاص اور رضا کی جنتوں میں جگہ دے اور ہمیں آپ کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق دے ۔آپ کے دوسرے بیٹے مکرم محمد رحمۃ اللہ صاحب دفتر بدر میں خدمت بجا لا رہے ہیں اور 5 بیٹیاں مکرمہ صفیہ نصرت صاحبہ ،مکرمہ حمیدہ نصرت صاحبہ مرحومہ، مکرمہ مجیدہ نصرت صاحبہ، مکرمہ بشریٰ نصرت صاحبہ، مکرمہ مبارکہ نصرت صاحبہ ہیں۔آپ کی اہلیہ ضعیف العمر اور کمزور ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔
یہ تبلیغ وتربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ (ادارہ)

محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش

(مکرم عبدالباسط بقاپوری صاحب۔ کنیڈا)

شمع احمدیت کے وہ پروانے جنہوں نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کردی اور تقسیم ملک کے خطرناک طوفان کے وقت چٹان کی طرح مرکز سلسلہ میں خدمت پر مامور رہے ان میں سے ایک نہایت قابل قدر وجود مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش کا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہترین مدرس، منتظم اور بہترین صحافی کے طور پر اگر کسی کا ذکر کرنا ہو تو ایسے لوگوں میں محترم مولانا حفیظ بقاپوری صاحب کا نام نامی شامل ہوگا۔ آپ ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں (حال پاکستان) بمقام بقاپور 14 اگست 1920ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ آپ مشہور و معروف صحابی حضرت مولوی محمد ابراہیم بقاپوری صاحب کے بھتیجے تھے۔

آپ کی عمر 3 سال کی تھی کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور ان کی آخری وصیت کے مطابق آپ 10 سال کی عمر میں زندگی وقف کرکے قادیان آگئے اور یہاں ہی آپ کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ 1939 میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعدہ آپنے ایف اے اور مبلغین کا کورس بھی پاس کیا۔ آپ 1940ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں استاد مقرر ہوئے جبکہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ ہیڈ ماسٹر تھے۔ حضرت میر صاحب کی آپ پر خاص شفقت تھی۔ آپ کو بورڈنگ کی ٹیوٹری اور دیگر ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ 20 فروری 1944ء کو جو عظیم الشان تاریخی جلسہ ہوا اس میں آپ کو مرکز کی طرف سے حاضرین کے طعام اور قیام کے انتظامات کیلئے ہوشیارپور بھجوایا گیا۔ ان انتظامات پر حضرت مصلح موعودؓ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ڈلہوزی اور دیگر کئی سفروں میں جانے کا موقعہ ملا۔

آپ کی شادی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت چوہدری مولا بخش صاحبؓ نمبردار چک نمبر 35 جنوبی سرگودھا صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوئی۔ جس سے آپ کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے مکرم ڈاکٹر عبدالرشید بدر صاحب ایم ایس سرجن نور ہسپتال قادیان اور خاکسار عبدالباسط مقیم امریکہ ہیں۔

آپ کی خدمات:

تقسیم ملک کے بعد آپ کو متفرق عہدوں پر خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ معاون ناظر دعوۃ وتبلیغ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ساتھ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان بھی رہے۔ 30 سال سے زائد عرصہ آپ کو نائب افسر جلسہ سالانہ قادیان کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ 25 سال سے زائد عرصہ تک آپ کو اخبار بدر کی کامیاب ادارت کی توفیق نصیب ہوئی آپنے محنت سے اخبار بدر کا علمی معیار بلند کیا۔ آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان اور قضا بورڈ کا ممبر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اور مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری کی آپ پر خاص شفقت تھی اور آپ کے مضامین پسند فرماتے تھے اور دوسری طرف مولانا محمد عثمان فارقلیط ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی اور مولانا عبد الماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ جیسے نامور صحافی بھی آپ کے ادارتی نوٹس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ جید عالم تھے صرف ونحو پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اسی طرح تفسیر القرآن کا ملکہ آپ کو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمایا تھا۔

آپنے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی تحریک پر صرف ونحو کی دو کتابیں "کتاب الصرف" اور "کتاب النحو" تحریر کیں جو آج تک جامعہ احمدیہ قادیان کے نصاب میں شامل ہیں۔ سالہا سال تک آپ کو رمضان المبارک میں درس کی توفیق نصیب ہوئی۔ دور درویشی میں 25 سال تک مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں امامت کے فرائض سرانجام دئے۔ آپ ایک بہترین مقرر بھی تھے اور تقریر کا ایک غیر معمولی ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سب کچھ آپ نے اپنے محسن استاد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے حاصل کیا تھا۔ آپ کو سالہا سال تک جلسہ سالانہ میں ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔

شفیق استاد:

1965ء میں آپ محترم مولانا ابراہیم فاضل صاحب کے ریٹائر ہونے کے بعد مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ کا حلقہ تلامیذ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند تک ممتد تھا۔ اور تقسیم ملک کے بعد قادیان کے اکثر فارغ التحصیل مبلغین و معلمین آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے صاحبزادے بشمول محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور سابق امیر جماعت و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان، محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان، محترم سید میر محمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ، مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان، محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم مورخ احمدیت، محترم مولانا عبدالحیٔ صاحب ناظر نشر و اشاعت ربوہ، محترم مولانا سلطان محمود صاحب ربوہ اور ہندوستان کے اکثر سینئر مبلغین آپ کے شاگرد ہیں۔

فضل عمر فاونڈیشن کے تحت انعامی مقالہ میں اول:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے عہد خلافت میں 1969ء میں فضل عمر فاونڈیشن کے تحت انعامی مقالہ کے مقابلہ میں آپ نے "معبود حقیقی ہمارا تمہارا خدا" کے عنوان سے ایک ٹھوس اور مدلل مضمون لکھا اور اول انعام کے مستحق قرار پائے۔ اس کتاب کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عنہ نے خاکسار کے نام اپنے مکتوب مورخہ 13 اگست 2010ء میں تحریر فرمایا کہ:

" آپ کے ابا محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب کا مقالہ "معبود حقیقی ہمارا تمہارا خدا" آپ کی طرف سے کتابی صورت میں ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں نے جستہ جستہ دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ ایک جامع مضمون ہے۔ اللہ کرے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت اور توحید کا فہم و ادراک پڑھنے والوں کے دلوں میں پہلے سے بڑھ کے پیدا کرے۔ آمین۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت ہے جو یہ کتاب پوری کرتی ہے۔ اگر اس کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ اللہ آپ کے ابا کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کو ان کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کامیاب داعی الی اللہ:

آپ ایک کامیاب داعی الی اللہ بھی تھے۔ اکثر غیر از جماعت مہمان قادیان زیارت کے لئے آتے تھے آپ ان کے پاس لنگر خانہ میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے۔ دعوت الی اللہ کے تعلق سے سالہا سال تک مولانا صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ کے ہمراہ پنجاب کی جیلوں میں قیدیوں کے پاس حال احوال پوچھنے کی توفیق ملی۔

خلفاء کرام کی خوشنودی:

آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ خدمت اسلام میں صرف کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں خطبہ جمعہ 9 دسمبر 1967 میں ارشاد فرمایا:

" آپ قادیان میں خدمت دین اور خدمت احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں" آپ پابند صوم وصلوۃ، صاحب الہام و کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ آخری عمر میں آپ کا بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ 5 نومبر 1987ء کو آپ کا بلڈ پریشر اچانک بڑھ گیا اور مقامی طبیب کے آنے سے قبل ہی اس دار فانی سے رحلت کر کے اپنے معبود حقیقی کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور آپ کی وفات پر فرمایا۔

" مولانا مرحوم ایک مخلص واقف زندگی اور انتھک داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے جماعت کی وفاداری اور سرگرمی سے خدمت کی ہے۔ ان کی شدت سے کمی محسوس کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو دائمی سلامتی بخشے۔ آمین"

☆☆☆

☆☆☆☆

محترم مولانا منظور احمد گھنو کے جّہ صاحب درویش

مکرم چودھری مقبول احمد صاحب۔ جرنلسٹ قادیان

خاکسار کے والد محترم مولانا منظور احمد صاحب کی پیدائش 17 ستمبر 1925ء بروز جمعرات بمقام صیاتیاں تحصیل کامو کے ضلع گجرانوالہ میں اپنے ننہال میں ہوئی۔ آپ کا اصل وطن گھنو کے جّہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ہے۔ آپ کے والد صاحب کا نام محترم ماسٹر یعقوب علی صاحب تھا آپ کا آبائی پیشہ زراعت تھا۔ دادا جان نے والد صاحب کو قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم خود دی اور اسکول میں بھی تعلیم دلوائی۔ آٹھویں پاس کرنے کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے حصول کے لئے محترم دادا جان نے جون 1941ء میں قادیان بھیج دیا جہاں آپ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ آپ کو اس دوران بہت سے جیّد صحابہ مثلاً حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ، حضرت محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ، ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب رضی اللہ، حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب، مہر سنگھ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت اور خصوصاً حضور کا پہرہ دینے اور آپ کے پیر دبانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

درویشی کی سعادت:

محترم والد صاحب جولائی 1947ء میں موسمی تعطیلات میں اپنے گھر گئے۔ دس پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ فسادات پھوٹ پڑے۔ میرے دادا ماسٹر یعقوب علی صاحب نے والد صاحب کو فرمایا کہ بیٹا اب تمہاری ضرورت قادیان کو ہے اور تمہیں اب قادیان حضور کے ارشاد کی تعمیل میں حفاظت مرکز کے لیے جانا ہے۔ والد صاحب نے اپنے والد صاحب سے عرض کی ٹھیک ہے میں حاضر ہوں۔ آپ اپنے گاؤں سے کچھ دوستوں کے ساتھ قادیان کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انتہائی نامساعد حالات میں سے گزرتے ہوئے آپ قادیان پہنچے۔ محترم والد صاحب کی ڈیوٹی مکرم مرزا رشید احمد صاحب کے مکان پر پہرہ کی لگی۔ قادیان آکر اپنوں کی یاد وقت کے ساتھ ساتھ مزید تیز ہوگئی ایسے موقعوں پر والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ وہ بیت الدعا میں جاکر خوب اپنے دل کا غبار نکالتے اور رو رو کر اپنے دل کو ہلکا کر لیتے تھے۔

فاضل فی التفسیر کا امتحان:

والد صاحب مرحوم تقسیم ہند سے قبل جامعہ احمدیہ کے درجہ اولیٰ کے طالب علم تھے۔ علم کی مزید تڑپ آپ کو بے چین کرتی رہی۔ ابتدائے درویشی میں حالات کے سازگار نہ ہونے کی وجہ سے آپ تعلیم کو مزید جاری نہ رکھ سکے۔ مگر بعد میں آپ نے 1953ء میں لکھنؤ جاکر لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل فی التفسیر کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپکی نظر خراب ہوگئی جسکی وجہ سے آپ سخت پریشان ہو گئے۔ آپ نے اپنا علاج کروایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صفت شافی کے تحت کافی افاقہ ہوگیا۔ الحمدللہ۔

میدان تبلیغ میں:

محترم والد صاحب مئی 1954ء میں تبلیغ اسلام کے لیے مسکرہ یوپی تعینات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میدان تبلیغ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی الحمد للہ۔ آپ کو مسکرہ میں پانچ سال تک رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ وہاں کافی سرگرمی کے ساتھ تبلیغ و تربیت کے کاموں میں مصروف رہے۔ اگست 1965ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھنؤ میں آپ کی شادی ہوئی۔ والد بتایا کرتے تھے کہ شادی ہونے کے بعد میری بیوی نے بھی مشکلات اور مصائب میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ محترمہ والدہ صاحبہ نے لکھنؤ میں پرورش پائی تھی اور لکھنؤ جیسے شہر سے مسکرہ جیسے دیہات میں آکر بھی انہوں نے کبھی کوئی شکوہ نہ کیا۔

مسکرہ میں کریم نام کا ایک مخالف تھا جو اکثر والد صاحب کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے اس قادیانی مبلغ کو نہیں چھوڑنا اور اسکو ختم کر دینا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی عجیب قدرت نمائی دکھائی کہ وہ ایک دن گھر بیٹھا ہوا اپنی بندوق کی صفائی کر رہا تھا کہ اچانک بندوق کے اندر جو بارود اور شیشے کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے ہوئی تھیں ایک دم وہ چلنے لگی اور اسکے دونوں ہاتھ چہرہ اور پورا بدن اس سے چھلنی ہوگیا اور اسکی حالت نازک اور تشویشناک ہوگئی۔ ڈاکٹر نے اسکے ہاتھ کاٹے اور بڑی کوشش کی کہ کسی طرح اسکو موت کے منہ سے بچالیا جائے۔ لیکن وہ شخص بچ نہ سکا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے کمزور ناتواں بندے کی لاج رکھی۔ مئی 1959ء میں والد صاحب کا تبادلہ امروہہ میں ہوا۔ امروہہ میں والد صاحب مرحوم کو خدا تعالے نے محض اپنے فضل سے پہلی بیٹی عزیزہ سلیمہ شہناز سے نوازا۔

داد جان کا والد صاحب کو سمجھانا:

محترم والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ جب میری بڑی ہمشیرہ کی ولادت ہوئی تو ہمیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور دکھ اٹھانے پڑے۔ ایک مرتبہ میں اپنی مساعی تبلیغی کے سلسلہ میں گھر سے باہر تھا کہ میرے پیچھے ایک شیعہ عورت نے میری اہلیہ خورشیدہ رقیہ کو نہ جانے کیا کھلا دیا کہ جب میں گھر میں آیا تو دیکھا کہ چارپائی قے کے ساتھ بھری پڑی تھی میری بیوی نیم بے ہوشی کے عالم میں تھیں اور کپڑے گندے ہوگئے تھے۔ بچی کے گلے میں چیتھڑے ڈالے ہوئے تھے۔ اور بالوں کو موم لگا کر اکھیڑنے کی کوشش کی گئی تھی اور ناف بھی اکھیڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چارپائی پر سرخ مرچیں ڈالی ہوئی تھیں۔ اس منظر کو دیکھکر مجھے بے حد پریشانی ہوئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ میری بیوی دو تین سال تک بیمار رہیں اور مجھے انکا علاج کروانا پڑا۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو میں نے اپنی بے کسی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں اور اس ابتلا سے نجات کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر التجا کی۔ یہ وہ واقعہ تھا جس سے میرا دل بہت ڈرا اور میں نے ان تمام مشکلات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ میں اب اپنے وطن واپس چلا جاؤنگا۔ چنانچہ میں نے امروہہ سے اپنے پیارے والد محترم کو خط لکھا کہ ابّا جان اب حالات سخت نازک صورت اختیار کر گئے ہیں۔ میرا یہاں رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ واپس گھر آکر کچھ تجارت کروں گا اور کچھ زراعت وغیرہ کر لونگا۔ آپ مجھے واپس آنے کی اجازت دے دیں۔ آپکی بہت بڑی شفقت ہوگی۔ لیکن میرے والد محترم جو ہمیشہ مجھے نورچشم راحت جاں اور طول عمر لکھا کرتے تھے میرے اس خط کا جواب انھوں نے اس طرح دیا کہ:

"منظور صاحب۔

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپکا خط مل گیا ہے۔ آپ بیشک آجائیں۔ آکر زراعت کریں۔ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور مجھ سے آپکا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ آپ جہاں چاہیں جائیں اور جہاں چاہیں رہیں۔ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" والد صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس جب ابّا جان کا یہ خط آیا تو میں سخت پریشان ہوگیا اور میرے لئے دنیا اندھیر ہوگئی۔ ایک باپ جس کا بیٹا ساڑھے چودہ سال سے جدا ہو اور وہ اپنے بیٹے کو اس قسم کا جواب دے یہ صرف احمدیت میں ہی ممکن ہے۔ اس پر والد صاحب نے ان سے معذرت کی اور واپس جانے کا خیال ترک کر دیا۔

دعا گو شخصیت:

والد صاحب بہت دعا گو انسان تھے۔ آپ اکثر خلیفہ وقت کو اور بزرگوں کو دعا کے لیے کہتے تھے۔ میرے لئے خانہ کعبہ میں صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے دعا کی اور انھوں نے میرے والد صاحب کو وہاں سے آنے کے بعد بتایا کہ خدا تعالے آپکو بیٹے کی نعمت سے نوازے گا اور وہ مقبول ہوگا۔ اسی طرح ایک درویش محترم شریف احمد صاحب گجراتی جو کہ بہت دعا گو شخص تھے نے میرے والد صاحب کو کہا کہ میں نے دعا کی ہے۔ انشااللہ آپکے ہاں بیٹا ہوگا اور وہ مقبول ہوگا۔ اسی طرح میرے والد صاحب نے بھی ایک خواب دیکھی کہ میرے ایک بیٹا ہوا ہے اور وہ سفید گھوڑے پر سوار ہے اور ہاتھ میں اسنے رائفل پکڑی ہے۔ خدا تعالے نے فضل کیا اور میری ولادت ہوئی۔ میرا نام حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح ثالث نے مقبول احمد رکھا۔ بزرگان کی بات اس رنگ میں بھی پوری ہوئی کہ میرا رشتہ پاکستان میں اپنے چچا کی بیٹی سے طے پایا۔ جب شادی ہونے والی تھی اس وقت انڈیا اور پاکستان کے حالات خراب ہوگئے اور بارڈر بند ہوگئے۔ کیونکہ ہندوستان کی پارلیمنٹ پر حملہ ہوا تھا۔ بھارت کا کہنا تھا کہ یہ حملہ سرحد پار بیٹھے دہشت گردوں نے کروایا ہے۔ انہیں دنوں قادیان میں سابقہ ڈپٹی پرائیم منسٹر ایل کے ایڈوانی قادیان آنے والے تھے۔ جسکی کوریج

باقی صفحہ 184 پر ملاحظہ فرمائیں

محترم عزیز احمد منصوری صاحب درویش

(مکرم تنویر احمد صاحب منصوری دکارکن دفتر محاسب قادیان)

خاکسار کے والد محترم عزیز احمد منصوری صاحب گلدستہ درویشان کے ایک خوش نام پھول تھے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کی پیدائش 1928ء میں منصوری پہاڑ پر ہوئی تھی۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم منشی عبد الخالق صاحب اور والدہ محترمہ کا نام مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ تھا۔ آپ کے دو بھائی مکرم رفیق احمد صاحب منصوری اور مکرم شریف احمد صاحب منصوری اور ایک بہن عزیزہ بیگم صاحبہ تھیں۔ ان سے مکرم رفیق احمد منصوری صاحب مقیم حین حیات کینیڈا ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم علاقہ کے اسکول میں حاصل کی۔ محترم دادا جان کی وفات پر دادی جان محترمہ اپنے بچوں کو لے کر قادیان تشریف لے آئیں۔ بعدہ والد صاحب نے ملازمت کے لئے آرمی میں شمولیت اختیار کر لی۔ جنگ عظیم دوم میں آپ شامل ہوکر لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔

1946ء میں محترم والد صاحب کی شادی خاکسار کی والدہ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ بنت مکرم قاضی عبد الرزاق صاحب سے 5 روپے حق مہر پر ہوئی۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا تھا۔ شادی کے معاً بعد تقسیم ملک کا سانحہ پیش آ گیا۔ خاکسار کی والدہ محترمہ اپنی نوزائیدہ بچی کو لے کر حضور انور کی ہدایت پر پاکستان تشریف لے گئیں۔ بعدہ والدہ محترمہ درویشان کی ازواج کے قادیان تشریف لانے والے پہلے قافلہ میں 1948ء میں دوبارہ تشریف لائیں۔ فوج کی نوکری آدمی کو بہادر اور ڈسپلن کا پابند کر دیتی ہے۔ مگر باوجود اس کے محترم والد صاحب بہت ہنس مکھ اور ہر دل عزیز تھے۔ محترم والد صاحب میں بہادری بہت زیادہ تھی ابتدائی درویشی کے ایام میں آپ بہشتی مقبرہ میں ڈیوٹیاں دینے والے درویشان کے لئے کرفیو کے ایام میں کھانا لے کر جایا کرتے تھے۔ اس کے لئے آپ ڈھاب میں سے جو کہ ان دنوں صاف شفاف پانی کا جوہڑ تھا تیر کر صبح شام کھانا لیکر جایا کرتے تھے۔ آپ نے دور درویشی کے مشکلات کے دن نہایت صبر اور حوصلہ سے گزارے۔ نہایت معمولی تنخواہ پر آپ نے ہم چار بھائیوں اور دو بہنوں کو احسن رنگ میں پالا۔

آپ خلیفہ وقت کے ہر حکم پر لبیک کہتے تھے۔ جب حضور انور کی تحریک ہوئی کہ جو درویشان کام جانتے ہیں وہ باہر جا کر کام کریں تا انجمن پر بوجھ کم ہو۔ اس پر محترم والد صاحب دہلی تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے گملوں کا کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کام میں برکت عطا فرمائی آج بھی خاکسار کا بھانجا دہلی میں یہ کام کر رہا ہے۔

آپ نے تزئین بہشتی مقبرہ کے سلسلہ میں بھی نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں موجود فوارہ اور دیگر بڑے بڑے بینچ آپ کی کاریگری کا نمونہ ہیں۔ آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں خدمت کی توفیق ملی۔ خصوصاً پہرہ کی ڈیوٹی آپ نے نہایت جفاکشی کے ساتھ دی۔ آپ دار المسیح کے اندر موجود گلشن احمد کے سامنے کے کمروں میں رہتے تھے۔ اس لئے پہرہ کے ساتھ ساتھ آپ عموماً گرمیوں میں دار المسیح کی صفائی وغیرہ کا کام بھی بخوشی کرتے تھے۔ آپ کو شکار کا بہت شوق تھا خصوصاً مچھلی کے شکار میں آپ ماہر شکاری شمار کئے جاتے تھے۔

محترم والد صاحب کی وفات 1991 میں قادیان میں ہوئی۔ نماز جنازہ مکرم و محترم امیر صاحب مقامی نے پڑھائی۔ اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ آپ کے بچوں میں سے خاکسار تنویر احمد منصوری قادیان میں رہ کر خدمت بجا لا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم والد صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں والد محترم کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محترم چودھری سعید احمد صاحب درویش

مکرم چودھری سعید احمد صاحب بی اے ولد چودھری فیض احمد صاحب۔ آپ 1922ء کے آخر میں اپنے ننھال موضع چک 35 جنوبی سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن پوہلا مہاراں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ ہے۔ آپ نے میٹرک دہلی سے پاس کیا اور بی اے آنرز 1945ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے پاس کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آپ نے سرکاری ملازمت کی۔ آپ کے دادا چودھری غلام محمد صاحب۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی اور علاقہ کی جماعتوں کے امیر تھے۔ آپ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ 17/اگست 1947ء کے پرخطر زمانہ میں اپنے گاؤں سے بچاس میل پیدل مسافت طے کر کے قادیان پہنچے اور یہ خطرناک ایام صبر و سکون اور جرأت سے گزارے اور خدمت دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کی۔ مرکز میں درویشی کے ایام میں آپ بطور نگران درویشان بیرون ممبر صدر انجمن احمدیہ، محاسب، آڈیٹر ناظم جائیداد، ناظم تعمیرات، نائب ناظر بیت المال کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی شادی محترمہ طاہرہ سلطانہ صاحبہ لکھنؤ سے ہوئی جن سے سات بچے ہیں۔ آپ کے بچوں میں سے مکرم چودھری مسعود احمد صاحب اور چوہدری منصور احمد صاحب سلسلہ کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین (ادارہ)

باقی چودھری منظور احمد گھنو کے درویش

کرنے کے لیے امرتسر سمیت اہم جگہوں سے سرکردہ رپورٹر قادیان پہنچے ہوئے تھے۔ ان رپورٹروں کو پتہ چلا کہ میری شادی ہونے والی تھی پر بارڈر بند ہو جانے کی وجہ سے بیچ میں لٹک گئی ہے تو تمام اخبارات نے جو کہ مختلف زبانوں میں چھپتی ہیں صفحہ اوّل پر خبریں لگا دیں کہ کیسے حالات خراب ہونے کی وجہ سے شادی رک گئی ہے۔ خبریں آنی تھیں کہ دنیا بھر کی میڈیا نے بھی یہ معاملہ اچھالا۔ کافی لمبے عرصہ بعد جب بارڈر کھلے تو پہلی کراس بارڈر میرج میری ہوئی۔ میرا نکاح مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھا اور اس نکاح کی تقریب کو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار کئی چینلز نے لائیو نشر کیا اور دنیا بھر کے ٹی وی اخبارات نے اس کی کوریج کی اور اوّل صفحہ پر فوٹوز کے ساتھ خبریں نشر کیں۔ اس میں میری کوئی ذاتی خصوصیت نہ تھی بلکہ یہ تمام امور والد صاحب مرحوم اور بزرگان کی دُعاؤں کے طفیل رونما ہوئے۔

احمدیہ مرکزی لائیبریری میں تبادلہ:

محترم والد صاحب کا دسمبر 1979ء میں یادگیر سے قادیان میں تبادلہ ہو گیا۔ آپکو اگست 1980ء میں احمدیہ مرکزی لائبریری کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔ لائبریری کی حالت بڑی خستہ تھی۔ ابتدا میں آپ اور دیگر کارکنان لائبریری کی صفائی میں ہی لگے رہے۔ پھر کام کی نوعیت کے پیش نظر عملہ میں اضافہ ہوا اور لائبریری کی کچھ ترتیب و تزئین شروع کی گئی۔ لیکن عملہ کی کمی کافی محسوس ہوتی رہی۔ آخر مکرم مظفر احمد صاحب اقبال صاحب کا 1981ء بطور کارکن درجہ اوّل لائبریری میں تقرر ہوا۔ والد صاحب نے بتایا کہ ہم سب کارکنان نے ملکر بڑی محنت اور کوشش و ذوق و شوق سے دن رات کام کر کے لائبریری کو لائبریری کہلانے کے لائق بنایا۔ اس امر کا ذکر محترم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب ناظر تعلیم نے اپنی کتاب کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں" میں کیا ہے۔ الحمد للہ آج مرکزی لائبریری ایک نئی اور وسیع و عریض عمارت میں تمام تر جدید سہولیات کے ساتھ خدمت خلق میں مصروف ہے۔ 16 ستمبر 1985ء کو مرکزی لائبریری سے والد صاحب عہدہ برآ ہوئے۔

وفات:

آپکی وفات 6 دسمبر 1998ء کو صبح ساڑھے دس پونے گیارہ بجے کے درمیان ہوئی۔ جلسہ سالانہ کا یہ دوسرا دن تھا۔ آپ موصی تھے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب رحمہ اللہ ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے آپ کی نماز جنازہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھائی۔ جسمیں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپکی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شامل ہوئے کہ جگہ تنگ پڑ گئی۔ لوگوں کو پیر رکھنے کی جگہ تک نہیں مل رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کے والد محترم پر اپنا فضل فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

☆☆☆

محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب درویش

(مکرم محمد نورالدین ناصر صاحب۔ مربی سلسلہ کارکن احمدیہ مرکزیہ لائبریری)

تقسیم ملک کے سخت خطرناک حالات میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت کے نوجوانوں کو یہ تحریک کی کہ وہ مرکز کی حفاظت کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں اُس وقت خاکسار کے والد محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ آپ نے خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس عہد اور وقف کو بخوبی نبھایا۔ محترم والد صاحب نے اپنی زندگی کے حالات خود ایک رجسٹر میں درج فرمائے تھے۔ اپنی پیدائش تعلیم اور قادیان آنے کے حالات کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''میرا نام عبد اللہ ابن چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش آف حسن پور کلاں تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور حال چک 366/W.B تحصیل لودھراں ضلع ملتان ہے۔ میری پیدائش 16 دسمبر 1913ء کی ہے۔

مجھے سات سال کی عمر میں اسکول میں داخل کرایا گیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ کاٹھ گڑھ اور ہمارے گاؤں کے درمیان دریائے ستلج بہتا تھا اور برسات کے موسم میں دریا پار کسی گاؤں میں یا کاٹھ گڑھ میں رہنا پڑتا تھا۔ سردیوں میں دریا خشک ہونے پر روزانہ گھر آنا ہوتا تھا جو چار کوس کا فاصلہ تھا۔ اس طرح اتنا لمبا سفر کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ دوسری طرف ہمارے ننھیال کے گاؤں قصبہ ''بیلہ'' میں سکول تھا جو ہم سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن والد صاحب نے ہمیں اس سکول میں اس لئے داخل نہ کرایا کہ بچے دین نہ سیکھیں گے۔ گویا دین سکھانے کے لئے خود بڑی پریشانی لی اور ہم سب بھائیوں کو بڑی تکلیف اٹھا کر یہ سفر کرنا ہوتا تھا۔ کاٹھ گڑھ میں محترم حضرت مولوی عبد السلام صاحب نے تعلیم الاسلام مڈل سکول کھولا ہوا تھا۔ جس میں خاص احمدیت کی روشنی میں بچوں کی تربیت کی جاتی تھی۔ مجھے پانچویں جماعت تک اسی اسکول میں پڑھایا۔ بعدازاں روپڑ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل ہوا۔ اپریل 1929ء تک وہاں پڑھا۔

1933 میں میری پہلی شادی ہوئی۔

1934 میں بعض گھریلو ابتلاؤں کے باعث اپنے آبائی گاؤں کاٹھ گڑھ کے نزدیک آ گیا۔ پہلے والا گاؤں دریا بُرد ہو چکا تھا۔ وہیں سے میں 11/15 پنجاب رجمنٹ جس میں ایک کمپنی احمدیوں کی تھی میں بھرتی ہو گیا۔ قصہ کوتاہ جنگ شروع ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ جو کیپٹن اور کمپنی کمانڈر تھے ریٹائر ہو گئے۔ صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب لیفٹننٹ کمپنی کمانڈر مقرر ہوئے۔ احمدیہ کمپنی ستمبر 1939ء میں منتقل ہو کر انبالہ سے آسن سول چلی گئی۔

ایک مخالف آفسر نے جو کٹر آریہ تھا در پردہ احمدی کمپنی کے تڑوانے کی کوشش کی۔ میاں صاحب نے بذریعہ فون حضورؓ کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضور نے جماعت کے نوجوانوں کو بھرتی ہونے کی تحریک فرمائی۔ اس میں ایک بات حضور نے یہ فرمائی کہ احمدی کمپنی جنگ میں نہیں جائیگی۔ مفت میں ہمارے نوجوان فوجی ٹریننگ لے لیں گے جو کسی وقت مرکز میں ہمارے کام آئیں گے حضور کا خطبہ الفضل میں چھپا۔ میں نے بھی پڑھا چنانچہ اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ ہم جو فوجی جوان ہیں کسی وقت بھی خدمت کے لئے مرکز میں جانا ہے 1939ء کی بات ہے میں نے اسی وقت مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ فوج سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بہر حال مرکز میں جانا ہے۔ چنانچہ جب ہم 1946ء میں انبالہ سے ریلیز ہوئے تو میں نے اپنے نوجوانوں کو تاکید کی کہ جب بھی مرکز سے آواز آئے آپ لوگوں نے مرکز میں آنا ہے۔ (دراصل والد صاحب احمدیہ کمپنی میں نائب صوبہ دار تھے اسلئے آپ نے نصیحتاً ساتھیوں کو یہ تاکید کی تھی) میں اپنے گھر جا کر قریباً ڈیڑھ سال رہا اور اپنے ارادے پر پختہ رہا۔ ہر وقت اپنی نیت کے مطابق ذہنی تیاری میں رہتا۔ بظاہر خیال یہ تھا کہ ہم کوئی علمی آدمی تو ہیں نہیں فوجی آدمی ہیں اس قسم کا کام ہم سے لیا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے نیچے کا بستر اور ایک ایک چیز نکال دی اور کھڑی چار پائی پر جو مُنج کے بان سے بُنی ہوئی تھی سو جاتا۔ محض اس خیال سے کہ خدمت کے وقت کس طرح کہاں کہاں دھکے کھانے ہیں۔ اپنے آپ کو تکلیفوں کا عادی بنانا چاہئیے اور سخت جان ہونا چاہیئے۔ اسی زمانہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے مضامین الفضل میں آیا کرتے تھے۔ انکی ایک بات نے مجھے بڑا فائدہ دیا کہ جس شخص نے خدمت دین کے لئے ارادہ کیا ہوا ہو اسکو ذہنی طور پر اپنے آپ کو فرضی ابتلاؤں میں ڈال کر ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے کہ اگر فلاں قسم کا بھی ابتلا آوے تو میں اس میں ثابت قدم رہوں گا۔ فلاں قسم کا ابتلا آئے تو بھی ثابت قدم رہوں گا میں ایسا ہی کرتا رہا اور اس بات نے مجھے وقت آنے پر بڑا فائدہ دیا اور جب قادیان آکر لمبے عرصہ کے لئے ابتلا آئے تو خدا تعالیٰ نے ان بتلاؤں سے صحیح سالم گزرنے کی توفیق دی۔ الحمدللہ۔

گھر آنے پر 1946ء میں محترم والد صاحب مرحوم نے اپنے بعض ملنے والے افسران سے ملکر میرا نام سرکاری ٹھیکیداروں میں درج کروا دیا۔ اور مجھے بار بار وہاں جا کر کام کرنے کی تاکید فرماتے۔ لیکن میرا دل پتہ نہیں کس وجہ سے ہرگز اس طرف مائل نہ ہوا باپ کی باتیں سن کر چُپ ہو رہتا۔ قصہ کوتاہ آزادی کا دن آ گیا۔ ہمارا اخبار الفضل آنا بند ہو گیا اور مرکز سے بظاہر کوئی رابطہ نہ رہا۔ جس سے سخت تشویش ہوئی 24 اگست کو جب ہم 11 بجے دن کے کام سے فارغ ہو کر درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے تھے کہ دور سے مکرم شیخ (یہاں اُن کا نام بھولتا ہوں شیخ منیر احمد صاحب کے بڑے بھائی) کو اپنی طرف آتے دیکھا جو سائیکل کھینچے ہماری طرف آ رہے تھے۔ دیکھتے ہی ہم سمجھ گئے کہ مرکز سے کوئی پیغام آیا ہے۔ جب وہ آئے تو یہی بات نکلی کہ مرکز سے نوجوانوں بُلوا آیا ہے انہوں نے کہا کہ آپ میں سے ایک بھائی 28 اگست کو امیر ضلع کے پاس ملتان پہنچ جائے۔ یہ پیغام دیکر وہ واپس چلے گئے۔ کھانے کے لئے بہتر ازور لگایا انہوں نے نہ مانا کہ فلاں جگہ یہی پیغام دیکر دینا پور پہنچنا ہے۔

ہم تین بھائی موجود تھے یہ ہمارے مربع کی بات ہے۔ بھائی حق نواز صاحب برادرم عبد الرحمٰن اور خاکسار۔ بڑے بھائی (یعنی چوتھے) مستقل بیمار تھے۔ (والد صاحب تیسرے نمبر کے تھے۔) ہم نے اپنی اپنی جگہ خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ آخر یہ بات طے پائی کہ قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلے وہ چلا جائے۔ چونکہ میں تو اس کے لئے 1939ء سے تیار ہو رہا تھا میری خواہش ایک جنون کی سی کیفیت رکھتی تھی۔ لیکن اس بارے میں میں نے کبھی بھی اپنے کسی بھائی سے بات نہ کی تھی۔ خاموشی سے ذہنی تیاری اور عمل بھی جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہوں جاری رکھا۔ کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ قرعہ ڈالا تو چھوٹے بھائی کا نام نکلا۔

میں نے اس سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ پھر ایک دفعہ ڈالو۔ بلا کسی کے اختلاف کرنے کے دوسری دفعہ قرعہ ڈالا۔ پھر بھی چھوٹے بھائی کا نام نکلا۔ میں نے پھر اس سے اتفاق نہ کرتے ہوئے تیسری دفعہ قرعہ ڈالنے کو کہا۔ میرے باقی دونوں بھائی بغیر کسی اختلاف کے تیسری دفعہ قرعہ ڈالنے پر راضی ہو گئے۔ تیسری بار پھر چھوٹے بھائی کا نام قرعہ میں نکل آیا۔ اب تین بار ہو چکنے کے بعد میں مایوس ہو کر چپ ہو رہا۔

چنانچہ میں نے عبد الرحمٰن سے کہا کہ بھئی قرعہ تمھارا نکلا بلکہ تین دفعہ نکلا۔ حق تمہارا ہے میرا نہیں۔ ایک بات مانو کہ اپنا حق مجھے دے دو۔ وہ میرے اس کہنے پر فوراً بولا کہ اچھا ٹھیک ہے حق لے لو۔ چنانچہ میں نے تیاری شروع کر دی۔ بڑا لمبا اس بات کو سوچنے پر میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ دراصل باقی دو بھائی بظاہر یہ کاروائی قرعہ اندازی کر رہے تھے دل سے جانے کا ارادہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تینوں دفعہ قرعہ پر میرے اختلاف کرنے پر کسی نے بھی کوئی ذرا سی بات بھی نہ کی اور فوراً رضا مند ہو گئے کہ ٹھیک ہے پھر قرعہ ڈال لو۔ پھر اس کے علاوہ چھوٹے بھائی سے حق مانگنے پر اس کا فوراً بلا تردد ہاں کر دینا یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ دل سے ارادہ جانے کا نہ تھا۔ دوسری بات جو بعد کے واقعات سے مجھ پر ثابت ہوئی یہ تھی کہ قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے میرے جذبہ وشوق کا امتحان اللہ تعالیٰ نے لینا تھا۔

قادیان آنے کے بعد میری مختلف کاموں پر ڈیوٹی لگتی رہی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ مجھے باہر بھیجا جائے جہاں آمنے سامنے مقابلہ ہو۔ ہمارے انچارج صوبیدار میجر شیر ولی صاحب تھے۔ جنکو عام طور پر فاضل بھائی کہا کرتے تھے یا بابا شہر ولی کہتے تھے۔ میرا نام مولوی رکھا گیا۔ تب سے میں مولوی کہلانے لگا۔ جسکو کسی وقت میں خود اور صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب گالی سمجھا کرتے تھے۔ یہ نام ہمیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد

صاحب کا دیا ہوا ہے اسلئے مجھے مولوی کہلوانا چبھتا نہیں ہے۔ اب تو ساری عمر مولوی کہلا کر تو یا کہیں کہ مولوی بن گئے۔''

والد صاحب کی جماعتی خدمات:۔

خاکسار کے والد صاحب نے بہت سی اہم جماعتی خدمات انجام دیں۔ جن میں افسر لنگر خانہ، محاسب، سیکریٹری بہشتی مقبرہ، نائب ناظر تعلیم، معاون ناظر دعوۃ وتبلیغ اور بعدہ نائب ناظر دعوۃ وتبلیغ اور نائب ناظر اعلیٰ قابل ذکر ہیں۔ والد صاحب کو دفاتر میں کام کرتے ہوئے خاکسار نے اپنے بچپن میں ہی دیکھا تھا۔ والدہ اور بڑے بھائی بہن بتاتے ہیں کہ دفتر ی ذمہ داریوں کو بڑی دل جمعی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور اکثر دفتر کے کام گھر پر بھی لا کر کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے والد محترم کی طرح احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کریم سے والہانہ عشق:۔

محترم والد صاحب کو قرآن کریم سے بہت محبت تھی۔ باوجود سخت بیماری کے خاکسار نے کبھی نہیں دیکھا کہ والد صاحب نے دن میں دو یا تین مرتبہ قرآن کریم نہ پڑھا ہو اور اکثر مع ترجمہ پڑھا کرتے تھے۔ قرآن کریم صرف پڑھنے کی حد تک ہی انکی زندگی نہ تھی بلکہ حتی الوسع انکی کوشش ہوتی کہ قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ بچپن میں ہم بہن بھائیوں کو لیکر بیٹھ جاتے اور قرآن کریم میں بیان فرمودہ انبیائے کرام کے قصے ہمیں سناتے اور پھر ہم سے سنتے۔ والد صاحب نے اپنی زندگی میں اسقدر قرآن کریم کے دور کئے کہ کوئی ان کے سامنے قرآن پڑھتے وقت غلطی نہیں کرسکتا تھا یعنی فوری غلطی پکڑ لیا کرتے تھے۔ اپنے سبھی بچوں کو والد صاحب نے بہت چھوٹی عمر میں ہی قرآن کریم پڑھا دیا تھا اور روزانہ صبح کے وقت تلاوت کی پابندی کرواتے۔ خاکسار جب ابھی پانچ سال کا ہی تھا اور قرآن ختم کر چکا تھا ایک دن قرآن کریم پڑھ رہا تھا لجنہ کی ممبرات رپورٹ لینے کے لئے آئیں تو میری والدہ سے کہنے لگیں کہ دیکھنا بچہ قرآن لیکر بیٹھا ہے گرا نہ دے۔ والدہ نے بتایا کہ اس نے تو کب کا قرآن کریم ختم کرلیا ہے۔

والد صاحب نے اپنے پڑھنے والے قرآن میں جگہ جگہ پر کاغذ سے نشانیاں لگائی ہوئی تھیں جنکی تلاوت روزانہ ایک مرتبہ ضرور کرتے اور ہمیں اس کی اہمیت بھی بتاتے۔ رمضان المبارک میں سارا سارا دن قرآن کریم کی تلاوت میں گزار دیتے۔

صوم وصلوۃ کے پابند:۔

والد صاحب مرحوم صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے۔ خاکسار نے تو والد صاحب کو انکی بیماری میں بھی نہیں دیکھا کہ کبھی آپ نے کوئی نماز جمع کر کے پڑھی ہو۔ بستر پر ہی نماز کے لئے باوجود سردی وغیرہ کے وضوء کرتے اور نماز ادا کرتے۔ جس دن کچھ طبیعت اچھی ہوتی تو مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے۔ تہجد کبھی بھی نہ چھوڑتے اور والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ جب ہماری شادی ہوئی تو انہوں نے مجھے بھی تہجد کا عادی بنا دیا۔

خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ:

محترم والد صاحب کو خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت تھی۔ خلیفۂ وقت کے کسی بھی ارشاد پر فوری عمل کرنے کی آپ کی کوشش رہتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب وقف نو کی تحریک کا آغاز فرمایا تو فوری حضور کی خدمت میں لکھا کہ میرے بچوں کی پیدائش تو تحریک سے کافی پہلے کی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ میں بھی حضور کی اس مبارک تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے بچوں کو وقف نو میں شامل کروں۔ حضور نے جواباً فرمایا کہ آپکے بچے بڑے ہیں اسلئے آپ انکو وقفِ اولاد میں وقف کردیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

جذبہ خدمت دین:۔

محترم والد صاحب کے اندر خدمت دین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کوئی بھی موقعہ خدمت دین کا اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اسی میں گزرا اور اکثر ہمیں نصائح کرتے کہ دیکھو اگر میں اپنے والد صاحب کے کہنے پر سرکاری ٹھیکیداری میں پڑ جاتا تو اس وقت کے حساب سے لکھ پتی ہوتا مگر میرے اندر دین کی خدمت کا جذبہ تھا تم بھی ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ جب خاکسار ابھی صرف پانچ سال کا تھا تب سے والد صاحب نے میرے ذہن میں ڈالا کہ تم نے مدرسہ احمدیہ میں پڑھنا ہے اور اکثر یہ کہتے کہ میرے پاس کھڑے ہو جاؤ اور بولتے جاؤ کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔'' میرے بچپن میں ہی باوجود مالی تنگی کے روحانی خزائن کا مکمل سیٹ مع تفسیر کبیر وغیرہ خریدا کہ میرے بچے جب مدرسہ احمدیہ میں پڑھیں گے تو ان کے کام آئے گا۔

بہترین مہمان نواز:

خاکسار کے والد صاحب بہترین مہمان نواز تھے۔ جلسہ سالانہ سے قبل والدہ صاحبہ کو کہتے کہ دیکھو جلسہ پر مہمان آرہے ہیں۔ انکی خدمت میں کوئی کمی نہیں آنی چاہیئے یہ مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے کہ کسی بھی مہمان کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ ہمارے گھر رشتہ دار کم اور ہمارے پاکستانی رشتہ داروں کے ملنے جلنے والے زیادہ ٹھہرتے تھے جو سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ الحمدللہ۔

اسی طرح جب والد صاحب نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے اور اُنکو پتہ لگتا کہ کوئی نو احمدی آیا ہوا ہے یا جامعہ کے طلبا ہیں تو انکو وقتاً فوقتاً گھر میں لے آتے اور چائے کے بہانے سے ان سے لمبی لمبی باتیں کرتے اور انہیں نصائح کرتے رہتے۔

دعا گو انسان:

خاکسار کے والد صاحب بہت دعا گو انسان تھے۔ انکو دعا پر بہت بھروسہ تھا۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ تہجد تو تہجد انکی عام نمازیں بھی بہت لمبی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ جب صبح کے وقت ہم ان کا چہرہ دیکھتے تھے تو آنکھوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ اللہ کے حضور بہت روئے اور دعائیں کی ہیں۔ والدہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھو میں نے تمھارے لئے بہت دعائیں کی ہیں جو تمھارے بہت کام آئیں گی اور آج ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ والد صاحب کی دعائیں ہمارے بہت کام آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ بھی والد صاحب کی دعائیں ہمارے کام آتی رہیں اور ہمیں دین کا بہترین وجود بنائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو اپنے مقبول بندوں میں شامل کرے اور والد صاحب کی طرح ہمیں بھی دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الغرض خاکسار کے والد صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ ساری عمر آپ نے اسلامی شعار کی پابندی کی پوری کوشش کی۔ آپ کے لباس میں سلوار قمیص، اچکن، اور پگڑی شامل تھی۔ جس پر پوری عمر پابندی کرتے رہے۔ بیماری میں ہاتھ میں سوٹی لیکر چلتے تھے۔ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے حقیقت میں درویشانہ طریق پر اپنی زندگی گزاری۔

شادی اور اولاد:

خاکسار کے والد صاحب کی چار شادیاں ہوئیں تھیں جن سے ۶ بیٹے اور ۷ بیٹیاں ہوئیں۔ والد صاحب کی وفات 13 اگست 1995ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آپکی تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام بہن بھائیوں کو والد صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆

محترم محمد احمد کالا افغاناں صاحب درویش

(مکرم مبشر احمد صاحب، قادیان)

خاکسار کے والد محترم کا نام جو والدین نے رکھا تھا، وہ فقیر سائیں تھا۔ آپ کا یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بدل کر محمد احمد رکھا۔ آپ کی پیدائش کالا افغاناں میں 1924ء میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم مولیٰ بخش صاحب اور والدہ محترمہ کا نام اللہ رکھی صاحبہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پانچویں تک گاؤں میں حاصل کی تھی بعد میں آپ نے دسویں بٹالہ کے اسلامیہ اسکول میں جو نہرو گیٹ کی طرف جاتے ہوئے ہنسلی کے پل کے ساتھ ہے میں داخلہ لیا اور دسویں پاس کی۔ وہاں سے میٹرک پاس کرنے کے بعد قادیان کی محصول چنگی میں ملازم ہو گئے۔ آپ نے مرزا محمود احمد بولانوی صاحب کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو درویشی کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کو تبلیغ کا بہت زیادہ شوق تھا۔ خصوصاً آپ گاؤں دیہات میں تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔ آپ کی پہلی شادی رشتہ داروں میں ہوئی جبکہ دوسری شادی محترمہ ہدایت بی بی صاحبہ بنت علی محمد صاحب کالا افغاناں کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی وفات جون 2010ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

☆☆☆

محترم مولوی غلام نبی صاحب درویش

(مکرم ناصر محمود صاحب۔مربی سلسلہ)

ہمارے دادا مرحوم 10 اکتوبر 1920ء کو گاؤں مانگا ڈاکخانہ پھلورا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ پاکستان میں محترم چودھری فضل الدین صاحب اور ریشم بی بی صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے چچا حضرت بابا غلام محمد صاحب عرف بابا حویلی ولد مکرم فوجدار صاحب صحابیؓ (بیعت 1902ء) کو بھی درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔اُن کی وفات ۸۷ سال کی عمر میں 20 اپریل 1959 کو قادیان ہی میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔

تعلیم و خدمات

دادا جان مرحوم نے ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے اسکول میں حاصل کی۔تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ جب آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک حفاظت مرکز کے متعلق سُنی جس میں آپ نے نوجوانوں کو قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کی تھی تو فوراً فوج سے استعفیٰ دے کر قادیان آگئے۔ جہاں آپ کو حفاظت مرکز کے سلسلہ میں مختلف خدمات سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔

تبلیغی میدان

جب دیہاتی مبلغین کلاس کا آغاز ہوا تو آپ بھی حصول تعلیم کے لئے اس کلاس میں شامل ہوگئے۔ کلاس مکمل کرنے کے بعد آپ کو بطور دیہاتی مبلغ یوپی کے مختلف مقامات پر خدمت کا موقعہ ملا۔چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے یوپی کے راٹھ، مسکرا، انبیٹھ وغیرہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔آج بھی اس علاقہ کے لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں۔

عائلی زندگی۔

اس تبلیغی خدمت کے دوران آپ کی پہلی زوجہ مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔آپ کے دو بچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا میدان تبلیغ ہی میں پیدا ہوئے الحمد للہ۔ اس دوران آپ نے پیش آنے والی تمام مشکلات کا بڑے ہی صبر اور حوصلے سے سامنا کیا۔

1956ء میں آپ کو قادیان واپس بلا لیا گیا۔اس دوران آپ کی پہلی زوجہ پاکستان گئیں جہاں آپ کا بیٹا ایک تولدّ ہوا۔آپ کی پہلی زوجہ کچھ عرصہ بعد پاکستان میں ہی وفات پاگئیں۔ بعدازاں آپ کی دوسری شادی مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت مکرم چودھری شکردین صاحب سیالکوٹ سے 1959 میں مانگا میں ہوئی۔ اس شادی سے پاکستان میں آپ کے دو بچے تولد ہوئے۔دونوں شادیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو 11 بچوں سے نوازا۔ جن میں 5 لڑکیاں اور 6 لڑکے ہیں۔ سب بچے بفضلہٖ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں دین کی خدمت کررہے ہیں۔1962ء میں دادی جان قادیان تشریف لے آئیں۔دادی جان بتاتی ہیں کہ قادیان آکر ہم سب سے پہلے محترم بابا غلام محمد صاحب کی حویلی میں رہے۔اس دوران ہر حالت میں صبر ورضا کے ساتھ درویشی کے دن گزارے۔بعض اوقات انتہائی صبر آزما حالات کا سامنا ہوتا مگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے تمام مشکلات دور کر دیتا۔

دادا جان مرحوم کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور اپنی اولاد اور ان کے بچوں کو ہمیشہ خلافت سے وفا کرنے کی تلقین کرتے 1991ء میں جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے تو آپ کو حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور فوٹو بھی کھچوائی۔

عادت و اخلاق

آپ بہت سادہ مزاج، صائب الرائے نیک، متقی، پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ نیز نماز تہجد کے پابند تھے اور اپنی اولاد کو بھی ان باتوں کی طرف تلقین کرتے رہتے تھے۔آپ نہایت ہی خوددار طبیعت کے مالک تھے اور سلسلہ پر بوجھ بنے بغیر اپنا گزارہ خود اُٹھاتے تھے۔اس سلسلہ میں آپ نے کھیتی باڑی اور گائے بھینسیں وغیرہ بھی پالیں۔دادی جان بتاتی ہیں کہ گھر میں دودھ وغیرہ خاصی مقدار میں ہوتا تھا جس میں سے آپ اکثر غربا وغیرہ کی مدد کرتے رہتے تھے۔آپ ہمیشہ دوسروں کو خوشی پہنچاتے اور خوش رہنے کی تلقین کرتے اور کبھی اپنا غم کسی کو نہیں بتاتے تھے۔

دنیاوی معاملات میں بھی آپ نہایت صاف گو تھے۔ اکثر گائے بھینس وغیرہ کے سودے کے سلسلے میں بیوپاری آپ سے ملنے آتے اور آپ جانوروں کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے اندر موجود عیب کو بھی کھول کر بیان کر دیتے تھے۔بعض اوقات عیب نظر بھی نہیں آتے تھے۔اکثر لوگوں کی امداد کے سلسلہ میں قرضہ وغیرہ دیتے رہتے تھے اور کبھی مطالبہ میں سختی نہیں کی بعض اوقات قرض دار پہلا قرض چکائے بنا اور قرض کا مطالبہ کر دیتے تھے تب بھی آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے اور کہتے تم نے پہلا قرض بھی نہیں چکایا آگے کہاں سے دو گے لیکن پھر بھی آپ قرضہ دے دیتے۔

آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی اولاد میں سے بچے مبلغ سلسلہ بن کر خدمت دین کریں۔الحمد للہ ہم دو بھائی جو آپ کے پوتے ہیں مبلغ بن کر دین کی خدمت کررہے ہیں۔ہمیں تلقین کرتے کہ روزانہ ایک بار ضرور مجھ سے مل جایا کرو۔آپ کا معمول تھا کہ آخری جمعرات والے دن آپ ہمارے گھر واقع کاہلواں تشریف لاتے اور اپنے دور درویشی کے حالات سناتے۔ ہمیں کھیتوں کے کام کاج کے متعلق بتاتے۔ آپ نہایت دعاگو اور خدا تعالیٰ پر توکل کرنے والے بزرگ تھے دُکھ تکلیف میں صبر سے کام لینے والے تھے۔آپ نہایت منکسر المزاج تھے۔ اکثر اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے رہتے تھے۔جب بھی ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اسکی عیادت کرنے کے لئے باوجود اپنے گھٹنوں کی تکلیف کے تشریف لاتے۔

آپ اکثر ہمارے لئے کھانے کی چیزیں رکھتے اور ہمیں دیتے اور پھر بہت خوش ہوتے۔ سردی کے موسم میں جب رات کے وقت کہرے میں ہم اپنے گھر جاتے تو آپ ہماری بہت فکر کرتے۔ جب ہم صبح جامعہ جاتے تو آپ سے مل کر جاتے آپ ہمارے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیتے اور کہتے ”ہاتھ گرم کرلو“ پھر جامعہ جانا۔ آپ اکثر ہم تینوں بھائیوں میں کُشتی کرواتے اور جیتنے والے کو انعام دیتے۔آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اکثر آپ اخبارات اور جماعتی کتب ورسائل کا مطالعہ کرتے رہتے جسکی وجہ سے آپ کی معلومات عامّہ کافی اچھی تھی۔

آپ کو اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت تھی۔ اکثر اوقات کوئی کتاب یا کوئی چیز پھٹی ہوتی تو خود ہی اسکوسی لیتے۔گھر کے کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتے۔کم گفتن وکم خوردن کے اصول پر عمل کرتے۔کبھی لالچ کر کے زیادہ زیادہ کھانے کی عادت نہیں تھی ہاں صاف ستھری اور نفیس چیزیں کھانا پسند کرتے تھے۔آپ نے اپنے سب بچوں کو اعلیٰ دینی اور دنیاوی علم کے زیور سے آرستہ کیا۔

وفات

وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ دبئ اپنی بیٹی اور بیٹے سے ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ جہاں آپ کو دل کی تکلیف ہوگئی فوراً آپ کا علاج معالجہ ہوا اور افاقہ ہوگیا۔اس دوران آپ کے بیٹے مکرم شاہد محمود صاحب کو اپنے والد کی خدمت کا موقعہ ملا۔بعدازاں آپ قادیان تشریف لے آئے یہاں آکر کچھ عرصہ بعد دوبارہ آپ کو دل کا عارضہ ہوا۔امرتسر میں کافی عرصہ علاج معالجہ ہوتا رہا۔لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کررہی تھی دن بدن آپ کی صحت روبہ زوال ہوتی جارہی تھی۔ 7 جون 2004ء کو رات 11:50 اور 12:00 بجے کے درمیانی عرصہ میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئی۔ اگلے دن قبل از دوپہر بہشتی مقبرہ قادیان میں محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے احباب قادیان کی کثیر تعداد میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی بعد تدفین محترم مولانا صاحب موصوف نے دعا کرائی۔اس موقعہ پر ایک بڑی تعداد میں آپ کے غیر مسلم دوست اور ملنے جلنے والے بھی تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔آمین۔اللہ تعالیٰ مرحوم دادا جان کو اپنے کنارِ عاطفت میں لیتے ہوئے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔☆

محترم شریف احمد ڈوگر صاحب درویش

محترم شریف احمد ڈوگر صاحب کے والد محترم کا نام مکرم سردار خان صاحب ساکن چینکے ضلع سیالکوٹ تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔آپ صوم وصلوۃ کے پابند، صابر وشاکر، مہمان نواز، خاموش طبع تھے۔آپ کے والد صاحب الٰہی بشارتوں سے احمدی ہوئے۔آپ کی وفات 19 ستمبر 1998ء کو بعمر 77 سال حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔(ادارہ)

محترم عبدالحمید آڑھتی صاحب درویش

(مکرم عبدالسمیع صاحب۔ڈنمارک)

آپ 1906ء میں گلانوالی گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاوں کے اسکول میں حاصل کی جو پرائمری تک تھی۔آپ کے والد محترم چودھری خدا بخش صاحبؓ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے 313 صحابہ میں سے تھے۔

میرے والد محترم نے اپنی زندگی میں مختلف کام کئے اور آخر میں تقسیم ملک سے چند سال قبل قادیان میں آکر کریانہ کی دکان شروع کی جوکہ درویشی کے زمانہ تک کرتے رہے۔

1947ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر آپ نے لبیک کہتے ہوئے خود کو قادیان کی حفاظت کے لئے وقف کر دیا۔ یہ فیصلہ کرتے وقت آپ نے اپنے بیوی بچوں سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ معاملہ مشورہ کا نہیں بلکہ اطاعت کا مطالبہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس جذبہ اطاعت کے تحت آپ نے فیصلہ کر لیا اور اپنے فیصلے کے اظہار کے وقت کا انتظار کرتے رہے۔بالآخر وہ گھڑی آگئی۔یعنی جب ہم قادیان کو خیر باد کہنے کے لئے اس میدان میں پہنچے جہاں سے ہمیں پاکستان جانے کے لئے سوار کرانا تھا۔ تب انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ اور ماموں جان جو ایک ٹرک لائے تھے۔(آپ اس وقت برٹش فوج میں جمعدار تھے) کو بتایا کہ والد صاحب ہمارے ساتھ پاکستان نہیں جارہے۔ تو ہمارے ماموں نے اپنے ساتھ ہمیں لے جانے سے انکار کر دیا کہ میں دوبارہ ٹرک لیکر آونگا اور انہیں پھر لے جاونگا مگر اس وقت نہیں مگر وہ دوبارہ نہیں آئے اور بعد میں ہم لوگ جماعت کے انتظام کے تحت پاکستان گئے۔

میری والدہ مرحومہ کا صبر

میرہ والدہ صاحبہ نے نہ تو اس وقت اور نہ ہی باقی زندگی میں کبھی والد صاحب کے اس فیصلہ کی نسبت کبھی کوئی گلہ یا شکوہ کیا اور وفا اور صبر اور توکل علی اللہ کا ایک عظیم نمونہ بنی رہیں اور محنت کر کے یعنی سوت اور اُون کات کات کر ہمیں پالتی رہیں۔جس سے آپ کی صحت بھی خراب ہوگئی ۔ پاکستان کی پیدائش کا سال میرے بڑے بھائی مکرم غلام احمد صاحب مرحوم کے میٹرک کے امتحان کا سال بھی تھا۔چنانچہ یہ امتحان تعلیم الاسلام ہائی اسکول چینوٹ سے دیا گیا اور کامیابی حاصل کی اور پھر انہوں نے والدہ صاحبہ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اور قریباً دس سال بعد میرے دوسرے بڑے بھائی مکرم عبدالباری صاحب مرحوم انگلستان چلے گئے اور بعد ازاں خاکسار ڈنمارک چلا گیا اور بھائی عبدالباری کو بھی لے آیا اور ہمارے گھر کے مالی حالات بہتر ہونے لگے مگر والد صاحب کے سایہ کی کمی اپنی جگہ قائم رہی اور اب بھی ہے۔

میرے والد صاحب کے وصال پر ہفت روزہ بدر قادیان پیشوانِ مذاہب نمبر 1976ء کے صفحہ 10 پر آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:۔" ...... مرحوم کے دو بیٹے (مکرم عبد السمیع صاحب و مکرم عبد الباری صاحب) ڈنمارک میں مقیم ہیں اور خود یہ درویش بھی اپنے خون پسینے سے سال میں ہزاروں کماتے رہے، اس کے باوجود لنگر مسیح پاک سے کھانا اور مسجد اقصیٰ میں کبھی فرش پر اور کبھی منارۃ المسیح کے چبوترے پر شب بسری کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے...... بارہا بیٹوں نے انہیں بلایا کہ کم از کم اس عمر میں تو ہمارے پاس آجائیں اور ہمیں بھی خدمت کا موقع دیں۔ لیکن مرحوم نے نہیں مانا بلکہ سختی سے جواب دیا کہ آئندہ کبھی مجھے یہ نہ کہنا کہ قادیان چھوڑ کر آجاؤ...... ہم نے اپنے ربّ سے ایک عہد کیا ہوا ہے کہ شعائر اللہ کی خدمت و حفاظت کیلئے ہم اپنی ہر چیز قربان کر دیں گے......اور میں کبھی بدعہدی نہیں کرسکتا۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادی امۃ العلیم صاحبہ عصمت صاحبہ کو محترم صاحبزادہ منصور خان صاحب کے نکاح کے موقع پر خطبۂ نکاح میں درویشان کرام کی نسبت فرمایا:۔'ایک سے ایک بڑھ کر فدائی وہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی تکالیف اٹھا کر اس مقام کے احترام کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے'۔

محترم چودھری غلام ربانی صاحب درویش

محترم چودھری غلام ربانی صاحب درویش محترم چودھری غلام محمد صاحب کے فرزند تھے۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔جنگ عظیم دوئم کے دوارن میڈیکل سروس میں ملازم رہے۔لمبا عرصہ احمدیہ شفاخانہ کے انچارج کی حیثیت سے خدمت سرانجام دی اور انچارج احمدیہ شفاخانہ کے طور پر ریٹائرمنٹ ہوئی۔آپ نہایت صابر، شاکر، خاموش طبع اور مخلص درویش تھے۔ وفات سے قریباً دو ماہ قبل اپنے جوان بیٹے کی موت کا صدمہ انتہائی حوصلہ اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔10 فروری 1999ء کو بعمر 84 سال آپ کی وفات ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اسی روز حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔(ادارہ)

محترم چودھری سکندر خان صاحب درویش

(مکرم انس احمد خان صاحب۔لندن)

خاکسار کے والد محترم چودھری سکندر خان صاحب درویش ستمبر 1947ء میں کھاریاں ضلع گجرات سے قادیان آکر درویشان میں شامل ہوئے۔یہاں بطور صدر حلقہ مبارک، خزانچی دفتر محاسب، دفتر بیت المال آمد و جائداد میں خدمت کی توفیق پائی۔اس دوران بحیثیت سیکرٹری مال اور سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری تحریک جدید کی کامیاب خدمات آپ نے سرانجام دیں۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی طوعی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

53 سال مرکز احمدیت میں پورے اخلاص سے خدمات بجا لاتے ہوئے مورخہ 10 ستمبر 2000ء کو وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آپ زمینوں کی پیائش کے ماہر تھے۔جماعت کی زمینوں کی پیائش اکثر آپ کیا کرتے تھے۔آپ نماز روزہ کے انتہائی پابند تھے۔ جماعتی خدمات جو بھی آپ کے سپرد کی جاتی تھیں وہ بخوشی ادا کرتے تھے۔ہم دو بھائی مکرم رفیع احمد صاحب قادیان اور خاکسار انس احمد ساکن لندن ہیں۔اللہ تعالیٰ والد صاحب کو غریق رحمت کرے۔

☆☆☆

(بحوالہ بدر 3 جون 76 صفحہ 2)

بلاشبہ مرحوم مولوی عبدالحمید صاحب بھی درویشان قادیان کی نسبت حضور کے ارشاد کے مصداقوں میں سے ایک تھے جنھوں نے مِنْهُمْ مَنْ قَضىٰ نَحْبَهٗ۔کے تحت آخر وقت تک فدائیت کا نمونہ دکھایا اور اپنے عہد کو پورا کیا۔ اس درویش نے خدا تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے احسان سے اُسے نوازا۔ وفات سے قبل، پہلے پاکستان گئے بیوی بچوں سے ملاقات کی۔ پھر یورپ گئے وہاں اپنے بیٹے بیٹیوں سے ملاقات کی۔اپنے پیارے امام سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور وہیں سے عدم کے سفر پر روانہ ہوئے اور یہ شرف بھی پایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر حضور انور نے از راہ شفقت یہ فرمایا کہ ہم اس درویش کا جنازہ قادیان پہنچائیں گے...... جس نے 29 سال اپنے اہل وعیال اور ہر طرح کے آرام کو چھوڑا لیکن شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر قادیان چھوڑنا گوارا نہ کیا، اس کی نعش قادیان سے باہر کس طرح دفن ہوسکتی تھی......مرحوم کے بیٹوں کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی بڑی عزت و تکریم اور بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت شاندار تابوت میں اپنے والد مرحوم کی نعش کو محفوظ کر کے انہوں نے قادیان پہنچایا۔درویشوں کو مرحوم کا آخری دیدار کرانے کیلئے تابوت میں گردن سے چہرہ تک کے حصہ پر شیشہ لگوایا گیا تھا اس طرح سب کو اپنے بھائی کے دیدار کرنے اور ان کے اچھے انجام پر طمانیت محسوس کرنے کا موقع ملا......اللہ تعالیٰ ہم سب کا انجام بخیر کرے۔آمین!

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے ہمیں حضرت والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

محترم میاں محمد حسین صاحب درویش

(مکرمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ میاں محمد حسین صاحب درویش قادیان)

خاکسار کے شوہر کا نام مکرم میاں محمد حسین ہے۔آپ بیگووال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام میاں محمد قاسم صاحب اور والدہ محترمہ کا نام مکرمہ طالع بی بی تھا۔میرے شوہر کی عمر 6 سال کی تھی کہ آپ کے والد محترم کا انتقال ہوگیا تھا۔

دیہات میں سونے چاندی کی دکان تھی کہا کرتے تھے کہ اس کام میں ایمان قائم نہیں رہتا جب ذرا بڑے ہوگئے تو گھر سے نکل گئے اور یوپی کانپور چلے گئے۔لانوش کمپنی میں انجن کا کام سیکھنا شروع کر دیا اور دو سال میں کام سیکھ لیا۔باقی دونوں بھائی والدہ محترمہ کو لے کر قادیان میں بس گئے۔قادیان آکر والدہ محترمہ سے ملاقات کرتے گھر کے اخراجات دیتے۔25 سال کی عمر میں بہن نے اپنی نند کی بیٹی سے شادی کروا دی۔6 سال بعد آپ کی اہلیہ کی وفات ہوگئی۔ان سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔چار بچے فوت ہوگئے اور ایک لڑکا اپنی دادی کے پاس پاکستان چلا گیا۔

خاکسار کے شوہر متقی نمازوں کے پابند ،تہجد گذار انسان تھے۔اکثر سچی خوابیں آتیں تھیں۔ابتدائی دور درویشی میں جب آپ کی ابھی شادی نہ ہوئی تھی آپ نے خواب میں دیکھا کہ جواہر لعل نہرو آپ کو جوتا پہنا رہے ہیں پھر خواب دیکھی کہ کوئی بزرگ سفید گھوڑی دے گیا ہے۔ان دونوں کو خوابوں کی آپ نے یہ تعبیر نکالی کہ میرا رشتہ ہندوستان میں ہوگا۔آپ نے اپنی یہ خواب دوستوں کو سنائی دوست کہنے لگے کہ 32 دانتوں میں زبان کی طرح جان ہتھیلی میں لئے بیٹھے ہیں اور آپ کو شادی کی خوابیں آرہی ہیں۔مگر بعد کے حالات نے اس کو درست ثابت کر دیا۔جب خاکسار کے والد محترم منشی عبدالرحیم فانی صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک آبادی قادیان کے سلسلہ میں امروہہ سے قادیان 1950ء میں ہجرت کر کے آگئے اور میرے رشتہ کی بات چلی تو آپ کی خواب کی تعبیر ہوئی۔شادی کے بعد دو ماہ تک لنگر سے کھانا ملتا رہا۔میرے شوہر زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن ہنر جانتے تھے۔انجمن کے ذریعہ دوبارہ کانپور جانے کی اجازت مانگی آپ کو اجازت مل گئی۔آپ 1959ئمیں دوبارہ کانپور چلے گئے۔ہماری بیٹی اس وقت چار ماہ کی تھی۔کمپنی نے ضلع لکھیم پور یوپی میں ایک گاوں میں کارخانہ لگایا ہوا تھا۔میرے شوہر کو اس کا انچارج بنا کر بھیج دیا اور تین صد روپے تنخواہ مقرر کر دی وہاں اللہ کے فضل سے خوب اچھا کام چلنے لگا،آپ مجھے قادیان سے لے گئے اس وقت ہماری بیٹی دو سال کی تھی ،دس ماہ بعد جلسہ سالانہ قادیان میں آئے۔اس دوران اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔مجھے قادیان چھوڑ کر جلسہ کے بعد آپ دوبارہ کانپور چلے گئے۔

آپ کانپور میں کافی عرصہ تک رہے۔ وہاں احمدیوں کی کوئی مسجد نہ تھی۔ایک مکان میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔اس وقت قادیان سے کوئی مبلغ بھی نہیں گیا تھا میرے شوہر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب سے یا اخبار بدر سے جمعہ کا خطبہ دیتے۔آپ کے اچھے اخلاق کی وجہ سے کئی ایک ہندو آپ کے دوست بن گئے۔ اس علاقہ میں چھوت چھات کا بڑا زور تھا مگر وہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

خاکسار کے شوہر نے کمپنی کی ملازمت کو چھوڑ کر عیسیٰ نگر میں ایک چکی لگائی۔کانپور سے اپنے ایک پرانے ملازم کو بھی ساتھ لے آئے۔کام اچھا چل نکلا۔سارا کام خاکسار کے شوہر محترم خود ہی کرتے لیکن جن لوگوں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کی تھی ان کی نیت خراب ہوگئی۔ایک دن آپ کا شاگرد انجن چلا رہا تھا کہ اچانک انجن کا بیرنگ ٹوٹ گیا ساجھی دار آپ کا قصور ٹھہرانے لگے۔اس طرح سے ہمارے حالات بہت خراب ہوگئے۔جو پیسے بچے تھے اسے چار حصوں میں بانٹ دیا اور یہ معاملہ ختم ہوگیا۔اب ہمارے پاس سوائے چند روپیوں کے کچھ نہ تھا۔کام بھی بند تھا۔ قادیان میں ابا کو خط لکھا آپ نے منی آرڈر کے ذریعہ کچھ روپے بھیج دئے۔ اس دوران دعائیں خوب کیں ایک دن ہم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا باہر نکلے تو دو آدمی تھے کہنے لگے کہ ہم دس میل دور گاوں سے آئے ہیں۔ہمارے پاس چکی ہے دھان کی مشین ہے جو کئی دنوں سے خراب پڑھی ہوئی ہے۔آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کو ٹھیک کر دیں۔آپ نے اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سمجھا جانے کو تیار ہوگئے۔گھر میں اس وقت کچھ آٹا موجود تھا۔مجھ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہنا۔آپ ان کے ساتھ سائیکل لیکر چلے گئے۔چار دن تک تو ٹھیک رہے لیکن پھر مجھے فکر ہونے لگی کہ پردیس میں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے اور آپ کی کوئی خبر بھی نہیں آرہی۔دوسرا گھر میں موجود آٹا دال وغیرہ بھی ختم ہو رہا ہے۔اب کریں تو کیا کریں۔ہم پانچ افراد تھے روٹی پکاتے اور چینی سے کھا لیتے۔چھوٹا بچہ ایک سال کا تھا۔

ایک بیوہ عورت جو ہمارے یہاں رہتی تھی وہ کھیتوں میں جا کر مکئی کی چھلیاں لے آئی جو ہم بھون کر کھانے لگے۔اس طرح سے دن گزرنے لگے۔اپنے باپ کو قریب نہ پا کر بچہ بھی بیمار ہو گیا۔میرے میاں کی غیر موجوگی میں ڈاکیا منی آرڈر لے کر آیا جو میرے والد محترم نے بھجوائے تھے۔لیکن منی آرڈر میرے شوہر کے نام پر ہونے کی وجہ سے اس نے مجھے نہ دیا۔میرے لئے اللہ کے آگے دعا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔پھر اچانک 11 دن بعد دروازہ پر سائیکل کی گھنٹی بجی دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میرے میاں آئے ہیں۔میری جان میں جان آئی۔آپ نے بتایا کہ میں جس گاوں گیا تھا اس کا نام دھوارہ تھا۔وہاں چکی اچھی حالت میں ہے۔میرے کانپور کے دوست کے بیوی بچے بھی وہیں رہتے ہیں۔ میں چکی چالو کرنے کے لئے وہیں سے کانپور چلا گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ میرے گھر والوں کو بتا دینا کہ میں کانپور جا رہا ہوں لیکن اس آدمی نے پیغام نہ پہنچایا۔اس وجہ سے ہم پر یہ مصیبت آئی تھی۔ہم لوگ وہاں سے دھوارہ چلے گئے۔

قادیان آمد :

یہاں رہتے ہوئے دو سال کا عرصہ ہو گیا بچے بڑے ہو رہے تھے۔ ان کی پڑھائی کا مسئلہ تھا۔وہاں کی بولی اور رہن سہن مجھے پسند نہ تھا جلسہ سالانہ پر ہم قادیان آگئے۔

قادیان میں صدر انجمن احمدیہ میں بجلی کے شعبہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ کچھ عرصہ بعد قادیان میں ہی ایک جگہ مول لے کر چکی ڈال لی۔ جس کو آج تک میرا بیٹا محمد احسن چلا رہا ہے۔

وفات:

وفات سے قریباً ایک ماہ قبل خواب دیکھی کے ایک درویش کی وفات ہوگئی ہے اس کا نام رشید ہے۔آپ نے صدقہ دیا۔5 جولائی کو ہم پاکستان گئے۔کچھ دن فیصل آباد میں اپنے بیٹے کے پاس رہے پھر اپنی بہن کو ملنے کراچی جانے کے لئے ریل میں بیٹھے۔ جب گاڑی حیدرآباد اسٹیشن پر رکی تو آپ ایک بوڑھے آدمی کو پانی دینے کیلئے اسٹیشن پر اترے۔اس دوران گاڑی ہلکا سا چل پڑی۔آپ جلدی سے گاڑی میں بیٹھنے لگے ریل اور پلیٹ فارم میں کچھ فاصلہ تھا آپ کا وہاں سے پیر پھسل گیا خدا جانے کیا ہوا۔گاڑی ایک دم سے رک گئی۔ بڑی تیزی سے ایک آدمی نے کھڑکی سے پکارا کہ ہاجرہ بیگم نام کی کوئی عورت ہے۔میں نے کہا کہ میرا نام ہے۔اس نے جلدی سے مجھے گاڑی سے اتار لیا مجھے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا اور کچھ نہ بولا پولیس کا آدمی تھوڑی دیر بعد آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے میاں کو چوٹ لگی ہے ہسپتال لے گئے ہیں ۔ یہ سن کر میں دعائیں کرنے لگی۔ مجھے ہسپتال کے ایمرجنسی روم کے باہر بٹھا دیا گیا۔ کوئی میرے پاس نہ تھا۔ تقریباً رات دس بجے ڈاکٹر نے مجھے آکر بتایا کہ آپ کہ میاں فوت ہو چکے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ وقت میں بیان نہیں کر سکتی دل کٹ کر رہ گیا۔کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ تھا۔ میرے بھانجے کو پولیس نے اطلاع دی تھوڑی دیر میں وہ وہاں پہنچا اور کہنے لگا کہ ماموں کہاں ہیں؟ میں نے بتایا کہ ماموں کی وفات ہوگئی ہے۔ وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا پھر جلدی سے حیدرآباد کے مشن میں گیا اور جماعت کے لوگ وہاں سے آگئے اور غسل دے کر تابوت میں رکھ دیا اور واپس فیصلہ آباد پہنچے۔وہاں سب رشتہ داروں نے جنازہ پڑھا اگلے دن لاہور پہنچے جماعت نے بہت تعاون دیا۔ دونوں چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ان دنوں محترم عبدالسلام صاحب کا بیٹا عبد الحمید پاکستان سیالکوٹ میں تھا، اس کو اطلاع دی۔اس کے ساتھ میں نے بارڈر کراس کیا۔ خدا کا شکر ہے۔منگل کی شام ہم اچانک قادیان پہنچے یہاں کسی کو اطلاع نہ تھی جس کو بھی علم ہوا بہت دکھ ہوا۔میرے خاوند محترم موصی تھے۔ قادیان میں جنازہ ہوا۔بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔آپ کی وفات 25 جولائی 1986 کو ہوئی اور تدفین 29 جولائی 1986 کو ہوئی۔اللہ تعالیٰ میرے شوہر کی مغفرت فرمائے۔اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔آپ اپنے پیچھے دس بچے جن کے اسما یہ ہیں عزیز نعیم احمد عارف۔نعیم احمد عارف۔محمد احسن۔انور احمد تنویر، محمد احمد ناصر، کلیم احمد۔عزیزہ امۃ العلیم، نسیم اختر، شمیم اختر، امۃ الکریم، حسینہ رفعت چھوڑ گئے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین ☆

محترم چودھری محمد صادق ننگلی صاحب درویش

(مکرم چودھری محمد اکبر صاحب۔ایم اے قادیان)

خاکسار کے والد محترم چودھری محمد صادق ننگلی درویش صاحب 1928ء کو قادیان کے قریب گاؤں ننگل باغبان میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام وریام دین اور والدہ محترمہ کا نام برکت بی بی تھا۔آپ چار بھائی تھے۔اللہ تعالیٰ نے سب سے چھوٹے بیٹے کو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ دور درویشی میں مختلف قسم کی ڈیوٹیاں دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ نہایت بہادر اور ذہین تھے۔ دور درویشی میں بعض اہم خدمات کی توفیق ملی خصوصاً بعض اہم پیغامات اور اہم قیمتی سامان کو پہنچانا آپ کے ذمہ تھا۔شروع سے ہی بہت محنتی تھے۔خود تو زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔دور درویشی کے مشکل حالات میں گزارہ کرنا مشکل تھا۔محترم والد صاحب نے اس وقت ہم بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔آپ نے مختلف دفاتر میں خدمات سرانجام دیں اور انجمن کی جانب سے جب درویشوں کو کہا گیا کہ جو درویش اپنا انتظام خود کر سکتے ہیں وہ اپنا انتظام خود کریں تو محترم والد صاحب نے لبیک کہتے ہوئے بھینسیں وغیرہ پال لیں۔جب تک صحت رہی گائے بھینس وغیرہ پالتے رہے۔خود بھی نمازوں کے پابند تھے اور بچوں کو بھی سختی سے نمازوں کا پابند کیا۔ جماعتی زمینوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں جماعت کو مفید مشورہ جات دیتے۔آپ کا غیر مسلم احباب کے ساتھ اچھا تعلق تھا اکثر غیر مسلم احباب آپ سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔

آپ کی شادی محترمہ زینب بی بی صاحبہ بنت مکرم مہر نتھو صاحب سے 1946ء کے آخر میں ہوئی۔بفضلہ تعالیٰ سبھی بچے سلسلہ کے وفادار اور درد رکھنے والے ہیں۔والدہ محترمہ نے بڑے صبر کے ساتھ دور درویشی کے دن گزارے اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں کمی نہ آنے دی۔آپ نے اپنے ایک بیٹے اور جواں سال بیٹی کی وفات کا صدمہ بڑے حوصلہ اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔29 اکتوبر 2011ء کو کرسی سے گر جانے کے سبب کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔دل کی تکلیف پہلے سے تھی علاج کیلئے جالندھر لے جایا گیا۔لیکن آخری وقت آچکا تھا۔5 نومبر 2011ء کو محترم والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ کی نماز جنازہ بہشتی مقبرہ میں محترم ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے بعد نماز عصر پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔مورخہ 11 نومبر 2011ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم والد صاحب کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا:

"ہمارے درویش ہیں قادیان کے مکرم چودھری محمد صادق صاحب ننگلی ابن مکرم وریام دین صاحب ننگلی۔29 اکتوبر کو گر گئے تھے۔کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی دل کی تکلیف بھی تھی علاج وغیرہ ہوتا رہا۔لیکن بہر حال 5 نومبر کو ان کی وفات ہوگئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مصلح موعود نے جب تحریک کی تو آپ ابھی چھوٹے تھے لیکن آپ نے اس تحریک میں بڑے اخلاص کے ساتھ لبیک کہا اور آخر دم تک پوری وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھایا۔آپ مرکزی دفاتر میں خدمت بجالاتے رہے۔علاوہ ازاں قادیان میں جماعت کی بہت سے ایسی زمینیں جو غیر ہموار تھیں۔آپ نے ہموار کرنے کی بھی توفیق پائی۔آپ ایک ہمدردی دین اور مخلص کارکن تھے۔آپ کو خدمت خلق کا بہت شوق تھا۔دودھ سبزیاں، پھل، اور اناج وغیرہ گھر کا ہوتا تھا۔ اس لئے آپ مختلف گھروں میں بلا معاوضہ کچھ نہ کچھ روزانہ بھجوایا کرتے تھے۔جلسہ سالانہ قادیان پر آنے والے مہمانوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے ان کے آرام اور کھانے پینے کیلئے اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کیا کرتے تھے انتہائی ملن سار، غریب پرور، صابر اور شاکر صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت فرمائی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 11 نومبر 2011)

خطبہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆☆☆

محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش

محترم فضل الٰہی خان صاحب محترم حکیم کرم الٰہی خان صاحب کے فرزند تھے۔آپ کی پیدائش 1908ء میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں حاصل کی۔قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ایک عرصہ تک آپ کو حضرت امّ طاہر صاحبہؓ کی نگرانی میں رہنے کا موقعہ ملا۔آپ بہت نڈر اور حوصلہ مند تھے۔1947ء کے پرآشوب دور میں جماعت کی اہم خدمات کا موقعہ ملا۔1947ء کے فسادات کے دوران میں انہوں نے نظارت امور عامہ میں خدمات سرانجام دیں اور اخلاص اور جوانمردی سے کام کرتے رہے اور باہر بکثرت سفروں کی وجہ سے غیر مسلموں میں خاص طور سے متعارف ہیں۔آپ مختار عام صدر انجمن احمدیہ قادیان، نائب ناظر امور عامہ و ممبر تحریک جدید کے عہدوں پر فائز رہے۔آپ کی پیدائش ریاست قلات کے علاقہ میں ہوئی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"مرحوم بہت نیک دل مخلص انسان تھے بڑی وفا کے ساتھ زندگی گزاری اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔آمین۔" آپ کی وفات 8 ستمبر 1997ء کو بعمر 85 سال ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آپ کی شادی محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جن سے چھ بچے ہیں۔ (ادارہ)

محترم چودھری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں درویش

محترم چودھری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے ایک باعزت زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔آپ درویشی کو ترجیح دے کر قادیان آگئے۔نہایت خاموش طبع، معاملہ فہم، سنجیدہ اور ذہین دماغ کے مالک تھے۔جماعتی زمینوں کے متعلق ان کی رائے صائب سمجھی جاتی تھی۔صوم صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ نماز تہجد کے عادی تھے اور اپنی اولاد کو بھی دینی دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔باوجود بیماری کے رمضان کے پورے روزے رکھنے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔عید کے روز خطبہ عید سنتے ہوئے اچانک بلڈ پریشر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے بیہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی بیماری میں چند روز بعد اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے، اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔ آپ کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار ہیں۔آپ کی وفات 23 دسمبر 2002ء میں بعمر 76 سال ہوئی۔ (ادارہ)

محترم چودھری عبدالغفور عبدل صاحب درویش

آپ نے اوائل جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی اور اس کے بعد اپنی تبلیغ سے والدین اور خاندان کے دیگر افراد کو بھی جماعت میں شامل کرنے کی سعادت پائی۔آپ کو قادیان میں درویش ہونے کی توفیق ملی اور دوران قیام مجلّہ "درویش" کے ایڈیٹر بھی رہے۔1953 میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے پاکستان چلے گئے بعدہ 1990ء میں کینیڈا چلے گئے۔گزشتہ سال آپ نے حضور انور کی خدمت میں اپنے وقف کی درخواست دی تھی جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت منظور فرمائی۔نہایت ہمدرد، سلسلہ کے فدائی اور خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے مخلص انسان تھے۔سلسلہ کے ساتھ غیرت کا اظہار اپنے منظوم کلام میں بھی کرتے تھے جو مختلف جماعتی جرائد میں شائع ہوتا رہا ہے۔آپ موصی تھے۔مورخہ 11 مارچ 2011ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (ادارہ)

محترم امیر احمد صاحب درویش

(مکرم محمد ایوب ساجد صاحب مینجر اخبار بدر)

محترم امیر احمد صاحب درویش عرف شری بھائی محترم چودھری مہر دین صاحب کے صاحبزادے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ کو مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کو مختلف دفاتر میں خدمات کی توفیق ملی۔ خصوصاً شعبہ نشر واشاعت میں باوجود کم علم ہونے کے آپ نے بہت سا لٹریچر خود طبع کروایا۔ آپ نہایت مخلص اور خلیفہ وقت سے محبت رکھنے والے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب تحریک جدید کے مرحوم مجاہدین کی طرف سے چندہ ادا کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے U.T.I کے حصص صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کردئے۔ آپ نے 1942ء میں وصیت فرمائی تھی۔ آخری عمر میں آپ کو شوگر ہوگئی تھی۔ اور پاؤں میں مستقل زخم ہو گیا تھا آپ نے اس تکلیف کا بڑے صبر وحوصلہ سے مقابلہ کیا۔ آپ کی وفات 3 جنوری 1996ء کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات کی خبر سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں رہنے والے احمدیوں کو شدید صدمہ ہوا کیونکہ آپ سے ہندستان کی تمام جماعتی عہدیداران اور احباب کی ملاقات جلسہ سالانہ میں ہوا کرتی تھی۔ آپ لٹریچر برانچ کے انچارج ہوا کرتے تھے اور محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کے زیر نگرانی کتب کی ترسیل اور اشاعت کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ خود ہی کتابوں کو جالندھر سے شائع کرواتے، پروف ریڈنگ وغیرہ کے مراحل پر نظر رکھتے تھے۔ آپ بہت باہمت محنتی اور باحوصلہ بزرگ تھے۔ جماعتی کتب سے اس قدر واقفیت تھی کہ فوراً دریافت کرنے پر حوالہ جات نکال دیا کرتے تھے۔ موصوف کی معلومات اور خوش مزاجی کا عالم یہ تھا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر زائد وقت مبلغین آپ کی قربت میں رہا کرتے تھے۔ آپ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمانان اور مبلغین کی مہمان نوازی دل کھول کر کیا کرتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود سے بہت قربت تھی اور مقدس خاندان کی فدائیت میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ صاف گو اور تقویٰ شعار تھے۔ آپ کی رہائش وفات تک دار المسیح میں رہی۔

تقسیم ملک سے قبل آپ آسنور کوریل کشمیر کی جماعت میں بطور دیہاتی مبلغ خدمت بجالاتے رہے۔ احمدی تو احمدی قریب کے غیر از جماعت لوگ بھی آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ آپ تقویٰ اور مومنانہ شان کے حامل تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ خاکسار نے اپنے والد محترم عبدالخالق صاحب نمبردار کوریل سے جو آپ کے گہرے دوست تھے، سنا ہے، یہ واقعہ آپ کی تقوی شعاری کی عکاسی کرتا ہے۔

والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مکرم امیر احمد صاحب کا تقرر بطور دیہاتی مبلغ آسنور کوریل میں ہوا (اس وقت آسنور کوریل، ریوٹن، منڈوال، طاہرآباد، پنڈت پورہ ایک ہی جماعت ہوا کرتی تھے۔) آپ شروع سے ہی صفائی پسند اور نفاست پسند تھے آپ کی رہائش ریوٹن سے ملحق جنگل میں سرکاری بنگلہ میں تھی۔ آپ نے کوریل میں تعلیم تربیت کا کام شروع کیا جو کہ ریوٹن سے دو کلومیٹر دور ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اس جنگل میں شیر چیتے وغیرہ موذی جانور بکثرت ہوا کرتے تھے۔ آپ آدھی رات کو اٹھ کر اس خطرناک جنگل میں سے گزرتے ہوئے مسجد احمدیہ کوریل میں نماز تہجد ادا کرنے کے بعد گاؤں والوں کو جگایا کرتے تھے۔

ہمارا خاندان جو کہ ایک بہت بڑا خاندان تھا خاندان کے چند نوجوان صبح کی نماز میں نہیں آتے تھے محترم امیر صاحب نے خاندان کے بزرگوں کو اس طرف توجہ دلائی لیکن اس پر بھی وہ نوجوان نماز میں حاضر نہیں ہوئے۔ اس پر امیر احمد صاحب ناراض ہو گئے اور قریب کے غیر احمدی گاؤں کھڈ ہانجی پورہ میں جا کر تعلیم و تربیت کا کام شرع کیا۔ اس واقعہ کے بعد خاندان کا ایک عربی نسل کا گھوڑا اچانک مرگیا۔ گاؤں میں یہ بات عام ہوگئی کہ چونکہ محترم امیر احمد صاحب ناراض ہوگئے ہیں اس لئے یہ گھوڑا مر گیا ہے تب خاندان کے دو بزرگ خاکسار کے والد صاحب اور مکرم غلام احمد صاحب کھڈ ہانجی پورہ گئے اور محترم امیر صاحب سے معذرت کی اور گاؤں واپس لے آئے۔

خاکسار جون 1967ء میں قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے آیا تو آپ کو مزاحاً کہا کرتا تھا کہ آپ نے ہی ہمارا گھوڑا مار دیا تھا۔ آپ مسکرا کر فرمایا کرتے کہ گھوڑا تو اپنی قسمت سے مرگیا مگر اس وجہ سے آپ کا خاندان نمازی بن گیا۔

خاکسار نے ایک بار پوچھا کہ شری بھائی آپ کو ریوٹن سے آتے ہوئے ریچھ وغیرہ سے ڈر نہیں لگتا تھا فرمایا ریچھ کی کیا مجال کہ مسیح کے غلام کو چھیڑے۔ آپ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ چونکہ آپ نے اس علاقہ میں ایک لمبا عرصہ خدمت سرانجام دی تھی اس لئے جلسہ سالانہ کے دنوں میں اس علاقہ کے لوگ بعد نماز فجر آپ کے پاس آتے اور اور آپ نمکین چائے سے ان کی تواضع فرمایا کرتے تھے۔ آپ نہایت ظریف الطبع اور منفرد مزاج کے مالک تھے۔ اپنا ایک مخصوص حلقہ احباب تھا اور جب آپ اپنے مخصوص حلقہ احباب میں ہوتے اس وقت آپ کی ظرافت کی جولانیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

☆☆☆☆

محترم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب درویش

(ادارہ)

محترم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب پیدائیشی احمدی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنے آپ کو درویشانہ زندگی کے لئے پیش کردیا اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت انتہائی لگن اور محنت اور شوق سے کرتے رہے۔ لمبا عرصہ دفتر محاسب میں بطور خزانچی خدمات سرانجام دیں آپ کا حلقہ احباب نہ صرف اپنوں میں تھا بلکہ غیروں کے ساتھ بھی بہت اچھے مراسم تھے ہر دل عزیز ہونے کے سبب سب آپ کو استاد جی کہا کرتے تھے۔ آپ سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور رقم جمع کر کے رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جماعتی چندوں کو باقاعدگی سے باشرح ادا کرتے۔ 1969ء میں حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ 1/8 حصہ کے موصی تھے۔ حصہ آمد و جائداد نیز کتبہ لگانے تک کا خرچ زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ مکرم سیکرٹری صاحب بہشتی مقبرہ کے نام ایک چٹھی میں آپ تحریر کرتے ہیں۔

”میری دوسری امانت جو عام چل رہی ہے میرے مرنے کے بعد میرا حصہ جائداد وغیرہ نکال کر جو رقم بچے اس کے چار حصص کر کے ایک حصہ میرا چندہ وقف جدید ادا کر دیا جائے اور باقی تین حصے میری طرف سے میرے تایا اور تائی صاحبہ کی طرف سے چندہ تحریک جدید میں منتقل کر دیئے جائیں۔ یہ دونوں چندہ جات میں نے پیشگی 2000ء تک ادا کر دئے ہوئے ہیں۔ یہ اس کے بعد کے سالوں کیلئے چلتے رہیں گے۔ اگر محترم خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی اہم تحریک ہو تو محترم امیر صاحب مقامی کو پورا اختیار ہوگا کہ اگر وہ میری اس رقم کو یا اس کا کچھ حصہ اس تحریک میں کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں میری امانت میں جو رقم میرے مرنے کے بعد ہوگی وہ محض میرے چندہ جات کیلئے ہوگی اس میں کسی کا کسی قسم کا دخل نہیں ہوگا۔“

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے نشانہ غلیل سیکھنے کی تحریک جاری ہوئی تو آپ نے بے شمار غلیلیں بنائیں اور رعایت کے ساتھ بیچیں جبکہ غربا کو مفت دیں۔ شکار کا بہت شوق تھا۔ ہوشیار پور چلہ کشی والے مقام تک کئی بار سائیکل پر گئے۔ صوم صلوۃ کے پابند خوش دل ہر ایک کے ہمدرد تھے۔ تین چار ماہ سے دل کے عارضہ سے بیمار تھے علاج جاری تھا مگر 19.7.1990 کو سانس رک رک کر چلنے لگی آپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ مورخہ 19.7.1990ء کو بعمر 74 سال وفات ہوئی۔ محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(تلخیص اخبار بدر 2 اگست 1990ء)

☆☆☆

محترم چودھری محمد شریف گجراتی صاحب درویش

(مکرم محمد حمید کوثر صاحب۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

میرے والد صاحب مرحوم چودھری محمد شریف گجراتی درویش (1923-1984) نے 1947ء کے شروع میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کرنے کی درخواست بھجوائی۔ چنانچہ دفتر کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ قادیان حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ والد صاحب اور غلام قادر صاحب درویش نے 25 مارچ 1947ء کو انبالہ چھاؤنی میں اپنا اپنا استعفیٰ پیش کیا اور یکم اپریل 1947ء کو ہر دو افراد قادیان حاضر ہو گئے۔ اُسی روز سے انہیں کیپٹن شیر ولی صاحب مرحوم کے ماتحت خدمت بجا لانے کا حکم ہوا۔ 15 اگست 1947ء سے لے کر 16 نومبر 1947ء کے پُر آشوب عرصہ کے دوران جو حالات و واقعات آپ کو پیش آئے ان کے تذکرہ کی نہ تو یہاں گنجائش ہے اور نہ ہی ماحول وحالات اجازت دیتے ہیں۔

والد صاحب مرحوم کی وفات مؤرخہ 12 مارچ 1984ء کو قادیان میں ہوئی اور تدفین بھی بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ آپ کی وفات پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت قادیان کی اطلاع پر ناظر خدمت درویشان ربوہ نے تحریر فرمایا:

(تقسیم ملک کے وقت) ان کی عمر 25-26 سال تھی، تقسیم ملک کا فیصلہ ہونے پر واپس وطن جانے کا ارادہ ترک کر کے مستقل طور پر درویشانہ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا اور بتوفیق ایزدی آخر دم تک اس عہد کو خوشدلی اور فرمانبرداری کے ساتھ نبھایا۔ ابتدائی زمانہ میں مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے رہے اور جو بھی ڈیوٹی سپرد کی جاتی رہی وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ بلکہ ساری زندگی صبر وسکون اور اطاعت گزاری میں بسر کی۔ کبھی اضطراب اور بےچینی کا اظہار نہیں کیا۔

(روزنامہ الفضل، ربوہ 3 اپریل 1984)

محترم والد صاحب میں کئی عادات و صفات تھیں۔ جن میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

عبادت:

جہاں تک مجھے یاد ہے خاکسار نے والد صاحب کو باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے دیکھا۔ اور تہجد جب گھر میں پڑھتے تو باآواز بلند پڑھتے اور دعائیں اتنی درد و سوز سے پڑھتے کہ ہم نیند سے بیدار ہو جاتے۔ اور پھر ہم بھی نوافل ادا کرنے لگتے۔ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ اگر کبھی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مسجد نہ جاسکتے تو مجھے روک لیتے اور باقی بھائیوں کو مسجد جانے کے لئے کہتے اور مجھ سے کہتے گھر میں باجماعت نماز پڑھاؤ اور مجھ سے ہی امامت کرواتے۔

اسی طرح اگر ہم بھائی کھیت میں گندم یا دھان کی کٹائی کرتے یا اور کوئی زراعتی کام کر رہے ہوتے، نماز کے وقت کام روک دیتے اور وہاں ہی گھاس پر یا کسی پاک صاف جگہ پر باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے اور اپنے بچوں میں سے کسی سے امامت کرواتے۔

یہی وہ عملی تربیت تھی جو اُن کی اولاد کو بچپن سے ملی۔ اور بفضلہ تعالیٰ اور اسی تربیت کا اثر ہے کہ مرحوم کی اکثر اولاد نماز کی پابند ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

سن ساٹھ کے دہاکے نصف اوّل میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ شدید بیمار ہو گئے۔ ان سالوں میں مرحوم باقاعدگی سے جمعرات کے روز روزہ رکھتے اور حتی المقدور غربا کو صدقہ بھجواتے کبھی آٹے اور چاولوں کی شکل میں اور کبھی نقدی کی صورت میں۔ یہ طریق عمر کے آخری ایام تک رہا۔ بچوں کو نصیحت کرتے کہ سفر پر جانے سے قبل دعا کر کے اور کچھ نہ کچھ صدقہ دے کر نکلا کرو اور سفر میں بھی دعائیں کرتے رہا کرو کیوں کہ سفر میں بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کے دو رکوع کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا۔ مرحوم کے پاس ایک باترجمہ قرآن مجید (مترجم میر محمد اسحاق صاحبؓ) تھا۔ پہلے بلند آواز سے آیت پڑھتے پھر اتنی ہی بلند آواز سے اُس کا ترجمہ پڑھتے۔ جس سے سننے والوں کو بھی فائدہ ہوتا۔

اسی طرح سونے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے کسی کتاب کے صفحات پڑھتے اور بچوں کو بھی سناتے۔

دیانتداری:

تقسیم ملک کے بعد جب درویشان کرام کی شادیاں ہونے لگیں، اور اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نوازنے لگا تو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ملنے والی تنخواہ ناکافی ہونے لگی۔ اب ایسی صورت میں درویشان کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق زائد آمدنی کے لئے کچھ نہ کچھ ذریعہ معاش تلاش کرنا شروع کیا۔ ان ذرائع میں سے سب سے کامیاب اور نسبتاً فائدہ مند ذریعہ دودھ دینے والے جانوروں کو پالنا تھا۔ عام طور پر بھینسیں اور گائیں پالی جاتیں، ان کا خالص دودھ افراد خانہ کے استعمال میں بھی آتا اور فروخت کر کے کچھ آمدنی بھی ہو جاتی۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم نے بھی بھینسیں رکھنی شروع کیں۔ ہم اپنے قرب وجوار میں بعض غیر مسلموں کو دیکھتے کہ وہ بازار میں دودھ لے جانے سے قبل نلکے سے دودھ میں پانی ملا دیتے۔ ایک دفعہ ہم بھائیوں میں سے ایک نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دیا اور ایک دوسرے بھائی نے والد صاحب کو بتا دیا، والد صاحب مرحوم نے دودھ کی بالٹی اپنے ہاتھ میں لے لی اور جو خریدار دودھ کے لئے آتا اُسے کہتے اس دودھ میں پانی مل گیا، اس لئے آج یہ دودھ میری طرف سے مفت دیا جاتا ہے اور ہمارے اُس بھائی کو اور ہم سب کو نصیحت کی کہ تم نے بے ایمانی اور دھوکے کو آمدنی میں اضافے کا ذریعہ سمجھ لیا، اور جس اللہ کی ہم عبادت کرتے ہیں اُسے بھول گئے کہ وہ رازق خدا اس سے بھی کہیں زیادہ دے سکتا ہے اور اگر وہ تمہاری اس حرکت سے ناراض ہوا تو جو دیا ہے وہ بھی چھین سکتا ہے۔ اس لئے توبہ کرو استغفار کرو اور وعدہ کرو کہ آئندہ ایسا نہ کرو گے۔

جھوٹ سے آپ کو شدید نفرت تھی۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی سچ کا دامن نہ چھوڑتے۔ دسمبر 1960ء میں ہم سب اہل خانہ ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گئے اور واپسی جنوری 1961ء میں ہوئی۔ واپسی پر واگہ باڈر کے کسٹم والے کارکنان نے پوچھا کہ آپ کے پاس بغیر سلے کپڑے ہیں، والد صاحب نے کہا ہاں ہیں، اور وہ میرے رشتہ داروں نے بچوں کو تحفہ دئے ہیں (اس وقت کپڑے لانے پر پابندی تھی) اُس کسٹم والے نے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ابا جان نے بتایا قادیان۔ وہ کہنے لگا آپ کے سچ اور واضح بیان پر میں آپ کا سامان نہیں کھولتا، سامان لے جائیں۔ اس طرح ہر موقعہ پر سچ کو اپنا شعار بناتے، غلط بیانی، جھوٹ سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

تبلیغ کا شوق:

والد صاحب کی تعلیم اگرچہ مڈل تک تھی مگر مسلسل مطالعہ کی وجہ سے دینی معلومات بہت اچھی تھیں اور سیاسی معلومات سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ جہاں کہیں جاتے موقعہ ومحل کے مطابق تبلیغ کرتے اور تبلیغی کتب ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ مرحوم کا آبائی وطن شیخ پور ضلع گجرات تھا۔ اور آپ کا خاندان وڑیچ تھا۔ تقسیم ملک کے وقت وہاں سے بہت سے ہندو ہجرت کر کے قادیان اور اس کے گرد و نواح میں آ بسے تھے۔ والد صاحب نے ہمیشہ ان سے رابطہ رکھا۔ ہمیشہ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوئے۔ اور انسانی ہمدردی کے طور پر جو کچھ ہو سکتا وہ کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ اُن میں ایک ہندو سبزی فروش تھے۔ اور بڑھال بلڈنگ قادیان کے شمال مشرق میں ان کی دکان تھی۔ وہ ایک دفعہ بہت بیمار ہو گئے چنانچہ رات کا وقت تھا اُن کا کوئی رشتہ دار آیا کہ مریض کی حالت بہت خراب ہے آپ کچھ کریں والد صاحب مرحوم اور ڈاکٹر غلام ربانی صاحب درویش مرحوم کو لے کر اُن کے گھر گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُن کو دوائی دی۔ اور کہا کہ ان کے گھر میں مسلسل آگ جلائے رکھیں۔ ابا جان نے انہیں تسلی دی کہ ہم سب آپ کے لئے دعا بھی کریں گے آپ شفایاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ چند دنوں میں وہ مریض صحت یاب ہو گئے اس طرح کی خدمت انسانیت کے مواقع وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

قناعت:

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے القناعة کنز لا یفنی کہ قناعت اتنا بڑا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔ اپنے والد صاحب مرحوم کو خاکسار نے ہمیشہ اس حدیث پر عمل پیرا پایا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا کرتا، اُس کا شکر ادا کرتے اور کبھی لالچ سے کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ

امداد وغیرہ لینے سے گریز کرتے تھے۔ جب کبھی ہمارے گھر میں سے کوئی امداد لینے کے بارے میں بات کرتا تو اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر میں جواب دیتے:

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت رواں کے سامنے

بعد میں جب حالات کچھ بہتر ہوگئے اور آپ کا کوئی قریبی یا رشتہ دار کوئی رقم بھجواتا اُسے غربا میں تقسیم کر دیتے۔ حتی المقدور اپنی ذات یا گھر میں خرچ کرنے سے اجتناب کرتے۔

افسران بالا کی اطاعت اور ڈیوٹی کی پابندی:

فوج و ملٹری میں رہ کر ایک انسان افسران بالا کی اطاعت ڈیوٹی اور وقت کی پابندی اچھی طرح سے سیکھ جاتا ہے اور ان کی پابندی میں انسان اُس وقت اور زیادہ شدت اختیار کر لیتا ہے جہاں جماعت و نظام کا معاملہ آجائے۔

1950-1960ء کے دھماکوں میں درویشان کرام کے رات کو پہرے لگتے تھے۔ والد صاحب کو جنوری کی ایک رات شدید بخار تھا اور آپ کی بارہ بجے رات سے چھ بجے صبح (اذاں فجر) تک بہشتی مقبرہ میں ڈیوٹی تھی۔ بارش اور اولے اور تیز ہوا کا موسم تھا والدہ صاحبہ نے منع کیا کہ ڈیوٹی کے لئے نہ جائیں مرحوم نے جواب دیا کہ حالات ٹھیک نہیں، بہت سے احمدی احباب ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ جماعت کے افراد اور افسران اس یقین پر سو رہے ہیں کہ ایک آدمی ڈیوٹی دے رہا ہے ہم اطمینان سے سوتے ہیں۔ اگر میں بھی سو گیا، اور کوئی حادثہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپ اسی حالت میں ڈیوٹی دینے چلے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ میرے سے پہلے محترم بابا خدا بخش صاحب درویش مرحوم ڈیوٹی دے رہے تھے جب انہوں نے مجھے اتنے بخار میں دیکھا تو کہنے لگے، شریف صاحب آپ گھر جائیں آپ کو تو بہت بخار ہے، میں آپ کی جگہ ڈیوٹی دیتا ہوں۔

اللہ اللہ یہ تھا ایثار درویشان کرام کا۔

ایک درویش جو پہلے ہی چھ گھنٹے ڈیوٹی دے چکا ہو، اُس نے جب اپنے درویش بھائی کو بیمار دیکھا تو اُس کی جگہ ڈیوٹی دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کو بھی سمجھا اور ڈیوٹی کی اہمیت کو بھی۔ خدا کرے درویشان کرام کی اولادیں اسی طرح اطاعت کے جذبہ کے ساتھ خدمت بجالانے والی ہوں۔

عید الفطر کا دن تھا نماز سے واپس آنے کے بعد ہم سب اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ والد صاحب گھر آئے اور رسید بک لے کر چلے گئے۔ ہم کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔ والد صاحب کا کہیں پتہ نہیں۔ بہت دیر کے بعد آئے اور کہنے لگے کہ بعض غیر مسلم کرایہ داروں نے آج کرایہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے سوچا کرایہ لے آؤں۔ ہوسکتا ہے کل وہ کوئی عذر کر دیں اور انجمن کو نقصان ہو جائے۔ (والد صاحب اپنی عمر کے آخری سالوں میں نظامت جائیداد میں خدمت بجا لاتے رہے)۔

ایک خوبی جو والد صاحب میں خاکسار نے دیکھی وہ یہ کہ اپنے آپ کو قادیان کے ماحول میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ رکھتے تھے۔ ہندو اور سکھ دوستوں سے وسیع تعلقات تھے۔ اُن سے بھی آپ کو معلومات ملتی رہتیں۔ اگر کوئی بات جماعتی مفادات کے خلاف ہوتی اُس کی اطلاع فوراً مولانا عبد الرحمان صاحبؓ (سابق ناظر اعلیٰ و امیر جماعت) اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کو دیتے۔ ریتی چھلہ کی دکانیں عید گاہ کے معاملات اور کسی بھی زمینی معاملات کو ناظر صاحب اعلیٰ کے علم میں لاتے۔ جماعتی معاملات کو ہر کسی معاملہ پر ترجیح دیتے۔ جماعت کی کسی معمولی سی چیز کا بھی نقصان آپ کو برداشت نہ تھا۔

محترم والد صاحب اور محترمہ والدہ صاحبہ نے درویشی کے کٹھن عرصہ میں ہم پانچ بھائیوں اور دو بہنوں کو بڑی شفقت اور محبت سے پالا۔ خود تکلیفیں اٹھا کر ہماری ہر ضرورت کو پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

☆☆☆

محترم گیانی بشیر احمد صاحب درویش

محترم گیانی بشیر احمد ناصر صاحب موضع ماہل پور ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ کی محبت آپ کو قادیان کھینچ لائی۔ آپ ابتدائی مخلص درویشان میں سے تھے آپ نے ساری عمر نہایت صبر و استقلال اور سلسلہ کی خاص خدمات بجالاتے ہوئے گزارا۔ ملک کی تقسیم سے قبل سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنی زندگی وقف کی اور دیہاتی مبلغین کلاس میں شامل ہوئے۔ زمانہ درویشی کے ابتدائی سالوں میں اس کلاس کی تعلیم مکمل کر کے آپ بہار کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے۔ آپ کو قرآن مجید سے خصوصی عشق تھا۔ آپ نے پرائیویٹ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

جب حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو پنجابی زبان میں مہارت حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا تو آپ نے انتہائی محنت کے ساتھ گیانی کا امتحان بھی پاس کیا۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک تعلیم السلام ہائی اسکول میں بطور ہیڈ ماسٹر خدمات بجالاتے رہے۔ مگر جب اعصابی عارضہ نے شدت پکڑ لی تو بوجہ بیماری رخصت لینے پر مجبور ہوگئے۔ اس حالت میں بھی جب سلسلہ کو پنجابی لٹریچر یا تقاریر کے سلسلہ میں ضرورت پڑی اپنی مخلصانہ خدمات ہمیشہ ہی پیش کرتے رہے۔

آپ نہایت درجہ پابند صوم و صلوۃ شگفتہ مزاج علم دوست انسان تھے۔ باوجود آخری عمر میں پیروں کی کمزوری کے مسجد میں خود جایا کرتے تھے اور کبھی لوگوں کا سہارا لئے بغیر مسجد میں نماز پڑھنے کو اولیت دیتے تھے۔ آپ کی پہلی شادی جمشید پور میں ہوئی جبکہ دوسری شادی محترم محمد یونس صاحب آف بریلی کی صاحبزادی سے ہوئی اس طرح آپ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ فاضل سابق امیر جماعت احمدیہ بھارت کے ہمزلف تھے۔ آپ کی وفات 24 جون 1979ء کو قادیان میں بعمر 58 سال حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ (ادارہ)

محترم فتح محمد اسلم صاحب درویش

محترم فتح محمد اسلم صاحب درویش دھرم کوٹ بگہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ 1946ء کی تحریک وقف برائے دیہاتی مبلغین میں آپ نے اپنے آپ کو پیش کر دیا اور اپنی تعلیم اور ٹریننگ شروع کی۔ آپ کو درویشان قادیان میں شمولیت حاصل ہوئی۔ دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ مولوی فتح محمد اسلم صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہو چکے تھے۔ آپ کا پہلا تقرر کشن گڑھ، راجستھان میں ہوا۔ بعد میں تبادلہ ہو کر آپ ساندھن یوپی کے علاقہ میں کئی سال تک فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ آپ کی سبز پگڑی اپنی نرالی شان رکھتی تھی۔ 1964ء میں خرابی صحت کیوجہ سے آپ کو قادیان بلا لیا گیا یہاں پر دفتر زائرین میں خدمات بجالاتے رہے بعد 1977ء میں ریٹائر ہو گئے۔ آپ کی وفات مورخہ 3 دسمبر 1981ء ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین (ادارہ)

محترم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب درویش

محترم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب ولد محترم مرزا برکت علی صاحبؓ 2 نومبر 1918ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم آپ نے قادیان میں ہی اپنے والد صاحب اور حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ سے حاصل کی۔ مدرسہ احمدیہ میں سات جماعت پڑھنے کے بعد میٹرک پاس کی۔ اس کے بعد آپ نے ادیب فاضل اور مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ پھر مختلف کاموں کی ٹریننگ حاصل کرتے رہے۔ 1947ء کے پرخطر ایام میں آپ سلسلہ کی خدمت کرتے رہے نیز آپ نے انسپیکٹر بیت المال کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ آپ معاون ناظر بیت المال بھی رہے۔ آپ کے والد صاحب صحابی تھے۔ آپ کی دوسری شادی بشیر خاتون صاحبہ سے ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین (ادارہ)

محترم بشیر احمد بانگروی صاحب درویش

(مکرم حبیب احمد طارق صاحب کارکن دفتر آڈیٹر)

خاکسار اپنے والد صاحب کے حالات زندگی بیان کرنے سے پہلے اُن بزرگوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کی وجہ سے ہمیں احمدیت کی نعمت سے سرفراز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ۔

خاکسار کے والدین پہلے سے ہی آپس میں رشتہ دار تھے یعنی میرے والدین کے نانا جان ایک ہی تھے۔ میری دادی جان اور نانی جان آپس میں حقیقی بہنیں تھیں۔ حضرت نانا جانؓ سے مراد حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ آف بیّے حالی ضلع گورداسپور ہیں۔ آپ کو حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی بیعت کی سعادت 1890ء میں حاصل ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

آپؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ موضع بیّے حالی قادیان سے تقریباً 15 سے 20 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ اِس وجہ سے آپ کئی مرتبہ قادیان دارالامان آیا جانا کرتے تھے۔ اِسی گاؤں سے ایک مشہور صحابی حضرت میاں جھنڈے خان صاحبؓ بھی ہوئے ہیں۔ اِن دو بزرگ صحابہ کا جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بھی ذکر ملتا ہے۔ صداقتِ حضرت مسیح پاک علیہ السلام اور تبلیغ احمدیت کرنے کے لئے کئی قسم کے طریق اپنائے گئے ہیں۔ بعض بزرگان نے تقریری و تحریری اور بحث مباحثہ اور نثر و نظم کے رنگ میں تبلیغ کی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں پنجاب میں گاؤں میں بکثرت مسلمان رہائش پذیر تھے۔ محترم والد صاحب کے نانا حضرت نانا جانؓ نے اِس وجہ سے صداقت مسیح موعود علیہ السلام اور تبلیغ احمدیت کے لئے بڑے ہی پیارے انداز میں پنجابی زبان میں اُردو رسم الخط میں بہت اشعار تحریر کئے اور بہت سے تعداد میں اپنے خرچ پر شائع کر کے اس زمانہ میں تقسیم کئے جس سے ایک عام فہم زبان سادہ آدمی بھی احمدیت کو سمجھ جاتا تھا۔ ان کتابچوں میں مندرجہ ذیل کتابچے بہت مشہور ہیں: (۱) موتی بازار (۲) سُچا موتی (۳) حلوے کی دکان ملا کی کامیابی (۴) اخبار مہدی (۵) خالص موتی وغیرہ۔ یہ کتابچے آج بھی احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان میں یہ موجود ہیں۔

والد صاحب کا قبول احمدیت:

خاکسار کے والد محترم کے نانا جان حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ آف بیّے حالی گورداسپور کی وجہ سے ہمارے خاندان میں احمدیت آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کی وفات جون 1946ء میں قادیان میں ہوئی۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

میرے پیارے والد صاحب مولوی بشیر احمد صاحب ولد مکرم چودھری محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم حاجی محمد رمضان صاحب موضع گھٹیالی بانگر ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے یہ گاؤں قادیان سے بٹالہ اور بٹالہ سے فتح گڑھ چوڑیاں کے راستہ میں پڑتا ہے۔ میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ یہ گاؤں زیادہ تر سکھوں کا تھا، مسلم آبادی کم تھی۔

میری دادی جان محترمہ زینب بی بی صاحبہ صحابیہؓ تھیں اور صحابی کی بیٹی تھیں، لیکن میرے دادا جان احمدی نہیں تھے۔ میرے والد صاحب کو اپنے خاندان یعنی میرے ددھال میں سے سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ۔ چونکہ میرے والد صاحب کا ننہال احمدی تھا اس لئے آپ کو احمدیت کا پیغام پہنچتا رہتا تھا۔ 1939ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر خاکسار کے والد صاحب نے قصرِ خلافت میں حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ بیعت کے بعد آپ کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے بھائیوں کی طرف سے بہت مارا پیٹا گیا لیکن آپ حق پر ڈٹے رہے اس کے نتیجہ میں آپ کے ددہیال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سارے کے سارے احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔

شادی:

والد صاحب کی شادی غالباً 1945ء میں اپنی خالہ زاد بہن ''ناصرہ بیگم'' سے ہوئی۔ شادی کے بعد ایک دو سال آبائی گاؤں میں رہے ہونگے کہ ملکی حالات بگڑنے شروع ہوئے۔ مرکز احمدیت یعنی قادیان دارالامان کی حفاظت کے لئے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے تحریک کی گئی۔ اس تحریک میں خاکسار کے والد صاحب نے اپنا نام بھی پیش کیا۔

خاکسار کے والد محترم نے اپنے مختصر حالات نوٹ کئے تھے وہ پیش خدمت ہیں:

''خاکسار بشیر احمد بانگری ولد چودھری محمد اسماعیل صاحب بمقام، گھنیکے بانگر پیدائش 6/مارچ 1914ء مورخہ 10/اپریل 1947ء کو زندگی وقف کر کے قادیان حاضر خدمت ہوا۔ ہماری کلاس 3 ستر آدمیوں پر مشتمل تھی۔ پڑھائی شروع ہوئے ابھی چند ماہ ہوئے تھے کہ ملک میں پارٹیشن کی گڑبڑ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں سے پنجاب خالی ہو گیا۔ بلکہ قادیان بھی خالی ہو گیا۔ حفاظت مرکز کے لئے تین سو تیرہ (313) درویش رہ گئے۔ چھ مہینے کے بعد پڑھائی شروع ہوئی۔ مگر کلاس کے آدمی چالیس رہ گئے تھے۔ ذرا امن ہوا تو دیہاتی کلاس کے اکثر آدمیوں کو تبلیغ کے میدان میں ہندوستان مختلف مقامات پر بھجوایا گیا۔ خاکسار کو آٹھ آدمیوں کے سمیت صوبہ بہار میں مختلف علاقوں میں بھجوایا گیا۔ خاکسار کو ہوبیا کورا اور تارا کورا بھجوایا گیا۔ جو کہ نہایت جنگلی علاقہ تھا۔ خاکسار نے نہایت ہمت اور دلجمعی سے کام کیا۔ بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا اور اپنے علاقہ کے اردگرد میں تبلیغ شروع کر دی تب اردگرد کے دیہاتوں کے لوگوں نے جماعت کے افراد پر دباؤ ڈالا کہ اس مولوی کو یہاں سے نکال دو۔ تب وہ لوگ مجھے قریب کے گاؤں گوری کو الے گئے وہاں دو سو (200) آدمی دو تین مولوی جمع تھے۔ بحث مباحثہ شروع ہوا۔ خاکسار نے کہا کہ پہلے حیات وفات حضرت مسیح علیہ السلام ختم ہو جائے۔ پھر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بات ہوگی۔ میں تین آیات وفات پر پیش کر کے معنیٰ کرتا ہوں پھر آپ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تین آیات پیش کرنا مگر جب میں نے تین آیات پیش کر کے ترجمہ کیا تو وہ اتنے میں ہی لاجواب ہو گئے۔ پھر میں نے تفصیل سے جماعت کے متعلق سمجھایا وہ سردار جو دھوبیا کورا لے کر آیا تھا اپنا سا منہ لے کر شرمندہ ہو گیا۔ پھر خاکسار تقریباً نو مہینے کے بعد مونگھیر کے ضلع میں چلا گیا وہاں بھی اردگرد دیہاتوں کے دورے کرتا رہا۔''

محترم والد صاحب کے ہاتھوں کئی افراد کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی بعدہ محترم والد قادیان آ گئے۔ محترم والد صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں:

''1960ء کے شروع میں جماعت احمدیہ انبیٹہ ضلع مظفر نگر (یو.پی) میں بھجوایا گیا وہاں تین سال تک رہا۔ اردگرد کے دیہاتوں اسلام پور سبائی، میرٹھ، جھلانوی، پختہ گڑھی ان قصبات میں تبلیغی دورے ہوتے رہے اور چھوٹے چھوٹے دیہات کا شمار ہی نہیں ان دنوں میں تقریباً چار ہزار میل سفر کیا۔ اسی سال کے آخر میں واپس قادیان جانا پڑا۔ 24-6-1966 کو قادیان سے رانچی صوبہ کے لئے روانگی ہوئی۔ 26-6-66 کو محترم سید بدر الدین صاحب ایڈوکیٹ رانچی پہنچ گیے۔ صبح محترم چھکن صاحب انصاری موضع شملیہ مجھے لے گئے۔ میرے لئے دو جگہیں مقرر تھیں۔ ایک موضع سملیہ یہاں اصل قیام تھا اور دوسرے رانچی جو سملیہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے چونکہ رانچی والے وکیل صاحب موصوف صدر انجمن احمدیہ کے ممبر تھے اسلئے مجھے حکم تھا کہ جمعہ کی نماز رانچی میں پڑھانی ہوگی۔ یہ علاقہ مسلمانوں کا تھا۔ اسلئے کئی جگہ مسلمانوں سے مُٹھ بھیڑ ہوئی دو تین جگہ مناظرہ ہوا ہمیشہ شکست کھاتے رہے۔

مناظرہ سملیہ کی مختصر حقیقت:

فریق ثانی موضع سکرٹو کا تھا۔ اسکو سمجھایا۔ مناظرہ کرنے کا فائدہ نہیں اس سے ضد پیدا ہوتی ہے اور سچائی چھپ جاتی ہے۔ جب نہیں مانا تو مجھے بھی مکرم مولانا شریف احمد امینی صاحب اور مولانا عبد الحق صاحب درویش کو بلانا پڑا۔ فریق ثانی کی طرف سے تقریباً پچیس مولوی آ گئے۔ جب ہم نے فریق ثانی کو کہا کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو شرائط لکھیں اور مناظرہ کریں گاؤں والوں نے مولویوں کو کہا کہ مناظرہ کرلو ورنہ ہم دونوں گاؤں ہم احمدی ہونے لگے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم بھٹے میں پڑو ہمیں مناظرہ نہیں کرنا اتنا کہنا ہی تھا کہ اُن مولویوں کو لوگ اینٹ، پتھر، لاٹھی اور تلواریں مارنے کے لئے نکل آئے۔ اکثر کو میں نے روکا جب وہ مولوی بھاگ گئے تو تین آدمی بیعت میں داخل ہو گئے۔ الحمدللہ۔ اس کے علاوہ انفرادی بیعتیں بھی ہوتی رہیں۔''

محترم والد صاحب صوبہ یوپی بہار میں 26 سال تک تبلیغی میدان میں سرگرم رہے۔ نیز اس کے بعد دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں لمبا عرصہ خدمت کی۔ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی تحریک پر مضافات قادیان میں بھی ایک لمبا عرصہ تبلیغی میدان میں خدمت سرانجام دی۔ آپ کی وفات 22 اکتوبر 1998ء کو ہوئی۔ آپ صوم وصلوۃ کے پابند، تہجد گزار، نیک ومخلص، خوش مزاج ومہمان نواز تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا کیں۔ ☆☆☆

محترم محمد یوسف صاحب زیروی بھکشو درویش

(مکرم طاہر احمد گلبرگی، مربی سلسلہ دھولپور، راجستھان)

مکرم محمد یوسف صاحب زیروی درویش اپنے ابتدائی حالات اور آبائی وطن نیز اپنی پیدائش کے متعلق اپنی کتاب ''سوانح عمری مسلم بھکشو'' میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''میرا آبائی وطن اور میری پیدائش کی جگہ کا نام ملسیاں کلاں ہے۔ یہ تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں ہے میرے گاؤں ملسیاں کی بنیاد میرے دادا نے ڈالی تھی۔ میرے دادا کا نام چودھری محمد حسن تھا۔''

(سوانح عمری مسلم بھکشو صفحہ 9-8)

نیز لکھا ہے ''میرے والد کی اولاد میں سے میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔ میرے والد کا نام چودھری نظام الدین اور والدہ کا نام حلیمہ بیگم تھا۔ میری ۱۹۱۹ء کی پیدائش ہے۔ میری عمر تین سال کی تھی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد میری دادی، دادا اور ایک ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد جب میری عمر پانچ سال کی ہوئی تھی تو میرے والد کا انتقال ہو گیا۔

(سوانح عمری مسلم بھکشو صفحہ 12)

آپ کے چچا نے ان سے بُرا سلوک کیا اور گھر کا سارا سامان لیکر دینے سے انکار کر دیا۔ اور اسکے بعد اپنے ماموں مولوی محمد عبداللہ صاحب زیروی جو قادیان میں پڑھ رہے تھے انکے ساتھ قادیان آ گئے۔ قادیان میں کچھ وقت تو اپنے ماموں کے ساتھ رہے پھر انکے ماموں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے سپرد کر دیا۔ 1928ء تک حضرت مفتی محمد صاحبؓ کے پاس قیام رہا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور محمد یوسف صاحب بھکشو کے درمیان ایک گہرا تعلق تھا۔ یہ بات مارچ 1944ء کی ہے محمد یوسف صاحب کو خواب میں خبر دی گئی کہ میر صاحبؓ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر وہ چار پائی پر بیٹھ گئے اور زور زور سے رونے لگے گھر کے سب لوگ اُٹھ گئے اور سب نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بتایا کہ خواب میں دیکھا کہ میر صاحبؓ کی وفات ہو گئی ہے۔ سب نے کہا کہ خواب غلط ہے۔ مگر جب تحقیقات کی تو انتقال ہو گیا تھا۔ سارے لوگ حیران رہ گئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو میر صاحب سے کتنی محبت تھی۔

آپ کو درویشان قادیان میں شمولیت کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی۔

1952ء میں انکی لڑکی کا انتقال ہو گیا تھا اور انکے رشتہ دار بار بار کہہ رہے تھے کہ قادیان چھوڑ کر پاکستان آ جاؤ۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ملسیاں میں جائداد تھی جو تمام رشتہ دار حاصل کر چکے تھے اور آپ کی اہلیہ کو جائداد اس وقت ملتی جب وہ پاکستان میں آتے۔ اس لئے وہ بار بار زور دے رہے تھے کہ پاکستان آ جاؤ۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ اگر مصلح موعودؓ اجازت دیں گے تو میں آؤں گا ورنہ نہیں۔ اسکے بعد رشتہ داروں نے مصلح موعودؓ سے اجازت طلب کی تو آپؓ نے منع فرمایا۔

اور پھر بعد میں مصلح موعودؓ کی اجازت کے بعد 1954ء میں آپ پاکستان آتے جاتے رہے مگر رشتہ داروں کے حالات ٹھیک نہ ہو سکے۔ جس کے بعد 1955ء میں ان کے خسر صاحب کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ اگر تم نہیں آ سکتے ہو تو اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو انہوں نے طلاق دے دی اور تین ماہ بعد ان کی شادی پاکستان میں کسی اور کے ساتھ ہو گئی۔

پھکشو تحریک اور یوسف صاحب زیروی:

حضرت مصلح موعودؓ نے 1956ء میں اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھ کر ''بھکشو تحریک'' کا آغاز فرمایا۔ اسی وقت محمد یوسف صاحب زیروی نے اس تحریک پر لبّیک کہہ کر اپنا نام پیش کیا۔ اس جگہ حضورؓ کا وہ ارشاد درج کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ریزولیشن نمبر 271 بتاریخ 56-5-17

ارشاد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''کہ غیر مسلموں کو تبلیغ کی جائے۔ وہ مرزا صاحب کے چیلے کہلائیں اور دیہاتی مبلّغین اور جماعت کے نوجوانوں کو تحریک کی جائے کہ ہاتھ میں سوٹی لے کر چوغے پہنے ہوئے مانگ کر کھائیں اور اسلام کی اخلاقی تعلیم بیان کریں۔ قریب آنے والے غیر مسلموں کو قادیان بلوا کر خوب مہمان نوازی کی جائے اور غیر مسلموں میں گوتم بدھ کے بھکشو کی طرح تبلیغ کی جائے۔''

آپ نے اپنے آپ کو اس تحریک کے لئے پیش کیا۔ اور اس کی منظوری آپ کو زیر ریزولیشن نمبر 452 بتاریخ 1956-7-24 صدر انجمن احمدیہ قادیان ملی۔

چنانچہ اس کے مطابق آپ کو گڑگاؤں، اورنگ آباد، گلبرگہ اُڑیسہ وغیرہ علاقوں میں جا کر تبلیغ کرنے کا ارشاد موصول ہوا۔

منظوری کے بعد آپ کو بھکشو رنگ میں قادیان سے الوداع کیا گیا اس پروگرام میں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ مرحوم ومغفور موجود تھے اور ہر دو بزرگان نے تقریر فرمائی اور پھر نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے ایک چوغہ اور سوٹا اور ٹوپی دی گئی جو پہلے سے تیار تھی۔ اس پروگرام کے آخر پر ناظر صاحب اعلیٰ نے پُرسوز اجتماعی دعا فرمائی جس میں جامعہ احمدیہ قادیان کے طلبا بھی شریک تھے۔

دعاؤں کے ساتھ آپ کا یہ تبلیغی سفر شروع ہوا۔ امرتسر سے ہی تبلیغ شروع کر دی اور اپنے گاؤں جا کر بھی تبلیغ کی۔ 10 جنوری 1957ء کو ربوہ میں حضور اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاقات کر کے قادیان واپس آ گئے۔ قادیان سے یوپی کا سفر شروع کیا اور ساتھ میں چند یونانی دوائیں بھی رکھ لیں۔ آپ اس سے علاج کرنا جانتے تھے۔

ایک نصرت الٰہی کا واقعہ اور حیدر آباد دکن میں آمد

آپ لکھتے ہیں ''میں کسی سے مانگنا مناسب خیال نہیں کرتا تھا اور نہ مجھے مانگنے کی عادت تھی۔ خدا تعالیٰ سے ضرور مانگتا تھا اور اللہ تعالیٰ دیتا بھی تھا۔ چنانچہ شاہجہاں پور (یوپی) سے چلنے سے تین دن پہلے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ کرایہ کی ضرورت ہے۔ دوسرے روز ایک سفید پوش آدمی آیا اور اس نے ایک لفافہ دیا اور غائب ہو گیا۔ اس لفافہ کو کھولا تو اس میں پچاس روپے تھے۔ اس وقت حیدر آباد کا کرایہ 29 روپیہ تھا۔

قبولیت دعا اور بارش:

مکرم محمد یوسف صاحب درویش کے ساتھ بارش کی دعا قبول ہونے کے بے شمار واقعات ہیں جب کبھی بھی موصوف نے بارش کیلئے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا۔

یہ 1961ء کی بات ہے کہ جناب حکیم محمد دین صاحب مبلغ حیدر آباد کا تبادلہ شموگہ ہو گیا۔ اور آپ جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔

محمد یوسف صاحب درویش کی خواہش تھی کہ وہ حکیم صاحب سے ملاقات کریں۔ اور راستہ میں یادگیر پڑتا ہے۔ یادگیر میں سیٹھ عبدالحئی صاحب سے انکی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو زبردستی روک لیا اور یہ کہا کہ دعا کریں بارش نہیں ہو رہی ہے اگر بارش ہو گئی تو میں آپ کو حیدر آباد گاڑی میں چھوڑ کر آؤنگا۔ پھر محمد یوسف صاحب درویش نے نماز تہجد میں دعا کی اور فجر کے بعد ہی 5 گھنٹے مسلسل بارش ہوتی رہی اور پھر عبدالحئی صاحب سے ملاقات کی اور کہا کہ چلیں اب حیدر آباد کیلئے روانہ ہو جائیں۔

خاکسار کے والد محمود صاحب گلبرگی کہتے ہیں کہ جب بھی درویش صاحب نے نماز استسقاء پڑھائی تو بارش ضرور ہوئی۔

1961ء میں عبدالحئی صاحب نے یوسف درویش صاحب سے اپنی بیماری دور ہونے کیلئے دُعا کی درخواست کرائی تو ایک روز یوسف درویش صاحب انکے لئے نماز تہجّد میں دعا کر کے کچھ دیر آرام کر رہے تھے کہ ایک خواب دیکھا جس میں ایک مسجد میں ایک گھڑی رکھی ہوئی تھی۔ جس میں 12 بجنے میں ایک گھنٹہ ہے اور گیارہ بجنے میں سات منٹ اور دو سیکنڈ ہیں۔ اس میں بتایا گیا کہ جو بیمار ہے اس کی عمر سال رواں کو چھوڑ کر گھنٹہ سے مراد ایک سال ہے اور سات منٹ سے مراد سات ماہ ہے اور دو سیکنڈ سے دو دن باقی ہے۔

عبدالحئی صاحب کی وفات اتنے ہی عرصہ بعد ہوئی جو خواب میں یوسف درویش صاحب نے دیکھی تھی اور انکی نماز جنازہ بھی درویش صاحب نے پڑھائی۔ محمد یوسف صاحب درویش وفات سے قبل کچھ عرصہ علیل تھے اور اس عرصہ میں آپ کی رہائش جماعت احمدیہ یادگیر میں ہی تھی بروز منگل مورخہ 30 اکتوبر 1990ء میں بعمر 71 سال اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ موصوف کا وصیت نمبر 10694 ہے آپ کی تدفین امانتاً یادگیر جماعت کے قبرستان میں ہوئی اور پھر دو سال بعد 92-1-8 کو آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انکے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

(آمین)

محترم محمد دین بدر صاحب درویش

(مکرم مبشر احمد بدر مربی سلسلہ، قادیان)

میرے پیارے ابّا جان کا آبائی وطن موضع چھنیاں تحصیل دسوہا ضلع ہوشیار پور ہے خاکسار کے دادا جان کا نام غلام نبی تھا جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی بڑے بیٹے مکرم عمر دین صاحب تھے اور چھوٹے بیٹے مکرم محمد دین صاحب بدرؔ جو کہ خاکسار کے والد ہیں۔ آپ کی ایک بہن بھی تھیں جو کہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں ہی چند سال قبل سیالکوٹ میں رحلت فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح ابّا جان کے دو چچا تھے پہلے مکرم برکت علی صاحب اور دوسرے مکرم عطاء اللہ صاحب دونوں چچا صاحب اولاد تھے ان میں سے اوّل الذکر چچا مکرم برکت علی صاحب نے اپنے ایک استاد جو کہ موضع چھنیاں میں پڑھاتے تھے کے ذریعہ قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی پھر چچا برکت علی صاحب نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اچھی طرح سمجھ کر اپنے خاندان کے افراد کو اس نعمت سے مالا مال کرنے کی کوشش کی آپ کے خاندان کا کوئی فرد بھی جماعت میں شامل نہ ہوا۔ خاکسار کے ابّا جان اپنے چاچا کے ساتھ قادیان میں رہنے لگے اور آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابّا جان کو قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔ میرے والد صاحب کے چچا نے 1947ء سے قبل قادیان میں مستقل رہائش اختیار کی تھی۔ 1947ء تک والد صاحب اپنے چچا کے ساتھ قادیان میں رہے پھر ملکی حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے تو آپ کے چچا قادیان سے سیالکوٹ ہجرت کر گئے اور بہت کوشش کی کہ والد صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں مگر والد صاحب کو قادیان سے بے انتہا محبت اور اُنس تھا جس کی وجہ سے والد صاحب نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں قادیان جیسی پیاری بستی کو جس میں خدا کا مامور پیدا ہوا جس سے دنیا کی تقدیریں وابستہ ہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور کہا کہ آپ جائیں اور میرے لئے دعا کرتے رہیں کہ اس کا حق ادا کرنے کی مجھے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی پہلی شادی 1945ء میں کپورتھلہ کے ایک احمدی گھرانے میں ہوئی۔ 1947ء کے حالات کی وجہ سے آپ کی بیوی محترمہ سلطانہ بیگم گاؤں چھنیاں ہوشیارپور سے سیالکوٹ پاکستان چلی گئیں۔ اس بیوی سے آپ کی ایک بیٹی تھی حالات کی وجہ سے اس بیوی سے رشتہ ختم ہو گیا۔ 1953ء میں والد صاحب کی شادی میری والدہ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ آف دیودرگ کرناٹک سے ہوئی یہ شادی مکرم عبدالرحیم صاحب ملکانہ جو کہ مولوی فاضل اور انسپکٹر بیت المال آمد کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے تھے کے ذریعہ ہوئی۔ اُن دنوں میں والد صاحب لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں کام کرتے تھے معمولی تنخواہ تھی۔ شادی کے ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹی سے نوازا۔ اور چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے مزید پانچ بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ بڑا بیٹا اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے جوانی میں ہی رحلت کر گیا۔ باقی بیٹے اور بیٹیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور سب کی شادیاں ہو چکی ہیں ظاہر ہے کہ والد صاحب عیالدار تھے مگر نہایت صبر و شکر کے ساتھ قلیل تنخواہ میں گذر بسر کیا اور کبھی بھی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔

والد صاحب 1947ء میں قادیان کے مختلف مقامات میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی غرض سے ڈیوٹیاں دیتے رہے اور بڑی ہمّت اور حوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ بعض اوقات ڈیوٹی کے دوران فاقہ کشی کی سی نوبت آ جاتی تھی ابّا جان بتاتے تھے کہ ہم نے کئی کئی ہفتے گندم اُبال اُبال کر کھائی اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ابّا جان کا درویش نمبر 42 تھا آپ بتایا کرتے تھے کہ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے بظاہر ہماری کوئی طاقت نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ ان مقامات کی ہمارے ذریعہ حفاظت فرما رہا تھا اس کام کے لئے ہمیں کبھی بھی مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ابّا جان نے اپنی بیوی اور بچّی کے ہوتے ہوئے اور دیگر رشتہ داروں کے بُلانے پر کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس اہم فریضہ کے بالمقابل کسی کا بھی خیال تک دِل میں نہیں لائے۔

ابّا جان جب اپنے آبائی وطن میں قیام پذیر تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں تھے مگر جب آپ اپنے چچا مکرم برکت علی صاحب کے ساتھ قادیان آ گئے اور حضرت المصلح الموعودؓ کی صحبت اور قربت اختیار کی تو اس کے نتیجہ میں صوم وصلوٰۃ میں ایسی پابندی کا مظاہرہ کیا کہ خدا کے خاص فضل کے بغیر انسانی قلب میں ایسی پاک تبدیلی ممکن نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بسا اوقات ابّا جان نماز مغرب کے قریب ننگل میں کھیت میں چارا کاٹ رہے ہوتے اور مغرب کی اذان کا وقت ہو جاتا جلدی جلدی چارا کاٹ کر تقریباً ایک کوئنٹل وزنی چارے کی گرہ اُٹھاتے اور باجماعت نماز کے حصول کے سلسلہ میں اتنے حریص ہوتے کہ اسی حالت میں بھاگنا شروع کر دیتے اور گھر میں چارا پھینکتے ہی وضو کرتے اور مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے۔ کھیت میں جانے سے قبل گھر میں ہماری ہمشیرہ کو یہ کہہ کر جاتے تھے کہ جہاں میں نے چار پھینکنا ہوتا ہے وہاں جھاڑو سے صفائی کر دیا کرو۔ بہن بتاتی ہیں کہ میں اکثر اس جگہ میں جھاڑو دینا بھول جاتی تھی اور ابّا جان نے گٹھا سر پر اُٹھایا ہوتا تھا اور زور سے آواز دیتے تھے کہ ابھی تک صفائی نہیں کی جلدی آ کر صفائی کرو اور اس عرصہ میں ابا جان نماز باجماعت کے چھوٹ جانے کے خیال سے خوف زدہ اور بے چین نظر آتے۔ بہن بتاتی ہیں کہ میں ایک ہاتھ سے صفائی کرتی تھی اور دوسرا ہاتھ گٹھے کو روکنے کے لئے اوپر رکھتی تھی۔ مجھے یہ ڈر ہوتا تھا کہ نماز باجماعت کی فکر کی وجہ سے گٹھا غصہ میں میرے سر پر نہ پھینک دیں۔ خاکسار کو بعض لوگ بتاتے تھے کہ اذان مغرب کے وقت آپ کے والد ننگل میں ہوتے اتنی جلدی مسجد اقصیٰ کی پہلی صف میں کس طرح پہنچ جاتے ہیں سمجھ نہیں آتی۔ ایسے واقعات خاکسار نے اپنی زندگی میں بہت مشاہدہ کئے ہر کام کو پیچھے ڈال دیتے مگر نماز باجماعت کو کبھی ترک نہ کرتے۔

آخر میں دُعا ہے اللہ تعالیٰ ابّا جی کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے اوصاف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محترم میاں احمد دین صاحب درویش

(مکرم حبیب احمد طارق صاحب، کارکن دفتر آڈیٹر، قادیان)

مکرم میاں احمد دین صاحب ولد حکیم اللہ بخش صاحبؓ سکنہ بیّے ہالی ضلع گورداسپور خاکسار کے والدین کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ خاموش طبیعت سادہ لباس اور نیک طینت، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام سے والہانہ عشق رکھنے والے درویش تھے۔ آپ کی پیدائش 1915ء کو ہوئی۔ آپ نے شروع درویشی کے زمانہ سے ہی سلسلہ پر بوجھ نہ بنتے ہوئے صدر انجمن احمدیہ کی تحریک پر اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا۔

آپ 17 جون 1943ء کو تاریخی جلسہ موضع بھاڑی نزد قادیان میں بھی شریک ہوئے اور اس جلسہ میں آپ کو مخالفین کی طرف سے شرانگیزی کے نتیجہ میں شدید چوٹیں آئیں۔ (بحوالہ الفضل 30 جون 1943ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر آپ نے لبّیک کہتے ہوئے درویشی اختیار کی۔ درویشی میں تجرّد کی زندگی گزارتے رہے۔ محترم میاں عبدالرحیم صاحب درویش دیانت (سوڈا واٹر فیکٹری) آپ کے بہنوئی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی حضرت منشی جھنڈے خان صاحب جو پنجابی زبان کے مشہور شاعر تھے جب اپنے گاؤں بیّے ہالی میں فوت ہوئے تو ان کے بعض غیر از جماعت رشتہ داروں نے ان کو اپنے گاؤں میں دفن کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ نے ایک احمدی صحابی کے جنازہ کی حفاظت اور قادیان پہنچانے کی لگن میں جنازہ ایک شخص کی مدد سے گڈّے پر رکھ کر قادیان پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے خاندان کی شدید مخالفت ہوئی۔ اس بنا پر آپ قادیان ہجرت کر گئے۔

آپ کی وفات مورخہ 16 جولائی 1959ء کو امرتسر کے وی جے ہسپتال میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محترم قمرالدین صاحب درویش

(مکرم عمردین صاحب، قادیان)

محترم قمرالدین صاحب درویش ساکن سرسپور دہلی خاکسار کے بڑے بھائی تھے ۔ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے ہمارے تایا زاد بھائی ڈاکٹر نذیر صاحب نے احمدیت قبول کی۔آپ مکرم رحمان شاہ صاحب کپڑا بیچنے والے کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ پھر بھائی نذیر صاحب نے اپنے خاندان کو اور ہمارے خاندان کو احمدی کیا۔ لیکن دو تایا اور اُنکی اولاد احمدی نہیں ہوئے۔ وہ دُنیا میں گِھر گئے۔ابتداء میں گھر میں بہت مخالفت ہوئی۔ جب دہلی میں جلسہ مصلح موعودؓ ہوا۔ اس میں ہمارے بھائی شامل تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ مخالفین نے جب جلسہ پر پتھراؤ کیا تو حضور نے کیسے کنٹرول کیا۔ اور خدام کو جب حکم ہوا تو پھر کس طرح حفاظت کے ساتھ وہاں سے عورتوں کو نکالا۔ بھائی قمرالدین صاحب 1946ء میں سولہ سال کی عمر میں والدین کو بتائے بغیر قادیان آ گئے تھے۔اُن کے ساتھ ہمارے تایا زاد بھائی محمد سلیمان صاحب بھی تھے۔ والدین کو بیٹے کی جدائی کا بہت غم تھا۔ والدہ کا طریق تھا کہ صبح سویرے مکان کی چھت پر پرندوں کو دانہ ڈالتیں۔ مور اور دوسرے پرندوں سے چھت بھر جاتی۔ خیرات میں کھلا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی نیکی اور دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کو قبول کیا۔ اور بیٹے سے ملاقات کے سامان پیدا ہو گئے۔ 1947ء کے بھیانک دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیگر درویشوں کے ساتھ میرے بھائی کو بھی اپنی حفاظت میں رکھا۔ یہ مقامات مقدسہ کی برکت تھی۔ میرے والدین کو بھی مولیٰ کریم نے ان خطرناک حالات میں اپنے فضل سے حفاظت فرمائی۔ 1946ء میں بھائی جب قادیان آئے۔تو یہاں پر گزارے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ بھائی قمرالدین اور بھائی سلیمان صاحب نے سبزی منڈی میں بوجھ اُٹھانے کا کام کیا۔ قریباً ایک سال بعد 1947ء میں اللہ تعالیٰ نے درویشی کی نعمت عطاء کی۔ ابتداء میں روٹی ملتی رہی۔ کچھ ہی عرصہ بعد پانچ روپئے ملنے لگ گئے۔ چند سال بعد دس پندرہ روپئے ہو گئے تھے۔ ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ انجمن نے دیگر درویشوں کے ساتھ میرے بھائی قمرالدین صاحب اور بھائی محمد سلیمان صاحب کو فارغ کر دیا۔ کیونکہ انجمن کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ تمام درویشوں کا خرچ پورا کر سکے۔ پھر بھائی قمرالدین صاحب اور بھائی محمد سلیمان صاحب دہلی جاکر خان رحمت اللہ صاحب کے کارخانہ میں کام سیکھتے رہے۔ کارخانہ میں چپس، سنک، بیسن، باتھ ٹب وغیرہ بنتے تھے۔کام سیکھ کر قادیان میں کچھ عرصہ کام کیا۔ پھر چھوٹے بھائی مہر الدین نے سکندر آباد اپنے پاس بلا لیا وہاں پر بھائی مہر الدین صاحب نے اپنا کارخانہ کھول لیا۔ جس میں بھائی قمرالدین صاحب کام کرتے رہے۔ وہاں پر ہی آپ کی شادی ہوگئی۔ جس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔ لڑکی کی شادی کے بعد وفات ہوگئی۔ لڑکا اللہ کے فضل سے بہتر حالت میں ہے۔شادی کے چند سال بعد بھائی قادیان آ گئے۔ اور دفتر میں مددگار کے طور پر خدمت بجا لاتے رہے۔ قادیان آنے کے بعد ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نے آپ کی اُڑیسہ میں شادی کروا دی۔ جس سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکی اور بڑے لڑکے کی شادی ہوگئی ہے۔ چھوٹے بیٹے کی شادی ابھی نہیں ہوئی۔ یہ تینوں بچے ابھی چھوٹے ہی تھے کہ میرے بھائی قمرالدین صاحب کی وفات ہوگئی۔ کچھ ہی عرصہ قبل ہماری بھابی کی بھی وفات ہوگئی ہے۔ بھائی قمرالدین صاحب نے انتہائی غربت کے باوجود ساری زندگی بہت ہی صبر سے گزاری ہے۔ 1946ء میں جب بھائی قمر الدین صاحب قادیان آ گئے تھے تو باقی سارا خاندان دہلی میں ہی تھا۔ جب 1947ء کا دور قریب آ رہا تھا۔ ہماری مخالفت بڑھنے لگی۔ ہمارا بائیکاٹ کر دیا گیا اور کئی طریق سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اُن کا آخری حربہ یہ تھا کہ اپنے مذہب سے توبہ کرو اور گئو موتر پی کر شُدھ ہو جاؤ اِسی صورت میں تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ جب 1947ء کے خطرناک حالات ہو گئے تو انہوں نے پکّا ارادہ کر لیا کہ کوئی یہاں سے زندہ نہ نکلنے پائے۔ ہمارے تایا زاد بھائیوں نے وہاں سے نکلنے کی جو تدبیر اختیار کی وہ اس طرح ہے کہ ایک ایک دو دو کر کے مرد اور عورتوں کو وہاں سے نکالا۔ تا کہ دشمنوں کو شک نہ پڑے۔ بوڑھے اور بچے وہاں پر ہی چھوڑ دیئے۔ اس لئے کہ اُن کو اپنا بھی پتا نہیں تھا۔ کہ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ گھر سے نکلنے کے بعد زندہ رہیں گے یا نہیں۔ کیونکہ 1947ء کے حالات بہت خراب ہو چکے تھے۔ ہر طرف خون خرابہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے تایا زاد بھائیوں کو بخیریت پاکستان پہنچا دیا گیا۔ سرسپور دہلی میں میرے والدین، ہماری تائی ، ہم دو بھائی مکرم مہرالدین اور خاکسار عمرالدین رہ گئے۔ وہاں ہمارے ساتھ مخالفین کا رویّہ بہت سخت تھا ہم پر مخالفین نے حملہ کر کے ہمیں ختم کرنے کا پلان بنا لیا تھا۔ ہمارا پڑوسی ہندو ہمارے والد صاحب کا دوست تھا۔ اُسے علم ہو گیا۔ اُس نے رات کے وقت خفیہ طور پر ہمیں اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ اور کسی کو علم نہ ہونے دیا۔ جب تک ہمارا قادیان آنے کا بندوبست نہیں ہو گیا۔ تب تک اُس ہندو نے ہمیں اپنے گھر میں ہی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارا قادیان آنے کا سبب بنا دیا۔ ہمارے تایا زاد بھائی ماسٹر محمد اسماعیل صاحب جو بشارت احمد صاحب ڈش ماسٹر کے والد ہیں۔ اپنی والدہ کے لئے خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرتے تھے۔ کہ خدایا کسی طرح میری والدہ میرے پاس آ جائے۔ خدا تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں نماز تہجّد باقاعدگی سے ادا کرونگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کی دعا سن لی۔ اور خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ فلاں تاریخ کو تمہاری والدہ پہنچ جائیگی۔ چنانچہ اُسی تاریخ کو انکی والدہ اُن کے پاس پہنچ گئیں۔ 1949ء میں دہلی سے ہمارے ساتھ ہی آئیں۔ ہم قادیان آ گئے۔ وہ پاکستان چلی گئیں۔ جب ہم یہاں آئے تو اُس وقت ہمارے یہاں گزارے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ انجمن نے ہمارے والد صاحب کو بہشتی مقبرہ اور بڑے باغ کی جو خالی زمین تھی کاشت کے لئے دے دی۔ کھیت میں پانی دینے کے لئے بڑے باغ کا کنواں بھی۔ یہ کنواں اب جنازہ گاہ میں آ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے گزارے کی صورت بنا دی۔

والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خدمت کا موقعہ دے دیا۔ وہ ہاتھ کی چکّی سے دالیں وغیرہ دل کر دیتی تھیں۔ ابتدائی دور میں بجلی اور مشینوں کی سہولت کم تھی۔ چند سال بعد 1953ء میں والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ اُس وقت ہم چھوٹے تھے۔ گزارے کی پھر مشکل پیش آ گئی۔ پھر ہم دونوں بھائیوں نے ایک بزرگ درویش مولوی عبدالواحد صاحب کی دوکان پر کام کیا۔ بھائی مہرالدین صاحب کو ایک روپیہ ملتا تھا۔ چار آنے مجھے۔ اس کے بعد ایک اور بزرگ درویش مولوی عبدالحمید صاحب آڑھتی کی دوکان پر کام کیا۔ وہ صرف دو تین مٹھائیں بناتے تھے۔ بھائی مہرالدین صاحب نے پھر اپنی چائے مٹھائی کی دوکان کھول لی پانچ سال دکان کی۔ پھر سکندر آباد چلے گئے۔ اس کے بعد یہ دکان میں نے چھتیس سال کی۔ میری دکان پر اکثر درویشوں کا اُدھار چلتا تھا۔ اور اُن کا زیادہ ٹائم بھی میری دکان میں گزرتا تھا۔ اس لئے میں انکی حالت سے واقف تھا۔ مجھے علم تھا کہ وہ کس طرح گزارہ کرتے ہیں۔ بعض گھروں میں کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا۔ بچے بھی صابر تھے۔ مجھ پر سب سے زیادہ اس بات کا اثر ہے کہ اس حالت میں بھی میں نے سبھی کے چہرے مُسکراتے دیکھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے عزیزم افتخار الدین اور عزیزم بشیر الدین نیز ایک بیٹی عطا کی۔ دونوں بچے سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی وفات مورخہ 16 جولائی 1990ء کو ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔

☆☆☆

محترم قریشی فضل حق صاحب درویش

(مکرم قریشی انعام الحق صاحب، نظارت علیا قادیان)

خاکسار اپنے والد محترم کے حالات ان کی خودنوشت تحریرات کی روشنی میں سپردِ قلم کر رہا ہے۔ آپ نے اپنے یہ حالات مورخہ 8جون 1948ء کو اپنے نگران اعلیٰ مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب درویش قادیان کے نام تحریر کئے ہیں۔ محترم والد صاحب تحریر کرتے ہیں:

''اِس درویش نمبر 67 کا نام قریشی فضل حق ہے۔ میری پیدائش یکم بساکھ 1962 بکرمی (بمطابق 1905ء) کی ہے۔ میرے والد صاحب کا نام میاں کمال الدین صاحب مرحوم تھا اَور میری والدہ ماجدہ کا نام مکرمہ معظّمہ جنّت بی بی تھا۔ ہم پانچ بھائی تھے۔ سب سے بڑے بھائی میاں بخش عزیز صاحب مرحوم فوت ہو چکے۔ ان کا صرف ایک لڑکا عبدالحق باقی ہے جو پنجڑی راجگان ضلع میر پور میں امامت کر رہا ہے اور ڈاکخانہ کا پوسٹ ماسٹر بھی ہے مگر سلسلہ کا اشد ترین دشمن ہے۔ باقی دوسرا بھائی محمد شریف ابھی تک زندہ ہے مگر احمدی نہیں اَور تیسرے بھائی (قریشی محمد حنیف صاحب قمر مبلغ بنگال سیّاح) احمدی ہیں اب گجرانوالہ خاص شہر میں مکان نمبر 331 میں موجود ہیں۔ اور چوتھے بھائی (فقیر محمد انور صاحب) اپنے گھر کنڈور میں موجود ہیں مگر سلسلہ کے وہ بھی مخالف ہی ہیں۔ اور پانچواں یہ خاکسار ہے جس نے ۱۷/ چیت ۱۹۹۶ء قادیان بروز جمعہ مسجد مبارک میں عصر کی نماز کے بعد آ کر بیعت کی۔''

محترم والد صاحب اپنے آبائی خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا خاندان کاشت کاری وحکمت و مدرسی کا کام وکتابت کا کام وکاغذ بنانا ودرزی ونجاری کا کام بھی کرتا چلا آیا ہے۔ کوئی نہ کوئی فرد اِس ایک کام کو ضرور کرتا رہا ہے۔ قوم ہماری قریش ہے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی شاخ میں ہماری شاخ جاملتی ہے اَور میرے پاس وہ شجرہ جو کہ ہمارے راجہ مہاراجہ جموں کے دفاتر میں موجود ہے وہی ہُو بہُو نقل اِس وقت موجود ہے۔ جو چاہے ملاحظہ کر سکتا ہے۔''

ابتدائی تعلیم

محترم والد صاحب اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''بندہ نے پہلے گھر پر مدرسہ کی چار جماعتیں بھائی محمد حنیف صاحب سے پڑھی تھیں۔ اَور پھر 5 پھاگن 1981 (بمطابق 1924ء) کو سندھ ٹنڈو آدم خان چلا گیا۔ وہاں کوئی تین ماہ چٹھی رسانی اَور ہرکارہ کا کام کیا۔ پھر کراچی چلا گیا اَور وہاں تین چار روز سیر کر کے واپس تحصیل چکوال میں ایک حافظوں کے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کرنے لگ گیا۔ 22 ہاڑ 1982 بکرمی (بمطابق 1925ء) کا ذکر ہے۔ اِس عرصہ میں 23 پارے یاد کئے اَور ایک پارہ تیسواں بھی کھوکھرا پار اُستاد احمد الدین صاحب کے پاس 28/ چیت 1984 بکرمی (بمطابق 1927ء) تک یاد کرتا رہا۔ اس کے بعد پھر میرا بھائی مجھے اپنے گھر کنڈور لے آیا تھا اَور پہلے ایک سیّد خاندان کے اُستاد صاحب کے پاس پڑھتا رہا۔ جن کا نام سیّد الف شاعر صاحب تھا۔ پھر گھر آ کر ایک پرائیویٹ مدرسہ کھول دیا اَور دوسرا اپنے سگے چچا کے گھر شادی کر لی مورخہ ۳۰ ساون ۱۹۸۵ء کو۔ پھر میرا مدرسہ پختہ طور پر منظور ہو گیا اَور ماہوار میری دس روپیہ تنخواہ جاری ہوگئی۔''

پیری مریدی کا سلسلہ

''پھر بندہ کے ایک مجذوب فقیر سائیں خوشی محمد صاحب محلہ نلوئی میر پور اَور سائیں حکمداد صاحب راجگاں کھڑی سالک کے ساتھ پیری مریدی کے تعلقات بن گئے یہ معاملہ یکم ساون 1992 بکرمی (بمطابق 1935ء) کا واقعہ ہے کہ میرے حالات کچھ فقیروں والے ہوگئے۔ پاؤں سے برہنہ اَور سر سے ننگا اَور دن کو روزہ رکھنا مگر صرف شام کو روٹی کھانا سحری کو ہرگز نہ کھانا۔ یہ ۳/ رجب ۱۳۵۳ھ سے روزہ شروع ہوا۔ اور ۱۷/ صفر ۱۳۵۹ھ کو چینی صاحب کی کوٹھی آ کر روزہ افطار کیا۔''

قبول احمدیت

محترم والد صاحب نے اپنے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد حنیف صاحب کی تبلیغ سے احمدیت کو قبول کیا آپ اپنے قبول احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''مجھے احمدیت کی خبر اپنے بھائی قریشی محمد حنیف صاحب قمر سے لگی اور ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب محلہ دارالرحمت والوں سے ملی اَور انہوں نے کچھ کتابیں مطالعہ کو دی تھیں۔ اور کچھ پتہ بھائی محمد افضل صاحب حکیم بلانی والوں سے ملا تھا۔ ایک دن انہوں نے تبلیغ کی تھی۔ اور دو دن گھنٹہ گھنٹہ ماسٹر خلیل الرحمان صاحب نے تبلیغ کی تھی۔ اور عسل مصفّٰی کتاب بھی دی تھی۔ اور سچ بیان اور تبلیغ ہدایت اور کشتی نوح کے مطالعہ سے احمدی ہونا میرے لئے مقدر ہوا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی 10 جیٹھ 1996 بکرمی (بمطابق 1939ء) کو میرا احمدی ہونا مشہور ہوا تھا اور گھر سے نکل بھی آیا تھا مگر راستہ میں پھر گھر والے پہنچ گئے اور دم دلاسا دے کر واپس لے گئے تھے۔ پھر 9 چیت 1996 بکرمی (بمطابق 1939ء) کو دوسری بار گھر سے نکلا اور ۱۰ چیت کو جہلم پہنچا۔ اور جمعہ پڑھا اور اتوار ۱۲/ چیت 1996 بکرمی (بمطابق 1939ء) مجلس شوریٰ میں دُعا میں آخر داخل ہو گیا تھا۔''

بیعت کے بعد محترم والد صاحب کی شدّت سے مخالفت ہوئی۔ خصوصاً آپ کی پہلی اہلیہ کے خسر میاں عبدالغنی صاحب آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ محترم والد صاحب مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''پانچ دفعہ گھر والوں نے بلایا اَور مجھے توبہ کرنے کو تاکید کرتے رہے۔ کہ مرزا سے توبہ کرو تو بیوی بھی بچی بھی مکان تمہارا اَور جامعہ مسجد اور مدرسہ وغیرہ غرضیکہ جو چیز تمہاری ہے سب واگذار ہو جائیگی۔ بلکہ اَور بھی تم کو کچھ انعام ملے گا مگر مرزے کو چھوڑ دے۔ بلکہ آٹھ مسجدوں کا میں ہی امام تھا۔ اَور 400 صد گھر کی امامت تھی یہ آمدن سب کی سب تمہاری ہوگی مگر احمدی نہ بن مگر خدا کے فضل سے سب کو خُدا کی رضا کیلئے اَور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو مدِّ نظر رکھ کر خیر باد کہہ کر قادیان آ گیا۔ اَور یہاں ۱۷/ چیت 1996 بکرمی (بمطابق 1939ء) کو بیعت کر کے مجھے احمد آباد کاٹھیاواڑ ملازمت پر بھیج دیا۔ ملازمت رُوئی کی رنگائی کی تھی۔ وہ میرے سے نہ ہوسکی۔ تو 18/ اکتوبر 1940ء کو واپس قادیان بیمار ہو کر آ گیا۔ پھر یہاں سے گھر واپس کنڈور گیا۔''

سیکھواں میں ملازمت

محترم والد صاحب کی سخت مخالفت ہونے پر آپ واپس قادیان آ گئے اور قادیان کے قریب مشہور گاؤں سیکھواں میں مدرسی کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں:

''مگر سخت مخالفت سے پھر واپس آ گیا اور متفرق کلاس میں مولوی شہزادہ صاحب کے پاس اور مولوی تاجدین صاحب کے پاس پڑھتا رہا آخر تعلیم و تربیت والوں نے خصوصاً مولوی قمر الدین صاحب اور مولوی میاں امام الدین صاحب نے مدرس کے کام پر سیکھواں احمدیہ سکول میں نائب مقرر کر کے بھیج دیا اَور میری ماہوار تنخواہ مبلغ سات روپیہ صرف دو ماہ کیلئے۔ پھر کرتے کرتے اُن لوگوں کو اَور مدرسہ والوں کو کچھ میرا کام پسند آ گیا۔ اَور مجھے پختہ مدرّس قائم کر دیا۔ چونکہ میری اپنی پڑھائی تو مدرسہ سرکاری کی ہرگز نہ تھی۔ اَور ادھر چار جماعت کو پڑھانا۔ اَور اکیلا ہونا۔ پھر مخلوط تعلیم۔ لڑکیاں بھی اَور لڑکے بھی۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے 5 فروری 1941ء سے لیکر 1947ء تک خوب کام کیا جس سے افسران محکمہ تعلیم نہایت خوش رہے۔''

درویشی کا شرف

محترم والد صاحب درویشی اختیار کرنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

''میری رہائش صوفی صاحب مرزا محمد یعقوب واقف زندگی تحریک جدید کے گھر رہی۔ پھر سب کے سب قافلے اور کنوائے چلے گئے اور میرے دل میں معًا خیال پیدا ہوا کہ قادیان کی حفاظت کرنی لازمی ہے۔ بالآخر اکثر ہم لوگوں نے ہی کرنی ہے۔ تو وقت

ہے کہ درخواست لکھ کر دے دوں۔ اس سے پہلے بھی ایک درخواست قادیان میں رہنے کے متعلق دے چکا تھا۔ مگر پھر دوبارہ دی کہ میں یہاں ہی رہوں گا۔ پھر حکم ہوا کہ اب آخری فیصلہ ہے اور سہ بارہ درخواستیں دو۔ پھر تیسری دی۔ پھر ہمارا نام رہنے والوں میں ہوگیا۔ پھر یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو کارڈ ملے درویشی کے کہ اکتوبر نومبر اور دسمبر تک رہنا پڑیگا۔ پھر تبدیل ہو کر اور دوست آئینگے۔ پھر کرتے کراتے ہم رہ گئے۔ پھر ہم نے ایک درخواست دی کہ جب تک ہم کو امیر مقامی اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے اجازت باہر جانے کی نہ دیں گے تب تک زبردستی میں نہ جاؤں گا۔ اور ہرگز نہ جاؤں گا۔ اور ہرگز نہ جاؤں گا۔ پھر اور ۲۸ مئی ۱۹۴۸ء کو بہشتی مقبرہ میں دعا کے بعد اعلان ہوا کہ اب جس نے مستقل طور رہنا ہے وہ پھر درخواست دے کہ قادیان کے دوبارہ مل جانے تک جو رہیگا وہ نام اپنا لکھے۔ اور درخواست پیش کرے۔ یہ اعلان ساڑھے پانچ بجے ہوا تھا۔ اور ۸ بج کر ۶ منٹ پر درخواست اپنے نگران صاحب درویشاں صوفی عبدالقدیر صاحب کو دے آیا تھا۔ کہ میں مستقل رہوں گا۔ تاوقتیکہ حضرت صاحب خود نہ بلائیں۔ یا سلسلہ خود نہ باہر بھیجے۔‘‘

تعلیم و تدریس

چونکہ شروع سے ہی درس و تدریس کا شوق تھا لہٰذا کم عمر درویشوں کو قرآن کریم اور اردو سکھانے کا کام شروع کیا۔ اکثر درویش احباب نے محترم والد صاحب سے قرآن اور اُردو کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ درویشان نے اپنی اپنی فیملیاں قادیان منگوالیں تو چند بچے مل گئے اُن کو تعلیم دینی شروع کی۔ پھر نوجوان درویشوں کی شادیوں کا سلسلہ ہوا تو بچوں کی تعداد زیادہ ہوئی۔ تعلیم الاسلام اسکول اور نصرت گرلز اسکول قادیان کے دوبارہ اجراء کی توفیق محترم والد صاحب کو ملی آج یہ اسکول بفضلہٖ تعالیٰ ہائی اسکول کے زمرہ میں شامل ہیں۔ محترم والد صاحب کے شاگرد کئی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم بھی حفظ تھا مدرسۃ الحفظ میں بھی خدمت کا موقعہ ملا اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں پہلے بطور ہیڈ ماسٹر اور بعد میں بطور مدرس ایک طویل عرصہ تک خدمت کی توفیق پائی۔ پابند صوم و صلوٰۃ تہجد گزار تھے۔ بتاتے تھے کہ کبھی کوئی نماز ضائع نہیں ہوئی۔ قبولیت دُعا پر بہت زیادہ یقین تھا۔ خاکسار جب کالج میں زیر تعلیم تھا تو فیس کے مرحلہ کی ادائیگی کی جب بہت فکر ہوئی تو والد صاحب کو ڈرتے ڈرتے بتایا کہ فلاں تاریخ کو یکصد چالیس روپئے ادا کرنے ہیں۔ بظاہر رقم حاصل ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ایک دن قبل تک کوئی انتظام نہیں تھا لیکن والد صاحب کی دُعاؤں کے نتیجہ میں عین فیس کی ادائیگی والے دن ڈاکیہ تقریباً اسی قدر رقم کا منی آرڈر لے آیا جو لنڈن سے اُن کے کسی عزیز شاگرد نے بھیجا تھا۔

آپ ہمیشہ اپنے پاس چاقو رکھا کرتے تھے اور جو بچہ آپ سے کہتا کہ میرے پاس قلم نہیں ہے فوراً جیب سے کانا نکال کر جو آپ نے پہلے سے جیب میں رکھا ہوتا تھا، چاقو سے تراش کر قلم بنا کر اُس بچے کو دے دیتے۔

مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بھی عطا فرمایا کہ آپ کو کئی سال تک مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد خدمت بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مسجد کی صفائی کے لئے ہم بچوں کو بھی ساتھ لے کر جاتے تھے اور بہت ذوق و شوق سے مسجد کی صفائی اور اذان کا خیال رکھتے تھے۔ مسجد سے محبت وفات تک قائم رہی۔

تلاوت قرآن مجید

محترم والد صاحب بہت ٹھہر ٹھہر کر اور بڑی محبت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ دن میں کئی بار تلاوت کیا کرتے تھے۔ بلکہ دکان میں بھی بیٹھے بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ اعتکاف بکثرت بیٹھتے تھے۔

ڈائری کا شوق

محترم والد صاحب کو ڈائری لکھنے کا انتہائی شوق تھا۔ بلکہ یہ آپ کی Hobby تھی۔ آپ نے شروع درویشی سے لے کر اپنی وفات تک روزمرّہ کے معمولی معمولی واقعات بھی اپنی ڈائری میں درج کئے ہیں۔ تمام درویشان کے کوائف، قادیان آمد، متفرق دفاتر میں تبدیلیاں، شادیاں، اولاد کی تاریخ پیدائش، وفات وغیرہ وغیرہ امور ان ڈائریوں میں درج ہیں۔ اس طرح یہ ڈائری درویشان قادیان اور قادیان کی تقسیم ہند کے بعد کی تاریخ جاننے کا مستند ماخذ بن چکی ہے۔

شادی

1954ء میں دوسری شادی مونگھیر میں مکرم قمر الہدیٰ صاحب کی بڑی بیٹی محترمہ حسنیٰ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ والدہ صاحبہ کی بھی یہ دوسری شادی تھی۔ یہ شادی بھی ایک خواب کی بنا پر ہوئی جس میں محترم والد صاحب کو محترمہ والدہ صاحبہ کا نام اور اُن کی والدہ کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ محترمہ والدہ صاحبہ کے ساتھ اُن کی بیٹی محترمہ نصرت بیگم صاحبہ بھی آئیں۔ محترم والد صاحب نے اپنی سگی بیٹیوں کی طرح ان کی پرورش اور تعلیم کا خیال رکھا۔ گورداسپور سے J B T کی ٹریننگ دلوا کر نصرت گرلز اسکول میں بطور اُستانی کے تقرر تک تمام کام محترم والد صاحب نے بڑی توجہ سے کروائے۔ محترمہ نصرت باجی کے علاوہ مزید پانچ لڑکیاں اور خاکسار انعام الحق تھے یعنی چھ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی تعلیم و تدریس اور پالنا پوسنا درویشی کے ایام میں کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

ہمیشہ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہے۔ تدریسی ڈیوٹی کے علاوہ بطور خادم مسجد مبارک اور سیکریٹری مال لوکل و انصار اللہ ایک عرصہ تک خدمت کی سعادت ملی۔ خاکسار کو ہمیشہ خدمت سلسلہ کی تحریک کرتے رہے۔ اُس وقت جبکہ قادیان کے اکثر بچے بہتر روزگار کے لئے بیرون ملک جا رہے تھے خاکسار کو بیرون ملک نہ جانے اور پاسپورٹ نہ بنوانے کی ہدایت کی لہٰذا آج تک خاکسار نے اپنا پاسپورٹ نہیں بنوایا۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ انتہائی والہانہ لگاؤ تھا اور آخری دم تک خلافت سے وفاداری نبھائی۔ ہمیشہ خاکسار کو بھی یہی تلقین کی۔ خلافت کے ساتھ پختہ تعلق رکھنے کی تاکید کرتے رہے۔ زائد آمدنی کے طور پر محترم والد صاحب غیر مسلم افراد کو ٹیوشن پر اُردو پڑھاتے رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد محلہ احمدیہ میں ایک پرچون کی دکان بھی کھولی ہوئی تھی۔ خاکسار بھی ان کے ساتھ معاونت کرتا رہا۔ کچھ تجربہ کاروبار کا ہوا جو بعد میں خاکسار کے کام آیا۔

تمام مالی تحریکات میں بفضلہٖ تعالیٰ شمولیت کی توفیق ملتی رہی۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ آپ موصی تھے۔ محترم والد صاحب ہر ایک معاملہ میں شریعت کے احکامات کی مکمل پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو کسی کی وفات کے بعد اس کے اثاثہ کی قیمت درج کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ محترم والد صاحب نے گھر کے برتن، کپڑے یہاں تک کہ لوٹوں تک کی قیمت کا اندراج کیا۔

محترم والد صاحب کی درج ذیل اولاد ہوئیں۔

☆ مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مبارک احمد بٹ صاحب

☆ مکرمہ مبشرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم منیر احمد خادم صاحب ناظر اصلاح وارشاد

☆ مکرمہ زیب النسا صاحبہ اہلیہ مکرم سید نصیر الدین صاحب کارکن نور ہسپتال

☆ مکرمہ فردوس بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک محمد اقبال صاحب بھدرواہ کشمیر

☆ مکرمہ فرخندہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی عبدالرؤف صاحب نیّر کارکن دفتر زائرین

☆ مکرمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم رفیق احمد امینی صاحب قادیان

محترم والد صاحب کو وفات سے چند یوم قبل اللہ تعالیٰ نے وفات کی اطلاع دے دی تھی۔ اس کے مطابق آپ نے اپنی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ نے اپنا جنازہ لے جانے کے لئے گھر کے چوکھٹے بڑے کرائے اور چارپائی درست کی۔ اسی طرح اپنی ڈائری میں خود درج کیا ’’وفات قریشی فضل حق تاریخ ــــ سنہ ء)۔ اس کے بعد پھر ڈائری نہیں لکھی۔ اور اپنے داماد مکرم منیر احمد خادم صاحب کو پاس بلا کر کہا کہ میری وفات کے بعد یہاں پر سن اور تاریخ درج کر دینا۔ اس کے چند یوم بعد ہی محترم والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات 28 اپریل 1986ء میں ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ہم سبھی کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حین حیات درویشان قادیان

محترم خورشید احمد پر بھاکر صاحب درویش

(بقلم خود)

میرے آباء واجداد موضع دھنی دیو تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ ہمارے خاندان میں والد صاحب کے احمدی ہونے سے پہلے کسی لڑکی کے زندہ رہنے کا نام ونشان نہیں ملتا۔ خاکسار کے والد صاحب کا نام محترم چودھری نواب الدین اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی محترمہ جیواں بی بی ہے۔ اسکول کے کاغذات کی رو سے میری پیدائش 9 اپریل 1921ء ہے۔ ایام شیر خوارگی میں میرا جسم خاص کر ایک پاوں بانی لوہار کی خراس پر جل گیا تھا۔ پاوں جل جانے کے سبب مجھے والدہ صاحبہ زیادہ تر اپنے پاس رکھا کرتی تھیں۔ میں خود چل پھر نہ سکتا تھا اس طرح مجھے دوسرے بھائی بہنوں کی نسبت والدہ صاحبہ کا زیادہ پیار ملا۔ میری عمر لگ بھگ چار پانچ سال ہوگی کہ گاوں میں غالباً 1924ء میں طاعون پھوٹی۔ میرا اسکول میں داخلہ 7 یا 8 سال کی عمر میں ستمبر 1929ء میں ہوا۔ پانچویں جماعت میں میرا داخلہ 1932ء میں ہوا۔

تعلیم: اپنے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور سے فارسی مڈل اسکول پاس کیا تھا۔ دور درویشی میں ہائی سکول۔ انٹرمیڈیٹ کیا پھر B.A کرنے کیلئے جی ایف کالج شاہجہانپور میں 1956 میں داخلہ لیا لیکن انگریزی میں کامیاب نہ ہوسکا ادیب فاضل۔ پنجاب یونیورسٹی (بھارت) سے پاس کیا۔ جامعۃ المبشرین کلاس نمبر 3 قادیان میں پاس کی۔ کلاس میں اوّل رہا۔

ماہ جولائی 1936ء کو قادیان کی پہلی بار زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی مجلس عرفان روزانہ نماز مغرب وعشاء کے درمیان مسجد مبارک کی چھت پر ہوا کرتی تھی۔ جن میں مختلف معارف اور سوالات کے جوابات بیان ہوتے تھے۔ قادیان کا ذرہ ذرہ اپنے اندر ایک عرفان کے موتی لپیٹے ہوئے تھا۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب B.A نے مجھے وصیت کی ترغیب دی تو میں نے 19 سال کی عمر میں وصیت کردی۔ ورینکلر مڈل اسکول پاس کرنے کے بعد جب آگے تعلیم جاری رکھنے سے مایوس ہوگیا تو کاشت کاری شروع کردی۔ بھائی سید محمد صاحب نے قادیان سے لکھا کہ تم حضرت صاحب کی سندھ کی زمینوں پر کام کے لئے چلے جاو۔ یہ دسمبر 1936ء کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ ان ایام میں ناصر آباد اسٹیٹ چند گھروں پر مشتمل تھا۔ حضرت میاں مبارک احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت میاں منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے والد بزرگوار کبھی کبھی ناصر آباد آیا کرتے تھے۔ والی بال کھیلا کرتے تھے۔ اور مجھے بھی کھلاڑیوں میں شامل کر لیا کرتے تھے۔ 1938ء میں سندھ سے واپسی ہوئی۔

زندگی کا نیا باب:

اندازاً 1946ء کی بات ہے کہ ہم تینوں بھائی اپنے مربع میں ایک جگہ بیٹھے تھے کہ بڑے بھائی نے کہا کہ حضرت امیر المؤمنین کے 1934ء سے متواتر خطبات آرہے ہیں کہ ہر ایک گھرانہ میں سے ایک فرد دین کی خدمت کیلئے زندگی وقف کرے۔ خواہ وہ کسی بھی پیشہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اس پر بڑے بھائی نے کہا کہ ہم تین بھائی ہیں بڑا میں سید محمد ہوں۔ جو نوکری کر رہا ہوں خورشید احمد زندگی وقف کردے اور چھوٹا محمد طفیل گھر اور زمین سنبھالے۔ میں آپ دونوں کی مالی مدد کرتا رہوں گا۔

چنانچہ میں نے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ حضور میں نے اسلام کی خدمت کیلئے زندگی وقف کردی ہے۔ اس عریضہ میں اپنی تعلیم موجودہ پیشہ اور دلی رجحانات کا بھی ذکر کر دیا اور خود ماہ مئی 1947 کے شروع میں قادیان پہنچ گیا۔

قادیان میں ان دنوں دیہاتی مبلغین کلاس 3 کے امیدواروں کا انٹرویو چل رہا تھا۔ امیدوار کیلئے پرائمری پاس ہونا شرط تھی عمر کی کوئی قید نہ تھی۔ انٹرویو مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور لے رہے تھے۔ مجھے انہوں نے سندھ کی اراضیات پر بطور منشی بھجوانے کیلئے الگ کرلیا تھا جبکہ میں سندھ جانا نہیں چاہتا تھا۔ انٹرویو جاری تھا کہ دربار خلافت سے میری چٹھی حضور کے ارشاد کے ساتھ مولانا انور صاحب کو ملی کہ خورشید احمد کو مبلغین کلاس میں رکھ لیا جائے۔ خدا نے میری سُن لی اور مجھے بغیر انٹرویو لئے چن لیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد طالب علموں نے اس کلاس کا نام خود ہی جامعۃ المبشرین رکھ لیا۔ اس نام کو خدا تعالیٰ نے ایسا پسند کیا کہ آج اس کلاس کا نام جامعۃ المبشرین رجسٹرڈ ہوگیا ہے۔

جامعۃ المبشرین کلاس میں ساٹھ کے قریب طالب علم تھے جن میں چند پچاس برس سے زائد عمر کے بھی تھے۔ کلاس مسجد اقصیٰ میں لگا کرتی تھی۔ ہر طالب علم کو بیس روپے ماہانہ وظیفہ ملا کرتے تھے۔ اسی میں رہائش، طعام اور دیگر ضروریات پوری کرنی ہوتی تھیں۔ طالب علموں نے ایک بڑا سا مکان کرایہ پر لے لیا۔ بیس روپے ماہانہ اور کھانے پر باورچی رکھ لیا بعد میں طلبا دو حصوں میں تقسیم ہوگئے اور کھانے کا انتظام بھی الگ الگ ہوگیا۔ میری زندگی کا یہ نیا موڑ، نیا باب اور نئی کتاب تھا۔

میری پہلی شادی محترمہ عالم بی بی صاحبہ بنت چودھری نور محمد صاحب سے 1944ء میں ہوئی۔ جس سے ایک بیٹا منیر احمد پیدا ہوا۔ دوسری شادی سن 1956ء میں محترمہ عائشہ بیگم بنت عبدالرزاق صاحب آف ہبلی (کرناٹک) سے ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطاء کیں۔

آزادی کے آثار

قادیان میں جامعۃ المبشرین کلاس جاری تھی کہ ماحول میں سراسیمگی بڑھتی گئی۔ 25 جولائی 1947 سے بٹالہ قادیان ریلوے روٹ پر ٹرین بند ہوگئی اور قادیان کا ذریعہ آمد و رفت و مال برداری دوسری دنیا سے کٹ گیا۔ آگے چل کر آزادی وطن کے اعلان کے بعد تو قادیان کے تمام ذرائع ملاپ اور دیگر دنیا سے رابطے منقطع ہوگئے۔ (تفصیل اخبار بدر قادیان جلد 57 شمارہ 50-51 صفحہ 196 مورخہ 18 دسمبر 2008ء) بعنوان خلافت ثانیہ کی عظیم یادگار تین صد تیرہ درویشان کرام)

ان حالات میں بھی جامعۃ المبشرین کلاس جاری تھی کہ جلد ہی برصغیر ہند نے اپنی آزادی کا بگل بجایا۔ اور اس کے ساتھ ہی جامعۃ المبشرین کلاس کا عارضی طور پر التوا ہوگیا۔ اب ہماری ڈیوٹی پہرہ دینے پر مقرر ہوئی ؎

ارض کہن بدل گئی ، آسمان بدل گیا
وطن بھارت بن گیا، ہندوستان بدل گیا

جامعۃ المبشرین کے طلبا کے ہاتھوں میں پہلے تو کتابیں تھیں مگر آزادی کے ساتھ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے اور حصول تعلیم کے ساتھ رات دن پہرہ دینے کی ڈیوٹی تھی۔

آزادی کا اعلان ہونے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطبہ کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ جو میں نے ڈیوٹی کے وقت مسجد اقصیٰ میں منارۃ المسیح کے اور مزار حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے درمیان بیٹھ کر سنے۔ 8 اگست 1947 کے خطبہ جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ،

’’موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے خطرات میں سے گذر رہی ہے کہ اگر تمہیں پوری طرح ان خطرات کا علم ہو......تو شائد تم میں سے بہت سے کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے ...... ہوسکتا ہے کہ درمیانی عرصہ میں ہزاروں......اور ہزاروں نوجوانوں کو قربان کرنا پڑے۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد ۱۰)

وڈالہ گرنتھیاں ریلوے اسٹیشن کے بم دھماکہ کے بعد سارے پنجاب میں آتش زنی ،لُوٹ کھسوٹ، قتل و غارت پھیل گئی۔ پورا پنجاب مرگھٹ کی جوالا کی طرح آگ میں دھدک رہا تھا۔ ہمارے ہاتھ کہیں سے کھلونا دوربین آگئی تھی میں دن میں دو تین بار مینار کی بالائی منزل سے

دیکھا کرتا تھا۔ خاص کر شام کے وقت کہ قادیان کے مضافات میں دیہات کے دیہات جل رہے ہوتے تھے مسلمان افراتفری میں سر پر سامان اُٹھا کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہوتے تھے۔

خرید گندم:

جب دیہات مسلمانوں سے خالی ہو رہے تھے مسلمان بدحواس ہو کر قادیان کی طرف آ رہے تھے تو میری ڈیوٹی جلسہ سالانہ کے لئے گندم خریدنے کیلئے لگا دی گئی۔ سرکاری ریٹ 15 روپے فی من تھا چنانچہ میں نے پہلے پہل پندرہ روپے من خریدی بعد میں 10 روپے فی من پھر 5 روپے فی من۔ اتنی گندم آ گئی کہ خریداری بند کر دی گئی۔ گندم فروخت کرنے والوں میں سے ایک حضرت صاحب کے باڈی گارڈ جناب سردار کرم داد خان صاحب بیس سیر گندم فروخت کرنے لائے میں نے تعجب اور خوفناک لہجہ میں ان سے پوچھا کہ آپ تو باڈی گارڈ ہیں۔ گندم کیوں فروخت کر رہے ہیں عام لوگ تو پاکستان جا رہے ہیں۔ مگر آپ کو تو قادیان ہی رہنا ہے وہ بولے ”سب لوگ جانے کی تیاری کر چکے ہیں“۔

انقلاب ہجرت کا آغاز انخلائے قادیان:

دیکھتے ہی دیکھتے زمین و آسمان بدل گئے۔ امن بدامنی میں، اکثریت اقلیت میں، انسانیت حیوانیت میں سکون، اضطراب میں بدل گئے۔

زمین پنجاب تھی رنگین، مگر تھا خونِ انسانی
درندے خون کے پیاسے، بظاہر شکل انسانی

ہر جگہ افراتفری پراگندگی اور انتشار کا عالم تھا۔ سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ میں نے مرزا بشیر احمد صاحب نائب ناظر دعوت و تبلیغ سے پندرہ یوم کی رخصت لی اور اپنی اہلیہ صاحبہ چار ماہ کا بیٹا اور اور دو اہلیہ کے بھائی لیکر اپنے آبائی گھر 332 ج ب لائلپور پہنچانے چلا۔ قادیان کے احمدی بھی شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان ہجرت کرنے لگے۔

نا قابل بیان حالات میں لاہور پہنچا تو پایا کہ سینکڑوں میل تک پاکستان میں محکمہ ریلوے، ٹرانسپورٹ، بس، ٹرک، کار اور پورا نظام مفلوج ہو چکا تھا۔ نہایت مشکل سے لاہور سے سچا سودا پرائیویٹ کمپنی کی بس سے بمعہ فیملی پہنچا۔ سچا سودا سے اس روز لوکل ٹرین چلی تھی تو لائلپور پہنچ گیا۔ لائلپور اسٹیشن کے باہر سڑک پر حصار سے آیا ہوا شرنارتھی روٹی دال بیچ رہا تھا۔ چار آنے کی ایک روٹی ساتھ دال۔ اس سے آٹھ روٹی دال لیکر بچوں کو کھلائی۔ رات اسٹیشن پر گذاری۔ صبح کو لائلپور جھنگ بس اڈا پر گئے مگر ہو کا عالم کوئی بس کار نہ تھی بازار سنسان تھے۔

ہمارے گاؤں کے چودھری اللہ رکھا صاحب کے رشتہ دار بھی انڈیا سے اڈا بس پر بیٹھے تھے۔ چودھری صاحب نے انتظامیہ کے ذریعہ ایک منی بس کا لائلپور سے نواں لاہور تک کا انتظام کیا۔ ان کی مہربانی سے میری فیملی پل ڈنڈے وال اور پھر انہی کی بیل گاڑی سے گاؤں پہنچ گئے۔ مجھے اور بیوی کو لاہور لگائے گئے کالرا کے ٹیکہ کی وجہ سے شدید بخار تھا۔ جوان سال اہلیہ اسی ٹیکہ کے اثر سے نمونیا میں مبتلا ہوئی اور خدا کو پیاری ہو گئی۔ میرے ہم کلاس حکیم محمد شریف ویرو کے کجلے نے والدہ کے متعلق بتایا کہ یہ پندرہ دن کے بعد فوت ہو جائے گی۔ اسے جوان بہو کے فوت ہونے کا غم کھا گیا تھا۔

قربانیاں

وفات والدہ صاحبہ:

☆......اکتوبر 1947 کو میں دوبارہ قادیان پہنچنے کیلئے نکلا تو اس کے بارہ دن کے بعد والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور مجھے اس سانحہ کی اطلاع 1948 میں لندن کے ذریعہ ملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ والدہ کی دعاؤں اور انکی خدمت سے محروم ہو گیا۔

☆......پرآشوب ایام میں قادیان سے پندرہ یوم کی رخصت لے کر اپنے بیوی، بچہ کو آبائی گھر چک 332 ج ب لائلپور پہنچانے آیا، تو جوان سال اہلیہ صاحبہ بوجہ نمونہ خدا تعالیٰ کو پیاری ہو گئی۔ چار مہینے کا اکلوتا بیٹا بیمار والدہ اور کنوارے بہن بھائی کے سپرد کر کے قادیان آ گیا

☆......عزیز منیر احمد صاحب چار ماہ کا اکلوتا بیٹا نمونیہ میں مبتلا ہوا۔ بغیر دوا کے محض دعا کے سہارے اسے دوبارہ زندگی ملی۔ تقدیر میری ٹل گئی۔ وہ بے سہارا گھر رہا۔

☆......میں نے اپنی جان، مال، عزت سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیئے۔ تفصیل دیکھیں (اخبار بدر جلد 50 شمارہ 52-51 صفحہ 36 مورخہ 18 دسمبر 1997 بعنوان اچھا بیٹا جاؤ۔ خدا کے سپرد)

☆...... وقف زندگی ریزولیشن نمبر 3/19.3.58 قادیان منظور ہوا۔ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ریکارڈ کیا۔ زندگی وقف بھی ایک موت ہے۔

☆......ذاتی مکان، اراضیات سیالکوٹ، لائلپور کی جائیداد سے کلیۃً محروم ہو گیا اور آج تک محروم ہوں۔ جائداد پر قابض لوگوں نے ہم باپ بیٹے کو دھمکی دے کر گاؤں جانے سے بھی محروم کر دیا کہ اگر گھر آؤ گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔ جبکہ گھر کی جائداد کی زمانہ درویشی گذارنے کیلئے سخت ضرورت تھی۔ میں قادیان میں اُبلی گندم کھایا کرتا اور بیٹا در بدر بھٹکتا پھرا کرتا تھا۔ وہ آج تک گھر کی جائداد سے محروم ہے۔

☆...... آزاد بھارت کے ہم شہری سرحدی قصبہ قادیان میں آزادی تقریر، آزادی تحریر، آزادی ضمیر، آزادی آمد ورفت سے محروم کر دیئے گئے۔ لمبا عرصہ قادیان مرکزی سرکار، صوبہ پنجاب کی سرکار قادیان کی لوکل سرکار کے کنٹرول میں رہا۔ مذہب اور اسیری کی تشریح ماحول کے مطابق قبول کروالی گئی۔ ذاتی ڈاک، رجسٹرڈ لیٹر تین جگہ سنسر کئے جاتے اور قابل اعتراض لیٹرز کے متعلقہ حصص ضبط کر لیتے تھے۔

☆......حضرت امیر المؤمنین و بزرگوں کی زیارت سے محروم ہو گیا۔ جذبات کی قربانی۔ عزت و وقار کی قربانی سب سے زیادہ مشکل ثابت ہوئی۔ یہ الہام مجھ پر پورا ہوا کہ

”بڑے چھوٹے کئے جائیں گے اور
چھوٹے بڑے کئے جائیں گے“

مورے نین ترستے ہیں پیا مورت دکھا جانا،
بچھے ہیں نین راہوں میں کہ جب سے قادیان آیا

☆...... غیر مسلم لوگوں کی سختیاں انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ آغاز میں جتھہ بند غیر منظّم گروہ کے حملے، پبلک کا بائیکاٹ، موقعہ ملتے ہی قتل و غارت ایک معمول کی بات تھی۔ ”دو پاٹن کے بیچ میں ثابت رہا نہ کوئے“

(تفصیل ملاحظہ ہو۔ رسالہ راہ ایمان۔ جلد ۸ شمارہ ۲ صفحہ ۲۴۔۲۰ مورخہ ماہ فروری ۲۰۰۷ء بعنوان ”کیا کھویا کیا پایا“)

درویشی کے شروع کے ایام 1948ء میں میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ بنتا سنگھ کا دیا ہوا ساگ پکا کر سات روز تک کھایا۔ بائیکاٹ کے دنوں میں یہ نعمت من سلویٰ بھی چھن گئی۔

”ینقطع اباک ویبدأ منک“۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ میں نے اپنے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور کا ہرا بھرا گھر، برادری عزیز و اقارب اور دوست و احباب قادیان آ کر درویشی کی خاطر قربان کر دیئے۔

عزیز منیر احمد اکلوتا فرزند بھی خدا کی راہ میں عملاً قربان کر دیا۔ لمبی کہانی ہے۔ فرزند اکلوتا 1947 میں چار ماہ کا تھا بذریعہ رؤیا بتایا گیا تھا کہ اس کے ہاں اولاد نہیں ہو گی۔

درویشی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ”ینقطع اباکَ ویبدأُ منک“ میری ذات میں پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ چاہتی تھی کہ اُدھر (آبائی دنیا) سے کاٹا جائے اور (اِدھر مسیح موعود علیہ السلام سے) جوڑا جائے۔

مطلب یہ کہ تیرے آباؤ اجداد سے تیرا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور نئے سرے سے تیرا سلسلہ نمود تجھ سے چلے گا۔

چنانچہ عزیز منیر احمد چار ماہ کا بچہ پلا بڑھا۔ بی اے ہوا۔ شادی ہوئی بیس سال شادی شدہ زندگی گذاری۔ آج وہ چوسٹھ سال کا ہو گیا ہے مگر اولاد سے محروم ہے۔

اس طرح خدا تعالیٰ کے الہام کا پہلا حصہ پورا ہو گیا مگر دوسرا حصہ ” ویبدأُ منک “پورا ہونا مشکل سا معاملہ بن گیا۔ خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے تحت خدمت کرتا آ رہا تھا کہ موصوف نے ایک بار بخوشی بندہ کی شادی و رشتہ کیلئے بہار کے مخلص احمدی سے رشتہ دینے کی اپیل کی کہ اب تو خورشید احمد کو نیا اعلیٰ گریڈ مل گیا ہے۔ جواباً اس مخلص احمدی نے لکھا کہ ادھر ایک شخص کے کھانے کا پچاس روپے ماہانہ خرچ ہے۔ گریڈ میں بعد وضع چندہ جات 35 روپے میں فیملی کا گذارہ ناممکن ہے۔ اس طرح کہیں سے رشتہ نہ ملا۔

کئی سالوں کے بعد میسور اسٹیٹ کے ایک مخلص احمدی نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے رشتہ دے دیا۔ اس بی بی سے پانچ بیٹے اور تین دختران پیدا ہوئیں۔ اس سے ”ویبدأُ منک“ کا الہامی حصہ صفائی سے پورا ہوا۔

جلسہ سالانہ قادیان 1947

قادیان کا 1947 کا جلسہ سالانہ 26 دسمبر جمعہ تا 28 دسمبر اتوار جاری رہا۔ 26 دسمبر 47 کو جلسہ کا اسٹیج مینارۃ المسیح اور مزار مبارک حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے قریب بنایا گیا اس کا منہ جنوب کی طرف تھا، درویش ہی سامعین و شاملین تھے۔ جو دریوں و چٹائیوں پر بیٹھے تھے پہرہ دینے والے باری باری جلسہ میں آتے تھے۔

تھانے دار چار پانچ پولیس مین اور ایک پولیس افسر اور چار چھ ہندو لیڈر بھی شامل ہوئے۔ مولانا محمد ابراہیم کی جوشیلی تقریر پر مولوی عبد الرحمٰن جٹ امیر جماعت قادیان بار بار کہتے ”صبر! جذبات پر قابو رکھا جائے“، نہ کوئی مہمان نہ مہمان نواز، نہ لنگر خانہ، نہ مہمان نوازوں کا نگران۔

1948 میں جلسہ سالانہ قادیان میں پہلی بار ہندوستانی احمدیوں کا سو سے کم افراد کا قافلہ آیا۔ 5.4.50 کو خاکسار کو تعلیم و تربیت کیلئے بنارس بھجوایا گیا پولیس کی نگرانی میں خاکسار نے ہندی کے تینوں درجوں رتن، بھوشن اور پربھاکر کا کورس پاس کیا۔

30.3.52 جلسہ پیشوایان مذاہب۔ زیر صدارت سردار گوربچن سنگھ باجوہ سابق وزیر، لنگر خانہ نمبر 2 آجکل دفتر آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ میں ہوا۔ میری تقریر شری رام چندر جی کی تعلیم پر ہوئی۔ بعد جلسہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت نے بندہ کو فرمایا کہ” تمہاری تقریر کا کوئی لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا“

میری تقریر ہندی بھاشا میں ہوئی تھی۔

وفات حضرت خلیفہ ثانیؓ اور خلیفہ ثالث کا انتخاب:

خواب 4.5/11/65 کی درمیان شب” نہایت عمدہ چال والے اونٹ پر سوار ہوں ...... خواب میں ہی خدا تعالیٰ سے سوال وجواب ہوتے رہے...... الٰہی اگر تیرا منشا حضرت خلیفہ ثانیؓ کو لے جانے کا ہی ہے تو پھر خلا کیسے پورا ہوگا ......فرمایا۔” اگر“ صدر صدر انجمن احمدیہ کا نام تیرے سوال کا جواب رکھ دیا جائے تو خلا پورا ہو جاتا ہے“۔ ......سوال الٰہی تیرا وعدہ ’لرآدک الیٰ معاد‘ تو باقی ہے۔ اس پر میری توجہ 35-1934 کی بات کہ اگر چالیس مومن اس بزرگ کو مل جائیں تو دنیا فتح ہو سکتی ہے“۔ کی طرف پھرائی گئی۔

اُن ایام میں حضرت مرزا ناصر صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ ربوہ تھے بندہ کو اس کا علم نہ تھا۔ اور نہ ہی اس کا مطلب جانتا تھا۔

8.11.65 کو حضرت خلیفہ ثانیؓ کی وفات ہوئی۔ 9.11.65 کو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ ثالث منتخب ہوئے یہ اطلاع شری لنکا کے ذریعہ ملی۔

خلفاء احمدیت کے متعلق خواب، رؤیا و کشوف:

احقر العباد خورشید احمد پربھاکر کو لڑکپن سے خواب آیا کرتے تھے۔ جو وقت پا کر اپنی تعبیر کے ساتھ پورے ہوتے رہے ہیں۔

زیارت خلیفۃ المسیح الاوّل:

لڑکپن کی خواب ہے اپنے گھر چک 332 ج ب لائلپور خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ہمارے گھر گھوڑے پر سوار نمودار ہوئے ہیں۔ رنگ سفید گندمی آنکھیں بڑی بڑی کشادہ، داڑھی گھنی، سر پر ٹھاٹھ کی طرح پگڑی۔ بائیں ٹانگ کی پنڈلی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بارے میں خواب:

22/23 نومبر 1957 جمعرات و جمعہ درمیانی شب بمقام شاہجہانپور یوپی۔

چوہدری محمد اعظم صاحب صدر جماعت چک 332 ج ب لائلپور نے خواب میں بتایا کہ” حضور (خلیفہ ثانیؓ) کی وفات ہوئی ہے“۔

ایک بولا” بعد میں کچھ تو انتظام چاہیئے“ دوسرے نے کہا” میاں ناصر احمد صاحب“ اس خواب سے وحشت پیدا ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثانی سے بے پناہ خلوص ومحبت وعقیدت تھی۔ لہٰذا اس خواب پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اور یہ خواب بالکل بھولی بسری ہوگئی۔

خواب: جنوری 10.11.59 جمعرات وجمعہ درمیانی شب قادیان۔

” ایک آواز مجھے سورہ یوسف آیت ۱۱۱ کی طرف متوجہ کر رہی ہے خواب میں ہی میں نے تفسیر صغیر لیکر آیت مذکور پڑھی۔ اس آیت کا اردو ترجمہ دیکھا تو ترجمہ والے حصہ میں گندم کا ایک خوشہ (سٹہ) تھا خوشہ کے 71 خول دانوں سے خالی تھے۔ 72ویں خول میں بوسیدہ سا گیہوں کا ایک دانہ نکلا۔ دانہ ایسا لگتا تھا جس پر بارش ہو چکی ہو۔ اسے مسلا تو وہ دب گیا اور اس میں غذائیت و آٹا نہ تھا۔

اس خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی عمر بتائی گئی تھی۔ حضور کی پیدائش 16 نومبر 1909ء میں ہوئی وفات 7/8 جون 1982 میں ہوئی۔ عمر 71 سال 205 ہوئی یعنی بہترویں سال کے 205 دن لئے۔ آپ کی دوسری شادی زندگی کے بہترویں سال کے 205 یوم گذرنے پر سیدہ ڈاکٹر طاہرہ صدیقہ بنت مکرم عبد الحفیظ خان صاحب سے ربوہ میں ہوئی۔ شادی کے صرف 55 دن کے بعد وفات ہوگئی۔

خاکسار نے اپنی یہ خواب حضرت خلیفہ ثالث کی خدمت میں بھجوائی تھی کہ حضور یہ خواب خاکسار کے متعلق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نائب رسول سے تعلق رکھتی ہو“ جواب میں حضورؒ نے فرمایا:

” جس کیلئے ہے خود تفسیر سمجھ جائے گا“

میری وہ درخواست اور حضور کا ارشاد اصلی صورت میں میرے پاس ہے۔ اس خواب میں شائد یہ اشارہ تھا کہ حضور کی عمر 72 سال ہوگی اور عمر کا 72واں سال سب کیلئے پژمردگی والا ہوگا۔ نیز حضور کی حضرت یوسف علیہ السلام سے مماثلت بھی بتائی گئی تھی......

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے بارے میں خواب

خواب:” ایک میدان جو سطح زمین سے ذرا اُونچا ہے۔ 24 ستمبر 1982 اس میں ایک وسیع قطعہ زمین ہے جس میں بڑے بڑے بلند ہال قبلہ رُخ بنے ہوئے ہیں ان ہالوں میں ایک میں حضرت خلیفۃ المسیح چہارم نماز پڑھانے آنے والے ہیں۔ نمازیوں میں عورتوں کی کثرت ہے۔ آدمی تھوڑے ہیں۔

یہ خواب اور اس کی تعبیر حضورؒ کی خدمت میں بھیجی حضور نے فرمایا:” بہت اچھی خواب ہے اور بہت عمدہ ہے“۔

قلمی خدمات:

آزادی بھارت کے بعد 1948ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جانب سے جامعۃ المبشرین کلاس کے چار طلبا کو مولوی فاضل کی تعلیم کے لئے چن لیا گیا اور چار طلبا کو ہندی کے تینوں درجات پاس کرنے کے لئے چن لیا گیا۔ ان ہندی طلبا میں احقر خورشید احمد بھی شامل تھا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ میں نے 1952ء سے مضامین لکھنے شروع کئے۔ سلطان القلم کی روحانی زبردست قوت نے میرے حوصلہ کو پروان چڑھایا۔ اور الحمد للہ قلمی خدمت کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ خاکسار کے الحمد للہ 250 سے زائد مضامین اور 60 سے زائد نظمیں مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکی ہیں اسی طرح 10 سے زائد کتب اور پمفلٹ شائع ہوئے ہیں۔ اور 12-10 مسودے ابھی طباعت کے انتظار میں ہیں۔ خاکسار کی کوشش رہتی کہ اپنے مضامین میں کوئی نہ کوئی نئی بات پیش کی جائے یا کم از کم نئے رنگ میں پیش کی جائے۔ خاکسار کی حوصلہ افزائی دربار خلافت سے گاہ بگاہ ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح ملک کے دانشور طبقہ کی طرف سے بھی پزیرائی ہوتی ہے۔

ترجمۃ القران ہندی:

خاکسار کو اللہ کے فضل وکرم سے قرآن مجید کے ہندی ترجمہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ خاکسار نے یہ کام 23.4.59 سے شروع کیا اور 1967ء میں مکمل ہوا۔ اس بارہ میں خاکسار نے سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا، خصوصاً تفاسیر اور ہندی کتب کا تاکہ ترجمہ معیاری ہو۔ اس طرح ترجمہ میں جابجا حاشیہ لگائے گئے تاکہ ترجمہ معیاری اور سہل ہو ان نوٹوں کو خلفاء کرام کی اجازت سے اشاعت کا شرف ملا۔ خاکسار کو الحمد للہ 50 سے زائد اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا موقع نصیب ہوا۔

خدا تعالیٰ کے احسانات:

عبادات و نماز تہجد: خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کی توفیق پانا اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ میں نے آٹھ دس سال کی عمر میں نمازیں ادا کرنا شروع کی تھیں اور آٹھویں کلاس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے نماز تہجد پڑھنا شروع کی۔ الحمد للہ کہ 92 سال کی عمر تک ایک بھی نماز ترک نہیں ہوئی اور تہجد بھی باقاعدہ پڑھتا ہوں۔ الحمد للہ اور اب تک یہ سلسلہ قائم ہے

اولاد: اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پہلی اہلیہ محترمہ عالم بی بی صاحبہ سے عزیز منیر احمد اور دوسری اہلیہ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ سے پانچ ہونہار بیٹے اور تین دختران نیک اختران عطا کیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ عزیزم اسماعیل احمد (مرحوم) عزیزم اسرائیل احمد، عزیزم ذوالقرنین، عزیزہ بشریٰ خورشید، عزیزم کرشن احمد۔ عزیزم ابراہیم احمد، عزیزہ نصرت جہاں بیگم، اور عزیزہ امۃ الکریم ہیں۔ سبھی صاحب علم، صاحب اولاد اور صاحب جائداد ہیں۔ پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ جو اسکول سے لیکر کالج تک زیر تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا جس قدر شکر کیا جائے کم ہے۔ آخر میں قارئین سے اپنے انجام بخیر ہونے کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ ادارہ ہفت روزہ بدر کو درویشان نمبر شائع کرنے پر دلی مبارکباد۔

☆☆☆

محترم حاجی منظور احمد صاحب درویش

(ادارہ)

محترم حاجی منظور احمد صاحب درویش نے اپنے جو حالات زندگی جامعہ احمدیہ قادیان کے شاہد کے مقالہ میں درج کروائے ہیں ان میں سے کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

خاندانی حالات:

”میرے گاؤں کا نام چانگریا سیالکوٹ پاکستان ہے۔ بہت سے اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعلق ہمارے گاؤں سے ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب پیشاوریؓ کے ذریعہ ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے احمدیت 1902ء میں قائم ہوئی۔ خاکسار کی پیدائش 1929ء میں ہوئی۔ والد محترم حضرت نظام الدین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے مکرمہ والدہ صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ پیدائش تک تعلیم موضع الہڑ میں حاصل کی بعد ازاں مڈل تک تعلیم اسکول بھلورہ میں حاصل کی اردو کے ساتھ ساتھ فارسی دو سال تک پڑھی۔ ہم کل چار بھائی اور ایک بہن ہیں۔

حصول معاش:

ساتویں کلاس سے پڑھائی چھوڑنے کے بعد خاکسار نے جموں توی میں اپنے بڑے بھائی کے پاس 1942ء تا 1947ء فرنیچر کا کام سیکھا۔ بچپن میں والد صاحب مرحوم احمدی ہونے کے باعث جو تکالیف برداشت کرتے رہے ان واقعات کو اکثر بیان فرماتے سن کر دل میں خیال آتا کاش یہ واقعات ہمارے ساتھ پیش آتے اور ہم بھی خدا تعالیٰ کے یہاں ثواب کے حصہ دار بنتے۔ اسی جذبہ کے تحت خاکسار نے زندگی وقف کی جو کہ منظور ہوئی۔ مارچ 1947ء کو حالات کی سنگینی کے پیش نظر خاکسار اپنی جماعت کے پانچ خدام کے ساتھ قادیان ڈیڑھ ماہ کے لئے آیا لیکن بعد میں ہم لوگوں کو قریباً چار ماہ تک رکنا پڑا۔ جولائی 1947ء میں خاکسار اپنے گاؤں واپس چلا گیا۔ ملکی فسادات ہمارے گاؤں میں پھوٹ پڑے۔ جس میں خاکسار کو کئی لوگوں کی جان بچانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

درویشی کی سعادت:

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ہماری جماعت جو تین گاؤں مانگا، چانگریا، اور لبے پر مشتمل تھی کے خدام مرکز کے لئے تیار ہو گئے۔ خاکسار نے اپنا نام از خود لکھوایا تھا۔ سیالکوٹ قریباً 20 میل کا سفر پیدل چل کر پہنچے۔ ان ایام میں بارشیں بہت زیادہ ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے سیلاب آ کر سڑک اور ریل کی پٹریاں ٹوٹ گئی تھیں۔ سیالکوٹ سے آگے لاہور جانے کا راستہ بند تھا۔ ایک ہفتہ تک کبوتراں والی مسجد سیالکوٹ میں رہنا پڑا۔ ہفتہ بعد ایک بس میں سوار ہوئے مگر بس نے کالا شاہ کاکو جو کہ لاہور سے 20 میل دور ہے، میں اُتار دیا کیونکہ آگے پانی بہت زیادہ تھا اور سڑک توڑ کر بہ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ہم سب سامان سروں پر اٹھائے پانچ چھ فٹ پانی میں سے تیرتے، چلتے ہوئے شام رتن باغ لاہور پہنچے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا قیام ان دنوں رتن باغ میں تھا۔ باغ بہت بڑا تھا اس میں خدام کے ٹینٹ بھی لگائے گئے تھے۔ حضور انور کی رہائشی کوٹھی کے نچلے حصہ میں بہت بڑا حال نما کمرہ تھا جہاں پر نماز با جماعت ہوتی تھی اکثر نمازیں حضور خود پڑھایا کرتے تھے۔ ان دنوں نمازوں میں اس قدر سوز اور الحاح اور رونا گڑ گڑانا ہوتا تھا کہ بعض دفعہ اتنا شور ہوتا تھا کہ سڑک پر لوگ جمع ہو جاتے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔“

ایک ناقابل فراموش واقعہ:

رتن باغ کے اردگرد حفاظتی نقطہ نگاہ سے خدام کی ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ ایک رات خاکسار ڈیوٹی دے رہا تھا کہ قریباً ساڑھے بارہ بجے رات کو کسی آدمی کے آنے کی آہٹ سنائی دی لیکن سڑک کی گدلانی اور باڑھ کی وجہ سے آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ خاکسار نے زور سے کہا کون ہے کھڑے ہو جاؤ۔ اس پر آواز آئی، مرزا محمود احمد! یہ آواز سن کر اور پہچان کر خاکسار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ میں نے یہ کیا گستاخی کی ہے اور جانے کیا سزا ملے۔ اس پر حضور انور قریب تشریف لائے خاکسار کا نام دریافت کیا اور یہ کہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ خاکسار نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتایا۔ سنکر فرمایا ہاں چانگریا کی جماعت پرانی جماعت ہے اور یہ کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ واقعہ خاکسار کی زندگی کا ایک عظیم واقعہ ہے۔“

قادیان آمد:

”حضور انور کی اجازت سے آپ کے ساتھ کے خدام نے پاکستان سے آنے والے قافلے کے ساتھ قادیان آنے کی کوشش کی مگر ساتھ کے قافلہ والوں نے واہگہ بارڈر پر شور مچادیا کہ یہ مسلمان ہیں جو ہندوستان جا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے وہاں ہم سب خدام کی جان کی حفاظت فرمائی۔ حضور انور انتہائی فکر مند تھے کہ قادیان سے بوڑھے، بچے آ رہے ہیں مگر قادیان کی حفاظت کے لئے خدام قادیان نہیں پہنچ پا رہے۔ آخر بڑی کوشش کے بعد دس ٹرک اس بات پر راضی ہوئے انہوں نے لاہور سے غیر مسلموں کے کیمپ سے غیر مسلموں کو لے کر جانا تھا۔ چنانچہ ہم 20 کے قریب خدام کو فجر کی نماز میں تیار ہو کر آنے کا آرڈر ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نماز کے بعد باغ کے ایک حصہ میں جانے والے خدام سے خطاب فرمایا۔ سب سے پہلے حضور نے تمام خدام سے تعارف کیا اور مصافحہ اور معانقہ کیا۔ پھر حضور نے بڑی پر جوش تقریر فرمائی کہ ایک بات میں واضح کرنی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کسی میلے میں نہیں جا رہے بلکہ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں پر تمہارے چاروں طرف دشمن ہوگا اور آپ کو ہر قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ ممکن ہے آپ کو بھوکا رہنا پڑے اور اگر کھانے کو ملے تو پیشاب پاخانہ بھی وہیں کرنا پڑے کیونکہ باہر تو آپ لوگ نہیں جا سکتے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر تیار ہیں تو بہتر ورنہ ایمانداری سے کہہ دو کہ ہم ان تکالیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مجھے ایسے خادم پر کوئی افسوس نہیں ہوگا اور اس کی جگہ دوسرا خادم چلا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی وہاں جا کر واویلا مچائے کہ ہمیں کس مصیبت میں ڈال دیا ہے ہمیں واپس بھیج دیں اور واپس آنے کی کوشش کرے تو ایسے خادم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ خدام نے عرض کی حضور ہم تمام قربانیوں کیلئے تیار ہیں۔ اس پر حضور نے بڑی پر سوز دعا کروائی اور خدا حافظ فرمایا۔ ٹرک رتن باغ سے نکل کر رفیوجی کیمپ پہنچے چند منٹوں میں ہی غیر مسلم افراد سے ٹرک بھر گئے اور ہم خدام بھی انہیں میں گم ہو گئے۔ واہگہ بارڈر سے ہوتے ہوئے ہم اٹاری پہنچے۔ مغرب کے بعد ٹرک امرتسر پہنچے۔ رات ہی ہم لوگ بٹالہ پہنچ گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قادیان جانے والی سڑک تخریب کاریوں نے گڑھے کھود کر بند کر دی ہے۔ چونکہ ہمارے ساتھ قادیان کے دو چار خدام تھے انہیں قادیان جانے کے سارے راستے معلوم تھے۔ چنانچہ وہاں سے ٹرک سری ہرگوبند پور کی جانب چل پڑا۔ وہاں پیچ گرایں والی سڑک سے ہوتے ہوئے نہر پر پہنچے اور نہر کے کنارے موضع تتلہ والے پل سے چل پڑے۔ یہاں سے آگے اس قدر لاشیں تھیں کہ خدا کی پناہ۔ بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک ٹرک پٹری پر سے اتر گیا۔ ہم لوگ چند ہی خدام باقی رہ گئے تھے ہم لوگوں نے دھکا دے کر ٹرک اُوپر چڑھایا پھر ٹرک موضع کھارا سے اُوپر اُوپر ہوتا ہوا بھینی کی طرف سے ہوتا ہوا تر کھانہ والی کی طرف سے ملک عمر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی (جہاں اب سرائے طاہر ہے) رات 11 بجے تقریباً پہنچا۔ ہم نے سار راستہ کھانا وغیرہ کچھ نہ کھایا تھا۔ رات جب قادیان پہنچے تو کرفیو لگا ہوا تھا۔ اگلے دن جب کرفیو میں ڈھیل ملی تو چند خدام احمدیہ محلّہ سے چائے اور روٹی لیکر آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے مجھے قادیان آنے کی توفیق دی۔“

جماعتی خدمات:

بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کی تعمیر میں دیگر درویشان کے ساتھ آپ کو بھی خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح قادیان سے جماعتی کتابوں کو بحفاظت دارالہجرت پہنچانے میں آپ کو نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ اس بارہ میں آپ بتاتے ہیں کہ:

”ایک بار مجھے ملک صلاح الدین صاحب مرحوم ملے اور کہا کہ چار لائبریریاں

جن میں جماعت کا اہم لٹریچر ہے دارالہجرت بھجوانا ہے۔اب ایک بڑا مسئلہ ان کو بحفاظت رکھنا تھا۔ چنانچہ بعد میں ان کو لکڑی کے صندوقوں میں رکھ کر محفوظ مقام پر پہنچا دیا گیا۔‘‘

مینارۃ المسیح پر سنگ مرمر چڑھانا اور دیگر خدمات:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو مینارۃ المسیح پر ماربل پتھر چڑھانے کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔خاکسار کو اس کام کا نگران مقرر کیا گیا تھا اور ماربل چڑھانے کیلئے جو اسٹینڈ بنایا گیا تھا وہ بانس کی لکڑی سے بنایا گیا تھا وہ ہم نے مینارہ میں کہیں سوراخ کئے بنا بنایا تھا اور اسٹینڈ چاروں طرف دور دور سے کھڑا کیا گیا۔اس کام کے لئے دو کاریگر مکرانہ راجستھان سے آئے تھے۔یہ مسئلہ ہمارے سامنے تھا کہ ماربل پتھر کو اوپر کیسے چڑھایا جائے چونکہ پتھر وغیرہ بہت بھاری تھے اور کرین وغیرہ اس تنگ جگہ پر نہیں آسکتی تھی۔اس کے لئے خاکسار نے مینار کے اُوپر مشین کی قسم کا ایک آلہ تیار کیا اور اس میں امرتسر سے لوہے کی آدھ انچ موٹی تار لا کر لگا دی اس طرح ماربل لگانے شروع کئے۔اس کی رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو ساتھ ساتھ دی جارہی تھی۔حضور نے فرمایا کام نیچے کی طرف سے نہیں بلکہ اُوپر کی طرف سے شروع کیا جائے۔کیونکہ کاریگر جب آسان کام ہوتا ہے وہ کر کے مشکل کام میں بھاگ جاتے ہیں۔کاریگروں کو جب کہا گیا کہ آپ کام اوپر سے شروع کریں تو وہ کہنے لگے ہم کام تو نیچے کی طرف سے شروع کرتے ہیں۔لیکن انہیں آخر میں راضی کیا گیا۔اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہم نے جو اڈا بنایا تھا وہ گنبد تک نہ تھا اور سب سے پہلے گنبد پر سنگ مرمر چڑھانے تھے۔اس کے لئے ایک اڈا الگ سے بنایا گیا چنانچہ کام ہوتا رہا۔ مینارہ کی اُوپر کی چوٹی میں تین پتھر لگائے گئے جو کہ دو دو فٹ کے تھے اور اس کی چھ فٹ اُونچائی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے مجھے مینارۃ المسیح میں سنگ مرمر چڑھانے کی توفیق عطا فرمائی۔اسی طرح احمدیہ مسجد سری نگر، احمدیہ مسجد جموں، احمدیہ مسجد مسکرا میں تعمیراتی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔‘‘

شادی و اولاد:

محترم منظور صاحب درویش کی شادی مسکرا ضلع حمیر پور یوپی میں ہوئی ہے۔آپ اپنی شادی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

’’شادی کے وقت نہ میرے پاس کوئی روپیہ تھا نہ پاکستان سے آسکتا تھا۔ایک سنار گردھاری لعل سے اُدھار ایک دو زیور بنوا لئے۔محترم چوہدری فیض صاحب مرحوم نے اپنی پگڑی دی اور چوہدری سعید صاحب درویش مرحوم نے اپنی شیروانی دی اس طرح میں شادی کے لئے اکیلا قادیان سے روانہ ہوا، وہاں میرا نکاح مولوی غلام نبی صاحب درویش نے مکرم نثار احمد صاحب کی دختر کے ساتھ 1952ء میں پڑھایا۔اللہ تعالیٰ نے اس شادی کو میرے لئے خیر و برکت کا موجب بنایا اور اس شادی سے میرے یہاں چھ لڑکے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔‘‘ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ محترم حاجی منظور احمد صاحب کو صحت و سلامتی والی عمر عطا فرمائے اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین ☆☆☆

محترم چودھری مبارک علی صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار چودھری مبارک علی درویش 1922ء میں بمقام طالب پور پنڈوری ضلع گورداسپور پنجاب میں پیدا ہوا میرے والدین صاحب کا نام چودھری بانے خان اور میری والدہ کا نام غلام بی بی تھا۔ میرے والد صاحب مرحوم اہل حدیث تھے۔ ابتدائی تعلیم میں نے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ میرے بڑے بھائی برکت علی صاحب نے مجھے قادیان تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں داخل کروایا اور مجھے احمدی ہونے کی توفیق ملی۔ اگرچہ بھائی صاحب اور ان کے بچوں میں آج تک کوئی احمدی نہیں ہوسکا۔خاکسار کے بڑے بھائی کانپور میں بطور قانونگو کام کرتے تھے وہاں آپ کے چودھری محمد طفیل صاحب پٹواری سے دوستانہ مراسم قائم ہوگئے تھے۔ چودھری صاحب کو بھی تقسیم ملک کے موقع پر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہمارے گاؤں میں مکرم مولوی غلام احمد ارشد تبلیغ احمدیت کے لئے آیا کرتے تھے۔میں اکثر گاؤں کے بچوں کے ساتھ ملکر ان کے خلاف نعرے لگایا کرتا تھا۔مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے تم جتنا چاہے مجھے تنگ کرلو لیکن اس گاؤں میں سب سے پہلے تم ہی احمدی ہوگے۔ مولوی صاحب موصوف زمانہ درویشی میں نوجوان درویشوں کی دینی تعلیم پر متعین ہوئے۔ میں بھی آپ کی کلاس میں جایا کرتا تھا۔مجھے دیکھ کر آپ فرماتے کہ جب میں تمہارے گاؤں میں تبلیغ کیلئے جاتا تھا تو تم ہمارے خلاف نعرے لگایا کرتے تھے اور آج تمہیں اپنی کلاس میں بیٹھے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔تقسیم ملک کے وقت ہمارے گاؤں پر حملہ ہوا اور والد صاحب شہید ہوگئے باقی خاندان کو ملٹری نے بحفاظت رفیوجی کیمپ میں لا کر چھوڑ دیا اور اس طرح وہ پاکستان چلے گئے۔

تقسیم ہند کے وقت میں اپنی ہمشیرہ رقیہ بیگم کو ملنے کیلئے سندھ گیا ہوا تھا اگر میں تقسیم ہند کے وقت سندھ نہ گیا ہوتا تو والد صاحب کے ساتھ حادثہ کا شکار ہوگیا ہوتا۔ جب میں سندھ سے آکر لاہور رتن باغ میں حضور سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو حضور نے بوجہ میرے واقف زندگی ہونے کے مجھے فوراً اُس رات جبکہ ملٹری کانوائے قادیان میں مقیم احمدیوں کو لانے جارہا تھا اس کے ساتھ قادیان بھجوا دیا حالانکہ میں سندھ سے آکر صرف ایک دن کیلئے اپنی اہلیہ اوّل کے پاس ٹھہرا تھا۔ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ خلیفہ وقت کی نظر میں میں خدمت کے لائق تھا۔

ابتداً قادیان میں میری ڈیوٹی مسجد مبارک کے پاس والے مکان پر تھی۔خاکسار نے قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی اور سب سے پہلے میرے اُستاد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب تھے۔بعدازاں حضرت مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب اور حضرت مولوی ابراہیم صاحب سے مدرسہ احمدیہ کی ابتدائی جماعتوں کا کورس پورا کیا۔

خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ہمراہ لکھنؤ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے گیا۔ جہاں خاکسار نے تفسیر کی ڈگری لی بعدہ حضور نے مجھے علاقہ کرناٹک میں تبلیغ کیلئے بھجوانے کا ارشاد فرمایا جہاں خاکسار نے تبلیغی خدمات انجام دیں۔خاکسار کی پہلی بیوی کوٹلی (پاکستان) میں مقیم تھی اور اسکول میں ٹیچر تھی۔اس کے رشتہ داروں نے بہت زور لگایا کہ میں واپس آجاؤں مگر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے صاف منع کر دیا کہ ہمارے پاس ہندوستان میں پہلے ہی بہت کم مبلغین ہیں۔ اس لئے اُس کی بیوی کو اس کے پاس بھجوایا جائے وگرنہ میں اُس کو وہاں شادی کی اجازت دے دوں گا۔خاکسار اُس وقت بمبئی میں الحق بلڈنگ میں مقیم تھا۔

خاکسار کی پہلی بیوی محترمہ رسول بی بی صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔دوسری شادی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم عبدالرزاق صاحب ساکن ہبلی کرناٹک سے ہوئی۔جن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔

خاکسار کو نظارت امور عامہ اور جماعت کے کئی کلیدی عہدوں پر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔دور درویشی میں کئی مشکلات کا بڑی ہمت اور جواں مردی سے مقابلہ کیا۔اس وقت میری عمر 89 سال ہوچکی ہے۔اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔آمین ☆

محترم الحاج عبدالقادر دہلوی درویش قادیان

(بقلم خود)

خاکسار عبدالقادر دہلوی درویش ولد محترم ڈاکٹر عبد الرحیم صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آبائی وطن دہلی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر دہلی میں پہنچی تو والد صاحب کے نانا مکرم محمد اسماعیل صاحبؓ اور ماموں مکرم عبد العزیز صاحبؓ نے احمدیت قبول کرلی اور انکے اسما 313 اصحاب کی فہرست میں آئینہ کمالات اسلام میں درج ہیں۔ والد بزرگوار نے بھی 1890ء میں بذریعہ خط اور پھر 1891 میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔ والد صاحب کے سات بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں جو سب خدا کے فضل سے مخلص احمدی اور سلسلہ کے خدمت گزار ہیں۔

خاکسار کے والد صاحب دہلی کے وسط میں رہائش رکھتے تھے۔ اس لئے خاکسار اور بھائی عبد المنان کو ابتدائی تعلیم کیلئے پرائمری سکول گلی قاسم جان بازار بلی ماران میں داخل کرایا گیا۔ چونکہ ہماری نشو و نما بچپن سے احمدیت کی آغوش میں ہوئی تھی ہم دونوں بھائی احمدیت کے لٹریچر ٹریکٹ وغیرہ گھر سے لے جاتے تھے۔ میں دوسری جماعت میں اور بھائی عبدالمنان تیسری میں تھے۔ ہم اپنے مولوی صاحبان کے ڈسکوں میں لٹریچر ڈال دیا کرتے تھے۔ وہ لٹریچر پڑھتے رہے۔ تین چار ماہ بعد مولوی صاحبوں نے شاگردوں سے پوچھا کہ لٹریچر کون سے بچے ہمارے ڈسکوں میں ڈالا کرتے ہیں؟ بتاؤ ہم کچھ نہیں کہیں گے ہم دونوں بھائیوں نے کہا کہ ہم ڈالا کرتے ہیں۔ مولوی صاحبان نے کہا کہ اپنے والد صاحب سے ہمیں ملاؤ۔ جب وہ ملے تو والد صاحب نے انہیں دہلی کے سیکرٹری تبلیغ سے ملایا اور ہمارے دونوں مولوی صاحبان نے احمدیت قبول کرلی۔ ہم دونوں بھائیوں نے دہلی میں چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ پھر والد صاحب ہمیں قادیان لے آئے اور مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں داخلہ ملا۔

قادیان کے روحانی ماحول نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد، صحابہ کرامؓ اور نیک سیرت بزرگوں میں چلنے پھرنے اور مساجد میں پنجوقتہ نمازوں میں شمولیت نے مجھے روحانی جاذبیت بخشی۔ دو تین سال بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں رہا۔ پھر اسٹیشن کے قریب محلّہ دارالفضل میں والد بزرگوار نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ ہمارا گھرانا دہلی سے قادیان آگیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ حضرت صاحب کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے خاکسار کھانا اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر گیارہ بجے مسجد اقصیٰ کے دالان میں جس جگہ خطبہ کیلئے منبر رکھا ہوا تھا وہاں جا کر بیٹھا کرتا تھا تاکہ حضور کا خطبہ مجھے پوری طرح سنائی دے۔ نزدیک بیٹھنے والے حضور کا پورا خطبہ سنتے اور بعد میں آنے والوں کو دور جگہ ملتی۔ خاکسار نوجوانی میں بھی نمازیں التزام سے پڑھتا گرمی سردی کی شدت کی پرواہ کئے بغیر۔ دارالفضل سے چل کر محلّہ احمدیہ مسجد مبارک پہنچتا اور حضرت صاحب کی امامت میں ظہر کی نماز ادا کرتا پھر مسجد میں ہی بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتا اور عصر کی نماز پڑھ کر گھر جاتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں بھی مسجد مبارک میں آکر حضرت صاحب کی امامت میں پڑھتا اور حضور کی مجلس عرفان میں بھی آیا کرتا تھا۔

مدرسہ احمدیہ کی سات کلاسیں پاس کر کے خاکسار جامعہ احمدیہ میں داخل ہوگیا اور بیحد ذوق وشوق سے تعلیم حاصل کی۔

جب خاکسار نے جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کر کے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرلیا تو حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ جو ہمیں مدرسہ احمدیہ میں اوپر کی کلاسز میں حدیث شریف پڑھاتے تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے نے کہا کہ مصر جاکر تعلیم حاصل کرنے کی درخواست دیدو۔ میں نے درخواست دیدی تو جواب آیا پاسپورٹ بنوانے کیلئے جس کے پاس پیسے نہیں وہ مصر کیا لینے جائے گا۔ یہ بات میں نے حضرت میر صاحبؓ کو بتادی۔ دو تین دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ آئے ہیں اور کہتے ہیں ”عبد القادر مصر“ یہ خواب بھی میں نے حضرت میر صاحبؓ کو سنادی اور اتفاق یہ ہوا کہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے نوجوان بھرتی کرائے جارہے تھے میں جماعت کی طرف سے چلا گیا اور فوج میں محکمہ سپلائی میں بھرتی ہوگیا۔ فوجی ملازمت کے دوران خاکسار کو مصر کے علاوہ یورپ کے کئی ممالک میں جانے کا موقعہ ملا۔ یورپ میں پوپ صاحب کو مسیح کی آمد ثانی کے بارے میں بتانے کا موقعہ ملا انہوں نے میری باتیں سن کر خوشی کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تائید و نصرت فرمائی اور دعائیں قبول کیں۔ چند ایک واقعات پیش ہیں:

تائید الٰہی کے واقعات:

(۱) اٹلی میں جہاں ہمارا قیام تھا ایک روز برف باری کے دوران ہماری گاڑی راشن لینے کیلئے سپلائی ڈپو پر گئی۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر شدید برف باری کی وجہ سے راستہ بند ہوگیا تھا۔ راشن سے لدی ہوئی گاڑیاں پھنس گئیں۔ مغرب وعشاء کے درمیان اندھیرا سا ہوگیا۔ گاڑیوں سے اچھل کر میں اور میرے دو ساتھی باہر آئے کہ پیدل دوڑ کر سیکشن میں پہنچ جائیں۔ لیکن فاصلہ تین فرلانگ کا نہیں بلکہ دو تین میل کا تھا۔ ہر طرف برف تھی۔ اندھیرا ہوگیا تھا۔ خاکسار نے دعا کی خدایا تو ہی ہمیں بچا سکتا ہے اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ دُعا کے بعد فوراً میں نے دو سرخ روشنیاں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھیں۔ جو ہمارے پاس آکر ٹھہر گئیں اور دیکھا کہ ہماری سپلائی کی جیپ ہے جو بھولے بھٹکے کی تلاش میں نکلی تھی۔ ہم اس پر بیٹھ کر ڈیرے پر پہنچ گئے۔ خدا کی مدد نہ پہنچتی تو ہم برف کے طوفان میں دب کر مر جاتے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج دجّال کے فتنہ سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی پہلی و آخری دس دس آیات پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا میں میدان جنگ میں ہر روز صبح کو ان آیات کی تلاوت کر کے دم لیا کرتا تھا۔ ایک روز جب ہماری سپلائی کی گاڑی لیبیا میں بن غازی پہنچی راشن اتارنے کی جگہ پر میں کھڑا تھا کہ ایک راشن سے لدی ہوئی گاڑی نے موڑ کاٹا۔ میں اس سے ٹکرا کر گر پڑا اور گاڑی کا آخری ڈبل پہیہ میرے ٹخنوں پر سے گزر گیا۔ میں نے پہیے کے گزرتے وقت نیچے چٹان اور لکڑیاں ٹوٹنے کی آواز سنی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری ٹانگ کو محفوظ رکھا اور میرے ساتھی میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہنے لگے کہ روتے کیوں ہو؟ میں نے کہا کہ خدا کی شان کو دیکھ کر چٹان کے ٹکڑے ہوگئے اور لکڑیاں ٹوٹ گئیں۔ خدا کے فضل سے میری ٹانگیں محفوظ ہیں۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ہماری سپلائی یونٹ یونان سے کراچی اتر کر جالندھر پہنچی۔ جن نوجوان کی سروس کم تھی ان کی چھٹیاں کردی گئیں، خاکسار بھی فارغ ہوگیا۔ جب قادیان پہنچا تو حفاظت مرکز کے ضمن میں خدمات انجام دیتا رہا۔ جب تقسیم ملک کا اعلان ہوگیا اور مخدوش حالات کی وجہ سے قادیان کی اکثر آبادی کو بھی لاہور جانا پڑا تو شعائر اللہ اور مقامات مقدسہ کی دیکھ بھال اور حفاظت مرکز اور احمدیہ محلّہ کو آباد کرنے کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قادیان میں 313 نوجوانوں کو ٹھہرائے رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ جو نوجوان بھی قادیان میں ٹھہرے ان کو درویش کا لقب دیا اور ہر نوجوان انتہائی جوش و جذبہ سے بطور درویش ٹھہرنے کے لئے اپنا نام لکھاتا تھا۔ جو خوش قسمت تھے ان کے نام درویشوں کی فہرست میں آگئے۔ انتظام کی خاطر ان کے چار حلقے بنائے گئے۔ ہر حلقہ کا صدر رہتا تھا۔ خاکسار کو نگرانی کیلئے جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور میرے سپرد ان درویشوں کو مصروف رکھنے کیلئے کام بانٹنے کا کام کیا گیا۔ خاکسار خود بھی ان کے ساتھ کاموں میں شریک ہوتا۔ ابتدائی درویشی میں دیہاتی مبلغین کلاس میں ہفتہ میں ایک بار موازنہ مذاہب پر میرا لیکچر ہوتا تھا۔

ادائیگی حج:

اللہ کے فضل سے خاکسار کو 1969 میں حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی میرے ہمراہ حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابیؓ درویش اور افتخار احمد صاحب درویش بھی تھے۔ خاکسار نے بطور ناظم جائداد وتعمیرات، آڈیٹر، محاسب، سیکرٹری بہشتی مقبرہ، نظارت امور عامہ، بیت المال، دعوۃ و تبلیغ کے عہدوں پر فرائض انجام دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو تین لڑکے چار لڑکیاں عطا کیں۔ سب بچے اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہیں اور دل و جان سے اسلام واحمدیت پر فریفتہ ہیں اور خادم دین ہیں فالحمد للہ علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ دینی و دنیاوی ترقیات عطا فرمائے۔ (ماخوذ مشکوٰۃ نومبر 2003)

آخر میں قارئین سے محترم مولانا صاحب کی صحت وسلامتی درازی عمر کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (ادارہ) ☆☆☆

محترم طیب علی صاحب درویش

(مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری، ایڈیٹر بدر قادیان)

محترم طیب علی صاحب درویش بنگلہ دیش کے ضلع میمن سنگھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں مرماچیٹ میں 1927ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم عبدالبارق صاحب تھے۔ والد صاحب کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ آپ کے چھ بھائی اور ایک بہن تھی۔ آپ نے گھر کے کام کاج میں والد محترم کا ہاتھ چھوٹی عمر میں ہی بٹانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کی جبکہ آٹھویں کلاس شہر کے اسکول میں پڑھی۔ آپ انتہائی ذہین تھے مگر گھریلو حالات ایسے نہ تھے جو تعلیم آگے جاری رکھ سکتے۔ محترم والد صاحب کی مالی مدد کی غرض سے آپ کام کی تلاش میں شہر آئے۔ انجان شہر میں بسا اوقات رات فٹ پاتھ پر گزاری۔ بالآخر ایک کارخانہ میں نوکری مل گئی۔ آپ نے اس کارخانہ میں دو سال تک کام کیا۔

احمدیت سے تعارف:

ایک دن آپ کو کہیں سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے قادیان میں امام مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ آپ اس خبر کی تحقیق میں لگ گئے۔ کارخانہ کی نوکری سے جب آپ گاؤں آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ گاؤں میں ایک فیملی احمدی ہے۔ آپ نے ان سے میل جول اور رابطہ پیدا کیا۔ ابتدائی تحقیق کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ جماعت احمدیہ ہی اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے اور دل میں احمدیت کی محبت گھر کرنے لگی۔ 1942ء میں دوبارہ آپ روزگار کی تلاش میں ڈھاکہ گئے۔ جہاں احمدیہ جماعت کے مشن میں آنا جانا شروع کیا۔ اور اُسی سال آپ نے باقاعدہ بیعت فارم پر کر کے احمدیت قبول کی۔

قادیان جانے کی تڑپ:

بیعت کے بعد آپ کے دل کی کیفیت یک دم بدل گئی آپ دیارِ مسیح کی زیارت کے لئے بے چین رہنے لگے اور رات دن آپ کو یہی خیال رہنے لگا کہ کسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس بستی میں پہنچ جاؤں۔ گھر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ قادیان کے لئے سفر اختیار کیا جائے اس پر گھر کی ذمہ داری کا بوجھ بھی آپ کے کندھوں پر تھا۔ اس بیقراری کے عالم میں خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاوں کو قبول کیا۔ گھر کے مالی حالات بہتر ہونے پر آپ نے کارخانہ کی نوکری چھوڑ کر قادیان کی جانب سفر اختیار کیا۔ 1945ء میں پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ کے دوسرے دن قادیان آنے کا موقع ملا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول کو دیکھ کر انتہائی سکون حاصل ہوا اور آپ کے دل میں اس پاک بستی کی محبت اس قدر پیدا ہوگئی کہ دوبارہ آپ نے اپنے وطن جانے کا خیال ترک کر دیا۔ آپ کہتے ہیں:

”قادیان آنے کے بعد پھر واپسی کا خیال کبھی دل میں نہیں آیا۔ یہاں کا ماحول ایسا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی سے بے پناہ پیار ہو گیا۔ 1962ء میں ایک بار اپنے وطن گیا تھا اور فوراً واپس آ گیا۔“

والد صاحب کی وفات:

آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد سب عزیز و اقارب آپ کے مخالف ہو گئے تھے اس لئے جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو ان لوگوں نے آپ کو آپ کے والد محترم کی وفات کی اطلاع وقت پر نہ دی۔ آپ کو والد صاحب کی وفات کی اطلاع ایک لمبے عرصہ بعد ہوئی۔

آپ کو صرف بنگلہ زبان ہی آتی تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مبارکہ پڑھنے کی خاطر آپ نے اردو زبان سیکھی۔ آپ نے دو سال دیہاتی مبلغین کلاس میں بھی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف ادارہ جات میں خدمت کا موقعہ ملا۔ خصوصاً دفتر دعوت و تبلیغ و دفتر زائرین میں آپ کو خدمت کا موقع ملا اور دفتر زائرین سے ہی آپ ریٹائر ہوئے۔ دفتری اوقات کے بعد آپ نے گیٹ دار المسیح کے سامنے چائے کا ایک ہوٹل بھی کھولا تھا، جس سے معقول آمد ہو جاتی تھی۔ آپ نے اس بات کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا ہے کہ بہر صورت سلسلہ پر بوجھ نہیں بننا ہے۔ اس غرض کے لئے آپ اس عمر میں بھی اپنی ٹافیوں کی دکان چلا رہے ہیں۔

ازدواجی زندگی:

1962ء میں آپ نے مالابار کی ایک مطلقہ خاتون محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ سے شادی کی۔ ان کی ایک ننھی سی بچی بھی تھی۔ آپ نے صرف اس خیال سے شادی کے لئے حامی بھری کہ اس سے دونوں ماں بیٹی کو سہارا مل جائے گا۔ آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ نے اس بچی کو اس قدر پیار دیا کہ آج وہی آپ کی حقیقی اولاد کا کام کر رہی ہے۔ آپ کے ابتدائی زمانہ درویشی کے پڑوسی محترم منیر احمد صاحب خادم کی اہلیہ محترمہ آپ کی بچی سے شفقت اور پیار کے متعلق کہتی ہیں کہ آپ چھوٹی بچی عائشہ کو ہر دم اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور ایک باپ کی تمام محبت اس پر لٹاتے تھے۔ آپ کی اس بیٹی کی شادی مکرم محفوظ الرحمٰن فانی صاحب ساکن قادیان سے ہوئی ہے۔

کھیلوں اور شکار کا شوق:

آپ کو بچپن سے ہی کھیلوں میں بہت دلچسپی تھی۔ اپنے گاؤں میں بھی فٹ بال اور والی بال کے اچھے کھلاڑی شمار کئے جاتے تھے۔ درویشوں کی والی بال ٹیم کا آپ بھی حصہ تھے۔ آپ کو مچھلی پکڑنے کا انتہائی شوق تھا۔ شروع زمانہ درویشی میں اکثر درویشان اور ان کے بچے ڈھاب سے مچھلیاں پکڑا کرتے تھے اور مچھلیاں بھی اس قدر ہوتی تھیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ تقریباً ہر گھر میں مچھلیاں مل جایا کرتی تھیں۔ آپ کا شمار ماہر شکاریوں میں ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ دریائے بیاس پر بھی مچھلیاں پکڑنے جایا کرتے تھے۔

گھٹنے کی تکلیف اور معجزانہ شفا یابی:

وقت کے ساتھ ساتھ آپ کو گھٹنے میں تکلیف رہنے لگی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔ دونوں ٹانگوں کے سہارے پر کھڑا ہونا بھی ممکن نہ رہا۔ مجبوراً وہیل چیئر پر بیٹھ کر بمشکل گھر سے باہر آتے تھے۔ لیکن اپنی دکان پر آنا جانا جاری رکھا۔ آپ نے یہ دکھ اور تکلیف کا دور انتہائی صبر اور حوصلہ کے ساتھ گذارا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا اور تین لاکھ روپیہ کا خرچہ بتایا مگر آپ نے آپریشن نہیں کروایا۔ دل میں یہ خیال تھا کہ ممکن ہے کہ آپریشن کے بعد بھی چل پھر نہ سکوں اور جماعت کا پیسہ ضائع ہو۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور بکثرت دعائیں کیں۔ گھر پر ہی مالش اور ورزش کرتے رہے۔ اور دعاؤں میں زور لگا دیا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور بہشتی مقبرہ کی چند جڑی بوٹیاں کھلائی ہیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ آپ کے گھٹنوں میں آرام آنے لگا اور آج اللہ کے فضل سے آپ پنج وقتہ نماز مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کی سیڑھیاں چڑھ کر پڑھنے جاتے ہیں۔

آپ کو خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت ہے۔ جلسہ سالانہ قادیان پر جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے اور اسی طرح سیدنا حضور انور 2005ء میں جب قادیان تشریف لائے تو آپ کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ خلیفہ وقت کے قریب سے قریب تر رہیں۔ سیدنا حضور انور کا خطبہ جمعہ بغور سنتے اور حضور کی نصائح پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ آپ صوم صلوۃ کے پابند ہیں باوجود موسم کی سردی گرمی کے ہر حال میں نماز مسجد میں ادا کرنے آتے ہیں۔ قادیان میں آنے والے نئے خاندانوں کی مدد ابتدائی زمانہ درویشی میں کرتے رہے۔ خاکسار ایڈیٹر بدر کے والد محترم شیخ عبدالمومن صاحب مرحوم اکثر بتایا کرتے تھے کہ محترم طیب علی صاحب ہمیشہ آپ کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آپ کی عمر 84 سال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی خدمت کو قبول فرمائے اور انجام بخیر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محترم خواجہ احمد حسین صاحب درویش

(ادارہ)

مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش 1928ء سیکھواں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا جان محترم میاں امام الدین صاحبؓ اور ان کے دو بھائی محترم نظام الدین صاحبؓ اور خیر الدین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز فجر پڑھنے کے لئے سیکھواں سے پیدل آیا کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب مرحوم کا نام محمد حسن ابن محمد عیسیٰ صاحب تھا اور والدہ صاحبہ کا نام رمضان بی بی تھا۔

بچپن:

آپ کل تین بہنیں اور چار بھائی تھے جن میں سے آپ سب سے بڑے تھے آپ کے باقی حین حیات بھائی بہن پاکستان میں مقیم ہیں۔ آپ کا بچپن انتہائی غربت میں گزرا۔ والد صاحب محنت کر کے جملہ اخراجات پورا کرتے تھے۔ 1935ء کے قریب والد صاحب مع خاندان قادیان میں رہائش کیلئے آ گئے۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً 7 یا 8 سال کے قریب تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ غربت کا یہ عالم تھا کہ ہم بچے بہشتی مقبرہ جا کر سوکھی ٹہنیاں اور پتے جمع کر کے لایا کرتے تھے اور وہ پتے ہمارے گھروں میں جلائے جاتے تھے۔ غربت کی وجہ سے آپ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ لیکن چونکہ آپ کو بچپن سے پڑھائی کا بہت شوق تھا اس لئے ذاتی کوشش سے قرآن شریف پڑھنا سیکھ لیا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی مجلس عرفان میں جاتا تھا اسی طرح اللہ کے فضل سے میری پڑھائی محض صحبت صالحین ہے۔ بچپن سے ہی ہم بھائی بہنوں نے ایثار و صبر کی تعلیم پائی۔ 1941 یا 1942ء کے قریب آپ قادیان میں ہوزری کا کام کرنے لگے۔ کام سے فارغ ہو کر آپ مجلس عرفان میں شامل ہوا کرتے تھے۔ صبح سے آپ کی مساعی یہ ہوا کرتی تھی کہ ہر حلقہ میں وقار عمل کرتے اور مہینہ میں ایک بار مشترکہ وقار عمل ہوا کرتا تھا جس میں ڈھاب کو بھر کر سڑکیں بنائی جاتی تھیں۔ ویدکو را سکول کے نزدیک کی سڑک اور بسراواں کو جانے والی سڑک درویشان نے وقار عمل کے ذریعہ تیار کی تھی۔ اس میں آپ بھی شامل تھے۔

انتخاب درویش:

تقسیم ملک کے وقت حضورؓ نے تحریک فرمائی کے ہمیں ایسے نوجوان چاہیں جو اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنے والدین سے مشورہ کیا اور وہ آپ قادیان رہنے پر راضی ہو گئے چونکہ نام دینے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور آپ کے کا نام پاکستان جانے والوں میں آیا یہ جان کر آپ بہت پریشان ہوئے۔ لیکن بعض دوستوں کے بعض مجبوریوں کے باعث پاکستان چلے جانے کی وجہ سے آپ کا نام قادیان میں رہنے والوں میں شامل ہو گیا۔

آغاز درویشی:

دور درویشی کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

آخری قافلہ کی روانگی کے بعد ہم درویشان قادیان میں رہ گئے۔ میرا درویش نمبر غالباً 93 تھا یا اس کے اوپر نیچے۔ اسوقت صدر انجمن احمدیہ سے ہمارا وظیفہ 5 روپے مقرر ہوا اور ہم سب نے وصیت کی ہوئی تھی۔ جس میں سے 50 پیسے وصیت کے کٹ جانے کے بعد ساڑھے چار روپے میں پورا ایک مہینہ گزارہ کرنا ہوتا تھا۔ اس وقت ہمارا شغل یہ تھا کہ صبح سے 12 بجے تک ہم وقار عمل کرتے اور پھر کھانا وغیرہ کھاتے۔ اس زمانہ میں ناشتہ میں چنے ملتے تھے اور دوپہر یا رات کو دو روٹیاں اس کے علاوہ کھانے کو اور کچھ نہ تھا اس وقت جہاں ایوانِ خدمت اور ایوانِ طاہر وغیرہ ہے ہم لڑکے وہاں اکٹھے ہو جاتے اور لاٹھیاں وغیرہ کھیلتے تھے۔ ہم درویشان تو مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے مگر اس کا خدا کے فضل سے غیروں پر بڑا رعب تھا۔ وہ ان مقامات کی طرف رخ کرنے سے گریز کرتے تھے۔

شادی اور قربانی:

آپ کی شادی 1946ء میں گجرانوالہ میں ہوئی تھی۔ تقسیم ملک کے وقت میں حکم ہوا کہ عورتوں کو پاکستان بھجوایا جائے آپ کی اہلیہ پاکستان جانے پر راضی نہ ہوئیں اور قادیان ہی میں رہنے پر مصر تھیں، آپ نے ان کو سمجھا بجھا کر پاکستان بھیج دیا۔ ان کی والدہ چونکہ غیر احمدی تھیں اس لئے ان کی طرف سے آپ کو قادیان چھوڑنے کا دباؤ ڈالا جانے لگا۔ اس پر آپ نے لکھا کہ میں نے والدین اور بھائی بہنیں قادیان کی خاطر چھوڑ دیئے ہیں قادیان کو چھوڑ کر میں نہیں آسکتا ہاں اگر حالات سدھر جائیں تو اہلیہ کو میں قادیان لے آؤں گا اس پر آپ کے سسرال والوں نے گجرانوالہ کی عدالت میں آپ کے خلاف خرچ کا مقدمہ دائر کر دیا جس کی پیروی ناظر خدمت درویشان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم، اے کرتے رہے اور بالآخر آپ کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کو ایک دوست کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی اہلیہ کے گھر والے مولوی سے فتویٰ حاصل کر کے ان کا نکاح کہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم، اے کو مشورہ کے لئے خط لکھا آپ نے جواباً فرمایا کہ اگرچہ آپ مقدمہ جیت گئے ہیں اور ہم آپ کی اہلیہ کو قادیان بھجوا بھی دیں تو بعد میں قادیان جا کر کوئی پریشانی اور پیچیدگی پیدا ہو جائے تو مشکل ہو گی اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ خاموشی اختیار کریں۔ چنانچہ آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ اس معاملہ میں دخل نہیں دیا اور اس طرح آپ کا اس اہلیہ سے رشتہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو گیا۔

دوسری شادی اور اولاد:

اس کے بعد آپ کی دوسری شادی 1953ء میں حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ جہاں محمد دین بدر درویش مرحوم اور صوفی غلام احمد درویش صاحب مرحوم نے اپنے ساتھ ساتھ آپ کے لئے بھی رشتہ دیکھ لیا۔ پہلے آپ اتنی دور رشتہ کے لئے راضی نہ ہوئے مگر بعد میں مکرم برکات احمد راجیکی صاحب کے سمجھانے پر آپ راضی ہو گئے اور یوں جلسہ سالانہ قادیان 1953ء میں تینوں درویش بھائیوں کی شادیاں حیدر آباد میں ہو گئیں۔ اس شادی سے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا عطا ہوا۔ بیٹا مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام اسکول قادیان ہیں، جبکہ بیٹیوں کی شادیاں پاکستان میں ہو گئی ہیں۔

1953 تا 1962ء تک آپ کو ہندستان کے مختلف صوبوں میں رہنا پڑا۔ جہاں آپ نے محنت سے زندگی گزر بسر کی۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں مختلف عہدوں پر کام کیا بعدہ 1989ء میں آپ ریٹائیر ہوئے۔

سلائی کی دوکان:

جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ سلائی کا کام بھی کرتے رہے جو آپ آج بھی کر رہے ہیں اور گیٹ دارالمسیح کے سامنے آج بھی آپ کی سلائی کی دکان ہے۔ جو ہمیں دور درویشی کی یاد دلاتی ہے۔ آپ شیروانی کی سلائی میں مہارت رکھتے ہیں آج بھی قادیان میں آپ سے بہتر شیروانی سینے والا شائد ہی کوئی کاریگر ملے۔

خلافت سے محبت:

محترم خواجہ احمد حسین صاحب قادیان میں خلافت ثانیہ کے وقت سے ہیں۔ آپ نے بچپن سے حضورؓ کو دیکھا اور قادیان کے پاک ماحول میں رہے۔ آپ کو حضورؓ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم تو حضور کو آدمی سمجھتے ہی نہیں تھے بلکہ کوئی فرشتہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ اپنے کاموں سے جلد فارغ ہو کر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مجلس عرفان میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کی باتیں ہی ہیں جنہوں نے ہمیں قادیان میں رکھا۔ آپ کو کئی مرتبہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دبانے کا موقعہ بھی نصیب ہوا۔ ایک موقعہ پر حضورؓ سے ربوہ میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت محترم چوہدری سعید احمد صاحب مرحوم درویش اور محترم ماسٹر ابراہیم صاحب درویش مرحوم بھی ساتھ تھے۔ حضورؓ نے آپ کو کافی وقت دیا اور قادیان کے حالات وغیرہ کے بارہ میں پوچھا اس وقت حضور نے فرمایا کہ درویشان کہیں کام نہیں کر سکتے؟ ماسٹر ابراہیم صاحب مرحوم نے کہا کہ جی حضور کام تو کر سکتے ہیں مگر یہ کرتے نہیں اس پر حضور نے فرمایا کیوں کہاں کام ہے؟ تو عرض کی امرتسر اور دوسرے شہروں میں کام ہے۔ حضور نے فرمایا یہ نہیں کام وہ چاہیئے کہ رات کو گھر پہنچ جائیں کیونکہ قادیان میں رہنے کا مقصد تو یہ نہیں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی پہلی ملاقات لندن میں ہوئی جبکہ آپ جلسہ سالانہ یوکے میں بطور نمائندہ شریک ہوئے تھے۔ آپ کو دو بار ملاقات کا شرف ملا ایک مرتبہ درویشان کی ملاقت میں دوسری بار فیملی ملاقات میں۔ پھر 2005ء میں جب سیدنا حضور انور قادیان تشریف لائے تو آپ کو حضور انور سے ملاقات کا شرف عطا ہوا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیوں اور دینی خدمات کو قبول فرمائے اور عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ پر ہمیشہ پیار کی نظر رکھے آمین۔ ☆☆☆

محترم مولوی بشیر احمد کالا افغاناں صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار کا نام بشیر احمد کالا افغاناں ہے۔ خاکسار کے والد کا نام محترم علم دین خان صاحب اور والدہ کا نام عالم بی بی صاحبہ ہے۔ میری پیدائش 1928ء میں کالا افغاناں گاؤں نزدیک بٹالہ میں ہوئی۔ مجھے ملا کر ہم چار بھائی اور ایک بہن تھے۔ میرے بھائی بہن اس وقت فیصل آباد چک 32 پاکستان میں ہیں۔ لیکن ابھی تک ان لوگوں نے بیعت نہیں کی۔ میرا آبائی گاؤں کالا افغاناں قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اس گاؤں کی اکثر آبادی تقسیم ملک سے قبل مسلمان تھی۔ گاؤں میں تمام اشیاء ضرورت زندگی کی موجود تھیں۔ میری ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی بعدہ گاؤں کے اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اللہ کے فضل سے خاکسار شروع سے پڑھائی میں کافی ہوشیار رہا۔ خاکسار شروع زمانہ سے نماز روزہ کا پابند رہا۔ سات آٹھ سال کی عمر سے ہی میں نے نماز پڑھنا اور روزے رکھنا شرع کر دیا تھا۔ 9 سال کی عمر میں میں اور گاؤں کا ایک لڑکا لیلۃ القدر کی تلاش میں 27 رمضان کی رات جاگتے رہے۔ آنکھیں بند ہونے پر پانی ڈال لیا کرتے تھے۔

قادیان آمد اور بیعت:

خاکسار کے گاؤں کے مکرم مولوی محمد احمد کالا افغاناں صاحب مرحوم قادیان آ گئے تھے اور چنگی میں محرر تھے۔ ان دنوں خاکسار ڈیرہ بابا نانک میں امتحان دے کر نوکری کی تلاش میں تھا۔ مکرم محمد احمد صاحب نے مکرم فیض احمد صاحب کے نسبتی بھائی مکرم نذیر احمد مولوی فاضل کے ہاتھوں پیغام بھجوایا کہ میں چونگی کی نوکری چھوڑ کر دفتر الفضل میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ آکر میری چونگی کی نوکری کر لیں۔ 1946ء میں خاکسار فوراً تیار ہو کر پیدل بٹالہ شہر پہنچ گیا۔ اور بذریعہ ریل قادیان عیدگاہ والی چنگی میں پہنچ گیا جہاں مکرم مولوی محمد صاحب سے چارج لے کر میونسپل کمیٹی میں نوکری شروع کر دی۔ اس وقت میری عمر 18 سال کے قریب تھی اور تنخواہ بیس روپے ماہوار تھی۔ جب میں قادیان آیا تھا تو اس وقت مجھے احمدیت کے بارہ میں زیادہ معلوم نہ تھا۔ میں نے نماز عصر ادا کرنے کے لئے ڈاکٹر کیدار ناتھ ملہن کے کمپاؤنڈر شری پنڈت شوری لعل سے کہا کہ میں نے نماز پڑھنی ہے مجھے کوئی ایسی مسجد بتائیں جو کہ احمدیوں کی ہو کیونکہ میرا نام بشیر احمد ہے میں نے قادیانیوں کی اور مرزائیوں کی مسجد میں نہیں جانا۔ اس نے مسجد اقصیٰ کا راستہ بتا دیا میں وہاں چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بہت بڑی مسجد ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے کوئی تلاوت قرآن مجید کر رہا ہے۔ خوبصورت مینارہ ہے۔ میں دل میں بہت خوش ہوا کہ ہماری مسجد تو بہت اچھی ہے اب قادیانیوں اور مرزائیوں کی مسجد میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاکسار ایک ماہ تک یہاں نمازیں پڑھتا رہا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ قادیانیوں کی مسجد ہے۔ پھر میں ایک دن احراریوں کی مسجد میں نماز مغرب پڑھنے گیا۔ وہاں کی مسجد کی خستہ حالت ٹوٹے لوٹے دیکھ کر اور نمازیوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ خاکسار نے دل میں عہد کر لیا کہ اب میں مسجد اقصیٰ میں ہی نمازیں ادا کروں گا۔ ایک ماہ کے بعد خاکسار کا تبادلہ محلّہ دارالرحمت کی چنگی میں ہو گیا۔ اس محلّہ میں مکرم محترم بشیر احمد خادم صاحب درویش سے میرا تعارف ہوا۔ آپ نے مجھے احمدیت کا تعارف کروایا اور مطالعہ کیلئے تبلیغ ہدایت اور چند دوسرے رسالہ جات دئے اور حق میرے پر آشکار ہو گیا۔

مکرم خادم صاحب نے میرا بیعت فارم پُر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بغرض منظوری بھجوا دیا اور مجھے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں لے گئے سفید روٹیاں اور دھلی ہوئی ماش تھی ایسے کھانے کا سواد اور مزہ ابھی تک یاد ہے۔ اور ایسا کھانا خاکسار نے اپنی ساری عمر نہیں کھایا۔ اس کے بعد خاکسار کا تبادلہ عیدگاہ کی چنگی پر ہو گیا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد میونسپل کمیٹی میں کام کرنے والے چند احراریوں نے میری مخالفت شروع کر دی اور یہ دلیل دی کہ ہم لوگ یہاں ایک زمانہ سے رہ رہیں ہیں اور پیدائشی قادیانی ہیں اگر احمدیت سچی ہوتی تو ہم لوگ بیعت کیوں نہ کرتے۔ ان کی باتوں کو سن کر اندازہ لگایا کہ جو لوگ جماعت میں بیعت کر کے شامل نہیں ہوئے ہیں ان کی دینی اخلاقی حالت درست نہیں ہے۔ نمازوں میں ان میں سے اکثر غفلت برتتے ہیں۔ یہ کس طرح سچے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے مجھے مخالفت کی آزمائش سے محفوظ باہر نکالا۔ اس دوران میرا تبادلہ ناصر آباد چنگی پر ہوا یہاں کے احباب کافی خوش مزاج تھے۔

درویشوں میں شمولیت:

اس دوران تقسیم ملک کا شور شروع ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر خدام دور دور سے حفاظت مرکز کے لئے آ رہے تھے میں نے مکرم محمد احمد صاحب کالا افغاناں صاحب کے ساتھ اپنا نام حفاظت مرکز کرنے والوں کی لسٹ میں لکھوا دیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو درویشی کی سعادت سے نوازا۔ خاکسار نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی اور کامیاب ہوا۔ خاکسار کا تقرر مہاراشٹر میں ہوا۔ ہم 12 افراد کا قافلہ تھا جو سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ میرے ساتھ محترم قریشی محمد شفیع عابد صاحب اور محترم فیض احمد صاحب تھے۔ ہم تینوں بمبئی پہنچ گئے۔ ان دنوں ممبئی میں محترم حکیم محمد دین صاحب مبلغ ہوا کرتے تھے۔ آپ نے علاقے بانٹ دئے۔ قریشی صاحب امیر کٹی محترم فیض صاحب باندہ اور خاکسار کو نند گڑھ بھجوا دیا گیا۔ خاکسار نے اپنے سارے گاؤں اور سارے علاقہ کا جائزہ لیا۔ خاکسار کے سر پر سبز پگڑی اور لباس شیروانی ہوا کرتی تھی۔ ہاتھ میں ایک سوٹی اور کتابوں کا بیگ ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح خاکسار کا قد چھ فٹ ہے۔ لوگ حیران ہوتے اور پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟ اور اس طرح تبلیغ شروع ہو گئی۔ چند دنوں بعد ہی مخالفت شروع ہو گئی خاکسار نے فوراً ایک پمفلٹ مرہٹی زبان میں شائع کر دیا جس میں جماعتی مسائل بتائے گئے تھے۔ میں نے پندرہ گاؤں کو اپنا تبلیغی سینٹر بنایا اور روزانہ دس دس پندرہ پندرہ کلومیٹر اردگرد کے علاقوں میں تبلیغ کے لئے پیدل سفر کرتا تھا۔ میرا یہ طریق کار تھا کہ میں کسی کے گھر سے کچھ کھانا وغیرہ نہ کھاتا تھا تا لوگ مجھے بوجھ نہ سمجھیں اور مبادا میرے قریب نہ آئیں جب لوگ مجھے دعوت دیتے اس پر میں انہیں کہتا کہ آپ دعوت کے پیسوں سے چندے کی رسید کٹوا لیں۔ میں جس علاقہ میں رہتا تھا وہاں گاؤں میں ہفتہ وار ایک بازار لگا کرتا تھا میں بازار والے دن جب بھیڑ ہوتی تھی ایک بڑے بلیک بورڈ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر اور آپ کے چیلنج مرہٹی زبان میں لکھ کر دیتا۔ اس طرح آنے جانے والے لوگ اسے پڑھتے اور نیک فطرت اثر قبول کرتے اور تبلیغ کی راہ آسان ہو جاتی۔

شادی اور اولاد:

1952ء میں خاکسار کی شادی محترم ظہور الدین صاحب ساکن حیدرآباد کی دختر مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شادی کے نتیجہ میں تین بچوں سے نوازا۔ (۱) عزیزہ نسیم اختر صاحبہ (۲) عزیز محمود احمد صاحب مرحوم (۳) عزیز شعیب احمد صاحب۔

لیلۃ القدر کا واقعہ:

محترم مولانا صاحب مستجاب الدعوۃ بزرگ ہیں لیلۃ القدر کے تعلق سے آپ لکھتے ہیں۔

”رمضان کی اکیسویں رات کو بارش ہو رہی تھی طوفان چل رہا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ اے میرے اللہ بڑھاپا آ گیا ہے خاکسار کو اس مبارک رات کا نظارہ دکھا دے۔ خیر رات نکل گئی کچھ نہیں دیکھا، مایوس سا ہو گیا۔ آواز آئی کہ اتنی جلدی گھبرا گئے ہو، لوگ تو کئی کئی سال انتظار کرتے ہیں۔ میری زبان سے نکلا لا تقنطوا من رحمة الله۔ اور پھر میں خاموش ہو گیا اور ۲۳ تاریخ کی رات بھی نکل گئی ۲۵ کی رات جب آئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فجر کی اذان سے پہلے یہ آواز آئی کہ تم سوئے پڑے ہو، لیلۃ القدر کا نظارہ شروع ہو گیا ہے اُٹھ کر دیکھ لیں۔ میں خواب میں ہی اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد مبارک کے گیٹ سے لیکر مسجد مبارک، دارالمسیح، قصر خلافت، دونوں اور مسجد اقصیٰ سب نور سے بھرے ہوئے ہیں میں دفتر محاسب کے ستون کے پاس کھڑا ہوں، عجیب و غریب روشنی ہے نہ سورج، چاند کی، نہ ستاروں کی، نہ ہی بلب اور ٹیوب کی۔ بہت پیاری خوبصورت روشنی ہے آنکھوں کو چبھتی نہیں بہت ٹھنڈی اور چمکیلی روشنی ہے۔“

الحمد للہ آپ نے آنحضرت ﷺ کے دیدار بھی کئے۔

جماعتی خدمات:

خاکسار کئی سال تک دفتر دعوت و تبلیغ میں لٹریچر برانچ میں خدمت بجا لاتا رہا۔ ایک لمبا عرصہ خاکسار کو اخبار بدر کے مینجر کے طور پر خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسے خود ہی امرتسر سے شائع کرواتا اور پوسٹ کرتا تھا۔ ایک لمبا عرصہ خاکسار کو امپریسٹ جلسہ سالانہ کے طور پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ خاکسار نے کبھی بھی کسی کام کیلئے انکار نہیں کیا۔ شروع زمانہ میں قادیان سے امرتسر آمد و رفت کے ذرائع اتنے اچھے نہ تھے۔ خاکسار کو جب کبھی بھی امرتسر حضرت امیر صاحب کی طرف سے جانے کا حکم ہوتا تو فوراً حکم کی تعمیل کرتا اسی طرح افراد کی ضرورت کی اشیا بھی لا کر دیتا تھا۔ خاکسار کی اپنی چیزیں تو کم ہوتیں احباب کی اشیا سے ہی میرا جھولا بھرا ہوتا تھا۔ اس طرح خدمت خلق کے میدان میں مجھے ایک نمایاں کام کرنے کی توفیق ملی۔ دور درویشی میں جب کسی کا M.R.I کروانا ہوتا یا کسی کو امرتسر کسی ہسپتال میں لے جانا ہوتا تو خاکسار ہمیشہ تیار رہتا۔

میں نمازوں کا شروع سے پابند رہا ہوں۔ آج بھی جب کہ میری عمر 80 سال سے تجاوز کر چکی ہے میں اللہ کے فضل سے باقاعدہ نمازیں ادا کرنے مسجد جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کی خدمات کو قبول فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ آمین

محترم مولوی عبدالحمید مومن صاحب درویش

(مکرم عبدالروف نیّر صاحب کارکن دعوت الی اللہ بھارت)

خاکسار کے والد محترم مولوی عبدالحمید صاحب درویش کی پیدائش 2/اگست 1916ء کو چک 195 جنڈاوالہ ضلع فیصل آباد پاکستان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم اللہ دتہ صاحب اور والدہ محترمہ رجّی بی بی صاحبہ تھیں۔ آپ پیدائشی احمدی ہیں۔

آپ کے دادا مکرم حاکم علی شاہ صاحب پیشاور سے ہجرت کر کے موضع سنگ چٹ ہوشیار پور آ گئے تھے۔ خاکسار کے دادا محترم اللہ دتہ صاحب کا شمار ہوشیار پور کے مشہور تاجروں میں ہوتا تھا جو تقسیم ملک سے قبل لائلپور پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ ایک مرتبہ دادا جان کی گردن میں پھوڑا نکلا جو کہ سخت تکلیف دہ تھا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے ہیں ایک سر کی طرف جبکہ دوسرا پاوں کی طرف کھڑا ہے۔ محترم دادا جان تہجد گزار شخص تھے۔ سامنے والے شخص نے داد جان کو مخاطب کر کے کہا کہ ان کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ نہیں نہیں یہ نیک شخص ہے انہیں ایک موقعہ اور دینا چاہیئے اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ جب آپ نے اپنے بزرگوں کو یہ واقعہ سنایا اور سارا حلیہ بتایا تو انہوں نے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصویر دکھائی، آپ نے فوٹو کو پہچان لیا اور کہا کہ بالکل یہی شخص تھا جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور اس کے بعد آپ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو احمدیت کی نعمت سے نوازا۔

آپ کے والد محترم بچپن میں وفات پا گئے تھے لہذا محترم والد صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے ننہال میں ہی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنیکے بعد محترم والد صاحب نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کو تبلیغ کے ساتھ ساتھ دینی علوم کا بہت زیادہ شوق تھا۔ تبلیغ کے شوق کی وجہ سے فوج میں بھی سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ 1944 یا 1945ء میں قادیان تشریف لائے اور یہیں آپ کی شادی آپ کی ماموں زاد ہمشیرہ سے ہو گئی۔ بعد ازاں ملک تقسیم ہو گیا چونکہ آپ فوج کے تربیت یافتہ تھے لہذا آپ کا شمار بھی خوش نصیب درویشان میں ہوا۔ اس کے بعد آپ نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کو مکرم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب سے شرف تلمذ رہا۔ آپ آج بھی اپنے استاد کا ذکر خیر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ محترم والد صاحب نے یونیورسٹی سے ادیب فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ آپ نے اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز پر مرکز سلسلہ کی حفاظت کے لئے وقف فرما دیا اس لئے آپ نے دیہاتی مبلغین کلاس سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ میدان تبلیغ میں بھی کام کیا۔ بعدہ مرکز نے آپ کو قادیان میں بلا لیا۔ جہاں آپ کو مختلف دفاتر میں خدمت کی توفیق ملی۔ خصوصاً دفتر زائیرین میں آپ نے ایک لمبا عرصہ خدمت سرانجام دی۔ محترم والد صاحب کی سکھ ازم اور عیسائیت کے متعلق معلومات بہت وسیع تھیں۔ گرو گرنتھ صاحب اور بائیبل کا مطالعہ بڑی گہرائی سے کیا جگہ جگہ نشان دہی کرتے دفتر زائرین میں جو بھی کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا جاتا اس کو تبلیغ کرتے۔

ڈیوٹیوں کے پابند:

والد صاحب کو سلسلہ کی جانب سے جو ڈیوٹی سپرد کی گئی آپ نے حتی الوسع پوری ذمہ داری سے اسے سرانجام دیا۔ محترم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی درویشی کے دنوں میں خاکسار کی اور محترم عبدالحمید صاحب کی ڈیوٹی پہرہ پر ایک جگہ لگی۔ ہم دونوں باری باری ڈیوٹی اور نوافل ادا کرتے تھے۔ اس اثنا میں دو درویش بھائی تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں واپس آنے کی ہدایت دی اور بتایا کہ انتظامیہ نے ہمیں خصوصاً آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ دونوں کو واپس بلا لائیں اور ساتھ ہی کہا کہ انتظامیہ یہ سوچ رہی ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے یہ دونوں از خود واپس نہیں آئیں گے اس لئے ہمیں خاص طور پر بلانے کیلئے بھیجا ہے اور پھر ہم دونوں واپس آ گئے۔

دست بکار دل بیار:

ابتدا میں گھریلو حالات اتنے اچھے نہ تھے تنگی و ترشی بھی رہی اور کئی مرتبہ فاقہ کشی بھی رہی۔ لیکن ان سب کے باوجود آپ نے اپنے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور ان کو نمازوں کا پابند بنایا آپ درویشی کا جو عزم لیکر اپنے گھر سے چلے تھے اُسے ساری زندگی بڑے حوصلہ اور ثابت قدمی سے نبھایا اور نبھا رہے ہیں۔ آپ نے خلفائے وقت کی تحریکات پر ہمیشہ لبیک کہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے خود ذاتی کام کرنا شروع کیا اور تالوں اور چھاتوں کی مرمت کی دکان کھول لی۔ لیکن اس دوران بھی آپ کا ہاتھ کام میں لگا ہوتا تھا اور دل خدا تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا تھا۔ آپ اذان کی آواز سنتے ہی فوراً دکان بند کر کے مسجد کیلئے روانہ ہو جاتے اور آج بھی یہ دستور جاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے کام میں بھی برکت دی اور گھر کا گزارہ بھی بہتر ہو گیا جب تک صحت درست رہی دکان میں کام کرتے رہے۔ دکان میں بھی غیر مسلموں کو تبلیغ کئے بنا جانے نہیں دیتے تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی ہمیشہ بروقت کرتے۔

توکل علی اللہ:

محترم والد صاحب کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے انتہا بھروسہ ہے۔ درویشی کے ابتدائی دنوں میں اکثر درویشان کے گھر میں کھانے کی قلت رہتی تھی۔ بسا اوقات فاقوں پر نوبت آ جاتی تھی۔ ایک بار جب کہ محترمہ والدہ صاحبہ بیمار تھیں اور کھانے کی پریشانی تھی محترم والد صاحب نے سب ڈبے جھاڑ کر تھوڑا سا آٹا نکالا۔ آپ نے آٹا گوندھ کر خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسکو ڈھانپ دیا اور برکت کی دعا کی چونکہ والدہ صاحبہ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے روٹی بھی خود بناتے رہے مگر اس کو کھول کر نہیں دیکھا۔ تقریباً دو یا تین دن اسی طرح گزر گئے اس پر آپ کو خیال آیا کہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کتنا آٹا موجود ہے۔ جب کھول کر دیکھا تو وہ بالکل اتنا ہی تھا۔ اس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔

خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق:

تقسیم ملک کے بعد آپ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ 1963ء میں مع فیملی حضور سے ملاقات ہوئی۔ 1991ء میں خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے اور 28 جولائی 2004 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے لندن جا کر ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔

شادی و اولاد:

خاکسار کے والد محترم کی پہلی شادی تقسیم ملک سے قبل ہوئی تھی جو کہ پارٹیشن کے بعد قائم نہ رہ سکی۔ اس سے آپ کی کوئی اولاد بھی نہ تھی جبکہ دوسری شادی خاکسار کی والدہ سیدہ امتہ اللہ فہمیدہ بیگم بنت مکرم سید محی الدین صاحب ابن مکرم منشی شفیق الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساکن محی الدین پور سونگڑہ اڑیسہ کے ساتھ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو 5 بیٹے اور 3 بیٹیوں سے نوازا۔ الحمدللہ ہم سب بھائی اللہ کے فضل سے سلسلہ کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ اولاد کے اسما اس طرح سے ہیں:

خاکسار عبدالروف نیّر مولوی فاضل۔
مکرم بشیر احمد شمس، مکرم گیانی شمشاد احمد عدن۔
مکرم مبارک احمد تقویٰ صاحب، مکرم طارق احمد صاحب گولڈ میڈلسٹ، مکرمہ امتہ النصیر صاحبہ، مکرمہ وجیہہ بشریٰ صاحبہ، مکرمہ قیصرہ عدن صاحبہ۔

محترم والد صاحب میں بے شمار خوبیاں ہیں آپکو ساری زندگی ہم نے کفایت شعار، صابر و شاکر، خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت کرنے والا اور جماعت کا فدائی پایا۔ آپ نمازوں کے حد درجہ پابند ہیں۔ خصوصاً نماز تہجد ادا کرتے ہیں اور بعد نماز فجر قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا ترجمہ آپ کا روزانہ کا معمول رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اب آپ کی صحت مسجد جانے کی اجازت نہیں دیتی لیکن آپ باقاعدہ باجماعت نماز مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ناسازی طبع اور کمزوری صحت کی وجہ سے جب آپ کو گھر میں نماز ادا کرنے کیلئے کہا گیا تو کہنے لگے مجھے مسجد سے نہ روکو! مجھے مسجد سے نہ روکو! آپ نے ہم سب بھائی بہنوں کی بہترین تربیت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی جملہ خدمات قبول فرمائے اور ہمیں والد محترم کے نیک کاموں کو جاری رکھنے والا بنائے۔ آمین

☆☆☆

محترم مرزا احمد اقبال صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار کا خاندان شروع سے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے جڑا ہوا ہے۔
خاکسار کے والد محترم مرزا اعظم بیگ صاحب ابن محترم مرزا رسول بیگ صاحبؓ ہیں اور والدہ کا نام محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ ہے۔ ہم چھ بھائی بہن ہیں۔ میں اپنے بھائی بہنوں میں تیسرے نمبر پر ہوں۔ میرے نانا جان محترم سید ناصر احمد شاہ صاحبؓ 313 صحابہ میں سے تھے۔ خاکسار کے دادا جان محترم مرزا رسول بیگ صاحبؓ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ سلام کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اسی طرح آپ کے والد صاحب کے چچا محترم مرزا ایوب بیگ صاحب مدفون بہشتی مقبرہ قادیان حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ آپ سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ بہت دُعا گو اور پاک سیرت نوجوان تھے۔ نوجوانی کی عمر میں وفات ہوئی۔ حضورؑ نے آپ کی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضورؑ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اُن کو چاند کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی نہایت پیاری بنائی گئی سڑک پر لے جا رہے ہیں۔

آپ کے خاندانی حالات اصحاب احمد جلد اول میں محترم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم نے درج کئے ہیں۔

خاکسار کی ولادت مورخہ یکم جنوری 1928ء کو آبائی گاؤں کلانور ضلع گورداسپور پنجاب میں ہوئی۔ مجھے بچپن سے کھیلوں کا انتہائی شوق تھا۔ گھوڑ سواری، تیراکی، باکسنگ، جمپنگ، واٹر پولو، ڈائیونگ، لونگ جمپ، کُشتی، بنّی، کبڈی وغیرہ میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ بے خوف کھیلوں میں حصہ لیتا تھا اور بڑی سے بڑی چوٹوں کی کوئی پرواہ نہ کیا کرتا تھا۔ خاکسار نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ خاکسار کو تعلیم کا بیحد شوق تھا خاکسار نے دور درویشی میں ادیب عالم کا امتحان دیا اور اللہ کے فضل سے کامیاب ہوا۔ اسی طرح ٹیکنیکل کام بھی سیکھے اور زمانہ درویشی میں بٹالہ جا کر ٹیکنیکل امور میں مہارت حاصل کی۔ خدا کے فضل سے وہاں شیر پنجاب زمیندار فاونڈر جو بٹالہ کی بہت بڑی فیکٹری تھی میں بھی کام کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں بھی کام کیا مالک ہمیشہ خوش رہتے۔ میری غیر حاضری میں اگر کسی کو رکھتے تھے تو میرے آنے پر فوراً مجھے دوبارہ کام پر رکھ لیتے تھے۔ اکثر ٹیکنیکل معاملہ میں میرے سے مشورہ لیتے کیونکہ میں اللہ کے فضل سے ہر مشین میں کام کر لیتا تھا۔

قادیان میں آمد:

ہمارے خاندان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ابتدا سے تعلق ہے۔ میں پہلی بار قادیان اپنے بڑے بھائی مرزا افضل بیگ صاحب کے ساتھ پڑھائی کے سلسلہ میں آیا۔ میرے قادیان آنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ کوشش محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے کی۔ آپ مجھے اپنے بیٹوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ میری رہائش بورڈنگ میں ہوا کرتی تھی۔ اگلی بار جب میں چھٹیاں گزارنے کے بعد دوبارہ قادیان آیا تو اپنی بڑی بہن کے یہاں رہائش پذیر ہوا۔ خاکسار کی بڑی بہن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی رشتہ میں بھابھی تھیں اور جس مکان میں میں ٹھہرا وہ موجودہ سول لائن (دار الانوار) میں واقع کوٹھی ہے، جو آج کل ترپت راجندر سنگھ باجوہ صاحب کے پاس ہے۔

دور درویشی:

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو درویشی کی سعادت نصیب فرمائی۔ میں جب قادیان آیا تو میری عمر اس وقت 18 سال کی تھی اور میرے بدن پر صرف ایک قمیص اور نکر تھی۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ میری قادیان آمد سے میری بچپن کی ایک خواب بھی پوری ہوگئی۔ میں نے 15 سال کی عمر میں خواب میں دیکھا کہ ”آسمان پر سفید رنگ کے بادل ریت کے ذروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں اور وہ میرے دیکھتے دیکھتے اکٹھا ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ایک تحریر ب کل شئی خادمک بن جاتی ہے۔“ میری بڑی بہن نے یہ تعبیر کی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بہت بڑا کام لے گا۔

قرآن مجید سے عشق:

خاکسار کو ابتدا سے قرآن مجید سے خاص عشق ہے۔ مجھے قرآن مجید محترم حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مع ترجمہ پڑھایا تھا۔ مجھے 1968ء تا 1974ء تک کشمیر پہلگام میں رہنے کا موقعہ ملا۔ میں نے یہاں دانتوں کے علاج کا کام کیا۔ غیر احمدی احباب کو میرا قرآن مجید دن میں دو تین بار تلاوت کرنا بہت حیرانی میں ڈالتا تھا۔ کشمیر کے قیام کا واقعہ ہے کہ خاکسار کے پاس ایک تھانہ دار مکرم خالد اقبال صاحب آیا کرتے تھے۔ میرے سے اچھی شناسائی تھی روزانہ آنا جانا تھا۔ ایک دفعہ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک وہ غیر حاضر رہے۔ میں نے جب پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ قادیانی ہیں، میں آپ کے پاس نہیں آوں گا اس پر میں نے ان کو اپنا قرآن پڑھنا بتایا اور وہ خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خاکسار کو کئی بار تبلیغی میدان میں دھاریوال، لدھیانہ، بٹالہ، امرتسر، گورداسپور، وغیرہ جگہوں میں جانے کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ نے میرے سے کئی مواقعہ پر مخالفین کو لاجواب کروایا۔ کولگام، کشمیر کا واقعہ ہے کہ ایک بار ایک پاکستانی آدمی وہاں آیا وہ مجھے بھی پاکستانی سمجھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں نے جواب دیا کہ کافرستان سے۔ اس پر اس نے دوبارہ پوچھا کہاں سے؟ میں نے کہا کافرستان سے۔ جب وہ دوبارہ نہ سمجھ سکا تو میں نے کہا کہ ہندوں نے اپنا ملک ہندوستان بنا لیا اور مسلمانوں نے پاکستان بنایا ہم لوگ تو مسلمان ہیں مگر آپ لوگ احمدیوں کو قادیانی کہتے ہیں اور کافر قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے میں کافرستان سے آیا ہوں اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

حصول معاش کی کوشش:

شروع شروع میں میرے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے میں نے اپنی تھوڑی سی جگہ پر یعنی مکان کے سامنے مولی شلغم وغیرہ لگائے اور اس کو چھوٹی سی ٹوکری میں ڈال کر سبزی منڈی لے کر جاتا۔ اس سے دو چار آنے مل جاتے جس سے کہ صابن چائے وغیرہ کا خرچہ نکل جاتا۔ اس کے علاوہ احمدیہ چوک میں خربوزے بھی بیچے۔ میری یہ حالت دیکھ کر میرے گھروں میں کام کرنے والے کہتے کہ شاہ جی یہ کون سے دن آپ پر آئے ہیں؟ اس پر خاکسار جواب دیتا کہ ہم یہاں خدمت دین اور قادیان کی حفاظت کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں، نیز مانگنے سے بہتر ہے کہ خود کما کر کھایا جائے۔ قادیان کے قریبی گاوں ناتھوپور میں کئی بار سبزیاں وغیرہ بیچنے گیا۔

خاکسار نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنا بوجھ خود اٹھانے کے لئے بٹالہ میں جا کر کام سیکھا اور اللہ کے فضل سے اپنے کام میں ماہر بنا۔ قادیان تھانہ کے سامنے جو گیانی چمن سنگھ کی فیکٹری ہے وہ بھی خدا کے فضل سے میرا شاگرد ہے۔

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے جماعتی خدمات کی توفیق بھی دی۔ میں نے دفتر بیت المال میں اور پھر بہشتی مقبرہ قادیان میں بطور امپریسٹ کلرک کام کی توفیق پائی۔ اس کے بعد میری ڈیوٹی احمدیہ شفاخانہ میں لگی، جہاں میں نے محترم غلام ربانی صاحب درویش مرحوم کے ساتھ کام کیا۔ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں نے میڈیکل پریکٹس شروع کر دی اور اس کے ساتھ ساتھ ڈینٹسٹ کا کام سیکھا۔ اللہ کے فضل سے آج بھی خاکسار کے پاس قادیان اور آس پاس کے علاقہ سے دانتوں کے بہت مریض آتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے آنکھوں کے علاج معالجہ میں بھی کافی مہارت حاصل کی اور اس میں بھی خدا تعالیٰ نے غیر معمولی برکت عطا فرمائی۔ خاکسار آج بھی ان دونوں کاموں کو بفضلہٖ تعالیٰ بااحسن طریق پر سرانجام دے رہا ہے۔

(آپ کو خلافت سے بے انتہا عشق ہے آپ اپنی بعض خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے خلفا حضرت مسیح موعود سے اکثر خوابوں میں ملاقات کی ہے۔ جو آپ کو اپنے بچوں کی طرح پیار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے یہ خواب نہایت بابرکت کرے۔ آمین۔ دربار خلافت میں اکثر خطوط لکھتے رہتے ہیں اور وہاں سے آپ کو نہایت محبت بھرے جوابات موصول ہوتے رہتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ (ادارہ) ☆☆☆

محترم مولوی ایوب بٹ صاحب درویش

(ادارہ)

محترم مولوی ایوب بٹ صاحب درویش نے اپنے حالات زندگی جامعہ احمدیہ کے مقالہ شاہد کے تحت قلم بند کروائے ہیں۔ آپ کے الفاظ میں آپ کے حالات زندگی پیش ہیں:

''میرا نام محمد ایوب بٹ ابن مکرم غلام محی الدین صاحب ہے اور والدہ محترمہ کا نام کریم بی بی صاحبہ ہے۔ ہم کل تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ میری پیدائش قادیان میں 1924ء میں ہوئی۔''

آپ اپنے خاندان میں احمدیت کے نفوذ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''مجھے اپنے والدین سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت گولڑوی شریف والے بزرگ کے مرید تھے بلکہ کسی حد تک ان کے خلیفہ تھے۔ 1915ء کے بعد احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔ اس کا ذریعہ یوں ہوا کہ میری والدہ میر پور پاکستان کے علاقہ کی رہنے والی تھیں۔ آپ کے نو بھائی تھے۔ چھوٹے بھائی یعنی میرے ماموں مکرم سید ارشد علی صاحب قادیان سے پڑھ کر گئے تھے۔ آپ کی تبلیغ کے ذریعہ میری والدہ نے احمدیت قبول کی۔ جب والد صاحب کو معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ احمدی ہوگئیں ہیں تو کہنے لگے کہ تم قادیانی ہوگئی ہو۔ والدہ صاحبہ کے بہت سمجھانے کے بعد اس بات پر راضی ہوگئے کہ اچھا تم قادیان والا قرآن مجید چھوڑ دو اور دہلی والے قرآن مجید سے دلیل پیش کرو۔ اس پر والدہ صاحبہ نے دہلی والے قرآن مجید سے آیات دکھائیں۔ اس پر بھی محترم والد صاحب راضی نہ ہوئے اور والدہ صاحبہ کی بحث کے دوران غصہ میں پسلیاں توڑ دیں۔ والدہ صاحبہ کا علاج جاری تھا۔ اس دوران محترم والد صاحب نے غور و فکر کیا اور والدہ صاحبہ کے پاس آئے کہ تم نے یہ غلط کیا کہ مجھ سے پوچھے بنا ہی بیعت کر لی۔ پہلے مجھے بیعت کرنی چاہیئے تھی اور اس کے بعد محترم والد صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد محترم والد صاحب جہاں کام کیا کرتے تھے اس آریہ مالک نے جو لیکھرام کو بہت مانتا تھا، نوکری سے نکال دیا بعدہ محترم والد صاحب قادیان تشریف لے آئے۔''

پیدائش اور جوانی:

آپ کے والد محترم کام کے سلسلہ میں کراچی چلے گئے جہاں آپ بیمار ہوگئے اور چھ ماہ تک بیمار رہے۔ یہ چھ ماہ محترم مولوی صاحب پر انتہائی سخت گزرے۔ آپ نے ایام جوانی میں خواب میں آنحضرت ﷺ کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ اس خواب کی تعبیر آپ کی والدہ محترمہ نے یہ کی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا کام لے گا اور اس کے بعد آپ کو خصوصیت سے قرآن شریف پڑھانا شروع کر دیا۔ قرآن مجید آپ نے اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا۔ 1939ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ کو زندگی وقف کر کے ایران جانے کا حکم ہوا۔ ایران کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں کہ:

''جب خاکسار ایران گیا تو بارڈر پار کرنے کے بعد مجھے ایک ہوٹل لے جایا گیا۔ میں سوچوں سارے انتظامات کس نے کئے ہیں اور کیوں کئے ہیں؟ وہاں ایک آدمی تھا جس کا نام علی احمدی تھا۔ میں نے سوچا شاید کوئی احمدی خاندان ہوگا لیکن دل میں پریشان کہ میرے آنے سے پہلے یہاں احمدی کس طرح پہنچ گئے۔ چنانچہ اس سے بات چیت شروع ہوئی وہ مجھے ناشتہ پر اپنے گھر لے گیا۔ میں نے اس کو دوران گفتگو بتایا کہ میں بھی احمدی ہوں اس پر بہت خوش ہوا اور شام کو جشن رکھا۔ اس کا باپ شہر کا قاضی تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ آپ کہاں کے احمدی ہیں؟ میں نے کہا قادیان کا۔ اب وہ سوچنے لگے کہ احمدی خاندان وہاں کیسے پہنچ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ حضرت علی کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے اور کیا عقیدہ ہے؟ میں نے کہا کہ قرآن شریف میں تو حضرت علی کا نام کہیں نہیں پڑھا۔ اس نے کہا کیا آپ نے اللہ ولی الذین امنوا نہیں پڑھا۔ میں نے اس آیت کے متعلق حضرت غلام رسول راجیکی صاحبؓ کی تفسیر پڑھی تھی۔ میں نے کہا کہ آپ ولی سے کیا مراد لیتے ہیں؟ کہنے لگے حاکم۔ میں نے کہا کیا کبھی حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر حاکم ہوئے تھے؟ کہا نہیں۔ اس پر میں نے کہا میرا اور آپ کا اعتقاد برابر ہے۔' میں وہاں تقریباً 5 سال تک رہا۔''

درویشی کی سعادت:

ایران میں پانچ سال خدمت کے بعد آپ کو ارشاد ہوا '' کہ کابل چلا جاؤں۔ وہاں کے لئے میں کوئٹہ پہنچا تو کوئٹہ کے امیر صاحب نے فرمایا کہ آپ کو قادیان بلایا ہے۔ چنانچہ میں لاہور آ گیا وہاں مجھے بتایا گیا کہ یہ آخری ٹرک جا رہا ہے اس میں بیٹھ جاوٴ اور اس طرح قادیان آ گیا۔ اس سے قبل حضور نے فرمایا کہ کیا آپ نے والدین سے ملاقات کر لی ہے۔ میں نے کہا نہیں ۔ چنانچہ حضور نے فرمایا والدین سے ملاقات کر لیں۔ میں وہاں سے جہلم گیا جہاں والدین رہ رہے تھے۔ ایک رات وہاں رہا اور پھر صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بعد میں قادیان آ گیا۔''

دیہاتی مبلغین کلاس:

1948ء اور 1949ء میں آپ کو دیہاتی مبلغین کلاس میں پڑھنے کی توفیق ملی۔ 1950ء میں آپ کو جھانسی یوپی میں بھیجا گیا۔ آپ لکھتے ہیں۔

'' میں جھانسی کے علاقہ میں گیا وہاں سنسکرت اور ہندی زبان کی بڑی کثرت تھی اور میں وہ زبان جانتا نہیں تھا۔ میں فکر مند تھا کہ یہاں تبلیغ کیسے ہو۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہاں آریہ سماجی بہت لوگ رہتے ہیں میں وہاں ایک ایک گھر اور دکانوں میں گھومتا اور لوگوں کو کہتا کہ مجھ سے سادہ قرآن مجید تفسیر وغیرہ پڑھ لیں میں مفت میں پڑھا دوں گا وہاں ایک ڈاکٹر مدن لعل صاحب تھے۔ وہ اس بات پر راضی ہوگئے۔'' جھانسی میں رہتے ہوئے آپ نے بید ناتھ کارخانہ کے مالک سے حکمت سیکھی۔

جین سادھو سے ملاقات:

جین مذہب ہندستان کا قدیمی مذہب ہے۔ اس کے ایک مذہبی رہنما آخری عمر میں دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور جنگلات میں چلے جاتے ہیں۔ ایک جین سادھو سے ملاقات کے متعلق مولوی صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:

'' میں نے جنگلوں میں جانا شروع کر دیا اور ان سادھوؤں سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے۔ ان میں اچھے عالم پڑھے لکھے بھی تھے جو عمر ہونے پر دین کی راہ میں جنگلوں میں وقف کر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے ایک بزرگ تھے ان کو بخار آ گیا ڈاکٹر حکیم وغیرہ دوائیاں دیتے رہے میرے پاس ہومیوپیتھی دوائیاں تھیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے گورو جی بیمار ہیں کیا تمہارے پاس کوئی دوائی ہے میں نے کہا صبح دونگا۔ رات میں نے دعا کی تو حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ خواب میں آئے اور خواب میں میں نے اپنا دوائیوں کا بکس کھولا تو آپ نے ایک شیشی کا بتایا کہ اس میں سے دوائی دیں میں نے اس میں سے شیشی نکال لی صبح جب میں بیدار ہوا تو واقعہ میں وہ شیشی میرے ہاتھ میں تھی۔ پھر میں نے اس میں سے تین خوراکیں دے دیں۔ اللہ کے فضل سے وہ جلد ٹھیک ہوگئے۔''

مختلف مقامات میں تقرر:

محترم مولانا صاحب کو ہندوستان کے مختلف مقامات میں تبلیغ کا موقع ملا۔ خصوصاً گڑگاؤں میں آپ کو آریہ سماجیوں کے ساتھ تبلیغ کا خاص موقعہ ملا۔ اس کے بعد آپ کو جموں کشمیر کی جماعت ہاری پاری گام میں دس سال کام کیا۔ جہاں آپ کو مودودی فرقہ کے ساتھ تبلیغ کا خاص موقع ملا۔ بعدہ آپ کو دیوبند میں رہ کر تبلیغ کا موقع ملا۔ بعدہ آپ کو پنجاب میں مالیر کوٹلہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ میدان تبلیغ میں ہی آپ نے ہومیوپیتھی میں M.D کی ڈگری کلکتہ سے حاصل کی۔ ایک لمبا عرصہ میدان تبلیغ میں رہ کر 1992ء میں آپ قادیان تشریف لائے اور ریٹائر ہوئے۔ بعد ریٹائرمنٹ اکثر آپ لنگر خانہ مسیح موعود علیہ السلام میں تشریف لانے والے احباب کو جا کر تبلیغ کرتے رہے ہیں۔

شادی اور اولاد:

محترم مولانا صاحب کی شادی 1956ء میں بھدرواہ جموں کشمیر میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بچوں کے اسماء اس طرح ہیں۔ مکرم مبارک احمد بٹ صاحب ایڈوکیٹ، مکرم ڈاکٹر محمود احمد بٹ صاحب واقف زندگی حال افریقہ، مکرم منور احمد بٹ صاحب، مکرم ناصر احمد بٹ صاحب، مکرم مظفر بٹ احمد صاحب، مکرم وسیم احمد بٹ صاحب۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں۔ خصوصاً آپ کو قرآن مجید سے عشق ہے۔ جب بھی موقعہ ملتا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک مسئلہ کا حل آپ قرآن مجید کی آیات سے پیش کرنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم مولانا صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

☆☆☆

محترم چوہدری منظور احمد چیمہ صاحب درویش

(مکرم منصور احمد چیمہ صاحب ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان)

خاکسار کے والد محترم چوہدری منظور احمد چیمہ صاحب ابن حضرت چوہدری نور احمد چیمہ صاحب داتہ زید کا سیالکوٹ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ چھ بھائی اور ایک بہن میں سب سے بڑے ہیں۔ آپ کی پیدائش 1920ء میں داتہ زید کا سیالکوٹ میں ہوئی۔ خاکسار کے دادا جان حضرت چوہدری نور احمد چیمہ صاحب چوہدری عبد اللہ خان صاحبؓ، جو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ماموں تھے، ان کے ساتھ تقریباً 1902ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان آئے نیز درس کے موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ مبارک دیکھ کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہ میں ہوئی۔

محترم والد صاحب پیدائشی احمدی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حفاظت مرکز کے لئے جب تحریک فرمائی تو محترم دادا جان نے اپنے چھ بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ منظور احمد تم میرے بڑے بیٹے ہو اور برطانوی فوج میں بھی رہ چکے ہو قادیان جانے کی تیاری کرو۔ اور میری خواہش ہے کہ میرا بیٹا خدمت دین کیلئے وقف ہو چنانچہ محترم دادا جان کے حکم کے بعد محترم والد صاحب قادیان کیلئے روانہ ہوئے۔ دادا جان نے روانگی کے وقت تاکید کی کہ بیٹا اب کبھی قادیان سے دوبارہ واپس آنے کی مت سوچنا۔ 1954ء میں جب محترم دادا جان اپنی وفات کے وقت اس بات سے بہت خوش تھے کہ آپ کی تمام تمنائیں پوری ہوگئیں کہ میرا بیٹا خدمت دین کے لئے قادیان میں بطور درویش وقف ہے۔

خدمات:

محترم والد صاحب ابتدائی درویشان میں سے ہیں۔ آپ جب قادیان تشریف لائے تو درویشان کو مختلف حلقہ جات میں ڈیوٹیوں کے لئے تقسیم کیا گیا تھا آپ حلقہ ناصر آباد میں رہے۔ سب سے پہلے کیڑی پٹھاناں میں ڈیوٹی لگی اور وہاں ایک ہفتہ رہ کر ایک بڑے قافلہ کی حفاظت کی ڈیوٹی کرتے ہوئے قادیان آئے اور اس کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں حفاظت کی خصوصی توفیق پائی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور نے محترم والد صاحب کو بہشتی مقبرہ کے نزدیک مکان الاٹ کیا۔ الحمد للہ محترم والد صاحب آج تک یہاں پر قیام رکھتے ہیں اور اس بات پر خوش ہیں۔ آپ کے تعلقات گاؤں دیہاتوں کے جاٹوں کے ساتھ بہت اچھے ہیں۔ آپ ڈیوٹی کے علاوہ زمینداری اور مویشی پالنے کا کام ایک لمبا عرصہ تک کرتے رہے۔

خلیفہ وقت سے اخلاص و وفا:

ہم نے محترم والد صاحب کو ساری زندگی خلافت کا شیدائی پایا ہے اور آپ ہمیشہ خلیفہ وقت کو دعا کیلئے خطوط لکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ 2005ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تھے اس وقت محترم والد صاحب وہیل چیئر میں حضور انور سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ پیارے آقا نے محترم والد صاحب کو سب سے پہلے ملاقات نصیب ہوئی اور مصافحہ اور معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔ آپ اس پر بہت خوش تھے۔ اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھے حضور انور سے معانقہ کرتے ہوئے آپ نے عرض کی کہ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے چار خلفاء سے ملاقات و معانقہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔

شادی اور اولاد:

محترم والد صاحب کی شادی خاکسار کی والدہ محترمہ معصومہ بیگم صاحبہ بنت مکرم محمد حسن صاحب ساکن جمگاؤں، بہار سے 1953ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ اس وقت قادیان میں خاکسار کے علاوہ ایک بہن شادی شدہ موجود ہے۔

الحمد للہ محترم والد صاحب ابتدائی عمر سے نمازوں کے پابند رہے ہیں۔ باوجود پیرانہ سالی اور چوٹوں کے آپ نے مسجد میں باجماعت نمازوں کی ادائیگی جاری رکھی۔ جب تک آپ کی صحت اجازت دیتی رہی محترم والد صاحب مسجد جاتے رہے۔ محترم والد صاحب زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں مگر آپ کی شدید خواہش تھی کہ ہم سب بھائی بہن پڑھیں اور اللہ کے فضل سے ہم سب بھائی بہنوں کو والد صاحب نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اور بہت خوش ہیں کہ میرا بیٹا بھی واقف زندگی ہے اور دو پوتے واقف زندگی ہیں جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی ہے اسی طرح ایک پوتا اور پوتی وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل ہیں۔ آپ انتہائی خوش مزاج، صابر، ہنس مکھ اور خدا تعالیٰ کی رضا پر بھروسہ رکھنے والے ہیں۔ آپ کی خوش مزاجی کی وجہ سے ہمارے گھر کے سامنے نزد بہشتی مقبرہ حلقہ ناصر آباد کے درویشان صبح شام بیٹھا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آج الحمد للہ آپ کی عمر 91 سال ہے اور حلقہ ناصر آباد کے درویشان میں سے آپ اکیلے رہ گئے ہیں۔ اپنے درویش بھائیوں کی یادیں اکثر آپ کو غمگین کر دیتی ہیں۔ 1988ء میں محترم والد صاحب کی کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن آپ نے بڑے صبر اور ہمت سے اس مصیبت کو برداشت کیا۔ آج آپ چلنے پھرنے سے معذور ہیں لیکن اس کے باوجود آپ اپنی وہیل چیئر میں باہر جاتے ہیں مزار مبارک پر دعا کے لئے روزانہ تشریف لے جاتے ہیں اور لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت سلامتی والی فعال عمر عطا فرمائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو آپ کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محترم ملک بشیر احمد ناصر صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار کے دادا حضرت ملک محمد جمال صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ میرے والد محترم کا نام ملک عبد الکریم اور والدہ محترمہ کا نام خورشید بیگم صاحبہ ہے۔ میری پیدائش یکم جنوری 1924ء کو موضع تنگری ضلع گجرانوالہ پاکستان میں ہوئی۔ پانچویں کلاس تک گاؤں کے اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں والد صاحب نے تایا جان کے پاس قادیان بھجوا دیا۔ جہاں تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ 1942ء میں خاکسار نیوی میں بھرتی ہوگیا۔ خاکسار کی والدہ سات سال کی عمر میں ہی انتقال فرما گئیں تھیں۔ دادی جان نے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ وہ روتیں تھیں کہ بشیر پانیوں میں رہے گا۔ دادی جان کی خاطر نیوی کی نوکری چھوڑ دی۔ بعد ازاں برٹش آرمی میں بھرتی ہوگیا۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان چلا گیا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر خود کو وقف کرنے کی تحریک فرمائی، تو خاکسار نے اپنا نام پیش کر دیا۔ دور درویشی میں مسجد اقصیٰ مسجد مبارک، قصر خلافت اور بہشتی مقبرہ وغیرہ مقامات پر حفاظتی ڈیوٹیاں دیں۔ دفتر محاسب اور احمدیہ شفاخانہ میں خدمت کا موقعہ ملا۔ احمدیہ شفاخانہ کی ایک برانچ بھرتھ گاؤں میں کھل گئی جس کا انچارج مجھے بنایا گیا۔

اس کے بعد مجھے مسیحی سرکاری ادارہ پائل کی طرف سے آنکھوں کے علاج و آپریشن کی ٹریننگ کیلئے داخلہ ملا۔ جس میں خاکسار اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوا۔ مجھے گولڈ میڈل ملا۔ اس کورس کے بعد میں نے قادیان میں ہی ایک چھوٹا سا دواخانہ کھول لیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں میں شفا بخشی اور ہزاروں مریضوں کا علاج میں کرتا رہا۔

جماعت کی طرف سے لگائے جانے والے طبی کیمپوں میں بھی خدمت کا موقعہ ملا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر کہ درویشان اپنا بوجھ خود اٹھائیں خاکسار نے اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کی تھی۔ اللہ کے فضل سے خاکسار کو کئی مواقع پر یتامیٰ اور بیوگان و غربا کی مالی امداد کا موقع ملا۔ الحمد للہ ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ خاکسار کی پہلی شادی 1953ء میں محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت محترم پہلوان عبد الواحد صاحب بٹ سے ہوئی۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ تمام بچے شادی شدہ ہیں۔ دوسری شادی محترمہ طلعت منیر صاحبہ بنت مکرم نور الحق بٹ صاحب سے 1992ء میں ہوئی۔ خاکسار کو آج کل مختلف عوارض لاحق ہیں۔ قارئین بدر سے صحت و سلامتی اور شفا عطا ہونے کے لئے نیز انجام بخیر ہونے کے لئے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔ ☆☆☆

محترم غلام قادر صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار غلام قادر درویش قادیان ولد عبدالغفار ڈار صاحب ولد امام الدین صاحب تاریخ پیدائش 1925۔ میری ولادت شادی والا ضلع گجرات میں ہوئی۔ خاکسار کے والد صاحب اور دادا جان نے 1914ء میں اکٹھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خاکسار کی تعلیم شادی والا گجرات کے پرائمری اسکول میں چار کلاس تک ہوئی اس کے بعد پانچویں کلاس کیلئے گاؤں گنجاں میں میل دور جانا پڑتا تھا۔ اس کے بعد خاکسار نے 15 سال کی عمر میں برطانوی فوج میں ساڑھے چار سال تک ملازمت کی۔ حضور کی تحریک پر نوکری چھوڑ کر یکم اپریل 1947ء کو قادیان آ گیا میرے ساتھ محمد شریف گجراتی صاحب درویش بھی تھے نوکری چھوڑنے کے بعد صرف سات یا آٹھ دن گھر میں رہا پھر واپس قادیان آ گیا ہم سے پہلے چار درویش آئے ہوئے تھے۔ جن میں مکرم محمد عارف صاحب، مکرم بہادر خان صاحب، مکرم عزیز احمد منصوری صاحب اور مکرم محمد خضر باجوہ صاحب۔

مورخہ 20.9.48 کو والد صاحب نے پاکستان سے نہایت پیار بھرا خط لکھا جس میں آپ نے صبر و استقلال کی نصیحت کی چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

عزیزم مکرم محترم فرزند دل بند طول عمر بعد سلام ...... حال معلوم ہوا۔ فرزند ہم سب اُداس ہیں آپ کی ملاقات کو۔ ہمشیرہ صاحبہ والدہ صاحبہ نانی صاحبہ بھائی صاحب دونوں اُداس ہیں۔ مگر ہم جسمانی جذبہ کو دور کر کے ہم روحانی جذبہ پر قربان کرتے ہیں۔ جسمانی جذبہ سے فرزند گھبرانا نہیں۔ نہایت صبر و استقلال ہمت و جواں مردی سے صبر اور استقلال رکھنا۔ خدا تعالیٰ کے دربار میں آہ و پکار ہے جو چاہے گا کرے گا۔ مالک ارض و سما کے سپرد ہے۔ سب کچھ۔''

حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے سپرد تھانے دار کی کوٹھی سے لیکر کارخانوں تک کی نگرانی کی ذمہ داری لگائی تھی جن میں ایمونیشن بنتا تھا۔ جب انڈیا پاکستان کی سرحدیں بن رہی تھیں اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کو بھی لاہور میں ہونے والے اجلاس میں سے دو اجلاسوں میں شمولیت کا موقع ملا۔ اس موقعہ پر حضور کے حفاظتی دستے میں جو آٹھ خدام پر مشتمل تھا خاکسار کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ دو آدمی حضورؓ کے آگے دو پیچھے دو دائیں اور دو بائیں تین تین فٹ کی دوری پر کھڑے ہوتے تھے اور انہیں کسی بھی ہنگامی صورت سے نپٹنے کیلئے ہر دم مستعد رہنا تھا۔ مئی کا مہینہ تھا شدید گرمی تھی ہم سب خدام کے کپڑے پسینے سے شرابور تھے۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بوتلیں لے آئیں میں کچھ سمجھ نہ پایا اور باہر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا کہ بوتلوں کا کہا تھا۔ اس پر میں دوڑ کر بوتلیں لے آیا۔ حضور نے میرا بازو پکڑ لیا اور فرمایا کہ اگر آپ کو بات سمجھ میں نہیں آئی تھی تو دوبارہ پوچھ لیتے ایک سیکنڈ لگتا۔ اگر پھر نہیں سمجھ آئی تھی تو دوبارہ پوچھ لیتے دو سیکنڈ لگتے۔ ہم نے بوتلیں مانگیں اور آپ باہر چلے گئے۔ اس موقعہ پر خاکسار کو حضورؓ کو دبانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

جون 1947ء کا زمانہ تھا۔ حضورؓ نے مسجد اقصیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں وہ حالات دیکھ رہا ہوں کہ اگر میں بیان کروں تو تمہاری جان نکل جائے۔ فرمایا انجمن کو چاہئے کہ گندم خریدے اور لوگ خود بھی گندم خریدیں۔ 15 اگست 1947 کو ہم دس بارہ اشخاص کو تلونڈی جھنگلاں پہنچنے کا حکم ہوا۔ ہمیں ایک خچر تھوڑا بہت ایمونیشن اور ٹارچ ملی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہمیں اردگرد کے دیہات کا نقشہ دیا جس میں سکھ اور مسلم دیہات کے سامنے ''س'' اور ''م'' لکھا ہوا تھا اس سے ہمیں آسانی ہوئی۔ تلونڈی جھنگلاں احمدی گاؤں تھا۔ رات ہم نے کلاں والی میں گذاری۔ اسی رات اعلان ہوا کہ قادیان دوبارہ انڈیا میں آ گیا ہے۔ لوگ کشمیر کی طرف جانے لگے ہم سمجھے کہ پولیس نے ہمیں گھیر لیا ہے بہرحال خیر ہوئی۔ ہم ڈیڑھ مہینہ وہاں رہے اور جو مسلمان عورت ملتی اسے بٹالہ کیمپ میں چھوڑ کر آتے۔ فسادات پھوٹ پڑے تھے گاؤں والے قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ تمام گاؤں والوں کو ہم بحفاظت قادیان لے آئے۔

سات آٹھ دن بعد ہمیں حکم ہوا کہ حضرت اماں جان کی کوٹھی پہنچ جائیں ہم وہاں پہنچے کوٹھی پوری طرح سامان سے بھری ہوئی تھی۔ سامنے والی کوٹھی ملک عمر علی صاحب کی تھی جس میں ملٹری رہتی تھی۔ کچھ دن بعد صوبہ دار کہنے لگا کہ کوٹھی خالی کرو۔ ہم نے جواب دیا جب تک پیچھے سے ہمیں حکم نہیں آئے گا ہم کوٹھی خالی نہیں کریں گے اور یہ سلسلہ کئی دن چلتا رہا۔ ایک دن صوبہ دار آیا اور پھر وہی مطالبہ دہرایا۔ ہم نے وہی جواب دیا۔ کہنے لگا دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جائے اور ملٹری کو گولیاں بھرنے کا حکم دیا۔ پھر ہم سے گویا ہوا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے میرے ایک اشارہ پر یہ گولی چلا دیں گے ہم نے وہی جواب دیا اس پر وہ مسکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بچانا تھا جو چیز ان کے ہاتھ لگی وہ اُٹھا کر نکل گئے۔

حضرت اماں جان کی کوٹھی میں آپؓ کا ایک پلنگ اور الماری تھی خاکسار کو حضرت اماں جان کا پلنگ بحفاظت بیت الفکر کے پاس لاکر رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الماری بھاری تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی وہاں سے بحفاظت اٹھوالی گئی تھی۔ 1947 میں ہجرت کے موقعہ پر قادیان میں ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب احمدی غیر احمدی ہجرت کر کے آ چکے تھے اور ان کی کثرت کی وجہ سے گلیوں میں گندگی بھر گئی حتیٰ کہ پاخانہ وغیرہ بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے مجھے اور میرے ساتھی درویشوں کو یہ توفیق ملی کہ اس پاخانے کو بیلچوں سے اُٹھا کر کنوؤں میں ڈالا کرتے تھے۔ اس موقع پر ہجرت کرنے والوں کو خصوصاً احمدیوں کو حضور انورؓ نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیدل نہیں جائے گا میں انتظام کروں گا۔ الحمدللہ کہ تمام احمدی سوائے 313 درویشوں کے بحفاظت پاکستان پہنچ گئے۔ پیدل جانے والے مسلمانوں کو نہایت نامساعد حالات سے گذرنا پڑا حتیٰ کہ ان میں سے اکثر کو اپنی جانیں تک گنواتی پڑیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام کہ ''یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے'' اس رنگ میں بھی پورا ہوا کہ ہم دو سال تک صرف گندم ہی ابال اُبال کر کھاتے رہے۔ 1950 میں میری ڈیوٹی گندم پسوانے پر لگی۔ خاکسار نے لنگرخانہ، جائداد، امور عامہ، بیت المال آمد، وغیرہ دفاتر میں خدمت کی توفیق پائی۔ دفتر جائداد میں مکانوں کے کرائے وصول کرنے اور عیدگاہ کی نگرانی کی بھی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ہندوستان کی جماعتوں کو تحریک کی تھی کہ وہ درویشوں کو رشتے دیں۔ میری شادی بھاگلپور میں 1952 میں رشیدہ خاتون صاحبہ بنت مکرم عابد حسین صاحب سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجہ میں خاکسار کو دو بیٹے عزیزم نعیم احمد ڈار اور عزیز انور احمد ہاتف اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ خاکسار کے دونوں بیٹے اس وقت سلسلہ احمدیہ کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ الحمدللہ۔''

محترم غلام قادر صاحب کو تبلیغ کا انتہائی شوق ہے آپ کو خصوصیت سے سکھوں میں تبلیغ کا موقع ملا۔ اس سلسلہ میں آپ نے نادر و نایاب کتب اور حوالہ جات جمع کئے۔ آپ اس وقت بھی باوجود کمزوری اور پیرانہ سالی کے آپ پنجوقتہ نمازوں میں مسجد دار الفضل میں حاضر ہوتے ہیں۔

اس وقت محترم غلام قادر صاحب درویش کی عمر 86 سال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور تادیر ہمیں آپ اور آپ کے ساتھی درویشوں کی جو 18 کی تعداد میں ہیں، شبانہ روز دُعاؤں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆

محترم چوہدری محمود احمد مبشر صاحب درویش

(بقلم خود)

موصوف اپنے ذاتی حالات کے متعلق اپنی کتاب ''کلام درویش'' میں فرماتے ہیں۔

''خاکسار محمود احمد مبشر ولد چوہدری غلام محمد صاحب گوندل صحابیؓ چک نمبر 99 شمالی سرگودھا نے ابتدائی تعلیم لوئر مڈل اپنے گاوں کے اسکول میں حاصل کی پھر اپریل 1934ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوا۔تقریباً 3 سالوں تک سندھ میں انجمن کی زمینوں پر محمد آباد اسٹیٹ، احمد آباد اسٹیٹ، محمود آباد اسٹیٹ بطور منشی واٹر کورس رہا۔ 1943ء میں I.E.M.E. فوج میں بھرتی ہوگیا اور فٹر موٹر مکینک ڈرائیور کا N.O.C. کورس کر کے کلکتہ ہی میں ورکشاپ میں انسٹرکٹر بن گیا اور رومن میں اردو فسٹ کلاس پاس کر کے ایجوکیشن انسٹریکٹر بھی رہا۔

1947ء میں دوسری جنگ عظیم ختم ہونے پر ریلز ہوکر گھر آگیا اور زندگی وقف کر دی۔وقف منظور ہونے پر پھر سندھ میں زمینوں کی ڈیوٹی پر جانا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر قادیان آگیا۔ حالات سازگار ہونے پر پھر سے انجمن کے ادارے میں کام کرنے لگے تو خاکسار کو بھی دفتر میں نائب آڈیٹر، قائم مقام آڈیٹر کی پوسٹ پر خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر مختار عام شاہجہانپور بھی رہا۔

1950ء میں جب درویشان کی فیملیاں پاکستان سے قادیان آگئیں تو میرے اہل وعیال بھی قادیان آگئے اور دفتر نے مجھے قادیان بلالیا۔اور بطور کلرک دعوت تبلیغ و تعلیم وتربیت و جائداد وغیرہ میں بھی خدمت کا موقع ملا۔اوراس عرصہ میں سولن یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان بھی فسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور 1979ء میں ساٹھ سال کی عمر میں تیس سال دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں خدمت بجا لاکر درجہ اول کی پوسٹ سے ریٹائر ہوا۔

شاعری کا شوق مجھے کیسے ہوا۔ ''داغ ہجرت'' کے بعد قادیان واپسی اور حضرت مصلح موعودؓ کی جدائی کی وجہ سے دل بھر آتا تھا خود بخود اشعار کی صورت میں دل کے جذبات باہر آتے تھے۔ جو درویشان کو بہت پسند آتے تھے۔اور درویشان کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے خاکسار نے لکھنا شروع کردیا جسے شاعری نہیں منظر نگاری کہنا چاہیئے۔مکرم محمد یعقوب قیس مینائی صاحب غالباً 1948ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان آئے اور میری نظمیں دیکھ کر بعد اصلاح ان پر اپنے دستخط کر دئے اور مجھے کہا کہ آپ اپنی نظمیں بے شک شائع کروایا کریں۔خیال اچھا ہے اور جذبات اچھے ہیں ضرور لکھا کریں۔اس کے بعد شاہجہان پور جب مختار عام بن کر گیا تو وہاں سید حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ کے متبنیٰ بیٹے محمد میاں سلیم شاہجہانپوری صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے کچھ رموز شاعری کے بتائے مثلاً ردیف، قافہ وغیرہ بتائے۔اس کے بعد خاکسار نے ہر بحر میں نظمیں لکھنی شروع کر دیں۔صحیح جذبات جو حقیقت پر مبنی ہوتے تھے۔عام فہم زبان میں جو سب درویشان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوں نظمیں لکھیں۔میری نظمیں حقیقت نگاری پر مبنی ہوتی ہیں جو تصنع اور بناوٹ سے پاک ہیں۔''

محترم چوہدری صاحب بفضلہٖ تعالیٰ قادیان کے واحد صاحب دیوان درویش ہیں۔آپ کا مجموعہ کلام ''کلام درویش'' کے نام سے شائع ہوکر مقبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔آپ نہایت نفیس طبیعت اور پاکیزہ اخلاق کے مالک ہیں۔ جب تک آپ کی صحت نے ساتھ دیا باقاعدہ پنج وقتہ نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔ دور درویشی میں ہر موقعہ پر خواہ کسی کی ولادت ہو خواہ رخصتی ہو خواہ وفات ہو جماعتی تقریبات ہوں غرضیکہ ہر موقعہ پر آپ نے اپنے جذبات کا اظہار نظموں کی شکل میں کیا۔آپ کا کلام پڑھ کر دور درویشی آنکھوں کے آگے ایک فلم کی طرح گذر جاتا ہے۔چنانچہ آپ اپنے ایک درویش بھائی محترم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی جو کہ دور درویشی میں درزی کا کام کرتے تھے۔اور اکثر میت کو غسل وغیرہ دیا کرتے تھے کی وفات پر لکھتے ہیں۔

مجھے بازار میں اکثر وہ مل جاتے تھے روزانہ
تو میں ان کو یہی کہتا ''نرم ہاتھوں سے نہلانا

اس سے درویشان کے آپسی پیار ومحبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اکثر بہشتی مقبرہ میں جب کسی درویش کی وفات کے موقعہ پر درویش اپنی بوڑھی لڑکھڑاتی ٹانگوں اور خمیدہ کمر کے ساتھ اپنے بھائی کو سپرد خدا کرنے آتے ہیں تو اپنی آنکھوں میں غم کی جھلک لئے ہوئے بزبان حال یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ''بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں''۔

محترم چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں ۔ ایک بیٹا متحدہ عرب آمارات میں مخالفت احمدیت کی وجہ سے ایک حادثے میں وفات پا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے اور خدمات کو قبول فرمائے۔☆

محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش

(مکرم بدرالدین مہتاب صاحب، منیجر فضل عمر پریس قادیان)

محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش کے والد محترم کا نام محترم رحیم بخش صاحب اور والدہ کا نام مہر بی بی تھا۔آپ کی پیدائش موضع بیر موکل ضلع لاہور پاکستان کی ہے۔آپ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے علاقہ میں مشہور ومعروف تھا۔آپ کے تین بھائی مکرم حسن بخش صاحب، مکرم محمد علی صاحب اور مکرم محمد یحیٰی صاحب اور ایک بہن مکرمہ اسامابی بی تھیں۔آپ کو اپنا سن پیدائش یاد نہیں ہے۔ اندازاً آپ نے 1920ء کی پیدائش بیان کی ہے۔

آپ تقسیم ملک سے قبل ہی قادیان آچکے تھے۔آپ خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔سادہ اور صاف ستھرا لباس پہننے کی شروع سے عادت ہے۔آپ کو دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلم حاصل کرنے کا موقعہ بھی ملا۔مکرم مولانا محمد عمر علی صاحب مرحوم درویش آپ کے ہم جماعت تھے۔آپ نے حدیث اور فقہ کے مضمون میں ذاتی مطالعہ انتہائی درجہ تک کیا یہاں تک کہ بڑے بڑے علما آپ سے بعض معاملات میں رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔آپ انتہائی صبر وشاکر ہیں۔انتہائی معمولی الاؤنس میں آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور صبر کے ساتھ دن گزارے۔عموماً احباب خوش ہوتے ہیں کہ پہلی تاریخ آگئی ہے اب ہمیں تنخواہ ملے گی مگر محترم مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ جب مہینہ کی پہلی تاریخ آتی تھی تو میں پریشان ہو جایا کرتا تھا کہ اب قرض داروں کو جواب دینا پڑے گا۔اوراس معمولی الاونس میں سب کو راضی کرنا ممکن نہ تھا۔مگر ان مشکل گھریلو حالات میں بھی آپ نے ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ایک بار کا ذکر ہے کہ محترم مولوی صاحب سخت گرمی کے دنوں میں کالے رنگ کا کوٹ زیب تن کئے جارہے تھے۔مکرم خضر حیات صاحب درویش مرحوم نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب اتنی گرمی میں کوٹ؟ اس پر آپ نے کہا کہ صرف کوٹ ہی پہننے کے لئے گھر میں موجود ہے۔

آپ کی شادی 1951ء میں محترمہ شمیم فاطمہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔جو قاضی ظہیر الدین عباسی صاحب علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری یوپی کی منجھلی بیٹی ہیں۔محترمہ شمیم فاطمہ بیگم صاحب کا یہ دوسرا نکاح تھا۔بعد آپ کے چار بچے ہوئے۔

(۱) مکرم مریم سلطانہ صاحبہ (۲) مکرمہ عایشہ بیگم صاحبہ پرنسپل نصرت گرلز کالج (۳) مکرم جمیل احمد ناصر صاحب ایڈوکیٹ (۴) مکرمہ طلعت راشدہ صاحبہ۔

اللہ تعالیٰ محترم مولانا صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے والد صاحب کی نیکیوں کو زندہ رکھیں۔☆

محترم شیخ عبدالقدیر صاحب درویش

(بقلم خود)

خاکسار کے والد محترم شیخ عبد الکریم صاحب دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بے تابی سے جستجو میں لگے ہوئے تھے کہ اس تلاش حق کے دوران ہی آپ کی ملاقات حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب سنوریؓ سے ہوگئی آپ انہیں تین ہفتے اپنے پاس رکھنے کے بعد ساتھ لیکر قادیان آئے اور سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعودؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

سیدنا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والد صاحب کو مکرم مرزا مہتاب بیگ صاحب انچارج درزی خانہ ملکیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں درزی کا کام سکھائیں۔ چنانچہ اس دوران سچائی سامنے آجانے پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر کبھی بھی اپنے وطن ریاست پٹیالہ کے گاؤں میں جانے کا خیال تک دل میں نہیں آیا۔

ان کے والد مکرم شیخ شہاب الدین صاحب نیز میرے والد صاحب کے بھائی قادیان آکر گھر میں ایک چکر لگانے کیلئے زور دیتے رہے لیکن والد صاحب محترم کا جواب تھا کہ میں صحیح جگہ پر پہنچ چکا ہوں۔ یہاں آکر ملاقاتیں کرلیا کریں اور ساری عمر حضورؓ کے ساتھ تا دم آخر حضور کے قدموں میں زندگی گذار دی۔ موصی تھے وفات ہوکر بہشتی مقبرہ ربوہ میں امانۃً دفن کئے گئے ہیں الہام داغ ہجرت کے پورا ہونے کا وقت آجانے پر حضور رضی اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے معاً بعد پہلے قافلہ جس میں حضور کے چند قریبی خادم تھے محترم والد صاحب مرحوم کو لاہور بلا لیا گیا۔ جس کی تعمیل میں یہ اپنے اہل و عیال کو قادیان میں چھوڑ کر حضور کی خدمت اقدس میں لاہور پہنچ گئے اور اہل وعیال قادیان میں ہی رہے۔

جنہیں پھر حضور کے بھجوائے گئے کانوائے کے ذریعہ آخری قافلہ میں لاہور جا کر ہجرت کی توفیق ملی اور اب میرے بہن بھائی ربوہ میں ہیں۔ جب 16 نومبر 1947 کو آخری قافلہ قادیان سے نکل رہا تھا محترمہ والدہ صاحبہ بخار وغیرہ کی حالت میں علیل تھیں۔ بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے خاکسار سہارا دیکر بٹھانے کی خاطر اس ٹرک میں ساتھ بیٹھا تھا۔ قادیان کی سرحد آجانے پر کوٹھی دار السلام سے کچھ آگے جا کر محترمہ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اُتر جاؤ اور آگے نہیں جانا۔ تمہیں مقامات مقدسہ کی خدمت و حفاظت کیلئے وقف کیا ہوا ہے۔ چنانچہ اُس ٹرک کو رکوا کر دعاؤں کے ساتھ ٹرک سے نیچے اُتار کر واپس بھجوا دیا گیا۔ جس پر خاکسار والدین کے نیک حُکم اور نیک خواہشات کو قربانی دے کر پورا کردینے کی کوشش میں تادم تحریر مرکز احمدیت میں موجود رہنے کی توفیق پارہا ہے الحمد للہ۔ خاکسار کا درویش نمبر 13 ہے۔

تو اس طرح اپنے والدین کی نیک خواہشات اور اُن کی شبینہ دعاؤں کے طفیل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر (جو کہ مقامات مقدسہ کے بارے میں تھی) لبیک کہہ کر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ (ورنہ خاکسار اس قابل نہ تھا) اور درویشی نصیب میں آئی۔ الحمد للہ۔

خدمات

ابتداء درویشی میں خاکسار (بلاک انچارج) کے پاس فیلڈ میں جاکر سروے رپورٹ دینے کی ذمہ داری بھی تھی یعنی مہلک ہونے والی شرارتوں کی اطلاعوں کا انتظام۔ اس کام کی ادائیگی کیلئے خاکسار اور محترم فضل الٰہی خان صاحب انچارج کارِخاص دونوں کے سپرد کی ہوئی تھی۔ اس کیلئے میرے ذمہ قادیان کے مشرقی گاؤں تھے جہاں تقسیم ملک سے پہلے میری کافی واقفیت تھی۔ اس تعلق میں رپورٹس براہ راست سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اور حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء ناظر اعلیٰ قادیان کو دی جایا کرتیں۔ اگر یہ دونوں مصروف ہوتے تو ایسی حالت میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس امیر جماعت احمدیہ قادیان مذکورہ رپورٹس کو ملاحظہ فرماتے اور پھر اُس وقت اُن پر محترم بابا شیر ولی صاحب (ریٹائرڈ کیپٹن) کاروائی کیا کرتے۔ خواہ اُس وقت رات کا وقت ہی کیوں نہ ہوجائے (اگلے دن کا سوال ہی نہ تھا) ایسی ضرورت کے باعث خاکسار کا قیام گول کمرہ میں رکھا گیا تھا۔ جہاں پر بعد میں بھی سات آٹھ سال تک خاکسار کا قیام رہا ہے۔ الحمد للہ۔ پھر اُنہی دنوں خاکسار کو نائب نگران درویشان حلقہ مبارک کی ذمہ داری سونپ کر بہشتی مقبرہ کے گرد حفاظتی دیوار کو بنوانے کی نگرانی کی ذمہ داری بھی تھی۔ جہاں مشرقی طرف کی اس دیوار کو بنانے میں (صرف مٹی سے) 51 درویش حلقہ مبارک کے خاکسار کے ساتھ رہے ہیں اور کئی مہینوں اس کی تعمیر میں حصہ پانے کی خدمت کی توفیق ملی۔ یاد رہے کہ درویشان حلقہ مسجد مبارک کا حلقہ دونوں تین حلقہ جات سے بڑا تھا اور واقفیت بھی تھی اس لئے ان کی ڈیوٹیوں کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ آنے والے مہمانوں وغیرہ کیلئے اس لوکل حلقہ کے درویشان سے خدمت لی جاتی۔

جن دنوں محترم حضرت مرزا مظفر احمد صاحب پلاننگ کمیشن پاکستان کے ڈپٹی چیئرمین بھی تھے حکومت کی طرف سے ایک سرکاری میٹنگ میں شمولیت کیلئے براستہ ریل گاڑی چنڈی گڑھ گئے تھے۔ ان کی خدمت میں بعض ضروری اطلاعتیں دینے کیلئے خاکسار کو امرتسر ریلوے اسٹیشن بھجوایا گیا تھا چنانچہ وہاں جا کر خاکسار کو جماعت کی طرف سے سپرد کردہ ڈیوٹی ادا کرنے کی سعادت ملی اور پھر اُن کی ریل کے روانہ ہونے کے بعد وہاں کی موجودہ انتظامیہ کے شبہات کو دور کرنے کیلئے دو گھنٹے تک ان کے سوالوں کی بوچھاڑ کے جوابات دینے کیلئے حراست میں رہنا پڑا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس موقعہ پر نمایاں کامیابی نصیب میں آئی۔ الحمد للہ۔

تقسیم ملک کے بعد جب محترم مرزا طاہر احمد صاحب زیارت کیلئے قادیان تشریف لائے تھے اُن دنوں محترم مرزا وسیم احمد صاحب جماعتی دورے پر حیدرآباد میں تھے۔ مسجد مبارک میں ادائیگی نماز کے بعد خاکسار کو آواز دے کر فرمایا کہ میاں صاحب جماعتی دورے پر ہیں۔ اس لئے لنگر خانہ سے کھانا لا کر رکھ لیا کرنا ضرورت کے وقت کھالیا کروں گا۔ جس کی تعمیل میں موصوف محترم کے کھانے کا انتظام کرتا رہا۔ اور قریباً آٹھ دس یوم تک موصوف محترم مرزا طاہر احمد صاحب جو کہ بعد میں خلافت رابعہ کے اعلیٰ منصب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فائز کئے گئے گول کمرہ میں آکر (جہاں میرا قیام تھا) اس عاجز درویش کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مقدس مقامات اور احمدیہ ایریا کو خالی کرانے کیلئے طریق کار کا کچھ ذکر:

پاکستان سے یہاں آئے مہاجرین کی مقامی انتظامیہ سے مانگ تھی کہ اب یہاں سے باقی مسلمانوں کو نکال کر انہیں آباد کیا جائے۔ جس کے لئے بااثر لوگ اپنے مشتعل لوگوں کی حامی بھر کر ان کا ساتھ دے رہے تھے اور انتظامیہ بے بس نظر آتی تھی اور ناکام ہوچکی تھی پھر ان کے گروپ نے احمدیہ چوک کے قریب چکر لگانے شروع کئے۔ ڈرانے کیلئے تلواریں ہاتھ میں ہوتیں لیکن خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے پیدا کیا گیا ڈر آگے بڑھنے سے روکتا رہا۔ چنانچہ وہاں سے بچ کر آنے والے ایسے لوگ واپس جانے میں ہی اپنی خیر سمجھ کر لوٹ جاتے اور مقامی لوگوں سے مشورہ کے بعد محاصرہ اور ناکہ بندی کا دور شروع کیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ راشن، دودھ، چینی، نمک، وغیرہ بند کر دینے سے درویشوں کو نکال دینے میں کامیابی مل سکتی ہے۔ لیکن یہاں تو درویشان کو ایسی حالت کے وقت روغنی نان دینے کا الٰہی وعدہ تھا جس کے نتیجہ میں غالباً سامان عطا ہوکر ہر ضرورت پوری ہوتی رہی۔ اور کبھی بھی کوئی فاقہ نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ تو پھر ان کی سرپرستی کرنے والوں کی طرف سے قریبی چوباروں پر سے پتھراؤ کرا کر اور منارۃ المسیح پر گولیاں داغ کر درویشان کو ہراساں کر کے نکال دینے کی کوشش اختیار کی گئی جس پر انہیں کوئی کامیابی نہیں ملی۔

مسجد اقصیٰ قادیان کے مؤذن چچا سراج الدین صاحب تھے۔ اُس وقت لاؤڈ سپیکر نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے انہیں منارۃ المسیح کی آخری منزل پر جا کر اذان دینے کا جنون تھا۔ جوشیلی آواز کے مالک تھے اذان کی آواز ساتھ کے گاؤں لیل کلاں، کاہلواں تک سنی جاتی تھی۔ اذان دیتے وقت ان پر گولیاں چلائی گئیں۔ جو اس مؤذن کے اردگرد سے گذر کر بے کار ہوگئیں۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ یہ ناپاک حملے ایک پڑوسی کے مکان سے ہو رہے ہیں۔ جنہیں زبانی اپیل کر کے رُک جانے کیلئے پیغام بھجوایا گیا۔ یہ فیملی اب ختم ہوچکی ہے۔ اور ان کی رہائش گاہ اب جماعت احمدیہ کیرالہ کے پاس ہے۔ جو اس مکان کو جلسہ سالانہ قادیان کے

موقعہ پر مہمانوں کے لئے استعمال میں لاتے ہیں۔اب ان کا نام لینے کیلئے ان کی کوئی اولاد بھی موجود نہیں۔

ایسے مواقع پر حضور رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصولی ہدایات ملی ہوئی تھیں۔

’’میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں ان کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اس کا ذمہ وار وہ ہوگا۔(بحوالہ خط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنام مولانا جلال الدین صاحب شمس مورخہ 12.11.47)

چنانچہ حضورؓ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دارالامان میں امن رہا۔الحمدللہ۔

خدمت سلسلہ کے ساتھ ساتھ کچھ ذاتی کمائی کیلئے حضور کی طرف سے تحریک:

حضور رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذاتی کمائی کیلئے کام کرنے کی اس تحریک پر فوری عمل کرنے کیلئے بظاہر کوئی راستہ نہ مل رہا تھا اس لئے میرے جیسے حلقہ مبارک کے خدام کو لنگر خانہ حضور علیہ السلام سے کھانا ملنے کے ساتھ صرف پانچ روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔ان نقد روپیوں سے ایک ٹائم چائے نیز نہانے و کپڑے دھونے کے صابن وغیرہ کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ جبکہ دکان شروع کرنے کیلئے تھوڑے بہت سرمایہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔تاہم محترم بھائی شیر محمد صاحب والی بند دکان صاف کرکے دُعا کے ساتھ شروع کی گئی۔پھر 300 روپے اُدھار لیکر چائے کی دکان کا آغاز کیا گیا۔یہ قرض آٹھ ماہ بعد حضرت بھائی عبد الرحمٰن قادیانی صاحبؓ کو واپس کرنے کی توفیق مل گئی۔قریباً دو سال تک اس چائے کی دکان کو چلا کر آموں کے باغات خریدنے شروع کر دیئے گئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد دوسری تحریک حضور انور کی طرف سے موصول ہوئی کہ درویشان شادیاں کریں جس پر عمل شروع ہو گیا لیکن خاکسار اپنی مالی حالت کے باعث تذبذب میں تھا۔جس کے باعث خاکسار کی والدہ صاحبہ مرحومہ کو نظارت خدمت درویشان کی طرف سے انہیں ویزا دلوا کر قادیان بھجوایا گیا۔شادی کیلئے اخراجات نہ تھے اس لئے لڑکی اور اس کے والد صاحب چارکوٹ پونچھ سے قادیان آئے تا کہ حضورؓ کے ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔شادی کرکے اگلے دن حضور انور کی خدمت میں پاکستان حاضر ہوا اور دُعا کی درخواست کی۔

خاکسار کی اہلیہ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد عطا کی جن کے اسماء یوں ہیں۔عزیزہ امۃ الرؤف صاحبہ ایم اے انگلش سابق لیکچرار نصرت گرلز وومن کالج قادیان۔عزیزہ امۃ الحی فاروق صاحبہ سابق لیکچرار نصرت گرلز وومن کالج نیز سابق نائب صدر لجنہ اماء اللہ بھارت۔عزیزم ناصر وحید صاحب سابق ایڈیشنل مہتمم مقامی قادیان و ناظم خدمت خلق قادیان جو اس وقت تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں خدمت بجا لا رہا ہے۔ اور عزیزہ ناصرہ پروین جو سیکرٹری ناصرات لجنہ اماء اللہ میں بھی خدمت کرتی رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ خاکسار کا انجام بخیر کرے۔

☆☆☆

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ درویشانِ قادیان کا مسجد اقصیٰ قادیان میں گروپ فوٹو: بتاریخ 13 جنوری 1992۔

(رنگین تصویر ٹائیٹل صفحہ نمبر 3 پر ملاحظہ کریں)

دائیں سے بائیں: مکرم محمد سلیمان دہلوی صاحب۔مکرم محمد اسماعیل گجراتی صاحب۔مکرم محمد دین بدر صاحب۔مکرم طیب علی بنگالی صاحب۔مکرم مستری دین محمد ننگلی صاحب۔مکرم بشیر احمد حافظ آبادی صاحب۔مکرم عبد الکریم ناصر آبادی صاحب۔مکرم ولی محمد صاحب، مکرم سائیں عبد الرحمٰن صاحب۔مکرم مزا محمد زمان صاحب۔مکرم عزیز احمد منصوری صاحب۔مکرم محمد شریف ڈوگر صاحب۔مکرم شریف احمد شیخوپوری صاحب۔مکرم نذیر احمد ننگلی صاحب۔مکرم صوفی غلام محمد صاحب۔مکرم محمد اسماعیل ننگلی صاحب۔مکرم شیخ محمد ابراھیم صاحب۔

دوسری لائن کرسیوں پر: مکرم مولوی عبد اللہ صاحب۔مکرم منظور احمد چیمہ صاحب۔ مکرم مولوی عبد الحق فضل صاحب۔مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب۔مکرم ممتاز احمد ہاشمی صاحب۔مکرم بدالدین عامل صاحب۔مکرم چودھری مبارک علی صاحب۔مکرم ملک صلاح الدین صاحب۔مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔مکرم چودھری اللہ بخش صادق صاحب(سابق ناظر خدمت درویشان) مکرم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب۔مکرم فضل الٰہی خان صاحب۔مکرم ڈاکٹر ملک بشیر احمد ناصر صاحب۔مکرم برکت علی انعام صاحب۔مکرم عبد القادر دانش دہلوی صاحب۔مکرم مرزا ظہیر الدین منور صاحب۔مکرم مولوی بشیر احمد خادم صاحب۔مکرم منظور احمد گھنو کے صاحب۔

تیسری لائن کرسیوں کے پیچھے: مکرم محمد ایوب بٹ صاحب۔مکرم ملک بشیر احمد صاحب۔مکرم ماسٹر محمد ابراھیم صاحب۔مکرم محمد یوسف گجراتی صاحب۔مکرم خواجہ عبد الستار صاحب۔ مکرم عطاء اللہ خان صاحب۔مکرم امیر احمد صاحب۔مکرم بشیر احمد بانگروی صاحب۔مکرم شیخ عبد القدیر صاحب۔مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب۔مکرم قاضی عبد الحمید صاحب۔مکرم خواجہ احمد حسین صاحب۔ مکرم چودھری عبد السلام صاحب۔مکرم مولوی غلام نبی صاحب۔مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب۔مکرم بشیر احمد مہار صاحب۔مکرم مستری محمد الدین صاحب۔مکرم محمد موسیٰ صاحب۔مکرم بشیر احمد کالا افغاناں صاحب۔مکرم محمد احمد کالا افغاناں صاحب۔مکرم محمد یوسف صاحب۔ مکرم مظہر حسین صابر صاحب

پیچھے کھڑے ہوئے: مکرم حکمت اللہ صاحب۔مکرم مرزا محمد اقبال صاحب۔مکرم چودھری محمود احمد مبشر صاحب۔مکرم عبد الحمید مؤمن صاحب۔مکرم مولوی فیض احمد صاحب۔مکرم چودھری سکندر خان صاحب۔مکرم غلام قادر صاحب۔مکرم بشیر احمد گھٹیالیاں صاحب۔مکرم مرزا محمد اسحاق صاحب۔مکرم مولوی خورشید احمد پربھاکر صاحب۔مکرم مستری منظور احمد صاحب۔مکرم چودھری غلام حسین صاحب۔مکرم ڈاکٹر غلام ربانی صاحب۔مکرم عمر دین صاحب۔مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب۔مکرم محمد صادق ننگلی صاحب۔مکرم ظہور احمد گجراتی صاحب۔مکرم عمر دین دہلوی صاحب۔مکرم سید شہامت علی صاحب۔

قارئین بدر کو جلسہ سالانہ قادیان
درویشانِ قادیان نمبر
اور نئے سال 2012 کی مبارک صد مبارک (ادارہ)

خلفاءاحمدیت کے ساتھ درویشان قادیان کی یادگار تصاویر
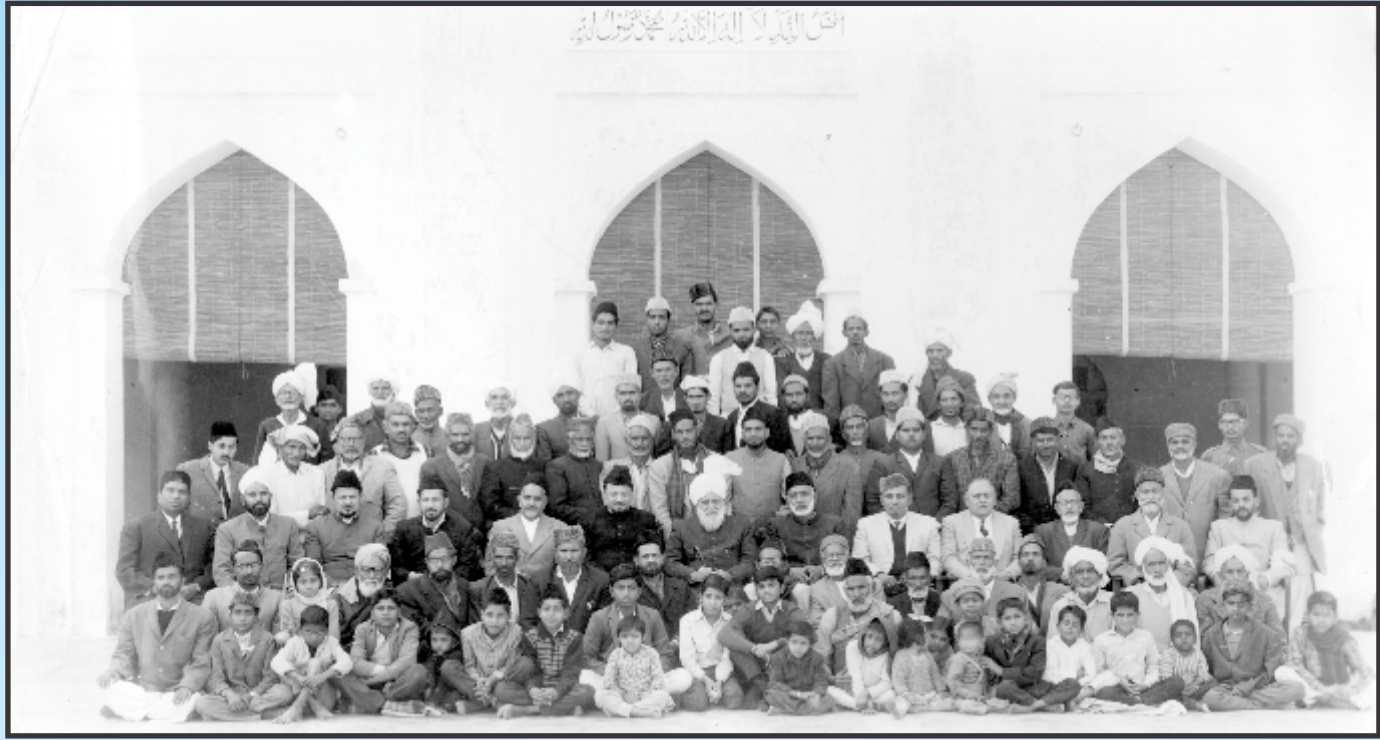
حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جلسہ سالانہ ربوہ 1969ء کے موقع پر ہندوستان سے جانے والے درویشان قادیان وبعض دیگر افراد جماعت کا ایک گروپ فوٹو بمقام مسجد مبارک ربوہ

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ درویشان قادیان بمقام مسجد اقصیٰ قادیان جنوری 1992ء (اسماء درویشان صفحہ نمبر 216 پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ درویشان قادیان بمقام گلشن احمد قادیان 16 دسمبر 2005ء

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax : (0091) 1872-224757
Tel. : (0091) 98763-76441
Tel : 0091 99153 79255
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

هفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 60 Thursday 15-22-29 December 2011 Issue No. 50-51-52

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 350
By Air : 40 Pounds or 60 U.S $
: 45 Euro
65 Canadian Dollars

بزم درویشاں

دیہاتی مبلغین کی یادگار تصویر

مبلغین کا وفد میدان تبلیغ کی طرف روانگی سے قبل
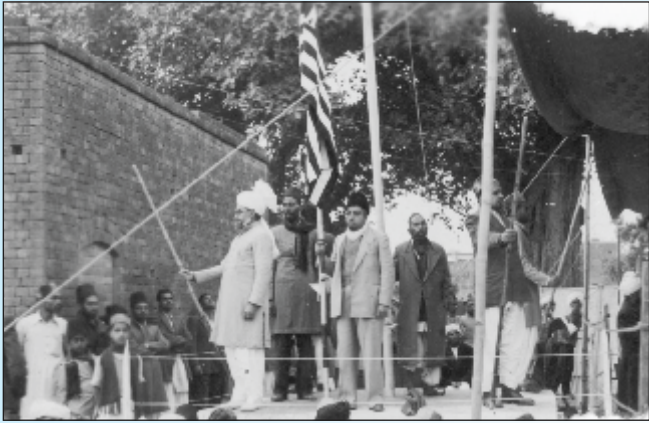
جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر درویشان قادیان لوائے احمدیت کا پہرہ دیتے ہوئے

محترم قریشی فضل حق صاحب درویش کی ڈائری کا ایک ورق

جلسہ سالانہ قادیان 1949ء کا ایک منظر

درویشان قادیان کھیل کے میدان میں

درویشان قادیان کا وقارِ عمل کے بعد گروپ فوٹو

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔نگران بدر بورڈ قادیان